تاریخ و تذکرہ

خانقاہ سرہند شریف

تالیف:
محمد نذیر رانجھا

تاریخ و تذکرہ

خانقاہ سرہند شریف

تالیف:

محمد نذیر رانجھا

رحمان پلازہ مچھلی منڈی اُردو بازار، لاہور فون: 042-37361339
E-Mail: jamiatbooks@gmail.com

Tareekh 0 Tazkirah Khanqah Sarhand Shareef
By
Muhammad. Nazir Ranjha
ISB NO: 978-969-8793-86-9

نام کتاب	تاریخ وتذکرہ خانقاہ سرہند شریف
تصنیف	محمد نذیر رانجھا
ناشر	محمد ریاض درانی
سال اشاعت	۲۰۱۱ء
مطبع	اشتیاق اے مشتاق پریس' لاہور
قیمت	500 /-

بہ اہتمام	محمد بلال درانی
قانونی مشیر	سید طارق ہمدانی (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

انتساب

بہ نامِ نامی قطب عالم زبدۃ العارفین وقدوۃ الکاملین شیخ المشائخ خواجہ خواجگان مخدوم زمان سیّدنا ومرشدنا ومخدومنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الْمَجِیْد خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی:

تاجان دارم در غمت آویزم
تا اشک بود برسرِ کویت ریزم
چون صبح قیامت بدمت باعشقت
از خاکِ درت نعرہ زنان برخیزم
مرشد مہربان چنیں باید
تا درِ فیض زود بکشاید
آنکہ بہ تبریز دید یک نظر شمس دین
سخرہ کند بر دھہ طعنہ زند بر چلہ

اور

بہ نامِ نامی آفتاب آسمان ولایت، ملجاد ماویٰ نیازمندان، فیض مآب وعالی مراتب سیّدنا ومرشدنا ومخدومنا حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب بسط اللہ ظلہم العالی سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی:

اے دادہ رُخِ تو ماہ را زیبائی
خاکِ قدم تو دیدہ را بینائی
درخدمت تو جان ودل ودیدہ وتن
می در بازم اگر قبول بنمائی
اگرچہ طاقت یک گردش نگاہم ندارم
خدا کند ہمہ نازش بجان من باشد
یک چشم زدن غافل ازان ماہ نباشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

خاک پائے اولیائے عظام
احقر محمد نذیر رانجھا

فہرست مندرجات

عرضِ ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بحمد للہ العزیز جمعیۃ پبلی کیشنز اپنے یوم تاسیس سے اب تک علم نافع کی اشاعت کا ذریعہ رہا ہے۔ اس ادارے نے دینی وعلمی کتب کی اشاعت میں بھرپور سعی کی ہے۔ ہمارا ایک شعبہ تصوف اور اہل تصوف ہے۔ ہمارے بزرگوں کی یہ خوبی اور خوبصورتی تھی کہ وہ شریعت و طریقت کے جامع تھے۔ انھی کے متعلق یہ مصرع صادق آتا ہے:

برکفے جامِ شریعت برکفے سندانِ عشق

نقشبندی سلسلے کے اکابر انھی برگزیدہ وخدارسیدہ ہستیوں میں آتے ہیں جو اہل علم بھی تھے، اہل دل بھی۔ وہ مسند تدریس پر عظیم معلم تھے اور مسند ارشاد پر عظیم صوفی بھی نظر آتے تھے۔ ان اکابر نے بہت سی خانقاہیں آباد کیں جہاں سے روشنیوں کے کارواں چارسو محوسفر ہوتے رہے۔ ان نقشبندی مجددی خانقاہوں میں سرہند شریف کی خانقاہ کو مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔

سرہند شریف کی خانقاہ حضرت باقی باللہ کے خلیفہ حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہ العزیز نے آباد کی۔ اُن کے اخلاف نے انھی کے طرزِ تصوف کو عام اور آسان کر دیا۔ یوں اکنافِ عالم میں نقشبندی مجددی تصوف مقبول اور معروف ہو گیا۔ خانقاہ سرہند سے تجدید کا جو کام شروع ہوا، وہ مدتوں جاری رہا۔ اس خانقاہ کے اکابر نے تجدید سنت اور قطع بدعت کا کام پوری تندہی اور جذب جنوں سے کیا اور سنت کے جادۂ قویمہ کو اُمت کے لیے روشن اور واضح کر دیا۔

ہمارے محترم نذیر احمد رانجھا صاحب نے قبل ازیں نقشبندی مجددی سلسلے کی خانقاہوں پر علمی و تحقیقی کام سپرد قلم کیا ہے۔ ان کی کتابوں نے ہمارے عام قاری کے لیے تصوف اور اہل تصوف کو اجنبی نہیں رہنے دیا۔ انھوں نے عام فہم انداز اور عوام کی ذہنی سطح پر آ کر تصوف اور اہل تصوف کو پیش کیا ہے۔ زیر نظر کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس میں سرہند کی مرکزی خانقاہ کی تاریخ بھی ہے، اکابر خانقاہ کا تذکرہ بھی، شیوخ نقشبند کے علمی کارناموں کا ذکر بھی ہے اور ان کے ملفوظات اور تعلیمات بھی۔ یہ کتابیں محبت کی خوشبو بانٹ رہی ہیں۔ ہم اس کار خیر میں اپنے آپ کو شریک سمجھتے ہوئے صدقِ دل سے رب ذوالجلال کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری کاوشوں کو قبول فرمائے اور اسے آخرت کے سفر کا زادِ راہ بنائے۔

والسلام

محمد ریاض درانی

مدیر جمعیۃ پبلی کیشنز، لاہور

پیغام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ العزیز سلسلہ نقشبندیہ اور سلسلہ تصوف کی وہ عظیم ہستی ہیں جنھیں الف ثانی کا مجدد تسلیم کیا جاتا ہے۔ اُن کے کارہائے نمایاں کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں اپنے لیے ارہاص قرار دیا تھا۔ حضرت مجدد نے پرانی بدعتوں کی بیخ کنی کی اور راہِ سنت کی توضیح فرمائی۔ آپ سنت ثابتہ کے جادۂ قویمہ پر استقامت واستقلال سے چلتے رہے اور اُمت کی رہبری ورہنمائی کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ آپ کے سلسلہ تصوف میں حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت سید احمد شہید علیہما الرحمہ جیسے برگزیدہ و خدارسیدہ لوگ شامل تھے۔ حضرت کا سلسلہ تصوف ان کے خاندان میں بھی پورے تسلسل سے موجود رہا۔ انھی سے وابستہ اکابر حضرت عثمان دامانی علیہ الرحمہ اور حضرت سراج احمد قدس سرہ العزیز سے کندیاں کی خانقاہ سراجیہ کو نسبت حاصل ہے۔ اسی خانقاہ کے زیب سجادہ حضرت خواجہ خان محمد نوراللہ مرقدہ ابھی کچھ عرصہ پہلے تک دنیا بھر میں تصوف کے طالبوں کے لیے ایک چشمہ فیض تھے۔ اسی چشمہ فیض سے سیراب ہونے والوں میں جناب نذیر رانجھا بھی شامل ہیں۔

نذیر رانجھا صاحب دل بھی ہیں، صاحب علم بھی اور صاحب قلم بھی۔ آپ نے اپنے قلم کو خیر پھیلانے کا ذریعہ بنایا۔ آپ کے علم کو رب ذوالجلال نے علم نافع بنایا۔ آپ کے دل کی روشنی آپ کے علم کی راہ سے آپ کے قلم تک پہنچی۔ آپ کے قلم سے کئی روشن روشن کتابیں لوگوں کی آنکھوں کو منور کر رہی ہیں۔ زیر نظر کتاب خانقاہِ سرہند شریف کی تاریخ ہے۔ یہ تاریخ

روشنیوں کے ایک سفر کا نام ہے۔ آپ یہ سفرنامہ پڑھئے اور دیکھئے کہ دلوں کی روشنیاں کس طرح دنیا کو روشن کرتی ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قارئین کے لیے نافع اور ہم سب کے لیے توشۂ آخرت بنائے۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

والسلام

فقیر خلیل احمد عفی عنہ
خانقاہ سراجیہ

مؤلف ایک نظر میں

الف:

نام	:	محمد نذیر رانجھا
ولدیت	:	جناب سلطان احمد رانجھا (مدظلہ)
تاریخ پیدائش	:	۸جنوری ۱۹۵۱ء بمقام چک نمبر ۶۷ جنوبی تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا

ب: تحصیلات:

(۱) ایم اے فارسی (درجہ اوّل)، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۹۳ء

(۲) ایم اے اسلامیات (درجہ دوّم)، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۹۴ء

(۳) ایم اے عربی (درجہ دوّم)، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۹۶ء

(۴) بی اے (بی گریڈ)، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء

(۵) بی ایل آئی ایس (بی گریڈ)، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، ۱۹۹۷ء

(۶) سرٹیفکیٹ ان لائبریرین شپ (بی گریڈ)، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ۱۹۹۰ء

(۷) ایلیمنٹری عربیک کورس، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۹۳ء

(۸) ایڈوانس عربیک کورس بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۹۴ء

(۹) ایف اے (سیکنڈ ڈویژن)، بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن، سرگودھا، ۱۹۷۱ء

(۱۰) میٹرک (فسٹ ڈویژن)، بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن سرگودھا، ۱۹۶۸ء

ج: ملازمت:

۱- مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان، اسلام آباد (یکم جنوری ۱۹۷۳ء تا ستمبر ۱۹۸۵ء)

۲- نیشنل ہجرہ کونسل، اسلام آباد (اکتوبر ۱۹۸۵ء تا جون ۱۹۹۲ء)

۳- اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد (جون ۱۹۹۲ء تا ۷ جنوری ۲۰۱۱ء)

تحقیقات وتالیفات:

فارسی اور عربی سے اردو اور اردو سے فارسی تراجم اور اردو میں تصنیف وتالیف اور نقد ونظر کے علاوہ فارسی متون کی تصحیح وتحقیق کا کام، نیز فارسی اور اردو میں متعدد تحقیقی مقالات ملکی وغیر ملکی مؤقر رسائل وجرائد میں طبع ہو چکے ہیں۔ مطبوعہ تحقیقی وتالیفی کتب ورسائل کی فہرست حسب ذیل ہے:

۱- آداب المریدین (عربی سے اُردو ترجمہ مع عربی متن)، تصنیف حضرت ضیاء الدین ابو النجیب عبدالقاہر سہروردی قدس سرہ، ترجمہ، مقدمہ وتعلیقات وحواشی: محمد نذیر رانجھا، ناشر: کندیاں ضلع میانوالی: خانقاہ سراجیہ، ۱۴۲۷ھ/۳۱۴ص، ۲۰۰۶ء

۲- آ گاہی سیّد امیر کلال قدس سرہ (ترجمہ اُردو)، تصنیف: مولانا شہاب الدینؒ، ترجمہ، مقدمہ، تخریج آیات واحادیث: محمد نذیر رانجھا، ناشر: راولپنڈی، الفتح پبلی کیشنز، بہ تعاون: خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی ۱۹۲ص، ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء۔

۳- ابدالیہ: (ترجمہ اردو) تصنیف: مولانا یعقوب چرخیؒ ترجمہ وتعلیقات: محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، اسلامک بک فاؤنڈیشن، ۴۸ ص، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء

۴- احادیث کے اردو تراجم (کتابیات)، تالیف: محمد نذیر رانجھا، ناشر: اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان ۱۰۰ص، ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء

۵- احوال ومناقب حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد صاحب بسط اللہ ظلہم العالی (اُردو)، تالیف: محمد نذیر رانجھا، ناشر: سرائے نورنگ (لکی مروت)، پروفیسر محمد قاسم محمود، مکتبہ ذوالفقار احمد مدظلہ العالی، ۱۲۰ص،

۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء۔

۶۔ برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی اردو مطبوعات (کتابیات اردو): مؤلف: محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۳۶۷ص، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء

۷۔ برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات (عربی و فارسی کتب اور ان کے اردو تراجم) تالیف: محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، میاں اخلاق احمد اکیڈمی، ۴۷۴ص، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء

۸۔ بحر الحقیقۃ: (ترجمہ اردو) تصنیف: خواجہ احمد غزالی ؒ ترجمہ: محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، عتیق پبلشنگ ہاؤس، ۹۶ص، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء

۹۔ تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان (اردو)، ناشر: لاہور، جمعیۃ پبلی کیشنز، متصل مسجد پائلٹ ہائی سکول، وحدت روڈ، ۷۰۲ص، ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۵ء

۱۰۔ تاریخ و تذکرہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی (اُردو)، تالیف: محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، جمعیۃ پبلی کیشنز، متصل مسجد پائلٹ ہائی سکول، وحدت روڈ، ۵۶۲ص، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء (بار اوّل)، ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء (باردوّم)

۱۱۔ تاریخ وتذکرہ خانقاہ سرہند شریف (اُردو)، تالیف: محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، جمعیۃ پبلی کیشنز، ۹۴۰ص، ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء۔

۱۲۔ تاریخ و تذکرہ خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ مجددیہ، دہلی شریف (اُردو) تالیف: محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، جمعیۃ پبلی کیشنز، متصل مسجد پائلٹ ہائی سکول، وحدت روڈ، ۴۵۴ص، ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء (بار اوّل)، ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء (باردوّم)

۱۳۔ تاریخ وتذکرہ خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ (آستانہ عالیہ شیر ربانیؒ)، شرقپور شریف (اُردو)، تالیف: محمد نذیر رانجھا، ناشر: اسلام آباد، پورب اکادمی، ۲۸۰ص، ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء

۱۴- تحائف مرشدیہ (اُردو): مکتوبات شریف خواجہ خواجگان مخدوم زمان سیدنا و مرشدنا و مخدومنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد بسط اللہ ظلہم العالی، اسلام آباد: پورب اکیڈمی، ۲۰۰۶ء، ۲۰۸ص۔

۱۵- تذکرۃ زبدۃ الاولیاء حضرت میاں شیر ربانی قدس سرہ (فارسی)، تالیف: محمد نذیر رانجھا، ناشر: شرق پور شریف ضلع شیخو پورہ: دارالمبلغین حضرت میاں صاحبؒ، ۷۶ص، ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء

۱۶- تذکرہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت الحاج محمد امینؒ (اردو)، تالیف: تحسین اللہ، نظر ثانی: محمد نذیر رانجھا، ناشر: چارسدہ، الجاہد آباد، جماعت ناجیہ، ۴۸۸ص، ۱۹۹۷ء

۱۷- تذکرہ علمائے اہل سنت (پنجاب) (اُردو)، تالیف: محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، دارالکتاب، ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء، دو جلدیں، ۱۰۴۳ص۔

۱۸- تذکرہ علمائے چھچھ (اُردو)، تالیف: محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، جمعیۃ پبلی کیشنز، ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء، ۴۱۶ص۔

۱۹- تذکرہ قطب عالم حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ مع ترجمہ نورالعلوم (اُردو)، تالیف و ترجمہ: محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، جمعیۃ پبلی کیشنز، متصل مسجد پائلٹ ہائی سکول، وحدت روڈ، ۲۵۶ص، ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۴ء

۲۰- تفسیر چرخی (ترجمہ اُردو): تصنیف: مولانا یعقوب چرخیؒ، ترجمہ و تحقیق: محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، جمعیۃ پبلی کیشنز، متصل مسجد پائلٹ ہائی سکول، وحدت روڈ، ۴۰۸ص، ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء

۲۱- جدید فارسی گرامر: دستور فارسی نوین (اُردو)، تالیف: محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، عتیق پبلشنگ ہاؤس، ۱۸۳ص، ۱۹۸۹ء

۲۲- درالمعارف: ملفوظات حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ (اُردو)، تالیف: حضرت شاہ رؤف احمد مجددیؒ، ترجمہ، مقدمہ، تخریج آیات و احادیث: محمد نذیر رانجھا، راولپنڈی: الفتح پبلی کیشنز، بہ تعاون: خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی، ۴۸۰ص، ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء

۲۳- رسالہ ابدالیہ: (فارسی) تصنیف: مولانا یعقوب چرخیؒ تصحیح وتعلیقات و پیش گفتار: محمد نذیر رانجھا، ناشر: اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۳۰ص، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء

۲۴- رسالہ انسیہ: (فارسی متن وترجمہ اُردو) تصنیف: مولانا یعقوب چرخیؒ، تصحیح وترجمہ تعلیقات: محمد نذیر رانجھا، ناشر: اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان: ڈیرہ اسماعیل خان، موسیٰ زئی شریف، خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، مکتبہ سراجیہ، ۱۱۲ص، ۱۹۸۳ء

۲۵- رسائل حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (ترجمہ اُردو) مقدمہ، ترجمہ وحواشی: محمد نذیر رانجھا، ناشر: خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ، کندیاں، ضلع میانوالی، ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء،/ ۲۳۱ص

۲۶- رسائل حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ (اُردو، فارسی)، تصحیح، ترجمہ، مقدمہ، تعلیقات وحواشی، محمد نذیر رانجھا، ناشر: خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی، ۲۶۴ص، ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء

۲۷- سہ رسائل حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہ (۱-شرح اسماء الحسنیٰ، ۲- حورائیہ، ۳- طریقہ ختم احزاب)، تحقیق وترجمہ: محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، میاں اخلاق احمد اکیڈمی، ۲۷ص، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء

۲۸- سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (اُردو)، تالیف: محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، جمعیۃ پبلی کیشنز، متصل مسجد پائلٹ ہائی سکول، وحدت روڈ، ۳ جلدیں، ۲۰۰۰ص، ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء۔

۲۹- شاہد کے نام: (اردو) تصنیف: محمد نذیر رانجھا، ناشر: راولپنڈی، مصنف، ۳۲ص، شوال ۱۳۹۷ھ/ اکتوبر ۱۹۷۷ء

۳۰- شرح دیباچہ مثنوی مولانا رومؒ (المعروف رسالہ نائیہ)، تصنیف: حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ، ترجمہ ومقدمہ وحواشی: محمد نذیر رانجھا، لاہور: جمعیۃ پبلی کیشنز، وحدت روڈ، ۱۷۶ص، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء

۳۱- شرح مثنوی معنوی: (فارسی۔ دوجلدیں) شارح: شاہ داعی الی اللہ

شیرازی، تصحیح وپیش گفتار: محمد نذیر رانجھا، ناشر: اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، جلد اوّل: ۱۴+۷۷+ جلد دوّم: ۶۰۰ص، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء

۳۲- فہرست نسخہ ہائے خطی قرآن مجید کتاب خانہ گنج بخش (فارسی) تالیف: محمد نذیر رانجھا، ناشر: اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۴۰۵ص، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء

۳۳- قدیم عدالتی اردو زبان: (اردو) تالیف: محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۳ص، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء

۳۴- کتاب دوست شمارہ ۱ (اُردو): فہرست نسخہ ہائے خطی عربی و فارسی و اردو کتاب خانہ پروفیسر منظور الحق صدیقی، راولپنڈی، تالیف وترتیب و معاون مدیر: محمد نذیر رانجھا، ناشر: اسلام آباد، نیشنل ہجرہ کونسل، ۸۴+۱۲اص، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء

۳۵- کتاب دوست شمارہ ۲ (اردو): فہرست نسخہ ہائے خطی و فارسی و اردو پنجابی کتب خانہ ڈاکٹر احمد حسین احمد قریشی قلعہ داری (گجرات)، ترتیب ومعاون مدیر: محمد نذیر رانجھا، ناشر: اسلام آباد، نیشنل ہجرہ کونسل، ۱۰۸+۴۴ص، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء

۳۶- کنز العلم والعمل (احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اردو ترجمہ): محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، عتیق پبلشنگ ہاؤس، ۱۴۶ص، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء

۳۷- کنز الہدایات (ترجمہ اُردو)، تصنیف: خواجہ محمد باقر عباسی لاہوری، ترجمہ، مقدمہ، تخریج آیات واحادیث: محمد نذیر رانجھا، ناشر: خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی، ۳۰۳ص، ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء

۳۸- لمحات من نفحات القدس (فارسی): تصنیف: محمد عالم صدیقیؒ، پیش گفتار و فہارس: محمد نذیر رانجھا، ناشر: اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان ۶۶۶ص، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء

۳۹- تذکرہ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد قدس سرہ (اُردو):

تالیف: محمد نذیر رانجھا، ناشر: راولپنڈی، الفتح پبلی کیشنز، بہ تعاون: خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی، ۴۴۰ص، ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء

۴۰۔ مجموعہ فوائد عثمانیہ: ملفوظات، مکتوبات و معمولات حضرت خواجہ محمد عثمان دامانیؒ (اردو) تصنیف: سید اکبر علی دہلویؒ، ترجمہ و تحقیق: محمد نذیر رانجھا، ناشر: لاہور، جمعیۃ پبلی کیشنز، متصل مسجد پائلٹ ہائی سکول، وحدت روڈ، ۳۷۶ص، ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء (باراوّل)، ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء (باردوّم)

۴۱۔ مکاتیب شریفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (اُردو) ترجمہ، مقدمہ، تخریج آیات و احادیث: محمد نذیر رانجھا، ناشر: خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی، ۴۹۶ص، ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء

۴۲۔ نسایم گلشن راز (فارسی): شارح: شاہ داعی الی اللہ شیرازی، تصحیح و پیشگفتار: محمد نذیر رانجھا، ناشر: اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۴۲۸ص، ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء

۴۳۔ نئے چراغ (اُردو، نثر و نظم) تصنیف و ترجمہ: محمد نذیر رانجھا، باشتراک سید عارف نوشاہی، ناشر: راولپنڈی، مصنفین، ۶۴ص، شعبان ۱۳۹۴ھ/ ستمبر ۱۹۷۴ء

۴۴۔ یادوں کے مینار: (اردو، شعر) سرودہ: محمد نذیر رانجھا، باشتراک: سید عارف نوشاہی، ناشر: راولپنڈی، سرایندگان، ۶۴ص، رمضان ۱۳۹۴ھ/ اکتوبر ۱۹۷۴ء

حرفِ آغاز

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ زَیَّنَ السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَجَعَلَهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیَاطِیْنَ، وَزَیَّنَ الْاَرْضَ بِالرُّسُلِ وَالْاَوْلِیَآءِ وَالْعُلَمَآءِ وَجَعَلَهُمْ حُجَجًا وَّبَرَاهِیْنَ، یَرْفَعُ بِهِمُ الظُّلُمَاتِ وَالشُّکُوْکَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیّٖنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی اَسَاتِذَتِنَا وَمَشَائِخِنَا وَاَسْلَافِنَا وَاَوْلَادِنَا وَاَصْحَابِنَا وَجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ. اَمَّا بَعْدُ:

قدر گل و مل بادہ پرستاں دانند
نہ خود منشاں و تنگدستاں دانند
از نقش تواں بسوئے بے نقش شدن
کین نقش غریب نقشبنداں دانند

خوشا روز اوّل کہ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ/ جولائی ۱۹۶۹ء میں حضرات کرام دامت برکاتہم العالیہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی کے محب و مخلص اور اپنے مہربان و مشفق اور محسن صادق جناب صوفی شان احمد بھلوانہ (م ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء) برادرِ گرامی جناب صوفی احمد یار بھلوانہ (م ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء) اللہ کریم دونوں بھائیوں کو غریق رحمت فرمائے (ساکن چاوہ، نزد پرانا بھلوال، ضلع سرگودھا)، کی تشویق اور راہنمائی سے یہ ننگ جہاں کشاں کشاں

خانقاہ سراجیہ شریف جا پہنچا اور اس خانقاہ عالیہ کی مسند ارشاد پر جلوہ افروز سلطانِ طریقت و شہنشاہ حقیقت، آفتابِ عالم تاب و مہتاب ضیاء بار محبوب العارفین قطب الارشاد خواجہ خواجگان، شیخ المشائخ، مخدوم زماں سیدنا ومرشدنا ومخدومنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد نَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَهُ الْمَجِيْد کی زیارت ودست بوسی کا اسے شرف نصیب ہوا۔

خوشا روزِ دوّم کہ بعد از نماز فجر اور حلقہ ومراقبہ اس پر تقصیر کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی سلک تابدار کے اس گوہر نامدار و درشاہوار اور زنجیرہ روحانی کے عروۃ الوثقٰی کے دستِ حق پرست پر بیعت ہونے کی سعادت ازلی ارزانی ہوگئی اور تلقین وارشاد کے سبق اوّل، مثل آخر کا حظ وافر اور شافی وکافی عطا ہوا:

شالا مڑ آون اوہ گھڑیاں
جدوں سنگ سجناں دے رلیاں
درگور برم از سر گیسوئے تو تارے
تا سایہ کند برعرمن روزِ قیامت

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عاشق صادق کہتے ہیں:

تو نقش نقشبنداں را چہ دانی
تو شکل و پیکر جاں را چہ دانی
گیاہ سبز داند قدر باراں
تو خشکی قدر باراں چہ دانی

پس بفضل ربی تصوف اور صوفیائے کرام کی ہر علامت اور نشانی اس حقیر کے لیے قبلہ جاں اور جذبہ ایماں بن گئی۔

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا۔

بوستان گل ز فیض جا ریش گل گل شگفت
حکم او بر قلب چون آب روان عالم ست

اللہ کریم اس نسبت پاک کے ساتھ زندگی، موت اور حشر ارزانی فرمائے۔ آمین، ثم آمین، ثم آمین:

کملت مسافۃ کعبۃ الآمال

حبذا لمن قد مَنّ بالاکمال

جولائی ۲۰۰۳ء میں تاریخ وتذکرہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی زیورِ طبع سے آراستہ و پیراستہ ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ فگن ہوئی۔ کیونکہ مرشد کامل مکمل کی دعاؤں اور فیض عالیہ کا ثمرہ تھی۔ ہر سو قبولیت و تبریک کے زمزمے بلند ہو گئے۔ زبانی اور کتبی شہادتوں کے علاوہ رب کریم نے اپنی کرم نوازی کے طفیل بے پناہ روحانی آسودگی عطا فرمائی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

۲۳ راگست ۲۰۰۳ء کی حسین و سرگین شب ایک روح پرور خواب کا دریچہ زیبا و دلکشا کھلا، چشم باطن وا ہوئی، مرشد عالم قطب الارشاد خواجہ خواجگان مخدوم زماں سیّدنا و مرشدنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الْمَجِیْد کو ایک جگہ تشریف فرما پایا۔

آپ نے تہبند مبارک زیب تن فرما رکھا تھا اور سر پر پگڑی اور جسم مبارک پر قمیض نہیں تھی۔ اس حقیر سراپا تقصیر نے خود کو ایک تین چار سال کے بچے کی مانند دیکھا جو حضرت اقدس کے سینہ سے چمٹا ہوں اور آپ کے مبارک سینہ پر، مقام دل کی جگہ اور گاہ مبارک کندھے پر بچوں کی طرح تھپکیاں مار رہا ہوں۔ بالکل یوں جیسے کوئی بچہ اپنے باپ دادا یا کسی بزرگ سے کھیل رہا ہو یا لاڈ پیار سے دل بہلا رہا ہو۔

نیز خوشی سے چلا چلا کر کہہ رہا ہوں "میرے حضرت، میرے حضرت، میرے پیارے حضرت" اور حضرت اقدس نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الْمَجِیْد شفیق و مہربان باپ دادا یا بزرگ کی طرح مسکرا رہے ہیں اور آپ کا رُخ انور کھل رہا ہے اور پھر آپ یوں قہقہہ لگاتے ہیں کہ آپ کے دندان مبارک سچے موتیوں کی طرح دمکتے دکھائی دیتے ہیں۔ پھر آپ اس حقیر کی طرف شفقت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور اس ناکارہ جہاں کے سر پر اپنا دست مبارک رکھ لیتے ہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ بعد ازاں چشم تن کھل جاتی ہے:

لطف نماند کان صنم خوش لقا نکرد
ما را چہ جرم گر کرمش باشما نکرد

پھر تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) کی تالیف وتدوین کا مرحلہ مکمل ہوا۔ ۱۹ ستمبر ۲۰۰۴ء کو بعد از ظہر حقیر ستانے کے لیے اپنے گھر میں لیٹا تو آنکھ لگ گئی۔ خواب میں خانقاہ موسیٰ زئی شریف کے شیخ و مرشد عالی حضرت خواجہ محمد سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء) کے پوتے حضرت خواجہ مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء) کی زیارت نصیب ہوئی۔ یہ حقیر پر تقصیر املا بول رہا ہے اور حضرت صاحبؒ اپنے دست مبارک سے ایک کاپی یا رجسٹر پر تحریر فرما رہے ہیں اور یہ عبارت خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف کے بارے میں ہے۔ ایک صفحہ کی چند سطروں کو حقیر پڑھ رہا ہے جن میں سے ایک فقرہ یاد ہے کہ ''خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف علاقہ دامان میں واقع ہے۔'' واللہ اعلم اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

اسی طرح ۳۰/ اکتوبر ۲۰۰۴ء کو رات خواب میں سید الاتقیاء حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۷ء) کے پڑپوتے حضرت خواجہ مولانا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء) کی زیارت ہوئی کہ آپ انتہائی مسرور ہیں اور بڑی شفقت اور عنایت آمیز نگاہوں سے حقیر کی طرف مسکراتے ہوئے توجہ فرما رہے ہیں۔ زبان مبارک سے کچھ فرماتے ہیں جو اب صحیح یاد نہیں، لیکن یہ یاد ہے کہ آپ تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف کی تالیف وتدوین پر داد تحسین فرما رہے تھے۔ واللہ اعلم

احقر ۲۱- اگست ۲۰۰۹ء سے تاریخ وتذکرہ خانقاہ سرہند شریف کی تدوین وتحریر میں مصروف تھا۔ ۳۰- اگست ۲۰۰۹ء کو نماز ظہر کے بعد آکر کاغذات (مسودات تاریخ وتذکرہ خانقاہ سرہند شریف) اور کتابیں سنبھال کر رکھیں اور اپنے کمرہ میں استراحت کی غرض سے لیٹ رہا۔ اسی دوران آنکھ لگ گئی اور یہ ناکارہ جہاں گہری نیند سو گیا۔

خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ بندہ کے سامنے ایک پیالہ رکھتے ہیں، جس میں دودھ اور سوئیاں (موٹی دیسی طرز کی) بھری ہیں۔ انتہائی خوبصورت اور روحانیت سے لبریز

جگہ ہے۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ یہ نبی کریم ﷺ کی...... ہیں (درمیان میں حقیر کو سمجھ نہیں آئی کہ کیا فرمایا، جاگنے کے بعد بھول گیا ہوں)۔ انتہائی سفید صاف شفاف پیالہ اور اس میں یہ نعمت۔ حقیر کے دل میں خیال آتا ہے کہ اس پیالے میں کم سوئیاں ہیں۔ فوراً وہ بزرگ ایک دوسرا پیالہ حقیر کے سامنے رکھتے ہیں۔ احقر ان دونوں پیالوں کی سوئیاں اور دودھ کھا لیتا ہے۔ سبحان اللہ! کیا مزہ اور کیسی لذت! اچانک آنکھ کھل گئی۔ احقر حیران و پریشان کہ کاش یہ منظر آنکھوں سے اوجھل نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کی حقیقت سے آگاہ ہے:

هرگز در بیش و کم نمی باید زد
از حد قدم بیرون نمی باید زد
عالم همه مراۃ جمال ازلی است
می باید دید دم نمی باید زد

اس مسکین کی دلی تمنا ہے کہ بتوفیق الٰہی و بشرط زندگی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے تمام سلاطین عارفین کی مبارک زندگیوں کا ہر روشن نقش اور ان کی عقیدت و محبت کا ہر مبارک نشان محفوظ کیا جائے۔ لہٰذا اس جذبہ کے تحت رحمت حق کا اُمیدوار بن کر اوّل تاریخ وتذکرہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ (کندیاں، ضلع میانوالی) مرتب کی جو ۲۰۰۳ء میں چھپی۔ رب کریم کے لطف و کرم کے طفیل اس سلسلے کی دوسری کتاب تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف تالیف ہوئی جو ۲۰۰۵ء میں منصۂ شہود پر آ گئی۔

بعد ازاں اس سلسلے کی تیسری کتاب تاریخ وتذکرہ خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ مجددیہ دہلی شریف کی تالیف و ترتیب کا آغاز ہوا جس میں حضرات کرام نقشبندیہ کے شجرہ مبارک کی ترتیب سے حضرت خواجہ سیف الدین مجددی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) حضرت سیّد نور محمد بدایوانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۵ھ/ ۱۷۲۳ء) حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کے احوال و مناقب کو مدون کیا گیا اور تمام حضرات کرام کے احوال و مناقب میں ان کی اولاد امجاد اور خلفائے عظام کا ذکر خیر بھی شامل کیا گیا۔ جس کی بدولت کتاب کی ضخامت و عظمت دو چند ہو گئی اور اس میں بیسیوں

روحانی شخصیات کے احوال ومناقب جمع ہو گئے۔ جنہوں نے خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ شریف کی روحانیت آمیز فضاؤں میں باطنی پرورش پائی۔

تاریخ وتذکرہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی تدوین وترتیب میں مقدور بھر کوشش کی جا رہی ہے کہ ایک ایسا مستند ذخیرہ فاخرہ جمع کیا جائے جس میں اسلام کی روحانی عظمت وللّٰہیت جو سراسر کتاب وسنت کے انوار وبرکات سے مزین ومنور ہے، کا سنہری پہلو نمایاں ہوتا کہ برصغیر پاک وہند کی خانقاہی تاریخ میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے حضرات کرام کے احوال وآثار کے ساتھ ساتھ، اس خطے میں دین اسلام کی ترویج واشاعت کے لیے ان کی عظیم مساعی اور اعلیٰ وارفع قربانیاں بھی سامنے آ جائیں۔ اللہ کریم کی درگاہ معلیٰ میں التماس ہے کہ وہ بندہ ناچیز کو اس کام کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

پس اس ناکارہ روزگار نے محبوب العارفین قطب الارشاد خواجہ خواجگان شیخ المشائخ سیّدنا ومرشدنا ومخدومنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الْمَجِیْد سے لے کر سردار الانبیاء سرور کائنات خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی تاریخ وتذکرہ کے مرتب کرنے کا جو عزم کیا تھا، اس کا تقاضا تھا کہ ''تاریخ وتذکرہ خانقاہ مظہریہ، دہلی'' کی تکمیل (۲ ربیع الاوّل ۱۴۲۶ھ/۱۲- اپریل ۲۰۰۵ء) کے بعد تاریخ وتذکرہ خانقاہ سرہند شریف کی ترتیب وتدوین آج سے بہت پہلے مکمل ہو چکی ہوتی لیکن ایسا نہ ہونے کی سب سے بڑی وجہ ''سیرت رسول اکرم ﷺ'' کی تصنیف وتالیف کا کام تھا، جو ان دنوں احقر نے شروع کر رکھا تھا اور ہر صبح اپنے کریم رب سے اس کی تکمیل کی توفیق طلب کیا کرتا تھا۔ ساتھ ہی مشیت ایزدی سے بعض دوسری تصنیفی وتالیفی سرگرمیاں بھی شامل ہوتی گئیں اور یوں یہ کام لیٹ ہوتا گیا۔ جونہی ''سیرتِ رسول اکرم ﷺ'' اور دوسرے کاموں سے فراغت نصیب ہوئی احقر نے اللہ کا نام لے کر بروز منگل ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ/۳ جون ۲۰۰۸ء کو ''تاریخ وتذکرہ خانقاہ سرہند شریف'' کی تحریر شروع کر دی۔

پس مسبب الاسباب نے کمال کرم فرمایا اور مورخہ ۲۰- اگست ۲۰۰۹ء کو دفتر سے ایک سو بیس روز کی چھٹی مل گئی۔ ناچیز کو نماز فجر کے بعد سے لے کر عموماً نماز ظہر تک اور گاہ بگاہ عصر وشام

تک اس کام میں مستغرق رہنے کی توفیق ارزانی رہی۔ ہر چند جسمانی نقاہت اور بصری کمزوری کے عوارض کا ساتھ تھا، لیکن اس نکمے ونادانِ جہاں کے ذوق وشوق کی مہار فضل الٰہی کے قاصد نے برابر تھامے رکھی اور اپنے شیخ ومرشد عالی مقام محبوب العارفین قطب الارشاد شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الْمَجِیْد کی دعاؤں اور توجہ خاص سے بہرہ نصیب رہا۔ لہٰذا بتوفیق یزدانی یہ کام بروز منگل ۱۷ ذی قعدہ ۱۴۳۰ھ/ ۲۷/اکتوبر ۲۰۰۹ء کو پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا:

من کیستم کہ با تو دم بندگی زنم
چندین سگانِ کوئے تو یک کمترین منم
از برائے سجدہ عشق آستانی یافتم
سر زمین بود منظور آسمانی یافتم

اور احقر نے اللہ کا نام لے کر مسودہ اسی روز ڈاک کے ذریعے محترم ومکرم جناب محمد ریاض درانی زادلطفہ کی خدمت میں ارسال کر دیا۔ بوجوہ اس کی کمپوزنگ میں تاخیر ہوئی اور آنمحترم کی طرف سے اس کا کمپوز شدہ مسودہ آج موصول ہوا ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ.

بلا مبالغہ یہاں محترم ومکرم جناب محمد ریاض درانی زادلطفہ کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جو اس کام کی تکمیل کے لیے برابر شوق دلاتے رہے۔ اسی طرح محترم المقام جناب ڈاکٹر سیّد عزیز الرحمٰن زادلطفہ کا شکریہ ادا کرنا انتہائی ضروری ہے، جنہوں نے کمال شفقت سے محترم ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب کی کتاب ''تاریخ الحرکۃ المجددیہ'' ناکارہ جہاں کے لیے ارسال فرمائی۔ نیز محترم جناب محبوب احمد بھٹی زادلطفہ کا شکر گزار ہوں، جنہوں نے اس کام کے لیے مجھے زبدۃ المقامات اور عمدۃ المقامات جیسی اہم وعمدہ کتب کا تحفہ عنایت فرمایا۔ اللہ کریم احقر کے ان تینوں مہربان حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

اے کریم! اپنے فضل وکرم کے طفیل اس ناچیز کی اس کوشش کو شرف قبولیت عطا فرما اور اسے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے وابستگان سب اولیاء وصلحاء کے عقیدتمندوں اور اپنے تمام

بندوں کی نفع رسانی کا ذریعہ بنا، نیز اسے ناکارہ روزگار اور پر تقصیر کے لیے صدقہ جاریہ و سعادت دارین کا سبب بنا۔ آمین، ثم آمین، ثم آمین۔

اے مولیٰ! ہر حال و ہر آن اپنا فضل و کرم اس گنہگار کے شامل حال فرما۔ دنیا کی زندگی میں ذلت و رُسوائی اور ناداری ومحتاجی سے محفوظ فرما۔ اپنی حفظ وامان میں رکھ کر خاتمہ بالخیر ارزانی فرما۔ جینا و مرنا آسان فرما۔ قبر وحشر اور آخرت کی تنگیوں اور سختیوں سے امان عطا فرما۔ دنیا وآخرت کے فتنوں اور عذابوں سے حفاظت فرما۔ اپنی، اپنے رسولِ مقبول ﷺ اور اپنے سب پیاروں کی محبت وعقیدت نصیب فرما۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَلَا تُخْزِنِیْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّبَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ.

خاک پائے اولیاء عظام

احقر محمد نذیر رانجھا غفر ذنوبہ وستر عیوبہ

بروز بدھ ۱۵ شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ / ۲۸ جولائی ۲۰۱۰ء

۱۳۱، گلی نمبر ۲۱، غازی آباد، کمال آباد، راولپنڈی کینٹ

مقدمہ

سرہند شریف کی تاریخ وفضائل

الاسودائیاں، شہری ست در ہند
کہ اندر پائے او بنہاد سر
سوادش زلف رخسارِ فتوح است
غبارش تو تیائے چشم روح است

گر شنود قصہ ایں بوستان
مکہ شود طائف ہندوستان

سرہند بگو کہ رشک طور است
خار و خس او ہمہ زنور است

زہریک نقطہ اش چوں نافہ تر
شمیم وصل جاناں میزند سر
ولے آن کز برودت و زُکام ست
چہ داند نافہ اش گردر مشام ست

(الف)

سرہند شریف کی تاریخ

سُہِرِند یا سَہرِند

برصغیر پاک و ہند کا قدیم شہر (جو آج کل بھارت کے صوبہ پنجاب میں واقع ہے) ریاستہائے پنجاب کے Guzetteer ج ۱۷-الف، ۱۹۰۴ء کے مطابق کرشن جی کی ایک سو چھیاسٹھویں نسل میں سے ساہر راؤ یا تومان راؤ نے اس کی بنیاد رکھی۔ ساہر راؤ سمت ۵۳۱ سے لاہور کا حکمران تھا۔ جب غزنی میں راجپوتوں کی حکومت کو زوال آیا تو بخارا کا فرمانروا اپنے تاتاریوں اور ایران کے اتحادیوں کے ساتھ لاہور پر حملہ آور ہوا اور ساہر راؤ مارا گیا۔ یہ ولی اللہ صادق کا بیان ہے، لیکن گزیٹیر سے یہ پتا نہیں چلتا کہ یہ صاحب کون تھے یا ان کا ماخذ کیا تھا۔ اسی گزیٹیر میں سرہند سے متعلق مقالے کی ابتدا میں لکھا ہے کہ براہہ مہر اپنی برہت سنگتا کے چودھویں باب کے انیسویں شعر میں جوتش کی ایک کتاب پراسر تنتر کے حوالے سے لکھتا ہے کہ سرہند ایک قدیم قصبہ ہے اور اس کتاب میں اس کا نام سیرندہ درج ہے۔ اسی بنا پر لوگ اسے سیہرند یا سہرند کہتے تھے۔ Gunningham نے بھی Ancient Geography of India میں اس بیان کی تائید کی ہے۔ براہہ مہر راجا وکرم دتیہ کے دربار کے نورتنوں میں سے تھا۔ یہ "دواپر" یگ کے اختتام کی بات ہے، یعنی پہلی صدی عیسوی سے بعد کی نہیں۔ یہ شہر ضلع ستلج کا صدر مقام تھا۔ ہیون سانگ بھی اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس کے اردگرد سونا دستیاب ہوتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ سرہند کے شمال کی پہاڑیوں میں دریائے ستلج کے جو چھوٹے چھوٹے معاون بہتے ہیں ان کی ریت میں سے اب بھی سونا ملتا ہے۔ ہندی میں "سہ" شیر کو کہتے ہیں اور "رند" کے معنی میں جنگل۔ اس علاقے میں زور کی بارش ہوتی ہے۔ عین ممکن

ہے کہ آبادی سے پہلے یہاں جنگل ہوں، جن میں شیر اور دیگر وحشی جانور رہتے ہوں۔ شاید اسی بنا پر شہر کا نام سہرند پڑ گیا۔

سرہند شریف دورِ غزنوی

سلطان محمود غزنوی کی فتوحات کے باعث مسلمان جب پنجاب پر قابض ہوئے تو سرہند ایک مشہور قصبہ تھا، لیکن غزنویوں کے مقبوضات میں شامل نہیں تھا۔ البیرونی اس کا ذکر نہیں کرتا۔ چونکہ ہندوؤں اور غزنویوں کے ممالک کے درمیان یہ سرحد کا کام دیتا تھا اور اس سے آگے ''ہند'' شروع ہوتا تھا، اس لیے اس کا نام سرہند (ہند کا سر) مشہور ہو گیا جو سرہند کا قریب المخرج ہے۔ معلوم ہوتا ہے آریاؤں کے زمانے میں بھی سرحد یہی تھی۔

سرہند شریف اور سلطان محمد غوری

مسلمانوں میں سے سب سے پہلے سلطان محمد غوری نے اس شہر کا محاصرہ کیا۔ فرشتہ کے مطابق ترائن کی جنگ سے پہلے سلطان محمد غوری نے رائے پتھورا کو لکھا ''تمہارے ساتھ صلح کرتے ہیں کہ سرہند، پنجاب اور ملتان ہمارے پاس رہے اور ہندوستان کے باقی ممالک تمہارے پاس''۔ لیکن بات طے نہ ہو سکی اور ۵۸۷ھ/ ۱۱۹۱ء میں سلطان نے سرہند کو فتح کر لیا اور اسے ملک ضیاء الدین تولکی کے حوالے کر دیا۔ تاریخ مبارک شاہی کا مصنف کہتا ہے کہ قلعے کی حفاظت کے لیے سلطان نے بارہ سو تولکی سپاہی چھوڑے (تولک ہرات کے قریب پہاڑوں میں واقع ہے)۔ سلطان کی روانگی کے بعد رائے پتھورا نے سرہند کا محاصرہ کر لیا اور تیرہ ماہ بعد اسے فتح کر لیا، لیکن سلطان نے اب کی بار آگے بڑھ کر ۵۸۸ھ/۱۱۹۲ء میں رائے پتھورا کو ترائن کے مقام پر شکست فاش دی۔ قلعے کا نام طبقات ناصری اور طبقات اکبری میں قلعہ سرہند درج ہے اور یہی درست ہے۔

سرہند شریف کی تعمیر نو

قطب الدین ایبک نے ۱۲۰۶ء میں دہلی کا تخت سنبھالا۔ اس وقت سے لے کر فیروز شاہ تغلق کی تخت نشینی تک سلاطین دہلی نے سرہند کو غالباً چنداں اہمیت نہیں دی۔ اس کے بجائے سامانہ زیادہ مورد توجہ رہا، جو تحصیل بھوانی گڑھ میں پٹیالے سے سترہ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ جلال الدین خلجی بادشاہ بننے سے پہلے یہیں کا ناظم تھا۔ قرب وجوار کے لوگ مال گزاری کی رقوم سامانے جا کر داخل خزانہ کیا کرتے تھے۔ فیروز شاہ تغلق کے زمانے سے سرہند کی طرف از سر نو توجہ شروع ہوئی۔ روضۃ القیومیہ کے مطابق ایک بار سیّد جلال بخاری مخدوم جہانیاںؒ، دہلی جاتے ہوئے موضع سرائس میں ٹھہرے، جو سرہند سے پانچ چھ کوس کے فاصلے پر ہے۔ لوگوں نے ان کی خدمت میں عرض کی کہ سامانہ جاتے ہوئے ہمیں وحشت ناک جنگل میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ سلطان دہلی سے سفارش کیجیے کہ راستے میں ایک شہر آباد کرنے کا حکم دے۔

سرہند اور دورِ تغلق

تاریخ فیروز شاہی میں آیا ہے کہ ان کی سفارش پر فیروز شاہ نے قلعہ سرہند کی تعمیر کا حکم دیا، جس کی تکمیل بالآخر حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے خلیفہ شیخ رفیع الدینؒ کے ہاتھ سے ہوئی۔ شیخ رفیع الدینؒ پہلے سنام میں رہتے تھے، جو پٹیالے سے ۴۳ میل مغرب میں ہے (البیرونی نے اس شہر کا ذکر کیا ہے) آخر وہ سرہند آ گئے۔ فیروز شاہ تغلق نے قلعہ تعمیر کرانے کے علاوہ دریائے ستلج سے ایک نہر نکلوائی، جو سرہند سے گزرتی ہوئی سنام تک پہنچتی تھی۔ یہ نہر غالباً ''سرہند چوآ'' (پہاڑی نالہ) کے ساتھ ساتھ جاتی تھی۔ اس طرح سرہند کی تاریخ کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ فیروز شاہ کے جانشینوں میں سے محمود شاہ (م ۱۴۱۲ء) کے زمانے میں ایک ترک بیرم خان نے سرکشی کی، لیکن سامانہ سے دو کوس کے فاصلے پر لڑائی میں شکست کھا کر اسے سرہند کی طرف فرار ہونا پڑا۔ خاندان سادات کے پہلے بادشاہ خضر خان کے زمانے میں بیرم خان نے ۱۴۱۹ء میں

ایک مقتدر امیر دولت خان سے ساز باز کر لی تو خضر خان نے خود سرہند پہنچ کر اس کی سرکوبی کی۔ خضر خان نے ابتدا میں اپنے بیٹے ملک الشرق مبارک کو سرہند اور فیروز پور کا ناظم مقرر کیا۔ ملک سدھو نادرہ اسی کا نائب تھا، جسے ۱۴۱۶ء میں تغان نے قتل کر دیا۔ بعد میں سلطان شاہ لودھی امیر سرہند کا ناظم مقرر ہوا۔ اس نے حکومت کے باغی سارنگ خان کو ستمبر ۱۴۱۹ء میں سرہند کے مقام پر شکست دی۔ ابوالفتح مبارک شاہ کے عہد میں جسرتھ کھوکھر علم بغاوت بلند کر کے ۲۲ جون ۱۴۲۱ء کو سرہند پہنچا۔ پہلے تو سلطان شاہ لودھی قلعے میں پناہ گزیں ہو گیا، لیکن پھر موسلا دھار بارش میں باہر نکلا اور نواح سامانہ میں پہنچ گیا۔ جسرتھ نے یہ سن کر لدھیانے کی راہ لی۔

سرہند اور تو زک بابری

فیروز شاہ تغلق کے بعد جو حالات رونما ہوئے ان سے پتا چلتا ہے کہ فوجی نقطہ نگاہ سے سرہند کی اہمیت میں معتد بہ اضافہ ہو چکا تھا۔ یہ اہمیت مغلوں کے زمانے میں برابر قائم رہی۔ تو زک بابری میں سرہند کا ذکر کئی بار آیا ہے۔ پانی پت کی پہلی لڑائی ۲۰ را پریل ۱۵۲۶ء کو ہوئی، لیکن بابر اس سے پہلے ۱۵۲۴ء میں سرہند پہنچتا ہے۔ بعد میں بھی وہ سرہند آتا جاتا رہا۔ ۱۵۲۹ء میں سرہند کے مقام پر شملے کی ریاستوں میں سے کاہلور (موجودہ بلاس پور) کے راجا نے اسے سات عقاب نذر کیے اور خاصی مقدار میں سونا بھی پیش کیا۔ بابر کی طرف سے سلطان محمد دلدائی سرہند کا امیر مقرر ہوا۔ بابر لکھتا ہے کہ لاہور کی طرح سرہند میں بھی آبپاشی کنوؤں سے ہوتی ہے۔ اس نے سرہند کا لگان ایک کروڑ انتیس لاکھ بتایا ہے۔

دورِ پر آشوب

سرہند شریف چار بار ناخوشگوار حالات کا شکار ہوا۔ پہلی بار ۱۱۲۲ھ/۱۷۱۰ء کو بندہ سنگھ کا حملہ، ۱۱۷۸ھ/۱۷۵۴ء کو سکھوں کا دوبارہ حملہ، ۱۱۷۲ھ/۱۷۵۸ء کو سکھوں اور مرہٹوں کا مشترکہ حملہ اور آخری بار ۱۱۷۸ھ/۱۷۶۴ء میں سکھوں کا حملہ، جس میں اس شہر کا نام ونشان مٹ گیا اور بہت سے لوگ جان بچا کر پٹیالہ میں پناہ گزیں ہو گئے۔

پٹیالہ میں ان کی ایک بستی تھی جس کے مقیم سرہندی کہلاتے تھے۔
۱۷۷۹-۱۷۸۰ء میں مغلوں نے سرہند کی بازیابی کے لیے ایک مہم روانہ کی، جو ناکام رہی۔ سرہند اب مستقل طور پر سکھوں کے قبضے میں آ چکا تھا۔ سکھوں نے اس رسم کو پن (ثواب) قرار دے دیا کہ جو سکھ بھی سرہند سے آئے وہاں سے ایک اینٹ اُٹھا کر دریا میں پھینکے۔ اس طرح ایک آباد شہر کھنڈروں میں تبدیل ہو گیا۔

انگریز دور

انگریز آئے تو ریلوے لائن تعمیر ہوئی اور پرانے شہر سے ایک میل کے فاصلے پر سٹیشن بنا جہاں آبادی بھی ہوتی گئی۔ سکول اور ڈاک خانے کا افتتاح ہوا، تھانہ بھی بنا۔ ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کے مطابق سرہند کی آبادی صرف ۲۷۰۴ تھی۔ ان میں مسلمان ۲۲۱۸ اور سکھ ۵۲۴ تھے۔

عمارات و مزارات

مسلمانوں کی تاریخ میں اس شہر نے جو کردار انجام دیا ہے وہ غیر معمولی نوعیت کا ہے۔
جدید شہر کے مکانات پختہ اینٹوں کے بنے ہوئے ہیں۔ گلیاں سیدھی، کشادہ اور پکی، لیکن ناہموار ہیں۔ برسات کے موسم میں اسے چوآ نامی پہاڑی نالہ گھیرے رہتا ہے، جو ایک پل کے نیچے سے گزرتا ہے۔ پرانے شہر کے کھنڈروں اور نئے شہر کے درمیان فاصلہ اب آبادی کے پھیلاؤ کے باعث کم ہو چکا ہے۔ آثار قدیمہ میں ایک خوبصورت عمارت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۶۲۴ء) کا مقبرہ ہے، جو شاہجہان کے عہد میں بنا تھا۔ ان کا عرس ہر سال ۲۷ صفر کو منعقد ہوتا ہے۔ دور دور سے زائر آتے ہیں، جن میں کابل کے زائرین کی تعداد خاص طور پر زیادہ ہوتی ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے جداعلیٰ شہاب الدین فرخ شاہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کابل سے آ کر شام میں آباد ہوئے تھے۔ ان کے مقبرے کے قریب ہی رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے، جنہوں نے فیروز شاہ تغلق کے عہد میں قلعہ سرہند تعمیر کرایا تھا اور جو چھٹی پشت میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد میں سے تھے۔ ان کے فرزند خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (اور پوتے خواجہ محمد

زبیر رحمۃ اللہ علیہ) کے مزار بھی قریب ہی واقع ہیں۔شاہ زمان والی کابل کا مقبرہ بھی یہیں ہے، جس میں شاہ کی بیگم کی قبر بھی ہے۔دو مقبرے استاد اور شاگرد کے کہلاتے ہیں۔یہ استاد اور شاگرد غالباً معمار تھے۔ڈیرہ میر میراں کے قریب دو چھوٹے چھوٹے مقبرے ہیں، جو ''حاج وتاج'' کے نام سے موسوم ہیں، کہا جاتا ہے کسی سلطان کی دو بیگمات حاج النساء اور تاج النساء، وہاں دفن ہیں۔ان کے قریب سلطان بہلول لودھی کی بیٹی کا مقبرہ ہے، جس سے پتا چلتا ہے کہ یہ شہزادی ۹۰۱ھ/ ۱۴۹۵ء میں فوت ہوئی تھی۔''عام و خاص باغ'' بھی یہیں ہے۔اس کے بنانے والے حافظ سلطان کی قبر ایک طرف دیکھی جا سکتی ہے۔اس کے قریب ہی ایک کنواں ہے، جس کے ۱۶ ابدھ ہیں۔اس میں بھول بھلیاں بھی ہیں۔گردوارہ فتح گڑھ اور گردوارہ جوتی سروپ بھی یہاں کی قابل ذکر عمارات ہیں۔ایک بڑی مگر نامکمل مسجد بھی کھنڈر کی صورت میں موجود ہے، جو سدھنا قصاب نے شروع کرائی تھی۔''جہازی حویلی'' بھی یہیں واقع ہے، جو ایک اور قابل ذکر عمارت ہے۔[1]

(ب)

سرہند شریف کے فضائل

سرہند شریف کی بنیاد

جس مقام پر آج کل شہر سرہند واقع ہے وہاں قدیم زمانے میں ایک وحشت ناک جنگل تھا، جس میں شیر اور درندے رہا کرتے تھے۔ اس جنگل کا نام ہندی زبان میں سرہند یعنی بیشہ شیر ہے۔ سیہ ہندی میں شیر کو کہتے ہیں اور رند جنگل کو اسی واسطے سکوں میں سہرند ہی لکھتے ہیں۔ واقعی یہ سہرند ہے۔ کیونکہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) اور آپ کے فرزندوں جیسے شیرانِ اسلام جن میں سے ہر ایک شیر خدا تھا، اس شہر میں پیدا ہوئے۔[۲]

براس میں انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبریں

اس جنگل سے کوئی تین کوس کے فاصلہ پر براس نام ایک شہر تھا، جہاں پر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقبرے مکشوف ہوئے۔ یہ بھی اسی شہر کی بڑی شرافت وقدر ہے اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اسی شہر میں پیدا ہوئے۔ کیونکہ اس کے قرب و جوار میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقبرے تھے۔ سلطان فیروز شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے عہد سلطنت میں ایک دفعہ شاہی خزانہ پنجاب سے دہلی جا رہا تھا۔ جب شاہی آدمی خزانہ لے کر اس جنگل میں پہنچے۔ انہیں آدمیوں میں سے ایک مرد خدا صاحب حال تھا، اس نے کشف سے معلوم کیا کہ اس جنگل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے ہزار سال بعد ایک شخص پیدا ہوگا جو سر برآوردۂ اُمت ہوگا۔ جو لوگ خزانہ لیے جا رہے تھے وہ سب اس مردِ خدا کے

معتقد تھے۔ لہٰذا اس نے ان پر اس کشف کا حال ظاہر کیا اور کہا کہ اگر یہاں شہر بنایا جائے تو بہت اچھا ہوگا۔ ان آدمیوں کو بھی وہاں کی آب وہوا، ندیوں کی کثرت، تروتازگی اور نظارے نہایت دلچسپ معلوم اور محسوس ہوئے، اس لیے سب کو یہ بات پسند آئی۔

علاوہ ازیں گردونواح میں نزدیک کوئی شہر نہ تھا۔ صرف ایک سامانہ شہر تھا جو سرہند شریف سے چوبیس میل کے فاصلہ پر تھا۔ لوگ روپیہ داخل کرنے کے لیے سامانہ جایا کرتے تھے۔ جو لوگ خزانہ پہنچانے جا رہے تھے سب کے سب حضرت مخدوم جہانیاں جہان گشت رحمۃ اللہ علیہ (سرائس اور سامانہ کے مابین) کی خدمت میں جو سلطان فیروز شاہ کے مرشد تھے، آئے اور عرض کیا کہ آپ سلطان سے درخواست کریں کہ یہاں شہر بنائیں۔ نیز انہوں نے اس مرد خدا کا مکاشفہ بھی عرض کیا۔ حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کی التماس قبول کی اور اپنے وطن مالوف سے شاہجہان آباد (دہلی) آئے۔ سلطان استقبال کر کے بڑی عزت سے آپ کو شہر لایا۔ پہلی ہی مجلس میں حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ سے اس مقصد کا اظہار کیا۔ بادشاہ نے منظور کر کے اسی وقت حکم دیا کہ فلاں مقام پر (سرائس اور سامانہ کے مابین) ایک شہر آباد کیا جائے۔[۳]

بانی سرہند شریف

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے جد سادس علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے اور حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت سید جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۸۵ھ/) کے مرید اور تربیت یافتہ تھے۔ ان کے بڑے بھائی خواجہ فتح اللہ جو بادشاہ کے وزیر تھے اس کام کے سرانجام دینے کے لیے مقرر ہوئے۔ خواجہ صاحب دو ہزار آدمیوں کو ساتھ لے کر وہاں آ کر عمارت کے کام میں مشغول ہوئے۔ پہلے قلعہ کی بنیاد اس ٹیلہ پر رکھی جس میں جنگل تھا۔ تقریباً ایک ہاتھ اُونچی دیوار بنائی۔ جب دوسرا دن ہوا تو دیوار گر گئی۔ ہر روز اسی طرح ہوتا تھا کہ جب ایک ہاتھ دیوار تیار کرتے تو رات کو گر پڑتی۔ جب اس کی اطلاع بادشاہ کو دی گئی تو بادشاہ نے اس کا علاج حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کیا۔

حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلیفہ اعظم وامام نماز حضرت رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کو جو اکثر شہر سنام میں رہا کرتے تھے حکم دیا کہ وہاں جا کر حقیقت حال دریافت کر کے اطلاع دیں، کیونکہ اس شہر کی ولایت وقطبیت بھی تمہارے متعلق ہے اور زیادہ گمان یہ ہے کہ اس مردِ خدا کا آنا تمہارے حق میں ہے اور وہ سربرآوردۂ اُمت شخص تمہاری نسل سے ہوگا۔

جب حضرت رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر آئے اور معلوم ہوا کہ بادشاہ کے آدمی کسی ولی اللہ کو زبردستی مزدوروں میں شامل کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ رات کو توجہ سے دیوار گرا دیتا ہے پھر حضرت رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ نے توجہ کی وہ کون سا ولی اللہ ہے تو معلوم ہوا کہ حضرت شاہ شرف بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بہت معافی مانگی۔ حضرت شاہ شرف رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ یہ شہر اس شخص کے واسطے بنایا جا رہا ہے جو تمہاری نسل سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی مزدوری پر لگایا ہے۔ پھر حضرت رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ اگر ایسا ہے تو آپ اسے گرا کیوں دیتے ہیں؟ فرمایا کہ صرف اس لیے کہ آپ آ جائیں۔ آپ آ گئے ہیں، اب فارغ البالی سے اس قلعہ کو بنوائیں اور کسی قسم کا وسواس نہ کریں۔

بعدازاں ایک اینٹ لے کر اس کا ایک سرا حضرت رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ نے پکڑا اور دوسرا حضرت شاہ شرف رحمۃ اللہ علیہ نے اور بسم اللہ پڑھ کر قلعہ کے مغربی دروازہ کی بنیاد رکھی۔ بعدازاں قلعہ اور شہر کی تعمیر حضرت رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ شریف سے اختتام کو پہنچی۔ ایک روایت کے مطابق قلعہ کی بنیاد اور سرہند شریف کی آبادکاری کا آغاز ۷۶۰ھ بتایا جاتا ہے۔

سبحان اللہ! حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا علوشان دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شرف بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ کو آپ کی خاطر مزدور بنایا۔[۲]

سرہند شریف کی آبادی

شہر سرہند کی آبادی بارہ کوس میں ہے۔ تقریباً تین کوس میں بڑا بازار ہے۔ اس کے علاوہ کئی چھوٹے چھوٹے بازار جابجا ہیں۔

بارہویں صدی ہجری میں سرہند کا شہر بارہ کوسوں میں آباد تھا۔ بازار، کوچے، محلے،

محلات، باغات، سرائیں، آرام گاہیں اور مساجد و مزارات کہاں سے کہاں تک پھیلے ہوئے تھے۔ لاکھوں کی آبادی، فقرو شاہی کا قیام اس شہر کی شان کو ظاہر کرتا تھا۔ مگر انقلابِ زمانہ نے اتنے عظیم شہر کو کس قدر تہ و بالا کر دیا۔

شہر سرہند دارالخلافہ شاہجہان آباد (دہلی) سے شمال کی طرف ستئیس فرسنگ کے فاصلہ پر ہے اور لاہور سے مشرق کی طرف تیس فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ لاہور اور شاہجہان آباد کے وسط میں ہے۔ کابل سے اس کا فاصلہ ایک سوبیس فرسنگ ہے۔

سلطان فیروز شاہ نے حضرت رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کو بہت سے گاؤں بطور نیاز دیے اور سرہند کا انتظام بھی انہیں کے سپرد کیا۔ واقعی باطنی ریاست اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں حاصل تھی، کیونکہ آپ وہاں کے قطب تھے۔ [۵]

برکات سرہند شریف

حضرت رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شہر سرہند شریف میں ہے۔ شہر اور گردونواح کے لوگ آپ کے مزار سے دینی و دنیوی فوائد حاصل کرتے ہیں۔ ہر شخص مطلب براری کے لیے روضہ مبارک کی ایک اینٹ لے جا کر گھر میں محفوظ رکھتا تھا۔ جب مطلب حاصل ہو جاتا تو اس اینٹ کا وزن کر کے اتنی مٹھائی بطورِ نیاز دیتا تھا۔

ایک دفعہ جب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) اپنے والد بزرگوار حضرت مخدوم عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۹ء) کے مزار کی زیارت کے لیے گئے تو اس مشہور حدیث کے مضمون کا خیال آیا کہ جب کوئی عالم کسی قبر کے پاس سے گزرتا ہے تو چالیس روز تک اس قبر سے عذاب دور رہتا ہے۔ یہ خیال آتے ہی الہام ہوا کہ آپ کے آنے کی خاطر اس قبرستان سے قیامت تک عذاب دور رہے گا:

بدیں خوبئے و رعنائی تو از ہر در کہ باز آئی
درے باشد کہ از رحمت بروئے خلق بہ کشائی

یعنی اس خوبی اور رعنائی کے ساتھ تو جس دروازے سے پھر آئے، وہ

ایسا دروازہ ہے جو تو نے رحمت (مہربانی) سے خلقت کے لیے کھول دیا ہے۔ لے

سرہند شریف کے چار قبائل

حضرت رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تین اور آدمی بھی آ کر اس شہر میں آباد ہوئے۔ اس وقت اس شہر میں جو چار قبیلے رئیس کے رئیس گنے جاتے ہیں وہ ان چار عزیزوں کی اولاد ہیں۔ ایک حضرت رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ اور باقی تین ہمراہی۔ حضرت رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کابلی کے نام مشہور ہے۔ دوسرے کی فوضداری، یہ حضرت رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹیوں کی اولاد سے ہیں اور باپ کی طرف سے صدیقی ہیں تیسرے کردیزی، یہ بھی صدیقی ہیں۔ فوضداری اور کردیزی خراسان میں شہر ہیں۔ چوتھے ماہر دوال۔ یہ بھی صحیح النسب شیخ ہیں۔ بخاری، قاضی خانہ، بنی اسرائیل بعد میں آ کر اس شہر میں سکونت پذیر ہوئے لیکن دوسرے شرفا سے پھر بھی سابق ہیں۔ آج کل سرہند شریف میں قریش کے تقریباً ستائیس صحیح النسب قبیلے آباد ہیں۔ علاوہ ازیں ہزاروں گھر پٹھانوں اور مغلوں کے آباد ہیں۔ کے

سرہند شریف مرکز جہاں

شہر سرہند شریف تیسری ولایت میں مرکز عالم ہے اور حرمین شریفین بھی تیسری ولایت میں ہے۔

سرہند شریف کے مرکز عالم ہونے کی یہ دلیل ہے کہ تمام جہان کے دریا جو سرہند شریف سے مشرق کی طرف واقع ہیں۔ ان کا رُخ مشرق کی طرف ہے اور جو مغرب کی طرف واقع ہیں ان کا پانی مغرب کی جانب بہتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) اپنے مکتوب گرامی میں لکھتے ہیں کہ سرزمین ہندوستان میں بخارا اور سمرقند سے بیج لا کر اور یثرب و بطحا کی خاک سے سرمایہ حاصل کر کے بویا گیا۔ پھر سالہا سال آب فضل سے اس کی تربیت کی گئی۔ جب وہ پھلا

پھولا تو ان علوم و معارف کے پھل اس میں لگے، یعنی حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے فرزند جو رئیس اُمت ہیں اس سرزمین میں پیدا ہوئے۔ ۸

بیت اللہ شریف کا نور

ایک اور جگہ (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) تحریر فرماتے ہیں:

عنایت الٰہی اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے شہر سرہند میری جائے ولادت ہے۔ میری خاطر گہرے تاریک کنوئیں کو پُر کر کے بلند ٹیلہ بنایا گیا اور بہت سے شہروں اور مقاموں سے بلند کیا گیا اور اس سرزمین میں ایک ایسا نور بھرا گیا جو نور بے صفتی و بے کیفی سے لیا ہوا ہے۔ اس نور کی شعاعیں بیت اللہ کی سرزمین سے چمکتی ہیں۔ دراصل وہ نور میرے ہی قلبی نور کی چند ایک شعاعیں ہیں۔ جو اس سرزمین پر پڑ رہی ہیں۔ رنگ میں اس طرح ہیں جیسے مشعل سے چراغ روشن کیا جاتا ہے۔ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیں کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ہے۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ ہی زمین و آسمان کا نور ہے۔ ۹

سرہند شریف مسکن شرفاء و علماء

اس طرح حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سے دو سو برس پہلے سے سرہند آباد چلا آ رہا تھا۔ جہاں تک قدیم تاریخ کا تعلق ہے۔ یہ شہر کبھی ضلع ستلج کا صدر مقام تھا۔ مشہور چینی سیاح ہیون سانگ (Hiun Song) نے بھی (جس نے ساتویں صدی مسیحی میں ہندوستان کا سفر کیا تھا) اس کا ذکر کیا ہے اور اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ اس کے اردگرد سونا دستیاب ہوتا ہے۔

تذکرہ و تراجم کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں شرفاء و علماء کے خاندان آباد ہو گئے تھے اور اس خاک سے کئی باکمال پیدا ہوئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا عروج اور اسلامی علوم وفنون سے رشتہ دسویں صدی ہجری کے ابتدا میں قائم ہوا۔ آٹھویں اور نویں صدی میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے چند برگزیدہ افراد کے علاوہ کسی بڑے سرہندی عالم کا نام کتب تذکرہ

وتراجم میں نہیں آتا، لیکن دسویں صدی کے شروع ہونے کے بعد سرہند میں علمی و دینی بیداری اور درس وتدریس کی گرم بازاری نظر آتی ہے اور متعدد اہل کمال اور سربرآوردہ علماء کے نام نظر آتے ہیں جو مسند درس وارشاد پر متمکن اور مصروف افادہ وافاضہ تھے۔ ان میں سب سے پہلے مشہور صاحب درس وافادہ مولانا الہ داد بن صالح سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۲۷ھ) کا نام ملتا ہے، ان کے بعد مولانا شیر علی قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۸۵ھ) اور مولانا علی شیر رحمۃ اللہ علیہ (۹۸۵ھ) مفتی احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۸۶ھ) الحاج ابراہیم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ علامہ شہاب الدین ابن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۹۴ھ) اور چندان فضلاء کے نام نظر آتے ہیں جن کا سن وفات معلوم نہیں۔ مثلاً مشہور استاذ زمانہ مخدوم الملک ملا عبداللہ سلطان پوری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالصمد حسینی رحمۃ اللہ علیہ مرید شیخ علی عاشقاں جونپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا امان اللہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مجد الدین رحمۃ اللہ علیہ آخر الذکر کے متعلق مولانا یعقوب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اُستاد حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے سب سے متبحر عالم تھے۔ بابر سے سرہند میں ان کی ملاقات ہوئی اور بابر نے ان کا بڑا اعزاز کیا مولانا میر علی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ بھی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

فیوض وانوار کی کثرت

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے روضہ مبارکہ کی تعریف اور سرہند شریف کے شہر کی بزرگی کے بارے میں اپنے مکتوب گرامی بنام حضرت مرزا محمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

> ''آج سرہند شریف کی زمین فیوض وانوار کی کثرت اور اسرار کے ظہور کی بہتات کی وجہ سے ہندوستان اور غیر ہندوستان کے لیے رشک (کی جگہ) ہے۔ لوگ اس کو ہندوستان سے نہ جانیں، کیونکہ یہ ولایت کی کھڑکی ہے۔ ہندوستان کی خاک ولایت کے پانی کے ساتھ مل گئی ہے اور محبت کی شراب جمع کی افیون کے ساتھ اس کی طینت میں گھل مل

گئی ہے۔ لہٰذا سکر کے جوش سے عین واثر کو اس کے طالبوں سے دور کر دیا ہے۔ اس جگہ کے رقص کرنے والوں سے سرو دستار اُٹھا دیا ہے، کسی نے کیا اچھا کہا ہے:

ازاں افیوں کہ ساقی درمے می افگند
حریفاں را نہ سر ماند و نہ دستار

یعنی اس افیون کی وجہ سے جو ساقی نے شراب میں ڈال دی ہے، حریفوں کو نہ سر (کا ہوش) دیا ہے اور نہ پگڑی (کا)۔

اس کے باوجود (ولایت کے) جمع الجمع کے شربت سے سیراب ہے اور صحو و دعوت کے دودھ سے تروتازہ ہے۔ یہ سب ہدایت وارشاد اس (بقعہ) کا اثر ہے اور یہ دید وداد (دیکھنا اور دینا) اس (جگہ) کا پرتو ہے۔ اس بقعہ (زمین کے ٹکڑے) کی طینت کی لطافت کہاں تک بیان کروں اور اس کے وجود کے فیوض واسرار اور اس کے جود وایثار کو کہاں تک ظاہر کروں کہ یہ چیز عقل و ہوش والے طالبوں سے چھپی ہوئی نہیں ہے اور صفائی کی طبیعت والے منصفوں پر پوشیدہ نہیں ہے۔ اس کے اسرار کے سمندروں سے ایسا موتی ہاتھ آتا ہے کہ دوسری جگہوں میں کمیاب ہے اور اس کے شراب خانے سے مشتاقین کے حلق میں ایک ایسا گھونٹ پہنچتا ہے جو کہ آفاق و نفس سے بے خبر کر دیتا ہے:

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است
بانگ بلند کردم اگر در دہ کس است

یعنی میں بس کرتا ہوں، کیونکہ اہل عقل کے لیے یہی کافی ہے۔ اگر گاؤں میں کوئی شخص ہے تو میں نے خطرہ کی آواز لگا دی ہے۔[۱۰]

سرہند شریف پر انوار کی بارش

حضرت مخدوم عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۰۷ھ/۱۵۹۹ء) فرماتے ہیں کہ میرے فرزند شیخ احمد کی ولادت کے دن فرشتے انبیاء اور اولیاء اور رسولوں کی روحیں اس کثرت سے زمین پر آئیں

کہ تمام شہر سرہند شریف اور اس کا گردونواح پر ہو گیا اور نور کے ستر ہزار جھنڈے لا کر شہر سرہند میں گاڑ دیے گئے جن کی شعاعوں سے باطن کی آنکھیں چندھیاتی گئیں۔ایک فرشتہ بلند آواز سے کہہ رہا تھا کہ انبیاء کے تمام کمالات بطریق وراثت اور اولیاء کے کمالات بطور ریاست خاتم الرسل ﷺ کے فرزند کو جو آنحضرت ﷺ کا قائم مقام اور نائب اتم ہے، یعنی شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے نوازے گا اور اُمت محمدیہ ﷺ کے تمام اولیاء و اصفیا اس کی اتباع میں ہوں گے، کیونکہ وہ تم سب میں سے افضل ہے:

بملک اولیاء چوں او نزادہ
محمدؐ ثمرہ چوں او ندادہ

حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور حضرت کے پیر حضرت شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کے دن سرہند شریف میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ آسمان سے فرشتے گروہ در گروہ کعبہ پر آ رہے ہیں اور وہاں سے شہر سرہند کی طرف جاتے ہیں اور کعبہ پر نور کے ہزاروں جھنڈے گاڑے ہوئے ہیں اور ایک فرشتہ کعبۃ اللہ کی چھت پر منادی کر رہا ہے۔لوگو! آج رات ہندوستان میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا ہے جس کے سبب سے حق تعالیٰ دین اسلام کو عزت دے گا اور بدعت و گمراہی کو برطرف کرے گا اور سنت نبوی ﷺ کو زندہ کرے گا اور وہ تمام اولیائے اُمت سے افضل ہوگا:

چندیں ہزار صنع خدا بے بکار رفت
تا بو العجب مثل تو مخلوق خلق شد اللہ

نبی کریم ﷺ کی ایک ہزار سالہ تربیت کا ثمرہ

ایک بزرگ حضرت شیخ ابوالحسن چشتی رحمۃ اللہ علیہ نام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کے وقت سرہند شریف میں تھے۔وہ فرماتے ہیں کہ آپ کی ولادت کی رات میں نے ایک واقعہ میں دیکھا کہ اس شہر میں تمام اولیائے اُمت جمع ہیں اور ان کے درمیان نور کا ایک منبر رکھا ہوا ہے۔جس پر ایک مردِ خدا کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ لوگو! تمہیں مبارک ہو کہ آج رات ایک شخص

پیدا ہوا ہے جس کی روح کو جناب رسالت مآب ﷺ نے ہزار سال اپنی گود میں تربیت فرمایا اور اُمت نبوی ﷺ کے تمام اولیاء کو جو کمالات فرداً فرداً نصیب تھے۔ وہ اس اکیلے کو ایک ساتھ عنایت ہوئے اور اپنے تمام کمالات کا مظہر اتم بنایا:

ہزار سال بباید کہ تا بباغ یقیں
ز شاخ ہمت چون تو گلے ببار آید
بہ ہر قران و بہ ہر قرن چون توئی نبوی
بروزگار چو تو کس بروزگار آید[۱]

انوار روحانیت کی مشعل

حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء) اور حضرت ملا بدر الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتابوں میں تحریر فرماتے ہیں کہ خواجہ بیرنگ حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کو فرمایا کہ میں نے سرہند (شریف) میں وارد ہو کر خواب میں دیکھا کہ زمین سے لے کر عرش تک ایک مشعل روشن ہے جس سے تمام جہان منور ہو رہا ہے اور دم بدم اس کی روشنی بڑھتی جاتی ہے اور اس ایک مشعل سے ہزاروں اشخاص نے اپنے اپنے چراغ روشن کیے ہیں، یہاں تک کہ تمام جنگل چراغوں سے پر ہو گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس مشعل سے مراد ہی عزیز ہے جس کی خاطر تم آئے ہو اور وہی جناب پیغمبر خدا ﷺ کی نسبت خاص کا وارث ہے۔ یہ اشارہ بھی آپ ہی کے حق میں ہے۔[۲]

اہل اللہ و عاشقانِ الٰہی کا اجتماع

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے اپنے حقیقی بھائی حضرت شیخ محمد مودود رحمۃ اللہ علیہ کو ایک بار یوں تحریر فرمایا:

"اے برادر! اہل اللہ اور اللہ کے عاشقوں کا ایسا اجتماع جو آج کل

سرہند (شریف) میں ہوتا ہے۔ اگر تم سارے جہاں میں پھرتے رہو تو بھی اس کا دسواں حصہ، بلکہ ذرہ بھر بھی نہیں پاؤ گے۔ آپ نے مفت میں ایسی دولت کو گنوا دیا اور بچوں کی طرح ایسے ہیرے کے مقابلے میں میوہ اور کشمش کو اُٹھالیا۔" [۱۴]

سرہند شریف کی عظمت

جب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے بڑے صاحبزادے اکابر اولیا حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) کا وصال مبارک ہوا تو اسی زمین مبشر میں مدفون ہوئے، چنانچہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ ایک مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے شہر سرہند (شریف) جو میری جائے پیدائش ہے۔ میری خاطر ایک گہرے تاریک کنوئیں کو پر کر کے بلند ٹیلے پر بنایا گیا اور اکثر شہروں اور قصبوں پر اس کو بلندی بخشی گئی ہے۔ اس زمین میں اس قسم کا نور امانت کے طور پر رکھا گیا ہے، جو بے صفتی اور بے کیفی کے نور سے لیا گیا ہے اور وہ نور اس کی طرح ہے جو بیت اللہ کی پاک زمین سے ظاہر اور روشن ہے۔" [۱۵]

مزارِ مجددؒ پر انوارِ الٰہی

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) فرماتے ہیں:

"میرے بڑے صاحبزادے (حضرت محمد صادق) مرحوم کی رحلت سے چند ماہ پہلے اس نور کو اس درویش پر ظاہر کیا گیا تھا اور فقیر کی تنگ زمین میں اس کا نشان دیا تھا۔ وہ نور اس قسم کا ظاہر ہوا تھا کہ صفت و شان کی گرد اس کو نہ لگی تھی اور کیفیات سے منزہ و مبرا تھا۔ اس وقت یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اس زمین میں مدفون ہوں اور وہ نور میری قبر پر

چمکتا رہے۔اس بات کو میں نے بڑے فرزند (حضرت محمد صادقؒ) کے
آگے ظاہر کیا اور اس نور اور اس خواہش سے مطلع کیا۔اتفاقاً میرا مرحوم
فرزند اس دولت میں سبقت لے گیا اور خاک کے پردہ میں اس نور کے
دریا میں مستغرق ہو گیا۔"

هَنِيْئًا لِأَرْبَابِ النَّعِيْمِ نِعْمَتُهَا
وَلِلْعَاشِقِ الْمَسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

یعنی نعمت والوں کو اپنی نعمتوں کی دولت مبارک ہو اور عاشق، مسکین کو
درد و کلفت مبارک ہو۔

اس شہر بزرگ کے لیے یہ بہت ہی بڑی شرافت کا موجب ہے کہ میرے بڑے
صاحبزادے جیسا شخص جو اللہ تعالیٰ کے بزرگ اولیاء میں سے ہے۔اس جگہ آسودہ ہے۔کچھ
مدت کے بعد معلوم ہوا کہ وہ نور امانت اس فقیر کے قلبی انوار کا لمعہ ہے،جس کو وہاں سے اخذ کر
کے اس زمین میں روشن کیا ہے،جس طرح کہ مشعل سے چراغ روشن کر لیں:

قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ (سورۃ النساء،آیت ۷۸) یعنی کہیں کہ سب کچھ اللہ کی
طرف سے ہے۔

نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورۃ النور،آیت ۳۵) یعنی نور ہے آسمانوں اور
زمین کا۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.(سورۃ الصافات،آیت ۱۸۰-۱۸۲)

یعنی تیرا رب اس وصف سے جو لوگ کرتے ہیں پاک و برتر ہے اور
رسولوں پر سلام ہو اور ساری تعریفیں سب جہانوں کے رب کے لیے
ہیں۔[۱۶]

دارالارشاد

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے سرہند میں قیام کے باعث نہ صرف اس کو دائمی شہرت نصیب ہوئی، بلکہ آپ کی اولاد وخلفاء کی دینی و مذہبی خدمات نے اسے اسلامی علوم کا مرکز بنا دیا تھا، اس لیے بجا طور پر مسلمان اسے اسلامی ہند کا دارالارشاد کہنے لگے تھے۔

یہاں کا درس وتدریس کا سلسلہ صرف رسمی درس گاہوں جیسا نہیں تھا، بلکہ (برصغیر) پاک وہند کے راسخ العقیدہ مسلمان بادشاہ ملک کی مذہبی پالیسی وضع کرنے کے لیے اس دارالارشاد کی طرف رجوع کرتے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات میں پاک وہند میں اسلام کی زبوں حالی کا جس کرب ناک انداز میں نقشہ کھینچا گیا ہے، اس کے دیگر اسباب میں سے ایک سبب اس دارالارشاد سرہند کا جغرافیائی محل وقوع بھی ہے۔ [۱۷]

دولتوں سے فیضیابی

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) حضرت مرزا محمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرماتے ہیں:

> ''ولایت کے تمام کمالات اکابر کے پیشوا پیر دستگیر حضرت (مجدد الف ثانی) قَدَّسَنَا اللّٰہُ بِسِرِّہِ الْاَقْدَس کے فائض الانوار مزار (مبارک) سے جاری و حاصل ہیں اور اس روضہ منورہ کے مجاور، بلکہ اطراف و اکناف کے طالبین جو صحیح اعتقاد کے ساتھ آتے ہیں اور نیازمندی کا سر اس آستانہ بلند سے گھستے ہیں، ان دولتوں سے فیضیاب اور بہرہ مند ہوتے ہیں اور ایک گھونٹ پی کر صد جوش وخروش کے ساتھ اپنے آپ کو ترک کر کے مطلب کو پہنچ جاتے ہیں۔'' [۱۸]

رشکِ ولایت

نیز حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) اپنے ایک دوسرے مکتوب گرامی میں حضرت شیخ امان اللہ بن شیخ حمید بنگالی رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرماتے ہیں:

''فضائل پناہ میر محمد عارف شیخ عبد المقتدر اور دوسرے دوست چند روز یہاں تشریف فرما رہے اور فقراء کی قیام گاہوں کو منور کیا اور روضہ منورہ حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی) قَدَّسَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ بِسِرِّہِ الْعَزِیْزِ کے فیوض و برکات سے مستفید و بہرہ مند ہوئے اور اس بلند بارگاہ کے کمالات کے ساتھ کچھ ایمان حاصل کیا۔''

بے شک آج اللہ تبارک وتعالیٰ کے طالبوں کی چشم اُمید اس مزار پر انوار پر لگی ہوئی ہے اور اس ملک میں علوم و اسرار کے فیض کا جاری ہونا اس سرزمین سے وابستہ ہے اور خطہ سرہند (شریف) اگرچہ بظاہر ہندوستان سے ہے، لیکن جنت کا باغ اور ولایت کی کھڑکی ہے، بلکہ رشک ولایت ہے۔ اس جگہ ولایت سہ گانہ (صغری، کبری اور علیا) کا ہدف ہے اور نبوت و وراثت کے کمالات اس جگہ میں جلوہ گر ہیں۔ خلت و محبت کے اسرار اس مقام میں نمایاں ہیں اور کعبہ حسناء کے انوار اس سرزمین میں ظاہر ہیں۔ اس کی طینت کا خمیر مدینہ طیبہ کی خاک سے ہے۔ کہاں تک اس بقعہ کی خوبیاں بیان کرے اور اس کی نفاستوں کو واضح کرے کہ اہل بصیرت طالبوں پر مخفی نہیں اور دور بین نگاہ پر پوشیدہ نہیں ہے۔ یہاں وہ موتی ہاتھ آتا ہے، جو کہ دوسری جگہوں میں کم یاب ہے اور اس کے بکثرت فوائد جہاں میں ممتاز ہیں:

گر شنود قصہ این بوستاں
مکہ شود طائف ہندوستان

یعنی: اگر مکہ معظمہ اس باغ کا تذکرہ سن لے تو وہ ہندوستان کا طواف کرنے والا بن جائے۔

جس جگہ کہ نور و برکت و رشد و ہدایت ہے، وہ سب یثرب (مدینہ طیبہ) اور بطحا (مکہ

معظمہ) زَادَهُمَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عِزًّا وَشَرَفًا وَاَفَاضَ عَلَيْنَا مِنْ اسرارِهِمَا کرمًا ولطفاً کے انوار سے ماخوذ ومستفاد ہے۔''[۱۹]

سرہند شریف کی برکات

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) حضرت شیخ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے نام اپنے مکتوب گرامی میں رقم طراز ہیں:

''میرے مخدوم! ہندوستان میں (سرہند شریف) بھی ولایت (وطن) میسر ہے، کیوں اسی جگہ سیر معنوی کے ذریعے ولایت کا ارادہ نہ کریں اور کیوں اس نعمت کے طالب نہ رہیں اور کیوں سفر در وطن نہ کریں اور سیر انفسی کے ذریعے سیر آفاقی سے مستغنی رہیں۔ آج ہندوستان میں وہ (نعمت) میسر ہے، جو اکثر جگہوں میں میسر نہیں ہے۔ فیوض و واردات کی کثرت کے باعث بہت سے خطوں اور شہروں کے لیے قابل رشک ہے اور صباحت وملاحت کے امتزاج کے باعث حسن و لطافت میں یثرب (مدینہ منورہ) اور بطحا (مکہ مکرمہ) کی خاک کے ساتھ مشابہت کامل رکھتا ہے۔ اس کے انوار وبرکات کا زیادہ سے زیادہ اُمیدوار ہوں۔''[۲۰]

چشمہ حیات

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) اپنے چھوٹے برادرِ گرامی حضرت شیخ محمد یحیٰ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) کو اپنے مکتوب گرامی میں ان کی جدائی کے غم والم کا اظہار اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے مرقد مطہر کے فیوض و برکات کے متعلق یوں اشارہ فرماتے ہیں:

''میرے مخدوم! ایام فراق دراز ہوگئے اور ظاہری ضروری جدائی طویل

ہوگئی ہے۔ شوق کی بات بیان سے باہر ہےاور عشق کا قصہ کوئی انتہا نہیں
رکھتا اور اب دوستوں کو جدائی کی طاقت نہیں رہی ہے اور مشتاقوں کی
جان لب پر آ گئی ہے۔ جلدی تشریف لائیں اور محبت کرنے والوں کو
جدائی کے دکھوں سے نجات دلائیں۔

اگر چہ افسوس ہے کہ کوئی شخص (اس) دیارِ عالی سے کہ فیوض وانوار کا مقام ہے، اس دیار سفلی کی طرف کہ کفر و بدعت کا منبع ہے آئے، اور (یہ فقیر) اس دیار ظلمانی کی طرف آنے اور ان نورانی مقامات سے کہ اس بے نشان (حق تبارک وتعالیٰ) کی نشانی رکھتے اور غیب الغیب کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ہجرت کرنے سے اس قدر حسرت وندامت رکھتا ہے کہ کیا لکھے، یہاں بھی جو شخص ہے وہاں کی برکات کا اُمیدوار ہےاور اس پر نظر جمائے ہوئے ہے:

دریں دیار بداں زندہ ام کہ گرگاہے
نسیم عاطفتے زاں دیار می آید

یعنی: میں اس دیار میں اس وجہ سے زندہ ہوں کہ کبھی کبھی اس دیار سے
کچھ نسیم لطف آ جاتی ہے۔

ہاں! اگر حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے روضہ مطہرہ کی زیارت اور اس مرقد منورہ کے مجاوروں کی ملاقات کی نیت سے آئیں تو درست ہے، تا کہ اس مقام کے فیوض و برکات سے بھی مستفید ہوں۔ سرزمین ہند اگر چہ ظلمت وکدورت سے پر ہے، لیکن چشمہ حیات تاریکیوں میں ہے:

ع بتاریکی دروں آبِ حیات است
یعنی: تاریکی کے اندر آب حیات ہے

ان دنوں قطعہ سرہند (شریف) ان دو حرم محترم کے طفیل میں فیوض وانوار کی کثرت سے رشک ہند اور غیرت سندھ ہے۔ اس (سرہند شریف) کو ہندوستان سے نہ جانیں کہ یہ ولایت کی کھڑکی ہے، بلکہ اسرارِ نبوت کا نمونہ ہے، حق تبارک وتعالیٰ کے جو طالبین نیازمندی کا سر اس انوار سے بھرے مزار (مبارک) پر رکھتے ہیں اور صدقِ نیت سے اس پاک مقبرہ کی زیارت کرتے ہیں، ان فیوض و برکات سے فیض یاب و مستفید ہوتے ہیں اور ایک گھونٹ سے

سینکڑوں جوش وخروش کے ساتھ خود سے بیگانہ ہو کر مطلب کی جستجو کرتے ہیں۔ یہاں کے بہت سے رہنے والے عدمِ خلوص اور اس چشمہ حیات سے رغبت نہ ہونے کے باعث پیاسے ہیں اور ان برکات سے محروم ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے:

زہر یک نقطہ اش چوں نافہ تر
شمیم وصلِ جاناں میزند سر
ولے آن کز برودت وز کام ست
چہ داند نافہ اش گر در مشام ست"

یعنی: اس کے ہر ایک نقطے سے تروتازہ مشک نافہ کی مانند، محبوب کے وصال کی خوشبو ظاہر ہوتی ہے۔
لیکن جو شخص سردی کی وجہ سے زکام میں مبتلا ہے، اگر اس کے دماغ میں مشک نافہ ہو تب بھی اس کو کیا خبر؟[۲۱]

حضرت مجددؒ کے مزار کی زیارت کا ذوق

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) اپنے خلیفہ مجاز حضرت شیخ ابو المظفر برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مکتوب گرامی میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے مزار مبارک کے اسرار انوار سے آگاہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"آپ نے ملاقات اور (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے روضہ منورہ کی زیارت کے شوق کا اظہار کیا ہے۔ فقیر کو بھی مشتاق جانیں اور روضہ متبرکہ کے انوار و اسرار سے ہمیشہ مستفیض و منور رہیں۔ یہ زخمی دل درویش اس بقعہ مبارکہ کے برکات وفیوض کو کیا بیان کر سکتا ہے کہ ہم جیسے کم فہموں کے فہم وخیال سے باہر ہیں:

ع هَنِيئًا لِّأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا"

یعنی: نعمت والوں کو ان کی نعمتیں مبارک ہوں[۲۲]

جہاں روشن زراہِ انور او

کنوں چوں ذکر ہندوستاں در افتاد — مرا عودِ جگر در مجمر اُفتاد

کزاں قندیکہ شیریں تر زجان است — کنوں در خطہ ہندوستان است

یکے زیں تنگ شکر ہائے نیرنگ — سرائیم گر شکیب آید دلم تنگ

الا سودائیاں شہریست درہند — کہ اندر پائے او بنہاد سرہند

سوادش زلف رخسارِ فتوح است — غبارش توتیائے چشم روح است

ازاں شہریکہ نامش مضمر آمد — بعہد ما عجب کانے بر آمد

چہ معدن معدنِ قند معانی — بہ شکر او ست ایں شکر فشانی

مسمّٰے خاتم اہل اشارت — باسم کز مسیحا شد بشارت

بود ہر حرف نامش رمز غایت — الف از راستی بگرفت رایت

بود قلا بہادرِ بحر نامش — کہ اوصافِ شما آمد بکامش

دہن شد میم تا باشد سخن گو — ز مددگار عمر مرشد او

چہارم حرف کاں جاراست ودال است — کہ دور از چار نعمت ذی نوال است

بہ سہ دشت ولایت چشمہ افراشت — پس از شمع نبوت نور برداشت

زنامش اوّل و آخر شمردم — از آنجا سوئے رمزے راہ بردم

کہ شخصے نام بر اولٰی و اُخریٰ — زرحمتہا است در یاب ایں معما

ہمیں تنہا باحمد او صحیح نیست — چہ گویم با کسے کس محرمے نیست

ہزار اندر چمن دستاں گزار است — کہ ایں گل رونق باغ ہزار است

ولے کز آں برودت وزکام است — چہ داند نافہ اش گر در مشام است

بہ تذکیرش ولے ہر ذرہ حاضر — فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ

اگر ظاہر کند ز اسرار مورے — در اندازد بہ ہفت افلاک شورے

زعرفاں گرچہ صد دریا رواں کرد — یکے گفت وصدے دیگر نہاں کرد

همه پیراں بزدش طفل راه اند | چو من لب تشنه نیمے نگاه اند
بملک اولیا چوں او نزاده | محمد ثمره چوں او نداده
به صحرا ے سمند انگیخت آں شاه | که ماند ار شاد را جازه در راه
جهاں در سایه احسان او باد | فلک قایم به فرزندانِ او باد
بزرگ و خورد ایں پاکیزه رایاں | به خلوت گاه عصمت پارسا یاں
ملک را گرچه در عصمت رسائی است | ازیشاں کرده کسب پارسائی است
باسم پائے هر مشهور گر هند | زیمن مقدمش گردید سرهند
فرو تر طفلگانِ آں گزرگاه! | قدم بر مسلک پیرانِ آ گاه!
چه گویم مدحت پیرانِ آں در | که آمد طفل آں در پیر رهبر
بزرگیے بزرگانش ازیں داں | که باخور داں بزرگی داد یزداں
چرا گردش فلک را گشت پیشه | که برگرد سرش گردد همیشه
جهاں روشن زراهِ انورِ او | سر خورشید یک خشت درِ او

هدایت کارِ اهل ایں دُکاں را!
بود کارِ نهایت دیگراں را! [۲۳]

حواشی مقدمہ

۱- دانشگاہ پنجاب۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور، دانشگاہ پنجاب، جلد۱۰: ۸۳۹-۱۸۴۴/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی (جلداوّل-مقدمہ)، ص۲۴۵، حاشیہ(۳)، نیز"مقدمہ" مقامات مظہری، .... "سرہند کی تباہی"۔

۲- محمد احسان، کمال الدین: روضۃ القیومیہ، لاہور: جلد۱:۷۶-۷۷۔

۳- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ جلد۱:۷۸۔

۴- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، استنبول (ترکی): مکتبہ حقیقۃ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء، ص ۸۹-۹۰/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سید: تاریخ دعوت وعزیمت، کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۱۹۸۰ء، جلد ۴: ۱۳۰-۱۳۱/ محمد احسان: روضۃ القیومیہ، جلد۱:۷۹۔

۵- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱:۷۹۔

۶- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱:۸۰۔

۷- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱:۸۱۔

۸- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱:۸۱۔

۹- مجدد الف ثانی ﷫: مکتوبات امام ربانی، لاہور: ادارہ اسلامیات، س-ن، جلد۲ (مکتوب نمبر۲۲): ۹/۷/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱:۸۱-۸۲۔

۱۰- محمد معصوم ﷫، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، کراچی: ادارہ مجددیہ، ناظم آباد، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء، جلد ۱ (مکتوب ۸۰): ۱۸۹/ محمد احسان: روضۃ القیومیہ، جلد۱:۸۲-۸۳۔

۱۱- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱:۱۱۸-۱۱۹۔

۱۲- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱:۱۱۹-۱۲۰۔

۱۳- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، لاہور: محکمہ اوقات پنجاب، ۱۹۷۱ء، جلد۲: ۴۴۔

۱۴- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۴۱۔

۱۵- مجدد الف ثانی ﷫: مکتوبات امام ربانی، جلد۲ مکتوب نمبر۲۲): ۹/۷/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱: ۲۸۳۔

۱۶- مجدد الف ثانی ﷫: مکتوبات امام ربانی، جلد۲ (مکتوب نمبر۲۲): ۹/۷۔

۱۷- شاہ غلام علی دہلویؒ/ محمد اقبال مجددی: مقامات مظہری، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۳ء، ص ۴۶ (مقدمہ)/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی (جلداوّل، مقدمہ، ص۲۳۹۔

۱۸- محمد معصوم ﷫، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۱ (مکتوب نمبر۸۰): ۱۸۸-۱۸۹۔

۱۹- محمد معصوم ﷫، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۳ (مکتوب ۸۱): ۱۴۷-۱۴۸۔

۲۰- محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۳ (مکتوب نمبر ۴۸): ۹۸۔

۲۱- محمد معصوم ﷫، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۳ (مکتوب نمبر۱۴۲): ۲۲۵۔

۲۲- محمد معصوم ﷫، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۳ (مکتوب نمبر۲۳۹): ۳۲۳۔

۲۳- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱:۸۲-۸۳۔

باب اوّل:

احوال ومناقب

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

(۹۷۱-۱۰۱۲ھ/۱۵۶۴-۱۶۰۳ء)

قبلہ انفسی و آفاقی
بزم خان شہور را ساقی
خضر جان بخش راہ مشتاقی
خواجہ ما محمد الباقی

در رہِ خدا جملہ ادب باید بود
تا جان باقیست در طلب باید بود
دریا دریا اگر بکامت ریزند
گم باید کرد و خشک لب باید بود

فصل اوّل:

از ولادت با سعادت تا وصال مبارک

آباؤاجداد:

آپ کے والد بزرگوار حضرت قاضی عبدالسلام خلجی سمرقندی قریشی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دیگر قبائل کے ہمراہ کابل (افغانستان) میں آ کر مقیم ہو گئے اور یہیں انہوں نے شادی کر لی تھی۔ وہ ترک خلجی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ اس زمانے میں علماء کو شیوخ کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا، لہٰذا شیخ کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ ان کا دل خوف الٰہی سے معمور تھا، لہٰذا اکثر آنکھیں اشکبار رہتی تھیں۔ ایک عالم باعمل، صاحب وجد و حال، حامل فضل و سخا اور اہل کشف و کرامت کی حیثیت سے متعارف تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا سلسلہ نسب حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۹۶ھ/ ۱۴۹۱ء) کے نانا بزرگوار حضرت شیخ عمر یاغستانی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے جو سادات خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا بڑی نیک، پارسا اور درگاہ الٰہی میں زاری کرنے والی خاتون تھیں۔ فقرا کی خدمت گزار تھیں اور خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ معلیٰ پر مقیم درویشوں کا کھانا خود پکایا کرتی تھیں۔[1]

نسب نامہ:

بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کو صحیح النسب سید لکھا ہے۔ حیات باقی میں آپ کا شجرہ نسب یوں درج ہے: حضرت خواجہ باقی باللہ بن قاضی عبدالسلام بن قاضی عبداللہ بن قاضی اکبر بن حسین بن حسن بن محمد بن احمد بن محمود بن عبداللہ بن علی اصغر بن جعفر زکی خلیل بن علی نقی بن محمد تقی بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن حضرت امام حسن بن امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔[2]

ولادت باسعادت:

آپ کی ولادت ۵ ذی الحجہ ۹۷۱ھ/ ۱۵ جولائی ۱۵۶۴ء کو کابل میں ہوئی۔ نام محمد رضی الدین رکھا گیا۔ آپ کی کنیت ابوالموید تھی۔ عبدالباقی اور محمد باقی باللہ کے نام سے بھی معروف ہوئے۔ آپ کو خواجہ بے رنگ بھی کہا جاتا ہے۔[۳]

تعلیم وتربیت:

آپ کے والد بزرگوار حضرت قاضی عبدالسلام خلجی سمرقندی قریشی رحمۃ اللہ علیہ خود کابل کے مشہور عالم باعمل اور صاحب وجد وحال بزرگ تھے، لہٰذا انہوں نے شروع ہی سے آپ کی تعلیم وتربیت کی طرف خصوصی توجہ دی۔ ابتدائی تعلیم وتربیت گھر ہی میں ہوئی۔ جب آپ کی عمر پانچ برس ہوئی تو خواجہ سعدؒ کے مکتب میں قرآن مجید کی تعلیم کے لیے وارد ہوئے۔ آٹھ برس کی عمر میں قرآن کریم حفظ کرلیا اور نماز روزہ کے ضروری مسائل یاد کرلیے۔

بعدازاں دس برس کی عمر میں عربی کی ابتدائی تعلیم حاصل کر کے اپنے وقت کے معروف فاضل اور خوش گو شاعر حضرت ملا صادق حلوائی سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۸۱ھ/ ۱۵۷۳ء) کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔ جنہوں نے ۹۷۸ھ/ ۱۵۷۱ء میں اپنے سفر حج سے واپسی پر مغول بادشاہ جلال الدین محمد اکبر (م ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء) کے چھوٹے بھائی اور کابل کے حکمران مرزا حکیم کی تحریک وخواہش پر کابل میں سلسلہ تدریس شروع کر رکھا تھا۔ آپ حضرت ملا صادق حلوائی رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز شاگردوں میں شمار ہوتے تھے۔

جب حضرت ملا صادق حلوائی سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کابل سے سمرقند جانے لگے تو آپ بھی مزید حصولِ تعلیم کی غرض سے ان کے ساتھ ہو گئے اور جا کر ماوراء النہر میں علم کی پیاس بجھانے لگے۔ تھوڑے ہی عرصے میں فطری بلندی اور خداداد صلاحیتوں کی بدولت معاصرین میں ممتاز مقام کے حامل بن گئے اور تیس برس کی عمر میں علمی مراتب وفضائل میں کمال پایا۔ آپ کے احباب مشکل سے مشکل کتاب اور ہر فن کے دقیق سے دقیق سبق آپ کے پاس لاتے اور اشکال کا حل دریافت کرتے تو آپ فوراً وضاحت کے ساتھ ان کو سمجھا دیتے۔[۴]

ذوقِ عرفان:

آپ کے عزیز و اقارب اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ آپ بھی تعلیم مکمل کرنے کے بعد کسی عہدے سے وابستہ ہو جائیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچپن ہی سے ذوق عرفان نصیب فرمایا تھا اور بزرگی و ہمت اور تجرید و تفرید کے آثار آپ کی پیشانی سے ہویدا تھے۔ سمرقند میں آپ کے ذوق عرفان میں غلبہ پیدا ہوا اور ابھی تحصیل علوم کے آخری مرحلہ میں تھے کہ اچانک آپ کی توجہ حقیقت و معرفت کی طرف مبذول ہو گئی۔ ایک روز آپ اپنی درسی کتب کے مطالعہ میں مستغرق تھے۔ ایک مجذوب نے آپ کو اس حالت میں دیکھ کر کہا:

در کنز و قدوری نتوان دید خدارا
آئینہ دل بین کہ کتابی بہ ازین نیست

یعنی کنز (الدقائق) اور قدوری میں خدا کو نہیں دیکھا جا سکتا، تو دل کے آئینے کو دیکھ کر اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے۔

اس سے دل پر چوٹ لگی اور طلب فقر کا ذوق دامنگیر ہو گیا اور آپ شیخ و مرشد کامل کی تلاش میں نکل پڑے۔ [۵]

مقام علمی:

اگرچہ تحصیل علوم کا کچھ حصہ ابھی باقی تھا کہ آپ راہ سلوک پر گامزن ہو گئے، لیکن ذکائے فطرت اور صفائے نسبت کی وجہ سے آپ کا علمی مقام بہت بلند تھا۔ چنانچہ جن دنوں جذبات الٰہیہ کے غلبہ سے آپ نے رسمی علوم کی تحصیل کو ترک کر دیا، کسی نے عرض کیا کہ اگر حضرت خواجہ باقی باللہ کچھ عرصہ مزید تحصیل علوم میں صرف کرتے، تاکہ ان کی مولویت کمال و اکمال کے درجہ تک پہنچ جاتی تو کتنا خوب ہوتا؟ آپ نے فرمایا مولویت کے کمال سے مراد یہ ہے کہ متداول مشکل کتابوں کا، جیسا کہ ان کا حق ہے مطالعہ وافادہ کیا جائے۔ بغیر دعویٰ کہا جا سکتا ہے کہ ہر کتاب جس کا حل وتوضیح انتہائی مشکل سمجھتے ہوں، وہ لے آئیں، اُمید ہے کہ مکمل تشفی وتسلی حاصل ہو جائے گی۔ حضرت مولانا صادق رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فاضل شاگرد کہتے ہیں کہ

جب ہم نے سنا کہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ تحصیل علم چھوڑ کر درویشی کی طرف راغب ہو گئے ہیں تو ہم آپس میں کہتے تھے کہ ہم نے اس جوان میں ایسی فطرت وہمت ملاحظہ کی ہے کہ اگر وہ کوئی کام شروع کریں تو اسے انجام تک ضرور پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا، جیسا کہ ہمارا گمان تھا۔ [۱]

محبوب کامل ومکمل کا تصرف

حضرت علامہ بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''جس راستے سے کہ حضرت (خواجہ باقی باللہؒ) غیب ذات تک گئے ہیں۔ اس راستے سے بہت کم اولیاء اللہ واصل ہوتے ہیں۔ دراصل اس مقصد عالی تک پہنچنا بعض اکابر الاکابر کے ساتھ مخصوص ہے۔ خصوصاً جب تک کہ محبوب نہ ہو اس راستہ سے غیب تک نہیں جا سکتا، یا محبوب کامل ومکمل نے اس میں تصرف کیا ہو تو وہ بھی واصل ہو سکتا ہے۔ اس کے سوا اس راستہ سے چلنے کی کوئی صورت نہیں۔ ہاں افراد کے راستے اس مرتبہ عالی تک واصل ہوتے ہیں یا غیب کے راستہ سے، مگر راہ سلوک سے تو جہات کے ذریعے اس مقام تک پہنچنا بہت دشوار ہے، بلکہ محال معلوم ہوتا ہے، لیکن محبوب المراد کے لیے وصول ہے، کیونکہ جذبات کی کشش اس کو کھینچ کر اس مقصد تک پہنچاتی ہیں:

؎ طُوبٰی لِاَرْبَابِ النَّعِیْمِ نَعِیْمُھَا" [۲]

یعنی: مبارک ہوں نصیب والوں کو ان کی نعمتیں۔

اہل حق کی تلاش

شروع میں آپ نے ماوراء النہر اور افغانستان کے سلسلہ نقشبندیہ اور دوسرے سلاسل کے صوفیہ ومشائخ کی زیارت کی اور ان کی صحبت میں رہ کر تزکیہ نفس میں مصروف رہے۔ زمانہ

طالب علمی میں بھی اولیاء اللہ کی مجالس میں حاضر ہو کر کمالات باطنی کے کسب و اخذ کا ذوق دامن گیر رہا۔

اس دوران آپ برصغیر پاک و ہند میں وارد ہوئے اور یہاں آ کر سالکین طریقت اور راہروانِ جادہ حق کی تلاش و زیارت میں سرگرم عمل رہے۔ آشفتگی کا یہ عالم تھا کہ باوجود نازک بدنی کے لاہور میں موسم برسات کی دلدل اور کیچڑ میں بھی اہل دل تک رسائی کے لیے کوشاں رہتے اور ویرانوں، بیابانوں اور قبرستانوں میں پھرتے رہتے۔

ایک عقیدتمند نے بھی اس سیر و تردد میں آپ کا رفیق بننا چاہا، لیکن گلیوں کی دلدل اور کیچڑ میں بے حال ہو گیا۔ آپ نے دیکھا تو اسے واپس کر دیا:

ع قطع این راہ بجز پائے جنون نتوان کرد

یعنی: یہ راستہ پائے جنوں کے بغیر طے نہیں ہوتا[۸]

رحمت حق بہانہ می جوید

آپ کے بعض قریبی رشتہ دار جو کہ اس ملک میں اصحاب جاہ تھے، وہ آپ کی دنیاوی بھلائی کی خاطر چاہتے تھے کہ آپ ارباب فوج کے زمرہ میں شامل ہو کر مالی منفعت حاصل کریں، لیکن آپ کو دولت دین کی روزی اور متاع یقین کی امیری نصیب ہو چکی تھی۔ لہٰذا ان کی کوششیں بار آور نہ ہوئیں اور آپ کو جذبات الٰہیہ کے سلطان نے اپنی محبت میں گرفتار کر لیا، تاکہ آپ کو اس مقام پر پہنچا دے جہاں وہ پہنچانا چاہتا ہے۔[۹]

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ
اور حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ سے روحانی فیض

انہی ایام میں ارباب محبت و معرفت کی بعض کتابوں کے مطالعہ کا موقع ملا تو فضل الٰہی کی یاری سے اس گروہ کی محبت دل میں سما گئی۔ اکابر کی ایک کتاب کے مطالعہ کے دوران آپ پر

ایک تجلی پڑی جس نے آپ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔اس دوران حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء) کی روحانیت نے ذکر کی تلقین اور القائے جذبات سے نوازا۔آپ نے کمر ہمت کسی اور دامن طلب سے پیوستہ ہو کر اہل اللہ کی تلاش میں مصروف ہو گئے۔اس طرح جادہ طریقت کے ارباب ہمت میں شامل ہو گئے۔نیز ایسے ہی آپ کو حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ (م۸۹۶ھ/ ۱۴۹۱ء) کی روحانیت سے بھی اعانت نصیب ہوئی اور فتوح باطنی کے ابواب بھی نصیب ہوئے۔آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اذکار و افکار میں مشغول ہو گئے۔ [۱۰]

مجذوب کی دُعائیں

لاہور کے باغات اور قبرستانوں میں ایک بڑے درجہ کا مجذوب رہتا تھا۔جب آپ اس کے راز سے آگاہ ہوئے تو پھر ہمیشہ اس کے آس پاس رہنے لگے۔جونہی وہ آپ کو دیکھتا، برا بھلا کہنا شروع کر دیتا اور کبھی کبھار آپ پر پتھر برسانے لگتا اور کبھی آپ سے گھبرا کر دوسری جگہ بھاگ جاتا تھا،لیکن آپ نے اس کی اس نفرت و وحشت کے باوجود اس سے منہ نہ موڑا:

ع: سنگہا دید دل از شیشہ مے روئے نتافت

یعنی پتھر کھائے مگر دل نے شیشہ شراب سے منہ نہ موڑا۔

جہاں تک کہ ایک روز اس دیوانہ کا عرق مہربانی حقیقت فرزانہ کی صورت میں ٹپکا اور اس نے آپ کو اپنے قریب بلایا اور آپ پر نگاہ شفقت کی اور دعاؤں سے نوازا،جس سے آپ کو نفع نصیب ہوا۔ [۱۱]

آپ سے منقول ہے اگرچہ ہم نے بعض اہل اللہ کی طرح سخت ریاضتیں نہیں کیں،لیکن انتظار اور بیقراری کی ایسی عظیم اذیتیں برداشت کی ہیں،جو ان کے شایانِ شان ہیں۔ [۱۲]

والدہ ماجدہ کی دُعا:

اس ضمن میں آپ مزید فرماتے ہیں:

''اسی زمانہ میں میری والدہ ماجدہ میری بیقراری، بیداری کی کثرت اور ناتوانی وکمزوری کے غلبہ کو دیکھ کر بہت زیادہ شکستہ دل اور رنجیدہ خاطر ہوا کرتی تھیں۔ وہ عجز و نیاز کے ساتھ درگاہ بے نیاز میں آہ و نالہ کرتے ہوئے عرض گزار ہوتیں: ''اے میرے خدا! میرے فرزند کی مراد کو پورا فرما دے، جس نے تیری طلب میں سب سے منہ موڑ لیا اور جوانی کی لذتوں سے ہاتھ دھولیا ہے، یا پھر مجھے زندہ نہ رکھ، کیونکہ میں اس کی اس ناکامی اور بے آرامی کا صدمہ برداشت نہیں کرسکتی۔''
وہ اکثر راتوں میں سحری کے دوران درگاہِ الٰہی میں یونہی مناجات کیا کرتی تھیں۔ ان کی اسی دعا اور التماس سے مجھے آسانیاں (کامیابیاں) نصیب ہوئیں۔ اللہ کریم انہیں بہت بھلی جزا عطا فرمائے۔'' [۲۱]

والدہ ماجدہ کی خدمت

آپ کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا انتہائی عارفہ اور پاک دامن خاتون تھیں۔ وہ آپ کے زہد و تقویٰ سے آگاہ تھیں۔ لہٰذا خادمہ عورتوں کی موجودگی میں خود تنور میں روٹیاں لگاتیں، خود ہی تنور سے اُتارتی تھیں اور سالن بھی خود ہی پکاتی تھیں۔

اللہ کریم سعادتیں انہیں نصیب فرماتے ہیں، جو ان کے لائق ہوتے ہیں۔ اپنے گھر میں کئی کنیزوں اور خانقاہ کے درویشوں کے باوجود آپ بھی اپنی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا کی خوب خدمت اور مدد کرتے تھے، یہاں تک کہ تنور میں روٹیاں لگاتے اور ان کو تنور سے اُتارتے تھے۔ نیز ہانڈی کو چولہے پر رکھتے اور نیچے اُتارتے تھے۔ اکثر یہ ہوتا کہ سارا کھانا تقسیم فرما دیتے اور خود خشک روٹی کا ٹکڑا کھا کر قناعت کر لیتے اور اکثر پھٹی پرانی چٹائی پر لیٹ رہتے تھے۔

ایک روز آپ نے اپنی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا کے ضعف و ناتوانی کو ملاحظہ کیا تو فرمایا کہ کھانا پکانے کی ذمہ داری کسی اور کو سونپ دی جائے۔ وہ اُم الفقراء اس چیز پر چند بار رو پڑیں اور کہنے لگیں: ''سمجھ نہیں آتی کہ مجھ سے کون سا قصور ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس خدمت سے محروم کر

دیا، کیونکہ اس فقیرہ سے جو کام ہوسکتا تھا، وہ یہی تھا کہ میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ اور آپ کے خدام کے لیے کھانا پکا دیتی تھی۔ وہ بھی مجھ سے لے لیا گیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے انکساری اور ادب کے پیش نظر اس بات کا اظہار کسی سے نہیں کیا، یہاں تک کہ ان کی اس پریشانی کی خبر آپ تک پہنچی تو آپ نے پھر یہ ذمہ داری اسی طرح ان ولیہ رحمۃ اللہ علیہا کو سونپ دی۔ [۱۳]

حضرت خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے فیض

سیر وسلوک کے سفر میں آپ نے متعدد پاکیزہ ہستیوں کی مختلف شہروں میں زیارت کی اور ان سے مستفید ہوئے۔ مشائخ عظام میں سے ایک بزرگ کے پاس پہنچے اور ان سے اخذ طریقت اور تفصل سلوک کرنا چاہا تو اوّل استخارہ کیا۔ حضرت خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت ظاہر ہوئی اور انہوں نے آپ سے فرمایا:

> ''تحصیل سلوک کی بزرگی یہ ہے کہ تہذیب اخلاق نصیب ہو جائے، جب یہ دولت ہاتھ آ گئی تو تحصیل سلوک کا مقصد حاصل ہو گیا۔'' [۱۴]

توبہ وانابت کی مساعی

آپ کی ابتدائے سلوک کے بارے میں مذکور ہے کہ آپ نے گناہوں سے توبہ کا آغاز حضرت خواجہ عبید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کیا۔ اس وقت رجوع کا خیال اور ترک کا عزم آپ کے باطن میں اور فاتحہ کی التماس ظاہر میں تھی۔ حضرت خواجہ عبید رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا لطف اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے اور حضرت مولانا لطف اللہ رحمۃ اللہ علیہ مولانا خواجگی دہ بیدی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ جب آپ کو استقامت کی توفیق نصیب نہ ہوئی تو دوبارہ حضرت شیخ افتخار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں توبہ کے لیے حاضر ہوئے جو سمرقند میں تشریف رکھتے تھے اور حضرت خواجہ احمد یسوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۶۲ھ/ ۱۱۶۷ء) کے خاندان کے اکابر میں سے تھے۔ حضرت شیخ افتخار سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ راضی نہ ہوئے اور فرمایا کہ تم جوان ہو، لیکن چونکہ آپ کا ارادہ مصمم تھا، لہٰذا حضرت افتخار سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی حاجت کے پیش نظر فاتحہ پڑھی اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔''

ان بزرگوں کی فراست کے مطابق آپ کے دلی ارادہ میں گڑبڑ پیدا ہوگئی اور عجیب خرابی ظاہر ہوئی۔ تیسری مرتبہ کسی مقصد وارادہ کے بغیر آپ حضرت امیر عبداللہ بلخی ﷫ کی خدمت میں پہنچے اور تجدید توبہ کی۔ ان کی زیارت ومصافحہ کی سعادت نصیب ہونا، آپ کے لیے ایک بڑی نعمت تھی۔ اُمید ہے کہ اس کی برکات قیامت تک آپ کو نصیب رہیں گی۔

آپ کچھ عرصہ مزید نگہداشت حدود کے مقام میں رہے۔ پھر اسم المضل کی تاثیر نے اس دیوار کو توڑ دیا اور آخر کار ذات بے نیاز کی توفیق سے آپ خواب میں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند ﷫ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ان کے حضور توبہ کی صورت کا انعقاد ہوا اور اہل اللہ کے طریقہ کی جانب رغبت ہوئی۔ ''الغریق یتعلق بکل حشیش'' (ڈوبنے والا ہر تنکے کا سہارا لیتا ہے) کے حکم کے مطابق ہر طرف ہاتھ مارتے تھے۔ آخر کار مخدوم ہستیوں میں سے کسی نے آپ سے فرمایا:

''ذکر وہی نتیجہ خیز ہوتا ہے جس کی سند کا سلسلہ حضرت رسالت مآب ﷺ تک پہنچتا ہے۔''

آپ کی تشنگی نے آپ کو اس پر اُبھارا کہ انہی بزرگ سے ذکر ومراقبہ کا طریقہ اخذ کیا جائے، لہٰذا آپ نے دو سال تک انہی بزرگ کے تلقین کردہ ذکر ومراقبہ اور اوراد کی پابندی کی۔ آپ نے سن رکھا تھا کہ سالک جب تک چالیس برس کے قریب لا الٰہ کے میدان کو طے نہ کرے، اس وقت تک الا اللہ کی منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس طرح سادہ لوحی یہ چاہتی تھی کہ وقت کو ذکر میں گزارنا غنیمت سمجھا جائے اور اسی طرح کی عبادت پر قناعت کی جائے۔ ہر چند اس دوران غیبی اشارے دوسرے طریقے کے سلوک کے لیے ظاہر ہوتے تھے، لیکن آپ اپنے مضبوط قدم کو جگہ سے نہیں اُٹھاتے تھے اور اسی سلسلہ (نقشبندیہ) کے بزرگوں کی زمین مکرم میں وَفِيهَا مَا تَشْتَهِي الْأَنْفُس (اور اس میں وہ چیز ہے، جسے جی چاہتے ہیں) کا بیج بوتے تھے۔ اس اُمید پر کہ ان شاء اللہ آخر کار کسی کا دست کرم اس بیج کو مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ (یعنی جسے نہ آنکھوں نے دیکھا ہے اور نہ ہی کانوں نے سنا ہے) کی نہر سے سیراب کرے گا۔ [۱۵]

حضرت شیخ باباوالی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یابی

آخر کار آپ ۹۹۹ھ/ ۱۵۹۱ء میں کشمیر میں وارد ہوئے۔ یہاں حضرت شیخ باباوالی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۰۱ھ/۱۵۹۲ء) کی خانقاہ میں حاضری کا موقع نصیب ہوا اور ان کی نگاہ مبارک کی برکات سے مستفید ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے احسان وفضل فرمایا اور ان کی نگاہوں سے قبولیت کا دروازہ کھل گیا۔ چونکہ حضرت شیخ باباوالی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں مجاز طریقت تھے، اور آپ کی استعداد طلب اس بزرگوار کے آستانے کی طرف متوجہ تھی، لہٰذا فیض ربانی کی خوشبوئیں اسی خاندان کی کھڑکی سے پہنچنے لگیں۔ ان کے دار بقا کی جانب رحلت فرمانے کے بعد حضرات خواجگان (نقشبندیہ) کی غیبت معہودہ جلوہ گر ہوگئی اور ان کی ارواح طیبات نے بشارات دینا شروع کر دیا اور تلقینات فرمانے لگیں۔ ان کی توجہ کی برکات سے اس نسبت میں ایک قوت پیدا ہوگئی۔ دائرہ غیبت میں ایک وسعت پیدا ہوئی اور رستہ روشن ہو گیا۔ مختصر یہ کہ ایک جمعیت (خاطر) نصیب ہوگئی۔

آپ ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۸ء میں کشمیر سے لاہور تشریف لائے۔ ان دنوں جلال الدین اکبر (م ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء) اپنے امرائے دربار کے ہمراہ یہاں موجود تھا اور شمال مغربی سرحد اور افغانستان کی مہمات کی نگرانی میں مصروف تھا۔ اس کے ساتھ وہ لاہور میں اپنے مذہبی رجحانات کا اظہار بھی کر رہا تھا۔ شیخ فرید بخاریؒ (م ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) نے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت سے متاثر ہو کر آپ کے روزمرہ کے مصارف اپنے ذمے لے لیے۔ یہاں سے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ دہلی تشریف لے گئے اور پھر وہاں سے وطن کی جانب واپس لوٹ گئے۔[۱۶]

حضرت خواجہ محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ کی عنایت

آپ دہلی سے ماوراء النہر اور بلخ وبدخشان کی طرف کشاں کشاں تشریف لے گئے، تاکہ سلسلہ نقشبندیہ اور دوسرے سلاسل کے بزرگوں کی صحبت میں رہ کر فوائد حاصل کریں اور احوال حاصلہ کی تصحیح فرمائیں۔ اس سفر میں آپ نے حضرت مولانا شبر غانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی

حاضری دی۔ پھر سمرقند کا رُخ کیا۔ راستے میں ہندوستان کے بعض احباب کا خط ملا، جس کے آغاز میں یہ شعر تحریر تھا:

من از محیط محبت نشاں ہمے دیدم
کہ استخواں عزیزاں بساحل افتاد است

یعنی: ہم نے محبت بھرے محیط سے یہی دیکھا ہے کہ عزیزاں کا وجود ساحل پر آپڑا ہے۔

بعدازاں جب آپ ماوراء النہر کی طرف نکلے تو راستے میں حضرت خواجہ محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۰۸ھ/ ۱۶۰۰ء) آپ کے استقبال کے لیے تشریف لائے اور کمال شفقت فرمائی اور فرمایا: ''اے بیٹا! ہماری آنکھیں تمہارا راستہ دیکھ رہی ہیں۔''

اس سے آپ کو روحانی خوشی نصیب ہوئی اور آپ کی زبان سے یہ شعر بیساختہ ادا ہوا:

مے گزشتم زغم آسودہ کہ ناگہ زکمیں
عالم آشوب نگاہے سر راہم بگرفت ۱۷

یعنی: میں غم سے آسودہ جا رہا تھا کہ اچانک گھات میں سے ایک آشوب نگاہ نے مجھے راستے میں گھیر لیا۔

حضرت خواجہ محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت

آپ حضرت شیخ بابا والی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۰۱ھ/ ۱۵۹۲ء) کی عنایات کی کشش سے ہندوستان سے ماوراء النہر کے بزرگوں سے اخذ فیض کرنے کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ جب راستے میں حضرت مولانا خواجہ محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت وزیارت کے ذوق نے آلیا تو اپنی رضا و رغبت سے ان کی خانقاہ شریف کی طرف چل پڑے۔ انہیں آپ کے آنے کی خبر پہنچی تو انہوں نے آپ کا استقبال فرمایا۔

پھر وہ آپ کو اپنی قیام پر لے گئے اور آپ کو تین دن رات اپنے پاس رکھا۔ آپ نے ان کے دست مبارک پر بیعت و مصافحہ کی سعادت حاصل کی اور حضرات خواجگان نقشبندیہ کے

طریقہ عالیہ کو اخذ کیا۔ حضرت خواجہ محمد املنکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۰۸ھ/ ۱۶۰۰ء) کی ملازمت، حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلفائے عظام کی ارواح طیبات کے طفیل اس راستہ کے چلنے والوں اور اس درگاہ کے نیازمندوں کے سلسلہ میں شامل ہو گئے۔ خواجہ محمد املنکی رحمۃ اللہ علیہ سے جدید کمالات اخذ کیے اور قدیم معاملات کی اصلاح حاصل کی۔ ان کی زیر تربیت مقامات ومنازل سلسلہ عالیہ نقشبندیہ طے کیں اور قلیل عرصے میں نسبت خاصہ نقشبندیہ سے مشرف ہو گئے اور آپ کے مجاز طریقت قرار پائے۔ اس پر خواجہ محمد املنکی رحمۃ اللہ علیہ کے پرانے ارادتمند حیران ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم اتنے عرصہ سے حضرت خواجہ کی خدمت میں دن رات حاضر ہیں اور خلوت و جلوت میں ان کی صحبت نصیب ہے، لیکن یہ درجہ ہمیں ہاتھ نہیں لگا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنا تو ارشاد فرمایا کہ باقی باللہ کام کو مکمل کر کے اصلاح کے لیے ہمارے پاس لائے تھے، لہٰذا جو ایسے آئے وہ یونہی بامراد ہو کر جاتا ہے۔[۱۸]

سلسلہ اویسی

آپ اویسی تھے اور آپ نے خواجہ بزرگ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ، ان کے خلفائے عظام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت مبارکہ سے روحانی تربیت حاصل کی اور انہی بزرگوں کی عنایت سے آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا فیض نصیب ہوا۔ آپ کے ان اشعار میں بھی اس طرف اشارہ ملتا ہے:

شنیدم کاشف راز نہانی
ابو القاسم چراغ گرگانی
کہ بودے ورد جان نام اویسش
کہ باشد شربے از جام اویسش
کیم من کین ہوس گیرد دماغم
نیا بد نور این سواد چراغم

زبانم زین تلفظ گرچہ بند است
سرم بیخواست صید این کمند است[۱۹]

یعنی: میں نے سنا کہ پوشیدہ راز کو ظاہر کرنے والے گرگان کے چراغ ابوالقاسم۔
کہ اویسؒ کا نام ان کی ورد جاں تھا اور جام اویسؒ سے شربت جنہیں نصیب تھا۔
میں کون ہوں کہ میرا دماغ اس کی ہوس کرے، میرے چراغ کی سیاسی اس نور کا ملکہ نہیں پا سکتا۔
میری زبان اگرچہ اس کو ادا کرنے سے قاصر ہے، میرا سر چاہے بغیر اس کمند کا شکار ہے۔

حضرت خواجہ محمد امکنگیؒ کا آپ کو ہندوستان بھیجنا

حضرت خواجہ محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۰۸ھ/ ۱۶۰۰ء) نے آپ کو خلافت و اجازت سے مشرف فرمانے کے بعد بعض مزید فوائد کی اطلاع دی اور ارشاد فرمایا کہ آپ کا کام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عنایت اور اکابر کی تربیت وروحانیت سے مکمل ہوگیا ہے۔ اب آپ ہندوستان چلے جائیں، تاکہ یہ سلسلہ عالیہ (نقشبندیہ) وہاں رونق عظیم حاصل کرے اور عالی قدر حضرات آپ کی تربیت کی برکت سے صاحب مرتبہ قرار پائیں۔ حضرت خواجہ محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم مُبارک اور ارواح طیبہ کے اشارہ پر آپ ۱۰۰۸ھ/ ۱۵۹۹ء میں تشنگان عرفان وسلوک کی پیاس بجھانے کے لیے ہندوستان میں وارد ہوئے۔ یہاں پہنچ کر بلدہ فاخرہ لاہور میں تقریباً سال بھر قیام فرمایا اور اس شہر کے کئی علماء وفضلاء آپ سے مستفید و مستفیض ہوئے۔ پھر آپ یہاں سے دہلی تشریف فرما ہوئے اور قلعہ فیروز آباد میں مقیم ہوگئے جو انتہائی دلکش اور ساحل دریا کے قریب نہایت لطافت و پاکیزگی کا حامل مقام ہے۔ پھر آپ ہدایت خلق میں مشغول ہوئے، یہاں تک کہ آپ کو ایسا عروج نصیب ہوا کہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

(م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) جیسی ہستیاں آپ کے حلقہ عقیدت میں شامل ہوگئیں۔[۲۰]

لاہور اور دہلی میں سکونت

جب ۱۰۰۸ھ/ ۱۵۵۹ء میں آپ افغانستان سے ہندوستان آئے تو اوّل لاہور تشریف فرما ہوئے۔ یہاں ایک برس مقیم رہے۔ اکثر علماء وفضلاء نے آپ کے عقیدتمندوں میں شمولیت اختیار کی اور آپ سے فیوض وبرکات حاصل کرتے رہے۔ ایک روایت کے مطابق بعد ازاں آپ ماوراء النہر تشریف لے گئے اور پھر وہاں سے دہلی میں تشریف لائے۔ یہاں دریائے جمنا کے کنارے واقع قلعہ فیروزی میں قیام فرمایا۔ پانچ اوقات کی نمازوں کے لیے آپ مسجد فیروزی میں تشریف لاتے تھے۔[۲۱]

فیضِ عام کی شہرت

اس زمانے میں آپ اکثر اوقات نماز عشاء کے بعد مراقبہ شروع فرماتے اور ایک ہی مراقبہ میں صبح ہو جاتی۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد آپ مسجد فیروزی سے اپنی قیام گاہ پر تشریف لاتے تو کچھ دیر اپنے مکان کے دروازے پر رُکتے۔ آپ کے عقیدتمند دست بستہ سر جھکا کر حلقہ کی صورت میں آپ کے حضور حاضر رہتے اور ان کے ادب اور تواضع کا یہ عالم ہوتا تھا کہ کوئی نظر اُٹھا کر آپ کی طرف نہیں دیکھتا تھا۔ آپ بھی مراقبہ میں یا نظر برقدم کی صورت میں کھڑے رہتے تھے۔ اتفاق سے اگر آپ کی نگاہ مبارک کسی پر پڑ جاتی یا کوئی آپ کی طرف دیکھتا تو اس پر فوراً وجد طاری ہو جاتا، وہ بے اختیار ہو کر نعرہ زنی کرنے لگتا اور مرغ بسمل کی مانند زمین پر تڑپنے لگتا۔ شہر میں ایک شور برپا ہو جاتا اور لوگ دور ونزدیک سے یہ حالت دیکھنے کے لیے آجاتے۔ آتے ہی جو یہ منظر دیکھتا، آپ کے عقیدتمندوں کی طرح اس پر بھی وجد طاری ہو جاتا اور وہ بے اختیار ہو کر زمین پر تڑپنے لگتا۔ اس طرح آپ کی ولایت کا شہرہ سب شہروں میں پھیل گیا اور ہر طرف سے طالبین آپ کے حضور حاضر ہونے لگے۔ دہلی اور اس کے آس

پاس کے بزرگ اور مشائخ وقت اپنی خانقاہوں سے اُٹھ کر آپ کی خدمت میں آ گئے اور انہوں نے آپ کے آستان عرش نشاں کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانا شروع کر دیا۔[۲۲]

احترام پیر و مرید

جب آپ حضرت خواجہ محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۰۸ھ/ ۱۶۰۰ء) سے رُخصت ہو کر پہلی منزل پر اُترے تو وہ آپ کی تلاش میں نکلے اور اس منزل پر آپ کے پاس تشریف لائے۔ پھر انہوں نے آپ سے فرمایا کہ مجھ سے وعدہ کرو کہ اگر قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نے تمہیں درجہ قرب عطا فرمایا تو تم میری شفاعت کرو گے۔ آپ نے انتہائی عاجزی سے عرض کیا کہ یہی التماس اس فقیر کی آپ سے ہے۔ اس پر حضرت خواجہ محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''خوب ہم دونوں میں یہی معاہدہ ہو گیا۔''

اس طرح دونوں بزرگوں نے ایک دوسرے سے وعدہ کیا اور پھر حضرت خواجہ محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو رُخصت فرمایا اور خود امکنہ واپس تشریف فرما ہوئے۔[۲۳]

سفر آخرت:

اپنے وصال سے پہلے ایک روز ارشاد فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے کسی شخص کا انتقال ہونے والا ہے۔ پھر فرمایا کہ شہر دہلی کے کنارے کوئی جگہ اختیار کرنی چاہیے اور تعلقات کو ترک کر کے وہیں دفن ہونا چاہیے۔ اس بارہ میں آپ نے بعض احباب کو استخارہ کرنے کے لیے حکم دیا۔ استخارہ راست نہ آیا تو یہ ارادہ ترک فرما دیا۔

جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ/ نومبر ۱۶۰۳ء کے اوائل میں آپ پر امراض جسمانی کا غلبہ ہوا۔ لوگوں سے میل جول ترک فرما دیا۔ شیخی سے دست مبارک کھینچ لیا اور فیض کے اجرا کا فریضہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے سپرد فرما دیا اور لقائے الٰہی کے ذوق و شوق میں مستغرق ہو گئے۔ قبل ازیں آپ نے ایک بار اپنی زوجہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا سے ارشاد فرمایا:

''جب میری عمر چالیس برس ہو گی تو مجھے ایک بڑا واقعہ پیش آئے گا۔''

آخری بیماری میں ایک مرتبہ فرمایا:

''میں نے حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا ہے
انہوں نے مجھے فرمایا کہ پیراہن پہنو۔''

بعدازاں آپ نے مسکرا کر ارشاد فرمایا:

''اگر ہم زندہ رہے تو ایسا ہی کریں گے، ورنہ کفن بھی ایک طرح کا
پیراہن ہی ہے۔''

انہی ایام میں ایک روز ارشاد فرمایا:

''خواب میں کسی نے مجھے کہا ہے کہ تمہیں جس کام کے لیے دنیا میں بھیجا
تھا، وہ پورا ہو گیا۔''

ایک دن فرمایا کہ چند روز میں سلسلہ نقشبندیہ کی ایک بڑی شخصیت فوت ہو گی۔ ایک روز فرمایا: ''کہہ رہے ہیں کہ قطب زمانہ فوت ہو گیا اور میں اس وقت اپنے مرثیہ میں ایک قصیدہ پڑھ رہا ہوں جس میں عالی اشارات وکنایات درج ہیں۔''

بیماری کے دنوں میں ایک روز بہت زیادہ استغراق ہوا تو حاضرین نے خیال کیا کہ آپ پر نزع طاری ہو گئی، کچھ دیر کے بعد آپ کو افاقہ ہوا اور ارشاد فرمایا:

''اگر مرنا یونہی ہوتا ہے تو پھر موت بڑی نعمت ہے اور کیفیت سے نکلنے کو
جی نہیں چاہتا۔''

بروز ہفتہ ۲۵ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ/ ۳۰ نومبر ۱۶۰۳ء کو اپنے مکان واقع کوٹلہ فیروز شاہ (دہلی) میں وصال سے قبل آپ کے پاس موجود ایک درویش کی زبان سے نکلا ''یَا اِلٰـہُ الْعٰلِمِیْن'' آپ نے فوراً اس کی جانب رُخِ انور فرما لیا۔ حاضرین سے ایک آدمی نے کہا کہ حضرت خواجہ کی یہ توجہ نام محبوب سننے کے ذوق سے ہے۔ یہ سن کر آپ کی آنکھ مبارک سے آنسو پھوٹ پڑے۔ دن کا کچھ حصہ باقی تھا، آپ اسم ذات کے ذکر میں مصروف تھے۔ اسی دوران اللہ اللہ کہتے ہوئے وصال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. اس وقت آپ کی عمر مبارک چالیس برس تھی۔

دوسرے روز آپ کو مغربی دہلی میں قدم شریف رسول اللہ ﷺ کے جوار میں شاہراہ کے متصل آسودہ خاک کیا گیا۔ یہ پورا قبرستان خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا مزار مبارک قطب روڈ سے اجمیری دروازے کی طرف جاتے ہوئے قدم شریف رسول اللہ ﷺ کے پاس ہے۔ آپ کا مزار مبارک مرجع الخلائق ہے۔

آپ نے اپنے کلام میں اس جانب اشارہ فرمایا ہے:

در دیدہ کشم قبول خود را
خاکِ قدم رسولؐ خود را
اے خاک مدینہ در کجائی
در دیدہ من چرا نیائی
اے مردم چشم دور بینا
وے چشم چراغ نور بینا
دریاب غم آشیانہ را
بنو از سیاہ خانہ را

حضرت خواجہ حسام الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۴۳ھ/۱۶۳۳ء) کی مساعی سے آپ کا مزار مبارک نہایت خوبصورت تیار ہوا۔ انہوں نے آپ کے مزار مبارک کے گرد ایک باغیچہ لگوایا اور ایک آبشار بنوایا تھا، لیکن حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت کے مطابق مرقد شریف پر گنبد یا چھت نہیں بنایا گیا، بلکہ ایک بلند چبوترہ تعمیر کیا گیا ہے اور جالی کی چاردیواری بنائی گئی۔ اس چبوترے پر سخت گرمی میں بھی پاؤں کو تکلیف وحرارت کا احساس نہیں ہوتا۔ آپ کے عقیدتمند اس چیز کو آپ کی کرامت سمجھتے ہیں۔ آپ کے مزار مبارک کے قریب ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد ہے، جس کا فرش سنگ مرمر اور ستون سنگ بصری کے ہیں۔ [۲۴]

تاریخ وصال

کئی فضلاء اور عرفاء نے آپ کی تاریخ وصال کہی، جن میں دو درج ذیل ہیں:

(۱) آپ کے مزار مبارک کے جنوبی دروازے پر نہایت خوبصورت حروف میں یہ قطعہ تاریخ کندہ ہے:

خواجہ باقیؒ آن امام اولیاء
عارف باللہ اسرار نہفت
نکہت بستان سرائے انبیاء
از نہال جعفری خوش گل شگفت
چونکہ بُد مشرب فنا اندر بقا
محو حق درّ اسرار سفت
سال تاریخ وصالش خسروے
فی البدیہ "نقشبند وقت" گفت

۱۰۱۲ھ

(۲) آپ کے ایک محب نے یہ قطعہ تاریخ وصال کہا ہے:

ذاتے کہ بدوست بود باقے
و از خود ہمہ فانی الصفت بود
بر خالق خویش جملگی عشق
بر خلق تمام عاطفت بود
وی تشنہ لب بسال وصلش
خوش گفت کہ "بحر معرفت" بود

۱۰۱۲ھ

(۳) آپ کے مزار مبارک کے سرہانے ایک لمبی سنگ مرمر کی لوح پر یہ اشعار خوبصورت حروف میں کندہ ہیں:

قبلہ ارباب معنی کعبہ اصحاب دیں
مظہر فیض الٰہی صاحب علم یقیں

حامیٔ دین نبی اکمل امامِ المتقیں
موردِ فضل گرامی آل ختم المرسلیں
کاشف اسرار مطلق واقف عین الیقیں
محو ذات اقدس وباللہ بالیقیں
غوث اعظم عروۃ الوثقٰی ز ربّ العالمیں
قطب ارشاد جہاں ہم معنی حق الیقیں
کامل عالی طریقہ مہدی راہ متیں
بحر عرفانِ الٰہی مقتداء العارفیں
راضی و مرضی حق بر ذات وشان اومبیں
ایں کرامت ہست از محبوب رب العالمین
نور بیچوں بر جبینش تافت از حق المبیں
شد ز یمن ہمتش روشن قلوب المومنیں
کے توانم گفت مدح آں خلاصہ واصلیں
ہست ذات خواجہ باقیؒ مرحمت للعالمیں
نعمت اللہ باقی بود باقی شد یقیں
مرجع انس و ملک از فضل ربّ العالمیں
خواجگی امکنہ شد مرشد آں شاہ دیں
لیک بدمشرب اویس وہم بہا احرار دیں
چوں کمالش وصل دائم بود معنی دلنشیں
شد وصال غیب او آخر بعمر اربعیں
واں ز ہجرت بعد الف اثنا عشر بودہ سنیں
از وفات قطب دوراں تکیہ گاہ مسلمیں
ہر کہ آید بر مزارش از سر صدق و صفا

حاجتش گردد روا ہم مقصد دنیا و دیں
عاجز و عاصی بدر گاہش ہے ساید جبیں
تا بیابد نظر رحمت ہم نجات یوم دیں
باد نازل رحمت رضوان ربّ العالمین
بر محمد خواجہ باقیؒ از اولیائے مقبلیں [۲۵]

ازواج واولاد:

آپ کی دو ازواج تھیں اور دونوں سے ایک ایک صاحبزادے پیدا ہوئے۔ غالباً دو صاحبزادیاں بھی ہوئیں۔ صاحبزادوں کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت خواجہ عبیداللہ عرف خواجہ کلاں رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۴ھ/۱۶۶۴ء) بڑے صاحبزادے تھے۔

(۲) حضرت خواجہ عبداللہ عرف خواجہ خورد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۵ھ/۱۶۶۴ء) چھوٹے صاحبزادے تھے۔

حضرت مولانا سیّد زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء) نے مولانا نسیم احمد امروہوی کے مضمون (ماہنامہ الفرقان، جمادی الآخر ۱۳۷۲ھ) میں درج ''اسراریہ'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہوں نے تمام تذکرہ نویسوں کے خلاف خواجہ عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو خواجہ خورد اور خواجہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو خواجہ کلاں ثابت کیا ہے۔ واللہ اعلم [۲۶]

خلفائے عظام:

آپ کے جلیل القدر خلفائے عظام کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء)۔

(۲) حضرت شیخ تاج الدین بن سلطان عثمانی سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء)۔

(۳) حضرت خواجہ حسام الدین بن شیخ نظام الدین بدخشی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۳ھ/ ۱۶۳۳ء)۔

(۴) حضرت شیخ اللہ داد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۹ھ/ ۱۶۳۹ء)۔

(۵) حضرت خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ۔ ۲۷

شاعری وتصنیفات

آپ کو تصنیف وتالیفات اور شاعری میں بھی دسترس خاصہ حاصل تھی۔ شروع میں آپ توحید وجود کے بحر میں مستغرق تھے اور آخرکار اس مقام سے ترقی فرما کر وحدت شہود سے پیوست ہو گئے، لیکن آپ کی رُباعیات میں وحدت وجود کی جھلک موجود ہے۔ آپ کی بعض رباعیات کی شرح حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) نے فرمائی ہے اور ان کو توحید وجودی سے توحید شہودی کی طرف لے گئے ہیں۔ آپ نے اپنی بعض رباعیات کو رسالہ کی صورت میں "سلسلۃ الاحرار" مرتب کر کے ان کی شرح لکھی۔ تبرک کے طور پر چند رباعیات یہاں درج کی جاتی ہیں:

چون ظاہر علم پردۂ مقصود است
دین مشت خیال سربسر نابود است
از نقش دمی بسوئ بی نقش برو
وانگہ نظارہ کن کہ حق موجود است

ہر جنس تو نہریست زانہار نقوش
شد ظاہر و باطن تو درکار نقوش
برخیز جمال نقشبندی بطلب
کاسان شودت شکست بازار نقوش

چون نقش نہادہ رو بہ بے نقش آری
زان لوح وجود نسخہ برداری
نورے بیرنگ ترجمانش گردد
زنہار کہ دل بترجمانش نسپاری

آن بیرنگی چو پرتو انداز شود
بس راز نہفتہ را کہ غماز شود
ہر جا نوریست برکشد جملہ بخود
وانگاہ پے انکشاف ہر راز شود

گویند کہ چون رسدت دل بکمال
گردد دل و جان زترجمان فارغبال
چشم از ہر سو سرمہ ما زاغ کشد
گوش از ہر جانب شنود بانگ تعال

ای گشتہ بہر نمودہ بیہودہ گرو
این است مقام کنت سمعہ بشنو
در تست نمونہ کہ بس بیطرفست
بنشین بہر طرف مرو در تگ و دو

یک لحظہ سرے بہ جیب ہستی درکش
حرفے انا گوئی را خطے در برکش
گر مرد رہی بنامرادی خوکن
یعنی کہ نگار نیستی در برکش

وین سکۂ من کہ بنام فقر است
این روشنی از نور تمام فقر است
برخیز رہِ خواجہ احرار بگیر
کان راہ ز سرحد مقام فقر است[۲۸]

مطبوعہ آثار

(۱) تفسیر قرآن مجید (فارسی)

اس نام کی کتاب بھی آپ کے نام منسوب ہے، لیکن اس کا مخطوطہ کہیں دستیاب نہیں۔

(۲) رباعیات (فارسی)

آپ کی عرفانی رباعیات ''شرح رباعیات باقی باللہؒ، مع حواشی وتعلیقات شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ'' کے نام سے ادارہ مجددیہ، کراچی، ایجوکیشنل پریس (کراچی) سے ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۷ء میں طبع ہوئیں، جو ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان کے مترجم ثناء الحق ہیں اور حضرت مولانا سیّد زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء) نے نظر ثانی فرمائی ہے۔ مترجم نے بھی اپنی طرف سے حواشی تحریر کیے ہیں۔

(۳) رسالہ طریقت (فارسی):

آپ کے ایک رسالہ طریقت (فارسی) کا اُردو ترجمہ بعنوان ''تعلیم سالک'' اللہ والے کی قومی دکان، لاہور (س۔ن) سے طبع ہوا، جس پر مترجم کا نام نہیں ہے۔

(۴) رسالہ عرفانی (فارسی)

حضرت شیخ تاج سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) نے آپ کے ایک رسالہ کو عربی میں ضبط کیا تھا، جس کا فارسی ترجمہ حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۹ء) نے کیا اور یہ ان کے خاندان میں بہت عرصہ تک متداول رہا اور گویا اسی وجہ سے ان کے رسالہ ''ارشاد

رحیمیہ در طریق حضرات نقشبندیہ" کے آخر میں ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء روزنامہ اخبار دہلی سے اور ۱۳۲۱ھ/ ۱۹۰۳ء میں دہلی سے اور ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء میں مطبع مجتبائی دہلی سے فارسی، متن مع اُردو ترجمہ طبع ہوا۔ راقم الحروف (محمد نذیر رانجھا) نے رسائل شاہ عبدالرحیم دہلویؒ کے ساتھ اس کا اُردو ترجمہ کیا جو ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء میں خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی سے طبع ہوا۔[۲۹]

فصل دوم:

مناقب ودرجات

پیر کامل:

ایک خراسانی جوان حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۳۳ھ/ ۱۲۳۵ء) کے مزار مبارک پر مجاور تھا اور وہ حضرت کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے ایک پیر کامل کا طالب تھا، جو بقید حیات ہوں۔ جب حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں تشریف فرما ہوئے تو اس خراسانی نوجوان کو خواب میں اشارہ ہوا کہ دہلی میں سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ آئے ہیں۔ تم ان کی خدمت کو لازم پکڑو۔

چنانچہ وہ خراسانی نوجوان تلاش وجستجو کرتے ہوئے آپ کی خدمت مبارک میں پہنچا اور اپنا حال وخواب عرض کرتے ہوئے التماس کی کہ آپ مجھے اپنا مرید بنالیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ یہ مسکین خود کو اس قابل نہیں سمجھتا، وہ کوئی اور ہوگا۔ آپ نے عاجزی وانکساری اور عذر خواہی کرتے ہوئے اس شخص کو واپس کر دیا۔ دوسری رات اس نوجوان نے پھر خواب دیکھا، جس میں اسے بتایا گیا کہ پیر کامل وہی بزرگ ہیں، جن کی خدمت میں تم حاضر ہوئے اور ان کی انکساری دیکھی۔ لہٰذا دوسرے روز وہ نوجوان پھر آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا اور اس وقت تک واپس نہ ہوا، جب تک آپ نے اسے اپنا مرید نہ بنالیا:

تو خواہی آستیں افشاں وخواہی دامن اندر کش
مگس ہرگز نخواہد رفت از دکان حلوائی

یعنی: تو خواہ آستیں جھاڑ اور خواہ دامن کو اندر کھینچ، مکھی حلوائی کی دکان سے نہیں جائے گی۔

آپ کو اس خراسانی نوجوان پر ترس آیا اور اسے قبول کرنے کی بشارت دی اور وہ تھوڑی سی مدت میں آپ کی خدمت میں مرتبہ کمال کو پہنچ گیا۔[۳۰]

فیوض وبرکات:

اسی طرح آپ کے خلیفہ حضرت حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۴۳ھ/۱۶۳۳ء) پیر کامل کی تلاش میں سرگرداں ہوکر آگرہ (ہندوستان) پہنچے، لیکن انھیں ایسا مرشد نہ ملا جس کی جستجو میں تھے۔ اسی دوران سرراہ ایک مکان سے انہوں نے ایک آواز سنی۔ کان لگا کر سنا تو کوئی شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ (م۶۹۱ھ/۱۲۹۲ء) کا یہ شعر گنگنا رہا تھا:

تو خواہی آستیں افشان وخواہی دامن اندر کش
مگس ہرگز نخواہد رفت از دکان حلوائی

یعنی: تو خواہ آستیں جھاڑ اور خواہ دامن کو اندر کھینچ، مکھی حلوائی کی دکان سے نہیں جائے گی۔

یہ شعر سن کر حضرت حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے شوق میں اضافہ ہوگیا۔ وہ آپ کی خدمت مبارک میں جا پہنچے اور اپنا حال عرض کیا۔ بعد ازاں بے پناہ فیض وبرکات حاصل کیے اور بالآخر اجازت وخلافت کا شرف پایا۔[۱۳۱]

قطب وقت:

ایک روز آپ لاہور میں گھوڑے پر سوار ہوکر کہیں تشریف لے جا رہے تھے اور بہت زیادہ لوگ آپ کے پیچھے چل رہے تھے، جو کہہ رہے تھے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ قطب وقت ہیں۔ ایک درویش نے یہ سنا تو وہ انتہائی عقیدت سے آپ کی خدمت میں بیعت کی غرض سے حاضر ہوا۔ آپ نے حسب معمول عذر فرمایا۔ وہ بیچارہ مسجد میں آکر گریہ زاری کرنے لگا۔ پھر وہاں موجود درویشوں سے کہنے لگا: ''دوستو! یہ کیسا ناز وادا ہے کہ (حضرت خواجہ نے اوّل) خود کو مجھے دکھایا اور میرے دل کو لوٹ لیا۔ اب جب میں پریشان اور خراب حال حاضر خدمت ہو گیا ہوں تو یوں فرماتے ہیں اور مجھے بھگاتے ہیں۔ میں بیچارہ کیا کروں؟ اور کہاں جاؤں؟'' اس نے یہ بات اس انداز سے بیان کی کہ اکثر حاضرین اس کی حالت زار دیکھ کر بے ہوش ہو گئے اور عجیب قسم کا شور بلند ہوا، یہاں تک کہ آپ نے بھی سن لیا۔ اس پر آپ نے دریافت

فرمایا ''یہ شور کیسا ہے؟'' عرض کیا گیا:

؎: کزلب شیرین تو شوریست در ہر خانہ

یعنی: آپ کے لب شیریں سے ہر گھر میں شور مچا ہے۔

یہ سن کر آپ نے تبسم فرمایا اور اس درویش کو طلب کر کے مرید بنایا اور اسے ذکر الٰہی کی تلقین فرمائی:

تانگرید کے جوشد لبن
تانگرید ابر کے خندد چمن

یعنی: جب تک بچہ نہ روئے دودھ کب جوش میں آتا ہے (اور) جب تک بادل نہ روئے چمن کب ہنستا ہے؟ [۳۲]

فرشتہ نفسی

ایک روز آپ کی مسجد میں دو فقیر اولیاء اللہ کا تذکرہ کر رہے تھے۔ ایک کہنے لگا کہ میں نے اپنی تمام عمر میں ایک آدمی کو دیکھا ہے، جو بے نفسی اور بردباری میں زمانہ بھر میں اپنی نظیر نہیں رکھتا اور وہ ہستی حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی ہے۔ میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۳۳ھ/ ۱۲۳۵ء) کے مزار مبارک پر موجود تھا کہ اچانک معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ تشریف لا رہے ہیں۔ خادموں نے مزار مبارک کے نزدیک ان کے لیے تخت بچھایا اور اس پر فرش اور تکیہ لگایا۔ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کے تشریف لانے سے پہلے ایک آزاد فقیر آیا۔ اس نے تخت پر فرش و تکیہ لگے دیکھے تو پوچھا کہ یہ کس کے لیے بچھے ہیں؟ خادموں نے کہا کہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کے لیے ہیں۔ یہ سن کر وہ فقیر آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا کہ وہ کون سی ایسی لیاقت رکھتے ہیں کہ ان کے لیے یہاں فرش بچھایا جائے۔ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کے ہمراہ بہت سے ارادتمند تھے، جب انہوں نے یہ بات سنی تو سب پریشان ہو گئے اور انہوں نے چاہا کہ اس فقیر کو لگام دیں، لیکن حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ نے ان سب کو منع فرما دیا۔ بعد ازاں آپ خود اس فقیر

کے پاس پہنچے اور انتہائی ملائمت سے فرمایا:

"میں کسی لائق نہیں، آپ نے بالکل بجا فرمایا ہے۔ یہ سب تکلف میرے کہنے اور علم کے بغیر ہوا ہے۔ آپ معاف فرما دیں اور مجھ بدنصیب کی وجہ سے اپنا دماغ خالی نہ فرمائیں۔"

آپ یہ فرماتے ہوئے اپنی آستین کے ساتھ اس فقیر کی پیشانی کا پسینہ بھی پونچھ رہے تھے، نیز تواضع وانکساری کا اظہار فرما رہے تھے۔ اس دوران اس فقیر نے آپ سے چند درہم کا تقاضا کیا۔ آپ نے وہ اسے دے دیے۔

اس واقعہ کے راوی کہتے ہیں کہ میں نے اس سارے ماجرے میں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کے حال وقال میں کسی طرح کا تغیر وتذبذب نہ دیکھا تو مجھے فوراً یقین آ گیا کہ فرشتہ نفسی جسے کہتے ہیں وہ اس جہاں میں موجود ہے۔

دید قصور:

آپ کی طبیعت میں بے حد مسکینی وعاجزی تھی اور دلجوئی وتالیف قلوب کا بہت خیال فرماتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے: "اے اللہ! تو مجھے مسکین ہی زندہ رکھ، مسکین ہی مار اور مسکینوں کے ساتھ ہی میرا حشر فرمانا"۔ عاجزی اور کسر نفسی آپ کے رگ وپے میں بھری ہوئی تھی۔ آپ اپنے واقعات اور روحانی مدارج کو پوشیدہ رکھتے۔ انتہائی روحانی سربلندیوں میں بھی پہنچ کر آپ کی عالی ظرفی "هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ" (سورۃ ق، آیت ۳۰ یعنی: کچھ اور بھی ہے) کا نعرہ لگاتی تھی۔ [۳۳]

جب کوئی طالب آپ کے پاس آتا تو آپ عجز وانکساری میں غلو کرتے ہوئے فرماتے کہ میں اس کارِ عظیم کے لائق نہیں ہوں۔ کہیں دوسری جگہ طلب کا دامن بڑھاؤ اور اگر مرد کامل ملے تو مجھے بھی خبر دینا، تا کہ اس کی خدمت میں پہنچوں۔

آپ کے ارادتمندوں میں سے اہل ثروت لوگ آپ کے پاس مال ودولت بھیجتے، تا کہ آپ اپنی صوابدید اور مرضی سے غربا وفقرا میں تقسیم فرما دیں۔ آپ نہ صرف یہ رقم وزر اہل حاجت میں بانٹ دیتے، بلکہ اپنی طرف سے بھی کچھ مال تقسیم کرتے تھے۔ اس کے باوجود بعضے

ناداں نامناسب اعتراض کرتے تھے۔ آپ کے ارادتمند ان لوگوں کو منع کرنا چاہتے تو آپ انہیں نیستی، دید قصور اور تحمل کی ہدایت فرماتے، نیز اس چیز کو راہ عرفان کی دلیل بناتے۔ آپ کے عقید تمندوں میں سے اگر کوئی اس ہدایت کے خلاف عمل کرتا تو آپ اس سے سخت ناراض ہوتے اور نصیحت فرماتے۔[۳۴]

بندہ خدا:

جب لوگ آپ کو دیکھتے تو انہیں حدیث "اِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ" (یعنی: جب وہ لوگ نظر آئیں تو اللہ یاد آ جائے۔ سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۱۱۹، مسند احمد، جلد ۶: ۴۵۹) کا مفہوم یاد آ جاتا تھا۔

ایک روز آپ ہندوؤں کی ایک بستی سے گزرے، وہاں کے لوگ کاشتکاری میں مشغول تھے۔ جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو آپس میں کہنے لگے: "یہ عجیب شخص ہیں، ان کو دیکھ کر خدا یاد آ گیا ہے۔"[۳۵]

آثار و برکات:

آپ صرف دو تین برس مسند ارشاد وشیخی پر رونق افروز رہے، اس قلیل عرصے میں آپ کے فیوض و برکات ہندوستان کے طول و عرض میں پھیل گئے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ دور و نزدیک میں رائج ہو گیا۔ حضرت شیخ محمد بن فضل رحمۃ اللہ علیہ جو فقر و عرفان میں بلند مقام کے حامل ہوئے ہیں، فرماتے تھے:

> "خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کا یہی نشان کافی ہے کہ آپ تین چار سال سے زیادہ بندگان خدا کی ہدایت میں مشغول نہیں رہے، لیکن آج تک آپ کے آثار و برکات روز افزوں ہیں۔"

صاحب عمدہ المقامات نے حضرت محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء) کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے: "ایک فاضل نے اس حقیر سے کہا کہ بعض صاحب حال وقال بزرگ مشائخ نے ستر برس تک ہندوستان میں مشیخت کی ہے، معلوم ہے کہ ان سے کیا باقی رہا ہے۔ شاید

تمہارے شیخ کی بزرگی یہی ہے کہ چالیس سال کی عمر میں فوت ہوئے اور دو برس مشیخت کی اور ایک جہاں کو بہرہ ور کیا۔ اُمید ہے کہ قیامت قائم ہونے کی گھڑی تک ہمیشہ ان کے فیوض و برکات پائندہ و باقی رہیں گے۔"[۳۶]

کمال تفرید:

آپ پر تفرید اتنا غلبہ تھا کہ طالبین کو اپنی صحبت میں رکھتے اور مشیخت کا خیال تک نہ فرماتے تھے۔ صرف دو تین برس درویشوں کی تربیت میں مصروف رہے۔ جب حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) آپ کی نظر عنایت سے درجہ کمال پر متمکن ہو گئے تو آپ ارادتمندوں کی تعلیم و تربیت سے الگ ہو گئے اور اپنے احباب کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد فرما دیا اور خود عزلت نشین ہو گئے۔ ان دنوں آپ صرف با جماعت نماز کی ادائیگی کے لیے جامع مسجد میں تشریف لے جاتے اور اس کے علاوہ کہیں نہیں جاتے تھے۔ جو آدمی بھی آپ کو دیکھتا اُسے اس حدیث کا مفہوم نظر آ جاتا:

"جو شخص روئے زمین پر مردے کو چلتا ہوا دیکھنا چاہے، وہ ابو قحافہؓ کے بیٹے (ابوبکر صدیقؓ) کو دیکھ لے۔"[۳۷]

حیوانوں پر شفقت:

آپ انتہائی شفیق و مہربان تھے۔ انسان تو انسان، آپ حیوانوں پر بھی بے حد شفقت فرماتے تھے۔ ایک رات آپ نماز تہجد کے لیے بیدار ہوئے تو ایک بلی آ کر آپ کے لحاف پر سو گئی۔ آپ نے سورج طلوع ہونے تک سردی کی تکلیف برداشت کی، لیکن بلی کو نہ جگایا تا کہ اس کی نیند و آرام میں خلل نہ آئے اور اسے دکھ نہ پہنچے۔[۳۸]

قحط میں بھوکوں کے لیے کھانا بھیجنا:

آپ پیکر شفقت و ترحم تھے، جن دنوں آپ لاہور میں مقیم تھے، ایک بار شہر میں قحط پھوٹ پڑا۔ اس دوران آپ نے کئی روز تک کھانا نہ کھایا، جب بھی کھانا آپ کے سامنے لایا جاتا تو آپ یہ کہہ کر کھانا بھوکوں کے لیے بھجوا دیتے:

''یہ انصاف سے بعید ہے کہ لوگ بھوک سے مر رہے ہوں اور ہم یہاں کھانا کھائیں۔''[۳۹]

حسن سلوک کی عمدہ مثال:

مروی ہے کہ آپ کے پڑوس میں رہنے والا ایک نوجوان ہر قسم کی برائیوں کا ارتکاب کرتا تھا، مگر باخبر ہونے کے باوجود آپ اسے برداشت کرتے رہے، کسی موقع پر ان کے مرید حضرت خواجہ حسام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۳ھ/۱۶۳۳ء) نے حکام سے اس کی شکایت کی اور انہوں نے اسے پکڑ کر بند کر دیا جب آپ کو معلوم ہوا تو آپ حضرت خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ کو ناراض ہوئے اور ان سے باز پرس فرمائی۔ انہوں نے عرض کیا: ''حضرت وہ بڑا ہی فاسق ہے۔'' اس پر آپ نے ایک سرد آہ بھری اور فرمایا کہ جی ہاں! آپ لوگ اہل اصلاح وتقویٰ تھے، لہٰذا آپ نے اس کا فسق وفجور محسوس کر لیا، مگر ہم تو اپنے کو اس سے بہتر نہیں سمجھتے۔ اس لیے اپنی ذات کو چھوڑ کر حکام تک اس کی شکایت نہیں لے گئے۔

بعد ازاں آپ نے کوشش کر کے اس نوجوان کو حکام سے رہا کرا دیا۔ آپ کے اس حسن سلوک سے وہ اس قدر متاثر ہوا کہ فوراً تائب ہو کر اہل اصلاح میں سے ہو گیا۔[۴۰]

تواضع وعاجزی:

آپ کے کسی مرید سے کوئی غلطی ہو جاتی تو اس کے بارے میں فرماتے کہ یہ میری ہی غلطی تھی، جو بالواسطہ اس سے ظاہر ہوئی۔ عبادات ومعاملات میں احتیاطی پہلو اختیار فرماتے۔ آپ اغیار اور نامحرموں سے اپنے بلند احوال کو پوشیدہ رکھنے کی سعی فرماتے اور خود کو مقام ارشاد کا حقدار نہ خیال فرماتے۔ ادعا سے دور رہ کر آنے والوں کی خدمت وتالیف قلب میں مشغول رہتے اور کسی ضرورت یا دقیق مسئلہ کی وضاحت ہی کے لیے لب کشائی فرماتے اور مخاطب کی رہنمائی کے لیے مسئلہ کی پوری وضاحت فرماتے۔

آپ اعلیٰ درجے کے صاحب وجد وذوق، نہایت متواضع ومنکسر مزاج تھے۔ اپنے احباب کو قیام تعظیمی سے منع فرماتے اور اپنے کو انہیں جیسا سمجھتے تھے اور تمام حالات میں ان

سے مساوات کا معاملہ فرماتے تھے اور معمولی سلوک کی تلقین کرتے تھے۔ تواضع و عاجزی کے خیال سے ننگی زمین پر بھی بیٹھ جاتے تھے۔

آپ اللہ کی ایک نشانی و روشنی، سرالٰہی اور علم ظاہر و باطن کے حامل تھے۔ خاموش طبع، متواضع اور ایسے خوش اخلاق تھے کہ لوگوں میں خود کو ذرا بھی ممتاز نہیں فرماتے تھے۔ [۱۴۱]

کمال ترحم:

جب آپ نے لاہور سے دہلی کا سفر اختیار فرمایا تو راستے میں اکثر ایک میل یا چند میل کے فاصلے پر کوئی آدمی پیدل چلتا ہوا نظر آتا۔ آپ اسے دیکھتے ہی گھوڑے سے اُتر پڑتے اور اس شخص کو اپنے گھوڑے پر سوار کر لیتے اور پھر اسے اس کی منزل مقصود پر پہنچاتے اور خود وہاں تک پیدل چلتے جاتے۔ اس دوران آپ اپنے سر (اور چہرہ) کو چادر سے ڈھانک لیتے، تاکہ کوئی واقف آدمی آپ کے اس کارِ خیر سے آگاہ نہ ہو جائے۔ جب یہ آدمی اپنے مکان پر پہنچ جاتا تو آپ اس کے بعد دوبارہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوتے اور سفر کو جاری فرماتے۔ [۱۴۲]

عالی ہمتی:

شروع سے آخر تک آپ پر عظیم الشان احوال واردات کا نزول رہا، لیکن آپ کبھی ایک حال و کشف پر قانع نہیں ہوئے۔ باوجود درجہ کمال پر فائز المرام ہونے کے، آپ ہمیشہ اظہار نایافت فرماتے تھے اور عین بحر وصال میں مستغرق ہو کر بھی تشنہ لبی کا اظہار فرماتے تھے۔ آپ اپنی ایک رباعی میں یوں فرماتے ہیں:

در راہ خدا جملہ ادب باید بود
تا جان باقیست در طلب باید بود
دریا دریا اگر بکامت ریزند
کم باید کرد و خشک لب باید بود

یعنی: خدا کے راستے میں کامل ادب ہونا چاہیے، جب تک جان باقی ہے، طلب میں رہنا چاہیے۔

اگر دریا دریا تیرے منہ میں انڈیلیں تو بھی اسے بھلا دینا چاہیے اور خشک لب رہنا چاہیے۔[۴۳]

درد واندوہ کا غلبہ:

ایک روز آپ پر گریہ وفنا کا غلبہ طاری تھا۔ نماز سے فارغ ہو کر اپنے حجرے میں تشریف فرما ہوئے تو آپ کے خلیفہ حضرت شیخ تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) نے عرض کیا کہ حضرت! اس بے اختیار گریہ زاری اور اندوہ وآشفتگی کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ مت پوچھو! ہمیں اس میں مستغرق رہنے دو۔'' جب حضرت شیخ تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اصرار کیا تو آپ نے فرمایا:

> ''عین نماز میں جو مومن کی معراج ہے، میری روح نے مقصود وراء الوراء کی طلب میں عروج کیا اور حتی المقدور اس کی جستجو میں کوشش کی، لیکن جب کامران نہ ہوئی تو ناچار حیراں وگریاں خود کو قفس تن میں لا ڈالا، اس کی گریہ زاری اور درد واندوہ اسی حسرت کی بنا پر ہے۔''[۴۴]

واردات واحوال کا سیلاب:

ایک روز آپ دریا کے ساحل کی جانب روانہ ہوئے تو عجیب کیفیت طاری تھی۔ آپ کی قبا کے بند کھلے، سینہ ننگا، عمامہ پریشان، چہرہ مبارک سے شکستگی اور قلق واندوہ کے آثار نمایاں تھے۔ یہ دیکھ کر آپ کے خلیفہ حضرت شیخ تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) آپ کے پیچھے چل پڑے۔ جب آپ کو ان کا احساس ہوا تو ایک سرد آہ بھری اور ان سے فرمایا:

> ''تاج الدین! مجھ پر اس قدر واردات واحوال، فیوضات اور انوار و اسرار وارد ہو رہے ہیں کہ اگر یہ دریا سیاہی بن جائے تو بھی ان کو نقل کرنے کے لیے کم ... ہے، لیکن مجھے ان سے کیا غرض، (کیونکہ) میرا مطلوب دید ودانش سے دور ہے:''

طلب بے چون و مطلب ہیچ گونہ
نہ آں را شبہ و نہ این را نمونہ

یعنی: طلب بے مثل (خدا) اور مطلب ہیچ گونہ ہے، نہ اس کا (کوئی) ثانی ہے اور نہ اس کی (کوئی) مثال ہے۔[۴۵]

سعادت عظمیٰ:

حضرت شیخ بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''آپ ابتدائے حال میں تعلیم پانے سے پہلے بغیر اس کے کہ کسی شیخ ظاہر کے حضور میں حاضر ہوں، پہلے ہی خواجگان قدس اللہ اسرارہم کی ملاقات سے مشرف ہوئے اور ان کے مقام جذبہ تک پہنچے اور استہلاک اور اضمحلال، یعنی فنائے اتم حاصل کی اور ایک قسم کی بقاو شہود اور کثرت میں وحدت پیدا کی۔ آپ کا باطنی نور نہایت النہایت میں، جس سے مقام قطبیت متعلق ہے پر اور منور ہوا۔ چنانچہ اسی نور سے شیخ ظاہر کی اجازت کے بعد وحدت میں کثرت کے شہود کے ساتھ آپ سلوک کے طالبین کو ارشاد و ہدایت فرماتے تھے۔ آپ نے مقام ارشاد اور تکمیل میں ایک شان عظیم پیدا کی ہے۔ آپ کی ایک صحبت میں طالبین کو اتنے فوائد حاصل ہوتے تھے، جو سالہا سال کے مجاہدوں اور ریاضتوں سے بھی کسی کو نہ حاصل ہو سکتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے بارہ اقطاب کے مقام سے پورا حصہ حاصل فرمایا تھا۔

نیز بطریقہ خاص حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے آپ متوجہ مقامات فوق ہوئے اور اس سلوک فوقانی کو حاصل کر کے عام کر دیا اور آپ اس راہ سے اس اسم الٰہی کی طرف متوجہ ہوئے اور اس اسم الٰہی تک پہنچ کر درجات تقویٰ وشہادت اور صدیقیت میں ترقی کر کے اسی راستہ سے غیب ذات تک واصل ہوئے اور نہایت النہایت میں پہنچ کر منسلک ہوئے اور سعادت عظمیٰ سے مشرف ہوئے۔''[۴۶]

فصل سوّم:

خدمات سلسلہ نقشبندیہ

برصغیر پاک وہند میں سلسلہ نقشبندیہ کی کاشت وپرورش

ہندوستان میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی اشاعت آپ کی آمد اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے اس سلسلہ میں داخل ہونے سے ہوئی۔ بعد ازاں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سارے عالم میں پھیل گیا۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ ہندوستان میں وارد ہونے کا دوسرا ذریعہ حضرت ابوالعلاء اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۶۲ھ/ ۱۶۵۱ء) تھے، جن کو اپنے چچا حضرت عبداللہ احراری رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ نقشبندیہ میں اجازت وخلافت حاصل تھی۔ ان کے طریقہ میں چشتیہ ونقشبندیہ باہم مخلوط ہیں۔ کالپی، مارہرہ اور داناپور وغیرہ کا ابوالعلالی سلسلہ انہی سے جاری ہوا۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا رواج اور اس طریقہ عالیہ کی دیار ہندوستان میں شہرت اور ترویج آپ سے ہوئی۔ آپ قطب وقت تھے۔ علماء، فضلاء، مشائخ اور سجادہ نشین دور ونزدیک سے آپ کی درگاہ ولایت میں چیونٹیوں کی طرح حاضر ہوتے تھے اور عرفاء اور صلحاء زمین کے کناروں سے اس عرفان مآب جناب کے حضور شمع کے گرد پروانوں کی طرح آیا کرتے تھے۔

صاحب زبدۃ المقامات نے لکھا ہے:

"بعض طالبین دور دراز جگہوں سے آپ کی خدمت میں پہنچے اور بہتوں کو تو اثنائے راہ میں آپ کے وصال کی خبر ملی۔"[۷۲]

آپ سے فیضیاب ہو کر حضرت مجددؒ کی خدمت میں پہنچنے والے حضرات:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے خلفاء میں خاصی تعداد ایسے حضرات کی تھی جو پہلے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ

کے سپرد ہوئے یا حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کے لیے گھر سے نکلے، لیکن چونکہ آپ کا وصال ہو گیا، لہٰذا انہوں نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سرہند شریف جا کر فیض حاصل کیا۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ بزرگ حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) جو تکمیل علوم اور راہ سلوک کی بہت سی منزلیں طے کرنے کے بعد عین جوانی میں وصال فرما گئے۔ آٹھ برس سے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ ان کے اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان جو گہرا قلبی تعلق تھا، اس کے لیے زبدۃ المقامات اور حضرات القدس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

باقی خلفا میں سے سرفہرست حضرت میر محمد نعمان بدخشی، برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء) تھے، جن کا مرتبہ اتنا (بلند) تھا کہ جب ایک دفعہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سخت بیمار ہوئے اور ''خیال ہوا کہ شاید ہماری وفات اس بیماری میں ہو جائے'' تو حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ نے اسرار کی ''امانت کا متحمل حضرت خواجہ محمد صادق اور حضرت میر (محمد نعمان) کے سوا کسی کو نہ پایا۔ پس امانت ان دونوں کے سپرد فرمائی'' (حضرات القدس ۲۹۶)۔

حضرت میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ بھی پہلے حضرت خواجہ (باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں پہنچے تھے اور انہوں نے تربیت باطنی کے لیے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کیا تھا۔ اسی طرح حضرات القدس کے بیان کے مطابق حضرت مولانا یوسف سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۲ھ/ ۱۶۱۳ء) (ص ۱۳۶)، حضرت شیخ نور محمد پٹنی رحمۃ اللہ علیہ (ص ۲۷۹) اور حضرت مولانا عبدالہادی فاروقی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۱ھ/ ۲۹-۱۷ء) (ص ۳۱۴) پہلے حضرت خواجہ (محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ذکر وغیرہ کی تعلیم کے بعد تکمیل کے لیے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجے گئے۔ حضرت خواجہ محمد صادق کابلی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۱۸ھ/ ۱۶۰۹ء) حضرت خواجہ (باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں حاضری کے لیے گھر سے نکلے تھے، لیکن آپ کے وصال کے بعد دہلی پہنچے۔ انہیں حضرت خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۳ھ/ ۱۶۳۳ء) نے سرہند بھیجا (ص ۲۱۵)۔

اسی طرح خواجہ محمد صدیق کشمی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۵۱ھ/ ۱۶۴۲ء) بدخشاں کے قریب کشم کے رہنے والے تھے۔ عنفوانِ شباب میں ہندوستان آئے اور محب الفقراء حضرت عبدالرحیم خانخاناں رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۳۶ھ/ ۱۶۲۷ء) کی صحبت اختیار کی۔ شاعر تھے، ہدایت تخلص کرتے تھے۔ کئی مثنویاں اور غزلیات لکھیں۔ حضرت خواجہ (باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں پہنچے۔ آپ سے ذکر سیکھا۔ آپ ان پر بہت مہربانی فرماتے تھے، لیکن انہوں نے جوانی میں شعر خوانی اور کامرانی کی وجہ سے بہت ترقی نہ کی تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جانے کے لیے فرمایا۔ یہ آمادہ نہ ہوئے، اس دوران حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے وصال فرمایا۔ بعدازاں آپ انہیں خواب میں نظر آئے اور انہیں سخت تاکید فرمائی کہ سرہند جا کے فیض حاصل کرو۔ چنانچہ یہ وہاں پہنچے اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے بے حد متاثر ہوئے۔

زبدۃ المقامات میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے کئی دوسرے خلفائے کبار کے حالات بھی درج ہیں، جنہیں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے سرہند بھیجا، نیز جنہوں نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کے لیے دہلی کا قصد کیا اور ان کے وصال کی بنا پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔ مثلاً حضرت شیخ طاہر بدخشی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۴۷ھ/ ۱۶۳۷ء) (ص۳۵۲)، حضرت مولانا یوسف سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ (ص۳۵۵)، حضرت مولانا قاسم علی رحمۃ اللہ علیہ (۳۶۶)، حضرت مولانا عبدالواحد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (ص۳۷۶)۔ [۴۸]

مشیخت چھوڑ کر آپ کی بیعت کرنا:

طبقات شاہجہانی میں حضرت سید مصطفیٰ باغیت رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہے، جنہوں نے مدتوں بزرگوں کی مسند مشیخت پر بیٹھ کر سجادہ نشینی کی، لیکن جب حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد و ہدایت کا شہرہ سنا تو سب کچھ چھوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلسلہ نقشبندیہ میں ان سے بیعت کی (ورق ۳۶۸)۔ [۴۹]

آپ کی زیارت کے مشتاقین:

حضرات القدس میں حضرت میر محمد نعمان بدخشی برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء)

کی زبانی لکھا ہے کہ انہوں نے آگرہ کے شفاخانہ میں خراسان کے ایک نوجوان کو بیمار دیکھا۔ حال واحوال پوچھا تو پتا چلا کہ وہ دکن میں تھا۔ حضرت خواجہ (باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کو خواب میں دیکھا اور ان کے اشتیاق میں وہاں سے روانہ ہوا۔ یہاں پہنچ کران کے وصال کی خبر ملی۔ اسے اتنا صدمہ ہوا کہ بیمار ہوگیا۔ وہ اپنا حال بیان کرتا تھا اور زار وقطار روتا تھا۔ [۵۰]

مریدان غیر معروف:

طبقات شاہجہانی میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعض ایسے مریدوں کے نام ملتے ہیں، جن کا آپ کی سوانح عمری اور نقشبندیہ تذکروں میں ذکر نہیں، مثلاً: شیخ احمد بکری رحمۃ اللہ علیہ (ص۴۰۳)، حضرت شیخ مرتضیٰ سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ (ایضاً)، حضرت شیخ نعمت اللہ جونپوری رحمۃ اللہ علیہ (ص۴۰۶)، حضرت شیخ نور الحق ابن مولانا شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۳ھ/ ۱۶۶۲ء) (ص۴۱۹)۔ [۵۱]

تواضع و پاسداری تعلق:

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں کچھ عرصہ یاد خدا فرمائی۔ ان کے صاحبزادے حضرت شیخ رفیع الدین محمد رحمۃ اللہ علیہ کی شادی تھی اور وہ مصر تھے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی شرکت کریں۔ آپ کی طبیعت ناساز تھی اور شادی دہلی سے بہت دور اعظم پور میں ہو رہی تھی۔ آپ نے ضعف وعلالت کی بنا پر معذرت چاہی، لیکن شیخ نہ مانے، بلکہ کہا کہ اگر آپ نہیں آتے تو میں شادی کے لیے نہیں جاؤں گا۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ کے والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل کیا تھا۔ ان کے اصرار کو رد نہ کر سکے۔ اس پر حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۷۴ھ/ ۱۷۶۲ء) نے انفاس العارفین میں لکھا ہے کہ جب صوفیہ کو معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اس تقریب پر آرہے ہیں تو اہل اللہ کا بڑا ہجوم ہوا اور سو سو کوس تک کوئی مشہور صوفی نہ تھا، جو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے اس تقریب میں شریک نہ ہوا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اس شادی کو اسلامی ہندوستان کے لیے بڑا مبارک بنایا اور حضرت شیخ

رفیق الدین محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اس زوجہ سے جو بیٹی ہوئی، اسے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جیسا یگانہ روزگار پوتا عطا ہوا۔ [۵۲]

یگانہ روزگار:

غایت انکسار، شفقت وترحم اور تحمل و بردباری کی اتنی مثالیں آپ کے تذکروں میں ملتی ہیں کہ اگر ہم چند مستند واقعات ہی کو جمع کرنا شروع کریں تو ایک دفتر کی ضرورت ہو:

غم زلف و رخت را شرح دادن

شبے باید دراز و ماہتابے

یعنی: تیری زلف و چہرے کو بیان کرنے کے لیے ایک لمبی رات اور چاند کی ضرورت ہے۔

آپ کی غیر معمولی فہم وفراست بھی شہرہ عام رکھتی تھی۔ ذکائے فطرت، صفائے نسبت اور عقل و دانش کے بلند مرتبے پر فائز المرام تھے۔ اخلاقی پاکیزگی آپ کا جوہر خاص تھی، جسے دیکھنے والے نفس ملکی کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ آپ کو شروع ہی میں استخارہ میں بتا دیا گیا تھا کہ حاصل سلوک تہذیب الاخلاق ہے۔ چنانچہ آپ نے تمام کوششیں تزکیہ نفس اور روحانی پاکیزگی پر مبذول رکھیں۔ آپ ارشاد وہدایت میں یگانہ روز تھے۔ [۵۳]

فصل چہارم:

فضائل وخصائل

عزلت نشینی:

آپ ستر احوال، دید قصور اور عزلت نشینی وگمنامی کے خوگر تھے۔[۵۴]

سادات وعلماء کی تعظیم:

آپ سادات کرام وعلماء عظام کی بہت ہی زیادہ تعظیم فرمایا کرتے تھے اور جزوی وکلی امور میں متقی فقہاء گرامی کی جانب رجوع فرماتے تھے۔[۵۵]

اندازِ تربیت:

آپ جب کوئی خلاف شرع عمل دیکھتے تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہوئے سختی نہیں فرماتے تھے، بلکہ اشارے یا کسی مثال سے سمجھاتے تھے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جو آدمی ہماری صحبت میں آتا رہے گا وہ خود بخود ناجائز کاموں کو چھوڑ دے گا اور نیک کام کرنے لگے گا۔ آپ کی مجلس بہشت نظیر تھی کسی کو امر ونہی، ترغیب وترہیب اور روک ٹوک کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی غیبت کرنا چاہتا تو آپ اسے روکنے کی غرض سے فوری طور پر اس کی تعریف شروع فرمادیتے تھے۔[۵۶]

آئینہ دل کی پاکیزگی:

نماز میں آپ کی خواہش ہوتی کہ صف جماعت میں آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب میں سے کوئی آدمی کھڑا ہو، کیونکہ ناآشنا شخص کی غفلت ونقصان اور وسوسے کا عکس آپ کے آئینہ دل میں ظاہر ہوجاتا تھا۔ ایک دن نماز کی صف میں ایک درویش آپ کے ساتھ کھڑا تھا۔ اسے لحاف کی ضرورت تھی، لہٰذا اس کے دل میں لحاف مانگنے کا خیال گزرا۔ اس کا یہ وسوسہ آپ

کے قلب پر منعکس ہو گیا۔ چنانچہ نماز پڑھنے کے بعد آپ نے فرمایا: ''جسے لحاف کی ضرورت ہو، اسے لحاف دے دیا جائے۔'' یہ سن کر مذکورہ درویش خوفزدہ ہو گیا کہ مبادا اس کے دل میں جو ایسا خیال گزرے جس پر حضرت خواجہ ملامت کریں۔ [۵۷]

سادگی اور تسلیم و رضا:

آپ کا کھانا پینا، لباس اور رہن سہن تکلفات سے عاری تھا۔ اگر کئی روز تک آپ کے لیے ایسا کھانا آتا جو آپ کو مرغوب و پسند نہ ہوتا تو بھی آپ ہرگز یہ نہ فرماتے کہ کوئی دوسرا کھانا لایا جائے۔ لباس میلا ہو جاتا تو از خود نہ فرماتے کہ دوسرا لباس لاؤ۔ اسی طرح تنگ و تاریک مکان میں مقیم رہتے اور اگر وہ شکستہ ہو جاتا، یا کوڑے کرکٹ سے بھر جاتا تو آپ اس کی مرمت، صفائی اور روشنی کا مطالبہ نہ فرماتے اور تسلیم و رضا کے بحر میں مستغرق رہتے تھے۔ [۵۸]

احتیاط لقمہ:

لقمہ طعام میں آپ کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ پاک جگہ سے قرضہ حسنہ لیتے اور اس میں سے آپ اور آپ کے درویشوں کے لیے کھانا پکتا۔ لقمہ کی پاکیزگی میں بڑے محتاط تھے۔ ہمیشہ تاکید فرماتے کہ کھانا پکانے والا باوضو ہو، بلکہ حضور و صفا کا حامل ہو اور کھانا پکاتے وقت وہ دنیاوی باتوں میں مشغول نہ ہو۔ نیز فرماتے تھے کہ جو لقمہ بے حضوری اور بے احتیاطی سے پکایا جائے، اس کے کھانے سے ایک دھواں پیدا ہوتا ہے، جو فیض کے راستوں کو بند کر دیتا ہے۔ پاکیزہ ارواح جو فیض کا ذریعہ ہیں، ایسے دل کے مقابل نہیں ہوتیں۔ آپ اپنے ارادتمندوں کو اسی احتیاط کا شوق دلاتے تھے اور جو لوگ اس احتیاط میں غفلت برتتے تھے، آپ اپنی نسبت کی نزاکت و پاکیزگی کی بنا پر ان کے احوال میں اس کا ضرر ملاحظہ فرما لیتے تھے۔

لقمہ میں احتیاط کا یہ عالم تھا کہ جو ہدیہ کرتا اگرچہ اسے نَحْنُ لَا نَرُدُّ الْهَدِيَّةَ (یعنی ہم ہدیہ کو رد نہیں کرتے) کے حکم کے تحت قبول فرما لیتے تھے، لیکن اسے اپنے استعمال میں نہ لاتے، بلکہ اسے کسی کو دے کر اس کی جگہ پاک محل سے قرض حسنہ لے لیتے تھے، کیونکہ فقہا کے نزدیک وہ حلت میں ایک اور درجہ پیدا کر دیتا ہے۔ [۵۹]

عبادت وریاضت:

آپ کو عبادت وریاضت کا انتہائی ذوق تھا۔ عمر کے آخری حصہ میں نماز عشاء کے بعد اپنے حجرہ میں تشریف فرما ہوتے۔ کچھ دیر مراقبہ فرماتے۔ جب ضعف اعضاء کا غلبہ ہوتا تو اُٹھ کر نیا وضو بناتے اور دو رکعت نماز پڑھ کر پھر مراقبہ میں مصروف ہو جاتے۔ جب دوبارہ اعضاء میں درد ہونے لگتا تو پھر نیا وضو فرماتے، دو رکعت نماز پڑھتے اور مراقبہ میں مصروف ہو جاتے۔ صبح تک یہی عمل جاری رہتا۔[۱۰]

زہد وتقویٰ:

آپ کے زہد وتقویٰ کا یہ عالم تھا کہ آپ کی مجلس میں دنیاوی امور کا تذکرہ نہیں ہوتا تھا، البتہ اگر کوئی صاحب حاجت آتا تو اس کی سفارش فرما دیتے تھے۔

آپ دنیا کے کاموں کی اپنے اور اپنے درویشوں کے لیے کبھی کوئی تدبیر نہ فرماتے تھے۔ نیز اپنے ارادتمندوں اور مریدوں کے لیے فقر وفاقہ اور زہد وقناعت کے سوا کچھ نہ چاہتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جسے ہم سے مالی مدد پہنچے، وہ یقین رکھے کہ ہماری دینی محبت اس کے ساتھ کم ہے۔

آپ کے امیر اور مالدار عقیدتمند جب عرض کرتے کہ حضرت اجازت عنایت فرمائیں کہ ہم فقراء اور درویشوں کے لیے کچھ وظیفہ مقرر کر دیں تو آپ کے جن درویشوں نے آپ کے ساتھ نسبت معنوی درست کرنی ہوتی، آپ ان کے بارے میں انکار فرما دیتے اور دوسرے کم نسبت فقراء کے لیے وظیفہ ومدد کی درخواست کو قبول فرما لیتے تھے۔

آپ نے حجاز مقدس کے سفر کا عزم فرمایا تو مرزا عبدالرحیم خانخاناں رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۶ھ/ ۱۶۲۷ء) نے ایک لاکھ روپیہ آپ اور آپ کے ہمراہیوں کے لیے بطور زادِ راہ بھیجا اور قبولیت کے لیے درخواست کی۔ آپ نے یہ رقم واپس بھجوا دی اور ناراض ہو کر ارشاد فرمایا کہ حج کرنا اتنا ضروری نہیں کہ مسلمانوں کا اس قدر روپیہ پیسہ ہم اپنے آپ پر خرچ کریں۔[۱۱]

آدابِ مجلس:

ایک روز ایک درویش نے آپ کی مجلس میں اُونچی آواز سے کہا: ''اللہ''۔

یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا: ''اسے کہو کہ ہماری مجلس میں آداب کو ملحوظ رکھ کر ہمارے پاس آیا کرے۔''

حضرت امام اعظم کی زیارت:

آپ ہمیشہ عزیمت پر عمل فرمایا کرتے تھے۔ چونکہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کی قرأت صحیح احادیث میں وارد ہونے کی بنا پر شافعیہ اس کو لازمی پڑھتے ہیں اور حنفیہ ایک دوسری صحیح حدیث پر عمل کرتے ہوئے نہیں پڑھتے۔ آپ بعض اوقات امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھ لیتے تھے۔ ایک روز امام الائمہ سراج الامہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۵۰ھ/ ۷۶۷ء) کی خواب میں زیارت ہوئی کہ وہ اپنی شان میں ایک فصیح و بلیغ قصیدہ پڑھ رہے ہیں، جس سے یہ مطلب سمجھا جاتا تھا کہ میرے مذہب میں ہزاروں اولیائے کرام گزرے ہیں جو امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھتے تھے۔ اس خواب کے بعد آپ نے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کو ترک فرما دیا۔[۶۲]

امراء وشاہی حکام کو نصائح:

جب آپ دہلی میں تشریف فرما ہوئے اور روحانی حلقوں میں آپ کی شہرت ہو گئی تو دور ونزدیک سے طالبان حق آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر رشد و ہدایت حاصل کرنے لگے۔ امراء اور شاہی حکام بھی آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے، جن میں بخشی الملک شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ المخاطب نواب مرتضیٰ خان (م ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء)، امیر الوزراء مرزا خانخاناں رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۶ھ/ ۱۶۲۷ء)، سپہ سالار دکن مرزا قلیج خان (م ۱۰۲۳ھ/ ۱۶۱۴ء)، حاکم پنجاب، خان اعظم مرزا عزیز (م ۱۰۳۳ھ/ ۲۴-۱۶۲۳ء)، صدر جہان صدر الصدور اور ابوالفضل (م ۱۰۱۱ھ/ ۱۶۰۲ء) کے بہنوئی خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۳ھ/ ۱۶۳۳ء) شامل تھے۔ نواب مرتضیٰ جن کی مدد سے جہانگیر (م ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۸ء) کی تخت نشینی کے کٹھن مراحل طے ہوئے اور جنھوں نے جہانگیر سے پاس شریعت کا عہد لیا، وہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے معتقد تھے۔

آپ نے امراء وشاہی حکام کے ذریعے اکبر بادشاہ (م ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء) کی ملحدانہ

پالیسی کے اثرات کو مٹانے کی سعی فرمائی۔ بعض کو مکتوبات تحریر فرما کر ان کی اسلامی ذمہ داریوں کا احساس دلایا اور انہیں سنت نبوی (ﷺ) پر عمل پیرا ہونے کی نصیحت فرمائی۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۹۶ھ/ ۱۴۹۱ء) کا اصول تھا کہ بادشاہوں اور امیروں کا قرب حاصل کرنے کی بجائے، ان سے ربط بڑھاتے اور انہیں مسخر کر کے اسلام کی رونق اور مسلمانوں کے آرام کا انتظام کرتے۔ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ بیرنگ رحمۃ اللہ علیہ اس اصول اور اس اصول کی مصلحت سے خوب واقف تھے اور جب آپ ہندوستان تشریف لائے تو اس اصول پر عمل کرنے کی ضرورت خاص طور پر تھی۔ اکبر کی بدعتوں نے اگرچہ عام مسلمانوں کو متاثر نہ کیا تھا، لیکن اُونچے طبقے کو اسلام سے قریب لانے کی بڑی ضرورت تھی۔ آپ نے اس طرف خاص طور پر دھیان رکھا اور خدا نے آپ کی کوششوں میں بڑی برکت بھر دی۔[۶۳]

سنت وشریعت کی ترویج کے لیے کوششیں:

جلال الدین اکبر (م ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء) کا زمانہ تھا۔ شریعت مصطفوی (ﷺ) کو پس پشت ڈالا جا رہا تھا۔ اس لیے اصلاح یہی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کر سکتا تھا۔ گویا اپنے مخصوص حالات کی بنا پر برصغیر پاک و ہند اس سلسلے کو دعوت دے رہا تھا۔ اس لیے دیگر سلسلہ ہائے تصوف سے بعد میں آنے کے باوجود اس کا ایسا غلغلہ بپا ہوا کہ تمام پر چھا گیا۔ اس کے ذریعے آپ کے خلیفہ معظم حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) اور ان کے خلفائے عظام نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سنت اور شریعت کی ترویج بڑی اولوالعزمی سے کی۔

غالباً جب جلال الدین اکبر لاہور سے دہلی گیا تو آپ بھی تشریف لے گئے، کیونکہ آپ کی زندگی کا مقصد وحید یہ تھا کہ دربار اکبری کی بدعات کا قلع قمع کیا جائے۔ آپ نے دیندار اور متقی مقتدر امراء کی ایک جماعت تیار کی، جن کی کوششوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ دربار کے حالات نے نیا رُخ اختیار کیا۔

بعد ازاں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) بھی آپ کے مرید بن گئے۔ جنہوں نے آپ کے معارف و تعلیمات کو عام کیا۔[۶۴]

فصل پنجم:

طالبین کی تربیت کا اسلوب

تلقین کا طریقہ:

جب کوئی طالب حق آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ عذر فرماتے اور انکساری سے خود کو اس کام کے لائق نہ ہونا ظاہر فرماتے تھے۔ طالب صادق آپ کے اس انکار کو کسر نفسی اور بلندی مرتبہ سمجھتے تھے۔

آپ جس طالب کو اپنے سلسلہ میں داخل فرماتے تھے پہلے اسے توبہ کراتے۔ بعد ازاں اگر اس میں عشق ومحبت زیادہ ملاحظہ فرماتے تو اسے رابطہ ونگہداشت کے طریقہ سے تعلیم دیتے، جس سے اس طالب کو بڑی کشائش نصیب ہوتی۔

خواجہ برہان ﷫ نے خواجگان دہ بیدی کے اکابرین سے کئی نسبتیں اور اجازتیں حاصل کر رکھی تھیں، وہ استفادہ کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں اپنی صورت کی نگہداشت کی تلقین فرمائی۔ انہوں نے متعجب ہو کر اپنے احباب سے کہا کہ یہ عمل تو مبتدیوں کے مناسب حال ہے۔ حضرت خواجہ کو چاہیے کہ مجھے اس سے اعلیٰ مراقبہ کی تلقین فرمائیں۔ ان کو احباب نے مشورہ دیا کہ آپ حضرت خواجہؒ کے ارشاد کی تعمیل کریں، اسی میں آپ کا بھلا ہے۔ پس انہوں نے صدق دل سے حضرت خواجہؒ کے ارشاد پر عمل کیا اور دو روز کے بعد ان پر نسبت نے ایسا غلبہ کیا کہ سکر طاری ہو گیا اور باوجود تمکین اور عمر رسیدگی کے زمین سے دو دو ہاتھ اُوپر اُچھلنے لگے۔ دیواروں اور درختوں سے ٹکراتے تھے اور جوان آدمی انہیں سنبھال نہیں سکتے تھے۔[65]

تعلیم ذکر:

آپ جس طالب کو ذکر کی تعلیم فرماتے، اپنی ہمت وتوجہ کو بھی اس کے شامل حال رکھتے

اور اس کی حقیقت جامعہ کے ادراک پر نقوش کونیہ کا راستہ بند فرما دیتے۔ سرچشمہ نقشبندیہ کو (یوں) ظہور میں لاتے کہ طالب کا دل اسی وقت ذاکر ہو جاتا اور حضور وجذبہ اسے اپنی آغوش میں لے لیتا۔ بعض طالبین مرغ بسمل کی مانند خاک پر لوٹنے لگتے اور بعض عالم بےخودی میں وارد ہو کر محوحیرت ہو جاتے۔ بعض پر اسی حال میں عالم مثال، یا عالم ارواح یا عالم معانی ظاہر ہو جاتا اور کئی روز اسی حال میں مستغرق رہتے۔ بعدازاں اَلشَّیْخُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ (یعنی پیر زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے) کا نظارہ دیکھنے کا موقع نصیب ہوتا تھا۔ [۶]

ذکر قلب اور نفی واثبات کی تلقین:

آپ اکثر طالبین کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے طریقہ کے مطابق ذکر قلب کی تلقین فرماتے۔ بعض کو ذکر نفی واثبات میں مصروف پاتے اور کسی کو صرف اثبات، یعنی ذکر ذات عز شانہ کی تعلیم فرماتے تھے۔ [۷]

فیض نسبت کی تاثیر:

آپ کو عجیب وغریب کیفیت روحانی اور قوت تاثیر حاصل تھی۔ جس پر آپ کی نظر پڑ جاتی، اس کے حالات بدل جاتے اور پہلی ہی صحبت میں اپنے ذوق وشوق اور اہل معرفت کی روحانی کیفیات حاصل ہو جاتیں اور پہلی ہی توجہ وتلقین میں طالبین کا قلب جاری ہو جاتا تھا۔

آپ کی نسبت کے فیض کی تاثیر کا یہ عالم تھا کہ اکثر طالبین آپ کو دیکھتے ہی مجذوب و مغلوب ہو جاتے تھے۔ جس پر آپ کی نظر پڑ جاتی یا داخل سلسلہ ہوتا تو اس پر محویت وفنائیت کا غلبہ ہو جاتا، اگرچہ اسے اس راہ سے پہلے کوئی مناسبت نہ ہوتی، لوگ آپ کے دروازہ پر مدہوشوں کی طرح پڑے رہتے، بعض لوگوں پر پہلے ہی بار عالم ملکوت منکشف ہو جاتا، جو غیبی کشش کا نتیجہ تھا۔ [۸]

خطیب کی بےخودی:

ایک بار آپ نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے مسجد میں تشریف لے گئے تو ایک خطیب منبر پر بیٹھا خطاب کر رہا تھا، جونہی اس کی نظر آپ کے پر جمال چہرہ پر پڑی، وہ چلایا اور منبر سے نیچے

گر گیا اور خطبہ پڑھنے کی طاقت نہ رہی۔ دوسرے خطیب نے خطبہ پڑھا اور آپ نے نماز پڑھائی۔ [۶۹]

حضرت میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی پر نظر شفقت:

ایک بار حضرت میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء) کی ایک لڑکی کی دایہ انہیں ایک تقریب میں لے گئی۔ جہاں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف فرما تھے۔ دایہ اس لڑکی کو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئی۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس لڑکی کو گود میں بٹھایا اور اس کے حال پر مہربانی فرمائی۔ اس لڑکی نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی داڑھی مبارک پر ہاتھ مارا اور اس کا ایک بال اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ اس پر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میر محمد نعمان کی لڑکی ہم سے یادگار لے رہی ہے۔ عجیب نظر دور بین تھی کہ اسی زمانہ میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی اور حضرت کا وہ موئے مبارک حضرت میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں بطور یادگار باقی رہا۔

حضرت میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ کی یہی لڑکی جوان ہوئیں تو حضرت خواجہ ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء) کی اہلیہ محترمہ بنیں۔ [۷۰]

دایہ کی بے خودی:

حضرت خواجہ میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء) کی لڑکی کی ایک دایہ تھیں۔ حضرت خواجہ محمد میر نعمان رحمۃ اللہ علیہ نے کئی بار ان دایہ سے کہا کہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی مرید بن جاؤ، لیکن یہ مان نہیں رہی تھیں۔ اتفاقاً یہ دایہ حضرت میر محمد نعمان کی لڑکی کے ہمراہ ایک تقریب میں شریک ہوئیں۔ وہاں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے جمال نے ان دایہ پر یوں اثر کیا کہ جب یہ واپس گھر آئیں تو ان پر بے خودی وجذبہ کے آثار طاری ہو گئے۔ انہوں نے اچانک ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئیں۔ ان کا قلب جاری ہو گیا۔ جب وہ ہوش میں آئیں تو ان سے صورت حال کے بارے میں پوچھا گیا۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت خواجہؒ ہر لحظہ عجیب وغریب صورت میں نظر آتے تھے، جس سے میں بے ہوش ہو گئی اور اب صورت حال یہ ہے کہ میرا دل

ذاکر ہو گیا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات پہنچی تو آپ نے تبسم فرمایا۔ بعدازاں حضرت خواجہؒ نے ان خاتون کو تلقین ذکر فرمائی اور وہ فیروز آباد، دہلی کی صاحب حال خواتین میں شامل ہو گئیں۔ [۱]

غلبہ سکر کا جاری ہونا:

رمضان المبارک میں ایک رات حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے اپنے ایک خادم کو فالودہ دے کر آپ کی خدمت میں بھیجا۔ خادم نے سادہ لوحی کی وجہ سے آپ کے ہاں پہنچ کر دروازہ خاص کھٹکھٹایا۔ آپ نے کسی کو جگانے کی بجائے خود جا کر دروازہ کھولا۔ خادم کے ہاتھ سے فالودہ کا برتن لیتے ہوئے آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میرا نام باما ہے۔ آپ نے فرمایا ''چونکہ تم ہمارے شیخ احمد کے خادم ہو، لہٰذا ہمارے ساتھ ہو۔'' جونہی یہ خادم واپس ہوا تو اس پر سکر و نسبت کا جذبہ غالب تھا اور وہ گرتا پڑتا شور کرتا ہوا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا حال ہے؟ اس نے عالم جذب و مستی میں کہا: ''میں پتھر، درخت اور زمین و آسمان میں ہر جگہ ایک نہایت بے رنگ نور دیکھ رہا ہوں، جس کو بیان نہیں کر سکتا۔'' اس پر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے حاضرین سے فرمایا:

> ''یہ حضرت خواجہ کے سامنے گیا ہے، اس آفتاب کے رُوبرو ہونے سے ایک شعاع اس ذرہ پر پڑ گئی ہے۔''

دوسرے دن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رات کا قصہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا۔ یہ سن کر حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ مسکرا پڑے۔ [۲]

نظر کیمیا اثر:

ایک دن ایک فوجی آفیسر آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ طہارت کے لیے مسجد سے باہر تشریف لے جانے لگے تو دیکھا کہ ان آفیسر کے خادم گھوڑے کی باگ تھام کر دروازہ پر کھڑے ہیں۔ آپ کی نگاہ مبارک جونہی خادم پر پڑی، ان پر جذبہ و بے خودی کی حالت طاری ہوگئی۔ وہ زمین پر گرے اور یونہی گیند کی مانند گھوڑوں کے درمیان لڑھکتے رہے۔ رات کا ایک حصہ اسی بے قراری میں گزارنے کے بعد جب قدرے سنبھلے تو بازار کی طرف نکل گئے اور وہاں سے جنگل میں روپوش ہوگئے۔ [۳]

اصلاح احوال:

ایک روز ایک صاحب حال وکشف درویش آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت! میں اپنے کام میں بندش اور باطن میں کدورت پاتا ہوں، لیکن سمجھ نہیں آ رہی کہ بندہ سے کیا خطا سرزد ہوئی ہے۔ آپ نے ان کے حال پر توجہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ لقمہ میں بے احتیاطی ہوگئی ہے؟ درویش نے جب تحقیق وتفتیش کی تو معلوم ہوا کہ ان کا کھانا پکانے کے لیے جو ایندھن استعمال ہوا تھا، اس میں چند لکڑیاں ایسی شامل تھیں، جو کسی کی تھیں۔ [۴]

نانبائی پر توجہ:

ایک بار آپ کے گھر میں چند مہمان آئے۔ کھانے کے لیے کچھ نہ تھا۔ لہٰذا آپ مہمانوں کی ضیافت کے فکر میں پریشان ہوئے اور کھانے کی جستجو ہوئی۔ آپ کے گھر کے ساتھ حسن نانبائی رحمۃ اللہ علیہ کی دکان تھی۔ اتفاقاً انہوں نے آپ کی اس تشویش سے آگاہ ہوکر ایک اچھی سی روٹی پکائی اور مزیدار نہاری لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کو حسن نانبائی رحمۃ اللہ علیہ کا طرزِ عمل بہت پسند آیا اور آپ نے خوش ہوکر ان سے فرمایا: ''مانگ جو چاہیے'' انہوں نے عرض کیا کہ مجھے اپنی طرح بنادیں۔ آپ نے فرمایا: ''تو اس حالت کو برداشت نہیں کر سکے گا، کوئی اور چیز مانگ لے۔''

وہ اسی سوال پر اصرار کرنے لگے اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اعراض فرماتے رہے، جب ان کی لجاجت زیادہ ہوئی تو آپ مجبور ہو کر انہیں حجرہ میں لے گئے۔ ان پر تاثیر اتحادی کی۔ جب حجرہ سے باہر آئے تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اور حسن نانبائی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان شکل وصورت میں کوئی فرق نہ رہا تھا۔ لوگوں کو امتیاز کرنا مشکل ہو گیا۔ اتنا فرق تھا کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ ہوش میں تھے اور حسن نانبائی رحمۃ اللہ علیہ بے خود اور بے ہوش تھے۔ آخر کار تین روز کے بعد اسی حالت سکر اور بے ہوشی میں فوت ہو گئے۔

حسن نانبائی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک (دہلی) کے قریب مدفون ہیں اور ان کی لوح قبر پر کندہ ہے: ''مزار حضرت خواجہ حسن، خلیفہ و نانبائی حضرت خواجہ باقی باللہ'' [۵۷]

فصل ششم:

کرامات و تصرفات

آپ کی کشف و کرامات بہت مشہور تھیں اور تصرفات بہت قوی تھیں، چند بطور تبرک یہاں نقل کی جاتی ہیں:

بات نہ ماننے والے کا انجام بد:

ایک افسر نے آپ کے ہمسایہ پر ظلم کیا اور اسے اس کے گھر سے نکالنا چاہا۔ آپ نے اس صورت حال کو دیکھ سن کر اس افسر کو منع کیا کہ یہ غریب آدمی میرا ہمسایہ ہے، لہٰذا اسے معاف کر دو، لیکن وہ نہ مانا اور ظلم سے باز نہ آیا۔ آپ کو اس پر بڑا صدمہ ہوا۔ چنانچہ اس افسر سے فرمایا کہ ہمارے خواجگان بڑے غیرتمند ہیں اور یہ غریب انہی کے پڑوس میں رہتا ہے، تم خبردار رہنا۔ چند روز کے بعد اس افسر پر چوری کا الزام لگا اور پکڑا گیا۔ بعد از اپنے خویشوں کے ہمراہ قتل ہو گیا۔[۶]

بیماری سے شفا پانا:

ایک خاتون حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا کی خدمت میں آئی اور کہا کہ میں بانجھ ہوں، لہٰذا میرا شوہر دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ اس خاتون نے بہت رنج اور بیقراری کا اظہار کیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا اس خاتون کو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لائیں اور اس کی عرض کو کہہ سنایا۔ اتفاقاً آپ اس وقت معجون فلاسفہ تناول فرما رہے تھے۔ آپ نے اس کی ڈبیہ اس خاتون کو دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''یہ دوا استعمال کرو، اللہ شفا عطا فرمائے گا۔''

چنانچہ اس خاتون نے جب یہ معجون کھائی اور شفا پائی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اولاد عطا فرمائی اور یوں اس کا خاوند دوسرا نکاح کرنے سے باز آ گیا۔[۷]

شدید زخمی کا صحت یاب ہونا:

ایک ضعیف خاتون کا بیٹا فیروز آباد کے حصار کی دیوار سے گرا اور شدید زخمی ہو گیا۔ اس کے کانوں سے خون جاری ہو گیا اور سانس رُک گیا۔ یہ خاتون دوڑتی ہوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور دعا کے لیے التماس کی۔ آپ اپنی توجہ وتصرف کو بہت پوشیدہ رکھتے تھے، لہٰذا طب کی ایک کتاب طلب فرمائی اور اسے کھول کر ملاحظہ فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا: ''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بچہ زندہ رہے گا''۔ حاضرین یہ سن کر بڑے متعجب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اس لڑکے کو صحت عطا فرمائی، اس کا سانس جاری ہو گیا اور اس کی ضعیف والدہ خوش ہو گئی۔ [۸]

طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی نشر واشاعت:

آپ کی کرامتوں میں سے ایک بہت بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ تین چار سال (اور بروایت زبدۃ المقامات) یا دو تین سال سے زیادہ ہدایت وارشاد کے کام میں مشغول نہیں ہوئے، مگر اس تھوڑی سی مدت میں بندگان خدا میں آپ نے ایسا تصرف فرمایا کہ اکثر مشائخ وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ سے تلقین پائی۔ اس طرح آپ کے انوار وبرکات تمام روئے زمین پر پھیل گئے، جہاں کوئی طالب خدا تھا، وہ آپ کی خدمت میں دوڑتا آیا۔ اس تھوڑی سی مدت میں ہندوستان سمرقند بن گیا اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ احراریہ جو ہندوستان میں عنقا کا وجود رکھتا تھا، پورے طور سے مشہور ہو گیا اور پھیل گیا:

چہ بادہ ایست کہ از نشہ اش جہاں مست است
زمانہ مست و زمین و آسمان مست است

یعنی (یہ) کیسا شراب کا پیالہ ہے جس کے نشے سے جہاں مست ہے؟
زمانہ مست ہے اور زمین وآسماں مست ہے۔

شروع میں آپ کی دہلی میں تشریف آوری پر وہاں کے بعض بڑے مشائخ نے آپ کے ظہور سے غیرت کھائی اور بہت توجہات ودعوے کیے۔ آخر اس سے انہوں نے کوئی فائدہ

نہ اُٹھایا اور نفع کی بجائے نقصان پایا۔ پس مجبور ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے حقیقی مخلصین میں شامل ہو گئے۔ ۷۹

بیماری سے صحت یابی:

ایک روز آپ کے گھوڑے کے سائیس کا لڑکا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے والد کے پیٹ میں شدید درد ہے اور وہ مرنے کے قریب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے اس بے زبان (گھوڑے) کا حق لے لیا ہے، اگر وہ اسے واپس دے دے تو صحت یاب ہو جائے گا۔ لڑکا فوراً اپنے باپ کے پاس پہنچا اور اسے آپ کی بات سنائی۔ اس پر اس لڑکے کے باپ نے کہا: ''حقیقت یہی ہے جو حضرت نے فرمائی، میں نے کچھ روغن اور دانہ آج ہی لے لیا تھا۔'' پھر اس نے یہ واپس کر دیا اور اسی وقت صحت یاب ہو گیا۔ ۸۰

مزاحمت کا انجام:

حضرت حسام الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۳ھ/ ۱۶۳۳ء) ترک دنیا کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشغول طریقت ہو گئے۔ ابوالفضل (م ۱۰۱۱ھ/ ۱۶۰۲ء) جو حضرت حسام الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ سے قرابت رکھتا تھا، وہ ہمیشہ ان کے کاموں میں مزاحم ہوتا اور انہیں فقر سے ہٹا کر دولتمندی کی طرف متوجہ کرنے میں لگا رہتا تھا۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں یہ صورت حال عرض کی اور اپنی پریشانی کا بتایا۔ آپ نے فرمایا کہ تسلی رکھو اس ملحد دین کا کام چندروز میں اُلٹ پلٹ ہو جائے گا۔ پھر یونہی ہوا کہ ابوالفضل انہی ایام میں قتل ہو گیا۔ اس کی تاریخ قتل یہ کہی گئی:

مع: تیغ اعجاز رسول اللہ سر باغی برید

یعنی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کی تلوار نے باغی کا سر قلم کر دیا۔ ۸۱

انوار جمال وروحانیت:

ایک درویش آپ کے مریدین میں شامل تھا۔ اس نے ایک صاحب سے کہا کہ حضرت خواجہ سے میرے حال پر خلوص توجہ کے لیے عرض کرو۔ ان صاحب نے آپ کی خدمت میں

اس کے لیے درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ اس (درویش) کا حصہ ہمارے ہاں بہت کم معلوم ہوتا ہے۔ اس طرح ان صاحب نے جو آپ سے سنا وہ اس درویش کو بتا دیا۔

اس درویش نے یہ سن کر اپنا گریبان چاک کیا، سر پر خاک ڈالی اور آہ و نالہ کرتا ہوا آپ کے آستانہ کی طرف چل پڑا۔ بے حالی کی وجہ سے راستے میں کئی بار کیچڑ میں گرا، پگڑی کہیں جا گری اور جوتے کہیں۔ یونہی عالم بے خود میں آپ کی مسجد میں پہنچا۔ جب اس درویش کی نظر آپ کے رُخِ انور پر پڑی تو دوڑ کر دیوانوں کی طرح آپ سے لپٹ گیا۔ آپ نے اسے الگ کیا اور فرمایا کہ ہماری پیشانی پر نگاہ کرو۔ پس آپ کی طرف نگاہ کرتے ہی وہ بے ہوش ہو گیا اور خاک پر جا گرا۔ آپ اندر تشریف لے گئے۔ بعد ازاں یہ درویش ہوش میں آیا تو حاضرین نے بے ہوش ہونے کا سبب پوچھا۔ درویش نے کہا کہ جب میں نے حضرت خواجہ کی پیشانی مبارک کی طرف نگاہ کی تو جو کچھ دیکھا، وہ بیان نہیں کر سکتا۔ اس دید پر انوار کی تاب نہ لا سکا اور بے ہوش ہو گیا۔[۸۲]

اسرار و رموز:

آپ کے ایک صاحب راز سے منقول ہے کہ ایک روز آپ ہندوستان سے ماوراء النہر جانے سے پہلے لاہور میں باجماعت نماز پڑھنے کے لیے ایک مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔ نماز ادا کرتے ہوئے آپ کے سینہ مبارک سے ایک انتہائی خوفناک آواز ظاہر ہوئی، جس سے آپ کی صف میں موجود سب نمازی حیران ہو گئے۔ فرض نماز سے فراغت کے بعد آپ فوراً اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے، تاکہ یہ راز پوشیدہ رہے۔

یہی صاحب راز راوی ہیں کہ آپ اس راز کو پوشیدہ رکھنے کے لیے چند روز اپنی قیام گاہ پر ہی دو تین شخصوں کے ساتھ (باجماعت) نماز ادا فرماتے رہے۔ ایک روز نماز پڑھتے ہوئے میں نے دیکھا کہ آپ کا سینہ مبارک جس طرح قبلہ کی طرف تھا، اسی طرح ہماری جانب بھی تھا اور آپ ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر میرے باطن میں کپکپی طاری ہو گئی۔ میں نے کانپتے ہوئے نماز مکمل کی اور نماز پڑھنے کے بعد میں نے آپ سے اس بارے میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ ان اسرار کو ہرگز کسی سے بیان نہ کرنا۔[۸۳]

عظمت ورعب:

اکابر وفضلا میں سے ایک عمر رسیدہ عزیز بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں نماز جماعت میں حاضر ہوا۔ آپ بھی اس جماعت میں شامل تھے۔ پہلی صف میں جگہ نہ تھی۔ آپ کے پہلو میں جگہ خالی تھی۔ مجھے آپ سے اعتقاد نہ تھا اور آپ کو کم سنی میں دیکھ چکا تھا، لہٰذا ادب کا پاس نہ رکھتے ہوئے میں آپ کے پہلو میں موجود خالی جگہ میں کھڑا ہو گیا۔ اچانک آپ کی عظمت و رعب سے مغلوب ہونے لگا، ہر چند میں نے خود پر قابو پانے کی کوشش کی، لیکن ناچار اور بے اختیار ہو کر دوران نماز ہی میں نے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ قریب تھا کہ میں چبوترے سے گر پڑتا، آخر کار میں خبردار ہو گیا۔ اس حال کے مشاہدہ کے بعد یہ صاحب آپ کے حقیقی مخلصین میں شامل ہو گئے۔ [۸۴]

نگاہ مبارک کے انوار:

حضرت میر محمد نعمان بدخشی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء) سے مروی ہے کہ ایک بار چند روز تک میرے اُوپر بعض واردات اور سکر یہ احوال خلاف شریعت غالب ہوئے تو میں نے ان کو دفع کرنے کے لیے پوری کوشش کی، لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ میں نے مجبور ہو کر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ میں مسجد میں گیا تو جماعت کی تیاری ہو رہی تھی اور ابھی تکبیر تحریمہ نہیں باندھی گئی تھی۔ میں پہلی صف میں کھڑا ہو گیا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ دوسری صف میں تشریف فرما تھے۔ اتفاقاً میری نظر آپ پر اور آپ کی مجھ پر ایک ساتھ پڑی۔ پس آپ کی نگاہ مبارک کی برکت سے میری مذکورہ بالا حالت جسے دور کرنے کے لیے عازم تھا، فوراً زائل ہو گئی۔ [۸۵]

شفایابی:

سلسلہ چشتیہ کے ایک شیخ کے صاحبزادہ صاحبؒ نے آپ کی صحبت میں حاضر رہ کر طریقہ عالیہ نقشبندیہ اخذ وکسب کیا اور آپ کی خدمت ہی میں رہنے لگے۔ اتفاق سے یوں بیمار ہوئے کہ ان کے بچنے کی اُمید نہ رہی۔ عقیدتمندوں نے ان کی شدید علالت کا تذکرہ آپ کی خدمت

میں کیا تو آپ نے فرمایا کہ ان صاحب کے دل میں خیال آیا تھا کہ طریقہ نقشبندیہ کو ترک کر کے اپنے بزرگوں کی نسبت پیدا کرنی چاہیے اور اپنے آبائی سلسلہ کو اختیار کرنا چاہیے۔ ان کا یہ خیال ہم پر ظاہر ہوا تو ہمیں دکھ ہوا اور غیرت آئی۔ ان سے کہو کہ وہ اس خیال سے توبہ کریں، تا کہ صحت یاب ہو جائیں۔ احباب نے جا کر ان کو بتایا تو انہوں نے کہا کہ بالکل میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا تھا، لہٰذا وہ اپنے خیال پر نادم ہوئے اور توبہ کی، جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں صحت عطا فرما دی۔[۸۶]

فیض عالی:

جن دنوں آپ بیمار تھے۔ ایک رات حضرت میر محمد نعمان بدخشی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء) آپ کی تیمارداری اور خدمت گزاری پر معمور تھے۔ آپ نے ایک نگاہ ان پر ڈالی، جس کے اثر سے ان پر یہ حال غالب ہو گیا جو کام ان سے صادر ہوتا تھا، اس کے بارے میں یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ آیا یہ کام اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہے یا نہیں؟ اس طرح ہر حرکت و سکون اور قدم اُٹھانے پر ان کا یہی خیال قائم ہو گیا۔ آپ نے اسی بیماری میں حضرت میر محمد نعمان بدخشی رحمۃ اللہ علیہ کو اس بارے میں بتایا کہ آپ نے اپنے تسلیم و رضا کے بیکراں سمندر سے ایک موج اور بحر محیط سے ایک فیض آپ کو پہنچا دیا تھا۔[۸۷]

توجہ فیض:

ایک روز آپ کا ایک مرید آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اس کی بیوی سخت بیمار ہے اور ہلنے جلنے سے معذور ہو گئی ہے۔ ہم اس کے زندہ رہنے سے مایوس ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے گھر جاؤ اور اپنی بیوی کو چادر اوڑھا کر اس پر پردہ کر دو۔ بعد ازاں آپ ان کے گھر تشریف لے گئے مریضہ کے سائبان کے قریب کھڑے ہو کر بیماری کو دفع کرنے کے لیے توجہ فرمائی اور پھر فرمایا کہ اسے (حکم الٰہی) سے شفا نصیب ہو گئی۔ بعد ازاں آپ ان کے گھر سے باہر تشریف لائے۔ یہ مرید بھی آپ کو رخصت کرنے کے لیے ساتھ آیا۔ جب وہ واپس اپنے گھر گیا تو اس کی بیوی صحیح اور تندرست بیٹھی تھی اور بیماری کا اس پر کوئی اثر باقی نہیں تھا۔[۸۸]

فصل ہفتم:

ملفوظات شریف

اہل سیر نے کتب تصوف میں آپ کے بے شمار ملفوظات شریف جمع کیے ہیں، جن میں سے کچھ بطور تبرک یہاں لکھے جاتے ہیں:

اصطلاحات نقشبندیہ:

آپ نے اپنے ایک مکتوب شریف میں سلسلہ نقشبندیہ کی اصطلاحات کو اس طرح تحریر فرمایا ہے:

(۱) یاد کرد:

فرماتے ہیں "یاد کرد" کا مطلب زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر حضوری دل کے ساتھ کرنا ہے، شیخ نے مرید کو جو ذکر تلقین فرمایا ہو، اسم ذات ہو، یا نفی اثبات، زبانی ہو یا قلبی، ہر وقت اس میں مصروف رہے۔

(۲) بازگشت:

یعنی یہ کہنا کہ اے اللہ میرا مقصود تو ہی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ذاکر ذکر کرتے ہوئے جیسے زبان دل سے اللہ اللہ یا لا الٰہ الا اللہ کہہ رہا ہے، ایسے ہی اپنے باطن میں بھی خشوع وخضوع کے ساتھ کہے: "اے اللہ! میرا مقصود تو اور تیری رضا ہے، میں نے تیرے لیے دنیا و آخرت کو ترک کر دیا ہے، تو مجھے اپنی محبت و معرفت نصیب فرما۔"

شروع میں اگر سالک خود کو اس قول میں صادق نہ سمجھتا ہو تو بھی ایسے ہی کہے، کیونکہ اس طرح کرنے سے اس میں تضرع وزاری اور ندامت وشرمندگی میں اضافہ ہوگا۔ بعدازاں آہستہ آہستہ اس قول میں ان شاءاللہ صداقت کے آثار ظاہر ہونے لگیں گے۔

(۳) نگہداشت:

دل کو خطرات سے نگاہ رکھنا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ سالک ذکر کی حالت میں خطرات اور وسوسوں سے دل کی حفاظت کرتا رہے اور پریشان خیالات سے دل کو متاثر نہ ہونے دے۔ ہر روز گھنٹہ، دو گھنٹے یا اس سے زیادہ وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خیال نہ آئے اور اس کی مشق اس قدر کرے کہ ماسویٰ اللہ سب کچھ بھول جائے۔ نیز فرمایا کہ نگہداشت یعنی نسبت کی حفاظت کرنا، جس طرح سے ہو سکے۔

(۴) یادداشت:

یعنی باقی باللہ ہونا اور کیفیت سکر سے حالت صحو میں آنا۔ نیز فرمایا کہ یادداشت یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کی حضوری کا غلبہ حب ذاتی کے ساتھ۔

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب وجدانی ذوق کے طور پر دائمی حضوری و آگاہی نصیب ہو جائے۔ اس کو ''حضور بے غیبت'' بھی کہتے ہیں۔ نیز اسے ''نسبت خاصہ نقشبندیہ'' کا نام بھی دیتے ہیں۔

(۵) ہوش دردم:

سالک کا ہر سانس میں ہشیار ہونا کہ وہ بیدار ہے یا غافل؟ یعنی کوئی سانس بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔

(۶) نظر برقدم:

سالک کا راہ چلتے وقت اپنی قدم گاہ سے نظر کو ادھر ادھر نہ کرنا اور ہر وقت نشست نظر کو روبرو رکھنا اور دائیں بائیں نہ دیکھنا، کیونکہ یہ چیز (یعنی نظر کا ادھر ادھر اُٹھنا) بڑے فساد کا سبب ہے اور حصول مقصود سے مانع ہے۔ اس کا باطنی مطلب یہ ہے کہ سالک کی رفتار سیر وسلوک میں اتنی تیز ہونی چاہیے کہ جس مقام پر نظر پہنچے، فوراً قدم بھی وہاں پہنچ جائے۔

(۷) سفر در وطن:

ناپسندیدہ بشری صفات سے پاکیزہ ملکوتی صفات کی طرف بڑھنا۔ یہ دس مقامات ہیں:

(۱) توبہ (۲) انابت (۳) صبر (۴) شکر
(۵) قناعت (۶) ورع (۷) تقویٰ (۸) تسلیم
(۹) توکل (۱۰) رضا

(۸) خلوت در انجمن:

اس سے مراد ہے ظاہر میں لوگوں کے ساتھ رہنا اور باطن میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہنا۔ سالک کا زندگی ایسے گزارنا کہ خلق خدا کے ساتھ تعلقات رکھتے ہوئے وہ مطلوب حقیقی سے کٹ نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (سورۃ النور، آیت ۳۷)۔
یعنی: وہ لوگ (جنہیں) غافل نہیں کرتی کوئی تجارت، نہ خرید وفروخت اللہ کی یاد سے۔

(۹) وقوف عددی:

ذکر میں سانس چھوڑتے وقت عدد طاق کا لحاظ رکھنا۔

(۱۰) وقوف قلبی:

اپنی توجہ دل کی طرف اور دل کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھنا۔ اپنے ایک دوسرے مکتوب شریف میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

توبہ:

فرمایا: توبہ گناہ سے باز آنے کو کہتے ہیں، چونکہ ہر ایک حجاب گناہ ہے، لہٰذا خلق سے قلبی جدائی میں توبہ کا کمال ہے، جس کی وجہ سے خدا سے ملنا لازمی ہے۔

زہد:

فرمایا: زہد یہ ہے کہ آدمی نفس کے پسندیدہ کاموں سے باز آ جائے، چونکہ رغبت صرف متاع دنیا کے ساتھ ہی وابستہ نہیں ہے، لہٰذا کمال زہد نامرادی ہے، کیونکہ یہ حالت مراد حقیقی سے ملی ہوئی ہے:

ع: چو پیوند ہا بگسلی واصلی

یعنی: جب تو دنیا سے تعلق توڑ لے گا تو اللہ تعالیٰ سے واصل ہو جائے گا۔

توکل:

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے اسباب سے نکل جانے کو توکل کہتے ہیں اور کمال توکل یہ ہے کہ اسباب کے وجود پر بھی نظر نہ رہے، جو شہود حق مطلق ہے۔

قناعت:

فضول چیزوں سے کنارہ کش ہو جانے، صرف ضروریات زندگی پر اکتفا کرنے اور کھانے پینے کی چیزوں میں اصراف سے بچنے کو قناعت کہتے ہیں۔ اس کا کمال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر اکتفا کریں اور اس کی خالص محبت سے آرام پائیں۔

عزلت (گوشہ نشینی):

مخلوق کے میل جول سے کنارہ کشی کو عزلت (گوشہ نشینی) کہتے ہیں۔ اس کا کمال یہ ہے کہ خلقت کو دیکھنے سے نجات مل جائے۔

ذکر:

خدائے بزرگ و برتر کے علاوہ ہر چیز کی یاد سے دل کے خالی ہو جانے اور ماسویٰ اللہ کو بھول جانے کو ''ذکر'' کہتے ہیں۔ ذکر کا کمال یہ ہے کہ اپنی یاد بھی باقی نہ رہے اور ھُوَ الذِّکْرُ وَالْمَذْکُوْر (یعنی وہی ذکر ہے اور وہی مذکور ہے) کا راز اس پر ظاہر ہو جائے۔

توجہ:

تمام خواہشات سے نکل جانے اور پورے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کو "توجہ" کہتے ہیں۔

صبر:

نفس کی لذتوں کو ترک کرنے اور اپنی پیاری اور محبوب چیزوں سے باز رہنے کو "صبر" کہتے ہیں۔

مراقبہ:

اپنے فعل وقدرت اور اوصاف واحوال سے جدا ہو کر فیضانِ الٰہی سے منتظر رہنے اور اللہ تعالیٰ کے دریائے محبت میں ڈوب جانے کو "مراقبہ" کہتے ہیں۔

رضا:

اپنے نفس کی رضا سے باز آ جانے، رضائے الٰہی میں داخل ہو کر احکام ازلیہ کو تسلیم کرنے اور سرذات عبدیہ کے تفویض کرنے کو "رضا" کہتے ہیں۔ [۸۹]

دوام آگاہی:

اکابر طریقہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم نے فرمایا کہ ہمارا طریقہ دوام آگاہی کا ہے اور اس میں عزیمت کی پراگندگی اور فتور کا خلل اثر انداز نہیں ہونا چاہیے۔ خواہ لباس ذکر میں ہو، خواہ صورت توجہ میں، خواہ رابطہ کے توسط میں۔ الغرض جس سے ہو، مقصود حضور مع اللہ ہو۔ جب مذکورہ حضور کی یہ کیفیت ہو جائے کہ وجود غیر کا شعور اس حضور کا مزاحم نہ ہو تو اس کو وجود عدم کہتے ہیں۔ جب یہ کیفیت سالک کا ملکہ ہو جائے تو اس کو مشاہدہ کہتے ہیں اور جب اس حضور کی صفت کو بھی سالک اپنے سے نہ دیکھے تو وہ اپنے فنا حقیقی سے مشرف ہو گیا۔ اس وقت "لَایَعْرِفُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہ" (یعنی اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ ہی پہچانتا ہے) کے معنی ثابت ہوتے ہیں۔ اس مقام میں نہ ارواح ہیں اور نہ اشباح (اجسام) شہود بجانب مشاہدہ ہو جاتا ہے۔

جب وجود حقانی کا لباس بقا سے مشرف ہو کر پوشیدہ ظاہر ہو جاتا ہے اور اپنی تمام صفات کو حضور کی طرح اپنے آپ میں معلوم نہیں کرتا تو اس وقت فضل الٰہی کی مدد سے اجسام کے فصول اور اجناس کو سراسر اعراض دیکھتا ہے اور اعراض کے وجود کو معقولات ثانیہ سے جانتا ہے اور ''اَلْاَعْیَانُ مَا شَمَّتْ رَائِحَۃَ الْوُجُوْد'' (یعنی اعیان نے وجود کی بو بھی نہیں پائی) کا راز اس پر ظاہر ہو جاتا ہے اور سالک زبان حال سے یوں نغمہ سرا ہو جاتا ہے:

رباعی:

تا حق بدو چشم سر نہ بینم ہر دم
از پائے طلب می نہ نشینم ہر دم
گوید کہ حق بچشم سر نتوان دید
آں ایشاں اندو من چنینم ہر دم

یعنی: جب تک میں حق کو سر کی دونوں آنکھوں سے ہر وقت نہ دیکھوں، اس کی طلب سے باز نہیں آؤں گا۔
کہتے ہیں کہ سر کی آنکھ سے حق کو نہیں دیکھا جا سکتا، وہ یونہی کہتے ہیں اور میں اس طرح کہتا ہوں۔

توحید:

فرمایا: توحید حاصل کرنی چاہیے۔ محققین متکلمین کے نزدیک توحید یہ ہے: ''نہیں موثر وجود میں کوئی شے سوائے اللہ کے۔'' یعنی اپنی ساری ذات کو اللہ سے منسوب کرنا اور اپنے آپ کو قدرت سے خالی کرنا۔ اگرچہ علمائے متاخرین میں سے بعض قدرت موثرہ کو فی الجملہ بندہ میں بھی ثابت کرتے ہیں اور ان کی توحید یہ ہے: ''نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے'' لیکن زیادہ صحیح مذہب پہلا ہی ہے۔ صوفیہ کرام جس طرح فعل وقدرت کو حق سبحانہ سے منسوب کرتے ہیں، اسی طرح سات صفات (۱) باقی (۲) علم (۳) سمع (۴) بصر (۵) حیات (۶) ارادہ (۷) کلام کو بھی حق سبحانہ وتعالیٰ سے منسوب کرتے ہیں۔

آپ ایام وصال سے پہلے فرمایا کرتے تھے کہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ طریق توحید (وحدت وجود) کے سوا ایک اور وسیع راہ ہے اور توحید کی راہ اس شاہراہ کے مقابلے میں محض ایک تنگ کوچہ ہے۔[۹۱]

طریقہ نقشبندیہ کی سند:

فرمایا: ''صوفیہ کرام کے سلسلہ میں لوگوں نے خرقہ کی سند رسول اللہ ﷺ سے بطریق عنعنہ بیان کی ہے، لیکن ذکر بطریق عنعنہ بیان نہیں کیا، جبکہ سلسلہ نقشبندیہ اور کبرویہ میں ذکر کی سند بطریق عنعنہ نبی کریم ﷺ تک پہنچتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لے کر آج کے دن تک درمیانی راویوں میں کسی طرح خلل نہیں پڑا۔''

اس موقع پر حاضرین میں سے ایک شخص نے سوال کیا کہ یہ جو کہتے ہیں کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں طریقہ رابطہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے پہنچا ہے، کہاں تک درست ہے؟

آپ نے فرمایا: ''جو ذکر ہمارے سلسلہ میں ہے اور جسے وقوف عددی کہتے ہیں، مقررہ طریقہ کے ساتھ، مثلاً حبس دم اور اس کے ساتھ ''محمد رسول اللہ'' ملانا وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہم تک بطریق عنعنہ پہنچا ہے اور طریقہ صحبت میں بھی آپ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) ہی سے پہنچا ہے، کیونکہ آپ سفر و حضر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہتے تھے اور بطریقہ صحبت فیض حاصل کرتے تھے۔ اصل اس کام میں صحبت ہے اور رابطہ اس کا ظل ہے، جب صحبت ظاہری مفقود ہو تو اس طریقہ والوں نے رابطہ پر اکتفا کیا ہے، جو صحبت معنوی ہے۔[۹۲]

طریقہ نقشبندیہ کا دارومدار:

آپ نے فرمایا: ''ہمارے طریقہ کا دارومدار تین باتوں پر ہے: (۱) اہل سنت و جماعت کے عقائد پر ثابت قدم رہنا، (۲) دوام آگاہی، (۳) عبادت۔ اگر کسی شخص کی ان تین چیزوں میں سے ایک میں بھی خلل و فتور آ جائے تو وہ ہمارے طریقہ سے خارج ہے۔ ہم عزت کے بعد ذلت اور قبول کے بعد ردّ سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔''[۹۳]

اہل اللہ:

آپ نے فرمایا: ''اہل اللہ کے تین گروہ ہیں: (۱) عباد (۲) صوفیہ (۳) ملامتیہ۔

عباد وہ لوگ ہیں جنہوں نے ظاہر عبادت پر اکتفا کیا ہے، وہ فرائض وسنتوں کے بعد خیرات پر قیام کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ چاہتے ہیں کہ خیرات میں سے کسی چیز کی فروگزاشت نہ ہو۔ وہ صوفیہ کے اذواق ومواجید سے بہرور نہیں ہوتے۔ عباد میں سے جو شخص صوفیہ کے اذواق ومواجید سے بہرہ ور ہو گیا، وہ گروہ صوفیہ میں داخل ہو گیا اور اپنے مرتبہ سے نکل آیا۔

صوفیہ وہ گروہ ہے جو مواجید واذواق سے بہرور ہیں۔ وہ اپنے خوارق وعادات کو مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رکھتے۔ تمام کاموں میں ان کی نظر اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہے۔ وہ مخلوق کو مظاہر حق جانتے ہیں۔ اس گروہ میں ایک طرح کا تکبر اور بڑائی رہ گئی ہے۔

ملامتیہ وہ لوگ ہیں، جو عام لوگوں کے لباس میں رہتے ہیں اور عوام سے کچھ امتیاز نہیں رکھتے۔ وہ ظاہر میں فرائض وسنن موکدہ پر اکتفا کرتے ہیں، اخلاص کی رعایت میں کوشش کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اپنی خوارق ظاہر کر کے مشہور وظاہر نہیں کرتے۔ اس امر میں انہوں نے حق سبحانہ وتعالیٰ کا اتباع کیا ہے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ عالم ظہور کا محل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود کو عام لوگوں کی نظروں سے پنہاں رکھا ہے، لہٰذا وہ بھی اپنے آپ کو مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔ اسی لیے اکثر لوگ ان کو اپنے جیسا خیال کرتے ہیں۔ یہ گروہ تکبر سے بالکل آزاد اور پاک ہے۔ وہ مقام عبودیت کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں۔ حضرت شیخ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے اس گروہ کے کئی سردار ٹھہرائے ہیں۔ سب سے بڑے سردار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بتائے ہیں۔ صحابہ کرامؓ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور مشائخ میں سے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابوسعید خراز رضی اللہ عنہ، حضرت ابوالسعود رحمۃ اللہ علیہ اور خود کو سردار کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ دوسروں کے بارے میں خاموش ہیں، لیکن ان کی نفی نہیں کرتے۔ شیخ (ابن العربی) کا طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ کسی خاص وقت میں کشف میں آ گیا، اسے لکھ دیتے ہیں۔ فرقہ ملامتیہ میں جو لوگ اپنے آپ کو مخلوق پر بعنوان ملامت ظاہر کرتے ہیں اور بعض ایسی

چیزوں کے مرتکب ہوتے ہیں، جو ظاہری اعتبار سے ممنوع ہیں، مثلاً سفر میں ماہ رمضان میں دن کے وقت بازار میں کھاتے پھرتے ہیں، تاکہ مخلوق کی نظروں سے ان کا اعتبار اُٹھ جائے، ایسے لوگ رتبہ و مرتبہ میں صوفیہ سے کم درجہ کے ہیں۔ مخلوق ان کی نظروں سے ساقط نہیں ہوئی ہے۔[۹۴]

جہالت:

آپ نے ایک روز فقراء پر بعض منکرین کے اعتراض کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اولیاء کبیرہ گناہوں سے محفوظ نہیں ہیں، اگر اتفاقاً ان سے اس قسم کی کوئی حرکت سرزد ہو جائے تو اس سبب سے ان کو ولایت سے خارج کر دینا جہالت ہے، بلکہ دیکھنا چاہیے کہ وہ ہمیشہ یا اکثر کون سی منزل میں رہتے ہیں۔ اس حالت میں اگر کبھی بشریت کے تقاضا سے ان سے کوئی کبیرہ گناہ صادر ہو جائے تو اس میں ان کو معذور سمجھنا چاہیے۔''[۹۵]

پیر کی اقسام:

آپ نے فرمایا: ''پیر تین قسم کے ہوتے ہیں: (۱) پیر خرقہ، (۲) پیر تعلیم، (۳) پیر صحبت۔

پیر خرقہ وہ ہے، جس سے خرقہ ارادت پہنا جائے۔ جس بزرگ سے خرقہ تبرک و اجازت ملے، اسے اہل تصوف کی اصطلاح میں پیر خرقہ کہتے ہیں۔

پیر تعلیم ذکر کے معنی میں ظاہر ہے۔

پیر صحبت وہ ہے، جس سے لوگ صحبت رکھیں اور اس کی صحبت سے منافع اور ترقیاں حاصل کریں۔

بعد ازاں ارشاد فرمایا:

''ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ اور کبرویہ میں پیر پیر خرقہ کو کہتے ہیں۔ ان سلسلوں کے اصحاب کی اصطلاح میں پیر مطلق پیر خرقہ کو کہتے ہیں۔ اسی واسطے ایک شخص کے لیے کئی پیروں کے ہونے کو تسلیم نہیں کرتے اور پیر تعلیم و پیر صحبت کو مرشد کہتے ہیں۔ حضرت خواجہ نے اسی مطلب کے مطابق ایک بزرگ کا نام لے کر فرمایا کہ انہوں نے اپنے رسالوں میں لکھا ہے کہ

پیر خرقہ متعدد ہونا مکروہ ہے اور اسی طرح پیر تعلیم کئی ہونا بھی مکروہ ہے، لیکن پیر صحبت کئی ہو سکتے، بشرطیکہ پہلا پیر اجازت دے دے یا اس کی صحبت فوت ہو جائے۔" پھر آپ نے فرمایا کہ ہاں! پیر خرقہ متعدد نہیں ہوتے، لیکن پیر تعلیم، پیر صحبت کی طرح کئی ہو سکتے ہیں اور یہی سالکین کا معمول ہے۔[۹۶]

طریقہ سلوک میں ناقص:

آپ نے فرمایا:

"جو شخص معصیت میں گرفتار ہے، یا دنیا سے کچھ رغبت رکھتا ہے، یا سبب پر نظر رکھتا ہے، یا بقدر ضرورت معاش پر اکتفا نہیں کرتا، یا لوگوں سے میل جول رکھتا ہے یا اس کے اوقات حق سبحانہ وتعالیٰ کے ذکر سے معمور نہیں، یا اللہ تبارک وتعالیٰ سے غیر خدا طلب کرتا ہے، یا نفس کے ساتھ مجاہدہ نہیں کرتا، یا اپنی ذات اور اپنے احوال پر نظر رکھتا ہے اور اپنی قوت وطاقت پر بھروسہ کرتا ہے، یا اپنے آپ کو احکام ازلیہ کے حوالہ نہیں کرتا، وہ طریق تحقیق کے سلوک میں ناقص ہے۔

مخفی نہ رہے کہ بعض منتہی درویش جو اپنی خواہشات وضروریات سے نکل چکے ہیں، ضروری معاش پر اکتفا کرنے اور لوگوں سے میل جول نہ رکھنے اور نفس کے ساتھ مجاہدہ کرنے میں کسی خاص وجہ سے ثابت نہیں رہے ہیں، ہر ایک کے لیے ایک جہت ہے، جس کی طرف وہ منہ کرنے والا ہے۔"[۹۷]

طریقہ انجذاب ومحبت الٰہی:

فرمایا: "انجذاب اور محبت الٰہی کا طریقہ مقصود تک پہنچانے والا ہے اور اس کا رُخ سوائے ذات حق سبحانہ وتعالیٰ کے اور کسی طرف کو نہیں ہے، بخلاف دوسرے طریقوں کے کہ ان کا رُخ انوار کی جانب بھی ہے۔ مجبوراً بعض (سالکین) ان ہی انوار میں رہ جاتے ہیں۔ یہ انجذاب اور محبت تمام افراد انسانی میں ہے، لیکن پوشیدہ ہے، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ اسی انجذاب کی تربیت کرتے ہیں۔"[۹۸]

محبت ذات ومحبت صفات:

آپ نے محبت ذات وصفات کی تحقیق کے ضمن میں ارشاد فرمایا:

''محبت صفات یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کسی سے اس لیے محبت رکھتا ہے کہ وہ عالم ہے، یا شجاع ہے تو اس وقت اس کی محبت صفت علم وشجاعت پر موقوف ہوگی۔ اگر یہ اوصاف اس سے دور ہو جائیں تو اس کی محبت بھی جاتی رہے گی اور محبت ذاتی یہ ہے کہ کسی شخص کو بغیر لحاظ کسی صفت کے دوست رکھے۔ یہ نہیں کہ جب وہ کسی صفت کے ساتھ متصف ہو تو اس وقت محبت میں زیادتی ہو اور جب کسی صفت کے ساتھ نہ ہو تو محبت میں کمی آ جائے۔ [۹۹]

مکاشفہ:

ایک روز یہ عبارت نظر میں آئی کہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس اللہ سرہ نے نقد نصوص میں تحریر فرمایا ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حضور کی حالت میں بغیر اس کے کہ حس سے غائب ہوں، غیبی امور کے بعض حقائق اس گروہ پر کھل جاتے ہیں۔ اسی کو مکاشفہ کہتے ہیں۔ مکاشفہ کبھی جھوٹ نہیں ہوتا، کیونکہ مکاشفہ سے مراد علائق بدن سے مجرد ہونے کی حالت میں روح کا مغیبات کے مطالعہ میں متفرد ہونا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ حضرت مخدومی (جامیؒ) نے یہ مضمون ترجمہ عوارف سے نقل کیا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ بعضے مکاشفات جن میں خیال کو کچھ دخل ہے، ان میں خطا بھی ہو جاتی ہے، لیکن علوم یقینی جو مدرکہ پر الہام کیے جاتے ہیں، ان میں خطا کو کچھ دخل نہیں۔ اس موقع پر ایک درویش نے عرض کیا کہ بعض علوم یقینی میں بھی جو بطریق الہام معلوم ہوتے ہیں، خطا پائی جاتی ہے، اس کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ صاحب الہام اپنے مقدمات مسلمہ میں سے بعض کو جو اس کے نزدیک یقینی ہیں، ان علوم یقینی کے ساتھ ملا لیتا ہے۔ اسی وجہ سے ان میں خطا آ جاتی ہے، ورنہ صرف علوم الہامیہ میں خطا کی گنجائش نہیں۔ علوم عقلیہ کے علماء جو قوانین منطق کی رعایت کرتے ہیں، کبھی ان کے فکر میں خطا داخل ہو جاتی ہے۔ اس میں راز یہ ہے کہ اپنے مقدمات مقررہ کو یقینی خیال کر کے اس میں ملا لیتے ہیں۔ ورنہ منطق تو وہ علم

ہے کہ اس کی رعایت ذہن کو فکر میں خطا سے بچاتی ہے۔ اگر صرف منطق کا استعمال بغیر ایسے مقدمات ملانے کے ہو تو ذہن کبھی خطا نہ کرے۔ [۱۰۰]

کشف کی اقسام:

اس موقع پر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، ان کو کشف کی کچھ ضرورت نہیں، کیونکہ کشف دو قسم کا ہوتا ہے: ایک کشف دنیوی، جو بالکل کسی کام نہیں آتا۔ دوسرا کشف اخروی، جو کتاب وسنت میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے اور عمل کے لیے کافی ہے۔ کوئی کشف اس کے برابر نہیں۔ [۱۰۱]

مراقبہ کی معیت:

فرمایا: مراقبہ کی حقیقت انتظار کرنا ہے اور انتظار کی صفائی مقصود کی طلب میں ہے، ایسی حالت میں کہ طالب اپنی قوت وطاقت سے نکل جائے اور مقصود (اللہ) جل ذکرہ کے دیدار کا مشتاق اور اس کے عشق کے سمندر میں مستغرق ہو جائے۔ قوت وطاقت کی دید کوشش کا غبار ہے اور آستانہ انتظار کشش ہے۔ اس قسم کا مراقبہ سوائے منتہی اور قریب الانتہا کے دوسرے کو حاصل نہیں ہوتا۔ اسی واسطے ابوالخباب نجم الدین کبریٰ قدس سرہ نے ان دس اصلوں کے بیان میں کہ جن پر موت بالارادہ موقوف ہے، اس مراقبہ کو نویں اصل قرار دیا ہے لیکن مبتدی عاشق کو منتہی کی تقلید کرنی چاہیے اور خود کو قوت وطاقت کی دید سے نکال کر انتظار محض کرنا چاہیے۔ باقی مراقبات جو مقصود کو شکل ومثال اور علم وخیال سے مقید کر کے عرصہ تعقل میں لاتے ہیں، اس مراقبہ سے کم درجہ کے ہیں:

ہر چہ پیش تو پیش ازاں رہ نیست
غایت فہم تست اللہ نیست

یعنی: جو کچھ تیرے سامنے ہے، اس سے آگے راستہ نہیں ہے، (یہ)
تیری سمجھ کی انتہا ہے، خدا نہیں ہے۔ [۱۰۲]

نہایت در بدایت:

فرمایا: ذات حق سبحانہ سے بندہ کا نہایت قرب اور اتصال اس سے زیادہ نہیں کہ دوام آگاہی جو فنا کی طرف کھینچتی ہے، اس کو حاصل ہو جائے۔ جب یہ نسبت حاصل ہوگئی تو سالک اس نسبت کے حصول سے مرتبہ ولایت سے مشرف ہو گیا اور وہ کمالات جو دوسرے طریقوں کے سالکین کو حصول مقامات اور تجلیات اسماوصفات میں تفصیل سے حاصل ہوتے ہیں، وہ اور چیز ہیں۔ ذات حق سبحانہ سے قرب واتصال کی نسبت کا یہ حصول ولایت خاصہ کے مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے۔ اس طریقہ کے طالبین کا پہلا داخلہ سرحد فنا میں ہے اور نہایت کا بدایت میں اندراج ہونا، جس کی طرف ہمارے سلسلہ کے اکابرین نے اشارہ کیا ہے، یہی ہے۔[۱۰۳]

ولایت:

وَلایت (واؤ کی زبر کے ساتھ) بندہ کے قرب کو کہتے ہیں، جو وہ حق سبحانہ سے رکھتا ہے اور وِلایت (واؤ کی زیر کے ساتھ) اس چیز کو کہتے ہیں، جو خلقت میں مقبول ہونے کا سبب ہے اور اہل عالم اس کی طرف گرویدہ ہوتے ہیں۔ یہ کمال مخلوقات سے تعلق رکھتا ہے۔ خوارق و تصرفات دوسری قسم میں داخل ہیں۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے سوال کیا کہ جو برکات صاحب استعداد کو پہنچتی ہیں، وہ کس قسم میں داخل ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ وہ وَلایت (واؤ کی زبر کے ساتھ) کا اثر ہیں۔ اس بیان کے دوران آپ نے طالبین کے استفادہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جس وقت طالب کا آئینہ مرشد کے آئینہ کے مقابل ہوتا ہے تو جو کچھ مرشد کے آئینہ میں ہوتا ہے، وہ طالب کے آئینہ پر بقدر مناسبت اپنا پرتو ڈالتا ہے۔ اسی موقع پر آپ نے فرمایا کہ بعض کو ولایت کی ان دو اقسام میں سے ایک حاصل ہوتی ہے۔ بعض کو دونوں اقسام سے کافی حصہ ملتا ہے، یا کسی کو دونوں میں سے ایک سے زیادہ اور دوسری سے کم حصہ ہاتھ لگتا ہے۔ مشائخ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم میں ہمیشہ وَلایت (واؤ کی زبر کے ساتھ) وِلایت (واؤ کی زیر کے ساتھ) پر غالب رہی ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی مقتدا اس جہان سے انتقال کر جاتا ہے تو وِلایت (واؤ کی زیر کے ساتھ) اپنے کسی مخلص کے

حوالے کر جاتا ہے اور وَلایت (واؤ کی زبر کے ساتھ) اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ کبھی کبھی لغزش کے باعث ولی کی وِلایت (واؤ کی زیر کے ساتھ) چھین لی جاتی ہے۔ جس طرح کہ ابن فارض رحمۃ اللہ علیہ نے پیر بقال کے جنازہ کے امام کا واقعہ بیان کیا ہے، جو نفحات (الانس جامیؒ) میں مذکور ہے۔[۱۰۴]

سورہ اخلاص کے معنیٰ:

آپ نے سورہ اخلاص کے معنیٰ میں بیان فرمایا کہ اس کو سورہ اخلاص اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے سننے سے بندہ کا اعتقاد اپنے پروردگار کی نسبت شرک جلی وخفی کے غبار سے خالص و پاک ہو جاتا ہے اور اس کے عمل میں فوراً اخلاص پیدا ہو جاتا ہے۔ اعتقاد کا شرک سے پاک ہونا، اس طرح ہے کہ الوہیت میں ایسی ذات کا اعتقاد رکھے کہ عرصہ امکان میں کسی طرح کوئی اس کا مثل نہ ہو، ورنہ اس کا معتقد ممکنہ ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے اکابر نے فرمایا ہے کہ توحید قدیم کو حادث سے الگ کرنے کا نام ہے۔[۱۰۵]

ارشاد خلق کے اسباب:

فرمایا: مشائخ جو لوگوں کے ارشاد و تربیت میں مشغول ہوتے ہیں، اس کا باعث ان تین چیزوں میں سے ایک ہوا کرتا ہے:

(۱) حق سبحانہ کا الہام (۲) یا پیر کا حکم وامر (۳) یا خدا کے بندوں پر شفقت یعنی جب وہ لوگوں کو گمراہی میں دیکھتے ہیں اور گمراہی کو ان کے عذاب وضرر کا سبب جانتے ہیں تو نہایت ترحم سے ان کے عذاب کا دفعیہ چاہتے ہیں۔ اس طرح شفقت کا تقاضا یہ ہے کہ شریعت کے رواج دینے کو اپنے اُوپر لازم کر کے لوگوں کو وعظ و نصیحت سے آداب کی حفاظت اور شرعی احکام کی اقامت کا حکم دیں۔ مثلاً فقہ و حدیث کا پڑھنا پڑھانا اور اس کے مطابق عمل کرنا، مگران کو واصل بحق کرنا شفقت کی شرط نہیں، بلکہ وہ ایک زائد امر ہے۔ اس محل پر حضرات خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس طریقہ تربیت کا ماحصل انجذاب ایمانی ہے، جس کی دعوت تمام انبیاء ورسل (علیہم السلام) دیتے رہتے ہیں۔[۱۰۶]

ترقی بعد الموت:

آپ نے ترقی بعد الموت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص صحیح نیت اور درست اعتقاد کے ساتھ حق سبحانہ کے راستے میں آئے اور شریعت پاک کے آداب کو پوری طرح بجالائے اور اس کو زندگی میں اس گروہ کے اذواق اور مواجید حاصل نہ ہوں تو البتہ موت کے بعد اس کو اس گروہ کے احوال واذواق عطا کیے جاتے ہیں۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کو نقل کر کے تھوڑی دیر تامل کیا اور (پھر) فرمایا: ''بلکہ ایسے شخص کو اسی جہان میں سکرات موت کے وقت اس دولت سے مشرف کر دیتے ہیں۔'' اس کے بعد زبان مبارک سے فرمایا کہ اعتقاد درست اور احکام شریعت کی رعایت واخلاص اور حق سبحانہ کی جناب میں دائمی توجہ سب سے بڑی دولت ہے۔ کوئی ذوق ووجدان اس بڑی نعمت کے برابر نہیں:

ع: این داشتہ باشد گود گر ہیچ مباش

یعنی: تجھے یہ (حال) رکھنا چاہیے، خواہ اور کچھ بھی تیرے پاس نہ ہو۔[۱۰۷]

توکل:

فرمایا: توکل یہ نہیں کہ ظاہری اسباب کو چھوڑ دیں اور بیٹھ رہیں، کیونکہ یہ تو بے ادبی ہے، بلکہ سبب مشروع، مثلاً کتابت وغیرہ کو اختیار کرنا چاہیے اور نظر سبب ہی پر نہ رکھنی چاہیے، کیونکہ سبب مثل دروازے کے ہے، جو حق سبحانہ نے مسبب پر پہنچنے کے لیے بنایا ہے۔ اس صورت میں اگر کوئی شخص دروازے کو بند کر لے کہ خدا اُوپر سے پھینک دے گا، تو یہ بے ادبی ہے، کیونکہ دروازہ خدا ہی کا بنایا ہوا ہے اور اس بات پر دلیل ہے کہ کھلا ہے، کھلے ہوئے کو بند نہ کرنا چاہیے۔ بعد ازاں اسے اختیار ہے، چاہے دروازے سے بھیجے یا اُوپر سے پھینک دے۔[۱۰۸]

سماع:

آپ نے سماع کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ صوفیہ صافیہ میں سے جو لوگ سماع سننے کے

قائل ہیں، انہوں نے اس میں یہ حکمت دیکھی ہے کہ سماع سننے کے بعد طبیعت ساکن و برقرار رہتی ہے۔ ناچار روح معانی کا ادراک زیادہ کرتی ہے۔ سماع کو جائز سمجھنے والوں کا مقصود معانی ہے، وہ اشعار کے الفاظ کو سماع کا زیور سمجھتے ہیں، ورنہ وہ نفس مضمون میں مبتلا نہیں۔ حاضرین میں سے ایک نے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا:

آواز خوش بہتر از روئے خوش

کہ آن حظ نفس است این قوت روح

یعنی: اچھی آواز خوبصورت چہرے سے بہتر ہے، کیونکہ وہ نفس کی لطف اندوزی ہے اور یہ روح کی غذا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ دونوں ایک ہی ہیں۔ یعنی اگر دیکھنے والا اور سننے والا اہل نفس ہیں تو وہ دیکھا ہوا اور سنا ہوا دونوں نفسانی ہیں اور اگر وہ اصحاب روح میں سے ہیں تو (یہ) دونوں (چیزیں بھی) روحانی ہیں۔

نیز آپ نے فرمایا کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں مذکور ہے کہ سماع سننے کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ سننے والے پر حق سبحانہ کی محبت غالب ہو۔ آپ کے مخلصوں میں سے ایک نے عرض کیا کہ حق سبحانہ کی محبت کی کیا علامت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل اتباع۔ پھر اس مخلص نے عرض کیا کہ ممکن ہے، کہ اتباع کرنے والا کا مقصود بہشت ہو، یا عذاب دوزخ سے نجات۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا شخص متبع تام اور کامل نہیں ہے اور اسے اہل اللہ میں شمار نہیں کرتے۔ اتباع ظاہری تو ظاہر ہے، اتباع باطنی یہ ہے کہ اس کے باطن میں سوائے حق سبحانہ کے کوئی مطلب و مقصود نہ ہو۔[۱۰۹]

رؤیت باری تعالیٰ:

آپ نے فرمایا: باری تعالیٰ کی رؤیت آنکھ کے ساتھ موت کے بعد ہوگی۔ انکشاف تام نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ روح خواہ کتنی ہی بے تعلق ہو جائے کم سے کم حیات کا علاقہ باقی رہے گا۔ اگر چہ صرافت اصلی پر رہے، خودی کا تعلق باقی ہے۔[۱۱۰]

حلال کھانے کی اہمیت:

آپ فرماتے ہیں کہ یہ ذہن نشین رہے کہ دل کو اطمینان، یکسوئی اور حضور قلب اس وقت حاصل ہوتا ہے، جب بقدر ضرورت صرف پاکیزہ اور حلال کھانا کھایا جائے اور بیہودہ گو اور دنیا کے طالبوں سے میل جول ترک کر دیا جائے۔ اگر تم ہزار سال ذکر کرتے رہو اور تمہارا کھانا حلال مال کا نہیں ہے تو تمہارا روحانی مقصد کبھی حاصل نہیں ہوگا۔ [۱]

ایمان:

اکثر محققین کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص خدائے بزرگ و برتر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان تحقیقی لائے تو پھر اس کا ایمان کبھی رد نہیں ہوتا اور جو شخص ایمان لانے کے بعد مردود ہو گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا ایمان تحقیقی نہ تھا، بلکہ تقلیدی کی حد تک تھا۔ شافعیہ کے مقولہ: اَنَا مُؤْمِنٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی (یعنی: میں مومن ہوں اگر اللہ تعالیٰ چاہے) کا یہی مطلب ہے۔ [۲]

عین الیقین وحق الیقین:

ذات حق سبحانہ کے عین الیقین سے مراد یہ ہے کہ ذات حق کا علم حضوری اسماء وصفات کے پردہ میں ہو اور حق الیقین سے یہ مراد ہے کہ یہ جان لیں کہ علم عین الیقین علم حضوری ہے اور عالم عین معلوم ہے۔ تجلی صوری کمال توحید کے مقام میں پہنچنے سے پہلے عین الیقین میں داخل نہیں ہے، کیونکہ جو کچھ ادراک میں آ سکتا ہے، وہ صورت سے زیادہ نہیں ہے۔ اس علم کے ساتھ کہ وہ صورت مدرکہ حق سبحانہ کے علم کی ہے۔ اسی طرح تجلی معنوی بھی توحید میں داخل نہیں ہے، کیونکہ اس میں حاضر مدرکہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی معلومات کی صورت علمیہ ہے، لیکن کمال توحید کے مقام پر پہنچنے کے بعد مذکورہ تجلیات عین الیقین اور حق الیقین میں داخل ہیں، بلکہ اس مقام میں تجلی ذاتی کے سوا اور کوئی تجلی نہیں ہوتی ہے، کیونکہ حقیقت میں احدیت مجردہ کے سوا اور کچھ نہیں رہا۔

پس اے موحد کامل! صاحب ذوق! یہ کچھ اسرار، یعنی: ہم نے تجلی ذاتی اور تجلی معنوی

کے درمیان فرق (کے بارے میں) بیان کیے ہیں۔اس سے آگاہ رہو، اگرچہ تجلی معنوی بھی اسماء وصفات کے پردہ میں ہے۔الحاصل جو چیز ادراک میں آسکتی ہے، وہ تجلی کی طرف منسوب ہے۔پس ان اسرار کو خوب سمجھو۔[۱۱۳]

تجلی ذاتی:

تجلی ذاتی عبارت ہے ظہور ذات سے، بصورت اس اسم کے جو کہ مبدء تعین صاحب تجلی ہے اور مشاہدہ جمال مطلق جو مقام فنا فی اللہ میں ہوتا ہے۔بعض کہتے ہیں کہ اس کے دوسرے معنی بھی ہیں اور وہ یہ کہ وہ عبارت ہے روح کے انجذاب سے طرف جمال ہستی حقیقی کے (جو کہ ذات کی حیثیتوں میں سے ایک حیثیت ہے) ایسی کیفیت کے ساتھ کہ اس انجذاب کا شعور بھی باقی نہ رہے، جیسا کہ ایک خاص چہرہ کی طرف توجہ کرنے والوں کو ہوتا ہے اور مشاہدہ جمال ذات سے اسم مذکور کے پردہ میں جب کہ سالکان طریق تربیت کی نظر اس اسم پر منتہی ہوا اور اس جمال کا مطلق کہنا تعینات سے پاک ہونے کے لحاظ سے ہے اور تعین سے مراد معقولات ثانویہ ہیں، نہ امر مشکل اور اس کے مماثل امور:

ع: فیض ناگاہ برسد اما بردل آگاہ برسد

یعنی: فیض اچانک آتا ہے، مگر دل آگاہ پر آتا ہے۔[۱۱۴]

تجلی کی اقسام:

بعض اکابر نے راہِ سلوک میں تجلیاتِ الٰہی عزوجل کی تین اقسام بیان کی ہیں:

پہلی قسم تجلی صوری، جس کو مبتدیوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔دوسری قسم تجلی معنوی، جس کو متوسطین کی جانب منسوب کیا گیا ہے۔تیسری قسم تجلی ذاتی، جس کو منتہیوں کے لیے رکھا گیا ہے۔

بعض نے اس کی چار اقسام بیان کی ہیں اور وہ قسم اوّل کو دو قسموں، تجلی صوری اور تجلی نوری میں تقسیم کرتے ہیں۔

ہمارے اکابر کے طریقہ میں اس کی تصریح نہیں کی گئی ہے۔پس وہ اتحاد اور حلول وتشبیہ

کی ہلاکت سے محفوظ ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ وجود عدم کے ظہور میں بہت ہی پوشیدہ اسرار ہیں۔ انتہا سلوک کو پہنچنے کے بعد ان میں سے بعض اسرار منکشف ہوتے ہیں اور سالک تجلی صوری، نوری اور معنوی کو اس مقام شہود میں درج پاتا ہے، چونکہ اکابر طریقہ نے اپنی کتابوں میں اس کی تصریح نہیں کی ہے، لہٰذا ہم بھی ان کی پیروی میں قلم کو اس تحریر سے روکتے ہیں۔ [۱۵]

اقرب واکرم:

ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص حق سبحانہ کے حضور میں اقرب ہو، یعنی وہ فنا نیستی کا حامل ہو، مگر اکرم نہ ہو، جس طرح کہ کسی شخص نے مقامات طے کیے ہوں اور بزرگی حاصل کی ہو، لیکن (اس نے) فنا و نیستی کا نتیجہ اس جہان میں نہ پایا ہو، تو (بھی) وہ خدا کے ہاں اکرم ہے (کیونکہ ارشاد الٰہی ہے):

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (سورۃ الحجرات، آیت ۱۳)۔

یعنی: اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے، جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ [۱۶]

قطع علائق:

قطع علائق سے مراد یہ ہے کہ دنیا و آخرت کی ساری نعمتوں سے خلاصی پالے اور سب احوال و مشاہدات سے یکسوئی اور بے نیازی حاصل ہو جائے اور کشف اور قلق ہمیشہ احدیت کی طرف پیدا ہو۔ [۱۷]

کشف قبور:

کشف قبور کا کچھ اعتبار نہ کریں، کیونکہ صورتوں کے انکشاف میں غلطی اور لغزش ہو جاتی ہے۔ حضور مع اللہ کے ظہور اور اس کے دوام کی کوشش کریں، اگرچہ آئینہ عالم صاف ہو گیا ہو اور نورانیت کے معنی بھی نظر سے ساقط ہو گئے ہوں، مگر طلب اور سعی میں ہو، کیونکہ جذبہ خواجگان اور ان کا حضور ایک دوسری چیز ہے۔ اس مقام میں ماسوا کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا۔ کبھی

بالکلیہ اور اکثر بالاصالۃ شش جہات (چھ اطراف) سے ایک توجہ ہوتی ہے اور یہ توجہ تمام جہات (اطراف) کو لے لیتی ہے اور وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ (سورۃ البروج ۲۰، یعنی: اور خدا بھی ان کو گرداگرد سے گھیرے ہوئے ہے) کے معنی ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اگر معنوی صورتیں اور ان کی شکلیں محو ہو گئی ہوں اور صرف سراب خیال کی طرح ساقط اعتبار ہو گئی ہوں تو اس وقت دریافت صور خیالیہ میں هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ آتا ہے اور اگر اس توجہ کے غلبہ کے وقت تمام جہات (اطراف) یا اکثر صورتیں اور شکلیں بالکل مٹ جائیں اور کامل صفائی ظاہر ہو۔ لَیْسَ فِی الدَّارِ غَیْرُہٗ دَیَّارٌ کا مطلب ظاہر ہو جائے تو باہوش رہنا چاہیے، کیونکہ لباس معنویہ کا تعلق درمیان میں ہے، کم سے کم صفت حیات و ہستی ضرور رہتی ہے۔

اب ایک اور نقطہ معلوم کرو کہ بوقت ظہور معنی وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ کے ممکن ہے کہ کوئی لباس حائل ہو یا پورے طور پر اس کی نظر محبت مجرد ہو گئی ہو، مگر حقیقت مقصود دریافت اور ادراک میں نہیں آسکتی۔ یہاں عشق اور محبت ہے اور تصفیہ سرکار ماسوا سے، جب تک کہ حضور ذاتی اور وحدت صرفہ میں استغراق اور نیستی ظاہر نہ ہو۔ اس سلسلہ کے اکابر اس کو فنا نہیں کہتے۔ ہم نے جو کہا تھا کہ ایک درجہ درمیان میں اور باقی ہے تو وہ یہی درجہ ہے۔ [۱۱۸]

طریقہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

یہ طریقہ درحقیقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا طریقہ ہے، کیونکہ آپ کا کمال نسبت جبی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے اور آپ اسی راستہ سے فیض حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ اہل تحقیق کے نزدیک مسلم ہے اور صاحب رشحات (حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ) نے ہمارے خواجہ ناصر الدین عبیداللہ احرار قدس سرہ سے اس مضمون کو تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ طریقہ خواجگان قدس اللہ اسرارہم جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے، وہ اسی نسبت جبی کے لحاظ سے ہے، کیونکہ ان کا طریقہ اسی نسبت جبی کی نگہداشت ہے۔ [۱۱۹]

وجود عدم کی منزل کے دقائق:

بعض آزادگان جو برزخ کا حکم رکھتے ہیں، یعنی وضع کی حیثیت سے وہ اطلاق کے مناسب ہیں اور تلفظ اور تخیل کی حیثیت سے مقید کے ساتھ نسبت رکھتے ہوئے اس کا مونس بنا دیتے ہیں۔ روح اپنی استعداد کے مطابق جلدی یا دیر سے اس طرف متوجہ ہوتی ہے، چونکہ روح کا تعلق اس بدن عنصری کے ساتھ بہت ہی محکم اور مضبوط ہے، لہٰذا مرشدین پہلے قلب صنوبری کی طرف (جو اس کے ارکان میں سے بہت بڑا رکن ہے)، توجہ فرماتے ہیں۔ وہ بھی اسی راہ پر آ جاتا ہے۔ جس سے بیرونی شغل دور ہو جاتے ہیں، حواس بے کار ہو جاتے ہیں اور چھونے کی قوت جس پر صورت بدنی کا دارومدار ہے، کمزور ہو جاتی ہے، چونکہ بدن کے ساتھ روح کی معیت ثابت ہے، اس لیے بدن کا وجود حقیقی جو صفات حیات کا پرتو ہے، تجلی کرتا ہے اور چونکہ حقائق الٰہی کے احکام کے ساتھ ظاہر وجود کا مل ہو جانا وجود کے متعدد ہونے کا باعث نہیں، لہٰذا حقیقت منکشف ہو جاتی ہے اور فنا حاصل ہو جاتی ہے، کیونکہ یہ معیت ہی تجلی معنوی ہے اور بقا جو اس پر مترتب ہے وہ بِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَسْمَعُ (یعنی: میرے ساتھ دیکھتا ہے اور میرے ساتھ سنتا ہے) کے کمال کا موجب ہے، جو اس رباعی کا مصداق ہے:

عشق آمد و چشم چو خونم اندر رگ و پوست
تا کرد مرا تہی و پر کرد از دوست
اجزاء وجودم ہمگی دوست گرفت
نامیست زمن برمن و باقی ہمہ اوست

یعنی اللہ تعالیٰ کا عشق میرے رگ و پوست میں سرایت کر گیا، یہاں تک کہ (اس نے) مجھے خودی سے خالی اور دوست سے پر کر دیا۔
میرے وجود کا ہر حصہ دوست نے اپنا کر لیا ہے، میرا تو بس نام ہی رہ گیا ہے اور باقی سب وہی ہے۔

چونکہ "اَلْکُلُّ یَنْدَرِجُ فِی الْکُلِّ" یعنی: کل کل ہی میں مندرج ہوتا ہے، لہٰذا اس مقام میں متمکن شخص حالت شعور میں اپنے اختیار سے نوری تجلی، جو کہ بے رنگ، بے کیف اور بے

شکل نور کی صورت میں ہوتی ہے، سے مشرف ہوسکتا ہے۔ کیونکہ یہ نیچے کی منزل ہے۔ یہ وجود عدم کی منزل کے دقائق ہیں۔ [۲۰]

فنائے اَتم:

لیکن وجودِفنا ''لَا یَعْرِفُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' (یعنی: اللہ کو اللہ ہی پہچانتا ہے) کے مقام میں ہے، اس فنا کو فنائے اتم اور اکمل کہتے ہیں۔ جناب ارشاد مآب مخدومی وقبلہ گاہی (حضرت) مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہ فنائے اتم کے بارے میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

مدح و ذمت گر تفاوت می کند

بت گری باشی کہ او بت می کند

یعنی: تعریف اور برائی میں جس کو فرق معلوم ہوتا ہو، وہ بت بنانے والا خود بت پرست ہے۔

نیز فرمایا کرتے تھے کہ جب تعریف اور مذمت کی تاثیر اس توجہ اور شکستی میں مزاحم نہ ہو، جو حق تعالیٰ کی بارگاہ میں سالک کو ہوتی ہے تو اس وقت فنائے اتم حاصل ہوتی ہے۔ اس بیان سے خواجہ بزرگ قدس سرہ کے اس کلام کے معنی معلوم ہو جاتے ہیں، جو آپ نے فرمایا کہ وجود عدم وجود بشریت کی طرف لوٹ آتا ہے، لیکن وجود فنا ہرگز نہیں لوٹتا۔ [۲۱]

فصل نہم:

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان گرامی

حضرت خواجہ عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ

ولادت باسعادت:

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کی دو محترم ازواج تھیں، جن کے بطن مبارک سے حضرت خواجہ قدس سرہ کے دونوں صاحبزادے ایک ہی سال (۱۰۱۰ھ/ ۱۶۰۱ء) میں پیدا ہوئے۔

آپ یکم ربیع الاوّل ۱۰۱۰ھ/ ۲۰ راگست ۱۶۰۱ء کو پیدا ہوئے۔ چونکہ ایک بزرگ نے آپ کی ولادت سے پہلے ایک واقعہ دیکھا تھا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فرزند حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۹۶ھ/ ۱۴۹۱ء) کا ہم نام ہوگا، لہٰذا اسی اشارہ کی وجہ سے آپ کا نام عبید اللہ رکھا گیا، لیکن آپ معروف خواجہ کلاں کے نام سے ہوئے۔[۱۲۲]

اظہارِ مسرت:

آپ کی ولادت باسعادت پر آپ کے والد بزرگوار حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) کو بڑی مسرت وخوشی ہوئی اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی ولادت، اذان واقامت اور تسمیہ کے بارے میں جو اشعار کہے جو زبدۃ المقامات میں درج ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

در خانہ کمترین غلامے — شد بندگی بزرگ نامے
برخیز ہلا موذن غیب — درگوش من آر بانگ لاریب
این خجستہ بس نیاز مند است — یک اشہد از بست بسند است
گر یکدم اللہ از تو گیرم — واللہ کہ ہمان زمان بمیرم

یک شعلہ نوردہ بروزم — تا خانہ ماسوی بسوزم
خود را بتو بازی سپارم — می میرم و شعلہ ے گزارم
در خور نیم ازین سیہ روز — خود شعلہ خویشتن بر افروز
اے دوست بحق دوستداری — خواہان توام بجان سپاری
ہجران بتو وصل جاودانی است — درپیش تو مرگ زندگانی ست
گر حی علی الصلوٰۃ گوئی — ہم خود بصلوٰۃ من بپوئی
وزیر کفن شوم فراہم — رشک ہمہ زندگان عالم
من مردہ و دوست در نمازم — سبحان اللہ بخود بنازم
افتادہ بصعقہ تجلی — گویم وَهُوَ الَّذِی یصلی
کروند دو کون مدح خوانم — قَدْ اَفْلَحَ آیتی بشانم
ہان اللہ گوی تا بجوشم — اینک چو صدف تمام کوشم
در ہمزہ اللہ ارشوم نیست — حاجت بسماع اکبرم نیست
درچشم من آن الف عظیم است — دانم کہ صراط مستقیم است
من یکدم سرد نام دارم — یک رشحہ حیات کام دارم
از رشحہ کفایت است این کار — چو من بروم و چہ کم و چہ بسیار
چون درنگری غرض تمام است — سر رشتہ رشحہ ہم بجام است
گر بحر رسد بہ تشنہ کامی — سیرابی او ست ہم بجامی
نی نی غلطم مقام درویش درویش — عالی ست ز حرف اندک و بیش
دریای ازل لبی شگرفت — سبحانک تبت این چہ حرفست
این نام خجستہ ملک زاد — ان شآء اللہ شفیع من باد
او کردہ دریں خرابہ منزل — روزے یکم ربیع الاوّل
بود آخر روز کاں یگانہ — افتاد دریں سیاہ خانہ
طبعم غزل نشاط می گفت — دیدم ناگہ بہار بشگفت

تاریخ شناس تیز بیں مرد
بشگفت بہار درخت آورد[۱۲۳]

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا توجہ فرمانا:

تھوڑے ہی دنوں بعد جب حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) نے بارِ زندگی سے سبکدوش ہونے کا عزم کیا تو ایک روز اپنے خلیفہ اعظم حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) سے فرمایا:

"میرے بدن پر ضعف غالب ہو رہا ہے اور زندگی کی اُمید کم ہوگئی ہے،
لہٰذا بچوں کے حالات سے خبردار رہنا۔"

بعد ازاں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں صاحبزادگان کو اپنے پاس طلب فرمایا۔ اس وقت دونوں صاحبزادگان اپنی اناؤں کی گود میں تھے۔ جب ان مخدوم زادوں کو حضرت خواجہ کے پاس لایا گیا تو آپ نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو حکم فرمایا کہ ان پر توجہ کرو۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے تواضع کی۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے مبالغہ فرمایا تو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ناچار حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے دونوں صاحبزادگان پر توجہ کی، یہاں تک کہ توجہ کا اثر ظاہر ہوا۔[۱۲۴]

آپ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دو مکتوبات گرامی (جلد۱: ۲۶۶، ۳: ۷۱) موجود ہیں۔

تعلیم و تربیت:

آپ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی روحانی تربیت میں رہے اور خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۴۳ھ/۱۶۳۳ء) کے اہتمام سے فضل وصلاح سے بہرہ ور ہوئے۔

علوم ظاہر کی تکمیل فرمائی۔ علم تاریخ اور انساب میں حصہ کامل حاصل کیا۔ تصوف سے خصوصی شغف تھا اور علم انشاء میں کامل مہارت کے حامل تھے۔[۱۲۵]

علوم باطنی کا کسب:

آپ نے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا کسب واخذ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/

۱۶۲۲ء) سے کیا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار حضرت خواجہ باقی باللہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کی حیات مبارک میں آپ کو توجہ دی تھی۔ جب آپ سن تمیز کو پہنچے تو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں صاحبزادگان کو صوری و معنوی فضائل سے آراستہ و پیراستہ کیا۔

آپ نے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اشارہ سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا شغل حضرت شیخ اللہ داد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۴۹ھ/۱۶۴۰ء) سے حاصل کیا اور اپنے بزرگوں کی صفائے نسبت سے مشرف ہوئے۔[۱۲۶]

خصائل وفضائل:

آپ کے اخلاق حسنہ وطریقہ سکینہ وتمکین طبعی اپنے بزرگوں کے طریقہ پر تھے اور یگانہ روزگار تھے۔ خلوت اور گمنامی میں خوش رہتے تھے اور مطالعہ کتب آپ کا انیس ورفیق تھا۔[۱۲۷]

وصال مبارک:

آپ نے مؤرخہ ۱۸ جمادی الثانی ۱۰۷۴ھ/ ۷ جنوری ۱۶۶۴ء کو وصال فرمایا۔ آپ کی تاریخ وصال ۱۸ جمادی الاوّل ۱۰۷۳ھ/ ۱۷ جنوری ۱۶۶۳ء بھی منقول ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ آپ اپنے بزرگوار خواجہ باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کے قریب دہلی میں اسی قبرستان میں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة[۱۲۸]

اولاد:

آپ کی صاحبزادی محترمہ رحمۃ اللہ علیہا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت شاہ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) کی زوجہ محترمہ تھیں۔[۱۲۹]

تصانیف:

آپ تحریر وتصلیف کا عمدہ ذوق وشوق رکھتے تھے۔ آپ کی درج ذیل تصانیف کا ذکر ملتا ہے:

(۱) احوال صحابہ وتابعین وتبع تابعین ومشائخ دین:

شاید یہ وہی کتاب ہو، جسے تذکرہ مشائخ کہا گیا ہے۔

(۲) تذکرہ مشائخ:

کم وبیش ایک لاکھ سطور میں تصنیف فرمایا۔اس کے علاوہ تصانیف بھی تھیں۔خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۳ھ/۱۶۳۳ء) کے "مقامات" بھی تحریر فرمائے۔

کلیات خواجہ کلاں کا ذکر بھی آیا ہے، جو بظاہر وہ مکتوبات ہیں جو خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۳ھ/۱۶۳۳ء) کی طرف مختلف اشخاص نے لکھے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) کا وہ مکتوب جو انہوں نے خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) سے غایت محبت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا۔

(۳) مبلغ الرجال:

انڈیا آفس لائبریری (ذخیرہ دہلی)، لندن میں آپ کی یہ اہم تصنیف چھوٹے سائز کے ۱۱۸ اوراق میں موجود ہے۔جس کا مقصد تصنیف اس انتشار کو رفع کرنا تھا، جو "آراء اہل فکر ونظر اور اقوال ارباب کشف وشہود" کی وجہ سے "معرفت حقیقت عالم" کے متعلق پیدا ہو گیا تھا۔اس میں اکبر بادشاہ (م ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء)، ابوالفضل (م ۱۰۱۱ھ/ ۱۶۰۲ء) اور اس کے والد شیخ مبارک ناگوری (م ۱۰۰۱ھ/۱۵۹۳ء) پر بڑی نکتہ چینی کی گئی ہے۔بعض صوفی تصانیف اور ان صوفیہ کی جو علت ادراک کی وجہ سے غلط فہمیوں میں مبتلا ہو گئے، شکایت کی ہے اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کا ذکر اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اعظم الخلفاء کہہ کر کیا ہے۔

(۴) مکتوبات:

آپ کے کئی مکتوبات (عربی فارسی) بھی اصحاب واحباب کے پاس یادگار تھے، جن میں ایک عربی زبان میں زبدۃ المقامات (ص ۶۴-۶۵) میں درج ہے۔[۱۴۰]

حضرت خواجہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

ولادت:

آپ اپنے بھائی حضرت خواجہ عبید اللہ رحمۃ اللہ (م ۱۰۷۴ھ/۱۶۶۴ء) کی ولادت کے چار ماہ بعد ۶ رجب ۱۰۱۰ھ/ ۲۱ دسمبر ۱۶۰۱ء کو حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کی دوسری زوجہ محترمہ رحمۃ اللہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ کا نام عبداللہ رکھا گیا اور خواجہ خورد کے نام سے معروف ہوئے۔ آپ کی ولادت باسعادت کے موقع پر آپ کے والد بزرگوار نے جو اشعار کہے، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

تاریخ یکی چو شد نمودار ہنگام تولد دگر آر
افتادہ بحر پر تلاطم ماہ رجب و پگاہ ششم
مابین ظہور این دو گوہر بگزشتہ چہار ماہ اکثر
چوں صبح رسید آخر شب چون روز ز روشنی لبالب
چون ماہ تمام منشرح صدر درظلمت شب چو ساعت قدر ۱۳۱

والد بزرگوار کی دُعا:

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) نے اپنے خوبصورت اشعار میں آپ کے لیے اس طرح دعا فرمائی ہے:

یارب کہ طلسم خود کشائی این طفلک ما باو نمائی
خود را بتمام خود گزارد چون نخل ز دانہ سر برآرد
چندین ہمہ آفتاب رفتند در بحر تو چون احباب رفتند
این قطرہ ہم از شمار ایشان در موج خودش مکن پریشان
باشد کامم ازو بر آید چون بینمش از تو یادم
بس تشنہ وبس خرابم اے دوست درحسرت یکدم آبم اے دوست

ہر کہ ترشح تو بینم — در تعطش آیم و تشینم
اے بحر طرب بکام من شو — امروز یکی بجام من شو
من جام چہ می کنم گدایم — مشتاق تو ام دہن کشایم
اکنون دہنم کشادہ بہتر — بحر سخن ایسادہ بہتر
زین گفت و شنود حاصلی نیست — حیران و خموش بایدم زیست

آپ شکل وصورت اور زہد وسیرت میں اپنے والد بزرگوار سے کامل مشابہت رکھتے تھے۔[۱۳۲]

تعلیم وتربیت:

جب حضرت خواجہ باقی باللہ ﷫ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) نے وصال فرمایا تو آپ کے دونوں صاحبزادگان کی عمریں دو سال سے زیادہ نہ تھیں۔ حضرت مجدد الف ثانی ﷫ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے ہر دو صاحبزادگان کی روحانی تربیت فرمائی، لیکن ان کی عام خبر گیری اور اہتمام تعلیم وتربیت کی سعادت حضرت خواجہ حسام الدین ﷫ (م۱۰۴۳ھ/۱۶۳۳ء) کے حصہ میں آئی۔

آپ نے قرآن مجید حفظ کیا اور علوم عقلی ونقلی سے بہرہ کامل حاصل کیا۔ کتب درسیہ کی تدریس میں پوری دسترس رکھتے تھے۔ علم تصوف اور اس کی اصطلاحات سے بہت زیادہ حصہ نصیب تھا اور اس علم کے دقائق میں آپ فائق تھے۔ علم اور ذوق وحال کے اعتبار سے بھی مہارت خاصہ حاصل تھی۔[۱۳۳]

کسب علوم باطنی:

آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ذکر ومراقبہ کی تعلیم حضرت مجدد الف ثانی ﷫ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) سے پائی۔ کئی بار دیوانہ وار دہلی سے پیدل اور سوار ہو کر سرہند شریف ان کی خدمت عالیہ میں حاضری دی اور ان کی خصوصی عنایتوں اور شفقتوں کے مستحق ٹھہرے۔ حضرت مجدد ﷫ نے حضرت خواجہ باقی باللہ ﷫ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کی وصیت کے مطابق

آپ کی تربیت فرمائی۔ آپ نے علم کلام کی بعض کتابیں، مثل شرح مواقف وغیرہ اور بعض رسائل صوفیہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھنے کی سعادت پائی اور اپنے بڑے بھائی خواجہ عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۴ھ/۱۶۶۳ء) کی نسبت حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ فیض یاب ہوئے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ شریف پر کمال انکساری کے ساتھ مقیم رہ کر کثیر البرکات واردات کی سعادت پائی۔ ان کی خصوصی توجہات ونظرات سے مستفید ہوئے اور ان کے علوم ومعارف خاصہ سے بہرہ کامل پایا۔ عرصہ دراز حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارک میں حاضر رہے، فیض وبرکات عالیہ حاصل کیے اور بالآخر خلافت واجازت سے مشرف ہوئے۔ آپ خود اپنی کتاب ''رباعیات وشرح رباعیات'' میں لکھتے ہیں:

> ''یہ فقیر چند بار وطن مالوف سے آپ (حضرت مجددؒ) کی خدمت میں سرہند اور ایک بار لاہور میں مشرف ہوا اور ہر بار کچھ مدت آپ کی خدمت میں گزاری۔ آپ بہت زیادہ الطاف فرماتے تھے اور اس طرح اُمیدوار ہوں کہ یہ اَلطاف اخروی نجات کا سبب بنے گا۔ عمل طریقہ کی اجازت اور نیز تعلیم (وتلقین طریقہ) کی اجازت عنایت فرمائی اور بشارتیں دیا کرتے تھے۔''[۱۳۴]

مقام ومنزلت:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) آپ کی مدحت ومنقبت میں فرمایا کرتے تھے: ''آپ محمدی المشرب ہیں''

نیز فرماتے تھے: ''آپ محبوبین میں سے ہیں۔''

نیز یہ بھی فرماتے تھے: ''آپ نسبت توحید کے مغلوبین سے ہیں۔''[۱۳۵]

بشارت:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے آپ کو ۲۰ رجب ۱۰۴۹ھ/ ۶ نومبر ۱۶۳۹ء کی رات ایک بشارت دی تھی، جس کو آپ نے یوں نظم کیا:

امام زماں قطب اقطاب عالم
کہ چوں اوندانم کہ بگذشت یک تن
ز پس ہمت وسعت فیض باطن
بہ تجدید الف دوّم شد معین
چہ بہر شفاعت بہ محشر در آید
جہانے نہاں گردوش زیر دامن
شمائلش یمین شد ازاں رو ملک را
جدا کرد از خدمتش رب ذوالمن
بسال ہزار و چہل نہ ز ہجرت
شب بیستم از رجب گفت بامن
کہ اے برگزیدہ خداوند قادر
کہ بے اذن او جاں نہ پیوست باتن
ترا مرکز روزگار تو کردم
ھمی چند باشی بمرکز تو ممکن[۱۳۶]

وارستگی و بے تعینی:

آپ کے مزاج میں کسی قدر وارستگی تھی، لہٰذا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) آپ کی وسعت مشرب سے ہمیشہ ہراساں رہتے تھے کہ ان تمام تعینات کے ساتھ اپنے والد ماجد کی مسند ارشاد پر آپ متمکن ہوسکیں گے یا نہیں؟ اور طالبین کو مستفید کرنے میں آپ دماغ سوزی اور سرگرمی دکھاسکیں گے یا نہیں؟ چنانچہ یونہی ہوا کہ آپ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر ایک دو حضرات کو طریقہ کی تعلیم دی اور بعد ازاں وارستگی و بے تعینی کی وجہ سے آپ اس جلیل القدر امر کی پابندی نہ کر سکے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۹ء) آپ کی خدمت میں رہتے تھے اور آپ ان کے جد بزرگوار شیخ قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے والد بزرگوار

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) سے تعلقات کی بنا پر انھیں بہت زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ خیالی کے چند اسباق آپ سے پڑھے اور ایک بار آپ سے بیعت کے لیے درخواست کی تو آپ نے ان سے کہا کہ چونکہ مجھ سے بعض بے قاعدگیاں ہوئی ہیں، میں نہیں چاہتا کہ بیعت کے تعلق کی وجہ سے آپ کو کوئی نقصان پہنچے، لہٰذا آپ حضرت آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے کسی خلیفہ سے بیعت کر لیں۔[۱۳۷]

آپ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب گرامی:

آپ نے متعدد عریضے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت میں لکھے، جن میں اپنے احوال خستہ اور واردات عالیہ کا ذکر کیا اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے سات مکتوبات گرامی (دفتر ۱: ۲۶۶، ۲: ۲۳، ۳۵، ۵۹، ۳: ۵۶، ۶۰، ۷۱) آپ کے نام ہیں۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں یوں تحریر فرمایا:

> ''حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد مخدوم زادہ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آپ کا صحیفہ شریفہ پہنچا۔ اس کے مطالعہ سے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ نسبت حضور کے شمول اور غلبہ کے بارہ میں لکھا ہوا تھا۔ نیک و مبارک ہے۔ یہ دولت جو آپ کو تین چار مہینوں میں میسر ہوئی ہے، دوسرے سلسلوں میں اگر دس سالوں میں میسر ہو جائے تو بڑی نعمت گنتے ہیں اور امر عظیم تصور کرتے ہیں۔ اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے، چونکہ معلوم ہے کہ آپ کی فطرت بلند ہے اور اس قسم کے احوال کی تعریف وتحسین کرنے سے عجب وتکبر کے پیدا ہونے کا گمان نہیں ہے۔ اس لیے اس نعمت کا اظہار کیا گیا۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (یعنی: اگر تم شکر کرو گے تو تم کو زیادہ نعمت دوں گا۔ سورہ ابراہیم ۷) نص قطعی ہے۔''

آپ نے لکھا تھا کہ پیش گاہ توحید کا ظہور شروع ہو گیا۔ یہ دولت بھی مبارک ہو۔ ادب کے ساتھ اس وارده کو قبول کریں، لیکن اس حال کے غلبہ میں آداب شرعی کو بخوبی مدنظر رکھیں اور

بندگی کے حقوق کو کما حقہ بجالائیں۔

جاننا چاہیے کہ یہ شعبدہ صدق وصحت کی تقدیر پر محبوب کی محبت کے غلبہ کے باعث ہے کہ محب جو دیکھتا ہے اور جانتا ہے، محبوب کے سوا نہ کچھ دیکھتا ہے، نہ جانتا ہے اور جو لذت و ذوق حاصل کرتا ہے، اس کو محبوب کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اس صورت میں کثرت وحدت کے طور پر محب کا مشہود ہوتی ہے۔ پس فنا اس مقام میں متحقق نہیں ہوتی، کیونکہ فنا میں واحد کے مشاہدہ کے غلبہ کے باعث کثرت کا مشاہدہ بالکل رفع ہوتا ہے۔ کثرت ممکنات کے اس عدم شہود کو بھی فنا کہتے ہیں، مگر فنا کی حقیقت اس وقت متحقق ہوتی ہے، جب کہ اسماء وصفات اور شیون و اعتبارات کی کثرت بھی سب کی سب نظر سے مخفی ہو جائے اور ذات مجردہ کی احدیث کے سوا کچھ ملحوظ و منظور نہ ہو۔ سیر الی اللہ کے تمام ہونے کی حقیقت اس جگہ جلوہ گر ہوتی ہے اور ظلال کی گرفتاری سے پوری پوری خلاصی اس مقام میں حاصل ہوتی ہے۔ اس وقت معاملہ اصل اصول سے پڑتا ہے اور دال سے مدلول تک پہنچ جاتا ہے اور علم سے عین تک اور گوش سے آغوش تک عروج حاصل ہوتا ہے اور وصل عریانی متحقق ہوتا ہے۔ اس کے آگے وہ مقام ہے، جس کو کسی رمز و اشارہ سے بیان نہیں کر سکتے، بلکہ سراسر مبہم اور سرور کم ہے۔ اس مقام کی نسبت لب نہیں ہلا سکتے۔[۱۳۸]

آپ کا مکتوب گرامی:

آپ نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کی خدمت میں عرض کیا:

> "جدائی میں مبتلا، گنہگار بندہ محمد عبداللہ کی عرض یہ ہے کہ حضرت آپ کی دعا سے اوقات گرامی سلامتی میں گزر رہے ہیں۔ حضور کے خادموں سے دوری پر اتنی شرمندگی و خجالت ہے، جو کہنے اور سننے میں نہیں آ سکتی۔ اس قدر سرگردانی و پریشانی ظاہر ہوئی کہ اس کا ایک ذرہ بھی بیان نہیں ہو سکتا۔
>
> (یہ) سراسر درد اور دکھ ہے، باوجود اس کے اللہ کریم کا شکر ہے کہ رابطہ

باطن کی نسبت میں جس کا حاصل فنا و نیستی ہے، ذات وصفات اور عین و اثر کے لحاظ سے اس میں کوئی فتور نہیں ہے۔ فتور کیسے ہو سکتا ہے، جب کہ اصلی وطن کی جانب رجوع کرنے کے بعد ہوائے غربت سر میں نہیں سما رہی ہے۔ عجیب چیزیں ظاہر ہوتی ہیں اور عجیب اسرار جلوہ گر ہوتے ہیں۔ باطن کو ان میں سے کسی چیز کی طرف التفات نہیں ہے۔ دریائے عدم میں پانی سر سے گزر گیا ہے۔ یہ سب آنحضرت قدس سرہ کی خدمت گاری اور غلامی کے طفیل ہے۔ آپ کی ذات مبارک قیامت کے قائم ہونے تک طالبین وسالکین کے سر پر باقی رہے۔"[۱۳۹]

سفر آخرت:

آپ نے ۲۵ جمادی الاوّل ۱۰۷۵ھ/ ۱۴ دسمبر ۱۶۶۴ء کو دہلی میں وصال فرمایا۔ آپ کی تاریخ وصال بروز بدھ ۲۵ جمادی الاوّل ۱۰۷۴ھ/ ۱۵ دسمبر ۱۶۶۳ء بھی منقول ہے۔ آخر عمر میں آپ نے حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۹ء) سے فرمایا تھا کہ رشتہ فرزندی کا لحاظ کر کے مجھے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے برابر نہ دفن کیا جائے، بلکہ اس جگہ دفن کیا جائے، جہاں جوتے اُتارے جاتے ہیں، میں اسی جگہ کے لائق ہوں۔ اس پر حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ دفن کرنے کے متعلق مجھے کیا اختیار، یہ کام تو آپ کے وارثوں کا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: "آپ کہہ دینا۔"

جب آپ نے وصال فرمایا تو حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے وارثوں سے کہا کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت یہ ہے، لیکن کسی نے نہ سنا اور آپ کو حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے برابر آسودہ خاک کیا گیا۔[۱۴۰]

تصنیفات:

آپ کو تصنیف وتالیف کا ذوق دامنگیر تھا۔ کئی صوفیانہ رسائل تصنیف فرمائے جو بھی محفوظ ہیں، جن میں سے چند زیور طبع سے بھی آراستہ ہو چکے تھے۔ آپ کے تمام رسائل کا ایک

مجموعہ انڈیا آفس لائبریری (ذخیرہ دہلی) میں محفوظ ہے اور ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) بیان احوال وملفوظات خواجہ خورد (فارسی):

اس میں آپ کے بعض مکتوبات بھی شامل ہیں۔

(۲) پردہ برانداخت وپردہ کہ شناخت (فارسی):

(۳) پرتو عشق (فارسی):

(۴) رباعیات وشرح رباعیات (فارسی):

اس میں بعض معاصرانہ بزرگوں کی نسبت مدحیہ رباعیات لکھ کر ان کے متعلق واقعات اور اپنے تاثرات دیے ہیں، حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے حالات کے طالبین کے لیے دلچسپی کا باعث ہیں۔

(۵) رسالہ خواجہ خورد (فارسی):

اس میں توحید وجودی کے متعلق لکھا ہے۔

(۶) رسالہ سماع (فارسی):

(۷) رسالہ سید (فارسی):

(۸) رسالہ فوائح (فارسی):

(۹) شرح تسویہ (فارسی):[۱۳۱]

فصل دہم:

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے عظام

حضرت شیخ تاج الدین سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ہندوستان کے بزرگ زادوں میں سے ہیں۔ سنبھل کے ایک دیہات کے رہنے والے تھے۔ ظاہری فضائل سے آراستہ وپیراستہ تھے، آپ مردان خدا کے تاج حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کے اجلہ خلفاء، بزرگ اصحاب واحباب اور خلیفہ برحق تھے۔ نہایت شیریں سخن تھے۔ حکایات رنگین ودلفریب اداؤں سے نقل فرماتے تھے۔[۱۴۲]

ابتدائی ارادت:

شروع میں آپ حضرت شیخ اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت میر سیّد علی قوام جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے اوران سے خلافت کا شرف حاصل تھا اور حضرت شیخ اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ آپ پر بہت زیادہ مہربانی وعنایت فرمایا کرتے تھے۔[۱۴۳]

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت واجازت:

حضرت شیخ اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز اور نائب مناب ہونے کے باوجود آپ ذوق وشوق کے غلبہ سے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کی صحبت وتربیت میں آگئے۔

مروی ہے کہ آپ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے مرید ہیں۔ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی طلب وتواضع کو قبول فرمایا اوراپنی نظر عنایات وبرکات سے آپ کو خوب نوازا۔ آپ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خلوت خاص کے ہم نشیں اور محفل خصوصی کے انیس بن گئے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے مستفیض ہونے والوں میں آپ سے زیادہ کوئی مصاحب نہیں تھا۔ جب آپ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو مغلوب الحال پاتے تو حکایات ولطائف کی باتوں سے آپ

عالم شعور میں کھینچ لاتے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اسرار کے دریافت کرنے میں سب سے زیادہ دلیر تھے۔

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اکابر نقشبندیہ کی نسبتوں سے آپ کو آگاہ فرمایا۔ طریقہ کے تعلیم کی اجازت مرحمت فرمائی۔ کہتے کہ پہلے شخص جن کو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجاز بنایا، وہ آپ ہی تھے۔[۱۴۴]

کلاہ حضرت عزیزان رحمۃ اللہ علیہ

جب حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) نے آپ کو خلافت عطا فرمانے کا عزم فرمایا تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر شیخ تاجؒ بھی اس کے متعلق واقعہ میں کچھ دیکھیں تو بہتر ہوگا۔ چنانچہ یونہی ہوا کہ حضرت شیخ تاجؒ نے خواب میں دیکھا کہ وہ خطہ فاخرہ بخارا کے علاقہ میں حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ (م۷۲۱ھ/ ۱۳۲۱ء) کی خدمت میں حاضر ہیں۔ حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ترکی کلاہ آپ کے سر پر رکھی اور بہت زیادہ عنایات فرمائیں۔ جب حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ سنا تو انہوں نے حضرت شیخ تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت عطا فرمادی اور آپ کو اپنے وطن مالوف سنبھل کی جانب روانہ فرمادیا۔[۱۴۵]

مسند ارشاد:

جب حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) نے آپ کو خلافت واجازت عطا فرمائی تو آپ کی ذات اور نظر میں ایسا عظیم اثر پیدا ہو گیا کہ آپ جس شخص کو یہ طریقہ تلقین فرماتے اسے جذبات وغلبات گھیر لیتے اور اس سے ارادت واحوال ظاہر ہونے لگتے تھے۔

آپ نے ان دنوں ہی میں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے رُخصت طلب کی اور اپنے وطن مالوف سنبھل میں جا کر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق اصحاب اور طالبین کی رشد وہدایت میں مصروف ہو گئے۔[۱۴۶]

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا آپ کے نام مکتوب گرامی:

بعض لوگوں نے سنبھل کے ایک دیوانہ کو، جو حضرت شیخ اللہ (داد رحمۃ اللہ علیہ) کا مرید تھا، سے آپ کو رنجیدہ خاطر کر دیا۔ آپ نے اس کی تادیب کی اور بعد ازاں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کی خدمت میں عریضہ لکھ کر اظہار ملال کیا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں درج ذیل مکتوب گرامی آپ کو تحریر فرمایا:

''شیخ ابی بکر سے جو آپ نے دماغ خشکی کی تھی، ہم نے اس کو پڑھا۔ ایسی چیزیں مقام شفقت اور کارشناسی کے مناسب نہیں۔ اولیائے کبار محفوظ نہیں ہیں، تو نامراد بیچارہ جس نے چند ہی روز سلوک طریق سے تصفیہ کیا ہو، وہ کیونکر اور کیسے محفوظ و معصوم رہ سکتا ہے؟ تاکہ خلاف اُمید اس سے ظاہر نہ ہو سکے، خاص کر ایسا آدمی جو دیوانہ اور مسلوب العقل ہو۔ اس سے استقامت صفات کی اُمید نہ رکھنی چاہیے، خواہ وہ مرتبہ ولایت تک پہنچ جائے۔ خدا ہی کو معلوم ہے کہ اس وقت کون سا نامعقول امر اس کے ذہن میں معقول ہو گیا ہو، اور درست صورت کو اس کی نظر سے پوشیدہ کر دیا گیا ہو۔ دیوانگی کا معاملہ ہی اور ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ شرعی احکام کا تعلق عقل سے ہے۔ مختصر یہ کہ ہر ایک کو اس کے مرتبہ میں معذور رکھنا چاہیے اور نظر فاعل حقیقی پر کرنی چاہیے، بلکہ معیت وجود کو دیدہ ادب سے پہچاننا چاہیے، کیونکہ نفوس مختلف ہیں۔ بعض امارہ ہیں اور بعض مطمئنہ اور بعض درمیانے، جس کو لوامہ کہا جاتا ہے۔ یہ بھی اگر ذوی العقول ہوں تو اس صورت میں ہے۔ مطمئنہ اولیاء اللہ کے نفوس ہیں۔ ارباب نفوس امارہ کو بھی معذور رکھنا چاہیے، بلکہ لطف کی نظر سے دیکھنا چاہیے اور ہر کام میں اچھے مطالعے کام میں لانے چاہئیں۔ اہل سنبھل کے طعن کا بھی انکار نہیں کرنا چاہیے، بلکہ ان پر نظر رحم کرنی چاہیے، کیونکہ یہ لوگ استقامت عقل سے نقل گئے ہیں اور شیوہ

نفس کو فراموش کر چکے ہیں۔ اگر کوئی عاجز گناہ کرے، تو اس پر بطلان
کا حکم کیوں لگایا جائے اور اس کے تمام کاموں پر بھی تلبیس کا حکم کیوں
فرمایا جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ ملامت اولیاء کے نصیبہ میں رہی ہے۔
ہم خود ایسے امور کے ظہور میں دوسرا طریقہ رکھتے ہیں۔ جب ہم تک کو
ملامت پہنچتی ہے تو ہم اپنے اندر جھانکتے ہیں اور خود میں ایک بری
صفت پاتے ہیں اور اس اشارے کو غیبی نصیحت جانتے ہیں۔
چنانچہ اس بارے میں ہم نے بھی اپنے اندر نفاق اور تلبیسات پائیں
اور اللہ کریم کی درگاہ میں التجا کی۔ ان شآء اللہ جاتی رہیں گی۔ اتنا
بتائیں کہ اہل سنبھل سے آپ کو کیا نقصان پہنچے گا؟ کیا آپ کی عبادت
قبول نہ ہوگی؟ یا صفائے توجہ جاتی رہے گی؟ یا درگاہ خداوندی میں سے
رد کر دیے جاؤ گے؟

مصرع: معشوقہ ترا و بر سر عالم خاک

یعنی: معشوق تمہیں مل جائے اور دوسروں کے سر پر خاک۔

والسلام ۱۴۷ھ

زیارت حرمین شریفین:

جب حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) نے وصال فرمایا تو آپ نے سیر بلاد کا ارادہ کیا۔ اکثر ممالک ہندوستان اور کشمیر کی سیاحت کرتے ہوئے حرمین شریفین کی زیارت کے لیے چلے گئے۔ جب وہاں پہنچے تو ان ممالک متبرکہ کے لوگوں کو آپ سے بہت زیادہ لگاؤ پیدا ہو گیا۔ اکابرین حرم میں سے حضرت شیخ محمد علان رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۱ھ/۱۶۲۲ء) جو اس منبع الانوار دیار کے بزرگوں میں علم و عمل اور ریاضت و قناعت کے لحاظ سے بہت بلند درجہ کے حامل تھے، آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔ جس کی بنا پر آپ کو وہاں مقبولیت و شہرت عام حاصل ہو گئی اور آپ دیارِ عرب میں ''شیخ الشیخ علان'' کے نام سے مشہور ہو گئے۔ شیخ محمد علان نے کتاب ''رشحات عین الحیات'' ملا واعظ کاشفیؒ (م۹۱۰ھ/ ۱۵۰۵ء) کا عربی میں

ترجمہ کیا تھا، تا کہ اہل عرب ان بزرگوں کے احوال سے آگاہ ہو جائیں۔ حضرت شیخ محمد علان رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ ہندوستان تشریف لائے، لیکن بعدازاں واپس حجاز مقدس میں چلے گئے۔ [۱۴۸]

دیارِ عرب میں سلسلہ نقشبندیہ کی ترویج:

آپ نے اپنی عمر کا اکثر حصہ حجاز مقدس اور عربستان میں بسر فرمایا۔ یمن، احسا اور حجاز مقدس میں طریقہ عالیہ نقشبندیہ کو پھیلایا۔ ان علاقوں میں آپ کے مریدوں کی ایک بڑی جماعت تھی۔ آخر میں آپ ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۸ء میں ولایت لیبہ وبصرہ میں گئے اور ایک جم غفیر آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گیا۔ ان دیار کا حاکم بھی آپ کے مخلصین میں داخل ہوا۔ گرمی صحبت اور اجتماع ارباب جمعیت مرتبہ کمال کو پہنچ گیا۔ اسی اثناء میں زمانہ عرفات قریب آ گیا۔ پس آپ بے قرار ہو گئے اور اس ہنگامہ کو درہم برہم کر دیا اور مشیخت کو ایک طرف رکھ دیا اور یہیں سے احرام باندھا۔ ایک اُونٹنی اور دو خادم ساتھ لے کر توکل علی اللہ کرتے ہوئے فقر و فاقہ کے ساتھ بیت اللہ اور روضہ مبارک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے عازم ہو گئے۔

آپ ہمیشہ حجرہ خلوت میں تشریف فرما رہتے تھے اور آنے جانے والوں سے ضرورت کے تحت ملاقات فرماتے۔ ان کا نام ومقام دریافت فرماتے اور بعدازاں انھیں رُخصت کر دیتے تھے۔ مختلف اسلامی ممالک کے بادشاہ آپ کی زیارت سے فیض یاب ہونے کی سعی میں لگے رہتے تھے۔ اگر آپ پسند فرماتے تو انھیں اندر آنے کی اجازت مرحمت فرماتے، ورنہ کہہ دیتے کہ کسی اور وقت آنا۔ عرب، شام اور روم کے بادشاہ، امرا اور عام لوگ آپ کے بہت زیادہ معتقد تھے۔ آپ ان ممالک میں آفتاب سے زیادہ مشہور تھے۔ [۱۴۹]

کمال آرزو:

حضرت محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء) سے منقول ہے کہ میرے فاضل وصالح دوستوں میں ایک دوست جن کا نام ''صالح'' ہے اور مقبول بزرگوں میں سے ہیں، نے مجھے بتایا کہ میں نے ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۸ء کے حج میں میدان عرفات میں حضرت شیخ تاج الدین

سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔ ان کے احرام کا لباس زیادہ دن گزر جانے کی وجہ سے میلا ہو چکا تھا۔ جسم مبارک غبار آلود، سر کے بال پریشان اور ریش مبارک سفید تھی، آنکھیں سفر کی گرمی، بلکہ دوسری مستی کے نشہ سے سرخ ہو چکی تھیں۔ میں انھیں اس حال میں دیکھ کر بہت زیادہ متاثر ہوا اور ان پر میرا اعتقاد بڑھ گیا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا:

"میں سالوں شہروں اور جنگلوں کی راہوں پر چلا اور اِس اور اُس کو آزمایا۔ اب اپنے صاحب کے درِ دولت پر جھاڑو دے رہا ہوں، تا کہ اسی جگہ خاک بن جاؤں۔"

؎ : خوش آن سریکہ بر آن آستان خاک شود

یعنی: خوش (نصیب) وہ سر ہے جو اس در پر خاک ہو جائے۔ ۱۵۰

سفرِ آخرت:

۱۰۴۶ھ/ ۱۶۳۶ء میں آپ نے بیت اللہ شریف کے نزدیک زمین خریدی اور یہاں رہائش پذیر ہو گئے۔ بالآخر قضائے الٰہی سے ہفتہ کی رات نمازِ عشاء کے وقت مؤرخہ ۲۲ ربیع الاوّل ۱۰۵۲ھ/ ۲۰ جون ۱۶۴۲ء کو ننانوے برس کی عمر میں وصال فرمایا اور مکہ مکرمہ ہی میں ایک باغ میں آسودہ خاک ہوئے، جو آپ نے اپنی آخری آرام گاہ کے لیے بنایا تھا۔ "فخر العلما" اور "وقطب دوراں رفت" سے تاریخ وفات (۱۰۵۲ھ) نکلتی ہے۔ آپ کے حالات میں ایک مستقل کتاب بانکی پور لائبریری (ہندوستان) میں محفوظ ہے۔ ۱۵۱

تصنیفات:

آپ نے اہل عرب کی فائدہ رسانی کے لیے متعدد کتب عربی میں تصنیف و ترجمہ کیں۔ نیز حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم کے بعض رسائل فارسی کا عربی میں ترجمہ کیا۔ آپ کی چند کتب کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) رسالہ فی سلوک خلاصۃ السادات نقشبندیہ (عربی)۔ اس کی علامہ عبدالغنی نابلسیؒ (م ۱۱۴۳ھ/ ۱۷۳۱ء) نے مفصل شرح "مفتاح المعیت فی طریقۃ النقشبندیہ (عربی) تحریر کی ہے۔

(۲) رسالہ پیری و مریدی (عربی)۔ علماء ظاہر کو قائل کرنے کے لیے پیری و مریدی کے حق و اثبات میں تحریر فرمایا ہے۔

(۳) ترجمہ رشحات عین الحیات (عربی):

حضرت ملا واعظ کاشفیؒ (م ۹۱۰ھ/ ۱۵۰۵ء) کی کتاب ''رشحات عین الحیات'' کا فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا۔

(۴) ترجمہ نفحات الانس (عربی):

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ (م ۸۹۸ھ/ ۱۴۹۲ء) کی کتاب ''نفحات الانس'' کا فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا۔ اس کا ایک مخطوطہ کتب خانہ رام پور (ہندوستان) میں محفوظ ہے۔

(۵) ترجمہ رسالہ عرفانی (عربی):

حضرت خواجہ عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) کے ایک رسالہ عرفانی فارسی کا عربی ترجمہ حضرت تاج الدین سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) نے کیا تھا، جسے حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۹ء) نے فارسی میں تبدیل فرمایا اور یہ ان کے رسائل کے ساتھ بارہا طبع ہو چکا ہے۔[۱۵۲]

حضرت خواجہ حسام الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ

آباؤ اجداد:

آپ کا نسب شریف ایک طرف سے حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰ھ/ ۷۲۸ء) اور دوسری جانب تفسیر زاہدی کے مصنف حضرت امام زاہد رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔

آپ کے والد قاضی نظام الدین بدخشانی مخاطب بہ غازی خانؒ (م ۹۹۲ھ/ ۱۵۸۴ء) کا اکابر علماء میں شمار تھا اور وہ مولانا سعید ترکستانیؒ اور مولانا احمد جندیؒ کے شاگرد تھے۔ ۹۸۱/ ۱۵۷۳ء میں ہندوستان آئے اور مغل بادشاہ جلال الدین محمد اکبر (م ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء) کے امرا میں شامل ہوئے۔[۱۵۳]

ولادت:

آپ ۹۷۷ھ/۷۰-۱۵۶۹ء میں بلاد بدخشان کے ایک قصبہ قندوز میں پیدا ہوئے اور اپنے والد گرامی قاضی نظام الدین بدخشانیؒ (م۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء) کے ہمراہ ہندوستان میں آئے۔ [۱۵۴]

منصب امارت وجاہ:

آپ کو اپنے والد بزرگوار قاضی نظام الدین بدخشانیؒ (م۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء) کی وفات کے بعد کم عمری ہی میں موروثی منصب ملا اور وقت کے امراء میں شامل ہوئے۔ اسی زمانہ میں حضرت حاجی رمزی رحمۃ اللہ علیہ سے سند اجازت مصافحہ نبوی ﷺ حاصل کی۔ جس کی برکات سے درویشی اور خدا طلبی کا ذوق وشوق دامنگیر ہوا۔

آپ شیخ مبارک ناگوری (م۱۰۰۱ھ/۱۵۹۳ء) کے داماد تھے اور شیخ ابوالفضل (م۱۰۱۱ھ/۱۶۰۲ء) اور شیخ فیضی (م۱۰۰۲ھ/۱۵۹۳ء) کی ہمشیرہ آپ کے عقد میں تھیں۔ [۱۵۵]

ترکِ دنیا:

سرکاری منصب داری کے زمانہ میں مرزا عبدالرحیم خان خاناںؒ (م۱۰۳۶ھ/۱۶۲۷ء) کے ساتھ دکن کی مہم پر گئے۔ اس دوران میں فقرا سے ملاقات رہی، جس کی بدولت محبت الٰہی کے جذبہ نے غلبہ کیا اور آپ نے ترک دنیا کا عزم فرمایا۔ خان خاناںؒ آپ کے والد بزرگوار قاضی نظام الدین بدخشانیؒ (م۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء) کے شاگرد تھے۔ انہوں نے مخالفت کی۔ آپ نے ان سے کہا کہ اگر ترک منصب کی درخواست دوں گا تو منظور نہ ہوگی، لہٰذا میں دیوانہ بن جاتا ہوں اور دنیاوی قیود سے آزاد ہو کر باقی عمر سلطان المشائخ کے مزار پر گزار دوں گا۔ خان خاناں نے بہت زیادہ منت وسماجت کی، لیکن نہ مانے اور دوسرے روز کپڑے تار تار کیے، جسم پر کیچڑ ملی اور دیوانہ وار کوچہ وبازار میں گھومنے لگے۔ خان خاناں نے کچھ امرا کو ساتھ لیا اور آپ کو بڑی عزت سے گھر لائے اور آپ کو سمجھانے کی دوبارہ سعی کی، لیکن آپ نے ان کے وعظ و نصیحت کو قبول نہ فرمایا تو خان خاناں نے مجبور ہو کر بادشاہ کو عرضی بھیجی، جس پر آپ کو وہاں سے دہلی آنے کی اجازت مل گئی۔ [۱۵۶]

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے وابستگی:

آپ کا دل ہمیشہ فقرا کی صحبت وخدمت کی طرف مائل اور گوشہ عاجزی وخلوت نشینی کا متلاشی رہتا تھا۔ان دنوں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ(م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کی خدمت میں بھی حاضر ہوا کرتے تھے۔ان کی صحبت کے فیض وبرکت سے گوشہ نشینی وعاجزی کے ذوق میں غلبہ پایا۔حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ ماوراء النہر گئے ہوئے تھے کہ آپ پر جذبہ الٰہی کا غلبہ ہوا اور آپ نے پردہ امارت کو ایک طرف رکھا اور حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ(م۱۶۲ھ/ ۷۷۹ء) کی طرح ٹاٹ پہنا۔خدام، مال و دولت اور جاہ وجلال سے ہاتھ کھینچ کر طالب فقر ہو گئے۔جب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ ماوراء النہر سے واپس دہلی تشریف فرما ہوئے تو آپ ان کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔اذکار اور مراقبات خواجگان بزرگوار کی تعلیم حاصل کی۔حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کو ظاہر میں جلال سے اور باطن میں کمال سے تربیت فرماتے تھے۔ظاہر میں آپ کو اپنے پاس سے نکال دیتے اور باطن میں بلاتے تھے:

خوش نازیست ناز خوب رویاں
ز دیدہ راندن و از دیدہ جویاں
بہ چشمے ناز بے اندازہ کردن
بہ دیگر چشم عذرے تازہ کردن

یعنی: محبوبوں کے ناز بھی بڑے مزیدار ہوتے ہیں، (ادھر) آنکھ سے گرا دینا اور (ادھر) آنکھ سے تلاش کرنا۔
ایک آنکھ سے بے حد ناز کرنا اور دوسری آنکھ سے ایک نئی معذرت کرنا۔[۱۵۷]

اجازت وخلافت:

حضرت عبداللہ المعروف خواجہ خورد رحمۃ اللہ علیہ(م۱۰۷۵ھ/۱۶۶۴ء) آپ کو حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ(م۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) کے افضل واکمل اصحاب میں شمار کرتے تھے اور ان کا جانشین حقیقی قرار دیتے تھے۔آپ نے کئی برس صدق وانکساری سے حضرت خواجہ محمد باقی

باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کی قابل قدر خدمات سرانجام دیں اوران کی خصوصی نگاہوں اور احوال بلند کے مستحق ٹھہرے۔ یہاں تک کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو سلسلہ کے طالبین کی تعلیم کی اجازت سے مشرف فرمایا، لیکن آپ نے آزادگی اور تفرید کی وجہ سے خود کو اس کام کے لائق نہ سمجھا اور مجبوراً حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کی تعمیل میں ایک طالب کو تعلیم ذکر دی اور پھر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت مجھے معذور فرمائیں۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اس ضمن میں صادق پا کر آپ کا عذر قبول فرمالیا، بلکہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے پُر درد دل سے آہ سرد بھری اور فرمایا: ''خوب کیا اور اپنی جان چھڑالی۔''

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ (باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کی اتباع، ان کے طریقہ، ان کے اشغال کی جتنی خدمات حضرت خواجہ حسام الدینؒ اور حضرت شیخ اللہ دادؒ سے ظاہر ہوئیں، دوسروں سے نہیں ہوسکیں۔ [۱۵۸]

خدمات یگانہ:

آپ کو اپنے مرشد حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کی اتنی خدمت کرنے کا موقع نصیب ہوا کہ جب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ وصال فرمارہے تھے تو آپ کے علاوہ کوئی دوسرا مرشد کی خدمت میں موجود نہیں تھا۔ آپ نے پیر ومرشد کی بیماری میں راتوں کو جاگ کر تیمارداری وخدمت کرنے میں افاضات کثیرہ حاصل کیے اور تکفین وتجہیز اور تدفین کی خدمات سرانجام دیں۔

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کے بعد آپ نے خانقاہ باقویہ (دہلی) میں مقیم اپنے پیر بھائیوں اور پیرزادوں کی خدمات میں بھی پوری کوشش فرمائی۔ جب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے وصال فرمایا تو ان کے صاحبزادگان حضرت خواجہ عبیداللہ المعروف خواجہ کلاں رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۴ھ/۱۶۶۴ء) اور حضرت خواجہ عبداللہ المعروف خواجہ خورد رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۵ھ/۱۶۶۴ء) چھوٹے تھے۔ ان کی عمریں دو برس کے لگ بھگ تھیں۔ انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) سے بے شمار روحانی فیوضات اخذ کیے، لیکن ان کی عام خبرگیری اور دوسری خدمات کی سعادت خاصہ آپ ہی کو نصیب ہوئی۔ [۱۵۹]

معمولات روز:

آپ کو اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) سے بے پناہ محبت وعقیدت تھی۔ آپ کا معمول تھا کہ نماز فجر فیروز آباد (دہلی) کی مسجد میں ادا فرماتے۔ چند ساعت مراقبہ میں مشغول رہتے۔ پھر اشراق کے نوافل ادا کر کے اپنے مرشد بزرگوار حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار کی طرف متوجہ ہوتے جو شہر سے دو میل باہر واقع تھا۔ سارا دن وہاں تلاوت وعبادت اور مراقبہ میں گزارتے۔ ہر روز پندرہ پارے تلاوت کرتے اور ترجمہ مشکوٰۃ شریف سے چند احادیث کا مطالعہ فرماتے۔ نماز عصر وہاں ادا فرماتے اور پھر اہل و عیال کی خبر گیری کے لیے اپنے گھر کی جانب لوٹتے۔ اس قدر گوشہ گیری اور صحرا نشینی کی رغبت رکھنے کے باوجود اگر کوئی عزیز مہمان گھر آ جاتا تو اس کی ضیافت اور حسن صحبت میں مصروف ہو جاتے تھے۔[۱۶۰]

جذبہ خدمت خلق:

ہر چند آپ کو مالداروں اور مال و دولت سے رغبت نہ تھی، اس کے باوجود اگر کوئی حاجت مند اور فقیر آ جاتا تو آپ اس کی حاجت کی تکمیل کے لیے امرا اور بادشاہوں سے سفارش کرتے۔ ہر وقت شفقت وعنایت کے ہاتھوں مجبور ہو کر مسلمانوں کی حاجات کو پورا کرنے کے لیے کوشاں رہتے، بلکہ کبھی ایسے امراء سے بھی سفارش کرتے کہ آپ کے مخلصین کو ناگوار ہوتا اور سبکی کا احتمال ہوتا۔ آپ کے فرزندان گرامی اعتراض کرتے، لیکن آپ نے اپنا طریق کار جاری رکھا۔ جب ایک بار آپ کے صاحبزادگان نے مؤدبانہ التماس کی ہے کہ حفظ آبرو بھی ضروری ہے تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا: ''ہم نے اپنی اس آبرو سے چکی چلا کر آٹا نہیں پیسنا، کیسی سعادت مند ہے وہ آبرو جو مسلمانوں کے دلوں کے کھیت کی شادابی میں مصروف رہے۔''[۱۶۱]

حضرت بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ پر شفقت:

ایک مرتبہ حضرت بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ لاہور گئے۔ ان دنوں آپ بھی لاہور میں

سکونت پذیر تھے۔ حضرت بدرالدین سرہندی ﷫ آپ کی ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ وضو کرنے کے لیے اُٹھے تھے۔ آپ ان کی ملاقات سے بہت زیادہ خوش ہوئے۔ مصافحہ اور معانقہ کے بعد ان سے فرمایا: ''آپ مکان میں تشریف رکھیں، میں وضو کر کے آتا ہوں۔''

بعد ازاں آپ تشریف لائے۔ حضرت بدرالدین سرہندی ﷫ نے نماز ظہر آپ کی خدمت میں ادا کی۔ بات چیت سے فراغت کے بعد آپ کچھ دیر قبلہ رو ہو کر مراقبہ میں مشغول رہے۔ مراقبہ کے بعد آپ نے دسترخوان طلب فرمایا۔ دو روغنی نان اور ایک گلاس شربت آپ کی خدمت میں لائے گئے۔ آپ نے حضرت بدرالدین سرہندی ﷫ سے فرمایا کہ دہلی سے اطلاع آئی تھی کہ حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہ کا عرس کل ختم ہو گیا۔ کل ہمارے پاس کچھ خرچ کے لیے نہ تھا۔ آج کہیں سے کچھ ہمارے پاس آ گیا تھا، لہٰذا حضرت خواجہ قطب الدین ﷫ کے فاتحہ کی نیت سے روغنی نان پکائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مجھے آپ کے ساتھ کھانے کا شرف حاصل ہوا ہے۔

چونکہ آپ حاجت مندوں پر بے حد شفیق اور لوگوں کی حاجات کی تکمیل کے لیے بڑے حریص تھے، لہٰذا آپ نے خیال فرمایا کہ حضرت بدرالدین ﷫ بھی کسی امیر کے نام آپ کی سفارش لینے کے لیے آئے ہیں۔ پس ان سے فرمایا کہ آج کل دہلی سے پروانہ آیا ہوا ہے کہ اپنے باکمال مریدوں اور درویشوں کے نام لکھ کر بھیج دوں۔ علاوہ ازیں یہ بھی لکھا ہے کہ ایسے صاحب ہمت امرا کے ناموں سے بھی آگاہ کیا جائے جو آپ کے معتقدین اور نیازمندوں میں شامل ہیں۔ مناسب ہو تو میں تمہارا نام بھی اس فہرست میں شامل کر کے کچھ سفارش کروں۔ یہ سن کر حضرت خواجہ بدرالدین سرہندی ﷫ نے عرض کیا کہ حضرت! فقیر صرف لاہور کی سیاحت کے لیے آیا ہے، نہ کہ اس نیت سے اور آپ کی خدمت میں حاضری خالص اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لیے دی ہے، کوئی اور غرض ہرگز نہیں۔ آپ یہ بات سن کر بے حد خوش ہوئے اور فرمایا: ''کیوں نہ ہو، آخر آپ حضرت مجدد صاحب قدس سرہ کے صحبت یافتہ اور ان سے تربیت یافتہ ہیں۔''[۱۶۲]

امراء کی فقراء کے ساتھ عقیدت میں کمی:

ایک روز آپ کی مجلس میں ایک صاحب نے وقت کے امراء واغنیاء کی شکایت کی کہ یہ لوگ فقراء کی عزت کا خیال نہیں کرتے اور ان کی تعظیم بجا نہیں لاتے، جیسا کہ پہلے زمانے کے امراء بجالایا کرتے تھے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اے بھائی! اسے اس زمانے کے فقراء کے حق میں حکمت الٰہی سمجھو، کیونکہ پہلے زمانے کے فقراء دنیا اور اہل دنیا سے اس قدر اجتناب کرتے تھے کہ جتنا امراء ان سے ارتباط واعتقاد کا راستہ کھولتے، وہ اس سے زیادہ ان کی صحبت سے احتراز فرماتے تھے اور ہمارے اس وقت کے اکثر فقراء ایسے ہیں کہ اگر امراء ومالداران کی طرف آئیں اور رابطہ اور دوستی پیدا کر لیں تو ان درویشوں کے فقر اور گوشہ نشینی میں فتور آ جائے گا، لہٰذا کرم الٰہی نے اس وقت کے فقراء کے ساتھ امراء کی عقیدت کی کمی وتندخوئی کو ان کی حالت کا نگہبان ومحافظ بنایا ہے۔[۱۶۳]

سفر آخرت:

آپ نے یکم صفر ۱۰۴۳ھ/ ۷ راگست ۱۶۳۳ء کو وصال فرمایا اور اکبرآباد میں آسودہ خاک ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کے جسد مبارک کو وہاں سے منتقل کر کے قدم مبارک رسول اللہ ﷺ کے قریب حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) کے مزار انور کے قریب محو استراحت کیا گیا۔

آپ کے وصال مبارک کے بعد آپ کی زوجہ محترمہؒ نے آپ کے نیک کام جاری رکھے اور جب تک زندہ رہیں، بارہ ہزار روپے سالانہ جو عبدالرحیم خان خاناںؒ (۱۰۳۶ھ/ ۱۶۲۷ء) کی دی ہوئی جاگیر سے آتے تھے، وہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ شریف کے اخراجات کے لیے بھیجتی رہیں۔[۱۶۴]

قطعہ تاریخ وصال:

طبقات شاہجہانی کے مصنف محمد صالح نے آپ کے وصال مبارک کے موقع پر ایک پر اثر قطعہ تحریر کیا، جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

چوں حسام الحق از جہاں بگذشت
حصن دین را اساس محکم رفت
بایزیدؒ و جنیدؒ دوراں شد
شبلیؒ وقت و ابن ادہمؒ رفت
یار بیچارگان خستہ نماند
اہل دیں را انیس و ہمدم رفت

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کے صاحبزادے حضرت عبداللہ المعروف خواجہ خورد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۵ھ/۱۶۶۴ء) نے آپ کی مفصل سوانح عمری لکھی تھی، جو نایاب ہے۔[۱۶۵]

حضرت شیخ اللہ داد رحمۃ اللہ علیہ

پیرومرشد کی خدمت میں حاضری:

آپ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کے قدیم اصحاب میں سے تھے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے لاہور سے ماوراء النہر کے سفر پر جانے سے پہلے آپ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ پر بے انتہا عنایت فرمائی اور آپ کو ذکرومراقبہ کی تعلیم فرمائی۔[۱۶۶]

نیابت حضرت خواجہؒ:

جب حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) لاہور سے ماوراء النہر کے سفر پر تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ کو اپنی جگہ پر قائم فرمایا اور اپنے مخلصین کی ایک جماعت کو آپ کی صحبت اختیار کرنے کا حکم فرمایا، تاکہ لوگوں کا اجتماع قائم رہے۔

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سفر پر روانہ ہونے سے پہلے اپنے ایک مخلص کو تحریر فرمایا:

''ان دنوں ولایت کی سیاحت کا ارادہ پختہ ہو گیا ہے، اُمید ہے کہ چند

روز کے بعد ہم چلے جائیں گے۔ شیخ اللہ داد نے حوصلہ کر کے یہیں رہنے کا ارادہ کیا ہے۔ ان کی رفاقت میں رہنے والے کے لیے مبارک ہے اور اس کے لیے بہت بڑی کامیابی ہے:

داغ بے یاری و درد بے دلی
این ہمہ بر خود پسندیدم و رفت

یعنی: تنہائی کا دُکھ اور بے دلی کا درد، یہ سب ہم نے اپنے لیے پسند کرلیا اور چل پڑے۔

جسے ایک بار ان کی صحبت میسر آئے، غنیمت ہے۔ سچ ہے۔ اللہ کی قسم کہ میں (یہ) تکلف سے نہیں کہہ رہا:

دادیم ترا از گنج مقصود نشان
گرما نرسیدیم تو شاید برسی

یعنی: ہم نے تجھے گنج مقصود کا نشان بتا دیا ہے، اگر ہم (اس تک) نہیں پہنچ سکے تو شاید تو پہنچ جائے۔[۱۶۷]

خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا آپ کے نام مکتوب گرامی:

آپ نے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کی خدمت اقدس میں ایک عریضہ لکھا تھا، جس کے جواب میں مہربان شیخ و مرشد نے سفر ماوراء النہر کے دوران طریقت کے دقائق وحقائق سے آراستہ درج ذیل مکتوب گرامی آپ کو تحریر فرمایا:

''برادر ارشد شیخ اللہ داد! اپنے اس دعا گو معتقد کی توجہ اور فاتحہ سے مدد کیا کریں۔ اپنی اس پریشانی وضع اور بے استقامتی پر انتہائی بے حیائی ہے کہ ہم تصوف کے بارے میں اور طریق انجذاب کے دقائق اور منتہائے کشف کے حقائق کو بیان کریں:

مصرع: ازخود بطلب ہر آنچہ خواہی کہ توئی

یعنی: جو کچھ تجھے چاہیے وہ خود سے طلب کر، کہ تو ہی ہے۔

بہر حال میں ایک وصیت کرتا ہوں، تمہارے لیے ضروری ہے کہ اسے
ہاتھ سے نہ جانے دو اور وہ یہ ہے کہ ہماری طرح آوارہ گرد اور جنگلوں
میں پھرنے والا نہ بننا، خود کو اپنی نسبت کی محافظت میں مصروف رکھیں
اور اسے عزیز رکھیں اور وہ بڑی نادر و کمیاب شے ہے۔ والسلام" [۱۶۸]

خدمات شائستہ و کیفیات عالی:

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کی ماوراء النہر کے سفر سے واپسی پر آپ کمال عقیدت، عاجزی اور مسکینی سے ان کی خدمت میں مصروف ہو گئے اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ معلیٰ کے واردین وزائرین کی خورد و نوش اور دوسری خدمات آپ کے سپرد تھیں۔ ان گرامی خدمات کے ساتھ ساتھ ذکر اذکار اور احوال و کیفیات باطنی کے کمالات بھی حاصل کرتے رہے اور اپنے شیخ و مرشد کی توجہات خاصہ سے قابل قدر نسبتیں حاصل کیں، آپ کی بے خودی و وارفتگی کی کیفیات حاضرین مجلس کے مشاہدہ میں آتی رہیں۔ [۱۶۹]

غلبہ فناء و مستی:

ایک روز آپ مسجد فیروز آباد، دہلی کی چھت پر چند دوستوں کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اچانک آپ پر حال و بے خودی نے غلبہ پایا۔ عالم سکر و جوش میں آپ نے نعرہ لگایا اور چل پڑے۔ قریب تھا کہ مسجد کی چھت سے، جو زمین سے چالیس گز بلند تھی، نیچے گر پڑتے۔ اسی اثناء میں حاضرین میں سے ایک آدمی اُٹھا اور اس نے آپ کو ہاتھ اور کمر سے مضبوط پکڑ لیا اور آپ گرنے سے محفوظ رہے۔ [۱۷۰]

مقام و منزلت:

آپ زمانے کے محبوبوں، ارباب فنا و نیستی اور انکسار میں سے تھے۔ نیک و بد کی غیبت اور غنی و فقیر کی عیب جوئی سے دور تھے اور اپنے پیر بزرگوار کے پرانوار مزار کے خدام میں شامل تھے۔ اگر حضرت شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۳ھ/۱۶۳۳ء) کی خدمت میں کوئی طالب اس سلسلہ (نقشبندیہ مجددیہ) کے ذکر و مراقبہ کی تعلیم و تلقین کی آرزو کرتا تو وہ اسے آپ کی خدمت

میں بھیج دیا کرتے تھے۔ ان دونوں حضرات گرامی رحمۃ اللہ علیہما میں کمال درجے کی محبت و دوستی کا رشتہ استوار تھا۔[۱۷۱]

سفر آخرت:

آپ نے رمضان المبارک ۱۰۴۹ھ/ جنوری ۱۶۴۰ء میں وصال فرمایا اور اپنے شیخ و مرشد حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) کے مزار انور کے مغرب کی جانب آسودہ خاک ہوئے۔[۱۷۲]

حواشی باب اوّل

۱- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، استانبول (ترکی): مکتبہ الحقیقۃ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء، ص ۵/ محمد فضل اللہ، حاجی: عمدۃ المقامات، استانبول: مکتبہ الحقیقۃ، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۶ء، ص ۸۴، ۹۵۔

۲- غلام سرور لاہوریؒ: خزینۃ الاصفیاء، کانپور: مطبع نولکشور، ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء، جلد ۱: ۶۰۵/ زوار حسین شاہؒ، مولانا: حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ، کراچی: ادارہ مجددیہ، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء، ص ۱۳۲۔

۳- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۵/ محمد فضل اللہ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۸۴/ بدر الدین سرہندیؒ/ محمد اشرف نقشبندی مجددی (مترجم): حضرات القدس، سیالکوٹ: مکتبہ نعمانیہ، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء، جلد ۱: ۲۶۵ غلام سرور لاہوریؒ: خزینۃ الاصفیاء، جلد ۱: ۶۰۵/ E.J.Brill: The Encyclopaedia of Islam, London: Luzac and Co, 1960, Vol-1: 957

۴- بدر الدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد ۱: ۲۶۵/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۶/ محمد فضل اللہ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۸۴۔

۵- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۶-۷/ بدر الدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد ۱: ۲۶۵۔

۶- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۶/ محمد اکرام، شیخ: رود کوثر، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰ء، ص ۱۹۲-۱۹۳۔

۷- بدر الدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد ۱: ۲۶۷۔

۸- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۷-۸/ بدر الدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد ۱: ۲۶۶۔

۹- بدر الدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد ۲: ۲۶۶/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۷

۱۰- محمد فضل اللہ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۸۴/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۷

۱۱- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۸۔

۱۲- بدر الدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد ۱: ۲۶۶/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۸-۹۔

۱۳- محمد فضل اللہ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۹۵/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۸-۹ بدر الدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد ۱: ۲۷۶۔

۱۴- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۹۔

۱۵- محمد فضل اللہ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۸۴/ محمد ہاشم کشمیؒ: حضرات القدس، جلد ۱: ۲۶۹۔

۱۶- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۱۰-۱۱/ محمد فضل اللہ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۸۵/ بدر الدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد ۱: ۲۶۹-۲۷۰/ مقبول بیگ بدخشانی، میرزا (مدیر): تاریخ

ادبیات مسلمانان پاکستان وہند، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء، جلد ۴، فارسی ادب (۲): ۲۱۱
۱۷- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس: جلد ۱: ۲۶۷، ۲۷۰-۲۷۱/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۱۲۔
۱۸- محمد فضل اللہؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۸۵/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۱۳، ۱۴۔
۱۹- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۱۱۔
۲۰- محمد فضل اللہ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۸۵-۸۶/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۱۳-۱۴/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد ۱: ۲۷۱/ Encyclopaedia of Islam, Vol.1:957
۲۱- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد ۱: ۲۷۲۔
۲۲- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد ۱: ۲۷۲۔
۲۳- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد ۱: ۲۷۱۔
۲۴- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۳۱-۳۲/ محمد فضل اللہؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۹۶/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد ۱: ۳۰۹-۳۱۰، ۳۱۱/ محمد میاںؒ، مولانا سیّد: علمائے ہند کا شاندار ماضی، کراچی: مکتبہ رشیدیہ، ۱۹۹۱ء، جلد ۱: ۴۰/ مقبول بیگ بدخشانی، میرزا (مدیر): تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند، جلد ۴، فارسی ادب (۲): ۱۹۱/ محمد اکرام، شیخ: رود کوثر، ص ۲۱۹ غلام سرور لاہوریؒ: خزینۃ الاصفیاء، جلد ۱: ۶۰۷/ Encyclopaedia of Islm, Vol.1:957
۲۵- محمد فضل اللہ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۹۶/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۳۳/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد ۱: ۳۱۱/ محمد نور بخش توکلیؒ، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، گجرات: فضل نور اکیڈمی، چک سادہ شریف، س۔ن، ص ۱۸۰
۲۶- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدہ المقامات)، ص ۶۱، ۶۶/ محمد فضل اللہ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۹۶/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد ۱: ۳۱۳
۲۷- محمد فضل اللہ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۹۷/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۶۱، ۶۶، ۷۰، ۷۸، ۸۶/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد ۱: ۳۱۶، ۳۲۱، ۳۲۶/ محمد اکرام، شیخ: رود کوثر، ص ۲۱۵۔
۲۸- ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء، جلد ۴: ۱۴۸/ محمد فضل اللہ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۹۲۔
۲۹- محمد فضل اللہ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۹۲/ اختر راہی: ترجمہ ھائے متون فارسی بہ بانہائے پاکستانی، اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء، ص ۸، ۷۸، ۹۶، ۱۲۳/ محمد نذیر رانجھا: برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات (عربی و فارسی اور ان کے اُردو تراجم)، ص ۱۶۹، ۳۰۲/ Encyclopaedia of Islam, vol.1 957.
۳۰- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد ۱: ۲۹۸-۲۹۹/ محمد نور بخش توکلیؒ، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ،

ص۱۶۹۔

۳۱- محمد نور بخش توکلیؒ، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۶۹/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۱۶۔

۳۲- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۱۶-۱۷۔

۳۳- محمد نور بخش توکلیؒ، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۷۰۔

۳۴- محمد نور بخش توکلیؒ، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۷۰۔

۳۵- محمد نور بخش توکلیؒ، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۷۳۔

۳۶- محمد فضل اللہ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص۹۱-۹۲/ محمد نور بخش توکلیؒ، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۷۴/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۲۷۲۔

۳۷- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۲۷۱۔

۳۸- محمد نور بخش توکلیؒ، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۱۷۱/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۲۷۴۔

۳۹- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۲۷۱-۲۷۲، ۲۷۴۔

۴۰- ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سید، تاریخ دعوت وعزیمت، جلد۴: ۱۴۶۔

۴۱- ابوالحسن علی ندویؒ: مولانا سید: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد۴: ۱۴۵، ۱۴۷۔

۴۲- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۲۷۴/ محمد نور بخش توکلیؒ، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۱۷۱۔

۴۳- محمد فضل اللہ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص۹۰۔

۴۴- محمد نور بخش توکلیؒ، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۷۱۔

۴۵- محمد نور بخش توکلیؒ، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، صد۱۷۲۔

۴۶- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۲۶۴-۲۶۵۔

۴۷- ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سید: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد۴: ۱۴۷/ محمد اکرام، شیخ: رودکوثر، ص ۱۹۸، ۹۹، ۲۰۲، ۳۰۲/ عبدالحیؒ، مولانا سید، الثقافۃ الاسلامیہ فی الھند، دمشق: المجمع العلمی، ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء، ص۱۲۔

۴۸- محمد اکرام، شیخ: رودکوثر، ص۲۹۹-۲۰۱۔

۴۹- محمد اکرام، شیخ: رودکوثر، ص۲۰۱-

۵۰- محمد اکرام، شیخ: رودکوثر، ص۲۰۱-۲۰۲۔

۵۱- محمد اکرام، شیخ: رودکوثر، ص۲۰۲۔

۵۲- محمد اکرام، شیخ: رودکوثر، ص۲۰۲۔

۵۳- محمد اکرام، شیخ: رودکوثر، ص۲۱۰۔

۵۴- محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۷۴/ محمد فضل اللہ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص۸۶۔

۵۵- محمد فضل اللہ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص۸۷/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۲۷۱/ محمد نور بخش

توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۷۴۔

۵۶- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۲۷۴۔

۵۷- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۲۶/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۰۳/محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۷۵-۱۷۶۔

۵۸- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۲۵/محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۷۴۔

۵۹- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۲۷۶/محمد فضل اللہؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص۸۹/محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۲۵۔

۶۰- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۲۵/ محمد فضل اللہؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص۸۹/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۲۷۶۔

۶۱- محمد فضل اللہؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص۸۹/محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۲۴-۲۵/محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۷۱-۱۷۲۔

۶۲- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۲۶/محمد فضل اللہؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص۹۰/محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۷۴۔

۶۳- محمد اکرام، شیخ: رودکوثر، ص۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶۔

۶۴- محمد فضل اللہؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۸۷/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۰۰/محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۱۷۶/محمد اکرام، شیخ: رودکوثر ص۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶/مقبول بیگ بدخشانی، میرزا: تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند، جلد۴، فارسی ادب (۲): ۲۱۱۔

۶۵- محمد فضل اللہؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۸۷-۸۸ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۰۰/محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۷۶۔

۶۶- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۲۷۶/محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۷۱۔

۶۷- محمد فضل اللہؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص۸۸/محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۷۶۔

۶۸- محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۷۶/محمد فضل اللہؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۸۸/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد۴: ۱۴۵، ۱۴۷۔

۶۹- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۰۰/ محمد فضل اللہؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۸۸/ محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۷۶۔

۷۰- محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۱۷۷/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۱۸-۱۹۔

۷۱- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۰۱-۳۰۲/ محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۱۷۷۔

۷۲- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۱۷-۱۸/محمد فضل اللہؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۸۸/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۰۰-۳۰۱۔

۷۳- محمد فضل اللہؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۸۸-۸۹/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلدا: ۳۰۱۔
۷۴- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلدا: ۳۰۳/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۲۵-۲۶/ محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۱۷۵۔
۷۵- عبدالعزیز محدث دہلویؒ: مولانا شاہ: تفسیر عزیزی، پارہ عم، کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، س۔ن، جلد۴: ۴۱۲ (سورۃ اقراء)/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ، ص ۱۳۷-۱۳۸۔
۷۶- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۲۲/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرت القدس، جلدا ص ۳۰۷۔
۷۷- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلدا: ۳۰۵۔
۷۸- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۲۱-۲۲/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلدا: ۳۰۸-۳۰۹۔
۷۹- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلدا: ۲۹۹-۳۰۰۔
۸۰- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلدا: ۳۰۶۔
۸۱- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلدا: ۳۰۷۔
۸۲- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلدا: ۳۰۸۔
۸۳- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلدا: ۳۰۴۔
۸۴- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلدا: ۳۰۵۔
۸۵- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلدا: ۳۰۲۔
۸۶- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلدا: ۳۰۶۔
۸۷- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلدا: ۳۰۳
۸۸- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلدا: ۳۰۶-۳۰۷۔
۸۹- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلدا: ۲۸۰-۲۸۲۔
۹۰- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلدا: ۲۷۷-۲۷۸۔
۹۱- محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۱۸۲/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلدا: ۲۹۵۔
۹۲- محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۱۸۵-۱۸۶۔
۹۳- محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۱۸۵۔
۹۴- محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۱۸۷۔
۹۵- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلدا: ۲۹۲/ محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۱۸۴
۹۶- محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۱۸۵۔
۹۷- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلدا: ۲۸۲/ محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۱۸۱۔
۹۸- محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۱۸۳/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلدا: ۲۹۳۔
۹۹- محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۱۸۵۔

۱۰۰- محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۸۶۔
۱۰۱- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۲۹۴/ محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۲۹۴۔
۱۰۲- محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۸۱/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۲۹۵۔
۱۰۳- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۲۹۳-۲۹۴، محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۱۸۲۔
۱۰۴- محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۸۴/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۲۹۱-۲۹۲۔
۱۰۵- محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۸۱۔
۱۰۶- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۲۹۴/ محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۸۲۔
۱۰۷- محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۸۳/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۲۹۳۔
۱۰۸- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۲۹۶/ محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۸۲۔
۱۰۹- محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۸۳-۱۸۴۔
۱۱۰- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۲۹۳/ محمد نور بخش توکلیؒ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۸۳۔
۱۱۱- زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ، ص۱۳۸۔
۱۱۲- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۲۹۵۔
۱۱۳- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۲۹۵-۲۹۶۔
۱۱۴- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۲۹۰۔
۱۱۵- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۲۷۸۔
۱۱۶- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۲۹۲۔
۱۱۷- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۲۹۸۔
۱۱۸- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۲۹۱۔
۱۱۹- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۲۹۰۔
۱۲۰- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات للقدس، جلد۱: ۲۷۹-۲۸۰۔
۱۲۱- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۲۸۰۔
۱۲۲- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۶۱/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۱۲/ محمد میاں، مولانا سید: علمائے ہند کا شاندار ماضی، جلد۱: ۳۰۹/ عبدالحی لکھنویؒ، مولانا: نزھۃ الخواطر، جلد۵: ۲۶۹۔
۱۲۳- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۶۲-۶۳/ بدرالدین سرہندی: حضرات القدس، جلد۱: ۳۱۲/ محمد اکرام، شیخ: رود کوثر، ص۲۱۱-۲۱۲۔
۱۲۴- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۱۲/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۶۳/ محمد میاںؒ، مولانا سید: علمائے ہند کا شاندار ماضی، جلد۱: ۳۰۹-۳۱۰۔

۱۲۵- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۶۳۔
۱۲۶- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۶۳۔
۱۲۷- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۶۳۔
۱۲۸- عبدالحی لکھنویؒ: علامہ: نزھۃ الخواطر، حیدرآباد دکن: دائرہ معارف عثمانیہ، ۱۳۷۵ھ، جلد ۵: ۲۶۹/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ، ص ۶۳۷۔
۱۲۹- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۳۳۹/ محمد اکرام، شیخ: رود کوثر، ص ۲۱۳/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ، ص ۱۹۷۔
۱۳۰- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد ۱: ۳۱۳/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۶۴-۶۵/ محمد اکرام، شیخ: رود کوثر، ص ۲۱۲-۲۱۳/ محمد میاںؒ، مولانا سیّد: علمائے ہند کا شاندار ماضی، جلد ۱: ۳۱۰۔
۱۳۱- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد ۱: ۳۱۳/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۶۶/ محمد میاںؒ، مولانا سیّد: علمائے ہند کا شاندار، جلد ۱: ۳۰۹-۳۱۰/ محمد اکرام، شیخ: رود کوثر، ص ۲۱۳/ عبدالحی لکھنویؒ، مولانا: نزھۃ الخواطر، جلد ۵: ۵۵۔
۱۳۲- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۶۶/ محمد اکرام، شیخ: رود کوثر، ص ۲۱۳۔
۱۳۳- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد ۱: ۳۱۳/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۶۶-۶۷/ محمد میاںؒ، مولانا سیّد: علمائے ہندی کا شاندار ماضی، جلد ۱: ۳۱۰۔
۱۳۴- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۶۷/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد ۱: ۳۱۳-۳۱۴/ محمد اکرام، شیخ: رود کوثر، ص ۲۱۴۔
۱۳۵- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد ۱: ۳۱۴/ محمد ہاشم کشمی: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۶۷۔
۱۳۶- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد ۱: ۳۱۶۔
۱۳۷- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۶۷/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جدا: ۳۱۶/ محمد اکرام، شیخ: رود کوثر، ص ۲۱۴-۲۱۵۔
۱۳۸- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد ۱: ۳۱۴-۳۱۵/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۶۸/ مجدد الف ثانی قدس سرہ/ عالم الدین نقشبندی مجددیؒ، مولانا قاضی (مترجم): مکتوبات امام ربانی ؒ، لاہور: ادارہ اسلامیات، س۔ن، جلد ۲: ۱۰۰-۱۰۱۔
۱۳۹- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۶۸-۶۹/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد ۱: ۳۱۵۔
۱۴۰- شاہ ولی اللہ دہلویؒ: انفاس العارفین، دہلی: مطبع احمدی، س۔ن، ص ۱۹/ محمد میاںؒ، مولانا سیّد: علمائے ہند کا شاندار ماضی، جلد ۱: ۳۱۰۔
۱۴۱- محمد اکرام، شیخ: رود کوثر، ص ۲۱۵۔
۱۴۲- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۷۰۔

۱۴۳- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۱۶-۳۱۷/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۷۰۔

۱۴۴- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۷۰-۷۱/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد ۱: ۳۱۷۔

۱۴۵- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۱۷/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۷۱۔

۱۴۶- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۷۱/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۱۷۔

۱۴۷- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۱۷-۳۱۸/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۷۳-۷۴۔

۱۴۸- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۷۶/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۱۹۔

۱۴۹- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۱۹/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۷۷/ محمد اکرام، شیخ: رودکوثر، ص۲۲۰، ۲۲۱۔

۱۵۰- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، جلد۱: ۷۷/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۱۹/ ۳۲۰۔

۱۵۱- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۲۱/ محمد اکرام، شیخ: رودکوثر ص۲۲۱۔

۱۵۲- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۷۷/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۲۰/ شاہ ولی اللہ دہلویؒ: انفاس العارفینؒ، ص۸۳-۸۵/ محمد اکرام، شیخ: رودکوثر ص۲۲۰-۲۲۱۔

۱۵۳- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۲۱/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۷۸/ محمد اکرام، شیخ: رودکوثر، ص۲۱۵۔

۱۵۴- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۷۸/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۲۱/ محمد اکرام، شیخ: رودکوثر، ص۲۱۵۔

۱۵۵- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۲۱/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۷۸/ محمد اکرام، شیخ: رودکوثر، ص۲۱۵۔

۱۵۶- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۷۸-۷۹/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۲۱/ محمد اکرام، شیخ: رودکوثر، ص۲۱۵-۲۱۶۔

۱۵۷- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۲۲/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۷۸-۷۹۔

۱۵۸- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۷۹-۸۰/ شاہ ولی اللہ دہلویؒ: انفاس العارفین، ص۲۰/ محمد اکرام، شیخ: رودکوثر ص۲۱۷۔

۱۵۹- شاہ ولی اللہ دہلویؒ: انفاس العارفین، ص۲۱/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۸۰/ محمد اکرام، شیخ رودکوثر، ص۲۱۶

۱۶۰- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۸۱۔

۱۶۱- محمد اکرام، شیخ: رودکوثر، ص۲۱۸، ۲۱۹/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۲۵۔
۱۶۲- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۲۵۔
۱۶۳- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۸۶/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۲۶۔
۱۶۴- بدرالدین سرہندیؒ: (حضرات القدس) جلد۱: ۳۲۶ محمد اکرام، شیخ: رودکوثر، ص۲۱۹۔
۱۶۵- محمد اکرام، شیخ: رودکوثر، ص۲۱۹، نیز ۲۱۷۔
۱۶۶- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۸۶-۸۷/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۲۶۔
۱۶۷- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۲۶-۳۲۷/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۸۷
۱۶۸- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۸۷/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۲۷۔
۱۶۹- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۲۷/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۸۷-۸۸۔
۱۷۰- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۸۸/ بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۲۷-۳۲۸۔
۱۷۱- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۸۸۔
۱۷۲- بدرالدین سرہندیؒ: حضرات القدس، جلد۱: ۳۲۸/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۸۸۔

نذرانۂ عقیدت

حاضر ہوا میں مجددؒ کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اس خاک کے ذرّوں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار
(اقبالؒ)

باب دوّم:

احوال ومناقب حضرت امام ربانی
مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

(۹۷۱-۱۰۳۴ھ/۱۵۶۴-۱۶۲۴ء)

بشری ترا کہ دولت داریں رو نمود
ایجاز وعدہ کرد نقابی ز رُخ کشود
در آسمان رفعت شمسی برآمدہ
نوری از ان بتافت اندر جہان نمود

فصل اوّل:

آباؤاجداد

شیخ شہاب الدین فرخ شاہ فاروقی کابلی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے پندرہویں جد بزرگوار شیخ شہاب الدین فرخ شاہ فاروقی کابلی رحمۃ اللہ علیہ کابل کے باشندے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (م۲۴ھ/۶۴۴ء) کی اولاد امجاد سے تھے۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ (م۶۷۰ھ/۱۲۷۱ء)، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء) کا شجرہ نسب حضرت شیخ شہاب الدین فرخ شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ آپ کا شجرہ نسب درج ذیل ہے:

شیخ شہاب الدین فرخ شاہ بن نورالدین بن نصیرالدین بن محمود بن سلیمان بن مسعود بن عبداللہ الواعظ الاصغر بن عبداللہ الواعظ الاکبر بن ابوالفتح بن اسحاق بن ابراہیم بن ناصر بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔

انھیں فرخ شاہ کابلی کی نسبت سے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان ''کابلی'' کہلاتا ہے۔

شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کا لقب فرخ شاہ تھا اور وہ اپنے والد بزرگوار شیخ نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد والی کابل بنے۔ افغانوں اور مغلوں کے تنازعات کو ختم کرنے کے لیے کوشش فرمائی۔ اپنے دور حکومت میں انہوں نے کابل میں افغانوں اور مغلوں میں زمینداری تقسیم کی اور مستحکم حدود قائم کیں۔ اوصاف حمیدہ کے حامل تھے۔ دنیاوی جاہ وجلال کے دنوں میں ہی اللہ کریم نے باطنی ذوق وشوق سے نوازا اور وہ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے سلوک میں مصروف ہوگئے اور اس سلسلہ کے اکابر سے فیضیاب ہوکر درجات وکمالات بلند کا شرف پایا۔ سلطنت کو

اپنے بیٹے شیخ یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کیا اور خود کابل سے ساٹھ میل دور شمال کی طرف کوہستان میں گوشہ نشیں ہوگئے۔ مخلوق خدا کی کثیر تعداد ان کے سرچشمہ فیض سے سیراب ہوئی۔ بعد ازاں اسی جگہ رحلت فرمائی اور آسودہ خاک ہوئے۔ ان کا مزار اسی جگہ مرجع الخلائق ہے اور یہ موضع درہ فرخ شاہ کے نام سے معروف ہے۔ صاحب عمدۃ المقامات کے بھائی میاں ضیا الحق رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ایک مسجد اور خانقاہ بنائی اور اپنی زندگی میں طالبین حق کو مستفید کرتے رہے۔[1]

شیخ یوسف رحمۃ اللہ علیہ

شیخ یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد بزرگوار شیخ شہاب الدین علی فرخ شاہ فاروقی کابلی رحمۃ اللہ علیہ سے علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل و تکمیل فرمائی۔ ان کی ترک امارت کے بعد امور سلطنت سنبھالے۔ عدل و انصاف اور دینداری میں نیک نامی اور شہرت خاصہ رکھتے تھے۔ آخری عمر میں یہ بھی ترک جاہ وجلال کر کے خلوت گزیں ہوگئے اور ان کے صاحبزادے شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ امور سلطنت کے والی بنے۔[2]

شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ

شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ بھی علم وفضل اور تقویٰ و ورع کے کمالات اور خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ اپنے اجداد کی طرح رحمت حق کے مستحق قرار پائے اور جذبہ الٰہی کے ہاتھوں مغلوب ہوکر امارت کو چھوڑ کر جادہ سلوک پر گامزن ہوگئے۔ انہوں نے اپنی اولاد کو سلطنت سے دور رہنے کی وصیت فرمائی اور تھوڑا سا اثاثہ اپنے اہل و عیال کے لیے رکھ کر باقی سب فقرا میں تقسیم فرما دیا۔

شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد بزرگوار شیخ یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ شیخ شیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۵۳ھ/ ۱۱۶۸ء) سے خلافت حاصل کی۔

شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کے صاحبزادے شیخ شعیب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد بزرگوار کے خلیفہ و جانشین قرار پائے۔ پھر ان کے صاحبزادے عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد بزرگوار کے جانشین بنے، جنہوں نے حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۶۱ھ/ ۱۲۶۲ء) سے خلافت کا شرف پایا۔

بعدازاں روحانی خلافت اور خاندانی سلسلہ طریقت خاندان میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا رہا اور خاندان کے اکابر صاحب فقر وارشاد ہوتے رہے، جو اپنے اپنے وقت کے مقبول و عالی مرتبہ مشائخ سے کسب سلوک کرتے رہے۔ آخر میں حضرت امام رفیع الدین رحمۃ اللہ خلیفہ ہوئے۔[۳]

حضرت امام رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے چھٹے جد بزرگوار تھے اور حضرت شیخ شہاب الدین علی فرخ رحمۃ اللہ علیہ کی نویں پشت میں تھے۔ حضرت امام رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ علم ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ انہوں نے بے شمار مشائخ سے استفادہ کیا۔ وہ آٹھویں صدی کے آخر یا نویں صدی کے ابتدا کے بزرگ تھے۔ اپنے والد بزرگوار سے خلافت پائی اور بعد ازاں مخدوم جہانیاں جہانگشت حضرت سیّد جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۸۵ھ/ ۱۳۸۴ء) سے خلافت کا شرف پایا۔ حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے زہد و تقویٰ کی بنا پر انھیں اپنا امام نماز مقرر فرمایا، نیز انھیں شرف دامادی بھی بخشا۔

حضرت امام رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ قصبہ سنام میں رہتے تھے، اپنے شیخ مرشد حضرت سیّد جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پر سرہند میں مقیم ہوگئے۔ اس وقت سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا خاندان اس شہر فاخرہ میں سکونت پذیر ہے۔

حضرت امام رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی خواجہ فتح اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے میں سلطان فیروز شاہ (م ۷۹۰ھ/ ۱۳۸۸ء) کے مقرب تھے، جنھیں بادشاہ نے ۷۶۰ھ/ ۱۳۵۹ء میں قلعہ سرہند تعمیر کرنے پر تعینات کیا۔[۴]

حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۹ء) کا شجرہ نسب حضرت شیخ شہاب الدین فرخ کابلی رحمۃ اللہ علیہ

تک اس طرح ہے:

شیخ عبدالاحد بن شیخ زین الدین بن شیخ عبدالحی بن شیخ محمد بن شیخ حبیب اللہ بن امام رفیع الدین بن شیخ نصیر الدین بن شیخ سلیمان بن شیخ یوسف بن شیخ اسحاق بن شیخ عبداللہ بن شیخ شعیب بن شیخ احمد بن شیخ یوسف بن شیخ شہاب الدین فرخ شاہ کابلی رحمۃ اللہ علیہم۔ ۵

تحصیل علوم ظاہری وباطنی

آپ علوم ظاہری کی تحصیل وتکمیل میں مصروف تھے کہ جذبہ محبت الٰہی کے ہاتھوں مغلوب ہو کر اس زمانے کے شہرہ آفاق چشتی صابری بزرگ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (م۹۴۴ھ/ ۱۵۳۷ء) کی خدمت میں حاضری دی اور ان کے دست مبارک پر سلسلہ چشتیہ صابریہ میں بیعت کا شرف پایا۔ تلقین اور تعلیم سلوک کے بعد پیرومرشد کی خدمت وصحبت میں رہ کر کسب سلوک کرنا چاہا تو حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اوّل علوم دین و شریعت کی تحصیل وتکمیل کرو، کیونکہ علم کے بغیر درویش بے نمک کھانے کی مانند ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے پیرومرشد کی کبرسنی کا خیال کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت مجھے خوف ہے کہ علوم دین کی تکمیل کر کے یہاں حاضر ہوا تو شاید یہ دولت ہاتھ نہ لگے۔ حضرت شیخ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

> ''اگر میں خود تمہارے دینی علوم کی تکمیل تک حیات نہ رہا تو میرے فرزند رکن الدین سے یہ دولت حاصل کر لینا۔''

آپ نے اپنے پیرومرشد کے حکم کو بسروچشم قبول کیا اور واپس جا کر تحصیل علم میں مصروف ہو گئے۔ اسی دوران خبر ملی کہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے وصال فرمایا۔ اس پر آپ کو سخت صدمہ ہوا۔

حضرت شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت:

جب آپ نے علوم ظاہری کی تحصیل وتکمیل سے فراغت پائی تو مختلف شہروں کی سیاحت

کی اور کئی بزرگوں سے مستفید ہونے کے بعد حضرت شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۸۳ھ/ ۱۵۷۵ء) کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (۹۴۴ھ/ ۱۵۳۷ء) اپنے صاحبزادے حضرت شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے طریقہ کی تعلیم حضرت شیخ عبدالاحد کو دینے کے متعلق ہدایت فرما گئے تھے۔ لہٰذا جب آپ ان کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے کمال شفقت وعنات سے آپ کو منازل سلوک طے کرائیں اور ۹۷۹ھ/ ۷۲-۱۵۷۱ء میں طریقہ قادریہ اور چشتیہ صابریہ میں آپ کو خلافت واجازت سے نوازا۔ حضرت شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو فصیح وبلیغ عربی زبان میں تحریری خلافت نامہ عطا فرمایا جو برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات) میں درج ہے۔

آپ نے سرہند شریف سے چار فرسنگ دور قصبہ پائل میں حضرت شاہ کمال کیتھلی قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۸۱ھ/۱۵۷۳ء) کی خدمت میں رہ کر سلسلہ قادریہ کے فوائد وبرکات اخذ کیے اور ان سے نسبت فردیت وخلافت حاصل کی۔ آپ نے حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۴۴ھ/ ۱۵۳۷ء) کے پوتے حضرت شاہ سکندری قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) سے بھی استفادہ کیا۔ [۱]

دوسرے شیوخ سے استفادہ

علاوہ ازیں آپ نے کابل سے بنگال تک سیاحت فرمائی۔ رہتا میں حضرت شیخ اللہ داد رحمۃ اللہ علیہ اور توضیح الحواشی کے مصنف مولانا فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور ان کے درس میں شامل ہوئے اور چند روز جونپور میں حضرت سیّد علی قوام نظامی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا۔

بعض دوسرے مشائخ کی زیارت وصحبت بھی نصیب ہوئی۔ بالآخر واپس سرہند شریف تشریف لے آئے اور پھر آخر تک یہیں مقیم رہے۔ [۲]

درس وتدریس:

آپ معقولات اور منقولات کی متداول کتب کی درس وتدریس بڑی پابندی اور نہایت تحقیق وتدقیق کے ساتھ کرتے تھے۔ سب علوم پر کامل دسترس ومہارت رکھتے تھے۔ فقہ واصول

میں آپ کی نظیر نہیں تھی۔ جب آپ ''اصول بزدوی'' کا درس دیتے تھے تو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۵۰ھ/ ۷۶۷ء) کی فقہ میں علو شان اور آپ کی جلالت و امامت عیاں و نمایاں ہو جاتی تھی۔ آپ کتب تصوف کی تدریس بھی کرتے تھے۔ خاص کر تعرف، عوارف المعارف اور فصوص الحکم کے مطابق اور دقیق مضامین کے حل میں ید طولیٰ کے حامل تھے۔ [۸]

مشرب:

آپ تحقیق و ذوق کے لحاظ سے شیخ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۳۸ھ/ ۱۲۴۰ء) کے مشرب پر تھے، مگر خداداد عالی ظرفی اور شریعت کے ضبط و احترام کی بنا پر زبان سے سکر و شطحات کی کوئی بات نہیں نکلتی تھی۔ آپ عوارف المعارف، فصوص الحکم، مواقع النجوم اور تصوف کی دوسری کتابیں بڑی عمدگی سے پڑھاتے تھے۔ مسئلہ وحدت الوجود کی تفہیم وجودی طریقہ سے کرتے اور فرماتے تھے کہ ہمارا حال و مشرب یہ ہے کہ جو کچھ نظر آ رہا ہے، واحد حقیقی ہے، جو بعنوان کثرت نمودار ہوا۔ آپ اپنے شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۴۴ھ/ ۱۵۳۷ء) کا واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایک روز انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اس عالم میں رویت و مشاہدہ حق سبحانہ تعالیٰ سے خواہ وہ بچشم تر ہو یا بچشم سر بلا ایقان فائدہ نہیں۔ آپ سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) نے ایقان کے معنی دریافت کیے تو آپ نے فرمایا کہ ''اتحاد'' یعنی شاہد و مشہود میں اعتباری اِثْنَیِّت بھی باقی نہ رہے۔

آپ ارشاد فرماتے تھے کہ خلاف شرع امور اور بدعات سے مجھے دلی نفرت ہے۔ جب میں کسی درویش کو خلاف شرع دیکھتا ہوں تو اس کی صحبت سے کنارہ کش ہو جاتا ہوں۔ جب مجھ پر کسی امر کا انکشاف ہوتا ہے تو قرآن و حدیث کے دو شاہد عدول کے روبرو اس کو پیش کرتا ہوں، اگر ان سے مطابقت ہو جاتی ہے تو قبول کر لیتا ہوں، ورنہ رد کر دیتا ہوں۔ [۹]

اہل بیت عظام کی محبت:

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کا ارشاد ہے کہ میں نے کئی بار والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اہل بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت کو ایمان

کی حفاظت اور حسن خاتمہ میں بڑا دخل ہے۔ جب والد صاحبؒ کو سکرات شروع ہوئے تو میں نے آپ کو یاد دلایا۔ اس پر انہوں نے ارشاد فرمایا: الحمدللہ والمنہ کہ میں اس محبت میں سرشار اور اس دریائے احسان میں غرق ہوں:

الٰہی بحق بنی فاطمہؓ
کہ بر قول ایمان کنی خاتمہ [۱۰]

بے نفسی:

آپ پر بے نفسی کا بڑا غلبہ رہتا تھا۔ شاگردوں کی کثرت کے باوجود کبھی کسی سے کوئی خدمت نہیں لیا کرتے تھے۔ گھریلو ضرورت کی اشیاء خریدنے کے لیے خود بازار جایا کرتے تھے۔ [۱۱]

اتباع سنت:

آپ اتباع سنت کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔ ممکنہ حد تک کوئی سنت چھوٹنے نہ پاتی۔ تمام امور عادیہ اور لباس و پوشاک میں سنت پر کاربند رہتے۔ رُخصت سے کنارہ کش رہتے اور عزیمت پر عمل کرتے تھے۔ [۱۲]

سلسلہ نقشبندیہ سے خصوصی لگاؤ:

گو آپ کی بیعت وخلافت سلسلہ چشتیہ وقادریہ میں تھی، مگر آپ سلسلہ نقشبندیہ سے کمال اشتیاق کا اظہار کرتے اور اس کے متعلق بڑے بلند کمات فرماتے تھے۔ مثلاً فرماتے کہ ''اس کی دعا کرتا ہوں کہ یہ سلسلہ عالیہ ہمارے ملک میں پہنچے، یا خدا ہمیں اس کے مرکز میں پہنچائے کہ اس سے استفادہ کیا جاسکے۔ [۱۳]

شادی:

آپ اثنائے سفر ہندوستان کے صوبہ اترپردیش میں اوٹاوہ کے نزدیک سکندرہ میں کچھ روز مقیم رہے۔ آپ کی شرافت ونجابت، صلاح وتقوی اور علم وعمل کی جامعیت سے متاثر ہوکر ترین خاندان کے ایک بزرگ نے اپنی ہمشیرہ کے رشتے کی پیش کش کی، جسے آپ نے قبول کیا

تو انہوں نے اس نیک سیرت خاتون سے آپ کا عقد کر دیا۔ آپ کی تمام اولاد امجاد انھیں کے بطن مبارک سے پیدا ہوئی۔ ۱۴

سفر آخرت:

جب آپ کا آخری وقت آیا تو کئی بار ارشاد فرمایا: ''بات وہی ہے، جو شیخ بزرگوار (حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمائی تھی''۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ آپ کی خدمت میں حاضر تھے، انہوں نے دریافت فرمایا کہ حضور وہ بات کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

''حقیقت میں حق سبحانہ تعالیٰ ہستی مطلق ہے، لیکن لباس کو نیہ محجوبوں کی آنکھ پر ڈال کر انھیں دور و مہجور رکھتا ہے۔''

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

''بس تمہیں یہی وصیت کرتا ہوں اور میں محبت اہل بیتؓ میں سرشار ہوں اور نعمت کے دریا میں مستغرق ہوں۔''

بالآخر قضائے الٰہی سے آپ نے ۱۷ رجب ۱۰۰۷ھ/۱۳ فروری ۱۵۹۹ء کو وصال فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر اسی برس تھی۔ آپ کا مزار شریف سرہند شریف سے مغرب کی طرف ایک میل کی مسافت پر موجود ہے۔ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة.

مؤرخین نے آپ کی تاریخ وصال ۲۷ جمادی الاوّل ۱۰۰۷ھ/ ۲۶ دسمبر ۱۵۹۸ء لکھی ہے۔ ۱۵

اولاد امجاد:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو سات صاحبزادے عطا فرمائے، جن میں سے دو کے نام گرامی معلوم نہیں ہو سکے۔ باقی پانچ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) شیخ شاہ محمد رحمۃ اللہ علیہ

انہوں نے اپنے والد بزرگوار سے ظاہری و باطنی تعلیم حاصل کی اور خلافت پائی۔

(۲) شیخ مسعود رحمۃ اللہ علیہ:

یہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) سے بیعت تھے۔

(۳) شیخ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ:

ان کے حالات مکتوبات حضرت امام ربانی کے دفتر اوّل میں درج ہیں۔

(۴) شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے حالات گرامی باب دوّم میں موجود ہیں۔

(۵) شیخ مودود رحمۃ اللہ علیہ:

ان کے حالات بھی مکتوبات حضرت امام ربانی کے دفتر اوّل میں موجود ہیں۔ صاحب ''جواہر مجددیہ'' نے ان کا نام شیخ فواد رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے۔ [۱۶]

تلامذہ ومریدین:

آپ کے سینکڑوں شاگرد اور ہزاروں مرید تھے۔ علم شریعت وطریقت کی تعلیم جاری تھی۔ شیخ میرک لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور مصنف شطحیات وسفینۃ الاولیاء شاہزادہ داراشکوہ (م ۱۰۶۹ھ/۱۶۵۹ء) بھی آپ کے مریدوں اور شاگردوں میں شامل تھے۔ [۱۷]

تصانیف:

آپ کو تصنیف وتحریر سے بھی شغف خاص تھا۔ علم شریعت وطریقت میں کئی رسالے تصنیف فرمائے، جن میں دو درج ذیل ہیں:

(۱) کنوز الحقائق۔

(۲) اسرار التشہد۔ حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء) نے اپنی کتاب برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات میں اس کے کچھ مضامین نقل کیے ہیں، نیز حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی زبانی آپ کے بعض فوائد اور تحقیقات بھی نقل کی ہیں۔ [۱۸]

فصل دوّم:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت، بچپن وتحصیل علوم ظاہری

آپ نے سرہند شریف میں جمعۃ المبارک کی رات ۱۴ شوال ۹۷۱ھ/۲۶ جون ۱۵۶۴ء کو ولادت فرمائی۔ آپ کا نام نامی احمد رکھا گیا۔ لفظ ''خاشع'' سے سن ولادت برآمد ہوتا ہے۔ بچپن ہی سے رشد وسعادت کے آثار نمایاں تھے۔ آپ مختون پیدا ہوئے۔ عام بچوں کی طرح رویا نہیں کرتے تھے۔ خندہ پیشانی شیوہ تھا۔ برہنہ نہیں ہوتے تھے۔ بدن اور لباس نجاست سے محفوظ رہتا تھا۔

آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۹ء) نے آپ کی ولادت کے روز حالت کشف میں دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور شیخ احمد آپ کے کانوں میں اذان وتکبیر کہہ رہے ہیں۔ آپ کی ولادت کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا پر غشی کی سی کیفیت طاری ہوگئی اور انہوں نے دیکھا کہ بہت سے اولیاء کرام ان کے گھر پر تشریف فرما ہیں اور انھیں مبارک دے رہے ہیں۔[۱۹]

بشارت بزرگی:

بچپن میں ایک مرتبہ آپ کو ضعف شدید کا عارضہ لاحق ہوا۔ معاملہ بڑھا تو آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۹ء) عالم پریشانی میں حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۸۱ھ/ ۱۵۷۳ء) کی خدمت میں لے گئے اور آپ کی صحت کے لیے دعا کرنے کی التماس کی۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ تسلی رکھیں یہ بچہ لمبی عمر پائے گا اور عالم وعامل اور عارف کامل ہوگا۔

آپ کے بچپن میں ایک بار حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے والد بزرگوارؒ کے ہاں تشریف فرما ہوئے تو آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو اُٹھا کر حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ حضرت ان کے حق میں دعا فرمائیں۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنی بغل میں لیا اور اپنی اُنگلی مبارک آپ کے منہ میں ڈالی، اس پر آپ نے رونا شروع کر دیا۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ نے تبسم فرماتے ہوئے اپنے دست مبارک سے انگوٹھی کو اُتار دیا۔ جس کے بعد آپ نے فوراً ان کی اُنگلی مبارک کو چوسنا شروع فرما دیا۔ اس پر حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''بابا بس! کچھ ہماری اولاد کے لیے بھی رہنے دو۔'' پھر انہوں نے روئے مبارک حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بچہ بڑا متشرع و پابند سنت ہوگا اور حق کی بات کو ہرگز نہیں چھوڑے گا، تم نے دیکھا کہ اس نے ہمیں بھی بدعت والی چیز کو گرا دینے کی دلیل پیش کی۔ جَزَاهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَنَّا خَيْرًا الْجَزَآءِ۔ یعنی اللہ سبحانہ انھیں ہماری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس نے ہماری ساری نسبت ہی کھینچ لی ہے، مگر تھوڑی سی ہماری اولاد کے لیے چھوڑی ہے۔''[۲۰]

تعلیم وتربیت:

جب آپ پڑھنے کے قابل ہوئے تو آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۹ء) نے آپ کو قرآن مجید کے حفظ میں مشغول فرمایا۔ آپ نے تھوڑی ہی مدت میں حفظ قرآن کا شرف پایا۔ بعدازاں اپنے والد بزرگوار ہی سے ظاہری علوم کی تحصیل کرنے لگے اور چند روز کی توجہ سے کامل فتح وکشادگی نصیب ہوگئی، چنانچہ آپ دقیق عبارات کا حل اور تحقیق فرماتے اور کتابوں کے بعض مشکل مقامات کی توضیح وشرح آسان وخوبصورت انداز میں تحریر کرنے لگے اور آپ نے بعض کتب پر دلکش عبارات میں حاشیے لکھے۔

بعض علوم آپ نے اس زمانے کے دوسرے کبار علماء سے حاصل کیے اور پھر سیالکوٹ میں حضرت مولانا کمال الدین بن موسیٰ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۱۷ھ/ ۰۹-۱۶۰۸ء) کے حلقہ درس میں شامل ہوئے، جو صاحب تحقیق ومتقی شخصیت تھے۔ نیز قوی نسبت باطن کے حامل تھے اور

حضرت مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۶ء) کے اُستاد تھے۔ ان سے آپ نے معقولات کی چند مشکل کتب عضدی وغیرہ پڑھیں۔ کچھ کتابیں آپ نے حضرت مولانا یعقوب بن حسن صرفی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۰۳ھ/ ۱۵۹۵ء) جو شیخ معظم قطب مکرم حضرت شیخ حسین خوارزمی کبروی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے میں سے تھے اور انہوں نے حرمین شریفین کے کبار محدثین حضرت شہاب الدین احمد بن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ/ ۱۴۴۹ء) اور حضرت شیخ عبدالرحمٰن بن فہد مکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے حدیث پڑھی تھی۔ کہتے ہیں کہ آپ نے ان سے طریقہ کبرویہ میں بیعت کر کے طریقہ بھی حاصل کیا۔ حضرت قاضی بہلول بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۸ء) جو آخر میں آپ کے مرید ہوئے اور جنہوں نے آپ سے خلافت پائی، سے آپ نے واحدی کی تفسیر واحدی اور دوسری کتب مثلاً بسیط ووسیط واسباب نزول اور بیضاوی کی تفسیر بیضاوی اور دوسری کتابیں، مثلاً منہاج الوصول وغایۃ القصوٰی وغیرہ اور بخاری کی صحیح بخاری اور دوسری کتب مثلاً ثلاثیات امام بخاریؒ، ادب المفرد، افعال العباد اور تاریخ وغیرہ، مشکوٰۃ شریف، شمائل ترمذی، جامع صغیر سیوطیؒ، قصیدہ بردہ بوصیریؒ کی تعلیم حاصل کی۔ نیز حدیث مسلسل کی روایت و اجازت مع اسناد بھی حضرت قاضی بہلول بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی اور انہوں نے ان کتب کی اجازت مع حدیث مسلسل شیخ معظم حضرت شیخ عبدالرحمٰن بن فہد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ [۲۱]

درس وتدریس:

آپ نے سترہ برس کی عمر میں تمام علوم سے فراغت پائی۔ حدیث مسلسل کی روایت و اجازت کے بعد آپ کو بشارت ہوئی کہ آپ طبقہ محدثین میں داخل کیے گئے۔

بعدازاں آپ مسند افادہ پر جلوہ افروز ہوئے۔ کئی ملکوں سے سینکڑوں طلباء گروہ در گروہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔

آپ شب وروز ان کی درس وتدریس میں مشغول رہے اور حلقہ حدیث وتفسیر گرم رکھا۔ آپ کی درس گاہ سے بہت سے لوگوں نے فراغت پائی۔ [۲۲]

سند مصافحہ:

آپ نے حضرت حاجی عبدالرحمٰن بدخشی کابلی المعروف بہ حاجی رمزی رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ کیا۔ انہوں نے حضرت حافظ سلطان اوہی رحمۃ اللہ علیہ سے جنہوں نے ایک سو دس برس عمر پائی اور انہوں نے حضرت شیخ محمود الفرازی رحمۃ اللہ علیہ اور انہوں نے حضرت شیخ سعید معمر حبشی رحمۃ اللہ علیہ اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا۔ ان میں سے ایک صاحب جن ہیں۔ [۲۳]

سفر اکبر آباد (آگرہ):

آپ نے اکبر آباد کے علماء وفضلاء کا چرچا سنا تو وہاں جانے کا عزم فرمایا۔ چنانچہ آپ بائیس برس کی عمر میں ۹۹۳ھ/ ۱۵۸۵ء میں اکبر آباد میں تشریف لے گئے۔ وہاں کے علمی حلقوں میں آپ کی شہرت پھیلی تو بڑے بڑے علماء کتب حدیث وتفسیر کی سند کے حصول کی خاطر آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ انہوں نے آپ سے علمی فیض پایا اور یوں آپ کے علم و فضل اور درجہ اجتہاد کو بلند مقام حاصل ہو گیا۔ [۲۴]

ابوالفضل وفیضی سے ملاقات:

ابوالفضل (م ۱۰۱۱ھ/ ۱۶۰۲ء) اور فیضی (م ۱۰۰۲ھ/ ۱۵۹۳ء) نے آپ کی شہرت سنی تو آپ کو اپنے گھر تشریف لانے کی دعوت بھجوائی۔ مگر آپ نے شرف قبولیت نہ بخشا۔ جس پر دونوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بڑے اخلاص کا اظہار کرتے ہوئے دعوت قبول کرنے کے لیے التماس واصرار کیا تو آپ نے ان کے ہاں قدم رنجہ فرمایا۔ ابوالفضل وفیضی نے آپ کا بڑا اعزاز واکرام کیا اور ادب واحترام سے پیش آئے۔ [۲۵]

حل عقدہ فیضی:

اس زمانے میں فیضی (م ۱۰۰۲ھ/ ۱۵۹۳ء) تفسیر "سواطع الالہام" لکھنے میں مشغول تھا، کیونکہ یہ تفسیر غیر منقوط تھی، لہٰذا ایک مقام پر بے نقط الفاظ ملنے اور مضمون کی صحیح ادائیگی میں دشواری پیش آئی اور دونوں بھائی اس کے حل سے عاجز ہو گئے۔ بعض علماء سے بھی مدد چاہی، لیکن بات نہ بنی۔ بالآخر آپ نے ان کی درخواست پر نہ صرف یہ عقدہ حل فرما دیا، بلکہ اس

مقام کا ایک صفحہ نہایت فصیح و بلیغ بے نقطہ عبارت میں تحریر فرما دیا، جس پر فیضی آپ کے طبع رسا اور وفور علم کا معترف ہو گیا۔ ۲۶

ابوالفضل کی بے ادبی پر رنجیدگی:

آپ کچھ عرصہ اکبر آباد (آگرہ) میں مقیم رہے۔ اس دوران ابوالفضل (م ۱۰۱۱ھ/ ۱۶۰۲ء) کی مجلس میں جاتے رہے۔ وہ آپ کی خاص رعایت وتعریف کیا کرتا تھا۔ ایک روز اس نے فلاسفہ اور ان کے علوم کی ستائش میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف رسالہ منقذ عن الضلال میں لکھا کہ فلاسفہ جن علوم مثلاً ہیئت، نجوم اور طب وغیرہ کے واضع خود کو بتاتے ہیں۔ یہ سب انبیائے سابقین علیہم السلام سے سرقہ ہیں اور ریاضی وغیرہ جیسے علوم، جو فلاسفہ کے طبع زاد ہیں، وہ دین میں کس کام آتے ہیں؟ ابوالفضل نے خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ امام غزالی نے نامعقول کہا ہے۔ اس پر آپ ناراض ہو کر مجلس سے اُٹھ کر چل دیے اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ اگر ہم سے اہل علم کی صحبت کا ذوق رکھتے ہو تو ایسی بے ادبی کی باتیں مت کرو۔ بعد ازاں آپ کئی روز ابوالفضل کی مجلس میں تشریف فرما نہ ہوئے۔ جس پر اس نے آپ کے پاس ایک آدمی بھیج کر معافی مانگی۔ ۲۷

والد بزرگوار کا کمال شفقت:

اکبر آباد (آگرہ) میں آپ کی اقامت میں زیادہ عرصہ ہو گیا تو آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۹ء) ضعف پیری اور سفر کی دوری کے باوجود آپ کے اشتیاق محبت کی بنا پر یہاں تشریف لائے۔ جب شہر کے علماء و فضلاء اور اراکین سلطنت کو ان کی آمد کی خبر ہوئی تو اکثر کمال احترام سے ان کی زیارت کے لیے حاضر ہو گئے۔ جب کسی نے حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ آپ نے اس سفر میں بہت تکلیف فرمائی تو انہوں نے فرمایا: ”کیا کروں (اپنے) بیٹے شیخ احمد کی محبت کھینچ لائی ہے۔“ ۲۸

سرہند شریف کو واپسی:

بالآخر آپ اپنے والد گرامی حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۹ء) کے ہمراہ

سرہند شریف واپس لوٹے۔ دہلی اور سرہند شریف کے درمیان تھانیسر سے گزر ہوا۔ اس زمانے میں اکبر بادشاہ (م ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء) کے مقرب علاقہ تھانیسر کے حاکم شیخ سلطانؒ (م ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۹ء) نے حضرت شیخ عبدالاحد ؒ اور آپ کا بہت زیادہ اعزاز واکرام کیا اور اپنا مہمان خاص بنایا۔ یہ تقریباً ۹۹۸ھ/ ۸۹-۱۵۸۸ء کا واقعہ ہے۔[۲۹]

شادی مبارک:

جن دنوں آپ تھانیسر میں تشریف فرما ہوئے، اس سے قبل شیخ سلطانؒ (م ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۹ء) کو خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کا شرف نصیب ہوا تھا۔ جس میں آنحضرت ﷺ نے شیخ سلطانؒ سے ارشاد فرمایا:

> ''تمہاری بیٹی اس زمانے میں سب سے زیادہ نیک خاتون ہے، تم اس کا نکاح میرے فرزند اور نائب شیخ احمدؒ سے کر دو، اس میں تمہارے لیے اور تمہاری بیٹی کے لیے بڑی سعادت ہے۔''

شیخ سلطانؒ نے اس طرح کے خواب تین بار دیکھے، جن میں انھیں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کا حلیہ مبارک بھی دکھایا گیا۔ وہ اس وقت سے اس شخصیت کی تلاش میں تھے۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالاحد ؒ (م ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۹ء) اور آپ کے زہد و تقویٰ اور علم وفضل کو دیکھ کر شیخ سلطانؒ نے نبی کریم ﷺ کی بشارت کا تذکرہ کیا اور حضرت شیخ عبدالاحد ؒ سے عرض کیا کہ میں اپنی بیٹی آپ کے صاحبزادے شیخ احمد ؒ کے نکاح میں دینا چاہتا ہوں۔ حضرت شیخ عبدالاحد ؒ نے بڑی خوشی سے اس رشتہ کو منظور فرمایا۔ تقریباً ۹۹۸ھ/ ۸۹-۱۵۸۸ء میں وہیں عقد مسنون ہوا اور بڑی دھوم دھام سے مسنون طریقہ پر یہ شادی انجام پائی اور بعد ازاں حضرت شیخ عبدالاحد ؒ اپنی بہو صاحبہ اور آپ کو ساتھ لے کر سرہند شریف میں واپس تشریف لائے۔

اس شادی مبارک کے بعد آپ کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہو گئی۔[۳۰]

فصل سوم:

تربیت و تکمیل سلوک

والد بزرگوارؒ سے خلافت

اکبر آباد (آگرہ) سے واپسی کے بعد آپ اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۹ء) کی حیات تک سرہند شریف میں انہی کی خدمت میں رہے اور ان سے بیش بہا فتوحات اور باطنی فوائد کسب واخذ فرمائے۔ سلسلہ چشتیہ وقادریہ کا سلوک طے کیا اور اس کے ساتھ علوم ظاہری کی تعلیم کا مشغلہ بھی جاری تھا۔ جب وہ دنیائے فانی سے رخت سفر باندھنے لگے تو انہوں نے اپنے فرزندان گرامی، عقیدتمندوں اور احباب کے روبرو آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ نیز انھیں اپنے آباؤ اجداد سے سلسلہ سہروردیہ میں جو خرقہ خلافت ملا تھا اور سلسلہ چشتیہ میں حضرت شیخ رکن الدین گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۸۳ھ/ ۱۵۷۵ء) سے اور سلسلہ قادریہ میں حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۸۱ھ/ ۱۵۷۳ء) سے خرقہ ہائے خلافت ملے تھے، وہ سب آپ کو عنایت فرما کر اپنا جانشین وقائم مقام بنا دیا۔

اس سلسلہ میں آپ خود تحریر فرماتے ہیں:

> ''اس فقیر کو اس نسبت فردیت کا سرمایہ جس کے ساتھ آخری عروج مخصوص ہے، اپنے والد (بزرگوارؒ) سے حاصل ہوا تھا اور میرے والد ماجد کو یہ نسبت اپنے ایک عزیز (حضرت شال کمال قادری قدس سرہ) سے، جو جذبہ قوی کے مالک تھے اور کرامات وخوارق عادات میں مشہور تھے، حاصل ہوئی تھی۔
>
> نیز اس فقیر کو نفلی عبادات خاص کر نفلی نمازیں ادا کرنے کی توفیق بھی اپنے والد ماجد کی مدد سے حاصل ہوئی تھی اور میرے والد بزرگوار کو یہ

سعادت اپنے شیخ (حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے صاحبزادے حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ) سے حاصل ہوئی تھی، جو سلسلہ چشتیہ سے تعلق رکھتے تھے۔"[۳۱]

بیماری اور صحت یابی:

انہی دنوں میں ایک بار آپ بیمار ہوئے، جس سے بہت ضعف ہو گیا۔ آپ کی اہلیہ محترمہؒ نے عالم بیقراری میں دو رکعت نماز نفل ادا کی اور بارگاہ الٰہی میں گڑگڑا کر آپ کی صحت کے لیے دعا مانگی۔ بعد ازاں وہ سو رہیں۔ اس دوران انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہتے ہیں:

"تسلی رکھیں ہمیں ان سے بڑے کام لینے ہیں اور ان میں سے ہزار میں سے ابھی ایک بھی ظہور پذیر نہیں ہوا۔"

اس کے بعد جلد ہی آپ کو شفائے کاملہ نصیب ہوگئی۔[۳۲]

عزم حج:

ایک عرصہ سے آپ کو زیارت حرمین شریفین کی آرزو تھی، لیکن والد بزرگوار کے بڑھاپے اور ضعف کے پیش نظر رُکے رہے۔

۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۹ء میں حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ نے عالم بقا کا سفر اختیار فرمایا۔ ۱۰۰۸ھ/ ۱۶۰۰-۱۵۹۹ء میں آپ سرہند شریف سے حجاز مقدس کے سفر کی غرض سے روانہ ہوئے۔ جب دہلی تشریف فرما ہوئے۔ یہاں کے اہل علم وفضل کو آپ کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ زیارت کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ جن میں آپ کے دیرینہ دوستوں میں سے حضرت مولانا حسن کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۱ھ/ ۴۲-۱۶۴۱ء) بھی شامل تھے، جو حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) کے مخلص مرید تھے۔ اس ملاقات میں انہوں نے آپ کے سامنے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کے فضائل ومناقب کا بھرپور تذکرہ کیا اور کہا کہ اس وقت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں ان جیسا کثیر برکت والا کوئی دوسرا نہیں، ان کی ایک نگاہ وتوجہ سے

طالبین حق وہ فیض پاتے ہیں، جو دوسرے سلاسل کے چلوں اور سخت مجاہدوں سے بھی نہیں ملتا۔[۳۴]

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی بیعت:

آپ نے اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۹ء) سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اور اس سلسلہ عالیہ کے صوفیہ کے حالات و کیفیات سنے تھے اور ان کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی جانب میلان طبع سے بھی آگاہ تھے۔ علاوہ ازیں کتب تصوف میں بھی اس سلسلہ عالیہ کے بارے میں پڑھا تھا۔ چونکہ آپ کو نسبت نقشبندیہ عالیہ کا ذوق وشوق پہلے سے تھا۔ جب حضرت مولانا حسن کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۵۱ھ/ ۴۲-۱۶۴۱ء) نے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کی زیارت کی ترغیب دی تو آپ ان کے ہمراہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ وہ کمال لطف و مہربانی سے پیش آئے اور آپ کا عزم و ارادہ دریافت فرمایا۔ آپ نے اپنا عزم بتایا۔ اگرچہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا شیوہ مبارک یہ نہ تھا کہ کسی کو خود سے طریقہ اخذ کرنے کے لیے اشارہ فرمائیں، لیکن آپ کی بلندی استعداد و قابلیت ملاحظہ فرما کر انہوں نے آپ سے ارشاد فرمایا:

> ''اگرچہ آپ اس مبارک سفر کا ارادہ رکھتے ہیں، پھر بھی چند روز ہمارے ہاں فقرا کی صحبت میں رہیں تو کیا حرج ہے؟ کم از کم ایک ماہ یا ایک ہفتہ ہی سہی۔''

حضرت خواجہ قدس سرہ کے اس ارشاد پر آپ نے ایک ہفتہ خانقاہ باقویہ میں مقیم رہنے کا عزم فرمایا، لیکن شیخ کامل مکمل کی شفقت وعنایت کا معاملہ یوں وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا کہ آپ دواڑھائی ماہ تک یہاں قیام پذیر رہے۔ آخر ماہ ربیع الاوّل ۱۰۰۸ھ/ اکتوبر ۱۵۹۹ء میں ایک روز آپ نے حضرت خواجہ قدس سرہ سے بیعت کے لیے عرض کیا۔ حضرت خواجہ قدس سرہ نے فوراً بغیر استخارہ کے آپ کو بیعت فرما لیا۔ بعدازاں حضرت خواجہ قدس سرہ نے آپ کو خلوت میں طلب فرما کر توجہ فرمائی۔ چنانچہ اسی وقت آپ کا قلب جاری ہو گیا اور حلاوت ولذت پیدا ہو گئی۔ پھر روز بروز ترقیات وعروجات نصیب ہونے لگے اور فیوضات وبرکات ظاہر ہونے لگے۔

اس طرح تھوڑے سے عرصہ میں آپ کو اُمت کے پہلے اور بعد کے اولیائے کرام پر سبقت نصیب ہوگئی اور درجات قطبیت، فردیت، قیومیت، خلت، طینت، اصالت، محبوبیت ذاتی، سابقیت اور تجدید الف ثانی حاصل ہو گئے۔ [۳۴]

ہندوستان بھر میں فیض عام:

انہی دنوں ایک روز حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) نے آپ کے رشد و رشاد اور بلند استعداد کو ملاحظہ فرما کر آپ کو خلوت میں طلب فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا:

> ''جب میرے مخدوم مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہ نے مجھے حکم دیا کہ تم ہندوستان میں جاؤ، تا کہ یہ سلسلہ شریفہ تمہارے ذریعے سے وہاں جاری ہو جائے تو میں نے خود کو اس خدمت کے لائق نہ سمجھتے ہوئے معذرت چاہی۔ حضرت مولانا خواجگی امکنگی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے استخارہ کے لیے فرمایا۔ میں نے استخارہ میں دیکھا کہ ایک طوطی شاخ پر بیٹھا ہے۔ میں نے دل میں نیت کی کہ اگر وہ طوطی شاخ سے اُڑ کر میرے ہاتھ پر بیٹھ جائے تو میرے لیے اس سفر میں بہت سے فتوح ظاہر ہوں گے۔ اس خیال کا آنا تھا کہ وہ طوطی اڑ کر میرے ہاتھ پر آ بیٹھا اور میں نے اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا۔ اس طوطی نے میرے منہ میں شکر ڈالی۔ دوسرے روز میں نے یہ واقعہ حضرت مولانا خواجگی امکنگی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ طوطی ہندوستان کا پرندہ ہے۔ ہندوستان میں تمہارے دامن برکت سے ایک بزرگ کا ظہور ہوگا، جس سے ہندوستان روشن ہو جائے گا اور تم بھی اس سے بہرہ ور ہو گے۔''

بعدازاں حضرت خواجہ قدس سرہ نے آپ سے فرمایا کہ حضرت مولانا خواجگی امکنگی رحمۃ اللہ علیہ کا اشارہ تمہاری طرف تھا۔ [۳۵]

قطبیت:

پھر حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) نے آپ سے فرمایا کہ جب میں حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہ سے رخصت ہوکر ہندوستان آیا اور تمہارے شہر سرہند میں پہنچا تو ایک واقعہ میں مجھے بتایا گیا کہ تم قطب کے پڑوس میں اُترے ہو اور اس قطب کے حلیہ سے بھی اطلاع بخشی گئی۔ صبح کو اٹھ کر میں شہر کے درویشوں اور گوشہ نشینوں کی ملاقات کے لیے گیا، لیکن کسی کو اس حلیہ کے مطابق نہ پایا اور کسی میں قطبیت کے آثار نظر نہ آئے۔ میں نے خیال کیا کہ شہر والوں میں سے کسی میں قطبیت کی قابلیت ہوگی کہ جس کا ظہور بعد میں ہوگا، مگر جس روز میں نے تم کو دیکھا تمہارا حلیہ اس حلیہ کے مطابق پایا اور اس قابلیت کا نشان بھی تم میں دیکھا گیا۔[۳۶]

روشن چراغ:

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) نے یہ بھی فرمایا کہ واقعہ میں دیکھا گیا کہ میں نے ایک بڑا چراغ جلایا ہے، جس کی روشنی ساعت بساعت بڑھتی جاتی ہے اور لوگوں نے اس چراغ سے بہت سے چراغ روشن کر لیے ہیں۔ جب میں سرہند کے نواح میں پہنچا تو وہاں کے جنگل وصحرا کو مشعلوں سے پر پایا۔ اس بات کو بھی میں نے تمہارے معاملہ کی طرف اشارہ سمجھا۔[۳۷]

این خانہ ہمہ آفتاب است:

جن دنوں آپ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کی صحبت میں رہے، حضرت خواجہ قدس سرہ نے اپنے ایک مخلص کو اپنے مکتوب گرامی میں آپ کے بارے میں تحریر فرمایا:

> ''شیخ احمد نام ایک صاحب سرہند کے رہنے والے ہیں جو کثیر العلم اور قوی العمل ہیں۔ فقیر نے چند روز ان سے نشست و برخاست کی ہے۔ ان کے اوقات و حالات میں سے بہت سے عجائبات مشاہدہ میں

آئے۔ ایسے لگتا ہے کہ وہ ایک چراغ بنیں گے، جس سے جہان روشن ہو جائیں گے۔ الحمدللہ ان کے احوال کاملہ کا مجھ کو یقین ہو گیا ہے۔ ان شیخ موصوف کے بھائی اور قریبی رشتہ دار ہیں، جو سب نیک اور طبقہ اولیا علماء سے ہیں۔ ان میں سے چند ایک سے میری ملاقات ہوئی، طبیعتیں بلند اور عجیب لیاقت رکھتے ہیں۔ ان شیخ کے بیٹے، جو ابھی بچے ہیں، وہ اسرار الٰہی سے ہیں۔ مختصر یہ کہ شجرہ طیبہ ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے خوب جمایا اور اُگایا ہے۔''[۳۸]

حضرت خواجہ قدس سرہ سے آپ کی عقیدت:

جس روز آپ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور طریقت کی تعلیم شروع کی، آپ کو یقین ہو گیا کہ جلد ہی اللہ کریم اپنے فضل وکرم سے مجھے اس راستے کی انتہا تک پہنچائے گا۔ ہر چند آپ اپنے نقص حال اور قصور اعمال پر نظر کر کے ان خیالات کی نفی فرماتے تھے۔ جیسے آیا ہے:

ع: چہ نسبت خاک را با عالم پاک

یعنی: خاک کو عالم پاک سے کیا نسبت؟

لیکن کسی طرح یہ خیال آپ کے دل سے نہیں نکلتا تھا، اکثر اوقات یہ شعر آپ کی زبان پر جاری رہتا تھا:

ازیں نور یکہ از تو بردلم تافت
یقیں دارم کہ آخر خواہمت یافت

یعنی: اس نور کی بدولت جو تجھ سے میرے دل پر چمکتا ہے، میں یقین رکھتا ہوں کہ آخرکار تجھے پالوں گا۔

آپ نے اپنی کتاب مبدء ومعاد میں تحریر فرمایا ہے: ''ہمارے خواجہ قدس سرہ کے ساتھ ہر مرید اپنی اپنی لیاقت کے مطابق الگ الگ عقیدت رکھتا تھا اور اس کے مطابق ہر ایک فیضیاب ہوتا تھا۔ چنانچہ میرا عقیدہ یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارک کے بعد ایسی صحبت و

تربیت اور ارشاد حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کے سوا کسی کو نصیب نہیں ہوا ہوگا۔ پس ہزار ہزار شکر ہے کہ مجھے میرے اعتقاد کے مطابق فیضان نصیب ہوا۔[۳۹]

حضرت خواجہ قدس سرہ کی آپ پر شفقت:

ایک روز آپ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کی خدمت میں حاضر ہونے کے ضمن میں فرماتے ہیں:

''اکثر اوقات از خود رفتگی جو علامت فنائیت ہے، مجھ پر طاری ہوتی تھی اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے میرے برادر طریقت شیخ تاج سنبھلی کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ سب مریدوں سے ان کے کوائف و حالات دریافت کر کے آپ کی خدمت میں بیان کیا کریں، لیکن میرے لیے خاص طور پر یہ حکم تھا کہ کسی کی وساطت کے بغیر میں اپنے حالات خود عرض کیا کروں۔ بلکہ بعض وقت خود حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ مجھے طلب فرما کر دریافت فرمایا کرتے تھے۔ میں پاس ادب سے اکثر خاموش رہتا تھا اور کچھ عرض نہ کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک روز آپ نے خود فرمایا کہ تم اپنے حالات کے بیان کرنے میں خاموش رہتے ہو۔ بیان کرنے میں کیوں تامل کیا کرتے ہو؟ اور میں یہ خیال کیا کرتا تھا کہ میں کیا ہوں اور میرے حالات ہی کیا ہیں جو عرض کروں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بغیر کمی وبیشی کے جو کچھ واقعات پیش آئیں، وہ بیان کرو۔ اسی زمانہ میں اتفاق سے مجھے یہ واقعہ پیش آیا کہ شیخ کی طرف میں متوجہ ہوا اور تصرف کیا تو وہ بے خود ہو کر زمین پر گر پڑے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار فرمانے پر میں نے یہ واقعہ عرض کیا۔ یہ سنتے ہی آپ کا حال متغیر ہو گیا اور حاضرین مجلس پر بہت دیر سکوت طاری رہا۔[۴۰]

عطائے خلافت اور مراجعت سرہند شریف:

آپ تقریباً دو اڑھائی ماہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کی خدمت میں رہے اور باطنی کیفیات و ترقیات حاصل کیں اور سلوک و مقامات طے فرمائے۔ ان کی تفصیل الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے، یہ مکتوبات امام ربانی دفتر اوّل کے مکتوب نمبر ۲۶۶ (بنام حضرت خواجہ عبیداللہ و حضرت خواجہ عبداللہؒ صاحبزادگان، حضرت خواجہ محمد باقی باللہؒ) اور مکتوب نمبر ۲۹۰ (بنام حضرت مولانا محمد ہاشم کشمیؒ) میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

حضرت خواجہ قدس سرہ نے آپ جیسے قابل طالب اور لائق مرید کے تربیت پانے اور درجہ کمال تک پہنچنے کا شکریہ بارگاہ حق سبحانہ وتعالیٰ میں کیا اور جب آپ کو کامل مکمل پایا تو نسبت خاصہ القا فرما کر خلافت و اجازت سے سرفراز فرما دیا۔ بعد ازاں اپنے چند صادق طالبین و مریدین کو آپ کے ساتھ کر کے ماہ رجب ۱۰۰۸ھ/ جنوری ۱۶۰۰ء میں آپ کو سرہند شریف جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ پس آپ اپنے پیر و مرشد کے ارشاد پر سرہند شریف پہنچ کر طالبین وسالکین کی تربیت و ہدایت میں مشغول ہو گئے۔ پھر ہزاروں متلاشیان حق آپ کے چشمہ فیض سے سیراب ہوئے۔[۴۱]

حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت میں دوبارہ حاضری:

آپ کو اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) کی زیارت کا ذوق وشوق دامنگیر ہوا اور غالباً آپ آخری بار ۱۰۰۹ھ/ ۱۶۰۱ء میں سرہند شریف سے دوبارہ دہلی تشریف لائے۔ اس مرتبہ آپ دیر تک حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت میں رہے اور بہ نسبت سابق درجات و معاملات بلند حاصل کیے۔ حضرت خواجہ آپ کی طرف نہایت التفات فرماتے تھے اور آپ کی تعظیم وتوقیر میں مبالغہ فرماتے تھے۔

خانقاہ باقویہ پر پہنچ کر آپ کے کمالات وحالات کو یوں عروج ملا اور آپ کی بلند استعداد کے خصائص سے اس قدر اسرار و معارف ظاہر ہوئے کہ حضرت خواجہ قدس سرہ نے آپ کے ساتھ ایسی محبت وعنایت کا معاملہ فرمایا، جیسے کہ کوئی شاگرد اُستاد سے پیش آتا ہے۔ اس پر حضرت خواجہ قدس سرہ کے بعض خلفاء اور مریدین کے دلوں میں آپ کی طرف سے انکار پیدا ہوا۔ حضرت خواجہ قدس سرہ نے اپنی خداداد باطنی قوت سے اس کا ادراک فرما لیا اور اپنے خلفاء و مریدین کو سخت ناراض ہو کر ارشاد فرمایا:

> ”اگر تم اپنے ایمان کی بقا وسلامتی چاہتے ہو تو ان (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ)
> کی جناب میں باادب اور باعقیدت رہو، کیونکہ وہ آفتاب کی مانند ہیں
> اور ان کے انوار میں ہم جیسے ہزاروں ستارے گم ہیں۔ یاد رکھو! کہ اس
> اُمت میں جو چار افضل ترین اولیاء ہیں، یہ بھی انھیں میں سے ہیں“[۴۲]

سرہند شریف دوبارہ واپسی:

اس طرح آپ بہت زیادہ انعامات کے حصول کے بعد دوبارہ سرہند شریف واپس تشریف لائے۔اس بارے میں آپ خود فرماتے ہیں:

''پھر ہم ہزاروں خلعتوں اور فتوح کے ساتھ واپس آئے۔''

ایک عرصہ سالکین طریقت کو فیوضات و برکات سے مالا مال فرمایا اور اس دوران اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کی خدمت میں اپنے خیالات عظیمہ اور اپنے احباب اور پیر بھائیوں کے احوال و کیفیات عرض کرتے رہے۔حضرت خواجہ قدس سرہ بھی آپ سے ان احباب کے احوال دریافت فرمایا کرتے تھے، جو دہلی سے آپ کے ساتھ سرہند شریف آئے تھے۔[۴۳]

تیسری بار دہلی تشریف لے جانا:

جب آپ تیسری بار دہلی تشریف لے گئے تو حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) نے آپ کا بہت زیادہ احترام فرمایا اور آپ کے استقبال کے لیے قلعہ فیروزی سے پیدل روانہ ہوئے۔دروازہ کابلی پر آپ کا استقبال کیا اور بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ آپ کو اپنے ہمراہ لے گئے۔حضرت خواجہ قدس سرہ صبح و شام کے حلقہ مراقبہ میں آپ کو بر سر حلقہ بٹھاتے اور خود اپنے خلفاء و مریدوں کے ساتھ آپ کے حلقہ میں مستفید ہونے کی صورت میں شرکت فرماتے۔حلقہ سے فراغت کے بعد اُلٹے پاؤں واپس ہوتے، تاکہ آپ کی طرف پشت نہ ہو اور اپنے تمام خادموں کو بھی یہی ہدایت فرماتے کہ وہ بھی یونہی آپ کا ادب کیا کریں اور آپ کے رتبہ کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنے باطن کو آپ کی طرف متوجہ رکھیں۔

ایک بار آپ نے حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت اقدس میں انتہائی ادب سے عرض کیا کہ حضرت! اس غلاموں کے غلام کو آپ کے اس طرزِ عمل سے سخت خجالت و شرمندگی ہوتی ہے۔حضرت خواجہ قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں، وہ امر الٰہی کی وجہ سے ہے، جس کی تعمیل پر ہم غیب سے مجبور ہیں۔

آپ ایک حجرہ میں آرام فرما تھے۔ حضرت خواجہ قدس سرہ آپ کی ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ خادم نے آپ کو جگانا چاہا، لیکن حضرت خواجہ قدس سرہ نے اسے منع فرما دیا اور خود حجرہ کے دروازہ کے پاس کھڑے ہو کر آپ کے جاگنے کا انتظار فرمانے لگے۔ اس وقت آپ گہری نیند میں تھے، فوراً بیدار ہو کر چارپائی سے نیچے اُتر آئے اور پریشان ہو کر دریافت فرمایا کہ باہر کون ہیں؟

حضرت خواجہ قدس سرہ نے ارشاد فرمایا: ''فقیر محمد باقی''۔

آپ فوراً حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو گئے۔

آپ ان باطنی ترقیات اور علمی وعملی فضائل کے باوجود اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ قدس سرہ کا بہت زیادہ ادب کیا کرتے تھے۔ اگر کسی وقت حضرت خواجہ قدس سرہ آپ کو طلب فرماتے تو آپ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا اور جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ حضرت خواجہ قدس سرہ کے مریدوں میں آپ جیسا کوئی شخص نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ دوسروں سے پہلے آپ کو برکات نصیب ہوئیں۔ آپ کو اپنے پیر و مرشد کے ادب کے لحاظ اور بابرکت صحبت کی بدولت بہت زیادہ عروج نصیب ہوا۔ حتیٰ کہ حضرت خواجہ قدس سرہ نے ایثار فرما کر بہت زیادہ بلند نسبتیں آپ کو عنایت فرمائیں اور تاج تربیت وارشاد آپ کے سر پر سجایا اور اپنے مخصوص ترین اصحاب کو تعلیم طریقت کے لیے آپ کے سپرد فرمایا اور سارا کاروبار تربیت آپ کے سپرد فرما دیا۔[۴۴]

پیر و مرشد کی مزید عنایات:

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) نے اپنے تمام مریدوں کو آپ کے حوالہ فرمایا۔ نیز مشیخت وارشاد کا معاملہ بھی پوری طرح آپ کے سپرد فرما دیا۔ پھر ارشاد فرمایا:

> ''ضعف بدن کے آثار بہت ظاہر ہوتے ہیں۔ اب زندگی کی اُمید بہت کم ہے۔''

اس بار حضرت خواجہ قدس سرہ نے اپنے فرزندان گرامی حضرت عبیداللہ المعروف خواجہ کلاں رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۴ھ/۱۶۶۴ء) اور حضرت عبداللہ المعروف خواجہ خورد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۵ھ/

۱۶۶۴ء) جو ابھی بچے تھے، کو طلب فرمایا اور آپ سے ارشاد فرمایا کہ ان کو توجہ فرمائیں، بلکہ ان کی گرامی قدر ماؤں کو بھی غائبانہ توجہ کرائی۔

جب حضرت خواجہ قدس سرہ نے تمام مریدین کو آپ کے حوالہ کر دیا تو اس وقت حضرت میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء) سے فرمایا کہ حضرت شیخ (احمد سرہندیؒ) کی صحبت کو سعادت سمجھ کر ان کی خدمت میں رہا کرو۔ اس پر حضرت میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت میں عرض کیا:

''حضرت! ہر چند وہ بزرگ ہیں، لیکن میری توجہ کا قبلہ تو آپ کی درگاہ ہے۔''

حضرت خواجہ قدس سرہ نے فرمایا:

''میاں شیخ احمد ایسے آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے ان کی روشنی میں گم ہیں۔ کامل اولیائے متقدمین میں سے خال خال ان کی مثل ہوتے ہیں۔''

حضرت خواجہ قدس سرہ نے آپ کے بارے میں بارہا کلمات ستائش ارشاد فرمائے۔
ایک بار ارشاد فرمایا:

''آپ مکمل مراد اور مکمل محبوب ہیں''۔

ایک روز ارشاد فرمایا:

''دور حاضر میں اس جماعت عالیہ (درویشوں کی جماعت) میں آسمان کے نیچے ان (حضرت مجددؒ) کی کوئی نظیر نہیں۔''

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

''صحابہ (کرام)، تابعین، کاملین اور آئمہ مجتہدین کے بعد آپ جیسے گنتی کے چند (بزرگ) نظر آتے ہیں۔''

حضرت خواجہ قدس سرہ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

''ان تین چار سالوں میں ہم نے مرشدی نہیں کی، بلکہ کھیل کھیلا ہے، سو

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَالْمِنَّۃ کہ ہمارا یہ کھیل اور یہ دکانداری رائیگاں نہیں گئی کہ جس سے ایسا شخص ظاہر ہو گیا۔"

ایک دفعہ یوں ارشاد فرمایا:

"میاں شیخ احمد کی صحبت کے اثر سے معلوم ہوا کہ توحید تنگ کوچہ ہے اور اس سے اوپر وسیع شاہراہ ہے۔"

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں:

"طالبین کی تربیت میں حضرت خواجہ قدس سرہ کی سرگرمی اس وقت تک تھی کہ میرا معاملہ انتہا کو نہ پہنچا تھا۔ جب میرے کام سے فارغ ہو گئے تو دیکھا گیا کہ آپ نے خود کو مشیخت کے کام سے ہٹا لیا اور طالبین کو میرے سپرد کر کے فرمایا کہ ہم اس بیج کو بخارا و سمرقند سے لائے ہیں اور ہندوستان کی برکت والی زمین میں بو دیا ہے۔"

ایک بار ارشاد فرمایا:

"ہماری اور میاں شیخ احمد کی مثال خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مرید (خواجہ) عبداللہ انصاری (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرح ہے کہ اگر پیر زندہ ہوتے تو اپنے مرید کے مرید ہوتے۔"

ایک دفعہ ارشاد فرمایا:

"میاں شیخ احمد جامع قطبیت ارشاد و مدار ہیں۔"[۲۵]

حضرت شیخ تاج الدین سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد باقی اللہ قدس سرہ نے آپ کے موسومہ بعض مکاتیب میں جو الفاظ عزیز متوقف (یعنی سلوک میں رکے ہوئے شخص) تحریر کر کے اس کا چارہ کار دریافت کیا۔ عزیز اس سے مراد خود ذات بابرکات حضرت پیر و مرشد تھے۔

طریقہ مجددیہ میں سب نسبتوں کا شمول:

تمام مشائخ عظام نے اپنے اپنے کمالات اور نسبتیں آپ میں القا فرمائیں۔ آپ نے

سب کو اپنے طریقہ میں امتزاجاً شامل کیا۔ آپ کو بارگاہِ الٰہی سے نبی کریم ﷺ کی وساطت سے جو کمالات و فیوضات عطا ہوئے، آپ نے ان سب کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں جمع فرمایا۔ اس طرح طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ اُمت کے اولیاء کے سلاسل کا جامع ہے اور اس سلسلہ کے سالکین کو صوفیہ کے تمام سلاسل کا فیض نصیب ہوتا ہے اور سب سلسلوں کے مشائخ کی عنایت ان کے شامل حال ہوتی تھی۔ چنانچہ حضرات قیوم اربعہ جملہ سلاسل میں مرید فرماتے تھے۔[۴۶]

نزول خلعت تجدید:

آپ نے بروز جمعۃ المبارک ۱۲ ربیع الاوّل ۱۰۱۱ھ/ ۳۰ راگست ۱۶۰۲ء کو صبح کے وقت حلقہ و مراقبہ میں مشغولیت کے دوران حالت کشفی میں ملاحظہ فرمایا کہ نبی کریم ﷺ اولیائے کرام کی ایک جماعت کے ہمراہ تشریف فرما ہوئے اور اپنے دست مبارک سے ایک نوری خلعت فاخرہ آپ کو زیب تن کرائی اور ارشاد فرمایا:

''یہ تجدید الف ثانی کی خلعت ہے۔''[۴۷]

حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کا خرقہ خلافت:

حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ (م۵۶۱ھ/ ۱۱۶۶ء) کا خرقہ خلافت آپ کے جانشینوں میں امانت کے طور پر چلا آ رہا تھا جو حضرت شاہ سکندر قادری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) کے پاس تھا۔ انھیں اپنے دادا بزرگوار حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ (م۹۸۱ء) ۱۵۷۳ء) نے خواب میں فرمایا کہ اس خرقہ مبارک کے وارث جن کے لیے غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی تھی شیخ احمد سرہندی ظاہر ہو گئے ہیں، لہٰذا یہ ان کے حوالے کر دو۔ چنانچہ حضرت شاہ سکندر قادری رحمۃ اللہ علیہ یہ خرقہ شریف لے کر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لائے۔ آپ صبح کی نماز کے بعد حسب معمول حلقہ ذکر و توجہ میں مصروف تھے۔ جب فارغ ہوئے تو حضرت شاہ سکندری قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو یہ خرقہ تفویض فرمایا، جسے آپ نے زیب تن فرمایا۔[۴۸]

خلعت قیومیت سے سرفرازی:

آپ بروز سوموار ۱۷رمضان المبارک ۱۰۱۱ھ/ ۲۸ فروری ۱۶۰۳ء نماز ظہر کے بعد مراقبہ فرمارہے تھے اور ایک حافظ صاحب آپ کی مجلس میں قرآن مجید نہایت خوش الحانی سے تلاوت کررہے تھے کہ اچانک ایک اعلیٰ درجہ کی نوری خلعت آپ نے اپنے اوپر مشاہدہ فرمائی۔ اس کے ساتھ ہی القا ہوا کہ یہ خلعت قیومیت ہے، جو نبی کریم ﷺ کے اتباع کے کمال کی بدولت آپ کو عنایت کی گئی ہے۔[۴۹]

خطابِ مجتہد:

آپ نے مبداء و معاد میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک بار نبی کریم ﷺ نے (ایک) واقعہ میں اس فقیر سے فرمایا:

"تو علم کلام کے مجتہدین میں سے ہے۔"[۵۰]

نبی کریم ﷺ کی طرف سے سند تکمیل:

حضرت شیخ محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء) سے منقول ہے کہ ایک روز (میں) نبی کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

"نعمان سے کہہ دو، جو شیخ احمد کے نزدیک مقبول ہے، وہ ہمارے نزدیک اور حضرت حق جل شانہ کے نزدیک مقبول ہے اور جو ان کے نزدیک مردود ہے، وہ ہمارے اور حضرت باری تعالیٰ کے نزدیک بھی مردود ہے۔"

آپ خود تحریر فرماتے ہیں:

"ایک روز مراقبہ میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کا شرف نصیب ہوا۔ سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں تمہارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ تمہارے لیے ایک اجازت نامہ لکھ دوں جو آج تک کسی کے

لیے نہیں تھا۔"

نیز نبی کریم ﷺ نے آپ سے ارشاد فرمایا:

"جس جنازہ پر تم نماز پڑھ دوگے، اس میت کو بخش دیا جائے گا۔"[۱۵]

شجرہ ہائے طریقت:

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) تحریر فرماتے ہیں:

"میری ارادت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بہت واسطوں سے ہے۔ طریقہ نقشبندیہ میں اکیس، قادریہ میں پچیس اور چشتیہ میں ستائیس واسطے درمیان میں ہیں۔"

لہٰذا ذیل میں سلاسل اربعہ کے واسطوں کی تفصیل کے لیے شجرے درج کیے جاتے ہیں:

شجرہ سلسلہ چشتیہ:

سلسلہ چشتیہ میں حضرت مجدد صاحب قدس سرہ کو ستائیس واسطوں سے حضور اکرم ﷺ کی اس طرح نسبت حاصل ہے:

خاتم النبیین رحمۃ للعالمین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ (۱) امیر المومنین سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ (۲) خیر التابعین حضرت خواجہ حسن بصری قدس سرہ (۳) حضرت شیخ عبدالواحد بن زید قدس سرہ (۴) حضرت شیخ فضیل بن عیاض قدس سرہ (۵) حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم قدس سرہ (۶) حضرت شیخ حذیفہ مرعشی قدس سرہ (۷) حضرت شیخ ابو ہبیرہ بصری قدس سرہ (۸) حضرت شیخ ممشاد علو دینوری قدس سرہ (۹) حضرت شیخ ابو اسحاق شامی قدس سرہ (۱۰) حضرت شیخ ابو احمد چشتی قدس سرہ (۱۱) حضرت شیخ ابو محمد چشتی قدس سرہ (۱۲) حضرت شیخ ابو یوسف چشتی قدس سرہ (۱۳) حضرت شیخ مودود چشتی قدس سرہ (۱۴) حضرت حاجی شریف زندنی قدس سرہ (۱۵) حضرت شیخ عثمان ہارونی قدس سرہ (۱۶) خواجہ خواجگان امام الطریقہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری قدس سرہ (۱۷) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہ (۱۸) حضرت شیخ فرید الحق والدین مسعود اجودھنی

گنج شکر قدس سرہ (۱۹) حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر قدس سرہ (۲۰) حضرت شمس الدین ترک پانی پتی قدس سرہ (۲۱) حضرت شیخ جلال الدین پانی پتی قدس سرہ (۲۲) حضرت شیخ احمد عبدالحق رودولوی قدس سرہ (۲۳) حضرت شیخ محمد عارف قدس سرہ (۲۴) حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ (۲۵) حضرت شیخ رکن الدین قدس سرہ (۲۶) حضرت مخدوم شیخ عبدالاحد قدس سرہ (۲۷) حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ۔

شجرہ سلسلہ قادریہ:

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو سلسلہ قادریہ میں کئی بزرگوں سے نسبت حاصل ہے۔ اُن میں سے ایک شجرہ تبرکاً نقل کیا جاتا ہے:

شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ (۱) امیر المومنین سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ (۲) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ (۳) سیّد السادات حضرت حسن مثنیٰ قدس سرہ (۴) حضرت سیّد عبداللہ المحض قدس سرہ (۵) حضرت شاہ موسیٰ الجون قدس سرہ (۶) حضرت سیّد عبداللہ المورث قدس سرہ (۷) حضرت سیّد موسیٰ ثانی قدس سرہ (۸) حضرت سیّد داؤد قدس سرہ (۹) حضرت سیّد مورث قدس سرہ (۱۰) حضرت سیّد یحییٰ زاہد قدس سرہ (۱۱) حضرت سیّد عبداللہ جیلی قدس سرہ (۱۲) حضرت سیّد موسیٰ جنگی دوست قدس سرہ (۱۳) حضرت سیّد ابوصالح قدس سرہ (۱۴) غوث الثقلین حضرت سیّد محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ (۱۵) حضرت سیّد عبدالرزاق قدس سرہ (۱۶) حضرت سیّد شرف الدین قدس سرہ (۱۷) حضرت سیّد عبدالوہاب قدس سرہ (۱۸) حضرت سیّد بہاؤ الدین قدس سرہ (۱۹) حضرت سیّد عقیل قدس سرہ (۲۰) حضرت سیّد شمس الدین صحرائی قدس سرہ (۲۱) حضرت سیّد گدا رحمٰن قدس سرہ (۲۲) حضرت شاہ فضیل قدس سرہ (۲۳) حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ (۲۴) حضرت شاہ سکندر قدس سرہ (۲۵) امامِ ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ۔

شجرہ سلسلہ سہروردیہ:

اسی طرح سلسلہ سہروردیہ کا بھی ایک شجرہ تبرکاً نقل کیا جاتا ہے:

شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ (۱) امیر المومنین سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ (۲) حضرت خواجہ حسن بصری قدس سرہ (۳) حضرت شیخ حبیب عجمی قدس سرہ (۴) حضرت شیخ داؤد طائی قدس سرہ (۵) حضرت شیخ معروف کرخی قدس سرہ (۶) حضرت شیخ ابوالحسن سری سقطی قدس سرہ (۷) حضرت شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی قدس سرہ (۸) حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری قدس سرہ (۹) حضرت شیخ ابواسحاق شامی قدس سرہ (۱۰) حضرت شیخ ابواحمد دینوری قدس سرہ (۱۱) حضرت شیخ ابومحمد بن شیخ عبداللہ معروف بعمویہ قدس سرہ (۱۲) حضرت شیخ ابونجیب ضیاء الدین قدس سرہ (۱۳) حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ (۱۴) حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہ (۱۵) حضرت شیخ صدرالدین قدس سرہ (۱۶) حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح قدس سرہ (۱۷) حضرت مخدوم سیّد جلال الدین بخاری قدس سرہ (۱۸) حضرت سیّد اجمل بہرائچی قدس سرہ (۱۹) حضرت سیّد بڈھن بہرائچی قدس سرہ (۲۰) حضرت شیخ درویش محمد بن قاسم قدس سرہ (۲۱) حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ (۲۲) حضرت شیخ رکن الدین قدس سرہ (۲۳) حضرت مخدوم شیخ عبدالاحد قدس سرہ (۲۴) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ۔

شجرہ سلسلہ نقشبندیہ:

حضور پرنور احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ (۱) امیر المومنین سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۲) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (۳) حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہم (۴) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ (۵) حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ (۶) حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ (۷) حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی قدس سرہ (۸) حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی قدس سرہ (۹) حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ (۱۰) حضرت خواجہ محمد

عارف ریوگری قدس سرہ (۱۱) حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس سرہ (۱۲) حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی قدس سرہ (۱۳) حضرت خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہ (۱۴) حضرت خواجہ شمس الدین امیر کلال قدس سرہ (۱۵) امام الطریقہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری قدس سرہ (۱۶) حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہ (۱۷) حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہ (۱۸) حضرت خواجہ محمد زاہد قدس سرہ (۱۹) حضرت خواجہ درویش محمد قدس سرہ (۲۰) حضرت خواجہ محمد امکنگی قدس سرہ (۲۱) حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (۲۲) امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ۔[۵۲]

شجرۂ منظوم

رسید فیض بہ صدیقؓ ز احمد مختارؐ
از و رسید بہ سلمانؓ مخزنِ اسرار
ازو بہ قاسمؒ و جعفرؒ ابو یزیدؒ ازو
بہ بوالحسنؒ و ازو بوعلیؒ سر ابرار
از دست یوسفؒ و زو غجدوانیؒ و عارفؒ
ز فغنویؒ ست بہ رامیتنیؒ گوہر بار
از دست حضرت باباؒ، پس از ست امیر کلالؒ
بہاء ملت و دیں نقشبندؒ فخر کبار
عقیب این ہمہ یعقوب چرخیؒ است دگر
ازو بہ خواجہ عبید اللہؒ ست واقف اسرار
ازو ست زاہدؒ و درویشؒ خواجہ امکنگیؒ
ازو بہ خواجہ باقیؒ ست معدنِ انوار
از و امامِ زماں قطب وقت شیخ احمدؒ
کہ ہست بانی این راہ منبع اسرار[۵۳]

فصل چہارم:

ارشاد سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

سرہند شریف میں مقیم ہونا:

آپ اکتساب فیض اور تکمیل سلوک کے بعد تیسری بار دہلی سے واپس سرہند شریف تشریف فرما ہوئے، جس کے بعد حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) سے آپ کی ملاقات نہیں ہوئی۔[۵۴]

مسافرت لاہور:

ان دنوں دہلی کے بعد لاہور ہندوستان کا دوسرا بڑا علمی و دینی مرکز تھا، جہاں علما و مشائخ کی کثرت تھی۔ کچھ روز آپ نے سرہند شریف میں قیام فرمایا۔ بعد ازاں اپنے شیخ و مرشد حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کے اشارہ و ارشاد پر لاہور تشریف فرما ہوئے۔ آپ کی تشریف آوری کی اطلاع پا کر لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے بڑے اعزاز و اکرام سے آپ کا استقبال کیا۔ پھر خاص و عام سے بیشمار لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے، جن میں حضرت مولانا محمد طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۴۰ھ/ ۱۶۳۰ء) اور حضرت مولانا جمال الدین تلوی رحمۃ اللہ علیہ شامل تھے۔ چنانچہ آپ کے ہاں ذکر و مراقبہ کا حلقہ قائم ہوتا تھا اور جب بہت سے لوگ داخل طریقہ ہو گئے تو ہر جگہ بڑی سرگرمی سے حلقہ و شغل ہونے لگا۔[۵۵]

مولانا جلال الدین تلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سوال کا جواب:

جن دنوں آپ لاہور میں تھے ایک دن حضرت مولانا جمال الدین تلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے سوال کیا کہ آپ جامع علوم ظاہری و باطنی ہیں، مسئلہ وحدت وجود میں جو ظاہر شرع سے اتنی موافقت نہیں رکھتا اور بہت سے کامل اولیاء کا مشرب ہے، آپ اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ اس کے جواب میں آپ نے حضرت مولانا جمال الدین تلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کان میں چند

کلمات کہے، جن کو سن کر حضرت مولانا جمال الدین تلوی رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور ارباب حال کی مانند ان کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ انہوں نے آپ کے زانو پر ہاتھ رکھا اور پھر بڑی انکساری کے ساتھ وہاں سے رُخصت ہو گئے۔ کسی کو خبر نہ ہوئی کہ آپ نے حضرت مولانا جمال الدین تلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا فرمایا:

ندانم چہ گفتی چہ انگیختی
کہ گفتی و از دیدہ خون ریختی

یعنی: میں نہیں جانتا کہ تو نے کیا کہا اور کیا کیا؟ کیا کہا اور آنکھ سے خون کے آنسو گرا دیے۔[۵۶]

حضرت خواجہ قدس سرہ کے وصال مبارک کی خبر:

آپ ابھی لاہور ہی میں قیام فرما تھے کہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کے وصال مبارک کی خبر پہنچی۔ آپ انتہائی مغموم حالت میں عازم دہلی ہوئے۔ گو سرہند شریف راستے میں تھا، لیکن آپ اپنے گھر تشریف نہیں لے گئے اور سیدھے حضرت خواجہ قدس سرہ کے مزار مبارک پر حاضری دی اور حضرت خواجہ قدس سرہ کے صاحبزادگان گرامی حضرت عبیداللہ المعروف خواجہ کلاں رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۴ھ/۱۶۶۴ء) اور حضرت عبداللہ المعروف خواجہ خورد رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۵ھ/۱۶۶۴ء) اور مریدین سے تعزیت کی اور ان کی خواہش پر ان کی تسکین خاطر کے لیے چند روز دہلی میں تشریف فرما رہے۔ حضرت خواجہ قدس سرہ کے مریدین آپ کے حلقہ میں بدستور سابق حاضری دیتے اور آپ کی توجہات سے وہی روحانی تراوت و تازگی قائم ہو گئی جو حضرت خواجہ قدس سرہ کی زندگی مبارک تھی۔[۵۷]

سرہند شریف کو مراجعت:

بالآخر کچھ روز دہلی میں مقیم رہنے کے بعد آپ سرہند شریف واپس تشریف لائے۔ بعد ازاں ایک بار دہلی تشریف لے گئے اور دو تین دفعہ آگرہ جانا ہوا۔ آخری عمر مبارک میں تین برس (۱۰۲۹-۱۰۳۳ھ/ ۱۶۲۰-۱۶۲۴ء) شاہی لشکر کے ساتھ بعض شہروں اور مقامات پر جانا ہوا۔ اس دوران بھی اہل طلب اور اہل شوق آپ کی صحبت سے استفادہ کرتے رہے۔[۵۸]

مختلف ممالک سے علماء ومشائخ کی حاضری:

اوّل آپ کی شہرت ملک کے گوشے گوشے میں پھیل گئی اور پھر ہندوستان سے باہر کے ممالک میں آپ کے زہد وتقویٰ اور کمالات ومقامات کا چرچا ہوگیا۔ جس پر بڑے بڑے نامی گرامی علما ومشائخ مور وملخ کی طرح سرہند شریف کے چشمہ روحانیت کی طرف کشاں کشاں پہنچنے لگے۔ آپ کی زیارت سے مشرف ہونے پر ان کے دلوں میں ذوق بیعت کی اُمنگ پیدا ہو جاتی اور اس آفتاب جہاں کے دست مبارک کے مصافحہ و بیعت سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے سلوک ومقامات سے مستفید ہونے لگے۔ ان میں سے اکثر و بیشتر نے اجازت و خلافت کا شرف پایا اور اپنے اپنے ممالک وعلاقوں میں جا کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو ترویج و ترقی بخشی۔ ان میں قابل ذکر حضرات گرامی درج ذیل ہیں:

شاہ بدخشاں کے معتمد علیہ حضرت شیخ طاہر بدخشی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۷ھ/ ۱۶۳۷ء)، طالقان کے جید عالم حضرت شیخ عبدالحق شادمانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ محمد صالح کولابی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۸ھ/ ۲۹-۱۶۲۸ء)، حضرت شیخ احمد برکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۶ھ/ ۱۶۱۷ء)، حضرت مولانا یار محمد قدیم بدخشی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۶ھ/ ۱۶۳۷ء) اور حضرت مولانا یوسف سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۲ھ/ ۱۶۱۶ء)۔ [۵۹]

ہندوستان میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج وترقی:

آپ کی خانقاہ عالیہ سرہند شریف پر طالبین وسالکین گروہ در گروہ آتے تھے، جن میں خاص وعام کے ساتھ علماء ومشائخ بھی شامل ہوتے تھے۔ اکثر و بیشتر تکمیل وتسکین کے ساتھ واپس چلے جاتے اور جہاں رہ جانے والوں کی تعداد خاص رہتی تھی۔

جلد ہی آپ نے ہندوستان میں جا بجا اپنے خلفائے عظام کو دین اسلام کی دعوت و ارشاد اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج وترقی پر مامور فرمایا۔

حضرت خواجہ میر محمد نعمان بدخشی کشمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء)، جو حضرت محمد باقی باللہ قدس سرہ (م ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) کے خلفاء میں سے تھے، کو آپ نے ۱۰۱۸ھ/ ۱۶۰۹ء) میں

اجازت وخلافت سے سرفراز فرما کر برہانپور بھیجا اور بیشمار لوگوں کی ان سے اصلاح ہوئی۔ بعدازاں حیدرآباد دکن روانہ فرمایا۔ ان کی خانقاہ میں کئی کئی سوار اور بے شمار پیادے حاضر ہوتے اور ذکرومراقبہ میں مشغول رہتے تھے۔

آپ نے حضرت شیخ بدیع الدین سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۴۲ھ/ ۳۳-۱۶۳۲ء) کو خلافت واجازت سے مشرف فرما کر اوّل سہارنپور میں بھیجا اور پھر وہاں سے شاہی لشکرگاہ (چھاؤنی) آگرہ میں متعین فرمایا، جہاں انھیں بڑی قبولیت عام نصیب ہوئی اور بیشمار ارکان سلطنت نے ان کے حلقہ میں شمولیت اختیار کی۔ لشکر کے ہزاروں آدمیوں نے ان کے دست مبارک پر بیعت کی۔ ان کے ہاں ہر روز اتنے لوگ حاضر ہوتے تھے کہ بڑے بڑے امراء کو بمشکل ان کی زیارت کا شرف ملتا تھا۔

آپ نے حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۴۰ھ/ ۱۶۳۰ء) کو اجازت وخلافت عنایت فرما کر لاہور کے طالبین کی ہدایت وتربیت کے لیے رُخصت فرمایا اور ایک کثیر جماعت ان کے افاضات وبرکات سے مستفید ہوئی اور اس علاقے میں ان کا فیض عام جاری ہوا۔

آپ نے حضرت شیخ نور محمد پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت واجازت سے مشرف فرما کر پٹنہ میں روانہ فرمایا۔ انہوں نے اس شہر میں آکر دریائے گنگا کے کنارے ایک کٹیا میں رہ کر اسے ارشاد وہدایت اور افادہ علوم دینیہ کا مرکز بنایا اور اس علاقے میں اپنے شیخ ومرشد کے فیض کو عام کیا۔

آپ نے حضرت شیخ حمید بنگالی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۵۰ھ/ ۴۱-۱۶۴۰ء) کو اجازت وخلافت عنایت فرما کر بنگال میں روانہ فرمایا اور حضرت شیخ طاہر بدخشی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۴۷ھ/ ۱۶۳۷ء) کو اجازت وخلافت مرحمت فرما کر جونپور روانہ فرمایا۔ دونوں حضرات گرامی نے اپنے علاقوں میں فیض عام جاری فرمایا۔

آپ نے حضرت شیخ عبدالحی حصاری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۰ھ/ ۷۰-۱۶۵۹ء) کو خلافت و اجازت سے نواز کر پٹنہ روانہ فرمایا، جہاں انہوں نے ارشاد وتبلیغ کا سلسلہ شروع فرمایا۔ آپ نے حضرت سیّد محب اللہ مانکپوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء) کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرما کر مانکپور روانہ فرمایا۔ وہ اس شہر وعلاقے میں رشد وہدایت میں مشغول رہے۔ بعدازاں

آپ کے حکم واشارے میں الہ آباد میں آ بسے اور آخری دم تک یہاں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج وترقی میں سرگرم عمل رہے۔

آپ نے حضرت شیخ کریم الدین باباحسن ابدالی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰ء) کو خصوصی توجہات سے مشرف فرمایا، جو اپنے علاقے میں جا کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوضات و برکات کی نشرواشاعت میں مشغول ہو گئے۔

سندھ میں حضرت شیخ حمید بنگالی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۰ھ/ ۴۱-۱۶۴۰ء) کے پوتے اور حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) کے ایک خلیفہ حضرت مخدوم ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۸ھ/ ۱۷۲۶ء) نے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی اشاعت کی اور ان کی مساعی کو اللہ تعالیٰ نے خوب شرف قبولیت بخشا۔ حضرت مخدوم ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لوگ گروہ در گروہ حاضر ہوئے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ نے اس علاقے میں کمال رونق پائی۔ ان کے عقیدتمندوں میں سورت اور دوسرے علاقوں کے لوگ بھی شامل تھے۔ آپ کے ماننے والوں میں قدوۃ المفسرین والمحدثین مخدوم محمد معین الدین سندھی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۸ء) بھی شامل ہیں، جنہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء) سے حدیث پڑھی۔

متحدہ پنجاب اور افغان علاقے میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ نے سب سے بڑھ کر فروغ پایا، جس کا زوردار آغاز آپ کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا۔ بعدازاں آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) اور ان کے خلیفہ حضرت شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۴ھ/ ۱۶۴۴ء) نے اس کام کو بہت زیادہ پھیلایا۔

گویا آپ کی حیات مبارکہ ہی میں برصغیر پاکستان و ہند کے طول وعرض اور اس کے قرب وجوار میں کہیں کم اور کہیں زیادہ آپ کے خلفاء ومریدین ضرور موجود تھے اور آپ کے وصال مبارک کے بعد آپ کے صاحبزادگان اور خلفائے عظام اور ان کے جانشینوں نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو مزید ترویج وترقی بخشی۔ [۶۰]

مختلف ممالک میں خلفائے عظام کو بھیجنا:

آپ نے ۱۰۲۶ھ/ ۱۶۱۷ء میں اپنے بہت سے خلفائے عظام کو اسلام کی تبلیغ و ہدایت اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج کی خاطر دوسرے ممالک میں روانہ فرمایا۔ حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی سرکردگی میں ستر حضرات گرامی ترکستان کی جانب بھیجے۔ عرب، یمن، شام اور روم کے علاقوں میں حضرت مولانا فرخ حسین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء) کی قیادت میں چالیس حضرات گرامی بھیجے گئے۔ حضرت مولانا محمد صادق کابلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۸ھ/ ۱۶۰۹ء) کی سرکردگی میں دس حضرات گرامی کاشغر روانہ فرمائے اور توران، بدخشان اور خراسان کی طرف حضرت مولانا شیخ احمد برکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۶ھ/ ۱۶۱۷ء) کی قیادت میں تیس خلفائے عظام کے ہمراہ ان کے شہر برک (کابل وقندھار کے درمیان ایک شہر) جنہوں نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے فیض و برکات اور تعلیمات و معارف سے لاکھوں کروڑوں انسانوں کے قلوب واذہان کو منور وتاباں کیا۔ آپ نے حضرت مولانا شیخ احمد برکی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان کے شاگرد اور اپنے خلیفہ حضرت شیخ حسن برکی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کا جانشین مقرر فرما کر برک روانہ فرمایا، جو وہاں خلق عام کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوضات و برکات سے مالا مال فرماتے رہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے جو حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) سے مجاز طریقت ہوئے، ان کے جانشین بنے۔

۱۰۲۷ھ/ ۱۶۱۸ء ابھی مکمل نہیں ہوا تھا کہ آپ کی جلالت شان، قوت ارشاد اور حسن تربیت کا شہرہ ہندوستان سے باہر دور دراز کے ممالک میں پھیل چکا تھا اور اہل دل اور سالکین و طالبین گروہ در گروہ سرہند شریف کی طرف رواں دواں تھے۔ ماوراء النہر، بدخشاں، کابل اور عجم کے دیگر ممالک وعلاقوں میں آپ کے خلفائے عظام سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیمات و معارف کو پھیلانے میں مصروف تھے، حتیٰ کہ عربستان میں آپ کی ولایت اور اس سلسلہ پاک کے فیض و برکات کی مہک پہنچ چکی تھی۔

درحقیقت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں جلالی شان کا غلبہ تھا اور اس کا طریقہ کار احیائی تھا۔ اس اشاعت کا ایک اہم ذریعہ مکتوبات امام ربانی تھے، جن کا جلد ہی عربی ترجمہ ہو گیا اور

دوسرا ذریعہ آپ کے خلفا و مرید تھے، جو متعدد اسلامی ملکوں میں پھیل گئے۔ چنانچہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ ہندوستان سے ماوراء النہر، روم، شام اور دوسرے عربی و عجمی ممالک میں پہنچا، کیونکہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کا وطن کابل تھا، لہٰذا ان کے خلیفہ اعظم کے طریقہ کو افغانستان اور ترکستان میں پذیرائی ملنا قدرتی امر تھا۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی بدولت حجاز مقدس اور خلافت عثمانیہ میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ خوب پھلا پھیلا، مگر انیسویں صدی عیسوی میں اس کی سب سے بڑھ کر ترویج و ترقی حضرت مولانا خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۷ء) کے ذریعے ہوئی، جنہوں نے خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ مجددیہ کے سجادہ نشین حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ (م۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) سے اجازت و خلافت کا شرف پایا۔ یہ سلسلہ ان کی بدولت عراق، شام اور اناطولیہ میں بڑے زوردار طریقے سے پھیلا۔ بعد ازاں رفتہ رفتہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی اشاعت کی صورت آپ کی تجدیدی تحریک کے اثرات پورے عالم اسلام میں پھیل گئے۔ [الف]

طریقہ مجددیہ اور دوسرے طریقوں کی سیر سلوک:

اولیائے سلف کے سلوک کی سیر حسب ذیل ہے:

(۱) سیر الی اللہ:

اس میں عالم خالق، عالم امر، واحدیت اور واحدیت کی سیر ہوتی ہے۔

(۲) سیر فی اللہ:

اس میں احدیت کی سیر ہوتی ہے، جس کو آپ اپنی تحقیق میں فرماتے ہیں کہ یہ سیر درحقیقت اسماء وصفات کی ظلال ہے۔

(۳) سیر عن اللہ باللہ:

اس میں احدیت سے کثرت خلق کی طرف نزول کی سیر ہوتی ہے۔

نوٹ: عالم خلق سے مراد عرش کے نیچے کی مخلوق ہے۔

عالم امر سے مراد عرش کے اوپر فرشتے وغیرہ ہیں۔

واحدایت سے مراد مفصل حالت صفاتِ الٰہی ہیں۔

وحدیت سے مراد مجمل صفاتِ الٰہی ہیں۔

احدیت سے مراد ذات بحت ہے جو ہر قسم کے اعتبار سے منزہ ہے۔

یہی پانچ مرتبے اور ایک مرتبہ انسان جامع، مراتب ستہ کہلاتے ہیں اور یہ مراتب محض اعتباری ہیں، ورنہ وہ ایک ہی ذات ہے، جو قدم سے امکان تک موجود ہے۔

سلوک مجددیہ کی سیر حسب ذیل ہے:

(۱) ولایت صغریٰ یا ولایت اولیاء:

اس میں سیر الی اللہ ہوتی ہے، نیز وہ سیر جس کو دوسرے اولیاء نے "سیر فی اللہ" سمجھا ہے اور حقیقت میں سیر ظلال ہے۔

(۲) ولایت کبریٰ یا ولایت انبیاء:

اس میں اصل اسماء وصفات کی سیر ہوتی ہے، جو دوسرے طریقوں میں نہیں ہے۔

علاوہ ازیں سولہ یا سترہ مفصل مقامات درج ذیل ہیں، جو ذاتِ بحت سے پہلے اس سلوک میں طے ہوتے ہیں:

① ولایت علیا یا ولایت ملائک۔

② کمالاتِ نبوت۔

③ کمالات رسالت۔

④ کمالات اولوالعزمی اس کے بعد یا

⑤ قیومیت اشیاء یا

⑥ حقیقت کعبہ۔

⑦ حقیقت قرآن۔

⑧ حقیقت صلوٰۃ۔

⑨ بعض لوگوں کو حقیقت حکوم۔

⑩ معبودیت صرفہ۔

⑪ عبدیت۔

⑫ خلت حقیقت ابراہیمیہ (علیہ السلام)۔

⑬ محبیت حقیقت موسویہ (علیہ السلام)۔

⑭ محبوبیت ممتزجہ حقیقت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

⑮ محبوبیت ساذجہ حقیقت احمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

⑯ تعین حبی۔

⑰ تعین وجودی۔

اس کے بعد دائرہ لاتعین، یعنی ذات بحت مع الصفات الثمانیہ الحقیقیہ۔[۶۲]

فصل پنجم:

دورِ ابتلاء

سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ارشاد کہ سب سے زیادہ مصائب انبیاء پر آتے ہیں اور اللہ کے تمام انبیاء میں سے سب سے زیادہ تکالیف مجھ پر آئیں اور اللہ کے نبیوں کے بعد جتنا کسی کا درجہ ہوتا ہے، اتنی ان پر پریشانیاں آتی ہیں۔ زمانے کے مصائب و آلام سے ہر کسی کو واسطہ پڑتا ہے، عام لوگوں کو ان کے اعمال کی شامت کی بدولت اور اللہ کے خاص بندوں کو ان کی بلندی درجات کے لیے ان کٹھن وادیوں سے گزرنا پڑتا ہے۔

چونکہ آپ کے شاہی حکام اور درباری امراء سے خصوصی روابط استوار ہو گئے تھے اور انھیں آپ سے گہری عقیدت و محبت تھی۔ جہانگیر (م۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء) جیسا ذکی الحس حکمران جس نے اپنے باپ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا اور اپنے بیٹوں سے نبرد آزما ہو کر تخت نشین ہوا تھا، اس کی وسوسہ اندازی کے لیے یہی چیز کافی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ جہانگیر کو آپ کے ان موثر اور ولولہ انگیز مکتوبات کا بھی علم ہو گیا ہو، جو آپ نے شاہی حکام اور ارکان سلطنت کو وقتاً فوقتاً اصلاح احوال اور حکومت وقت کو اسلام کی حمایت اور دین کی جمعیت کے لیے سرگرمِ عمل کرنے کے لیے تحریر فرمائے تھے۔[۶۳]

مکتوبات کی عبارات میں تحریف:

اس کے ساتھ بعض دوسرے عوامل و اسباب بھی شامل تھے، جن میں ملکہ نور جہاں (م۱۰۵۵ھ/ ۱۶۴۵ء) کی یہ خواہش کہ اپنے داماد شہر یار کو تخت جہانگیر پر جاگزیں پائے۔ آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ترغیب و تحریص، اتباع سنت کی تاکید، سماع و غنا اور رقص و سرود کے خلاف مکتوبات میں اظہار خیال فرمایا۔ نیز مکتوبات امام ربانی کی پہلی دو جلدیں مرتب ہو کر اہل ذوق کے ہاتھوں میں پہنچ چکی تھیں، جن میں آپ نے بعض روحانی مقامات کا ذکر فرمایا، جن کو

عام قاری روحانی استعداد نہ رکھنے کی وجہ سے سمجھ نہیں سکتے تھے۔ اسی دوران کابل کے رہنے والے حسن خان نے آپ کی بیعت کی اور بعدازاں آپ کے کسی متوسل سے اسے تکلیف پہنچی۔ اپنے مزاج میں کجی کی بنا پر بجائے خادم کے وہ آپ سے ناراض ہوگیا اور اس نے آپ کو آزار پہنچانے کا فیصلہ کرلیا۔

چنانچہ اس نے مکتوبات امام ربانی میں تحریف کی اور کفریہ اور زندیقانہ عبارتوں کا اضافہ کر کے بیس نقلیں تیار کیں اور ہندوستان وافغانستان کے معروف علماء ومشائخ کے پاس بھیج کر ان سے فتاویٰ طلب کیے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) نے بھی انہی عبارات کے ردّ میں مقالات اور رسائل لکھے۔ وحدت الوجود یعنی ''ہمہ اوست'' کا مسئلہ صوفیہ میں رائج تھا۔ آپ نے اس سے اختلاف فرمایا اور شریعت کے مطابق ''ہمہ از وست'' کی اصلاح پیش فرمائی۔ [۶۴]

مخالفت کی تحریکات:

علاوہ ازیں آپ نے ایک خط اپنے شیخ و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ (م ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) کی خدمت میں تحریر فرمایا، جس میں مقاماتِ سلوک کے سیر وعروج کا ذکر کیا، جو صوفیہ کو پیر و مرشد کی توجہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ اس پر بعض لوگوں نے اعتراضات کیے۔ آپ نے اس کی توضیح وتفسیر اپنے مکتوبات گرامی میں کردی تھی، لیکن اس کے باوجود مخالفین اسے بہانہ بنا کر جہانگیر (م ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء) کے پاس لے گئے۔ جس سے بادشاہ نے ناراض ہوکر آپ کو طلب کیا۔ بادشاہ کے استفسار پر آپ نے اس کا معقول جواب دے دیا تو اس نے آپ کو سزا دینے کی بجائے اعزاز واکرام سے نواز کر واپس کیا۔

اب آپ کے مخالفین نے ایک دوسری ترکیب نکالی اور جہانگیر کو باور کرایا کہ حضرت شیخ احمد نے ہزاروں جاں نثار مریدوں کا گروہ جمع کرلیا ہے، جو ملک کے اندر کوئی فتنہ کھڑا کرسکتے ہیں۔ نیز وہ ایک مغرور شخص ہیں، جس کی تصدیق اس امر سے کی جاسکتی ہے کہ وہ بادشاہ کو سجدہ تحیت کرنے کے قائل نہیں۔ [۶۵]

جہانگیر کا مخالف ہونا:

مخالفین نے جہانگیر (م ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء) کو آپ کے خلاف یوں بھڑکایا کہ شیخ احمد آپ کے سخت خلاف ہو گئے ہیں۔ اس بارے میں وہ خود اپنی کتاب ''توزک جہانگیری'' میں لکھتا ہے:

''انھیں دنوں (۲۳ خرداد ۱۴ جلوس، مطابق جمادی الآخر ۱۰۲۸ھ) میں عرضی پیش کی گئی کہ شیخ احمد نامی ایک مکار نے سرہند میں مکر و فریب کا جال بچھا کر بہت سے ظاہر پرستانِ بے معنی کو شکار کر کے اپنے مریدوں میں ایک ایک کو دکان آرائی، معرفت فروشی اور مردم فریبی میں جو بمقابلہ دوسروں کے بہت پختہ ہیں، ہر ایک شہر اور قصبہ میں بھیج رکھا ہے اور اپنے مریدوں اور معتقدوں کے نام کچھ چکنی چپڑی باتیں لکھ کر ایک کتاب مرتب کی ہے، جس کا نام مکتوبات رکھا ہے اور مہملات کی جھگڑالو کتاب میں بہت سے بیکار مقدمات لکھے ہیں، جو کفر و زندقہ کی حد تک پہنچا دیتے ہیں۔ منجملہ اس کے ایک مکتوب میں لکھا ہے کہ اثنائے سلوک میں حضرت ذوالنورین (رضی اللہ عنہ) کے مقام پر میرا گزر رہوا۔ ایک دوسرا مقام نہایت نفیس، صاف اور بلند نظر آیا۔ وہاں سے گزر کر حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے مقام پر میرا عبور ہوا اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے مقام سے گزر کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام پر عبور ہوا۔ ان مقامات میں سے ہر ایک مقام کی اس کے مناسب علیحدہ علیحدہ تعریف لکھی ہے۔ پھر لکھا ہے کہ مقامِ صدیقی سے گزر کر مقام محبوبیت پر واصل ہوا اور ایک دوسرا مقام مشاہدہ میں آیا۔ نہایت منور اور رنگین۔ میں نے اس کے رنگوں اور اس کے انوار کے عکس سے خود کو منور اور رنگین محسوس کیا۔ ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ'' مطلب یہ ہے کہ مقامِ خلفاء سے گزر کر ایک بلند مرتبہ پر پہنچا اور دوسری گستاخیاں کی ہیں، جن کا درج کرنا

طول رکھتا ہے اور ادب سے دور ہے۔ اسی بنا پر میں نے حکم کیا کہ "درگاہِ عدالت آئین" میں حاضر کریں۔ حسب الحکم حاضر خدمت ہوا اور البتہ جو کچھ دریافت کیا، اس کا معقول جواب نہ دے سکا۔ عقل و دانش کے فقدان کے باوجود ظاہر ہوا کہ مغرور ہے اور خود پسند۔ میں نے دیکھا کہ اس کی حالت کی اصلاح صرف اسی صورت سے ہو سکتی ہے کہ چند روز زندان میں محبوس رہے، تاکہ اس کے مزاج کی شوریدگی اور اس کے دماغ کی آشفتگی کسی قدر سکون پذیر ہو اور عوام کی سوزش بھی دب جائے۔ مجبوراً "انی رائے سنگدلن" کے حوالہ ہوا کہ قلعہ گوالیار میں قید رکھیں۔"[٦٧]

پیکر تسلیم و رضا:

مذکورہ بالا تحریر ایک مقتدر حاکم کی ہے، جس کے عدل کو تاریخ میں بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ وہ آپ کے مخالفین کی عرضی سے یوں متاثر ہوا، یا سیاسی وحکومتی مصلحتوں اور حکمتوں کا شکار ہوا، اس کی وضاحت کے لیے وقت اور طوالت تحریر کی ضرورت ہے، لیکن ایک بادشاہ اور ایک ولی اللہ میں جو فرق ہوتا ہے کہ وہ یہ ہے کہ آپ نے زمانہ قید میں کبھی بھی جہانگیر کو بددعا نہیں دی، بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر بادشاہ مجھ کو جیل خانہ میں نہ بھیجتے تو اتنے ہزاروں نفوس دینی فوائد سے کیسے مستفید ہوتے اور ہمارے مراتب کی ترقی جو اسی مصیبت کے نزول پر منحصر تھی، کیسے حاصل ہوتی۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ آپ کے حلقہ بگوش صوفیاءِ کرام جب چاہتے کہ بددعا کر کے باطنی تصرفات سے بادشاہ کو نقصان پہنچائیں، آپ ان کو خواب میں نیز بیداری میں منع فرماتے تھے۔ قلعہ گوالیار میں جانے سے چند روز پہلے آپ اپنے احباب و اصحاب سے فرمایا کرتے تھے کہ عنقریب میرے اُوپر ایک بلا نازل ہوگی، جو میرے لیے مقاماتِ ولایت کی ترقیات کا باعث بنے گی، اس بلا کے نزول کے بغیر ان ترقیات کا حصول ممکن نہیں۔

سبحان اللہ! کیسی فراست ہے؟ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: اِتَّقُوْا بِفِرَاسَةِ

الْمُؤْمِنُ، یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ۔ یعنی: مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔[۶۷]

قلعہ گوالیار میں نظر بندی:

چنانچہ ربیع الثانی ۱۰۲۸ھ/ مارچ ۱۶۱۹ء میں جہانگیر (م ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء) نے آپ کو طلب کیا اور ساتھ ہی اس نے سرہند شریف کے حاکم کو تاکیداً پیغام بھجوایا کہ ہر ممکنہ صورت میں (حضرت) شیخ احمد کو بادشاہ کے پاس بھیجا جائے۔ چنانچہ آپ اپنے حاضر الوقت پانچ مریدوں کے ہمراہ بادشاہ کے پاس پہنچے۔ بادشاہ نے آپ کی آمد کی خبر سنی تو اس نے اپنے امراء کو آپ کے استقبال کے لیے روانہ کیا اور شاہی محل کے قریب آپ کے لیے ایک خیمہ لگوا دیا۔ یہاں تشریف فرما ہونے کے بعد بادشاہ نے آپ کو دربار میں طلب کیا۔ آپ شاہی دربار کے آداب کو ادا کیے بغیر بادشاہ کے پاس تشریف فرما ہوئے تو بادشاہ نے سوال کیا کہ جہاں پناہ شیخ نے آداب سلطنت کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے آج تک خدا اور اس کے رسول (مقبول ﷺ) کے فرمودہ آداب واحکام کی پابندی کی ہے اور ان کے علاوہ مجھے کوئی آداب نہیں آتے! بادشاہ نے ناراض ہو کر کہا کہ آپ مجھے سجدہ کریں۔ درباری سجدہ اکبر بادشاہ (م ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء) کے زمانے سے جاری ہوا، جو شاہی آداب میں شامل تھا، اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) نے اپنے دور حکومت میں اس غیر شرعی فعل کو ختم کیا۔ جہانگیر بادشاہ کی یہ بات سن کر آپ نے ارشاد فرمایا: ''میں نے خدا کے سوا آج تک نہ کسی کو سجدہ کیا ہے اور نہ کروں گا۔'' اس پر بادشاہ نے برہم ہو کر آپ کو قلعہ گوالیار میں قید کرنے کا حکم دیا اور آپ بروز جمعۃ المبارک یکم رجب ۱۰۲۸ھ/ ۱۴ جون ۱۶۱۹ء کو قید ہوئے۔ بعد ازاں آپ کی حویلی، سرائے، کنواں، باغ اور کتابیں ضبط کر لی گئیں اور متعلقین کو وہاں سے دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا۔ مخدوم زادگان حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) اور حضرت محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت کے بموجب گھر سے دور کوہستان (وزیرستان) میں رہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کامل ایک سال قلعہ گوالیار میں پابند سلاسل رہے اور مخدوم زادگان کوہستان (وزیرستان) میں رہے۔[۶۸]

ترقیات اور شہرت خاصہ:

اس قید کے دوران اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت باطنی ترقیات نصیب فرمائیں، جو آپ کی مقبولیت ومحبوبیت کا سبب بنیں۔ آپ نے قلعہ گوالیار میں دین اسلام کی دعوت وتبلیغ کا کام جاری رکھا۔ آپ کی مساعی جمیلہ سے ہزاروں غیر مسلم قیدیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کا تذکرہ معتبر مآخذ اور کتب تاریخ میں سنہری الفاظ میں درج ہے۔ آپ نے قلعہ گوالیار سے حضرت میر محمد نعمان بدخشی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء) کے نام جو مکتوب گرامی ارسال فرمایا، اس میں دوران اسیری حاصل ہونے والے انعامات الٰہی یوں بیان فرمائے:

> ''اگر محض فضل سے حق تعالیٰ کے فیوض و واردات اور اس کے نامتناہی عطیات وانعامات پے در پے اس محنت کدہ میں اس شکستہ دل کے شامل حال نہ ہوتے تو نزدیک تھا کہ معاملہ ناامیدی تک پہنچ جاتا اور اُمید کا رشتہ ٹوٹ جاتا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے اس فقیر کو عین بلا میں عافیت دی اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تابعداروں اور اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے قدم بقدم چلنے والوں اور علماء وصلحاء کے محبوں سے بنایا۔ اس اللہ سبحانہ کی رحمتیں اور برکتیں اوّلاً انبیائے کرام پر اور ثانیاً ان کے متبعین پر نازل ہوں۔''[۹]

نازیبا تنقید کا سامنا:

قلعہ گوالیار میں قید ہونے کے بعد جہاں آپ کو شہرت خاصہ نصیب ہوئی، وہاں بعض لوگوں کی نازیبا تنقید وملامت کا سامنا بھی کرنا پڑا، جس کا تذکرہ آپ کے مکتوب گرامی بنام حضرت شیخ بدیع الدین سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۲ھ/ ۳۳-۱۶۳۲ء) میں ملتا ہے، جو آپ نے دوران قید ان کو تحریر فرمایا تھا۔ آپ نے اس مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا:

> ''آپ کا صحیفہ شریفہ جو شیخ فتح اللہ کے ہاتھ ارسال کیا تھا، پہنچا۔ آپ نے خلق کی جفا وملامت کے بارہ میں جو لکھا ہے، یہ خود اس گروہ کا جمال

اوران کے زنگار کا صیقل ہے۔ پھر فیض وکدورت کا باعث کیوں ہو۔
جب یہ فقیر اس قلعہ میں پہنچا تو اوائل حال ہی میں محسوس ہوتا تھا کہ
ملامت خلف کے انوار شہروں اور دیہاتوں سے نورانی بادلوں کی طرح
پے درپے پہنچ رہے ہیں اور میرے معاملہ کو پستی سے بلندی کی طرف
لیے جارہے ہیں۔ برسوں تربیت جمال سے میری منزلیں طے کرائی
گئیں، اب تربیت جلال سے قطع مسافت کرائی جارہی ہے، لہٰذا آپ
صبر، بلکہ مقام رضا میں رہیں اور جمال وجلال کو مساوی جانیں۔''[۴۰]

اہل خانہ کوتلقین صبر:

قلعہ گوالیار کی قید کے دوران آپ نے اپنے صاحبزادگان گرامی کو جومکتوبات گرامی تحریر فرمائے، ان میں انھیں صبر وتسکین اور شکر و رضا کی ہدایت فرمائی۔ نیز توجہ الی اللہ، دعا و مناجات، ذکر وتلاوت، ماسویٰ اللہ کی نفی اور اپنی تعلیم وتربیت میں مصروف رہنے کی تاکید فرمائی۔ آپ نے حضرات خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/۱۶۶۰ء) کے نام اپنے مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا ہے:

''اطلاع دینا ضروری ہے۔ شاید ملاقات ہو یا نہ ہو! یہی نصیحت ہے کہ
کوئی مراد اور ہوس نہ رہے۔ اپنی والدہ کو بھی اس امر پر اطلاع دے دو
اور اسے اس پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دو۔ باقی احوال چونکہ یہ جہاں
فانی اور گزرنے والا ہے، کیا لکھے جائیں۔ چھوٹوں پر شفقت رکھو اور
ان کو پڑھنے کی ترغیب دو اور جہاں تک ہوسکے تمام اہل حقوق کو ہماری
طرف سے راضی رکھو۔ تمام نفسانی خواہشوں کو جو جھوٹے خدا ہیں، لا
کے نیچے لاکر سب کی نفی کردو اور کوئی مراد سینے میں نہ رہنے دو، حتیٰ کہ
میری رہائی بھی، جو کہ تمہارے لیے نہایت ضروری ہے، تمہاری مراد و
مطلوب نہ ہو اور حق تعالیٰ کی تقدیر اور فعل اور ارادہ پر راضی رہو۔ کلمہ
طیبہ کے اثبات کی جانب میں غیب ہویت کے سوا جو تمام معلومات و

متخیلات کے وراء الورا ہے، کچھ نہ رہے۔ حویلی وسرائے، چاہ و باغ، کتابوں اور دوسری سب چیزوں کا غم آسان ہے۔ ان میں سے کوئی چیز تمہارے وقت کی مانع نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی مرضیات کے سوا تمہاری کوئی مراد اور مرضی نہ رہے۔ ہم اگر مر جاتے تو یہ چیزیں بھی چلی جاتیں۔ بہتر ہے کہ ہماری زندگی میں چلی جائیں، تا کہ کوئی فکر نہ رہے۔ اولیاء نے ان امور کو اپنے اختیار سے چھوڑا ہے، ہم حق تعالیٰ کے اختیار سے ان کو چھوڑ دیں اور شکر بجالائیں۔

اُمید ہے مخلصین بفتح لام میں سے ہو جائیں گے، جہاں تم بیٹھے ہو۔ اسی کو اپنا وطن خیال کرو، چند روزہ زندگی جہاں گزرے، یادِ حق میں گزر جائے۔ دنیا کا معاملہ آسان ہے اس کو چھوڑ کر آخرت کی طرف متوجہ رہو۔ اپنی والدہ کو تسلی اور آخرت کی ترغیب دو۔ باقی رہی ایک دوسرے کی ملاقات، اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہوا تو ہو رہے گی، ورنہ اس کی تقدیر پر راضی رہو اور دعا کرو کہ دار السلام میں سب جمع ہوں اور دنیاوی ملاقات کی تلافی کو اللہ تعالیٰ کے کرم سے آخرت کے حوالہ کریں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ۔ یعنی: ہر حال میں اللہ تعالیٰ ستائش ہے۔''[اے]

سبحان اللہ! اہلِ عزیمت، راہروانِ جادۂ حق اور سالکانِ طریقت کی رہنمائی و ہدایت کے لیے اس میں کتنا ساماں موجود ہے۔

رہائی اور لشکر شاہی و بادشاہ کی رفاقت:

کہا جاتا ہے کہ جہانگیر (م ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء) کو خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی اور اس نے دیکھا کہ سرورِ کائنات (حضرت محمد مصطفیٰ) ﷺ بطور تاسف اپنی اُنگلی دانتوں میں دبائے ہوئے فرما رہے ہیں کہ ''جہانگیر تو نے کتنے بڑے شخص کو قید کر دیا''۔

بہر حال بادشاہ کو اپنے اس اقدام سے ندامت ہوئی اور اس نے اتنی مدت اسیری کو کافی سمجھا اور آپ کی ملاقات کا اشتیاق ظاہر کر کے تشریف لانے کی دعوت دی۔ چنانچہ جمادی

الآخر ۱۰۲۹ھ/مئی ۱۶۲۰ء میں آپ بڑی عزت واحترام کے ساتھ قلعہ گوالیار سے باہر تشریف لائے۔ دوسری روایت کے مطابق بروز جمعۃ المبارک ۱۱ رجب ۱۰۲۹ھ/۱۲ جون ۱۶۲۰ء کو رہا ہوئے اور تین روز سرہند شریف میں قیام فرمار ہنے کے بعد آپ آگرہ کی شاہی چھاؤنی میں تشریف لے گئے، لیکن درحقیقت یہ بھی آپ کی قلعہ گوالیار کی قید سے رہائی کے بعد شاہی لشکر میں حراست تھی، جو بادشاہ وقت اور اس کے کارپردازوں کی حکمت عملی پر مبنی تھی۔ ولی عہد شہزادہ خرم (م ۱۰۷۶ھ/ ۱۶۶۶ء) اور وزیراعظم نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ ۱۰۲۹-۱۰۳۳ھ/۱۶۲۰-۱۶۲۴ء تک جہانگیر کے ساتھ رہے۔ آپ کی رہائی اور لشکر کے ساتھ رہنے کے بارے میں جہانگیر نے اپنی کتاب تو زک میں یوں لکھا ہے:

> ''میں نے خلعت اور ہزار روپیہ خرچ عنایت کیا اور جانے اور ساتھ رہنے کا اختیار دیا، انہوں نے ہمرکابی کو ترجیح دی۔''

صاحب خزینۃ الاصفیا لکھتے ہیں:

> ''دو سال کے بعد بادشاہ اپنے فعل سے نادم ہوا اور اس نے حضرت شیخ (رحمۃ اللہ علیہ) کو اپنے پاس طلب کر کے بہت زیادہ اکرام واحترام کیا اور بہت کچھ معذرت کی اور حضرت شیخ (رحمۃ اللہ علیہ) سے اس قدر محبت کرنے لگا کہ کسی وقت حضرت شیخ (رحمۃ اللہ علیہ) کی جدائی گوارا نہ کرتا تھا اور شاہزادہ خرم (شاہجہاں) کو حضرت شیخ (رحمۃ اللہ علیہ) کے حلقہ مریداں میں داخل کیا۔ چنانچہ شاہجہاں وعالمگیر کے زمانہ تک بادشاہ اور جملہ علماء ووزراء سلسلہ مجددیہ کے حلقہ بگوش ہوتے رہے۔''

حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء) فرماتے ہیں:

> ''یہ بات خزینۃ الاصفیا کی صحیح نہیں ہے کہ ''جہانگیر نے شاہجہان کو حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کا مرید کرایا'' شاہجہاں (خرم) خود ہی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا معتقد بن گیا تھا، جیسا کہ زبدۃ المقامات میں ہے۔ مرید ہونے کے متعلق کوئی مستند بات نہیں ملتی، یا ہوگی لیکن میری نظر میں نہیں گزری۔''[۲۷]

لشکر کی رفاقت کے فوائد و برکات

گو آپ ۱۰۲۹-۱۰۳۳ھ/ ۱۶۲۰-۱۶۲۴ء تک لشکر شاہی میں زیر حراست تھے، لیکن اس ہمہ وقت موجودگی کی بدولت لشکر میں تبلیغ ودعوت کا خوب موقع نصیب ہوا اور بادشاہ بھی آپ کی مجالس وعظ ونصیحت میں شرکت کرتا تھا۔

آپ نے لشکر کی رفاقت کے دنوں میں حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کو ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا:

''لشکر میں اس طرح بے اختیار اور بے رغبت رہنا بہت ہی غنیمت سمجھتا ہوں اور اس جگہ کی ایک ساعت دوسری جگہوں کی بہت سی ساعتوں سے بہتر دکھائی دیتی ہے۔''

اسی سال رمضان المبارک میں ہر روز مغرب کے بعد بادشاہ سے خاص صحبت رہتی تھی۔ ایک مجلس کا حال آپ نے اپنے مخدوم زادگان کو یوں تحریر فرمایا:

''یہاں کے حالات مستحق حمد ہیں۔ عجیب وغریب صحبتیں گزر رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ان باتوں سے دینی امور اور اسلامی اصولوں میں بال برابر سستی اور مداہنت کا دخل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان محفلوں میں میں بھی وہی باتیں بیان ہوتی ہیں، جو خاص خلوتوں اور مجلسوں میں بیان ہوا کرتی ہیں۔ اگر ایک مجلس کا حال لکھا جائے تو ایک دفتر درکار ہے۔

خاص کر آج ماہ رمضان کی سترہویں رات کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور عقل کے عدم استقلال اور آخرت کے ایمان اور اس کے عذاب وثواب اور رؤیت و دیدار کے اثبات اور حضرت خاتم الرسل (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کی خاتمیت اور ہر صدی کے مجدد اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی اقتداء اور تراویح کے سنت اور تناسخ کے باطل ہونے

اور جن اور جنیوں کے احوال اور ان کے عذاب وثواب کی نسبت بہت
کچھ بیان ہوا اور بڑی خوشی سے سنتے رہے۔ اس اثناء بہت سی چیزوں کا
ذکر ہوا اور اقطاب واوتاد کے احوال اور ان کی خصوصیتوں وغیرہ کا بیان
ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ سب کچھ قبول کرتے رہے۔"

آپ نے مخدوم زادگان رحمۃ اللہ علیہم کی طرف اپنے ایک ارسال کردہ دوسرے مکتوب گرامی میں ایک شاہی مجلس کا حال اس طرح تحریر فرمایا ہے:

"فرزندان گرامی کا صحیفہ شریفہ پہنچا، اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ صحت و
عافیت سے ہیں۔ آج ایک تازہ معاملہ ظاہر ہوا ہے، جو لکھتا ہوں۔ آج
ہفتہ کی رات کو بادشاہی مجلس میں گیا تھا۔ ایک پہر رات گزرے وہاں
سے واپس آیا اور تین سی پارہ قرآن مجید حافظ سے سنا۔ دو پہر سے زیادہ
رات گزر چکی تھی کہ نیند میسر ہوئی۔" [۳۷]

مخدوم زادگان کو پاس بلانا

بعدازاں آپ نے اپنے مخدوم زادگان حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کو ۱۰۲۹ھ/ ۱۶۲۰ء میں کوہستان (وزیرستان) سے اپنے پاس طلب فرمالیا اور یوں یہ پورا خاندان عالی مقام دین مبین اسلام کی تبلیغ وترویج اور شجر اسلام کی آبیاری میں مصروف ہوگیا۔ گویا کریم ربّ نے آگے چل کر جو کارہائے نمایاں ان قدسی صفات سے لینے تھے، ان کے اسباب وظہور کا آغاز فرمادیا۔

آپ نے حضرت خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۳ھ/ ۱۶۳۳ء) کو اپنے ایک مکتوب گرامی میں ان دنوں کے احوال یوں تحریر فرمائے:

"الحمدللہ کہ آپ صحت وعافیت سے ہیں اور دور افتادہ دوستوں کے
حالات کی تحقیق وتفتیش سے غافل نہیں ہیں۔
یہاں کے فقراء کے حالات مستحق حمد ہیں کہ عین بلا میں عافیت ہے اور

پراگندگی خاطر کے موقعہ پر اطمینان اور دلجمعی حاصل ہے۔ جو فرزند اور دوست کہ ہمراہ ہیں، ان کے اوقات بھی یاد خدا میں دلجمعی کے ساتھ گزرتے ہیں اور ان کے حالات میں ترقی ہو رہی ہے۔ ان کے لیے یہ چھاؤنی گویا کہ خانقاہ بن گئی ہے کہ سپاہیوں کی رنگ برنگی کے اندر بھی سکون اور وقار ان کا حصہ ہے۔ متفرق قسم کی پابندیوں اور گرفتاریوں کے دوران میں جو اس وطن کی خصوصیات ہیں، یہ لوگ صرف ایک مقصود کے گرفتار اور پابند ہیں، نہ کسی کو ان سے کام اور نہ ان کو کسی پر احسان۔ اس کے باوجود اعتماد اور اعتبار مسلوب ہے۔ حبس و قید کی دولت میں گرفتار ہیں۔ عجیب گرفتاری ہے کہ اس کے مقابلے پر ایک جو کے عوض بھی رہائی نہیں خرید سکتے اور عجیب قید ہے کہ اس کے مقابلہ میں رہائی کی قیمت ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں۔''[۴۷]

مخدوم زندگان علیہ الرحمہ کی سرہند شریف واپسی

آپ کے مخدوم زادگان رحمۃ اللہ علیہ سرہند شریف واپس لوٹ گئے اور آپ لشکر کے ساتھ تشریف فرما رہے۔ اس صورت حال کے بارے میں آپ کے مکتوبات گرامی کے چند اقتباسات پیش ہیں:

آپ نے اپنے مکتوب گرامی بنام حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) میں تحریر فرمایا:

''فرزندان گرامی اگرچہ ہماری دوام صحبت کے مشتاق اور خواہاں ہیں اور ہم بھی ان کے حضور و ملاقات کے آرزومند ہیں، لیکن کیا کریں، تمام اُمیدیں میسر نہیں:

مصرع: تَجْرِی الرِّیَاحُ بِمَا لَا تَشْتَہِی السُّفُنُ
یعنی: ہوا کشتی کے مخالف چلتی ہے۔

......وہ تکلیف جو بادشاہ کی طرف سے ہے، (فقیر) اس کو اپنے مولیٰ جل شانہ کی کمال مہربانی اور رضامندی کا دروازہ جانتا ہے اور اپنی سعادت اس قید میں خیال کرتا ہے۔ خاص کر آج کل لڑائی اور مخالفت کے دنوں میں عجیب ہی معاملہ ہے اور ان پراگندہ اوقات میں عجیب و غریب ناز و کرشمے ظاہر ہوتے ہیں۔ غرض ہر روز تازہ اور عجیب دولت جو پہنچتی ہے، اس کے لیے فرزندوں کی جدائی میں دل تڑپتا ہے اور ان کی دوری اور نایافت سے جگر جلتا ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ میرا شوق ان کے شوق سے بڑھا ہوا ہے۔ اگرچہ تقاضائے قیاس یہ ہے کہ اولاد کو ماں باپ سے زیادہ محبت ہو، کیونکہ اولاد شاخیں ہیں اور شاخیں جڑوں کی زیادہ محتاج ہوا کرتی ہیں، مگر اصول یہی ہے کہ باپ کو اولاد سے زیادہ تعلق ہوتا ہے۔ اسلاف سے یہی چلا آ رہا ہے اور یہی تجربہ ہے......

اگر دہلی ہے تو وہ بھی تمہارا ہمسایہ ہے اور اگر آگرہ ہے تو وہ بھی اللہ کے کرم سے قریب ہے۔ والسلام''۔[۵۷]

ناکامی ونامرادی کا لطف

انہی دنوں آپ نے اپنے مخدوم زندگان رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مکتوب گرامی ارسال فرمایا، جس میں تحریر فرمایا:

''عام طور پر ہماری گرفتاری کو نظر تشویش سے دیکھا جاتا ہے اور اس تنگی سے رہائی کی خواہش کی جاتی ہے، مگر یہ نہیں جانتے کہ نامرادی، ناکامی اور بے اختیاری میں کس بلا کا حسن ہے۔ اس سے بڑھ کر کون سی نعمت ہوسکتی ہے کہ بندہ کو اس کے اختیار سے بے اختیار کر کے اپنے اختیار میں رکھیں اور امور اختیار کو بھی اس کے اختیار سے خارج کر کے اپنے

ارادہ واختیار کے تابع کرلیں اور اس کو ایسا ہی بے اختیار کردیں، جیسے غسل دینے والوں کے ہاتھ میں مردہ (جو اعتماد علی اللہ اور تسلیم ورضا کا اعلیٰ ترین درجہ ہے)۔

زمانہ گرفتاری میں جب اپنی ناکامی اور نامرادی پر نظر کرتا ہوں تو عجیب لطف حاصل ہوتا ہے، مگر جو اس مزہ سے ناآشنا ہیں، ان کو اس کا لطف کیا معلوم؟ بچے سمجھتے ہیں کہ مزہ صرف شیرینی میں ہے اور جو تلخی سے مزہ لینے لگتا ہے، اس کے نزدیک شیرینی ہیچ ہے۔

ع: مرغ آتشخوارہ کے لذت شناسد دانہ را''

یعنی: آگ کھانے والے پرندے کو دانے کی لذت کب آتی ہے؟[۶۷]

جہانگیر کی سعادتمندی

جس سال (۱۰۲۹ھ/ ۱۶۲۰ء) آپؒ لشکر شاہی میں شریک ہوئے، اس سال جہانگیر (م ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء) کو قلعہ کانگڑہ کی فتح ملی۔ اسے بڑی خوشی ہوئی۔ اس نے سجدہ شکر ادا کیا۔ ایسی فتح گزشتہ ہزار سال کی طویل مدت میں کسی بادشاہ اسلام کو میسر نہ آئی تھی۔ اس مہم کے لیے جہانگیر نے پہلے نواب سید فرید بخاری المخاطب ''مرتضیٰ خان'' (م ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) کو نامزد کیا گیا، لیکن ان کی وفات ہونے پر عبدالعزیز خان نقشبندی کو یہ ذمہ داری سونپی گئی۔ فتح ہونے کے بعد جہانگیر قاضی میر عدل اور دوسرے علماء کے ہمراہ قلعہ کانگڑہ کی سیر کو گیا اور وہاں اذان، نماز، خطبہ وغیرہ جیسے شعائر اسلامی جاری کرائے۔ مسجد بنوائی اور شعائر اسلامی کے اجرا پر بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا۔

محرم ۱۰۳۱ھ/ نومبر ۱۶۲۱ء میں جہانگیر نے کشمیر جاتے آتے ہوئے سرہند شریف کے باغ کی سیر کی اور دو روز وہاں قیام کیا۔ کہا جاتا ہے کہ جہانگیر کے اقبال نے یہاں تک ترقی کی کہ سرہند شریف میں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا مہمان بننے اور آپ کے باورچی خانہ کا کھانا کھانے کا شرف حاصل کیا۔ کھانا اگرچہ سادہ تھا، مگر بادشاہ نے کہا کہ میں نے ایسا لذیذ کھانا

کبھی نہیں کھایا۔ جہانگیر آخری عمر میں کہا کرتا تھا:

> ''میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا کہ جس سے نجات کی اُمید ہو، البتہ میرے پاس ایک دستاویز ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کروں گا۔ وہ دستاویز یہ ہے کہ مجھ سے ایک روز شیخ احمد سرہندی (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں جنت میں لے جائے گا تو تیرے بغیر نہ جائیں گے۔''۷۷ے

سہارنپور میں قیام اور ظہورِ کرامت

آپ نے ۱۰۲۹-۱۰۳۳ھ/ ۱۶۲۰-۱۶۲۴ء تک تقریباً چار برس لشکر شاہی میں جہانگیر (م ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء) کے ساتھ قیام فرمایا۔ اس دوران کسی برس آپ لشکر شاہی کے ہمراہ سہارنپور (ہندوستان) تشریف لے گئے اور آپ نے اپنے خلیفہ نامدار حضرت شیخ بدیع الدین سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۲ھ/ ۳۳-۱۶۳۲ء) کے ہاں قیام فرمایا۔

اس سلسلے میں حضرت مخدوم شیخ محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۴۳ھ/ ۳۱-۱۷۳۰ء) سے منقول ہے کہ ان کے والد بزرگوار حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۱ھ/ ۱۷۰۹ء) ایک تقریب میں سہارنپور تشریف لائے، وہاں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے خلیفہ حضرت شیخ بایزید سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۰ھ/ ۸۹-۱۶۸۸ء) رہتے تھے، جن کے والد بزرگوار حضرت شیخ بدیع الدین سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے مشہور خلفاء میں سے گزرے ہیں۔ ان کی حویلی میں نیم کا ایک درخت بھی تھا۔ حضرت شیخ بایزید سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ یہ درخت بہت ہی متبرک ہے کہ اس کے سایہ میں اس کے تنے کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تکیہ لگا کر بیٹھے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت خواجہ محمد سعید خازن الرحمت رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) کی بیماری کے ایام میں سرہند شریف حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا تھا۔ اس وقت حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ وہ نیم کا درخت تمہاری حویلی میں کیا اب تک موجود ہے؟ میں نے

عرض کیا کہ جی ہاں موجود ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اس درخت کا سوال آپ نے کیوں کیا ہے؟ اس پر حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ نے اس درخت کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک بار حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جہانگیر بادشاہ کی رفاقت میں وہاں (سہارنپور) تشریف لے گئے تھے۔ آپ اس درخت کے سائے میں اس فقیر (خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ) سمیت بیس اکابر صوفیہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ خانساماں شیخ حبیب (رحمۃ اللہ علیہ) سمیت سب کو سرہند (شریف) جانے کا حکم فرمایا۔

پس ہم بلاتوقف آپ (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کے حکم پر روانہ ہو گئے۔ جب ہم دریائے جمنا پر پہنچے اور کشتی میں سوار ہو گئے تو عین دریا کے درمیان ملاحوں نے اُجرت کی درخواست کی۔ میں (حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ) یہ سمجھا کہ میاں شیخ حبیب (رحمۃ اللہ علیہ) کے پاس سفر کا خرچ ہوگا اور اسی طرح شیخ حبیب (رحمۃ اللہ علیہ) یہ سمجھے کہ میرے پاس زادِ راہ ہوگا۔ جب حقیقت حال معلوم کی تو پتا چلا کہ دونوں ہی خالی ہاتھ ہیں۔ میں نے سارے (شریک سفر) صوفیہ سے (رقم) کا سوال کیا تو سب نے مفلسی کا عذر کیا۔ شیخ حبیب (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنا قیمتی ونفیس کمر بند اُتار کر ملاحوں کو دیا اور کہا کہ تم دریا عبور کرو تو ہم پار جا کر تمہاری اُجرت تمہیں دے دیں گے اور اپنا کمربند تم سے لے لیں گے۔ اس وقت ملاح کمر بند کی قیمت کا اندازہ لگا کر کشتی چلانے میں مشغول ہو گئے۔

میں کیا دیکھتا ہوں کہ دریا کے روبرو ایک بہت بڑا لشکر آ گیا ہے۔ ملاح جو اسی طرف آ رہے تھے۔ کہنے لگے کہ ہم تو صحرا کو خالی دیکھ کر آئے تھے، لشکر کا نشان تک وہاں نہیں تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے نمودار ہوا ہے۔ القصہ جتنا ہم اس کے قریب ہوتے گئے، وہ لشکر اتنا ہی بڑا نظر آنے لگا اور ان کی آوازیں بھی سنائی دینے لگیں۔ گھوڑوں اور انسانوں (فوجوں) کی تکلیف وہ کثرت سے ساحل پر ہو گیا۔ پھر ہاوہو کا شور جب ختم ہوا تو معلوم ہوا یہ بادشاہ کا لشکر ہے، جو سہارنپور سے گزرتا ہوا یہاں آیا ہے۔ میں ان (لوگوں) میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو تلاش کر رہا تھا۔ ہر ایک نے آپ کی طرف اشارہ کیا کہ اچانک میں نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مشاہدہ کیا اور آپ کے دیدار پرانوار کا شرف حاصل

ہوا۔ آپ نے دعائے خیر فرماتے ہوئے ہر ایک (کشتی سوار صوفیہ) کو الگ الگ خرچ عنایت فرما کر رُخصت کیا۔ جب میں چھکڑے پر سوار ہوا تو لشکر اور اہل لشکر کا وہاں نشان تک موجود نہیں تھا اور وہی جنگل اور دریا کا کنارہ تھا۔ اس پر ملاحوں نے اس راز کو جاننے کی درخواست کی تو میں نے کہا کہ تم نے بھی یہی دیکھا ہے، لیکن جب ان کی درخواست حد سے بڑھ گئی تو میں نے بتایا کہ یہ حضرت مجدد الف ثانی (رحمۃ اللہ علیہ) کی کرامات میں سے ایک کرامت تھی، جس پر وہ (ملاح) بصد جان آپ کے معتقد ہو گئے۔[۸۷]

فصل ششم:

دن رات کے اعمال مبارک

آپ کے دن رات کے معمولات:

آپ ہمیشہ سفر ہو یا حضر، موسم گرما یا سرما، نصف شب کے بعد بیدار ہوتے اور یہ دعا پڑھتے تھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ الْبَعْثُ وَالنُّشُوْرُ ط اور یہ دعا پڑھتے تھے، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰی اَجَلًا ط وَاَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ ط یَعْلَمُ سِرَّکُمْ وَجَهْرَکُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَکْسِبُوْنَ (سورہ انعام آیت ۱تا۳)۔

آپ کے آدابِ بیت الخلا:

بعد ازاں بیت الخلا تشریف لے جاتے تو یہاں بایاں پاؤں رکھتے، اس کے بعد داہنا اور یہ دعا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ ۔ جب بیٹھتے تو بائیں پاؤں پر زور رکھتے، بعد فراغت بکلوخ طاق استنجا کرتے، اس کے بعد پانی سے استنجا کرتے اور بیت الخلا سے باہر نکلتے وقت پہلے داہنا پاؤں نکالتے۔

آپ کے آدابِ وضو:

وضو کرنے کے لیے روبقبلہ بیٹھتے اور بلا کسی کی مدد کے وضو کرتے اور آفتابہ (لوٹا) بائیں جانب رکھتے، اور ابتداءً ہاتھ دھونے میں یہ دعا پڑھتے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَامِ ط اَلْاِسْلَامُ حَقٌّ وَالْکُفْرُ بَاطِلٌ ۔ پہلے داہنے ہاتھ پر پانی ڈالتے پھر بائیں پر، بعد ازاں دونوں ہاتھ جمع کر کے دھوتے

اور اُنگلیوں میں کف دست کی طرف سے خلال کرتے، بوقت مضمضہ مسواک استعمال فرماتے، پہلے داہنی طرف کے اُوپر کے دانتوں پر پھر نیچے کے دانتوں پر، بعدازاں بائیں طرف کے اُوپر کے دانتوں پر پھر نیچے کے دانتوں پر پھیرتے، اس طرح تین دفعہ کرتے پھر زبان پر کرتے۔ اگر تین دفعہ سے زیادہ کرتے تو عدد وتر (طاق) کی رعایت کرتے اور ہر وضو میں مسواک کا التزام رکھتے تھے۔ مسواک استعمال فرمانے کے بعد اکثر خادم کے سپرد کرتے اور وہ اس کو اپنی پگڑی کے پیچ میں رکھ لیتا، آپ کلی کے پانی کو دور ڈالتے تھے اور تین مرتبہ کرنے کی رعایت رکھتے تھے۔ بوقت مضمضہ یہ دعا پڑھتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَعَلٰی تِلَاوَ ۃِ الْقُرْاٰنِ وَعَلٰی صَلٰوۃِ حَبِیْبِكَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ ۔ (اور تین دفعہ استنشاق (ناک میں پانی ڈالنا) بھی تازہ پانی سے جدا جدا کرتے) اور بوقت استنشاق یہ دعا پڑھتے: اَللّٰھُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاَنْتَ عَنِّیْ رَاضٍ. اور ناک میں ڈالے ہوئے پانی کو جھاڑتے وقت یہ دعا پڑھتے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ رَوَائِحِ النَّارِ وَمِنْ سُوْءِ الدَّارِ بِحُرْمَةِ النَّبِیِّ الْمُخْتَارِ وَاٰلِهِ الْاَبْرَارِ عَلَیْهِ وَعَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ ۔ (اور اس کے بعد منہ مبارک پر کمال آہستگی وسہولت سے بالائے پیشانی سے پانی ڈالتے اور داہنا ہاتھ داہنے رُخسار پر اور بایاں ہاتھ بائیں رُخسار پر گزارتے اور داہنے کو بائیں پر مقدم کرتے، تاکہ ابتدا داہنے سے ہو) اور منہ دھوتے وقت یہ دعا پڑھتے: نَوَیْتُ اَنْ اَتَوَضَّأَ لِرَفْعِ الْحَدَثِ وَلِاِسْتِبَاحَةِ الصَّلٰوۃِ لِلّٰهِ تَعَالٰی اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْهِیْ بِنُوْرِكَ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهُ اَوْلِیَاءِكَ وَلَا تُسَوِّدْ وَجْهِیْ یَوْمَ تَسْوَدُّ وُجُوْهُ اَعْدَائِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. (اس کے بعد داہنے ہاتھ کو کہنیوں تک تین مرتبہ دھوتے اور ہر مرتبہ اس پر ہاتھ پھیرتے، تاکہ قطرات ٹپکنے بند ہو جائیں اور اسی طرح سے بایاں ہاتھ کہنیوں تک دھوتے اور انگلیوں کی جانب سے پانی ڈالتے) داہنا ہاتھ دھوتے وقت یہ دعا پڑھتے: اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ اور بایاں ہاتھ دھوتے وقت یہ دعا پڑھتے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ

تُعْطِیَنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِیْ وَلَا تُحَاسِبْنِیْ حِسَاباً عَسِیْرًا. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَـهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ (بعدازاں داہنے چلو میں پانی لے کر بائیں کف دست اور اُنگلیوں پر ڈال کر اس طرح زمین پر ڈالتے کہ چھینٹیں نہ اُڑیں اور تمام سر کا مسح کرتے، اس طرح پر کہ وسط سر پر دونوں انگوٹھے اور اس کے پاس والی انگلی (انگشت شہادت) کے علاوہ باقی چھ انگلیاں وسط سر پر رکھ کر آگے سے پیچھے لے جاتے اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں اطراف سر پر پیچھے سے آگے تک پھیرتے ہوئے لاتے) اور یہ دعا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ غَشِّنِیْ بِرَحْمَتِكَ وَاَنْزِلْ عَلَیَّ مِنْ بَرَكَاتِكَ وَاَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ یَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ (اس کے بعد اسی تری سے کانوں کے اندر کی طرف کا مسح انگشت سبابہ (شہادت کی انگلی) سے اور کانوں کی پشت (باہر کی طرف) کا مسح انگشت نر (انگوٹھا) سے کرتے) اور دونوں کانوں کا مسح کرتے وقت یہ دعا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِمَّنْ یَّسْتَمِعُ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُ اَحْسَنَهٗ اَللّٰهُمَّ اَسْمِعْنِیْ مُنَادِیَ الْجَنَّةِ مَعَ الْاَبْرَارِ؁ اور گردن کا مسح انگلیوں کی پشت کی تری سے کرتے اور یہ دعا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ وَرِقَابَ اٰبَائِیْ مِنَ النَّارِ وَاَعِذْنِیْ مِنَ السَّلَاسِلِ وَالْاَغْلَالِ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ (پھر داہنا پاؤں دھوتے (تو تین مرتبہ ٹخنوں سے اُوپر تک دھوتے اور ہر مرتبہ اس پر اس طرح ہاتھ پھیرتے کہ خشک کے قریب ہو جاتا) اور یہ دعا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ وَقَدَمَ وَالِدَیَّ عَلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ یَوْمَ تُثَبَّتُ بِهٖ اَقْدَامُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ؁ اور اسی طرح سے بایاں پاؤں دھوتے اور یہ دعا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ تَزِلَّ قَدَمِیْ وَقَدَمُ وَالِدَیَّ عَنِ الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ یَوْمَ تَزِلُّ فِیْهِ اَقْدَامُ الْمُنَافِقِیْنَ وَالْکَافِرِیْنَ فِی النَّارِ بِحُرْمَةِ النَّبِیِّ الْمُخْتَارِ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ (اور پاؤں دھوتے وقت قدرے جنوب یا شمال کی طرف مڑ جاتے اور

بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے پاؤں کی اُنگلیوں کے نیچے سے خلال کرتے اور دائیں پاؤں کی چھنگلیا سے شروع کر کے بائیں پاؤں کی چھنگلیا پر ختم کرتے) اور وضو سے فارغ ہونے کے بعد (گوشہ چشم حق میں آسمان کی طرف متوجہ کر کے) یہ دعا پڑھتے: (اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ عَمِلْتُ سُوْٓءًا اَوْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ فَاغْفِرْلِيْ وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ) اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ وَاجْعَلْنِيْ عَبْدًا صَبُوْرًا شَكُوْرًا وَّاجْعَلْنِيْ اَنْ اَذْكُرَكَ كَثِيْرًا وَّاُسَبِّحَكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ تا آخر۔ پھر یہ دعا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ اشْفِنِيْ بِشِفَآئِكَ وَدَاوِنِيْ بِدَوَآئِكَ وَعَافِنِيْ مِنَ الْبَلَآءِ وَاعْصِمْنِيْ مِنَ الْاَهْوَالِ وَالْاَمْرَاضِ وَالْاَوْجَاعِ (اور آپ اعضائے وضو کپڑے سے نہ پونچھتے)۔

آپ کی نماز تہجد، وتر اور مراقبہ:

اس کے بعد لطیف ونفیس لباس زیب تن فرماتے اور پورے تجمل ووقار کے ساتھ نماز کی طرف متوجہ ہوتے اور دو رکعت خفیف ادا فرماتے اور پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد یہ آیت پڑھتے: وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ. اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ الْعٰلَمِيْنَ. (سورۃ آل عمران، آیت ۱۳۵-۱۳۶) (اور دوسری رکعت میں بعد فاتحہ یہ آیت پڑھتے) وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَلَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (سورۃ النساء، آیت ۶۴) وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (سورۃ النساء

آیت ۱۱۰)۔ باقی نماز تہجد کو بطولِ قراءت ادا فرماتے، لیکن ہر بعد کے دوگانہ کی قراءت پہلے دوگانہ سے کم ادا کرتے۔ آپ اکثر اوقات نماز تہجد بارہ رکعت پڑھتے، کبھی دس اور کبھی آٹھ پر اکتفا فرماتے۔ (اکثر ان میں قرآن مجید کے دو تین سیپارے پڑھتے تھے، کبھی کبھی حالت محویت میں نصف شب سے صبح تک ایک ہی رکعت میں گزار دیتے اور جب خادم عرض کرتا کہ صبح ہونے والی ہے، تب دوسری رکعت تخفیف قراءت کے ساتھ ادا فرما کر سلام پھیر دیتے)۔ اکثر نمازِ تہجد میں سورہ یٰسین پڑھتے اور فرماتے کہ اس کی قراءت میں بہت زیادہ نفع ہے اور بے شمار نتائج وثمرات پائے گئے ہیں۔ کبھی نمازِ تہجد میں سورۂ الم سجدہ، سورۂ ملک، سورہ مزمل، سورۂ واقعہ اور چہار قل بھی پڑھتے تھے۔ بعد ازاں اگر اوّل شب میں وتر نہ پڑھے ہوتے تو تین رکعت وتر پڑھتے اور فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں سورۂ سبح اسم اور دوسری میں **قل یاایها الکافرون** اور تیسری میں قل ہو اللہ پڑھتے۔ تیسری رکعت میں قل ہو اللہ کے بعد قنوتِ حنفی کے ساتھ قنوتِ شافعی ضم کرتے، جیسا کہ حنفیوں کی کتاب میں موجود ہے اور وہ قنوت یہ ہے: **اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا فِيْ مَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنَا فِيْ مَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنَا فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لَنَا فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنَا شَرَّمَا قَضَيْتَ ط اِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ اِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ اِلَيْكَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ ط** اگر وتر اوّل شب میں پڑھ لیتے تو نماز تہجد کے بعد وتر نہ پڑھتے۔ کیونکہ ایک رات میں دو دفعہ وتر پڑھنا مشروع نہیں ہے، پھر سورۂ آل عمران کا آخری رکوع پڑھتے۔ یعنی **اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ** الخ۔ بعد ازاں ستر مرتبہ استغفار پڑھتے اور کبھی کبھی آیت کریمہ **رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ** ستر مرتبہ پڑھتے۔ (بعدہ صبح تک مراقبہ کرتے یا کلمہ طیبہ پڑھتے یا قبل از نماز فجر موافق سنت سو جاتے، تا کہ تہجد بین النوم واقع ہو)۔

آپ کی نمازِ فجر:

پھر صبح سے قبل بیدار ہوتے اور تازہ وضو فرما کر سنت فجر گھر پر پڑھتے۔ اُن میں فاتحہ کے بعد اکثر پہلی رکعت میں قل یا اور دوسری میں قل ہو اللہ پڑھتے تھے۔ (سنت وفرض کے درمیانی وقت میں تسبیح وتہلیل کرتے تھے، یعنی **سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ**

آہستہ آہستہ پڑھتے تھے۔ بعدازاں بجانب قبلہ داہنا ہاتھ داہنے رخسار کے نیچے رکھ کر لیٹ جاتے، لیکن آخر میں یہ اضطجاع (کروٹ پر لیٹنا ترک کر دیا تھا)۔ پھر مسجد تشریف لے جاتے، مسجد میں داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت اس طرح کرتے نَوَیْتُ اَنْ اَعْتَکِفَ مَا دُمْتُ فِی الْمَسْجِدِ اگر مکروہ وقت نہ ہوتا تو دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرتے۔ ان کو کبھی ترک نہ کرتے۔ بعدازاں نمازِ فجر جماعت کثیر کے ساتھ اسفار (اُجالے) میں ادا کرتے، خود امامت فرماتے اور طوالِ مفصل پڑھتے۔ بعد ادائے فرض اسی جلسہ میں دس مرتبہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِیْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ اور سات مرتبہ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ۔ اس کے بعد یہ آیت کریمہ تلاوت فرماتے: اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۔ پھر حٰمٓ تَنْزِيْلُ الْكِتَابِ سے حٰمٓ تَنْزِيْلُ الْكِتَابِ سے اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (سورۃ المومن، آیت ۱-۳) تک۔ اور آیت الکرسی اور آیہ کریمہ فَسُبْحَانَ اللّٰـهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ سے تُخْرَجُوْنَ (سورہ الروم رکوع ۲ آیت ۱۷تا۱۹) تک پڑھتے۔ (پھر مقتدیوں کے دائیں بائیں جانب رجوع ہو کر دعا کے واسطے ہاتھ اُٹھاتے بعد دعا دونوں ہاتھ چہرۂ مبارک پر پھیرتے)۔

آپ کا حلقہ ذکر وتوجہ:

بعدازاں آپ اپنے احباب کے ساتھ حلقہ ذکر ومراقبہ فرماتے، شغل باطنی میں تا بلندئ آفتاب بقدر یک نیزہ مشغول رہتے (حلقہ میں کبھی کبھی حافظ صاحب سے قرآن شریف بھی سنتے)۔

آپ کی نمازِ اشراق واستخارہ:

بعدہ دو یا چار رکعت نمازِ اشراق پڑھتے، اوّل رکعت میں بعد فاتحہ آیت الکرسی وسورۂ یٰسین تا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ اور دوسری رکعت میں بقیہ سورۂ یٰسین آخر تک اور سورۂ والشمس۔ پھر دو رکعت بہ نیت استخارہ پڑھتے، کبھی اوّل رکعت میں قُلْ يَا ايّها الکافرون اور دوسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اور کبھی پہلی میں سبح اسم، الم نشرح اور قل یا ایہا الکافرون اور دوسری میں

قُلْ هُوَ اللّٰهُ تین مرتبہ اور معوذتین ایک ایک بار پڑھتے اور سلام کے بعد استغفار اس طرح پڑھتے: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ اس کے بعد یہ دعا استخارہ پڑھتے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَآ اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَآ اَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ط اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ مَا اُرِیْدُ مِنْ اَیِّ عَمَلٍ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیَ الْیَوْمَ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ فِیْهِ. اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ مَا اُرِیْدُ مِنْ اَیِّ عَمَلٍ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیَ الْیَوْمَ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْلِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ.

بوقت شب بھی نوافل اوابین ادا کرنے کے بعد یہی دعا استخارہ پڑھتے اور اَلْیَوْمَ کی بجائے اَللَّیْل پڑھتے چونکہ بعد نماز فجر مجلس سکوت (مراقبہ) فرماتے تھے اس لیے بعض دعوات یومیہ اشراق کے بعد پڑھتے، وہ دُعائیں یہ ہیں: اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَ مَا فِیْ هٰذَا الْیَوْمِ فَتْحَهٗ وَنَصْرَهٗ وَنُوْرَهٗ وَبَرَكَتَهٗ وَهُدَاهُ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِیْ هٰذَا الْیَوْمِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهٗ. اَللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِّعْمَةٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ فَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ اور تین مرتبہ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ اور تین مرتبہ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اور سات مرتبہ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ سات مرتبہ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنَ اور سات مرتبہ اَللّٰهُمَّ نَبِّهْنِیْ قَبْلَ اَنْ یُّنَبِّهَنِیَ الْمَوْتُ اور

بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنَ اورسات مرتبہ اَللّٰهُمَّ نَبِّهْنِيْ قَبْلَ اَنْ يُّنَبِّهَنِيَ الْمَوْتُ اور سات بار اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِيْ رُشْدِيْ وَاَعِذْنِيْ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ اورسات مرتبہ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ط اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ اورسات مرتبہ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ اورسات مرتبہ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَرْضَاتِكَ وَثَبِّتْنَا عَلٰى دِيْنِكَ وَعَلٰى طَاعَتِكَ ط اورسات مرتبہ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَلِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اورسات مرتبہ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ اورسومرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اورتینتیس بار سُبْحَانَ اللّٰهِ اورتینتیس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اورتینتیس مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط اورایک مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ط اوران میں سے بعض دعاؤں کونمازِ اوابین کے بعدبھی پڑھتے اوران چاروں کلمات کوہرفرض نماز کے بعداعداد مذکورہ بالا کے موافق پڑھتے اوراگراشراق کے بعداوراد یومیہ مذکورہ کے پڑھنے کی فرصت نہ ملتی تودن رات میں جس وقت فرصت میسرآتی ان اورادکوپڑھ لیتے تھے۔

آپ کی خلوت اورصحبت:

بعدازاں خلوت میں تشریف لے جاتے اوربمقتضائے حال کبھی قرآن شریف پڑھتے اورکبھی کلمہ طیبہ کاتکرارکرتے اورگاہ گاہ طالبانِ خداکوجداجداطلب کرکے احوال پرسی فرماتے اورہرایک کے حال کے موافق ارشادفرماتے اوربسااوقات ایساہوتاکہ ان کے اگلے پچھلے احوال تفصیل وشرح کے ساتھ خودبیان فرماتے اورمقامات وکیفیات سے آگاہ فرماتے اورکبھی خاص خاص اصحاب کوطلب فرماکراسرارخاصہ ومعارفِ مکشوفہ بیان فرماتے اوران کے پوشیدہ رکھنے میں کوشش کرتے۔معارف بیان کرتے وقت محسوس ہوتاکہ گویاالقاءواعطاءحال کرتے ہیں۔بارہاایسااتفاق ہواکہ جس وقت طالبانِ سلوک کوئی معرفت حضرت کی زبان سے سنتے بمجردسننے کے اس معرفت سے حضرت کی توجہ کے ساتھ متحقق ہوجاتے،ہرایک کواس کے حال اوراستعداد کے موافق ذکروفکرتعلیم فرماتے اورسب کوعلوہمت واتباعِ سنت ودوام ذکروحضور مراقبت اوراخفاءِحال کی تاکیدفرماتے اورتکرارِکلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی

نہایت ترغیب دلاتے اور فرماتے کہ اس کلمہ معظم کے مقابلہ میں تمام عالم کی مثال ایسی ہے، جیسے دریائے محیط کے مقابلہ میں قطرہ اور فرماتے کہ یہ کلمہ طیبہ جامع کمالاتِ ولایت ونبوت ہے اور فرماتے کہ فقیر کو معلوم ہوا ہے کہ اگر تمام جہان کو ایک مرتبہ کلمہ طیبہ کہنے پر بخش دیں اور بہشت میں بھیج دیں تو بھی گنجائش رکھتا ہے اور فرماتے کہ اس سے زیادہ کوئی آرزو دل میں نہیں ہے کہ ایک گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر اس کلمہ کے تکرار سے متلذذ ومحظوظ ہوں، مگر کیا کیا جائے کہ یہ آرزو میسر نہیں اور مریدوں کو کتب فقہ کے مطالعہ کی تاکید فرماتے، تاکہ معلوم ہو کہ کون سا مسئلہ مفتی بہ ہے اور کون سا مسنون ومعمول بہا اور کون سا مسئلہ بدعت ومردود ہے۔ حضرت کی احباب سے خاموشی کی صحبت ہوتی اور اصحاب پر اس قدر ہیبت وجلال غالب تھا کہ مجالِ انبساط ودم زدن نہ تھی اور حضرت کی تمکین اس درجہ کی تھی کہ وارداتِ متنوعہ ومتلونہ کے متواتر وبکثرت وارد ہونے کے باوجود ہرگز کبھی اثر تلوین ظاہر نہیں ہوا۔ البتہ چشم پر آب ہو جاتی اور گاہ گاہ اثنائے بیانِ حقائق میں رخسارۂ دیدہ کا رنگ متلون ہو جاتا اور رخسارے سرخ وعرق آلود ہو جاتے۔

آپ کی نمازِ چاشت:

بعدہ نماز ضحیٰ یعنی نمازِ چاشت کی آٹھ رکعت ادا کرتے، اگرچہ وہ چار رکعت جو اوّل پڑھتے تھے داخل ضحیٰ تھیں، پس حاصل یہ کہ نماز ضحیٰ بارہ رکعت پڑھتے تھے اور کبھی بسبب قلت وقت اُنہی چار رکعتوں پر جو کہ اوّل بہ نیت اشراق پڑھتے تھے اکتفا فرماتے اور کبھی اوّل کی دو ہی رکعت پر اور قراءت نماز چاشت میں بعد فاتحہ سبح اسم اور والشمس اور واللیل اور والضحی اور چہار قل پڑھتے تھے (اوائل حال میں نماز تہجد ونمازِ ضحیٰ وفی الزوال میں اکثر تکرارِ قراءت سورہ یٰس فرماتے، حتیٰ کہ کبھی کبھی اس سورۂ مبارکہ کا دن رات میں اسی اسی مرتبہ پڑھنے کا اتفاق ہو جاتا۔ آپ نمازِ ضحیٰ خلوت میں ادا فرماتے تھے)۔

آپ کا طعام وقیلولہ:

بعدہ محل سرا میں تشریف لے جاتے اور کھانا تناول فرماتے اور کھاتے وقت فرزندان اور

درویشوں کو طعام تقسیم فرماتے اور اگر فرزندان و درویشوں اور خادموں میں سے کوئی شخص اس وقت موجود نہ ہوتا تو اس کے حصہ کا کھانا رکھ چھوڑنے کے واسطے ہدایت فرماتے۔ حضرت کے گھر کا کھانا بہت لذیذ ہوتا تھا۔ کھانا کھاتے وقت حضرت داہنا زانو کھڑا کر لیتے اور بایاں بچھا لیتے اور کبھی غیر مجالس میں دیکھا جاتا کہ دونوں زانو کو کھڑا کر لیتے اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرتے اور بعض اوقات یہ دعا پڑھتے: بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِىْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَئٌ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ اور سورۂ لایلاف پڑھتے اور کھانا تناول فرمانے کے بعد اگر طعام نمکین ہوتا تو یہ دعا پڑھتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَطْعَمَنِىْ هٰذَا الطَّعَامَ اللَّطِيْفَ الْمَلِيْحَ بِغَيْرِ حَوْلٍ وَّلَا قُوَّةٍ اگر طعام شیریں ہوتا تو هٰذَا الطَّعَامَ اللَّطِيْفَ الْحُلْوَ فرماتے اور کبھی یہ دعا پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَاَشْبَعَنَا وَاَرْوَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اور اگر کسی کی دعوت نوش فرماتے تو یہ بھی پڑھتے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاٰكِلِهٖ وَلِبَاذِلِهٖ وَلِمَنْ كَانَ لَهٗ شَئٌ فِيْهِ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ۔ اگر صاحب طعام موجود ہوتا تو فرماتے جَزَاكُمُ اللّٰهُ عَنَّا خَيْرًا اگر صاحب طعام موجود نہ ہوتا تو جَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا کہتے اور کبھی یہ دعا پڑھتے اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِىْ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى وَاجْعَلْهَا عَوْنًا عَلٰى مَا تُحِبُّ۔ (مگر کھانے کے بعد ہاتھ اُٹھا کر فاتحہ نہ پڑھتے تھے، جیسا کہ عام لوگوں میں رواج ہے، کیونکہ یہ فعل احادیث صحیحہ میں وارد نہیں ہے اور تین انگلیوں سے لقمہ لیتے اور اس نیت سے تناول فرماتے کہ کھانا سنت ہے۔ آپ کی غذا نہایت قلیل دو چپاتی گیہوں کی ہوتی تھی، اور بکری کا گوشت اور مغز (بھیجا) بہت مرغوب تھا، کباب بھی دستر خوان پر ہوتے تھے، روزانہ صرف ایک بار دوپہر سے کچھ پہلے کھانا تناول فرماتے اور وہ بھی بہت قلیل، اس کے باوجود فرمایا کرتے: ''کیا کیا جائے کہ بحکم اقتضائے آخر زمانہ بھوک میں آنحضرت ﷺ کا کمال اتباع میسر نہیں ہوتا۔'' اور کھانا نہایت خشوع وخضوع سے تناول فرماتے اور اس امر کی مریدوں کو بھی نہایت تاکید فرماتے اور آپ کے ارشادات میں سے ہے کہ عارف کو کوئی چیز ملکیت سے بشریت کی طرف لانے والی کھانے سے زیادہ نہیں۔ دوپہر کا

کھانا کھانے کے بعد تھوڑی دیر بطریق سنت قیلولہ فرماتے تھے اور آپ کا موذن ظہر کی اذان اوّل وقت میں کہا کرتا تھا، جیسے ہی اذان ہوتی بمجرد استماع اللہ اکبر آپ بے اختیار بعجلت اُٹھ بیٹھتے اور تخت سے زمین پر اُتر آتے۔

آپ کی نماز ظہر:

جس وقت آپ اذان سنتے اس کا جواب دیتے اور بوقت حَیَّ عَلَتَین لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ فرماتے اور فی الفور وضو کر کے مسجد میں تشریف لے جاتے۔ پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے، بعد ازاں چار رکعت سنت زوال (سنت موکدہ) بطولِ قراءت ادا کرتے اور فرماتے کہ رسولِ خدا ﷺ نے زمانِ بعثت سے تازمانِ رحلت سنت زوال (سنت موکدہ) ترک نہیں فرمائیں اور ان میں طوالِ مفصل (بڑی سورتیں) پڑھتے اور کبھی بمقتضائے عدمِ گنجائش قصار (چھوٹی سورتیں) پڑھتے۔ پھر تکبیر اقامت کے بعد خود امامت فرماتے اور ظہر کے فرض ادا کرتے اور قراءت میں طوالِ مفصل سورتیں پڑھتے۔ (نمازِ فرض سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَاِلَیْکَ یَرْجِعُ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ پڑھ کر کھڑے ہو جاتے)۔ بعد ازاں دو رکعت سنت موکدہ پڑھتے اور پھر چار رکعت سنت زائد پڑھتے۔ اس کے بعد ظہر کے بعد کی ماثورہ دعائیں پڑھتے۔

آپ کا حلقہ ذکر و توجہ و تعلیم دین اور نماز عصر و ختم خواجگانؒ:

اس کے بعد لوگوں کی جانب متوجہ ہو کر بیٹھتے اور احباب کے ساتھ حلقہ کرتے) حافظ صاحب قرآن شریف پڑھتے اور آپ سماعت فرماتے کبھی ایک جزو اور کبھی نصف جزو پڑھا جاتا اور حضرت مریدوں کو مراقبہ کراتے اور فارغ ہونے کے بعد دینی کتب کا درس فرماتے اور اگر حافظ موجود نہ ہوتا تو خود تلاوتِ قرآن مجید کرتے) اور جب مثلین کے بعد وقت عصر ہو جاتا تو (تجدید وضو کے بعد چار رکعت سنت عصر ادا کرتے اور یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ آپ نے ان سنتوں کو ترک کیا ہو، بعد ازاں خود امامت فرماتے اور) اوّل وقت میں جماعت کثیرہ کے

ساتھ فرض ادا کرتے ، اس کے بعد ادعیہ ماثورہ وقت عصر پڑھ کر احباب کے ساتھ پھر بیٹھتے اور ختم خواجگانؒ پڑھتے اور حلقہ کراتے ، حافظ صاحب قرآن کریم پڑھتے اور حضرت اور آپ کے احباب مراقب بیٹھتے ۔ اکثر اوقات خلوت میں درویشوں سے احوال دریافت فرماتے اور ہر ایک کی مناسبت کے مطابق اس کی رہنمائی فرماتے (اور ان کی ترقی کے لیے ہمت فرماتے ، کبھی کچھ اور عمل صالح کرتے)۔

آپ کی نماز مغرب اور صلوٰۃ اوابین:

بعد ازاں اگر ابر و غبار وغیرہ نہ ہوتا تو مغرب کی نماز غروب آفتاب کے بعد اوّل وقت میں ادا فرماتے اور فرض نماز ادا کرنے کے بعد اسی جلسہ میں دس مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پڑھتے اور سات دفعہ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ پڑھتے ۔ بعد ازاں دو رکعت سنت اور چھ یا چار رکعت نماز اوابین پڑھتے اور اکثر اوقات اس میں سورہ واقعہ و سورہ اخلاص پڑھتے (اس کے بعد اس وقت کی ماثورہ دعائیں پڑھتے)۔

آپ کی نماز عشاء و وتر:

بیاضِ اُفق کے زوال کے بعد کہ امام اعظمؒ کے نزدیک شفق اسی سے مراد ہے اور وہ عشاء کا متفق علیہ وقت ہے ، مسجد میں تشریف لاتے اوّل دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے ، بعد ازاں چار رکعت یا دو رکعت سنت پڑھتے اور پھر فرض ادا فرماتے اور بغیر اس کے کہ ادعیہ پڑھیں صرف اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ مذکورہ پڑھ کر اُٹھ جاتے اور دو رکعت سنت موکدہ پڑھتے ۔ بعد ازاں اکثر چار رکعت اور مستحب پڑھتے اور ان چار رکعت مستحب میں سورہ الم سجدہ اور سورہ تبارک وقل یا قل ھو اللہ پڑھتے اور کبھی ان چار رکعت میں چاروں قل والی سورتیں پڑھتے اور اگر ان چار رکعت میں سورۂ الم سجدہ اور سورۃ الملک نہ پڑھتے تو وتروں کے بعد ان دونوں سورتوں کو مع سورۂ دخان پڑھتے تھے اور دوستوں کو بھی اس وقت میں ان سورتوں کے پڑھنے کی ترغیب فرماتے ، بعد ازاں وتر پڑھتے اور وتروں کی پہلی رکعت میں اکثر سبح اسم ربک اور دوسری رکعت میں قل یا

اور تیسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھتے تھے اور قنوتِ حنفی کے ساتھ قنوتِ شافعی کو بھی ملاتے یعنی دونوں کو پڑھتے۔ اس کے بعد کبھی دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے، اوّل رکعت میں اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ اور دوسری رکعت میں قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ پڑھتے اور آخر میں ان دو رکعت کو ترک کر دیا تھا، شاذ و نادر ہی پڑھتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے (اور نمازِ وتر کے بعد جو دو سجدے کرنے کا رواج ہے آپ ادا نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ علماء نے اس کی کراہت پر فتویٰ دیا ہے اور وتر کی نماز کبھی اول شب میں ادا فرماتے اور کبھی نمازِ تہجد کے بعد اور جب اوّل شب میں وتر ادا فرماتے تو نمازِ تہجد کے بعد اُن کا اعادہ نہ فرماتے، جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک شب میں دو وتر نہیں ہیں۔ نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ وتر اخیر میں ادا کرنے کی صورت میں جب نمازی سونے لگے اور اس کی نیت یہ ہو کہ وتر آخر شب میں ادا کرے گا تو اس کے وتر ادا کرنے تک کراماً کاتبین تمام شب اس کے اعمالنامہ میں حسنات لکھتے رہتے ہیں۔ پس جہاں تک ممکن ہو وتر آخر شب میں ادا کرنا بہتر ہے۔ اس کے باوجود یہ بھی فرماتے تھے اور تحریر بھی فرمایا ہے کہ وتر کی تعجیل و تاخیر میں آنحضرت سرورِ کائنات ﷺ کی متابعت کے سوا اور کچھ مدنظر نہیں ہے اور کوئی فضیلت آنحضرت ﷺ کی متابعت کے برابر نہیں ہو سکتی، اور آنحضرت رسالتمآب ﷺ کبھی اوّل شب میں وتر پڑھتے تھے اور کبھی آخر شب میں، اور یہ فقیر اپنی سعادت اسی میں جانتا ہے کہ کسی امر میں آنسرورِ عالم ﷺ کے ساتھ تشبہ حاصل ہو جائے، اگرچہ یہ تشبہ بحسب صورت ہی ہو)۔

استراحت:

آپ نمازِ عشاء کے بعد جلدی بستر استراحت پر تشریف لے جاتے اور سونے سے قبل سورۂ فاتحہ و آیۃ الکرسی وَاٰمَنَ الرَّسُوْلُ تا آخر اور آیہ کریمہ اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ تا مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ اور آیہ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ الخ اور چہار قل پڑھتے اور جس وقت لیٹتے پہلوئے راست پر تکیہ کرتے اور داہنے ہاتھ کو داہنے رُخسارِ مبارک کے نیچے رکھتے اور یہ دعا پڑھتے: اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ

وَبِكَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلَهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْلَمْتُ نَفْسِيْ اِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِيْ اِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَيْكَ وَاَلْجَأْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ لَامَلْجَاَوَلَا مَنْجٰى مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ وَبِرَسُوْلِكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَحْمَدُكَ بِكُلِّ لِسَانٍ وَّاَسْتَعِيْذُ بِكَ مِنَ الْبَلَايَا وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ط اَعُوْذُ بِكَلِمٰتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ، تین مرتبہ اسی کلمہ کی تکرار فرماتے، پھر تینتیس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ اور تینتیس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور تینتیس مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اور ایک مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ اَبَدًا اَبَدًا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ط پڑھتے اور سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھتے اور نیز اس کلمہ کو روزانہ بلا ناغہ سو مرتبہ پڑھتے اور سو مرتبہ بعد تہجد بھی پڑھتے۔

آپ کی نماز جمعہ وعیدین اور تراویح وغیرہ:

آپ نماز جمعہ مسجد جامع میں جس طرح کہ علماء حنفیہ نے فرمایا ہے اسی طرح ادا کرتے اور بعد ادائے فرض جمعہ سات مرتبہ سورۂ فاتحہ، سات مرتبہ سورۂ اخلاص اور سات مرتبہ معوذتین مع بسم اللہ پڑھتے اور بعد ادائے نماز جمعہ صلوٰۃ ظہر احتیاطاً ادا فرماتے کہ کل شرائط جمعہ بقول فقہاء اس وقت نہیں پائی جاتی تھیں اور اس طرح نیت کرتے: نَوَيْتُ اَنْ اُصَلِّيَ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ اٰخِرَ فَرْضَ الظُّهْرِ اَدْرَكْتُ وَقْتَهٗ وَلَمْ اُوَدِّهٖ (یعنی میں نے چار رکعت آخر فرض ظہر کی نیت کی جس کا وقت میں نے پایا اور اس وقت تک ادا نہ کیا تھا) اور جمعہ کے روز ظہر کی نماز جماعت سے ادا نہ فرماتے، اگر کبھی کچھ بیماری وغیرہ ہوتی اور نمازِ ظہر کے لیے نہ جا سکتے تو منفرد نمازِ ظہر ادا فرماتے اور اسی طرح سے سفر میں بھی طریقہ جاری رکھتے، حالانکہ آپ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے پر بہت حریص تھے۔ فرماتے تھے کہ ہم مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تابع ہیں، انھوں نے جس کام کا امر کیا ہے، وہ کرنا چاہیے اور جس سے منع کیا ہے وہ نہیں کرنا چاہیے۔ (آخیر عشرۂ رمضان میں مسجد میں اعتکاف کرنے اور عشرۂ

ذی الحجہ میں عزلت اختیار کرتے اور ان عشرات میں طاعات واذکار اور صیام کی طرف بہت راغب ہوتے اور درود شریف بکثرت پڑھتے، خصوصاً شب جمعہ وروزِ جمعہ وشب پیر وروزِ پیر میں بکثرت درود شریف پڑھتے اور آخر زمانہ میں شب جمعہ کو دوستوں کو جمع کر کے ہزار بار درود شریف پڑھتے اور اس کے بعد نہایت انکساری کے ساتھ کچھ دیر مراقبہ کرتے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ اس پر مامور تھے اور آپ بلاناغہ رسالہ صلواتِ ماثورہ جو ایک جزو سے زیادہ ہے اور دلائل قادریہ جو حضرت غوث الاعظم قدس سرہ کا ترتیب دیا ہوا رسالہ درود ہے، کبھی بعد ظہر اور کبھی بعد عشا پڑھا کرتے تھے۔)

عیدین کے موقع پر عیدگاہ تشریف لے جاتے اور اس روز کی جمعیت کو غنیمت سمجھتے، مسلمانوں کی جماعت کو وسیلہ بنا کر دعا کرتے تھے، عیدالاضحیٰ کے لیے جاتے ہوئے راستہ میں بلند آواز سے تکبیریں کہتے اور کبھی کتاب مضمرات کے فتویٰ کی بنا پر پست آواز سے کہتے اور ذی الحجہ کے اوّل عشرہ میں حاجیوں کے ساتھ تشبہ کی غرض سے بال و ناخن نہ کترواتے، کیونکہ ایسا کرنا مستحب ہے، لیکن دیگر افعال جن کو اہلِ عرفات کے تشبہ کی غرض سے لوگ یہاں پر کرتے ہیں، وہ افعال آپ نہیں کرتے تھے اور مکروہ جانتے تھے۔ البتہ بعض ادعیہ ماثورہ پڑھا کرتے تھے اور اس عشرہ ذی الحجہ میں ہر روز نماز عشاء اور نمازِ فجر کی دوسری رکعت میں سورہ والفجر پڑھتے۔ بلکہ اس ماہ کے آخر تک اسی طرح اس پر عمل فرماتے۔ ذکر جہر کو سوائے چند مواقع کے جائز نہ رکھتے۔

کسوف وخسوف ونمازِ تراویح کو سفر وحضر میں ترک نہ فرماتے اور پوری دلجمعی کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ رمضان المبارک میں نمازِ تراویح کی بیس رکعات جماعت سے بقراءت جہر ادا کرتے اور اس ماہ مبارک میں تراویح کے اندر تین قرآن سے کم ختم نہ کرتے (اور ہر چہار رکعت تراویح کے بعد تین مرتبہ سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ ط سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ ط سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِیْ لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوْتُ ط سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ ط اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ پڑھتے اور ہر دو رکعت کے بعد یہ دعا پڑھتے یَا كَرِيْمَ الْمَعْرُوْفِ يَا

قَدِیْمَ الْاِحْسَانِ اَحْسِنْ عَلَیْنَا بِاِحْسَانِكَ الْقَدِیْمِ یَا اَللّٰهُ ۔ اور ختم کل تراویح پر یہ دعا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الرِّضْوَانَ وَالْجَنَّةَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ. اَللّٰهُمَّ یَا خَالِقَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ بِرَحْمَتِكَ یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ یَا کَرِیْمُ یَا سَتَّارُ یَا رَحِیْمُ یَا بَارُّ اَجِرْنَا یَا مُجِیْرُ یَا مُجِیْرُ عَنَّا یَا غَفُوْرُ یَا غَفُوْرُ. اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ وَالْمُعَافَاةَ الدَّائِمَةَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔ چونکہ خود حافظ قرآن تھے، اس لیے دیگر ایام میں بعد ظہر ہمیشہ تلاوت فرماتے تھے اور حلقات میں استماعِ قرآن شریف ہمیشہ جاری تھا اور نماز وغیرہ میں اس طرح قراءت پڑھتے تھے، گویا الفاظ کے ضمن میں معنی ادا فرماتے جاتے ہیں اور سامعین کو بدیہی طور سے معلوم ہوتا تھا کہ اسرارِ قرآنی میں اس طرح پڑھتے ہیں۔ گویا کہ الفاظ آپ کے دل سے نکل رہے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ آواز بنا بنا کر ہرگز نہ پڑھتے اور نمازِ تراویح میں اکثر سامعین کو غنودگی طاری ہو جاتی تھی، لیکن حضرت کو کبھی کچھ بھی نہ ہوتی تھی اور اسی طرح کھڑے کھڑے قرآن کریم سنتے رہتے۔ مولانا بدرالدین سرہندیؒ نے لکھا ہے کہ ایک روز میں نے حضرت سے عرض کیا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ کو کبھی غنودگی نہیں ہوتی؟ فرمایا: ''شناوریٔ دریائے اسرارِ قرآنی فرصت نہیں دیتی کہ پلک بھی جھپکاؤں''۔ سفر میں منزل پر پہنچنے تک تلاوتِ قرآن فرماتے اور جس وقت آیت سجدہ آتی فی الفور سواری سے اُتر کر زمین پر سجدہ کرتے)۔ روزہ افطار کرنے کے لیے اگر کھجور موجود ہوتی تو اُس سے، ورنہ پانی سے روزہ افطار فرماتے اور افطار کے وقت یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْكَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ.

اور افطار کے بعد یہ دعا پڑھتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَعَانَنِیْ فَصُمْتُ وَرَزَقَنِیْ فَاَفْطَرْتُ اَللّٰهُمَّ ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبتَ الْاَجْرُ اِنْشَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی.

اور روزہ کی نیت اس طرح کرتے:

وَبِصَوْمِ غَدٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَرِیْضَةً نَوَیْتُ.

کیفیت نماز ودیگر مسائل:

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ بوقت تکبیر تحریمہ نماز ہر دو انگوٹھے کان کی لوتک لے جاتے اور ہاتھوں کی اُنگلیوں کو بغیر اس کے کہ کھلی یا ملی ہوئی رکھیں متوجہ قبلہ رکھتے اور اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھوں کو نیچے لاتے اور زیر ناف داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر اس طرح رکھتے کہ داہنے ہاتھ کی خنصر (چھنگلیا) اور ابہام (انگوٹھا) سے حلقہ ہو جاتا اور تین انگلیاں کلائی پر لمبی لمبی رکھی جاتیں اور دونوں پاؤں کے درمیان چار انگشت کا فاصلہ ہوتا اور دونوں پاؤں پر برابر زور رکھتے ایک پاؤں پر زور دے کر دوسرے کو آرام نہ دیتے، اور قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ پر نگاہ رکھتے اور نہایت تجوید وتعمق معانی واسرار قرآنی سے قراءت پڑھتے۔ بعدازاں تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جاتے اور قدموں پر نظر رکھتے اور سر پشت کے برابر کرتے اور گھٹنوں کو اُنگلیاں کھول کر بقوت پکڑتے اور زانوں ٹیڑھا نہ ہونے دیتے۔ پھر قومہ بمقدار تسبیح کرتے اور بحالت انفراد سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہتے اور دونوں سجدوں کے درمیان بقدر تسبیح جلسہ کرتے اور سجدہ میں ناک کی نرمہ پر نگاہ رکھتے اور پیٹ کو زانوں سے اور زانوں کو بازو سے جدا رکھتے اور بوقت سجدہ تمام اعضا پر برابر زور دیتے اور تشہد میں دونوں پاؤں کی اُنگلیوں کو قبلہ کی جانب متوجہ رکھتے اور کنار (گود) پر نظر رکھتے اور حضرت کے تمام احباب نماز میں حضرت کی تقلید کرتے، آپ تشہد میں انگشت شہادت نہ اُٹھاتے تھے اور حالت انفراد میں تسبیحات رکوع وسجود پانچ یا سات بلکہ نو یا گیارہ مرتبہ پڑھتے اور کبھی تین مرتبہ پر اقتصار فرماتے، یعنی حسب موقع ادا فرماتے اور فرماتے تھے کہ شرم آتی ہے کہ قوت واستطاعت کے باوجود حالت انفراد میں اقل تسبیحات پر اقتصار کیا جائے اور حالت امامت میں اس قدر کہتے کہ مقتدی بفراغت تین مرتبہ کہہ سکیں۔ نماز میں سنن ومندوبات وآداب کی پوری پوری رعایت کرتے اور فرماتے کہ لوگ بڑی بڑی ریاضتوں اور مجاہدوں کی ہوس رکھتے ہیں، حالانکہ آدابِ نماز کی رعایت کے برابر کوئی ریاضت ومجاہدہ نہیں ہے، خصوصاً نمازِ فرض وواجب وسنن کو جن آداب کے ساتھ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس طرح ادا کرنا بہت مشکل ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ. (سورۃ البقرہ، آیت ۴۵)۔

یعنی نماز بہت مشکل ہے۔ مگر اللہ سے ڈرنے والوں پر مشکل نہیں ہے۔

نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ بہت سے ریاضت کرنے والے اور پرہیز گار لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ دوسری باتوں میں رعایت اور احتیاط کو مدنظر رکھتے ہیں، لیکن نماز کے آداب میں سستی کرتے ہیں۔

آپ دوگانہ نماز تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد کبھی ترک نہیں کرتے تھے اور سنن مؤکدہ کی طرح سنن زائدہ کی ادائیگی پر حریص تھے اور ان کو بھی سفر و حضر میں ادا کرتے تھے، ترک نہ کرتے تھے اور سوائے تراویح و کسوف کے نمازِ نفل کو جماعت کے ساتھ ادا نہیں کرتے تھے، بلکہ مکروہ جانتے اور منع فرماتے تھے۔ جیسا کہ مکتوبات شریف میں بھی آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ نمازِ خسوف (چاند گہن کی نماز) منفرداً ادا فرماتے۔ روزِ عاشورہ و شب براءت اور شب قدر میں لوگ جماعت سے جو نوافل ادا کرتے ہیں، آپ اس کو مبالغہ کے ساتھ منع فرماتے اور اس اجتماع کو خلافِ شریعت اور ممنوع جانتے تھے۔ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتے تھے اور اس فعل کو اچھا نہیں جانتے تھے۔ ہر فاجر کے پیچھے نماز کو جائز جانتے اور پڑھ لیتے تھے۔ ہر اہم کام کے لیے استخارہ کرتے، خواہ وہ کلی ہو یا جزئی اور کبھی چند اہم کاموں کا ایک ہی استخارہ کرتے اور ان کاموں کو دعائے استخارہ میں ظاہر کرتے اور کبھی ہر مہم کے لیے الگ الگ استخارہ کرتے، بلکہ ہر نفل و سنت نماز کے بعد دعائے استخارہ پڑھتے اور اس پر اکتفا فرماتے تھے اور اگر کبھی کوئی مہم پیش آتی اور کراہت وقت یا عدیم الفرصتی کی وجہ سے نماز استخارہ پڑھنے کا وقت نہ ہوتا تو صرف دعائے استخارہ پر اکتفا فرماتے اور اگر کبھی اس مہم کے شروع میں استخارہ کرنا بھول جاتے تو درمیان میں یا اس کام کے آخر میں اس کی تلافی کرتے تھے اور اس تقصیر کا تدارک کرتے۔ آنحضرت ﷺ سے جو فعل بھی صدور پذیر ہوا اور احادیث میں وارد ہے، آپ اس کی متابعت پوری احتیاط کے ساتھ کرتے اور اگر ایک ہی وقت میں متعدد افعال مسنونہ جمع ہو جاتے اور سب کا بیک وقت عمل میں لانا ممکن نہ ہوتا تو خوب احتیاط برتتے اور افعالِ مسنونہ کے اعداد کی تعمیل میں پوری پوری رعایت فرماتے۔ بیماروں کی عیادت فرماتے اور جو شخص مرنے کے

قریب ہوتا، اس کے پاس تشریف لے جاتے اور جہاں تک ممکن ہوتا اس کے حال پر امداد کرتے۔ اہل قبور کی زیارت کے لیے جاتے اور اموات کے لیے دعا واستغفار کرتے اور قبروں پر قرآن مجید پڑھنے میں کبھی توقف کرتے کہ بڑے بڑے فقہا اس کی کراہت کے قائل ہیں اور کبھی اس لحاظ سے کہ امام محمدؒ اس کے جواز کے قائل ہیں اور فتویٰ آپ کے قول پر ہے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ بھی سورۂ فاتحہ وآیاتِ قرآنی پڑھتے تھے اور جب قبور کے پاس پہنچتے تو کہتے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مِنْ اَھْلِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِمَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَنْتُمْ لَنَا سَابِقُوْنَ وَاِنَّا اِلَیْکُمْ اِنْشَاءَ اللّٰہُ لَاحِقُوْنَ اور یہ بھی پڑھتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِحُرْمَۃِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَنْ لَّا تُعَذِّبْھُمْ

اور مردوں کے حال پر خاص توجہ فرماتے اور جب اپنے والد ماجد کی قبر کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے، اپنے روئے مبارک کے سامنے قبر مبارک پر ہاتھ ملتے اور قبروں کو بوسہ دینے اور اُن کا طواف کرنے کو مستحسن نہیں جانتے تھے اور اموات سے استعانت چاہنے کو جائز فرماتے تھے۔ کھانے کی دعوت قبول فرماتے، سماع ورقص کو مکروہ جانتے اور ایسی مجلس میں جہاں سرود ہوتا حتی الامکان تشریف نہ لے جاتے۔ اس وقت کے صوفیوں کے رقص وسماع کے لیے جمع ہونے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے، بلکہ اس کا انکار کرتے اور لوگوں کو اس عمل سے نہایت سختی کے ساتھ منع فرماتے تھے۔ تمام حلال وحرام کے بارے میں جو کچھ علماء کے نزدیک مختار ہے اس پر عمل کرتے اور عالم کی رائے کو صوفیہ کے عمل ورائے پر مقدم رکھتے اور نجات کو مجتہدین کے اقوال کے ساتھ وابستہ جانتے۔ جس حال کو اہل شریعت جائز نہیں کہتے، اس کو معتبر نہیں کہتے تھے اور اس حال سے بے اعتنائی فرماتے تھے۔ سنن واہل سنن کے خلاف بال برابر بھی تجاوز نہیں کرتے تھے اور جو کشف ان بزرگوں کی رائے کے خلاف ہوتا، اس کو رد فرماتے تھے اور احوال کو ظاہر شریعت کے تابع رکھتے، شریعت کو احوال کے تابع نہیں کرتے تھے۔ فرماتے تھے چونکہ شریعت قطعی ہے اور وحی سے ثابت ہوتی ہے، احوال ظنی ہیں اور کشف احوال سے پیدا

ہوئے ہیں، پس ظنی کو قطعی کے تابع رکھنا چاہیے اور قطعی کو ظنی کے تابع نہیں کرنا چاہیے۔ علمائے اشاعرہ کی رائے پر علمائے ماتریدیہ کی رائے کو مقدم رکھتے تھے، کیونکہ صحیح کشف سے معلوم ہو چکا ہے کہ حق ماتریدیہ کی جانب ہے۔ یہ حضرات ''انا مومن حق'' کہتے ہیں اور استثنا سے منع کرتے ہیں (یعنی یہ کہنا جائز نہیں سمجھتے انا مومن انشاءاللہ)۔ اللہ تعالیٰ کی صفات واجبہ آٹھ جانتے اور تکوین کو صفاتِ حقیقیہ میں شمار کرتے ہیں۔ خواصِ بشر کو خواصِ ملک سے افضل جانتے۔ نبوت کو ولایت سے افضل کہتے، اگرچہ وہ نبی کی ولایت ہو۔ صحو کو سکر پر ترجیح دیتے۔ ولی عشرت (لوگوں کے ساتھ رہ کر زندگی گزارنے والے ولی) کو ولی خلوت (تارک الدنیا ولی) سے بہتر جانتے تھے۔ ادنیٰ و اعلیٰ تمام اصحاب پیغمبر علیہ الصلوات والسلام کو تمام اولیائے اُمت پر ترجیح دیتے۔ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ جو کہ تابعین میں بہتر ہیں اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے مرتبہ سے کم جانتے۔ غیر صحابی کا سونے کے پہاڑ جتنا صدقہ کرنا اصحابِ کرامؓ کے ایک مد جو خرچ کرنے کے برابر نہیں جانتے، غیر صحابی کا سونے کے پہاڑ جتنا صدقہ کرنا اصحابِ کرامؓ کے ایک مد جو خرچ کرنے کے برابر نہیں جانتے تھے اور حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف سب شرفوں سے بڑھ کر کہتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی جھگڑوں اور لڑائیوں کو نیک نیتوں پر محمول کرتے تھے اور اجتہاد و رائے کی رُو سے جانتے تھے، انسانی نفسانی دشمنیوں اور ہوا و ہوس سے نہیں جانتے تھے، کیونکہ یہ اُن بلند شان بزرگوں کے حال کے مناسب نہیں ہے اور اپنے بعض مریدوں کو تکمیل و کمال کے درجہ تک پہنچنے سے پہلے تعلیم طریقت کی اجازت دیتے تھے اور اس کا راز یہ فرماتے تھے کہ مقصود یہ ہے کہ اس طرح کی ظلمت و گمراہی کے گرداب (بھنور) میں لوگوں کو حق سبحانہ و تعالیٰ کی جانب رہنمائی کرنا زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ نیز اس لیے کہ ان کو بھی ساتھی بہم پہنچائے جائیں، تاکہ یہاں سے جدائی کے وقت ان کے ساتھ مل کر (ذکر و مراقبہ میں) مشغول رہیں اور تمام مریدوں سے بارہا اظہار فرماتے کہ ایسا نہ ہو اس اجازت سے اپنے آپ کو کامل خیال کرنے لگو اور فرماتے تھے کہ ہمارے گزشتہ مشائخ کرام نے اس قسم کی اجازت کو جائز رکھا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہ کو فرمایا تھا کہ جو کچھ تم کو ہم سے پہنچا ہے وہ لوگوں کو پہنچاؤ، حالانکہ مولانا (موصوف) کا کام

حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ کی وفات کے بعد حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ کے مریدوں میں دکھایا ہے۔ مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقہ کو مشائخ کے تمام طریقوں سے بہتر جانتے تھے اور اس طریقہ عالیہ نقشبندیہ کو اندراج النہایت فی البدایت کے تعلق کی بنا پر بعینہٖ اصحاب کرام کا طریقہ کہتے تھے اور اس سلسلہ کے متاخرین نے اپنے اکابر کے طریقے کے برخلاف جو بدعتیں پیدا کر لی ہیں، ان کو پسند نہیں فرماتے تھے اور اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ حضرت شیخ محی الدین العربی قدس سرہ کو نیکی کے ساتھ یاد کرتے تھے۔ شیخ موصوف کی نسبت اپنی چند در چند محبت کا اظہار کرتے اور فرماتے تھے کہ اس تمام محبت کے باوجود جو کہ ہم کو شیخ موصوف کے ساتھ ہے، مجھے اُن کے اکثر کشفی علوم پسند نہیں ہیں اور حق کو اس کے خلاف جانتا ہوں، لیکن چونکہ یہ خطا کشفی ہے، اس لیے مواخذہ سے دور ہے، بلکہ ایک درجہ ثواب کا احتمال رکھتی ہے اور خطائے اجتہادی کی طرح ہے اور معقولات و منقولات کے درس ظاہری کو بے تخلل وفتور کہتے تھے اور طلبہ کو علوم حاصل کرنے کی ترغیب دیتے اور تحصیل علوم کو طریقہ صوفیہ کے سلوک طے کرنے پر مقدم جانتے تھے۔

بعض ادعیہ مختلفہ:

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ جنات کے دفعیہ کے لیے یہ کلمات پڑھتے تھے: اَعُوْذُ بِوَجْهِ الْكَرِيْمِ وَبِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِىْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّوَّلَا فَاجِرٌ مِّنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَمِنْ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ طَوَارِقِ اللَّيْلِ اَلَّا يَطْرُقَ طَارِقٌ اِلَّا بِخَيْرٍ يَا رَحْمٰنُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ۔ جب کسی شخص پر جن کا اثر ہو جاتا اور وہ ہوش وحواس میں نہ رہتا تو اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہتے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہوش میں آ جاتا تھا۔ دیگر سورۂ فاتحہ، آیۃ الکرسی اور سورۂ جن کو کذبا تک پڑھ کر پانی پر دم کر کے آسیب زدہ کو پینے کے لیے دیتے، اسی وقت شفائے کاملہ حاصل ہو جاتی۔ دیگر یہ دعا بھی پڑھ کر آسیب زدہ پر دم کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے شفا پاتا تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ اَمْسَيْنَا وَاَصْبَحْنَا بِاللّٰهِ الَّذِىْ

لَيْسَ شَيْءٌ مُمْتَنِعٌ يَمْتَنِعُ بِهٖ مِنْ دُوْنِهٖ وَبِعِزَّةِ اللّٰهِ الَّتِيْ لَا تُرَامُ وَلَا تُضَامُ وَبِحَبْلِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ الَّذِيْ نَعْتَصِمُ بِهٖ وَبِاَسْمَائِهِ الْحُسْنٰى عَائِذًا مِنَ الْاَبَالِسَةِ مِنْ شَرِّ شَيْطَانِ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ مُعْلِنٍ وَّمُسِرٍّ وَّمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ بِاللَّيْلِ وَيَكْمُنُ بِالنَّهَارِ وَيَكْمُنُ بِاللَّيْلِ وَيَخْرُجُ بِالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ط اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَاَعُوْذُ بِمَا اسْتَعَاذَ بِهٖ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَاِبْرَاهِيْمُ الَّذِيْ وَفّٰى مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَاَ وَبَرَاَ مِنْ شَرِّ مَا بَقِيَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا تا طِيْنٍ لَّازِبٍ.

اور جب سفر پر روانہ ہوتے تو دو رکعت نماز استخارہ پڑھتے اس کی پہلی رکعت میں قل یا اور دوسری میں قل ہو اللہ پڑھتے اور دعائے استخارہ بھی پڑھتے اور گھر سے نکلتے وقت سورۂ فاتحہ و آیت الکرسی اور چاروں قل پڑھتے۔ مسنون دنوں میں سفر پر روانہ ہوتے اور کسی دن کو منحوس نہ سمجھتے اور فرماتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت سے نحوسات اُٹھالیے گئے ہیں، چنانچہ حدیث اَلْاَيَّامُ اَيَّامُ اللّٰهِ وَالْعِبَادُ عِبَادُ اللّٰهِ اس کی مؤید ہے۔ جب سوار ہوتے تو تکبیر کہتے اور آیہ کریمہ سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (الزخرف آیت ۱۴) اور جب کسی شہر یا گاؤں میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذَا الْمُقَامِ وَخَيْرَ مَنْ لَّهٗ

اور دورانِ سفر جب کہیں قیام کرتے تو بھی یہی آیہ کریمہ پڑھتے اور یہ دعا بھی تین مرتبہ پڑھتے:

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ.

چونکہ اس دعا کی خاصیتوں میں لکھا ہے کہ جو شخص اس دعا کو تین دفعہ پڑھے اس کو کوئی چیز ضرر نہیں پہنچاتی، یہاں تک کہ اس منزل سے کوچ کرے اور دو رکعت نماز بھی پڑھتے اور سفر میں لوگوں کو سورۂ قریش کی تلاوت کرنے کی ترغیب دیتے۔ اسی طرح جب کسی منزل پر اُترتے تو

منزل کی خیر وشر کے لحاظ سے دعائے استخارہ پڑھتے تھے۔ جب سفر سے واپس تشریف لاتے اور پھر کسی منزل کی طرف تشریف لے جاتے تو دوبارہ دعائے استخارہ پڑھتے۔ اور تیز ہوا چلنے کے وقت یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رِيَاحًا وَلَا تَجْعَلْهَا رِيحًا اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ فِيهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ.

اور بجلی کی کڑک اور چمک کے وقت یہ آیہ کریمہ پڑھتے:

سُبْحَانَ الَّذِىْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهٖ

اور جب کسی شخص کو کسی مصیبت میں مبتلا دیکھتے تو یہ پڑھتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ عَافَانِىْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِىْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا وَجَعَلَنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

اور جب کسی کافر یا بت پرست کو دیکھتے تو بھی یہی دعا پڑھتے اور جب آئینہ دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ كَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِىْ فَحَسِّنْ خُلُقِىْ وَحَرِّمْ وَجْهِىْ عَلَى النَّارِ۔

اگر بازار سے گزرنے کا اتفاق ہوتا تو یہ پڑھتے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِىْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَىٌّ لَا يَمُوْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ اَبَدًا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ.

دولت خانہ سے باہر تشریف لاتے تو کہتے:

تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَاعْتَصَمْتُ بِاللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِىِّ الْعَظِيْمِ.

جب چاند دیکھتے تو یہ پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاَمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالسَّلَامِ رَبِّىْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ.

اور اپنے دست مبارک کی انگلیوں سے اللہ کا نقش بنا کر ظاہر کرتے اور جب مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو یہ کہتے عَافَاكَ اللّٰهُ جب نیا لباس پہنتے تو یہ کہتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ هٰذَا الثَّوْبَ بِغَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ اور اس لباس کا نام بھی لیتے، مثلاً اگر عمامہ پہنتے تو کہتے كَسَانِیْ هٰذِهِ الْعِمَامَةَ اور اگر قمیص پہنتے تو کہتے هٰذَا الْقَمِیْصَ اور اگر کوئی دوسرا شخص لباس پہنتا تو کہتے اِلْبَسْ جَدِیْدًا عِشْ حَمِیْدًا وَمُتْ شَهِیْدًا۔ ۹ے

فصل ہفتم:

فضائل وخصائل

صفات ستودہ:

آپ کا خلق سراپا محمدی (ﷺ) تھا۔ صبر وشکر علم وتواضع، زہد وورع، قناعت وتسلیم، رضاو توکل اور خلق اللہ پر شفقت کی بلند صفات سے آراستہ تھے۔

نماز جنازہ میں شرکت:

آپ اہل حقوق کی حد درجہ رعایت فرماتے، کسی کے انتقال کی خبر آتی تو متاثر ہوتے اور کلمہ ترجیع (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) پڑھتے اور نماز جنازہ میں شرکت فرماتے۔ فوت ہونے والوں کی بخشش کے لیے اپنی ہمت صرف فرماتے اور دعا وایصال ثواب فرماتے تھے۔

سفر:

آپ مسنون دنوں جمعرات اور ہفتہ کو سفر فرماتے اور سفر شروع کرتے وقت ماثورہ دعائیں پڑھتے تھے۔ دوسرے دنوں کے سفر کو بھی نجس خیال نہیں فرماتے تھے۔ سفر کے لیے استخارہ بھی کرتے تھے۔

شرکت اجلاس:

آپ خلاف شرع اجلاس اور عام دعوتوں میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ خصوصی دعوت میں تشریف فرما ہوتے۔

اکرام مہمان:

اگر کوئی عزیز آپ سے ملاقات کے لیے آتا تو تعظیماً کھڑے ہو جاتے اور صدر مجلس میں اس کو جگہ دیتے اور اسی کے ذوق کی باتیں کرتے تھے۔ آپ کی خدمت میں پچاس ساٹھ بلکہ

ایک سو علماء، عرفاء، مشائخ، حفاظ، اشراف اور سادات میں سے ہوتے تھے، جن کو آپ کے مطبخ سے کھانا ملتا تھا۔

اتباع سنت:

آپ کا طریقہ بالکل صحابہ کرامؓ کے مطابق تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ ہمارا عمل اور کوشش بھی کیا چیز ہے؟ جو کچھ ہے، وہ سب فضل خداوندی ہے، لیکن اگر اس کا کوئی ذریعہ کہا جا سکتا ہے تو وہ سیّد الاولین والآخرین ﷺ کی متابعت ہے، جس پر کام میں کام کا دارومدار سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی عطا فرمایا ہے، وہ جزی اور کلی طور پر اس اتباع و پیروی کے راستے سے نصیب فرمایا ہے اور جو کچھ نصیب نہیں ہوا، وہ محض اس وجہ سے کہ بحکم بشریت اتباع کامل میں نقص وفتور ہونے کی وجہ سے۔

ایک روز آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دن بھول جانے سے جائے ضرورت میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں پہلے رکھ دیا، اس روز سے بہت سے احوال میں محرومی رہی۔

ایک بار آپ نے صالح ختلانی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ ہماری تھیلی سے تھوڑی سی لونگیں لے آؤ۔ وہ گئے اور لونگ کے چھ دانے لائے۔ آپ نے دیکھ کر ناپسندیدگی سے ارشاد فرمایا کہ ہمارے صوفی کو تا حال یہ معلوم نہیں کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ وتر ہے اور وتر کو پسند فرمایا ہے۔ وتر کا لحاظ رکھنا مستحب ہے۔ مستحب کو لوگوں نے کیا خیال کیا ہے؟ اگر دنیا و آخرت کو کسی ایسے نیک کام کے بدلے میں دے دیا جائے، جو اللہ پسند فرماتا ہے تو اس کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔

آپ کے ایک خادم سے منقول ہے کہ میں نے شیخ محمد بن فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ آپ نے سرہند میں کیا دیکھا؟ کچھ ہمیں بھی سنائیں۔ انہوں نے کہا کہ تجھ بے بصیرت کو کیا نظر آ سکتا ہے؟ لیکن میں نے یہ ضرور دیکھا کہ سنت کے آداب اور اس کی باریک باتوں میں کسی چھوٹی سے چھوٹی شے کو بھی آپ چھوڑتے نہیں تھے۔ کوئی دوسرا شخص اتنا اہتمام ہرگز نہیں کر سکتا۔

لباس:

آپ ہر کام میں آداب سنت کو ملحوظ خاطر رکھتے اور بدعت سے اجتناب فرماتے تھے۔ لباس شرع کے موافق زیب تن فرماتے۔ سر پر عمامہ ہوتا اور اس کے دونوں سرے کندھوں پر چھوڑتے تھے۔ (سوائے استنجا اور قضائے حاجت کے) مسواک کرتے کے آستین سے آویزاں رکھتے۔ پاجامہ ٹخنوں سے بلند، کبھی آدھی پنڈلی تک۔ جوتا معمولی، ہاتھ میں عصا، کندھے پر جائے نماز ہوتا تھا۔ جمعۃ المبارک اور عیدین کے موقع پر لباس فاخرہ زیب تن فرماتے تھے۔ جب نیا جوڑا زیب تن فرماتے تو پہلا کسی خادم کو یا عزیز کو یا مہمان کو عنایت فرما دیتے۔

سلام میں سبقت:

آپ سلام میں ہمیشہ سبقت فرماتے تھے۔ اہل حقوق کی حد درجہ رعایت فرماتے تھے۔

سنت کا نور:

آپ فرماتے تھے کہ کشف میں ایسا نظر آتا ہے کہ سارا عالم بدعات کے گرداب ظلمانی میں ڈوب گیا ہے اور اس میں سنت کا نور جگنو کی طرح چمک رہا ہے۔

غیبت وعیب جوئی سے نفرت:

آپ کو غیبت اور مسلمانوں کی عیب جوئی سے سخت احتراز تھا، (لہٰذا) خدام بھی آپ کے احترام وہیبت سے آپ کے سامنے کسی کی غیبت نہیں کر سکتے تھے۔

اخفاء پسندی:

آپ اپنے حالات وکیفیات کا بے انتہا اخفاء فرماتے تھے۔ ایک خاص الخاص مرید کا بیان ہے کہ میں نے دو سال کی مدت میں صرف تین چار بار ایسا دیکھا کہ آنسوؤں کے چند قطرے چہرہ مبارک پر گر پڑے۔ ایسے تین چار بار مضامین عالیہ بیان کرتے وقت رخسار مبارک اور آنکھوں میں سرخی دیکھی۔

استغفار و کثرت شکر:

آپ کثرت سے حمد و استغفار کرتے اور تھوڑی سی نعمت پر اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکر ادا فرماتے تھے۔ اگر کسی موقع پر آداب شرعی ذرا بھر چھوٹ جاتا تو آپ بہت زیادہ استغفار فرماتے تھے، جیسا خاصانِ درگاہ الٰہی کا معمول ہے۔

گھر تشریف فرما ہونا:

ضحوۂ کبریٰ (صبح صادق اور غروب آفتاب کے ٹھیک بیچ کا وقت) اور نماز چاشت کے بعد حرم سرا تشریف لے جاتے اور گھر والوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے۔ صاحبزادوں یا اہل تعلق میں سے اگر کوئی چیز تیار کرتا تو پیش کرتا۔ فرزندوں اور خدام میں سے اگر کوئی اس وقت موجود نہ ہوتا تو اس کا حصہ الگ رکھوا دیتے۔

کھانا تناول فرمانا:

کھانے میں اکثر کھلانے میں مشغولی رہتی اور زیادہ وقت دوسروں کی خبر گیری اور خاطر میں گزرتا۔ بعض اوقات برائے نام تناول فرماتے۔ معلوم ہوتا تھا، جیسے کھانے کی احتیاج نہیں، محض سنت کی پیروی مقصود ہے۔ آخری زندگی میں جب گوشہ نشینی اختیار فرمائی اور روزہ رکھتے تو کھانا بھی خلوت خانہ میں تناول فرماتے۔

دوپہر سے عشاء تک:

دوپہر کا کھانا تناول کرنے کے بعد سنت کے مطابق قیلولہ فرماتے۔ موذن ظہر کے اوّل وقت اذان دیتا۔ آپ وضو فرما کر سنت زوال پڑھتے۔ پھر ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر کسی حافظ سے ایک پارہ یا کم وبیش (تلاوت) سنتے اور اگر درس ہوتا تو درس دیتے۔ نماز عصر میں مثلین ہو جانے کے بعد اوّل وقت میں ادا فرماتے۔ عصر کے بعد غروب تک اصحاب وخدام کے ساتھ سکوت ومراقبہ میں مشغول اور خدام کی باطنی کیفیات کی طرف متوجہ رہتے۔ نماز مغرب کی سنت کے بعد اوابین ادا کرتے، کبھی چار رکعت، کبھی چھ رکعت، نماز عشاء شفق ابیض کے زوال کے بعد فوراً پڑھ لیتے۔ وتر کی دعائے قنوت میں احناف وشوافع کی دعائے قنوت کو جمع کر کے پڑھ

لیتے۔ نماز وتر کے بعد کبھی دو رکعت بیٹھ کر، کبھی کھڑے ہو کر ادا فرماتے۔ آخر زمانہ میں شاذ و نادر یہ دو رکعتیں پڑھیں۔ وتر کے بعد دو سجدے جو متعارف ہیں، نہیں فرماتے تھے۔

نماز عشاء اور وتر کے بعد جلد آرام فرمانے کے لیے لیٹ جاتے اور ادعیہ ماثورہ پڑھنے میں مشغول ہو جاتے۔

رمضان المبارک کا اجتماع خاص:

آپ کی خانقاہ شریف پر رمضان المبارک میں اجتماع خاص ہوتا ہے۔ صلحاء، علماء اور مریدوں کا ایک جم غفیر دور و نزدیک مقامات سے آ کر خانقاہ شریف پر حاضری دیتا تھا اور تراویح اور ختم قرآن میں شریک ہوتا ہے۔ رمضان المبارک میں مصلے بچھائے جاتے اور چراغ روشن کیے جاتے تھے۔ آپ افطار میں عجلت اور سحری میں آخر وقت کے لیے کوشش فرماتے تھے اور حتی الامکان (رمضان میں) دن کے وقت بیت الخلاء نہیں جاتے تھے کہ پانی سے استنجا کرنے سے جوف میں پانی جانے کا احتمال ہوتا ہے اور اگر کبھی اتفاقاً دن میں استنجا کرنے کا اتفاق ہوتا تو بطور احتیاط اس روزہ کی قضا بھی کرتے تھے اور رمضان میں دن رات قرآن پاک کی تلاوت وسماعت میں مصروف رہتے تھے۔

عبادات وریاضات:

گرمی ہو یا سردی آپ کا سفر وحضر میں یہ معمول تھا کہ اکثر رات کو نصف اخیر میں اور کبھی ثلث اخیر میں بستر سے اُٹھ جاتے اور اس وقت کے لیے احادیث میں جو دعائیں آئی ہیں، وہ پڑھتے۔ وضو بڑے اہتمام اور احتیاط (اسباغ وضو) کے ساتھ فرماتے کہ پانی اعضاء کو پورے طور پر پہنچ جائے۔ دوسرے کو اس کی اجازت نہ دیتے کہ وہ پانی ڈالے۔ وضو کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ ہوتا، البتہ پاؤں مبارک دھوتے وقت اس کو شمال یا جنوب کی طرف موڑ لیتے۔ مسواک کی بڑی پابندی فرماتے اور جو دعائیں حدیث میں آئی ہیں، وہ پڑھتے۔ پھر بڑے حضور، جمعیت اور طول قراءت کے ساتھ نوافل پڑھتے۔ نوافل سے فارغ ہونے کے بعد خشوع واستغراق کے ساتھ مراقبہ میں مشغول ہو جاتے۔ فجر سے کچھ پہلے سنت کے مطابق جھپکی

لے لیتے اور صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے اُٹھ جاتے، تازہ وضو فرماتے، فجر کی سنت دولت خانہ ہی پر ادا فرماتے۔ سنت وفرض کے درمیان سری طریقہ پر ''سبحان اللہ بحمدہ سبحان اللہ العظیم'' پڑھتے رہتے۔ فجر کی نماز آخر غلس (اندھیرے) اور اوّل اسفار (روشنی) میں ادا فرماتے۔ تاکہ غلس واسفار کے بارے میں دونوں مذہبوں پر عمل ہو جائے۔ خود امامت کراتے اور نماز فجر میں طوال مفصل (سورۃ حجرات سے سورہ البروج تک کی سورتیں، جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے) پڑھتے تھے۔

فجر کی نماز کے بعد اشراق کے وقت تک حلقہ فرماتے۔ پھر طویل نماز اشراق پڑھ کر اور تسبیحات وادعیہ ماثورہ سے فارغ ہو کر دولت خانہ میں تشریف لاتے اور اہل خانہ و متعلقین کی خیر خبر لیتے اور جو امور روزمرہ کی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے متعلق ہدایت دیتے۔

پھر خلوت میں تشریف لے جاتے اور پوری توجہ کے ساتھ تلاوت میں مشغول ہو جاتے۔

تلاوت کے بعد طالبین کو طلب فرما کر ان کے حالات کی تحقیق و ہدایات فرماتے۔ اسی وقت خاص الخاص اصحاب کو بلا کر مضامین وعلوم خاصہ سے ان کو مستفید فرماتے اور ان کو توجہ دیتے اور اپنے حالات وکیفیات سے مطلع فرماتے۔ آپ ان کو علوم ہمت، اتباع سنت اور دوام ذکر وحضور اور اخفائے حال کی تاکید فرماتے۔ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرماتے کہ ساری کائنات اس کے مقابلہ میں وہ حیثیت بھی نہیں رکھتی جو ایک قطرہ کی دریائے محیط کے سامنے ہے۔ خدام وحاضرین کو کتب فقہ کے مطالعہ کی تاکید اور علمائے سے احکام شریعت کی تحقیق کی ترغیب فرماتے۔

اعتکاف:

رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے۔

درود شریف:

آپ درود شریف کثرت سے پڑھتے۔ خاص طور پر جمعہ کی رات، جمعہ کے دن، سوموار کی رات اور سوموار کے دن۔

تلاوت قرآن مجید:

تلاوت کے وقت چہرہ مبارک اور پڑھنے کے انداز سے سامعین کو ایسا محسوس ہوتا کہ اسرار قرآنی و برکات آیات کا فیضان ہو رہا ہے۔ نماز اور بیرون نماز میں خوف کی آیات پڑھتے یا جن آیات میں تعجب و استفہام آیا ہے۔ اس کا انداز ولہجہ پیدا ہو جاتا۔ نماز میں تمام سنت و مندوبات اور آیات کی رعایت فرماتے۔ تحیۃ الوضوء اور تحیۃ المسجد کا بھی اہتمام کرتے۔ تراویح کے علاوہ کوئی نفل نماز جماعت سے ادا نہ کرتے۔ لوگوں کو شب عاشورا یا شب قدر میں جماعت کے ساتھ نوافل ادا کرنے سے منع فرماتے۔

اہتمام رمضان:

رمضان کا بڑا اہتمام فرماتے، تین سے کم ختم قرآن نہ کرتے۔ خود حافظ تھے، لہٰذا غیر رمضان میں بھی زبانی تلاوت فرماتے اور مختلف حلقوں میں بھی سنتے رہتے۔ افطار میں جیسا کہ احادیث میں آیا ہے، جلدی اور سحری میں دیر سے کام لیتے اور اس کا اہتمام فرماتے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی:

زکوٰۃ کی ادائیگی میں معمول یہ تھا کہ جب کہیں سے کوئی ہدیہ یا نذر آتی تو حولان حول یا سال گزرنے کا انتظار نہ فرماتے۔ ان فتوحات کے وقت فوراً حساب کر کے زکوٰۃ ادا فرما دیتے اور ان میں اہل اصلاح، بیوگان اور اہل قرابت کو ترجیح دیتے۔ حج کا کئی بار عزم مصمم فرمایا، لیکن نوبت نہ آئی۔ ہمیشہ شوق میں رہے اور اسی شوق میں اس دنیا سے سفر اختیار فرمایا۔

عیادت:

آپ مریضوں کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے اور بیماری کو دور کرنے کے لیے توجہ فرماتے۔ مسنون دعائیں پڑھ کر ان پر دم فرماتے اور سینکڑوں مریضوں کو شفا نصیب ہوتی۔

زیارت قبور:

آپ زیارت قبور کے لیے بھی تشریف لے جاتے تھے۔

درس وتدریس:

آپ بعض اعلیٰ دینی کتابوں، مثلاً تفسیر بیضاوی، صحیح بخاری، مشکوٰۃ المصابیح، فقہ واصول اور کلام میں ہدایہ، بزدوی، مواقف اور تصوف میں عوارف المعارف کا درس دیتے تھے، لیکن بحث ومباحثہ اور قیل وقال سے گریز فرماتے تھے۔ عمر کے آخری حصہ میں درس کے سلسلے میں کمی آ گئی تھی۔ آپ طلبا کو دینی علوم کی تحصیل کی تاکید فرماتے اور علم کی تحصیل کو سلوک وطریقہ پر مقدم رکھتے تھے۔

مہمان نوازی:

آپ کی خدمت میں پچاس ساٹھ، بلکہ سو آدمیوں کے قریب ہمیشہ علماء، عارفین، مشائخ، حفاظ وشرفاء وسادات میں سے رہتے تھے اور سب کو آپ ہی کے مطبخ سے کھانا پہنچتا تھا۔

تسلیم ورضا:

آپ کی رضا وتسلیم کی خوانہتا درجہ پر پہنچی ہوئی تھی۔ آپ کے عزیز واقارب کو حکام سے بہت زیادہ تکالیف پہنچی، لیکن آپ نے ہمیشہ تسلیم ورضا سے کام لیا اور کبھی اس کی شکایت زبان سے نہیں کی۔

دوام ذکر اور حضور ومراقبہ:

آپ کی خدمت میں حاضر رہنے والے ایک صاحب سے منقول ہے کہ آپ کے حالات دیکھ کر متقدمین اولیاء کے حالات پر یقین آ گیا اور معلوم ہوا کہ ان میں کوئی مبالغہ نہیں تھا، بلکہ احساس ہوا کہ لکھنے والوں نے کم لکھا، سارا دن اسی مشغولی میں گزرتا۔

آپ کے ایک خادم خاص، جو وضو، جا نماز اور عبادات سے متعلق دوسری خدمات

سرانجام دیتے تھے۔ روایت کرتے ہیں کہ صرف قیلولہ کے وقت اور رات کے ثلث دوّم میں مجھے کچھ فرصت ملتی ہے۔ آپ اپنے خدام اور احباب کو بھی کثرت دوام، حضور اور مراقبہ کی تاکید فرماتے تھے۔ آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ یہ دنیا عمل کرنے کی جگہ اور آخرت کی کھیتی ہے۔ حضور باطن کو آداب اور ظاہری اعمال کے ساتھ جمع رکھنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کے مبارک پاؤں عبادت کی کثرت کی وجہ سے سوج جایا کرتے تھے

عقائد مبارک:

آپ متکلمین میں علمائے ماتریدین کی تقلید کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ کشف صحیح سے اس کی حقانیت ظاہر ہوتی ہے۔ اس میں بمقابلہ عقائد اشعریہ فلسفہ کا دخل نہیں ہے اور یہ طریقہ انوار نبوت سے مقتبس ہے اور بعض شیوخ کو جو اس کے خلاف مکاشفات ہوئے ہیں، بے اصل و بے بنیاد ہیں۔ آپ دین کی تعلیم کو سلوک کی تلقین کے مقابلہ میں مقدم رکھتے تھے اور نبوت کو ولایت سے افضل فرماتے تھے اور خاص خاص انسانوں کو خاص خاص فرشتوں پر فضیلت دیتے تھے اور صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو تمام اولیاء سے بہتر سمجھتے تھے۔ اولیائے عشرت کو اولیائے عزت سے اعلیٰ اور مذہب حنفی کو دوسرے مذاہب پر ترجیح اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ کو دوسرے طریقوں پر فوقیت دیتے اور فرماتے تھے کہ یہ طریقہ شرع شریف کی اتباع کی وجہ سے صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے طریقہ کے عین مطابق ہے۔ اس کی نسبت دوسری نسبتوں سے بلند اور ارفع ہے۔

آپ اکثر اوقات شیخ اکبر (محی الدین ابن العربی) رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۳۸ھ/ ۱۲۴۰ء) کے محامد بیان فرماتے، مگر ان کے بعض خلاف شرع مکاشفات کی تردید فرماتے تھے۔ توحید شہودی کے معارف کو توحید وجودی پر اور صحو کو سکر پر ترجیح دیتے تھے۔ ذکر جہر کو خلاف ادب سمجھتے تھے اور چلہ کشی کو بے ضرورت اور خلافِ سنت فرماتے تھے۔ قبروں کو سجدہ کرنے، سماع ورقص اور صندل و چراغاں (اور) عرس کو ناجائز فرماتے اور سختی سے منع فرماتے تھے۔ نفس میلاد کو جائز اور طریقہ مروجہ کو ناجائز فرماتے تھے، لیکن قبروں کی زیارت کو مستحسن اور اولیائے اللہ سے مدد چاہنے کو درست اور ایصالِ ثواب، عبادات مالی و بدنی کو جائز اور عام امر مسنون کو خواہ کوئی بہ تعین ادا

کرے داخل سنت قرار دیتے تھے۔ قبروں کے طواف اور بوسہ دینے کو مکروہ جانتے تھے۔ مزارات والد اور پیر بزرگوار پر شروع شروع میں آپ ہاتھ پھیر کر چہرہ انور سے ملتے تھے، لیکن آخر میں اس کو بھی ترک فرما دیا تھا۔ حتی الامکان مذاہب فقہا میں جمع کر کے متفق علیہ مسئلہ پر آپ عمل فرماتے تھے۔ چنانچہ اس غرض سے آپ خود امامت کرتے تھے کہ سورہ فاتحہ پڑھ سکیں اور قراءۃ خلف الامام بھی نہ ہو۔ چونکہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۵۰ھ/ ۷۶۷ء) کے نزدیک قبرستان میں قرآن مجید کی تلاوت مکروہ اور ان کے شاگرد حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۹ھ/ ۱۸۰۵ء) اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۲ھ/ ۷۹۸ء) کے نزدیک روا ہے۔ گاہے آپ پڑھتے تھے اور کبھی ترک فرما کر مسنون دعاؤں پر اکتفا کرتے تھے۔

فقہی مسائل میں عمل کا انداز:

اگر چہ آپ فقہی مسائل سے خوب آگاہ تھے اور اصول حقہ میں کامل عبور حاصل تھا، مگر احتیاط کی وجہ سے فقہی مسائل میں معتبر کتابوں کی طرف رجوع فرماتے اور ان کو سفر وحضر میں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ آپ ہمیشہ مفتی بہ قول پر عمل فرماتے اور فقہائے کبار کے مسئلہ کو ترجیح دیتے تھے۔ آپ اکثر امامت خود کراتے تھے۔ ایک بار اس کی حکمت یوں بیان فرمائی:

> ''حضرات شافعیہ و مالکیہ کے یہاں قراءت فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی، لہٰذا وہ امام کے پیچھے بھی فاتحہ پڑھتے ہیں اور بہت سی احادیث صریحہ بھی اس پر دلالت کرتی ہیں، لیکن ہمارے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے یہاں مقتدی کے لیے فاتحہ پڑھنا جائز نہیں اور جمہور فقہائے حنفیہ کا بھی یہی مذہب ہے، چونکہ میں مذاہب کے جمع کرنے کی کوشش کرتا ہوں، لہٰذا اس کی سہل صورت یہی نظر آئی کہ امامت خود کروں۔''[۸۰]

فصل ہشتم:

وصال مبارک اور اولادِ امجاد

سرہند شریف واپسی:

جب آپ کی عمر مبارک ایک برس رہ گئی تو آپ نے بادشاہ سے رخصت چاہی اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۳۳ھ/ ۱۲۳۶ء) کے مزار مبارک کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ کافی دیر مراقبہ فرمایا۔ بعد ازاں رُخصت ہونے لگے تو مزار مبارک کے خدام نے حضرت خواجہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا قبر پوش جو ہر سال نیا چڑھا کر پرانا بادشاہوں کو دیتے ہیں، آپ کی خدمت میں پیش کیا آپ نے بصد خوشی قبول فرمایا اور اسے اپنے خادم کے حوالے فرمایا۔

پھر ۱۹ ربیع الآخر ۱۰۳۳ھ/ ۹ فروری ۱۶۲۴ء کو آپ اپنے وطن مالوف سرہند شریف تشریف فرما ہوئے۔ اہل سرہند شریف نے آپ کا پرجوش استقبال کیا۔[۸۱]

سفر آخرت کا اشارہ:

سرہند شریف تشریف فرما ہونے کے بعد آپ نے شعبان المعظم ۱۰۳۳ھ/ مئی ۱۶۲۴ء میں تمام تعلقات کو منقطع فرما کر خلوت گزینی اختیار فرمائی۔ سوائے مخدوم زادوں اور تین خادموں کے اور کسی کو حاضری کی اجازت نہ تھی۔ انہی ایام میں حضرت خواجہ محمد ہاشم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۴ھ/ ۱۶۴۴ء) نے اپنے اہل وعیال کو حیدر آباد سے لانے کے لیے اجازت چاہی، جو آپ نے عطا فرمائی۔ انہوں نے رُخصت ہوتے وقت عرض کیا کہ حضرت دعا فرمائیں، پھر حاضر خدمت ہو کر قدم بوسی کا شرف پاؤں۔ آپ نے ایک سرد آہ بھری اور ارشاد فرمایا: ''دعا کرتا ہوں کہ آخرت میں ہم پھر ایک جگہ جمع ہوں۔''[۸۲]

بیماری کا آغاز:

آخری عمر مبارک میں آپ کو دمہ کا عارضہ لاحق ہوا۔ آپ ۱۵ شعبان ۱۰۳۳ھ/ ۳ جون ۱۶۲۴ء کی رات جب اپنے گھر تشریف لائے تو اہلیہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا نے عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ آج کس کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا ہے اور کس کا باقی رکھا گیا ہے؟'' اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم تو شک وشبہ میں یہ بات کہہ رہی ہو، لیکن اس شخص کی کیا حالت ہوگی، جو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو کہ اس کا نام صفحۂ ہستی سے محو کر دیا گیا ہے؟''

یہاں تک کہ آپ عید الاضحیٰ کی نماز ادا فرما کر اپنے گھر تشریف فرما ہوئے تو اپنے خلفائے عظام اور مریدین گرامی کو ارشاد فرمایا: ''نبی کریم ﷺ کی سنت مبارک کے مطابق میری عمر بھی ۶۳ برس ہوگی اور یہ وقت قریب پہنچا ہے۔ آپ سب پر لازم ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول مقبول ﷺ پر عمل کرتے رہیں۔'' اس کے چار روز بعد ہی آپ کو دمہ کے دورہ کا آغاز ہوا۔[۸۳]

بیماری میں شدت:

آپ کو خلوت وگوشہ نشینی میں چھ یا سات ماہ کا عرصہ ہو چکا تھا کہ ۱۷ ذی الحجہ ۱۰۳۳ھ/ ۳۰ ستمبر ۱۶۲۴ء کو دمہ کا دورہ لاحق ہوا، اگرچہ یہ عارضہ ہر سال ہوتا تھا، لیکن اس بار زیادہ شدید تھا اور اس کے ساتھ بخار بھی ہو گیا، جس سے عزیزوں کو سخت پریشانی ہوگئی۔ انہی ایام میں ایک روز آپ نے اپنے صاحبزادہ حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) سے ارشاد فرمایا:

> ''آج رات میں نے غوث الثقلین قدس سرہ کو خواب میں دیکھا کہ میرے حال پر نہایت مہربانی اور عنایت فرماتے ہیں اور اپنی زبان مبارک کو میرے منہ میں ڈال کر فرماتے ہیں کہ میرے شعر:
>
> أَفَلَتْ شُمُوْسُ الْأَوَّلِيْنَ وَشَمْسُنَا
> أَبَدًا عَلٰى أُفُقِ الْعُلٰى لَا تَغْرُبُ
>
> یعنی: سب پہلے بزرگوں کے سورج غروب ہو چکے ہیں، اور ہمارا سورج ہمیشہ اُفق اعلیٰ پر روشن رہے گا اور کبھی غروب نہیں ہوگا۔

اور میرے قول "قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيِّ اللّٰهِ (یعنی: میرا یہ قدم اللہ تعالیٰ کے ہر ولی کی گردن پر ہے) پر حیران ہیں، اس کا حل لکھو۔ تم اس ضعف سے صحت یاب ہو جاؤ گے۔"

بعد ازاں آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کو وصیت فرمائی کہ اس شعر کا حل ضرور لکھنا اور آپ نے خود اپنی زبان مبارک سے اس کی تشریح فرمائی۔ پھر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے وصال مبارک کے بعد آپ کی تعزیت کے دنوں میں اس وصیت پر عمل فرمایا اور مکتوبات شریف کی تیسری جلد کے آخر میں مکتوب نمبر ۱۲۳ ابنام حضرت شیخ نور محمد بہاری رحمۃ اللہ علیہ میں اسے شامل فرمادیا۔[۸۴]

بقائے الٰہی کا اشتیاق:

ان ضعف کے دنوں میں لقائے الٰہی کے اشتیاق کے غلبے کی بنا پر آپ پر گریہ زاری طاری رہتی اور اکثر اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى کا کلمہ زبان پر جاری رہتا تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے: "اگر کوئی طبیب کہے کہ تمہاری بیماری کا علاج نہیں ہے تو سو روپیہ بطورِ شکرانہ خیرات کروں۔"

یہاں تک کہ ۱۲ محرم ۱۰۳۴ھ/ ۲۵- اکتوبر ۱۶۲۴ء کو آپ نے ارشاد فرمایا: "ابھی مجھے بتایا گیا ہے کہ چالیس پچاس روز کے درمیان تجھے اس جہان سے اس جہان میں جانا ہوگا۔"

(نیز فرمایا): "مجھے میری قبر بھی دکھائی گئی ہے۔" بعد ازاں حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کی بشارت کے مطابق ضعف سے صحت نصیب ہوئی اور نماز کے لیے مسجد میں تشریف لے جانے لگے۔ صحت کے ان دنوں میں آپ نے کثرت سے ملاقات وخیرات دیے۔

پھر اسی روز اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ عبد الاحد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۹ء) کے مزار مبارک کی زیارت کو تشریف لے گئے اور یہ آپ کی آخری زیارت تھی۔ آپ دیر تک مراقبہ میں رہے اور تمام قبرستان والوں کی مغفرت کے لیے بہت دعا فرمائی۔ بعد ازاں اپنے جد بزرگوار حضرت شیخ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر تشریف فرما ہوئے اور یہاں بھی مراقبہ فرمایا اور یہاں مدفون لوگوں کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی۔ بعد ازاں اپنے گھر تشریف لے آئے۔[۸۵]

کمالات مخصوصہ سے حصہ:

۲۳ صفر ۱۰۳۴ھ/۲۴ نومبر ۱۶۲۴ء آپ نے اپنے مریدوں اور صاحبزادگان سے ارشاد فرمایا: ''جو کمال کہ کسی انسان کے لیے مخصوص ہیں اور حاصل کیے جاسکتے ہیں، نبی کریم ﷺ کے طفیل مجھے اس سے ایک حصہ عطا کیا گیا ہے''۔ آپ کا یہ ارشاد سن کر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے حاضرین کو آپ کی جدائی کا فکر لاحق ہو گیا۔[۸۶]

وصایا مبارک:

آپ نے اپنی زندگی مبارک کے آخری دنوں میں اپنے صاحبزادگان گرامی، خلفاء اور مریدوں کو کئی وصیتیں فرمائیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

آپ نے ارشاد فرمایا:

''میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کی سنت کی اتباع کرنا۔

دین حق کے مجتہدین کی فرمانبرداری کرنا۔

خلاف شرع مشائخ سے اجتناب کرنا۔

جو فقراء وحدت وجود کے قائل ہیں اور رقص وسماع کو کام میں لاتے ہیں وہ جھوٹے ہیں، کیونکہ جو احوال سالک پر ان امور سے وارد ہوئے ہیں، میں نے انھیں حضرت سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، آپ ﷺ نے ان سے منع فرمایا۔

شریعت وطریقت پر ثابت قدم رہنا۔

عزیمت پر عمل کرنا، کرامت ورخصت کو اعمال میں داخل نہ کرنا۔

ذکر وشغل اور مراقبہ کثرت سے کرنا۔

اپنا سارا وقت یاد الٰہی میں صرف کرنا، تاکہ باطنی احوال کشادہ ہو جائیں۔

باطنی ترقی شریعت پر ثابت رہنے اور سنت نبوی ﷺ کی پیروی کے بغیر

محال ہے، اگر کوئی شخص شریعت کا مخالف ہو اور اس سے خوارق عادات یا کرامات ظاہر ہوں تو وہ کرامت نہیں، بلکہ استدراج ہے۔ یہ باتیں میں نے اپنے کلام (مکتوبات) میں مفصل لکھ دی ہیں، ان پر عمل کرنا، تاکہ تمھیں نجات حاصل ہو اور علم باطنی سے حصہ ملے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان تمام مریدوں کا حال مجھ پر منکشف فرمایا ہے، جو قیامت تک میرے سلسلے میں داخل ہوں گے۔ اُمت محمدی ﷺ کے اکثر نیک لوگ مجھے اپنے سلسلے میں معلوم ہوئے۔ نیز میرے فرزندوں کی عزت کرنا، ان سے دعا و توجہ کے لیے التماس کرنا، سختی اور مصیبت میں ان سے مدد طلب کرنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں پوری پوری معرفت اور مکمل قرب عطا فرمایا ہے، وہ تمام جہان میں شریف و کریم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ ہماری نسبت خاصہ اور تمام جہانؑ کی قطبیت قیامت تک ہمارے فرزندوں میں رہے گی۔''

بعدازاں آپ نے اپنے صاحبزادگان کو وصیت فرمائی:

''میری تجہیز و تکفین میں نبی کریم ﷺ کی سنت کا مکمل لحاظ رکھنا، میری قبر کو خام رکھنا۔ میری قبر کسی گمنام جگہ بنانا۔''

اس پر آپ کے صاحبزادہ حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/۱۶۶۰ء) نے عرض کیا:

''حضرت سلامت! آپ نے پہلے فرمایا تھا کہ ہماری قبر صاحبزادہ محمد صادق (رحمۃ اللہ علیہ) کے احاطہ میں ہوگی اور قبر کی جگہ بھی آپ نے معین فرما دی تھی اور اس جگہ کی بزرگی اور برکت و انوار بھی بیان فرمائے تھے۔''

یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا:

''ہاں! میں نے کہا تھا، لیکن اس وقت مجھے یہی شوق ہے، اگر تم کو یہ منظور نہ ہو تو والد بزرگوار کے نزدیک یا باغ میں دفن کرنا۔''

جب حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ نے اصرار کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''اچھا! جو مناسب ہو، وہ کرنا۔''

پھر آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا سے فرمایا:

''میری تجہیز و تکفین اپنے مہر سے کرنا۔'' ۸۷؎

ضعف کا غلبہ:

بروز جمعرات ۲۳ صفر ۱۰۳۴ھ/ ۲۵ نومبر ۱۶۲۴ء کو عصر کے وقت آپ نے اپنے کپڑے فقیروں میں خیرات فرما دیے۔ بعد ازاں آپ پر بیماری کا غلبہ ہوا۔ جس رات کے بعد آپ کا وصال ہوا۔ آپ اُٹھ کر بیٹھے اور ارشاد فرمایا:

''میری ہمت کا پرندہ آستان قدس تک پہنچا اور آواز آئی کہ یہ حقیقت کعبہ ہے۔ اس کے بعد عروج ہوا اور مقام صفات حقیقیہ تک پہنچا، جو بوجود ذات موجود ہیں۔ پھر میں شیونات ذاتیہ تک پہنچا، وہاں سے ذات بحت تک پہنچا۔ جو ہر قسم کے اعتبارات اور نسبتوں سے معرا ہے اور گرد ظلیت نے وہاں تک راہ نہیں پائی ہے۔''

اگرچہ آپ پر ضعف کا غلبہ طاری تھا، لیکن عبادات و وظائف حسب معمول جاری رہے۔

زندگی کی آخری رات:

نماز تہجد کے لیے وضو فرمایا اور کھڑے ہو کر یہ نماز ادا فرمائی۔ پھر فرمایا کہ یہ ہماری آخری نماز تہجد ہے۔ پھر نماز فجر با جماعت ادا فرمائی۔ اس کے بعد زبان مبارک سے ہندی کا یہ مصرع جاری ہوا:

آج ملاوا کنت سوں سکھی سب جگ دیواں وار

یعنی: آج دوست سے ملنے کا دن ہے۔ اس خوشی میں سب دنیا کو میں قربان کر دوں۔

اس کے بعد نماز اشراق جمعیت کے ساتھ ادا فرمائی اور حسب معمول صحیحین میں مذکور ماثورہ دعاؤں کا ورد فرماتے رہے اور اس دوران مراقبہ میں بھی مشغول ہوتے رہے۔ اس ضعف و ناتوانی کے دوران بھی آپ نے نماز باجماعت ادا فرمائی۔ قومہ وجلسہ بھی پورے آداب سے ادا فرمائے اوراد و وظائف بھی حسب معمول جاری رہے۔

حالت ضعف میں حافظ عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ سے دو روپے کے کوئلے لانے کو فرمایا۔ پھر فرمایا کہ ایک روپے کے لانا۔ خادم نے عرض کیا حضرت سردی کا موسم ہے، کام آئیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اس قدر وقت وزندگی کی اُمید کہاں؟ کوئلے آئے تو ایک روپے کے الگ فرمائے اور گھر بھجوا دیے۔ باقی ایک روپے کے رکھ کر فرمایا کہ یہ ہمارے لیے کافی ہیں اور وقت وصال تک یہی آپ کے لیے کافی ہوگئے۔

منگل کی رات اپنے خدام سے فرمایا کہ تم نے بڑی تکلیف اُٹھائی۔ بس یہی رات مشقت کی ہے۔ اس پر سب حاضرین رونے لگے۔ پھر اپنے بستر مبارک پر یوں لیٹے کہ سر مبارک شمال کی طرف، چہرہ انور قبلہ رو، دایاں ہاتھ ٹھوڑی مبارک کے نیچے رکھا اور ذکر میں مصروف ہو گئے۔ آپ کی سانس مبارک تیز ہوئی تو حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) نے دیکھ کر عرض کیا کہ مزاج مبارک کیسا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ''اچھا ہے، جو دو رکعت نماز پڑھی ہے، وہی کافی ہے''۔ یہ آخری الفاظ تھے جو آپ نے ادا فرمائے۔ اس کے بعد کسی سے بات نہیں فرمائی، البتہ زبان مبارک سے اللہ، اللہ، تادم آخر جاری رہا۔[۸۸]

وصال مبارک:

بالآخر اسی حال میں آپ نے بروز منگل، اشراق کے وقت ۶۳ برس کی عمر میں تریسٹھ روز کی بیماری کے بعد ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ/ ۳۰ نومبر ۱۶۲۴ء کو قضائے الٰہی سے عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ. صاحب زبدۃ المقامات لکھتے ہیں: ''آپ کے وصال کے روز آسمان کے چاروں کنارے سرخ ہو گئے تھے، جیسا کہ ''شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور'' میں حدیث آئی ہے کہ ''مومن کی موت پر آسمان وزمین روتے ہیں اور آسمان کا رونا اس کے کناروں کا سرخ ہونا ہے۔''

وصال مبارک کے بعد آپ کے چہرہ انور پر تبسم کے آثار ظاہر تھے۔ جب آپ کے بھتیجے شیخ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو غسل دیا تو اوّل آپ نے دونوں ہاتھ بطریق نماز باندھے ہوئے تھے۔ وضو کراتے وقت آپ کے دونوں ہاتھ کھول کر سیدھے کر کے بائیں کروٹ پر لٹایا اور دائیں جانب غسل دیا۔

بعد ازاں دائیں کروٹ پر لٹایا اور بائیں جانب غسل دیا۔ اس دوران حاضرین نے دیکھا کہ آپ کے دونوں دست مبارک پھر پہلی طرح ایک حرکت کے ساتھ حالت نماز کی صورت میں بندھ گئے۔

حضرت مولانا بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ غسل کے وقت حاضر تھے اور پانی ڈال رہے تھے۔ انہوں نے سارا منظر آنکھوں سے دیکھا۔ آپ کے پاؤں مبارک کو بوسہ دیا۔ اپنی آنکھوں سے ملا اور سعادتیں حاصل کیں۔ آپ کو سنت کے مطابق تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ لفافہ، قمیض، تہبند۔ نماز جنازہ آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) نے پڑھائی۔

بعد ازاں آپ نے سرہند شریف میں اسی گنبد شریف میں آخری آرام گاہ پائی، جس میں آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) مدفون تھے۔ آپ کا مزار انور مرجع الخلائق ہے۔ آپ کے مزار مقدس کے بارے میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے اپنے مکتوبات شریف (جلد ۲: مکتوب ۷۰) میں تحریر فرمایا ہے:

> ''پوشیدہ نہ رہے کہ ہمارے حضرت مجدد الف ثانی (رحمۃ اللہ علیہ) کو بھی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال اتباع کی وجہ سے یہ بشارت نصیب ہوئی ہے کہ جس روضہ متبرک میں آپ کی قبر ہے، اس کا صحن قدیم ریاض جنت میں سے ایک روضہ ہے۔ فرماتے تھے کہ مجھے بشارت دی گئی ہے کہ اگر اس روضہ مبشرہ کی خاک کی ایک مٹھی کسی شخص کی قبر میں ڈال دی جائے تو بڑی بڑی اُمیدیں ہیں، پس اس شخص کا کیا حال جو اس روضہ

میں مدفون ہو۔“

آپ کے روضہ مقدسہ کو حاجی سیٹھ ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ اور حاجی ہاشم خلف حاجی دادا رحمۃ اللہ علیہ ساکن دوراجی ملک کاٹھیاوار نے دوبار تعمیر کرایا۔ قدیم قبہ کو اس کی اصلی حالت پر رکھ کر اس کے اُوپر سنگ مرمر کا نہایت عالی شان خوبصورت گنبد بنایا، جسے دیکھ کر دل کو سرور اور آنکھوں کو جلا نصیب ہوتا ہے۔ اس زمانے میں اس جدید عمارت پر ایک لاکھ پینتالیس ہزار روپے خرچ ہوئے تھے اور پانچ برس میں مکمل ہوئی تھی۔ اس کے جنوبی دروازہ پر یہ عبارت تحریر تھی:

”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

مزار پر انوار حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی نقشبندی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ۔ این روضہ منورہ بتاریخ ۱۳۴۴ھ بمطابق ۱۹۲۵ء تعمیر یافت۔“[۸۹]

تاریخ وصال:

اس آیت کریمہ سے آپ کی تاریخ وصال نکلتی ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ (۱۰۳۴ھ)۔

آپ کی تاریخ وصال میں کئی احباب وعقیدتمندوں نے تاریخیں اور قطعات کہے ہیں، جن میں اکثر حضرات القدس (۲:۲۳۱-۲۳۸) میں موجود ہیں، چند درج ذیل ہیں:

(۱) او اعلم اہل عصر و در علم علم
لوح الاسرار و لامع ملک کرم
او کمال و سرورِ عالم حلم
گردِ رہ او سرمہ دہِ اہل کرم
(۱۰۳۴ھ)

حضرت مولانا محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء) نے یوں کہا ہے:

زین جہاں پر بلا چوں شاہ عرفاں نقل کرد
ظل را بگذاشت در رہ، رُو باصل الاصل کرد
جسم از تاریخ نقل او ز دارالابتلا
گفت ہاتف ''احمد الثانی باوّل نقل کرد''۹۰؎
(۱۰۳۴ھ)

روضہ مقدسہ:

آپ کے روضہ مقدسہ کے بارے میں حضرت شاہ ابوسعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۷ھ/ ۱۸۶۰ء) کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء) نے درج ذیل اشعار کہے ہیں:

اے خاک پاک روضہ عبیریٰ و عنبری
کہ اہل جہاں ز بوئے تو مدہوش گشتہ اند
ساقی فشاند بر تو خوش آبے کہ اہل دہر
عاقل بہ پیشت آمدہ مخمور رفتہ اند
سرے ز خاک خلد تو داری کہ اہل ارض
یک نفحہ از تو یافتہ بر چرخ رفتہ اند
نے نے ترا ز تربت یثرب گرفتہ اند
پنہاں ز روم و شام بسرہند ہشتہ اند
این خاک احمدی است بذات احد نگر
نے یک کہ صد ہزار زیں خاک جستہ اند
اہلاً و مرحباً پئے زوّار تو بسے
اقفال بعد بر رخ اعدات بستہ اند
یارب مکن خلاص ازیں خاک در مرا
بدحال آنکساں کہ ازیں خاک رستہ اند

شیرے بخواب ناز بہ پہلوے دو شبل
یارب چہ رازہاست کہ اینجا نہفتہ اند
تنہا غنی و نغمہ مدحِ تو ساز کرد
کروبیان عرش ہم اینگونہ گفتہ اند[۹۱]

حلیہ مبارک:

آپ کا قد موزوں اور کامل تھا۔ آپ نازک اندام اور آپ کا رنگ گندم گوں مائل بہ سفیدی تھا۔ آپ کی پیشانی اور رُخسار مبارک سے ایسا نور ہویدا تھا کہ آنکھ کام نہ کرسکتی تھی۔ آپ کے بدن مبارک پر کبھی میل نہ جمتا تھا۔ آپ کے پسینہ مبارک میں گرمی یا برسات، کسی موسم میں بو نہ آتی تھی۔ آپ کی پیشانی کشادہ تھی۔ اس پر سجدہ کا نشان اور پیشانی سے ناک تک ایک سرخ خط کشیدہ تھا، جو ہمیشہ چمکتا رہتا تھا۔ آپ کے ابرو سیاہ باریک کشادہ آنکھیں، بڑی بڑی سرخی مائل، سفیدی و سیاہی نہایت گہری۔ آپ کی ناک بلند، لب سرخ، دہن متوسط، دانت متصل اور چمکدار تھے۔ آپ کی داڑھی مبارک، گھنی بھرپور مربع اور رُخسار مبارک باریک۔ پاؤں نہایت لطیف، پاشنے بہت صاف، سینہ فیض گنجینہ پر بالوں کا صرف ایک باریک خط تھا۔ آپ کی کمر بہت پتلی اور نازک تھی۔[۹۲]

اہلیہ محترمہؒ:

آپ کی اہلیہ رحمۃ اللہ علیہا ایک بڑے باپ کی بیٹی تھیں اور آپ سے انتساب اور آپ کے دکھ سکھ میں شریک رہنے کی بنا پر انھیں ایک بلند درجہ حاصل تھا۔ وہ بڑی عابدہ، صالحہ، دیندار اور باہمت خاتون تھیں۔ آپ کو اپنی اہلیہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا سے اور آپ کی اہلیہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا کو آپ سے بے پناہ محبت تھی۔ آپ ان کا بڑا پاس خاطر ملحوظ رکھتے تھے۔

آپ کو جس طرح اپنی اہلیہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا کا خیال رہتا تھا، اس کا اندازہ اس مکتوب شریف سے بھی لگایا جا سکتا ہے، جس میں آپ نے اپنے زمانہ قید کے آغاز میں اپنے صاحبزادگان گرامی کو تحریر فرمایا اور وہ مکتوبات شریف دفتر سوم کا دوسرا مکتوب مبارک ہے۔ اس میں آپ نے

صبر وتسلیم کی بڑی وضاحت فرمائی اور رضائے الٰہی کے سامنے اپنی خواہشات کو مٹا دینے کے ضمن میں کئی دلائل پیش فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

''طلب مولیٰ کے سوا تمہاری کوئی مراد نہ رہے۔ یہ مطلب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے بلا وابتلاء کے زمانہ میں بڑی آسانی سے میسر آ جاتا ہے۔ اطلاع دینا ضروری ہے۔ شاید ملاقات ہو یا نہ ہو۔ اپنی والدہ ماجدہ کو بھی اس مطلب کی اطلاع دے دو اور انھیں (بھی) اس پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دو۔''

اسی مکتوب گرامی کے آخر میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

''اپنی والدہ (ماجدہ) کو تسلی اور آخرت کی ترغیب دو۔''

اس سے بھی زیادہ اہم واقعہ جس سے آپ کی اپنی اہلیہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا سے غیر معمولی یگانگت محبت اور اعتماد کی نشاندہی ہوتی ہے وہ ہے، جو حضرت خواجہ ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۵۴ھ/ ۱۶۴۴ء) نے بیان کیا ہے۔ وہ اس سفر میں آپ کے ساتھ تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جب آپ اجمیر تشریف لے گئے تو حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ (م۶۳۳ھ/ ۱۲۳۶ء) کے دربار کے خدام نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کا قبر پوش (جو ہر سال اتارا جاتا ہے، اور کم از کم اس زمانے میں صرف خواص کے لیے وقف ہوتا تھا) آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے ادب سے قبول فرمایا۔ پھر اسے اپنے خادم کو دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''یہ لباس جو حضرت خواجہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے اس قدر قریب تھا، ہمارے کفن کے لیے محفوظ رکھا جائے۔''

لیکن جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا کو وصیت فرمائی:

''اپنے مہر کی رقم سے میرا کفن بنانا''۔

سبحان اللہ! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی اہلیہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا سے انتہائی عقیدت تھی۔ آپ کی اہلیہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا بھی آپ سے بے پناہ محبت وعقیدت رکھتی تھیں۔ حضرت محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ زمانہ شباب میں بیمار ہوئے اور اتنا ضعف بڑھا کر

سب لوگ مایوس ہو گئے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا نے نیا وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر کمال گریہ زاری اور نیاز مندی کے ساتھ درگاہ باری تعالیٰ میں آپ کی صحت وعافیت کے لیے دعا کی۔ اس دوران انھیں نیند آ گئی اور انہوں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی ان سے کہتا ہے کہ اطمینان رکھو، ہمیں ان سے بڑی خدمات لینی ہیں اور ابھی تو ہزار خدمتوں میں سے ایک بھی نہیں لی گئی۔ اللہ تعالیٰ جلد ہی آپ کو صحت کامل عطا فرمائے گا اور مراتب قرب تک پہنچائے گا۔[۹۳]

اولاد امجاد:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو سات صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں عطا فرمائیں جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

① حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ ۱۰۰۰ھ/ ۹۲-۱۵۹۱ء میں پیدا ہوئے اور ۹ ربیع الاوّل ۱۰۲۵ھ/ ۲۷ مارچ ۱۶۱۶ء کو وصال فرمایا۔

② حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ شوال ۱۰۰۵ھ/ مئی، جون ۱۵۹۷ء میں پیدا ہوئے اور ۲۷ جمادی الآخر ۱۰۷۰ھ/ ۲۹ فروری ۱۶۶۰ء کو وصال فرمایا۔

③ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ ۱۱ شوال ۱۰۰۷ھ/ ۷ مئی ۱۵۹۹ء کو پیدا ہوئے اور ۹ ربیع الاوّل ۱۰۷۹ھ/ ۱۷- اگست ۱۶۶۸ء کو وصال فرمایا۔

④ حضرت خواجہ محمد فرخ رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ ۱۰۱۰ھ/ ۲-۱۶۰۱ء میں پیدا ہوئے اور ۷ ربیع الاوّل ۱۰۲۵ھ/ ۲۵ مارچ ۱۶۱۶ء کو وصال فرمایا۔

⑤ حضرت خواجہ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ ۱۰۱۷ھ/ ۹-۱۶۰۸ء میں پیدا ہوئے اور ۷ ربیع الاوّل ۱۰۲۵ھ/ ۲۵ مارچ ۱۶۱۶ء کو وصال فرمایا۔

⑥ حضرت خواجہ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ نے دو برس کی عمر میں رحلت فرمائی۔

⑦ حضرت خواجہ محمد یحیٰ رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ ۱۰۲۴ھ/۱۶۱۵ء میں پیدا ہوئے اور ۲۷ جمادی الآخر ۱۰۹۶ھ/۳۱ مئی ۱۶۸۵ء کو وصال فرمایا۔

⑧ حضرت بی بی رقیہ بانو رحمۃ اللہ علیہا۔ آپ نے شیر خوارگی میں وصال فرمایا۔

⑨ حضرت بی بی کلثوم رحمۃ اللہ علیہا۔ آپ نے چودہ برس کی عمر میں ۸ ربیع الاوّل ۱۰۲۵ھ/ ۲۶ مارچ ۱۶۱۶ء کو وصال فرمایا۔ ایک روز حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) زنانہ مکان میں تشریف فرما تھے کہ آپ سے حضرت اُم کلثوم رحمۃ اللہ علیہا نے، جو اس وقت سات برس کی تھیں اور اُستاد سے پڑھ کر آئی تھیں، بہت افسوس ظاہر کیا کہ آہ میں اس وقت آپ سب کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل پا رہی ہوں۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بی بی یہ بات تمہیں کس طرح معلوم ہوئی؟ حضرت اُم کلثومؒ نے کہا: ''آپ جب فلاں خاتون کو ذکر کی تلقین فرما رہے تھے، میں بھی موجود تھی اور اسی دن سے میرا دل ذاکر ہو گیا ہے اور کسی وقت مجھے غفلت طاری نہیں ہوتی اور کسی دل کا حال مجھ پر پوشیدہ نہیں۔'' ۹۴؎

⑩ حضرت بی بی خدیجہ بانو رحمۃ اللہ علیہا۔ آپ کا نکاح مبارک حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے وصال مبارک کے چھ ماہ بعد حضرت قاضی عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء) سے ہوا، جن سے ان کے دو صاحبزادے اور سات صاحبزادیاں ہوئیں۔

فصل نہم:

تصانیف

آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں:

① اثبات النبوۃ (عربی):

یہ رسالہ آپ نے ۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء یا ۹۹۱ھ/۱۵۸۳ء میں اپنے قیام آگرہ میں تصنیف فرمایا۔ اس میں نبوت کے معنی کی تحقیق، منکرین کے اعتراضات اور ان کے جوابات، معجزہ کے معنی اور اس کی شرائط، خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی نبوت کے اثبات اور قرآن مجید کے اعجاز وغیرہ کا بیان ہے۔ اس کے مخطوطات ان کتب خانوں میں موجود ہیں:

(الف) رباط مظہریہ مدینہ منورہ (سعودی عرب)۔

(ب) کتب خانہ سعدیہ، خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کندیاں ضلع میانوالی اور کتب خانہ حضرت مولانا حافظ محمد ہاشم جان مجددیؒ (م ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء)، ٹنڈو سائیں اللہ داد، ضلع حیدر آباد۔

پہلی بار ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء میں اعلیٰ کتب خانہ (ادارہ مجددیہ)، ناظم آباد کراچی سے اس کا عربی متن مع اردو ترجمہ اور دوسری بار ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء میں (مجموعہ رسائل) صرف عربی متن کی صورت میں طبع ہوا ہے۔

② تعلیقات عوارف:

اس کا نام آپ کی تصانیف میں ملتا ہے، لیکن کسی قلمی یا مطبوعہ نسخے کی اطلاع دستیاب نہیں۔

③ ردّ روافض (فارسی):

آپ نے یہ رسالہ ۱۰۰۲ھ/ ۹۴-۱۵۹۳ء میں تصنیف فرمایا۔ اس کے قلمی مخطوطات کئی

کتب خانوں میں موجود ہیں، جن سے دو درج ذیل ہیں:

(الف) کتب خانہ سعدیہ، خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی

(ب) کتب خانہ حضرت مولانا حافظ محمد ہاشم جان مجددیؒ (م ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء)، ٹنڈو سائیں اللہ داد، ضلع حیدر آباد۔ حضرت شاہ ولی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء) نے اس کی عربی میں شرح لکھی تھی، جس کا کچھ حصہ مولانا مہدی حسن شاہجہانپوری صاحب، دیوبند (ہندوستان) کے پاس موجود ہے۔ یہ رسالہ چند بار طبع ہو چکا ہے۔

(الف) فارسی متن مع اُردو ترجمہ حضرت پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء)، مطبوعہ ۱۳۸۴ھ/ ۶۵-۱۹۶۴ء میں رامپور (بھارت)۔

(ب) ادارہ مجددیہ سعدیہ مجددیہ، لاہور، ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۴ء میں حضرت مولانا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء) خلیفہ محبوب العارفین قطب الارشاد خواجہ خواجگان شیخ المشائخ مخدوم زماں سیدنا و مرشدنا و مخدومنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد نَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَهُ الْمَجِيد (م ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء) خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی کے اہتمام سے فارسی متن اور ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء میں یہیں سے صرف اُردو ترجمہ۔

④ رسالہ آداب المریدین:

آپ کی تصانیف میں نام ملتا ہے، لیکن کسی مخطوطہ یا مطبوعہ نسخے کی اطلاع دستیاب نہیں۔

⑤ رسالہ تہلیلیہ (عربی):

کلمہ طیبہ کے معارف میں، ان عنوانات کے ساتھ: لفظ اللہ کی تحقیق، لفظ اللہ کے لطائف، دلیل توحید، توحید کے مراتب اور اسلامی وفلسفیانہ دلائل، وجود باری تعالیٰ کی حقیقت، فلاسفہ اور صوفیہ کی متفقہ رائے، نبی کریم ﷺ کے فضائل اور آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل، معجزہ قرآن کریم اور معجزہ نبوت کی دلیل ہے وغیرہ۔

کئی کتب خانوں میں اس کے مخطوطات محفوظ ہیں، جن میں دو درج ذیل ہیں:

(الف) کتب خانہ سعدیہ، خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی۔

(ب) کتب خانہ حضرت مولانا حافظ محمد ہاشم جان مجددیؒ (م۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء)، ٹنڈو سائیں اللہ داد، ضلع حیدر آباد۔

⑦ رسالہ علم حدیث:

آپ کی تصانیف میں اس کا نام ملتا ہے، لیکن کسی مخطوطہ یا مطبوعہ نسخے کی اطلاع دستیاب نہیں۔

⑧ شرح رباعیات (فارسی):

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) نے شریعت وطریقت اور معرفت وحقیقت میں کچھ رباعیات کہی تھیں، جن میں سے دو رباعیوں کی خود ہی شرح تصنیف فرمائی۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰۱۳ھ/ ۰۵-۱۶۰۴ء میں ان دو رباعیوں کی مزید شرح وتوضیح تصنیف فرمائی۔ رباعیاں درج ذیل ہیں:

(الف) گویند وجود کون کون ست وحصول
نورے بجز از کون نکردہ است قبول
واللہ کہ دریں پردہ لسان الغیب است
برطبق قواعد ست و بروفق اصول

(ب) بشناس کہ کائنات رو در عدم اند
بل در عدم ایسادہ ثابت قدم اند
ویں کونِ معلق از خیال و وہم است
باقی ہمگی ظہورِ نورِ قدم اند

اس رسالہ میں درج ذیل مضامین ہیں: سریان واحاطہ کا مفہوم، صفات بشری اولیائے کرام کے لیے حجاب بن جاتی ہیں، فنائے محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے اشارہ، وصول نہایت النہایت، صوفیہ اور علماء کے کلام کے درمیان موافقت، مسئلہ تجددِ امثال اور توحید کی اعلیٰ قسم وغیرہ۔

اس کے مخطوطات کئی کتب خانوں میں محفوظ ہیں:

(الف) کتب خانہ سعدیہ، خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی۔

(ب) کتب خانہ حضرت مولانا حافظ محمد ہاشم خان مجددیؒ (م۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء)، ٹنڈو سائیں اللہ داد، ضلع حیدرآباد۔

یہ چند بار طبع بھی ہوئی ہیں۔ ان کا فارسی متن بار اوّل ادارہ مجددیہ سعدیہ مجددیہ لاہور نے ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء میں حضرت مولانا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء) خلیفہ مرشد عالم قطب الارشاد خواجہ خواجگان شیخ المشائخ مخدوم زماں سیّدنا و مرشدنا و مخدومنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الْمَجِیْدُ (م۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء) کے اہتمام سے طبع کیا۔ بعدازاں ادارہ مجددیہ، ناظم آباد، کراچی کی طرف سے ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء میں فارسی متن اور اُردو ترجمہ شائع ہوا۔

شرح رباعیات خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کی شرح حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء) نے بھی ''کشف الغین فی شرح رباعتین'' کے نام سے تصنیف فرمائی تھی، جو ۱۳۱۰ھ/ ۹۳-۱۸۹۲ء میں مطبع مجتبائی دہلی سے طبع ہوئی اور رسالہ ''کلیات باقی'' میں (ص۱۸۲-۱۸۹) موجود ہے۔

⑨ مبداء و معاد (فارسی):

آپ کے علوم و معارف پر مشتمل ہے، جسے آپ کے خلیفہ حضرت مولانا محمد صدیق کشمی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۵۱ھ/ ۱۶۴۲ء) نے آخر رمضان ۱۰۱۹ھ/ دسمبر ۱۶۱۰ء میں مدون و مرتب فرمایا۔ اس میں ''منہا'' کے ۶۱ عنوان ہیں۔ ہر عنوان ''منہا'' اسرار معرفت کا خزانہ ہے۔ بعض مضامین کے عنوانات: جذبہ و سلوک کا حصول، بیان عروج و تائید حضرات خلفاء مشائخ، بیان نزول و تائید مشائخ سلاسل مختلفہ، قطب الارشاد اور اس کا فیض عام، نسبت نقشبندیہ، اظہار نعمت، کمالات ولایت کے درجات، نزول کا انتہائی مقام، دعوت کا کامل ترین مقام، پیغمبر اسلام ﷺ کا خصوصی امتیاز، احوال پیش آ کر کیوں غائب ہو جاتے ہیں؟ کیا معرفت کے بعد کوئی لغزش نقصان دہ نہیں ہوتی؟ وجود باری تعالیٰ کے سلسلے میں خصوصی معرفت، دس مقامات کو طے کیے بغیر نہایت النہایت تک رسائی ممکن نہیں، محبت ذاتی و صفاتی کا فرق، علم ظاہر پر علم باطن

کی برتری اور آداب پیر واُستاد، موت سے پہلے موت کا مطلب، معراج نبوی ﷺ اور عروج اولیا میں فرق، رؤیت باری تعالیٰ، کشف اور فراست میں فرق، حقیقت قرآنی، حقیقت کعبہ، حقیقت محمدی ﷺ، کلمہ طیبہ کی فضیلت، خدا کی مثل نہیں مثال ہوسکتی ہے وغیرہ۔

اس کے مخطوطات بھی مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں، جن میں سے دو درج ذیل ہیں:

(الف) کتب خانہ سعدیہ، خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی۔

(ب) کتب خانہ حضرت مولانا حافظ محمد ہاشم جان مجددیؒ (م۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء)، ٹنڈو سائیں اللہ داد، ضلع حیدرآباد۔

اس رسالہ کا عربی ترجمہ حضرت شیخ محمد مراد منزلوی مکی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا، جو مکتوبات امام ربانی کے دفتر دوّم کے عربی ترجمہ ''الدرر المکنونات النفیسہ، مطبوعہ المطبعۃ المیریہ، مکہ مکرمہ (م۱۷-۱۳۱۶ھ/ ۹۹-۱۸۹۸ء) کے ہمراہ شائع ہوا تھا۔

اس رسالہ کے فارسی متن کی اوّلین اشاعت ۱۳۰۷ھ/ ۱۸۸۹ء میں مطبع انصاری، دہلی (ہندوستان) سے ہوئی۔ بعد ازاں ۱۳۰۹ھ/ ۱۸۹۱ء میں مطبع نظامی کانپور سے (مشتمل بہ ۵۱ ص) طبع ہوا۔ نیز ۱۳۱۰ھ/ ۹۳-۱۸۹۲ء میں مطبع انصاری دہلی سے (مشتمل بر ۳۸ ص) شائع ہوا۔ پھر اسی سال مطبع مجتبائی دہلی نے طبع کیا۔ بعد ازاں ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ء میں حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۴۸ھ/ ۱۹۳۰ء) کی تصحیح و اہتمام سے مطبع مجددی، امرتسر (ہندوستان) سے اور پھر حضرت مولانا حکیم عبدالمجید سیفی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۰ء) خلیفہ نائب قیوم زماں حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی قدس سرہ (م۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۶ء)، خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی کی تصحیح واہتمام سے ۱۳۷۶ھ/ ۵۷-۱۹۵۶ء میں طبع ہوا۔ اس کے بعد حضرت مولانا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء) خلیفہ محبوب العارفین قطب الارشاد خواجہ خواجگان شیخ المشائخ مخدوم زماں سیّدنا و مرشدنا ومخدومنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الْمَجِید (م۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء) خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی کے اہتمام سے ۱۳۸۵ھ/ ۶۶-۱۹۶۵ء میں ادارہ سعدیہ مجددیہ، لاہور

نے طبع کیا۔

اس رسالہ کا اردو ترجمہ از حضرت مولانا قاضی عالم دین نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ اللہ والے کی قومی دکان، لاہور سے (مشتمل بر ۶۰ص)، ملک فضل الدین چنن الدین کے اہتمام سے طبع ہوا۔ اسی ایڈیشن کی تازہ طباعت اب ادارہ اسلامیات لاہور نے مکتوبات امام ربانیؒ کے دفتر سوم کے آخر (ص ۶۸۶-۷۴۰) میں کی ہے۔ جس پر سال طباعت درج نہیں۔ بعدازاں حضرت مولانا سیّد زوار حسین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء) کا ترجمہ ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء میں ادارہ مجددیہ، کراچی سے شائع ہوا۔ تیسرا ترجمہ از جناب پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب، مکتبہ نبویہ، لاہور سے طبع ہوا، جو ۱۴۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

معارف لدنیہ (فارسی):

اس کا دوسرا نام ''علوم الہامیہ'' ہے۔ اس میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے معارف خاصہ اور سلوک وطریقت کے اہم مباحث کو ۱۰۱۶ھ/ ۱۶۰۷ء یا ۱۰۱۸ھ/ ۱۶۰۹ء میں مدون ومرتب فرمایا۔ ہر مضمون کو ''معرفت'' کے عنوان کے تحت درج کیا گیا اور اس طرح کل ۴۱ ''معرفت'' (عنوانات) ہیں۔ بعض مضامین کے عنوانات درج ذیل ہیں: لفظ اللہ میں حروف تعریف کے اجتماع کی حکمت، سالک کی سیر کے انواع ومراتب، حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مراد، صوفیہ اور متکلمین میں معرفت کے متعلق اختلافات، واجب تعالیٰ کے وجود کی تحقیق، شیون وصفات میں فرق، سالک مجذوب اور مجذوب سالک کے مراتب میں فرق، صورت ایمان اور حقیقت ایمان، طریقت اور حقیقت سے شریعت کا تعلق، واجب تعالیٰ کے ساتھ روح کا اشتباہ، کفر شریعت اور کفر حقیقت، قطب ابدال اور قطب ارشاد کا فیض، قضا وقدر کا راز، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا جذب وسلوک، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وغیرہ۔

اس رسالہ کے مخطوطات کئی کتب خانوں میں محفوظ ہیں، مثلاً:

(الف) کتب خانہ سعدیہ، خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی۔

(ب) کتب خانہ حضرت مولانا حافظ محمد ہاشم مجددیؒ (م ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء) ٹنڈو سائیں اللہ داد، ضلع حیدرآباد۔

(ج) کتب خانہ حضرت پیر محمد شاہ صاحب، احمد آباد (ہندوستان)۔

اس رسالہ کا فارسی متن بار اوّل حافظ محمد احمد علی خان شوقؒ کے اہتمام سے شعبان ۱۳۱۶ھ/ دسمبر ۱۸۹۸ء میں مطبع احمدی رام پور (ہندوستان) سے طبع ہوا۔ بعد ازاں ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۲ء میں مدینہ پریس بجنور (ہندوستان) سے (مشتمل بر ۵۷ص) شائع ہوا۔ اسی سال مجلس علمی ڈابھیل (ہندوستان) نے طبع کرایا اور اسی سال مدینہ پریس لاہور سے طبع ہوا، جو ۵۷ صفحات پر مشتمل ہے۔

بعد ازاں حضرت مولانا حکیم عبدالمجید سیفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۰ء) خلیفہ نائب قیوم زماں حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی قدس سرہ (م ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۶ء) خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کندیاں ضلع میانوالی نے لاہور سے طبع کرایا اور اس کے بعد ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء میں حضرت مولانا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء) خلیفہ مرشد عالم قطب الارشاد خواجہ خواجگان شیخ المشائخ مخدوم زماں سیّدنا و مرشدنا و مخدومنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الْمَجِیْدُ (م ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء)، خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی نے ادارہ مجددیہ سعیدیہ مجددیہ، لاہور سے شائع کیا۔

اس رسالہ کا اُردو ترجمہ از حضرت مولانا قاضی محمد عالم الدین نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ اللہ والے کی قومی دکان، لاہور نے انجمن حمایت اسلام پریس لاہور سے طبع کرایا، جو ۶۰ صفحات پر مشتمل تھا۔ بعد ازاں حضرت مولانا سیّد زوار حسین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء) کا ترجمہ ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء میں ادارہ مجددیہ، کراچی نے (مشتمل بر ص ۸۳-۱۹۱) شائع کیا، جس کے شروع میں (ص ۹-۸۲ تک) فارسی متن بھی شامل تھا۔

⑪ مکاشفات عینیہ: مکاشفات غیبیہ (فارسی):

آپ کے ایسے مسودات جو آپ کے بعض خلفائے نے محفوظ کر لیے تھے، ان کو آپ کے وصال کے بعد ۱۰۵۱ھ/ ۱۶۴۱ء میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے مرتب فرمایا۔ اس رسالہ کے بعض مضامین آپ کے مکتوبات شریفہ اور دوسرے رسائل میں بھی موجود ہیں۔ کتب تذکرہ میں اس کے دونوں نام مذکور ہیں۔

اس میں حمد ونعت کے بعد شجرہ قادریہ، شجرہ نقشبندیہ اور شجرہ چشتیہ، بعض اجازت ناموں کی نقول جو آپ نے اپنے بعض خلفائے عظام کو عنایت فرمائے، آپ کے مکاشفات، عنوان ''مکاشفہ'' کے تحت ۲۹ مکاشفات اور پھر چہل حدیث۔

اس رسالہ کے مخطوطات بھی مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں، مثلاً:

(الف) کتب خانہ حضرت پیر محمد شاہ صاحب، احمد آباد (ہندوستان)۔ یہ قدیم ترین نسخہ ہے۔

(ب) رباط مظہریہ، مدینہ منورہ (سعودی عرب)۔

(ج) کتب خانہ حضرت پیر محمد ہاشم جان مجددیؒ (م ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء) ٹنڈو سائیں اللہ داد، ضلع حیدرآباد۔

یہ رسالہ پہلی بار ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۵ء میں ادارہ مجددیہ، ناظم آباد کراچی نے ایجوکیشنل پریس کراچی سے طبع کرایا جو ۱۶۰ صفحات پر مشتمل تھا۔ فارسی متن ص ۵-۷۶، اُردو ترجمہ از حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء) ص ۷۷-۱۴۷ اور چہل حدیث، ص ۱۴۷-۱۶۰ موجود ہے۔

چہل حدیث (مرتبہ) امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا اُردو ترجمہ و حاشیہ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۲ء) نے مطبع عمدۃ المطابع لکھنؤ (ہندوستان) سے طبع کرایا، جس پر سال طباعت درج نہیں۔

⑫ مکتوبات امام ربانیؒ (فارسی):

آپ کے ۵۳۶ مکتوبات گرامی، جس کا شہرہ آپ کی زندگی میں مبارک ہی میں برصغیر پاک و ہند کے علاوہ بلخ و بخارا، ایران اور عرب ممالک میں پھیل گیا تھا۔ آپ کے مکتوبات شریف نہ صرف تصوف میں، بلکہ علوم و معارف اور نکات و اسرار میں ایک نہایت بلند مقام رکھتے ہیں۔ اپنی تاثیر، ادب ونشاط اور سلاست وروانی کے لحاظ سے یہ درحقیقت عرفانی ادب کا گراں قدر خزانہ ہیں۔ ہزاروں انسانوں نے ان سے فیض پایا ہے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی خانقاہوں میں آج بھی باقاعدہ ان کا درس دیا جاتا ہے اور وقت کے شیوخ ومرشدان

گرامی ان کی تشریح وتوضیح سے اپنے اور اپنے وابستگان کے قلوب واذہان کو منور بناتے ہیں۔

آپ نے یہ مکتوبات گرامی اپنے شیخ ومرشد حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء)، صاحبزادگان گرامی، مریدین وعقیدتمندوں اور اراکین سلطنت وغیرہ کو تحریر فرمائے۔ آپ نے ان کی نقول محفوظ رکھنے کا بندوبست بھی فرمایا۔ ان مکتوبات گرامی میں آپ نے عقائد حقہ، شریعت وطریقت اور اخلاق ومعرفت کے مسائل ومعارف پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے۔ نیز ان میں سیاست، تاریخی حالات وواقعات اور آپ کے تجدیدی کارناموں کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ مقامات مخصوص (ص۳۷۹-۳۸۰، نیز ۱۳۹) سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے صاحبزادگان حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہ (م۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) اور حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) بڑے اہتمام سے مکتوبات امام ربانی کی تفہیم کے لیے کوشش فرماتے تھے۔ مکتوبات شریف کا باقاعدہ درس ہوتا تھا اور درس کی مجلس میں حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہ خاموش تشریف فرما ہو کر سماعت فرماتے، جبکہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ مکتوبات امام ربانی کی توضیح وتشریح بیان فرماتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہ مجلس درس میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے روحانی فیض سے مستفیض ہو کر یہی باطنی فیض سامعین کے دلوں پر القا فرماتے تھے اور حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ درس کے درمیان باقاعدہ تقریر کرتے اور اس میں مفسرین ومحدثین کا اتباع فرماتے تھے۔ نیز حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ مکتوبات امام ربانی کے ہمراہ ''مکتوبات معصومیہ'' کے دفتر اوّل اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے احوال ومناقب پر مبنی کتابوں ''زبدۃ المقامات'' اور ''حضرات القدس'' کا اسی مجلس میں سماع فرماتے تھے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے خلیفہ حضرت ملا محمد امین حافظ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) سے ''مکتوب خوان'' کا خطاب ملا تھا۔ ان کے بھائی حضرت مفتی محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۰۹ھ/۲۲-۱۷۲۱ء) مکتوبات امام ربانی میں مہارت تامہ کے حامل تھے۔ اسی طرح حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے ایک دوسرے خلیفہ

حضرت حاجی حبیب اللہ حصاری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۱۰ھ/ ۱۶۹۸ء) نے مکتوبات امام ربانی پر عمل پیرا رہنا اپنا شیوہ مرضیہ بنایا اور انہوں نے بخارا میں ان کے درس کا ایسا اہتمام کرایا کہ برصغیر پاک و ہند میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں تھا۔ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے خلفاء میں حضرت شیخ محمد مراد شامی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۳۲ھ/ ۱۷۲۰ء) شام میں، حضرت ملا موسیٰ بھٹی کوٹی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۲۳ھ/ ۱۲-۱۷۱۱ء) مضافات جلال آباد (افغانستان) میں اور حضرت حافظ محسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ اپنی خانقاہوں اور علاقوں میں مکتوبات امام ربانی کے درس کا اہتمام خاص کرتے تھے۔

خانقاہ سراجیہ مجددیہ نقشبندیہ کندیاں ضلع میانوالی میں بانی خانقاہ شریف قیوم زماں حضرت خواجہ مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہ (م۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۱ء) نے مکتوبات امام ربانی کا درس شروع فرمایا۔ آپ کے بعد آپ کے خلیفہ و جانشین نامدار حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی قدس سرہ (م۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۶ء) اور آپ کے بعد آپ کے خلیفہ و جانشین محبوب العارفین قطب الارشاد خواجہ خواجگان سیّدنا و مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الْمَجِیْد (م۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء) نے یہ سلسلہ جاری و ساری رکھا اور اب آپ کے جانشین معظم آفتابِ آسمانِ ولایت فضیلت مآب عالی مراتب سیّدنا و مرشدنا و مخدومنا حضرت مولانا صاحبزادہ ابوالسعد خلیل احمد صاحب بسط اللہ ظلہم العالی کے وجودِ مسعود سے سالکین اور وابستگان سلسلہ کو مکتوبات امام ربانی کے درس و سماعت کا موقع میسر ہے۔ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ.

دفتر اوّل (درالمعرفت):

دفتر اوّل میں ۳۱۳ مکتوبات گرامی ہیں، جن کی تعداد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، اصحاب بدر رضی اللہ عنہم اور اصحاب طالوت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مطابقت سے رکھی گئی ہے۔ آپ کے حکم پر آپ کے خلیفہ حضرت مولانا محمد یار جدید بدخشی طالقانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) نے اس دفتر کو مدون و مرتب کیا، اس کا سال تدوین ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) ہے۔

حضرت مولانا محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۵۴ھ/ ۱۶۴۴ء) فرماتے ہیں: ”چونکہ مخلصین میں سے ہر ایک کے نام آپ کا ایک مکتوب (گرامی) تحریر ہوا تھا، لہٰذا اس حقیر کے دل میں بھی اس

دولت کی آرزو پیدا ہوئی۔ دل ناتواں میں یہ خیال آتا تھا کہ اگر اچانک عنایت الٰہی سے اس حقیر کے نام بھی (آپ کا) خوشبو بھرا مکتوب (شریف) تحریر ہوجائے تو وہ اس دفتر کے آخر میں شامل ہوجائے، کیونکہ احقر بھی اس درگاہ کے کم ترین مخلصوں میں سے ہے۔ اتفاق سے انہی دنوں میں جب بندہ ناچار برہانپور میں تھا تو آپ نے ایک مکتوب (شریف) ارسال فرمایا اور اس میں (تحریر) فرمایا کہ اس مکتوب کو فلاں شخص کے نام مکتوب کے آخر میں رکھ کر اس دفتر کو انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اصحاب بدر (رضی اللہ عنہم) کے عدد (کی تعداد) کے مطابق ضم کریں۔ پس اللہ کے کرم سے میری مراد پوری ہوگئی۔ چونکہ بندہ نے اس دفتر کی تاریخ اختتام ''درالمعرفت'' نکالی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا نام بھی یہی ہو۔''

دفتر دوّم (نورالخلائق):

اس دفتر کو آپ کے خلیفہ حضرت مولانا عبدالحی حصاری شادمانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۶۰-۱۶۵۹ء) نے حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے حکم پر ۱۰۲۸ھ/ ۱۶۱۹ء میں مرتب فرمایا اور اس کا تاریخی نام ''نورالخلائق'' (۱۰۲۸ھ) رکھا۔ ان دنوں آپ قلعہ گوالیار میں نظر بند تھے اور اس وقت تک ۹۹ مکتوبات گرامی آپ نے تحریر فرمائے تھے، جن کو اسماء الحسنٰی کی تعداد کی مناسب سے دفتر دوّم میں مدون و مرتب کیا گیا۔

دفتر سوم (معرفۃ الحقائق):

اس دفتر کو آپ کے خلیفہ حضرت مولانا محمد ہاشم کشمی برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۴ھ/ ۱۶۴۴ء) نے آپ کی خدمت میں رہ کر ۱۰۳۱ھ/ ۱۶۲۱ء میں مرتب فرمایا اور اس کا تاریخی نام ''معرفت الحقائق'' رکھا۔ اس میں ۱۲۴ مکتوبات گرامی شامل ہیں۔

مکتوبات امام ربانی (فارسی) کے مخطوطات پاکستان وہند کے نجی و سرکاری کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ تفصیل محترم ومکرم اُستاد احمد منزوی صاحب کی کتاب: فہرست مشترک نسخہ ہائے خطی فارسی پاکستان (۳:۲۰۰۱) میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

مکتوبات امام ربانی (کامل تین دفتر) کا فارسی متن (شاید) بار اوّل ۱۲۸۸ھ/ ۱۸۷۱ء

میں مولوی شیر محمد خانؒ کے اہتمام سے مطبع احمدی، دہلی (ہندوستان) سے طبع ہوا، بعد ازاں حاجی عبدالعزیز دہلویؒ کے اہتمام سے مطبع مرتضائی، دہلی سے ۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۳ء میں شائع ہوئے۔ ان دونوں طباعتوں کے سیٹ انڈیا آفس، لندن (برطانیہ) میں محفوظ ہیں۔ مطبع نولکشور، لکھنؤ (ہندوستان) سے بار اوّل ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء میں، بار سوم ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۶ء میں اسی مطبع (کانپور، ہندوستان) سے بار ہفتم ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ/ مارچ ۱۹۰۱ء میں اور اسی مطبع (لکھنو) سے بار ہشتم (۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء) میں طبع ہوئے۔

بعد ازاں حضرت مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۳۰ء) کی تصحیح واہتمام سے مطبع نامی، روز بازار الیکٹرک پریس، مطبع مجددی امرتسر ہندوستان سے جمادی الاوّل ۱۳۲۷ھ/ مئی ۱۹۰۹ء سے ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء تک ایک عمدہ ایڈیشن سامنے آیا۔ پھر ان کے صاحبزادے حضرت مولوی محمد سلیمان فاروقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۷۳ء) کی کوشش سے محکمہ اوقاف مغربی پاکستان کی اعانت سے نور کمپنی لاہور نے ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۴ء سے ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء تک پہلے دو دفتر طبع کرائے اور دفتر سوم حضرت مولانا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء) خلیفہ محبوب العارفین قطب الارشاد خواجہ خواجگان شیخ المشائخ مخدوم زماں سیدنا و مرشدنا ومخدومنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الْمَجِیْد (م ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء) خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی کے ادارہ مجددیہ سعدیہ، لاہور سے ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء میں طبع ہوا۔

بعد ازاں حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء) نے ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء میں حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ والے ایڈیشن کو دوبارہ طبع کرایا۔ پھر حضرت مولانا امرتسری رحمۃ اللہ علیہ والا ایڈیشن جناب حسین حلمی ایشیق صاحب کی مساعی خیر سے استنبول ترکی سے بھی طبع ہوا۔

مکتوبات امام ربانی کی تخریج احادیث:

حضرت مولانا محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ مفتی عدالت آصفیہ حیدر آباد دکن (ہندوستان) نے انتہائی محنت سے مکتوبات امام ربانی کی تخریج احادیث بعنوان: ''تشید المبانی فی تخریج احادیث

مکتوبات الامام الربانی'' تالیف فرمائی، جو ۱۲۰ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۳۱۱ھ/ ۹۴-۱۸۹۳ء میں مطبع فیض الکریم، حیدر آباد دکن سے طبع ہوئی۔

مکتوبات امام ربانی کی شرح:

حضرت مولانا ابوالبیان سیّد احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء) نے ''البینات'' کے نام سے مکتوبات امام ربانی کی شرح لکھی۔

مکتوبات امام ربانی کا عربی ترجمہ:

چین کے خوش نصیب باشندے حضرت مولانا شیخ محمد مراد قازانی منزلوی مکی رحمۃ اللہ علیہ (زندہ ۵۲-۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۳ء) نے ''الدرالمکنونات النفیسہ'' کے نام سے مکتوبات امام ربانی کے تینوں دفتروں کا عربی میں ترجمہ کیا، جو المطبعۃ المیریہ الکائنہ بمکہ المحمیۃ (مکہ مکرمہ، سعودی عرب) سے ۱۷-۱۳۱۶ھ/ ۹۹-۱۸۹۸ء میں طبع ہوئے۔ اس طباعت میں دفتر اوّل کے حاشیہ پر آپ کے حالات مبارک موجود طبع ہیں، جو حضرت مولانا محمد مراد منزلوی مکی رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ ہیں۔ نیز ایک دوسرا رسالہ: کتاب الرحمۃ الھابطہ فی تحقیق الرابطہ از شیخ حسین دوسری رحمۃ اللہ علیہ بھی طبع ہے۔ تمام مکتوبات شریف کے حواشی پر حضرت مولانا محمد مراد منزلوی مکی رحمۃ اللہ علیہ کے تشریحی نوٹ بھی موجود ہیں۔ نیز دفتر دوّم کے حواشی پر آپ کی کتاب ''مبداء ومعاد'' کا عربی ترجمہ اور دفتر سوّم کے حواشی پر شیخ محمد بک از بکی کا عربی رسالہ ''عطیۃ الوھاب الفاصلۃ بین الخطا و الصواب'' شائع ہے، جس میں آپ پر کیے گئے اعتراضات کا مدلل ردّ و جواب ہے۔

مکتوبات امام ربانی کا ترکی ترجمہ:

حضرت مولانا سیّد زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء) فرماتے ہیں:

> ''بعض ترکی محترم دوستوں سے معلوم ہوا کہ قدیم ترکی زبان میں بھی مکتوبات شریفہ کا ترجمہ موجود ہے اور اب محترم جناب حسین حلمی ایشیق صاحب مدظلہ العالی استنبولی جدید ترکی میں مکتوبات شریفہ کا خلاصہ تیار کر رہے ہیں۔''

مکتوبات امام ربانی کا اُردو ترجمہ:

مکتوبات امام ربانی کا اوّلین اُردو ترجمہ حضرت مولانا قاضی عالم الدین نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا، جو بارِ دوّم ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء میں ملک فضل الدین کے اہتمام سے اللہ والے کی قومی دکان، لاہور سے طبع ہوا۔ ملک فضل الدین کے صاحبزادے ملک چنن الدین تاجر کتب نے اسی ادارے کے اہتمام سے انجمن حمایت اسلام پریس (لاہور) سے ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء میں دوسری بار طبع کرائے۔ ملک چنن الدین نے ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء میں تعلیمی پرنٹنگ پریس (لاہور) سے، نیز ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء میں پھر شائع کرایا۔ ملک فضل الدین ملک چنن الدین والے ایڈیشن کی عکسی طباعت ادارہ اسلامیات لاہور نے طبع کی ہے، جس پر سال طباعت درج نہیں۔

مکتوبات امام ربانی کا دوسرا اُردو ترجمہ حضرت مولانا محمد سعید نقشبندی لاہوری نے کیا، جو مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی نے مشہور آفسٹ پریس (کراچی) سے ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۷۳ء میں شائع کیا۔

مکتوبات امام ربانی کا تیسرا ترجمہ حضرت مولانا سیّد زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء) نے کیا، جو ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۸ء سے ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء۔

علاوہ ازیں مکتوبات امام ربانی کے منتخب حصوں کے اُردو تراجم میں علی رضا (ن: بنارس: مطبوعہ کثیر اعظم، حیدر آباد (دکن)، سیّد خورشید حسین بخاری (ن: لاہور، تاج بک ڈپو)، دفتر اوّل کا ترجمہ بنام ''درّ لاثانی'' اور محمد ہدایت علی نقشبندی، ن: لاہور: مکتبہ نبویہ۔ تلخیص مکتوبات (جلد دوّم) کے عنوان سے کے نام ملتے ہیں۔

اسی طرح عبدالرحیم کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ، جو بیگم ہمایوں وقف، لاہور سے ۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۷ء میں، دفتر اوّل کے صرف ۱۷ مکتوبات کا ترجمہ اور انتخاب مکتوبات (۷۴ ص)، جو اوّل ایجوکیشنل پریس کراچی سے ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء میں شائع ہوا اور بعد ازاں مکتبہ ایشیق، حسین حلمی، استنبول، ترکی سے طبع ہوا اور اس پر مترجم کا نام درج نہیں۔ ۹۵

فصل دہم:

خصوصی مقامات واعلیٰ درجات

متشابہات اور حروف مقطعات کے اسرار:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص بزرگوں اور بلند ترین علماء میں سب سے خاص بنایا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت میں ان چند مخصوص بزرگوں میں سے خصوصیت بخشی جو قرآنی متشابہات اور حروفِ مقطعات کے اسرار سے واقف ہیں۔ آپ نے خود بھی فرمایا ہے:

"یہ فقیر مدت تک قرآنی متشابہات کو حق تعالیٰ کے علم تک مخصوص سمجھتا رہا اور علمائے راسخین میں ان متشبہات پر ایمان رکھنے کے سوا کوئی اور حصہ نہ دیکھتا تھا اور جو تاویلات کہ بعض صوفی علماء نے کی ہیں، اُن کو ان متشابہات کے مطابق قرار نہیں دیتا تھا اور ان تاویلات کو ایسے اسرار میں شمار نہ کرتا تھا جو پوشیدہ رکھے جانے کے قابل ہوں۔ چنانچہ حضرت عین القضاۃؒ نے الف، لام، میم سے الم لی ہے یعنی درد جو لازمہ محبت ہے وغیرہ۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ان متشابہات کی تاویلات میں سے ایک ذرہ مجھ فقیر پر ظاہر فرمایا اور اس بحر محیط کی ایک نہر اس مسکین کی زمین استعداد میں کشادہ فرما دی۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ علمائے راسخین کو متشابہات اور مقطعات کی تاویلات میں وافر نصیب حاصل ہے۔"

"اور اسی طرح وہ جو بعض علماء نے وجہ سے ذاتِ الٰہی مراد لی ہے تو ید سے مراد قدرت الٰہی ہے تو ایسی تاویل درست نہیں۔ بلکہ ان کی تاویل ضرور اسرارِ غامضہ میں سے ہے جو صرف اخص الخاص کو معلوم ہے اور

حروفِ مقطعات کے متعلق کیا کہا جائے کہ ان حروف میں سے ہر حرف ایک بحرِ مواج ہے اور عاشق و معشوق کے درمیان اسرارِ خاصہ میں سے ہے اور ایک رمزِ غامض ہے محبّ اور محبوب کے رموزِ دقیقہ میں سے۔ پھر آیاتِ محکمات اگرچہ اُمہاتِ قرآنی ہیں، لیکن اُن کے نتائج اور ثمرات یہی متشابہات ہیں۔ قرآن کے مقاصد ہی متشابہات ہیں اور اُمہات، وسائل سے زیادہ نہیں اور عالم راسخ وہ ہے جو ان متشابہات کو محکمات کے ساتھ جمع کر دے اور حقیقت کو صورت میں لے آئے۔ جو شخص علم محکمات کو بغیر جانے ہوئے اور ان محکمات کے مقتضیات پر بغیر عمل کیے ہوئے ان متشابہات کی تاویلات کو تلاش کرتا ہے اور صورت کو چھوڑ کر حقیقت کی طرف دوڑتا ہے وہ جاہل ہے اور اپنی جہالت سے بے خبر ہے۔ وہ گمراہ ہے اور اپنی گمراہی کا شعور نہیں رکھتا۔'' (مکتوبات امام ربانی ا: مکتوب ۲۷۶، ۲: مکتوب ۱۸، مبداء و معاد، منہا ۳۵)۔

حضرت مجدد قدس سرہ نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ:

''علم متشابہات صرف رسولوں سے مخصوص ہے (علیہم السلام)، مگر اُمت کی ایک بہت ہی کم تعداد محض تبعیت اور وراثت کے طور پر اس علم سے بہرہ مند ہوئی ہے اور اُن پر سے اس دنیا میں جمالِ متشابہات کا پردہ ہٹا دیا جاتا ہے اور اُمید ہے کہ آخرت میں بھی اُمتوں کا ایک کثیر گروہ محض تبعیت کی وجہ سے اس دولت سے مستفید ہوگا۔ البتہ اس قدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا میں اس قلیل تعداد کے علاوہ کچھ دوسرے حضرات کو بھی ممکن ہے کہ اس دولت سے مشرف فرما دیا جائے۔ مگر معاملے کی حقیقت کا علم پھر بھی نہیں دیا جاتا اور اس کی تاویل کو بھی کھولا نہیں جاتا۔ بہرحال اتنا ہو سکتا ہے کہ بعض کو تاویل متشابہات حاصل ہو جائے، لیکن انھیں پتا بھی نہ ہو کہ کیا حاصل ہوا ہے۔ کیونکہ

متشابہات محض معاملات (حقائق) کے اشارے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ معاملہ (حقیقت) حاصل ہو جائے اور اس کا علم نہ ہو سکے۔ یہ بات متشابہات کے صرف ایک جز کی مشاہدہ کی گئی ہے اوروں کی بات کیا ہو؟'' (مکتوبات امام ربانی ا:۳۱۱)۔

ایک دن مخدوم زادہ، نورِ اتم قیوم حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے خلوت میں حضرت شیخ بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ

''حضرت مجددؒ پر متشابہات اور مقطعات کے اسرار و رموز ظاہر ہوئے ہیں، لیکن آپ بتاتے نہیں ہیں۔ جب آپ سے دریافت کیا جاتا ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ شیطان بڑا دشمن ہے اور وہ ہمیشہ اظہارِ اسرار کی جستجو میں رہتا ہے کہ ان معاملات کے مکاشفات کو ظاہر کیا جائے تا کہ وہ استراقِ سمع کر کے فوراً ان کا افشا کر دے۔ اللہ پاک نے ان علماء کو جو اس مقام تک پہنچے ہیں ''راسخین'' فرمایا ہے اُن کے رسوخ کی وجہ سے کہ وہ اس معاملے کو پوشیدہ رکھتے ہیں اور جب کسی کو آگاہ فرمایا گیا ہے اس نے اُسے مستور ہی رکھا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ (بفضلہٖ تعالیٰ) آنجناب اس امر پر قدرت رکھتے ہیں کہ اس محل و موقع سے شیاطین کو دفع کر دیں اور اپنے اطراف سے بھی اُن کو دور کر دیں، تا کہ استراق سمع نہ کر سکیں۔ جب میں نے حد سے زیادہ اصرار کیا اور التماس کی (کہ وہ اسرار ظاہر فرما دیں) تو آنجناب نے حرف ق کے اسرار کا اظہار کیا تو میرے ہوش اُڑ گئے۔''

مجدد الف ثانی:

آپ نے خود اس معاملے کی صراحت فرمائی ہے اور ایک مکتوب شریف میں خصوصی علوم و معارف کے ذکر کے بعد اس طرح تحریر فرمایا ہے:

''یہ علوم، مشکوٰۃِ انوارِ نبوت (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے مقتبس

ہیں، جو الف ثانی کی تجدید کے بعد محض تبعیت اور وراثت کے لحاظ سے تازہ ہوئے اور تازگی کے ساتھ ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ ان علوم و معارف کا حامل اس الف (ہزارہ) کا مجدد ہے اور یہ بات ان لوگوں پر بخوبی روشن ہے، جنہوں نے اس کے علوم و معارف کو دیکھا ہے، جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال سے ہے اور جن کا رشتہ احوال ومواجید وتجلیات اور ظہورات سے ہے۔ پس وہ جانتے ہیں کہ یہ علوم و معارف تمام علماء کے علوم اور اولیاء کے معارف کے علاوہ ہیں، بلکہ علومِ مجدّدیہ کے مقابلے میں وہ پوست معلوم ہوتے ہیں اور وہ (علوم مجدّدیہ) مغز ہیں اور اللہ تعالیٰ سبحانہٗ ہدایت دینے والا ہے۔ واضح ہو کہ ہر صدی کے سرے کا مجدد ہوا ہے، لیکن صدی والا مجدد اور ہے اور الف (ہزارہ) والا مجدد اور ہے۔ چنانچہ صدی اور ہزار میں جو فرق ہے ان مجددوں میں بھی اسی قدر فرق ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے اور مجدد وہ ہے کہ جو کچھ اس مدت میں اُمتوں کو فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں اسی کے توسط سے ہوتے ہیں۔ اگرچہ کہ اقطاب واوتاد بھی اس وقت میں ہوتے ہیں اور بدلاء اور نجباء بھی ہوا کرتے ہیں۔''

(مکتوبات امام ربانی ۲:۴)

حضرت مجدد قدس سرہ نے دوسرے کئی اور مکتوبات شریف میں بھی اس مدعا سے متعلق تحریر فرمایا ہے:

''اے میرے بیٹے! یہ وہ وقت ہے کہ اگلی اُمتوں میں ایسے پُرظلمت وقت میں ایک اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہوا کرتا تھا، جو شریعت جدیدہ کی بنیاد قائم کرتا تھا۔ (لیکن) یہ اُمت جو خیر الامم ہے اور جس کے پیغمبر ﷺ خاتم الرسل ہیں، اس کے علماء کو انبیائے بنی اسرائیل کا مرتبہ دیا گیا ہے اور انبیاء کی جگہ ایسے علماء پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اسی لیے ہر

صدی کے سرے پر اس اُمت کے علماء میں سے ایک کو مجدد متعین کیا جاتا ہے، جو شریعت کی احیاء فرماتا ہے اور بالخصوص ہزار سال کے بعد کہ اُمم سابقہ میں تو اولوالعزم پیغمبر کی بعثت ہوا کرتی تھی اور عام پیغمبر پر ایسے زمانے میں اکتفانہیں کیا جاتا تھا۔ اسی طرح ایسے وقت میں ایک ایسے عالم و عارف کی اس اُمت میں ضرورت ہے، جو کامل المعرفت ہو اور جو اُمم سابقہ والے اولوالعزم پیغمبر کا قائم مقام ہو سکے۔"

(مکتوبات امام ربانی ۱:۲۲)

ایک اور موقع پر حضرت مجدد قدس سرہ نے اسی سلسلے میں تحریر فرمایا ہے:

"اس اُمت کی آخریت کی ابتداء حضور انور ﷺ کے وصال کے ایک ہزار سال کے بعد سے ہے کہ گزرے ہوئے ہزار سال کی ایک عظیم خاصیت ہے تغیر امور میں اور قوی تاثیر ہے تبدیل اشیاء میں اور چونکہ اس اُمت میں کسی طرح نسخ اور تبدیلی نہیں ہو سکتی، اس لیے سابقہ نسبت ہی تازگی اور رونق کے ساتھ متاخرین میں جلوہ گر ہوئی ہے اور اس الف ثانی میں شریعت کی تائید اور ملت کی تجدید ہوئی ہے۔ اس پر عادل گواہ حضرت عیسیٰ (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) بھی ہیں اور حضرت مہدی (علیہ الرضوان) بھی۔

اے بھائی! ایسی بات کہنی آج تو اکثر لوگوں کو گراں گزرتی ہے اور ان کی سمجھ سے دور ہے، لیکن اگر وہ انصاف سے کام لیں اور ایک دوسرے کے علوم و معارف کا موازنہ کریں اور صحت اور سقم کو شریعت کے علوم کے معیار پر دیکھیں کہ مطابقت ہے یا نہیں اور یہ بھی کہ شریعت اور نبوت کی توقیر و تعظیم کہاں زیادہ ہے تو شاید اس تعجب سے نکل جائیں۔ دیکھا ہوگا کہ فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ طریقت اور حقیقت (دونوں) شریعت کی خادم ہیں اور ولایت سے نبوت افضل

ہے خواہ وہ نبی کی ولایت ہو اور یہ بھی لکھا ہے کہ ولایت کے کمالات کی، نبوت کے کمالات کے مقابلے میں کوئی قدر و قیمت نہیں۔ اس کی حقیقت وہی ہے جیسی کہ دریائے محیط کے مقابلے میں قطرے کی ہوتی ہے۔ اسی طرح اور بھی بہت کچھ لکھا ہے، خصوصاً بیان طریق سے متعلق مکتوب میں دیکھیں۔ مقصود اس گفتگو سے محض تحدیث نعمت حق ہے اور بس اور اس سے اس طریق کے طالبوں کے لیے ترغیب بھی ہے۔ اس سے دوسروں پر اپنی فضیلت ظاہر کرنا مقصود نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت اس شخص پر حرام ہے جو خود کو کافر فرنگ سے بدتر نہ جانتا ہو۔ پھر اکابر دین سے کیا مناسبت ہو سکے گی؟ (مکتوبات امام ربانی ۱:۲۶۱)۔

مقام فنافی اللہ و بقاباللہ:

حضرت مجدد قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے:

''وہ علوم جو مقام فنافی اللہ اور بقاباللہ سے تعلق رکھتے ہیں اللہ پاک نے محض اپنی عنایت سے مجھ پر منکشف فرما دیے ہیں اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ ہر چیز کی خاص وجہ کیا ہے؟ اور سیر فی اللہ کے کیا معنی ہیں؟ اور برقی، تجلی کیا ہے؟ اور محمدی المشرب کون ہے؟ اور اسی طرح کی دوسری باتیں اور ہر مقام میں اس کے لوازم اور ضروریات بتائی جاتی ہیں اور ان کی سیر کرائی جاتی ہے اور بہت کم چیزیں ایسی ہوں گی، جن کی نشان دہی اولیاء اللہ نے کی ہوگی اور وہ راستے میں چھوڑ دی گئی ہوں اور نہ دکھائی گئی ہوں۔ وہ شخص مقبول ہو گیا جس نے اس کو بلا چون و چرا قبول کر لیا۔''

مدارج کمالات میں ترقیاں:

حضرت مجدد قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے:

''اللہ نے محض اپنی عنایت بے غایت سے مدارجِ کمالات میں ترقیاں عطا فرمائی ہیں۔ مقامِ ولایت کے اُوپر مقامِ شہادت ہے اور شہادت سے ولایت کی نسبت ایسی ہی ہے، جیسی کہ تجلّی ذاتی سے تجلّی صوری کی نسبت ہے ان دونوں کے درمیان دوری ان دونوں تجلیوں کے درمیان کی دوری سے زیادہ ہے اور مقامِ شہادت سے اُوپر مقامِ صدیقیت ہے اور ان دونوں مقاموں میں جو فرق ہے وہ نہ تو عبارت میں بیان ہوسکتا ہے اور نہ اشارے سے بتایا جاسکتا ہے اور اس مقامِ صدیقیت سے اُونچا صرف مقامِ نبوت ہی ہے اور کوئی نہیں اور صدیقیت اور نبوت کے درمیان کوئی دوسرا مقام نہیں ہوسکتا، بلکہ محال ہے اور ایسا محال ہونا صریح اور صحیح کشف سے معلوم ہوا ہے اور وہ جو بعض بزرگوں نے ان دونوں مقاموں کے درمیان ایک واسطہ ثابت کیا ہے اور اُسے قربت کا نام دیا ہے تو اس سے بھی مجھے مشرف فرمایا گیا ہے اور اس کی حقیقت کی بھی مجھے اطلاع دی گئی ہے۔ بہت سی توجہ اور بے حد تضرع کے بعد پہلے تو اسی طرح جیسا کہ بعض اکابر نے بتایا ہے مجھ پر بھی اظہار ہوا، لیکن بعد میں اس کی حقیقت سے مجھے آگاہی دی گئی۔۔ بے شک اس مقام کا حصول، صدیقیت کے حصول کے بعد اور عروج کے وقت ہوتا ہے، لیکن واسطے کا ہونا محل تامل ہے۔ کیونکہ وہ مقام بہت بلند ہے اور عروج کی منزلوں میں اس سے اُوپر کوئی مقام نہیں اور ذاتِ جل وعلا پر زائدیت وجود اسی مقام میں ظاہر ہوتی ہے، جیسا کہ علمائے حق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے اور اسی مقام پر وجود بھی راہ میں رہ جاتا ہے اور اس سے اُوپر عروج واقع ہوتا ہے۔''

''ابو المکارم رکن الدین شیخ علاء الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بعض تصانیف میں فرمایا ہے کہ عالم وجود سے اُوپر عالم الملک الودود ہے اور

مقامِ صدیقیت، مقامِ بقا سے ہے جو عالم کی طرح رُخ رکھتا ہے اور
اس مقام سے بہت آگے مقامِ نبوت ہے جو فی الحقیقت بہت بلند ہے
اور صحو وبقا کا کمال ہے اور ان دونوں مقاموں کے بیچ میں مقامِ قربت کو
برزخیت کی حیثیت حاصل نہیں، کیونکہ اس کا رُخ صرف تنزیہ کی طرف
ہے۔

علومِ شرعیہ کو نظریہ استدلالیہ کے مطابق بدیہی اور کشفی بنایا گیا ہے اور نظریت سے
ضرورت کی طرف لایا گیا ہے۔" (معارف لدنیہ،۱۴ معرفت)۔

استطاعت مع الفعل:

آپ (حضرت مجدد قدس سرہ) نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے:

"استطاعت مع الفعل کا معاملہ بھی منکشف ہو گیا ہے، یعنی فعل سے
زیادہ قدرت نہیں ہوتی اور قدرت اتنی ہی دی جاتی ہے جس قدر فعل ہو
سکتا ہے اور اسباب واعضا کی سلامتی کے مطابق ہی مکلف کیا جاتا ہے،
جیسا کہ اہل سنت علماء نے ثابت کیا ہے اور اسی مقام میں خواجہ نقشبند
قدس سرہ کے زیرِ قدم رکھا ہے۔ وہ اسی مقام میں تھے اور حضرت خواجہ
علاء الدین (عطار) قدس سرہ کو بھی اس مقام میں حصہ حاصل ہے اور
اس سلسلہ نقشبندیہ میں خواجہ عبدالخالق (غجدوانی قدس سرہ) کو بھی اور
متقدمین مشائخ میں سے حضرت معروف کرخی، امام داؤد طائی، خواجہ
حسن بصری اور حبیب عجمی کو بھی حاصل ہے" (قدس اللہ تعالیٰ
اسرارہم)۔

صفت قیومیت میں کمالِ فنا کا جذبہ:

حضرت مجدد قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے:

"مجھ فقیر کو جب اس راستے کی خواہش پیدا ہوئی تو عنایت خداوندی

سے خانوادۂ حضرت خواجگانِ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے ایک خلیفہ (یعنی حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ) کی خدمت میں پہنچایا گیا اور وہاں سے ان بزرگوں کا طریقہ اخذ کر کے اس بزرگ کی صحبت اختیار کی اور اس بزرگ کی توجہ کی برکت سے خواجگانِ نقشبندیہ (قدس سرہ اسرارہم) کا وہ جذبہ جو صفت قیومیت میں کمالِ فنا حاصل ہونے سے پیدا ہوتا ہے، اس فقیر کو حاصل ہوا اور اندراج نہایت فی البدایت سے بھی کسی قدر سیرابی حاصل ہوئی۔ جب یہ جذبہ اچھی طرح پختہ ہو گیا تو سلوک میں مجھے قرار حاصل ہوا اور میں نے اس راہ کو شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روحانی تربیت سے انجام کو پہنچایا۔ یعنی مجھے اس اسم تک عروج حاصل ہو گیا جو میرا مربی (پرورش کنندہ) تھا اور پھر حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کی روحانیت کی مدد سے اس اسم سے قابلیت اولیٰ کے درجے تک عروج کیا؛ جسے حقیقت محمدی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کے بعد مجھے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی روحانی دستگیری سے اس قابلیت اُولیٰ سے بھی بلندی نصیب ہوئی اور وہاں سے پھر میں اس مقام تک پہنچ گیا جو اس قابلیت سے بھی بلند تر ہے، گویا یہ قابلیت اس مقام کی خصوصی تفصیل ہے اور وہ مقام اس کا اجمال ہے۔ یہ مقام، اقطاب محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقام کہلاتا ہے اور اس فقیر کو اس مقام تک ترقی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی تربیت سے حاصل ہوئی۔ اس مقام تک پہنچنے کے وقت اس فقیر کو حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہ کی روحانیت سے بھی ایک گونہ امداد حاصل رہی، جو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کے خلیفہ اور خود قطب ارشاد ہیں۔ اقطاب کا منتہائے عروج اسی مقام تک ہے اور دائرہ ظلیت بھی اسی مقام تک پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اصل خاص کا مقام ہے یا

اصل اور ظل دونوں ملے ہوئے ہیں۔ افراد کی ایک جماعت کو اس دولت تک پہنچنے کا امتیاز حاصل ہے۔ بعض اقطاب کو بھی افراد کی صحبت کے ذریعے اس اصل اور ظل آمیز مقام کا مشاہدہ میسر ہو جاتا ہے، لیکن اصل خالص تک پہنچ جانا یا اصل خالص کا مشاہدہ بتفاوتِ درجات کرنا صرف افراد ہی کا خصوصی امتیاز ہے۔ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت ہی بڑے فضل والا ہے) اور اس فقیر کو اس مقام تک پہنچ جانے کے بعد جو اقطاب کا مقام کہلاتا ہے سرور کونین ﷺ کی طرف سے قطبیت ارشاد کی خلعت عطا ہوئی اور مجھے اس منصب پر سرفراز فرمایا گیا۔ اس کے بعد پھر عنایت خداوندی شامل حال ہوئی تو اس مقام سے مزید بلندی کی طرف متوجہ فرمایا گیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ اصل ظل آمیز تک رسائی حاصل ہوئی اور اس مقام میں بھی گزشتہ مقامات کی طرح فنا اور بقا نصیب ہوئی اور پھر وہاں سے اصل کے مقام تک ترقی عطا فرمائی گئی، حتیٰ کہ اس فقیر کو اصل الاصل کے مقام تک پہنچا دیا گیا۔ اس آخری عروج میں جو کہ مقاماتِ اصل کا عروج ہے اس فقیر کو حضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس کی روحانیت سے امداد حاصل رہی اور ان کی قوتِ تصرف نے ان تمام مقامات سے گزار کر اصل الاصل کے مقام تک واصل فرما دیا اور پھر وہاں سے مجھے اس دنیا کی طرف واپس کر دیا گیا، جیسا کہ اس سے پہلے بھی ہر مقام سے واپس کیا جاتا تھا اور اس فقیر کو نسبت فردیت کا سرمایہ جس کے ساتھ آخری عروج مخصوص ہے اپنے والد ماجد (خواجہ عبدالاحد قدس سرہ) سے حاصل ہوا تھا اور میرے والد کو یہ نسبت اپنے ایک بزرگ (حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ) سے حاصل ہوئی تھی۔ یہ جذبہ قوی رکھتے تھے اور کرامات و خوارقِ

عادات میں شہرت رکھتے تھے۔ نیز اس فقیر کو علوم لدنی کی توفیق حضرت خضر (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کی روحانیت سے حاصل ہوئی، لیکن یہ صورتِ حال اُس وقت تک ہی رہی جب تک کہ مقامِ اقطاب سے نہیں گزر گیا، لیکن اس مقام سے گزر جانے اور بلند تر مقامات میں ترقیاں حاصل کر لینے کے بعد ان علوم کا حصول خود اپنی حقیقت سے ہونے لگا۔ یعنی علوم اپنی ذات میں، خود بخود اپنی ذات ہی سے حاصل ہونے لگے۔ کسی غیر کی مجال نہ تھی کہ وہ درمیان میں آ سکے۔''

سیر عن اللہ باللہ:

اسی کے آگے تحریر حضرت مجدد قدس سرہ فرماتے ہیں:

''پھر اس فقیر کو نزول کے وقت جسے سیر عن اللہ باللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، دوسرے سلسلوں کے مشائخ کے مقامات پر بھی عبور حاصل ہوا اور ہر مقام سے کامل حصہ پایا اور وہ مشائخ میرے کام میں میرے مددگار ثابت ہوئے اور اپنی اپنی نسبتوں کے چیدہ چیدہ حصے عطا فرمائے۔ سب سے پہلے مجھے اکابر چشتیہ (قدس اللہ اسرارہم) کے مقامات پر عبور حاصل ہوا اور اُن مقامات سے وافر حصہ مجھے ملا اور ان مشائخ عظام میں سے حضرت خواجہ قطب الدین (بختیار کاکی) رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت نے دوسرے بزرگوں سے کہیں زیادہ میری امداد فرمائی اور سچ تو یہ ہے کہ یہ بزرگ اس مقام میں بڑی شان والے ہیں اور اس مقام کے سردار ہیں۔ اس کے بعد مشائخ کبرویہ (قدس اللہ اسرارہم) کے مقام پر گزر ہوا۔ یہ دونوں مقام (یعنی چشتیہ اور کبرویہ) عروج کے اعتبار سے مساوی ہیں، لیکن یہ مقام (کبرویہ) فوق سے نزول کرتے وقت اس شاہراہ کی دائیں جانب ہوتا ہے اور وہ مقام (چشتیہ) اس صراطِ مستقیم کی بائیں جانب ہے اور یہ شاہراہ (صراطِ مستقیم) وہ راستہ

ہے کہ اقطابِ ارشاد میں سے بعض اکابر اسی راستے سے فردیت کے مقام تک پہنچتے ہیں اور آخری انتہا تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔ افرادِ تنہا (یعنی بلا قطبیت) کا راستہ دوسرا ہے۔ بغیر قطبیت کے اس راستے سے گزرنا ممکن نہیں۔ مقامِ صفات اور اس شاہراہ کے درمیان یہ مقام واقع ہوا ہے، گویا ان دونوں مقاموں کے درمیان ایک برزخ ہے جسے دونوں طرف سے حصہ ملتا ہے اور پہلا مقام تو اس شاہراہ کی دوسری جانب واقع ہوا ہے جو صفات سے کم مناسبت رکھتا ہے۔ اس کے بعد اکابر سہروردیہ کے مقام پر عبور حاصل ہوا جو شیخ شہاب الدین قدس سرہ کی طرف منسوب ہیں۔ یہ مقام اتباعِ سنت (علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام) کے نور سے روشن ہے اور مشاہدۂ فوق الفوق کی نورانیت سے زینت حاصل کیے ہوئے ہے اور عبادتوں کی توفیق اس مقام کی رفیق ہے (یعنی اس مقام والوں کو حاصل ہے)۔ بعض سالکوں کو جو ابھی تک اس مقام پر فائز نہیں ہوئے، لیکن عباداتِ نافلہ میں مشغول ہیں اور اسی میں آرام حاصل کیے ہوئے ہیں اس مقام کی مناسبت سے اس مقام کا کچھ حصہ حاصل ہے۔ کیونکہ عباداتِ نافلہ سے بلاواسطہ اس مقام کو مناسبت ہے اور دوسروں کو خواہ وہ مبتدی ہوں یا منتہی، اسی واسطے سے اس مقام کے ساتھ مناسبت ہے اور یہ مقام بہت عجیب ہے، کیونکہ جو نورانیت اس مقام میں ظاہر ہوتی ہے وہ دوسرے مقامات میں کم ہے اور اس مقام کے مشائخ، کمال اتباع کی وجہ سے عظیم الشان اور رفیع المکان ہیں اور اپنے ابنائے جنس میں امتیازی خصوصیت رکھتے ہیں۔ اس کے بعد مجھے مقامِ جذبہ میں لے آئے اور یہ مقام بے شمار مقاماتِ جذبات کو لیے ہوئے ہے۔ پھر اس مقام سے نیچے بھی نزول ہوا۔ مراتب نزول کی انتہا مقامِ قلب پر ہوتی ہے جو ایک حقیقت جامعہ ہے

اور ارشاد و تکمیل کا تعلق اس مقام تک نزول ہونے پر ہے۔ چنانچہ مجھے
اس مقام پر نزول حاصل ہوا، لیکن قبل اس کے کہ مجھے اس مقام میں
تمکین حاصل ہو پھر عروج واقع ہوا اور اس مرتبہ میں نے سایہ کی طرح
اصل کو بھی پیچھے چھوڑ دیا اور اس عروج میں جو قلب کے مقام میں واقع
ہوا مجھے تسکین اور پختگی نصیب ہوگئی۔"

قطبِ ارشاد:

اسی کے آگے حضرت مجدد قدس سرہ نے اس طرح تحریر فرمایا ہے اور اپنے کمال سے متعلق
اطلاع دی ہے:

"قطب ارشاد جو فردیت کے کمالات کا بھی جامع ہوتا ہے بہت کم ہوا
کرتا ہے۔ بہت صدیوں اور بے شمار زمانوں کے بعد اس قسم کا کوئی
جوہر ظاہر ہوتا ہے اور یہ تاریک دنیا اس کے ظہور سے منور ہوتی ہے اور
اس کے رشد و ہدایت کا نور تمام عالم کو شامل ہوتا ہے۔ یعنی عرش کے
دائرے سے فرش کے مرکز تک جس کسی کو بھی رشد و ہدایت اور ایمان و
معرفت حاصل ہوتی ہے وہ اسی کے واسطے سے حاصل ہوتی ہے اور اسی
کی ذات سے مستفاد ہوتی ہے اور بغیر اس کے توسط کے، کوئی شخص اس
دولت تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا۔ مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ اس کا
نور ہدایت ایک بحر بیکراں کی طرح تمام عالم کو احاطہ کیے ہوئے ہوتا ہے
اور وہ دریا گویا منجمد ہے جس میں مطلق حرکت نہیں ہے۔ جو شخص ایسے
بزرگ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کے ساتھ اخلاص رکھتا ہے یا وہ
بزرگ خود کسی طالب کے حال پر متوجہ ہو جائے تو اس توجہ کے دوران
ایک طرح سے اس طالب کے دل میں ایک سوراخ کھل جاتا ہے اور
اس راستے سے (توجہ اور اخلاص کے مطابق) اس دریا سے سیراب ہوتا
ہے۔ اسی طرح وہ شخص جو ذکر الٰہی میں مشغول ہے اور اس بزرگ کی

طرف، انکار سے نہیں، بلکہ لاعلمی کی وجہ سے متوجہ نہیں ہے تو اسے بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے، لیکن پہلی صورت میں زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ البتہ وہ شخص جو ایسے بزرگ کا منکر ہو یا اس بزرگ کو اس شخص سے گرانی ہو تو وہ شخص خواہ ذکر الٰہی میں بہت کچھ مشغول رہے، لیکن وہ رشد وہدایت کی حقیقت سے محروم ہی رہے گا، بغیر اس کے کہ وہ بزرگ اس شخص کو فیض نہ پہنچانے کا کوئی ارادہ کرے یا اُسے نقصان پہنچانے کا قصد کرے، اس کا یہ انکار ہی اس کے لیے استفادے کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے اور اسے ہدایت کی اصل حقیقت حاصل نہیں ہوگی۔ بلکہ جو کچھ حاصل ہوگا وہ ہدایت کی صورت ہوگی اور حقیقت کے بغیر صرف صورت سے بہت کم فائدہ پہنچتا ہے، لیکن جو لوگ اس بزرگ سے اخلاص اور محبت رکھتے ہیں اور ذکر الٰہی سے کتنے ہی خالی ہوں ان کو بھی محض محبت کی وجہ سے رشد وہدایت کا نور حاصل ہو جاتا ہے۔"

متابعت نبوی ﷺ

حضرت مجدد قدس سرہ کو حضور انور ﷺ کی سات درجہ متابعت سے نوازا گیا ہے اور یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔ اس سات درجہ متابعت کی تفصیل آپ کے مکتوبات شریف کے دفتر دوّم کے پچاسویں مکتوب میں ملاحظہ فرمائیں۔

مشارب انبیاء علیہم السلام:

حضرت مجدد قدس سرہ پر انبیاء علیہم السلام کی استعداد کے مشارب، ان کے تعینات کے مبادی اور ہر ایک کی نسبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ یعنی محبیت، محبوبیت اور خلت اور اسی طرح ان سالکوں کی استعداد جو کسی نبی کے زیر قدم ہوں مکشوف کر دی گئی تھی۔ پھر ان مشارب میں ہر ایک کے قدم کا فرق بھی ظاہر کر دیا گیا تھا۔ اسی لیے آپ فرماتے تھے کہ فلاں شخص ولایت

موسوی میں ہے، فلاں ولایت عیسوی میں، فلاں محمدی المشرب ہے اور فلاں نزدیک ہے، فلاں ولایت کے نقطہ مرکز سے اور فلاں اس دائرے کے قریب ہے۔ وغیرہ یہ بھی آپ کی عظیم خصوصیات اور رفیع مقامات میں سے ہے۔

تعین وجودی:

تعین وجودی کہ جس کے متعلق آج تک کسی عارف نے لب کشائی نہیں کی تھی حضرت مجدد قدس سرہ پر ظاہر کیا گیا اور اس عالی مقام کے اسرار اور برکات سے آپ کو ممتاز فرمایا گیا۔ جیسا کہ مکتوبات شریف کے دفتر سوم کے مکتوب ۸۹ میں تفصیل آئی ہے۔ اسی طرح دوسرے مکتوبات شریف میں بھی ہے۔

اسرار وعلوم قلوبِ خمسہ:

حضرت مجدد قدس سرہ کو قلوب خمسہ (مبداء ومعاد، منہا ۱۲) کے اسرار وعلوم سے بھی نوازا گیا تھا۔ خصوصاً مرتبہ علیا سے جو قلب پنجم سے تعلق رکھتا ہے اور یہ مرتبہ، قرب کا اعلیٰ مرتبہ ہے اور منازل حصول کا منتہا بھی ہے اور آپ کی اعلیٰ خصوصیات میں سے بھی ہے اور آپ حضور انور ﷺ کی نیابت کے مرتبہ تک پہنچائے گئے تھے اور اس مقام میں بھی داخل کیے گئے تھے، جس سے اونچا کوئی مقام نہیں اور اقطاب واوتار کو آپ کی ولایت کے تحت رکھا گیا، جیسا کہ رسالہ مبدا و معاد میں آپ نے فرمایا ہے:

> ''جب یہ عارف جس کی معرفت مکمل تر اور جس کا شہود (حضور) کامل تر ہو، اس مقام تک پہنچتا ہے جو نادر الوجود اور اشرف ہے، تو وہ تمام جہانوں اور تمام ظہورات کا قلب بن جاتا ہے اور یہی شخص ولایت محمدیہ (ﷺ) کا صحیح مستحق اور دعواتِ مصطفویہ سے مشرف بن جاتا ہے (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام)۔
>
> چنانچہ اقطاب، اوتاد اور ابدال سب اس کے دائرۂ ولایت کے تحت ہوتے ہیں اور افراد، آحاد اور اولیاء کے تمام گروہ اسی کے انوارِ ہدایت

کے ماتحت مندرج ہوتے ہیں، کیونکہ وہی شخص حضور انور ﷺ کا قائم مقام ہوتا ہے اور ہدایت یافتہ بھی۔ یہ نسبت شریفہ، مریدین میں سے کسی کے لیے مخصوص رکھی گئی ہے اور مریدین کو اس کمال میں سے کوئی حصہ نہیں ملتا۔ یہی آخری درجہ اور انتہائی مقام ہے جس سے بلند تر نہ کوئی کمال ہے اور نہ کوئی عطیہ ہے۔ اس قسم کا عارف اگر ہزاروں برس کے بعد بھی پایا جائے تو بہت غنیمت ہے۔ اس کی برکات، طویل مدتوں اور بعید عرصوں تک جاری وساری رہتی ہیں اور یہی وہ ہستی ہے جس کا کلام دوا ہے اور جس کی نظر شفا ہے۔ اس خیر اُمت میں کچھ مدت کے بعد حضرت امام مہدی علیہ السلام اسی نسبت پر ظہور فرمائیں گے اور (یہ خدا کی دین ہے جسے وہ چاہے دے دے اور اللہ بڑا فضل والا ہے)۔" (مبداء ومعاد، منہا ۱۲)۔

ولایات ثلاثہ:

حضرت مجدد قدس سرہ پر ولایت کے تین درجات منکشف فرماتے گئے۔ یعنی ولایت صغریٰ، ولایت کبریٰ اور ولایت علیا۔ ان تینوں کی تفصیل آپ نے مکتوبات شریفہ میں تحریر فرمائی ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے: مکتوبات امام ربانی ۱: ۲۶۰-۲۸۷، ۲: ۳۰۲، ۲: ۳)۔

حقیقت قرآن، حقیقت کعبہ اور حقیقت بیت المقدس کے اسرار:

حضرت مجدد قدس سرہ پر حقیقت قرآن، حقیقت کعبہ اور حقیقت بیت المقدس کے اسرار منکشف فرمائے گئے اور یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ ایک ہزار سال کے بعد حقیقت احمدی کے ساتھ حقیقت محمدی متحد کر دی گئی۔ اس کی تفصیل بھی آپ نے خود تحریر فرمائی ہے۔ (دیکھیں مکتوبات امام ربانی ۳: ۷۷-۱۲۴ وغیرہ۔ ۲: ۷ بھی دیکھیں)۔

رویت الٰہی:

حضرت مجدد قدس سرہ پر ظاہر کیا گیا کہ اس دنیا میں اگرچہ رویت (رویت الٰہی) نہیں

ہوتی، تاہم یہ بے رؤیت بھی نہیں ہے۔آپ نے تحریر فرمایا ہے:

''یہ وہ عظیم دولت ہے جو صحابہ کرامؓ کے بعد بہت کم کسی کو نصیب ہوئی ہے۔اگرچہ یہ بات بعید و عجیب سی ہے اور اکثر لوگ اس کو قبول نہیں کریں گے، لیکن تحدیث نعمت کی جا رہی ہے۔کم سمجھ لوگ اس کو قبول کریں یا نہ کریں۔یہ نسبت کل کے روز اکمل طریقے پر حضرت مہدی علیہ الرضوان پر ظاہر ہوگی''۔(مبداء و معاد، منہا ۱۹ مکتوبات امام ربانی ۲:۴)۔

حق الیقین:

حضرت مجدد قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے حق الیقین سے مشرف فرمایا اور صوفیہ کی اصطلاح میں جو حق الیقین ہے وہ آپ کے نزدیک عین الیقین ہے۔اس کے بعد آپ نے تحریر فرمایا:

> ''عین الیقین اور حق الیقین کے متعلق یہ فقیر کیا ہے؟ اور اگر کہے تو کون ہے جو سمجھ سکے اور کیا حاصل کر سکے؟ یہ معارف احاطہ ولایت سے خارج ہیں اور علمائے ظاہر کی طرح اربابِ ولایت بھی ان کو سمجھنے سے قاصر اور عاجز ہیں۔یہ علوم، انوارِ نبوتؐ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی مشکوٰۃ سے ماخوذ ہیں کہ دوسرے ہزار سال والی تجدید سے محض تبعیت اور وراثت کی وجہ سے تازہ ہوئے ہیں۔'' (مکتوبات امام ربانی ۲:۴)۔

عنایات خاصہ:

حضرت مجدد قدس سرہ پر جذبہ و سلوک کے علاوہ ایک اور طریقہ ظاہر کیا گیا جس کو آپ نے مشکوٰۃِ نبوت سے ماخوذ فرمایا ہے اور اس کی تفصیل مکتوبات امام ربانی (۱:۱ ۳۰) میں تحریر فرمائی ہے۔

حضرت مجدد قدس سرہ کو حضور سرورِ کائنات ﷺ کے کمال اتباع کی وجہ سے ایسے مقام سے جو مقامِ رضا سے بالاتر ہے ممتاز فرمایا گیا، جیسا کہ آپ نے دفتر دوّم کے مکتوب دوّم میں تحریر فرمایا ہے۔

حضرت مجدد قدس سرہ کو خزینہ دارِ رحمت بنایا گیا، جیسا کہ دفتر اوّل کے مکتوب ۳۱۱ میں

ہائے دو چشمی کی حقیقت کے سلسلے میں ارشاد فرمایا ہے۔

حضرت مجدد قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے مقامِ سابقین سے جو اصحابِ یمین کے درجات سے بلند وبالا ہے واصل فرمایا۔

حضرت مجدد قدس سرہ کو حق تعالیٰ نے مکلم اور محدث (بفتح دال) بنایا، جیسا کہ آپ نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے:

> ''واضح ہو کہ بندے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کبھی بلا واسطہ کلام کرتا ہے، جیسا کہ انبیاء علیہم السلام میں سے بعض کے ساتھ ہوا ہے اور کبھی انبیاء علیہم السلام کے کامل متبعین میں سے بھی بعض کو بطریق وراثت یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ اگر اس طریقے کا کلام اُمت کے کسی فرد کو بکثرت حاصل ہو تو وہ شخص محدث کہلاتا ہے، جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ یہ کلام الہام اور القائے قلبی سے مختلف ہے۔ فرشتے کے ساتھ جو کلام ہوتا ہے اس کی نوعیت بھی یہ نہیں۔ اس کلام کا مخاطب صرف وہ انسانِ کامل ہے جو عالم امر، عالم روح ونفس اور آلہ عقل وخیال کا جامع ہو اور اللہ تعالیٰ خاص کرتا ہے اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے اور وہ فضل عظیم والا ہے۔''
> (مکتوبات امام ربانی ۲:۵۱)۔

حضرت مجدد قدس سرہ کو انبیاء علیہم السلام کی ولایت سے مشرف فرمایا گیا اور ولایت ظلی سے ولایت اصلی کا اتصال عطا فرمایا گیا۔ (مکتوبات امام ربانی ۱:۳۰۱)۔

حضرت مجدد قدس سرہ کو سیر آفاقی وانفسی کے علاوہ ایک اور سیر مکشوف فرمائی گئی (مکتوبات امام ربانی ۲:۲۶-۴۲، مبداء ومعاد۔ منہا ۹)۔

حضرت مجدد قدس سرہ کو قیومیت کی نسبت سے بھی مشرف فرمایا گیا، جیسا کہ مکتوبات شریف میں درج ہے (مکتوبات امام ربانی ۲:۱۱، ۲:۹۳:۳:۸۰- مبداء ومعاد کا ابتدائی حصہ اور مکتوبات امام ربانی ۱:۲۵۶)۔ حضرت مجدد قدس سرہ کو قطب الاقطاب ارشاد بنایا گیا کہ روئے زمین میں اور بالائے آسمان بھی انھی کے توسط سے بشرطِ عدم انکار، فیض پہنچتا ہے، لیکن منکر قطعی

محروم ہوتا ہے۔(مکتوبات امام ربانی ۲:۲۱:۲،۹۳:۳،۸۰:۳)۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت قدس سرہ کے بعض مریدوں کو حضرت کے طفیل میں قطبیت کے درجے پر فائز فرمایا۔

حضرت مجدد قدس سرہ فرماتے تھے کہ مجھ پر منکشف ہوا ہے کہ یہ سلسلہ میرے فرزندوں کے ذریعے روزِ قیامت تک باقی رہے گا۔[۹۶] (ان شاء اللہ)

فصل: یاز دہم

تصرفات وکرامات

آن بھر میں تکمیل سلوکِ باطنی:

حضرت مولانا محمد یوسف سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۲ھ/ ۱۶۱۶ء) اپنے وقت کے بڑے عالموں میں سے تھے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ (م ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) نے اُن کی تربیت حضرت مجدد قدس سرہ کے حوالے فرمادی تھی۔ سلوک طے کرنے کے زمانے میں اُن کی موت کا وقت آ گیا اور وہ جان کنی کے عالم میں تھے کہ حضرت مجدد قدس سرہ اُن کے سرہانے پہنچ گئے اور اُن کے سلوک کی تکمیل کے لیے توجہ فرمائی اور اُن کو اس معاملے میں اطلاع بھی دے دی اور ہر لمحہ اُن کا حال بھی دریافت فرمارہے تھے اور وہ بھی اپنی ترقیات اور تلقیات جو آپ کی توجہ سے حاصل ہورہی تھیں آپ سے عرض کررہے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کے تصرف سے اُن کا کام تکمیل کو پہنچ گیا اور انھوں نے بھی اپنے کمال کے حصول اور سلوک کی تکمیل کی خبر بھی دے دی۔ بس اسی دم اُن کا انتقال ہو گیا۔

مجذوب بنانا:

ایک درویش نے کہ جس میں جذب کے آثار، بے نفسی کی علامات اور آزادی و بے نیازی کی نشانیاں موجود تھیں۔ بیان کیا کہ میں بنگال سے اکبر آباد (آگرہ) آیا ہوا تھا اور حضرت مجدد قدس سرہ اُس وقت اس شہر میں تشریف رکھتے تھے۔ ایک رات آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور التماس کی کہ مجھے تعلیم ذکر فرمادیں۔ آپ نے قبول فرمالیا، (لیکن) اسی وقت مجھ پر ایسا جذب طاری ہوا کہ رات ہی کو میں دیوانہ وار وہاں سے باہر نکلا اور دشت وصحرا میں چلا گیا اور مدت تک کوہ و بیاباں میں پھرتا رہا اور مجھے سونے کھانے اور آرام کرنے کی خبر نہ رہی۔ کیا کہوں کہ اس زمانے میں کیا کیا میں نے دیکھا اور کیا کیا حاصل کیا۔

صاحب کمال بنانا:

ایک سیّد صاحب جو بظاہر تاجر تھے، لیکن حقیقت میں اہل دل تھے۔ بیان کرتے تھے کہ میں بہت سے مشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور ہر ایک سے ذکر و مراقبہ کا طریقہ سیکھا ہے، لیکن جب میں سرہند شریف پہنچا اور حضرت مجدد قدس سرہ کے آستانے پر عشاء کے وقت حاضر ہوا اور مورد الطاف ہو کر آپ سے (ذکر حاصل کرنے کا) اظہار کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم کو ذکر کا طریقہ بتایا جائے گا (ان شاء اللہ)۔ میں نے بہت تنگ دلی سے عرض کیا کہ میں نے بہت سے مشائخ سے اذکار حاصل کیے ہیں، لیکن ان کے ثمرات اور برکات کی اُمید آپ کی بارگاہ سے ہے۔ آپ مراقب ہو گئے اور اپنی خاص توجہ سے مجھے نوازا۔ پھر تو استغراق اور وارفتگی نے بہت زیادہ مجھ پر غلبہ کیا، یہاں تک کہ صبح کے وقت تک مجھے اپنا ہوش نہ رہا۔ آخر کار علی الصباح جب مجھے افاقہ ہوا تو میں نے آپ سے ترک و تجرید کے لیے التماس کی۔ آپ نے فرمایا کہ ''تجارت تو لقمہ حلال اور نفقہ عیال کا وسیلہ ہے اُسے نہ چھوڑو اور جو کچھ کہ (ابھی) تم کو پہنچا ہے اُسے مضبوطی سے پکڑو۔'' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ''رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ '' (سورۃ النور، ۳۷ یعنی اللہ کے نیک بندوں کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی) اور مجھے رُخصت فرمایا۔

خیال سے آگاہی:

ایک سیّد صاحب جو صحیح النسب اور سعید تھے اور حضرت مجدد قدس سرہ کی خدمت میں اُن کا حال یہاں تک پہنچ چکا تھا کہ زمین و آسمان کے طبقات اُن پر کھل گئے تھے اور عجیب و غریب واردات اُن پر ہوا کرتے تھے۔ بیان کرتے تھے کہ ایک دن مجھے خیال آیا کہ ان دنوں میں تو حضرت مجدد قدس سرہ سے کوئی کرامت ظہور میں نہیں آئی۔ محض اس خیال کے آتے ہی میرے احوال میں انقباض ہو گیا اور میں سمجھ گیا کہ اس انقباض کا سبب وہی برا خیال ہے۔ پس معافی مانگنے کے لیے اپنی دستار کو گردن میں ڈال کر خود کو حضرت مجدد قدس سرہ کے قدموں میں ڈال دیا اور تضرع اور زاری کی، مگر اس خیال کو ظاہر نہیں کیا اور اپنی زبان سے وہ بات نہیں بتائی۔

حضرت مجدد قدس سرہ نے ایک لمحے کے بعد میرا سر اُوپر کیا اور فرمایا: ''سیّد صاحب نے کرامات طلب کی ہیں اور یہ بُرا خیال فلاں کی صحت سے پیدا ہوا تھا'' اور آپ نے اس شخص کا نام بھی بتایا جس کے ساتھ بیٹھنے کی وجہ سے ایسا خیال پیدا ہوا تھا۔

دانوں کی مناجات:

ایک مرتبہ حضرت مجدد قدس سرہ کو کمزوری لاحق ہوگئی تھی اور اس بیماری کے زمانے میں آپ نے دس پندرہ دانے منقے کے طلب فرمائے تھے کہ تناول فرمائیں۔ خادم نے وہ دانے پیش کیے۔ حضرت قدس سرہ نے متوجہ ہو کر مراقبہ فرمایا کہ اُن دانوں کا کھانا مفید ہے یا نہیں؟ کچھ دیر کے بعد مراقبے سے سر اُٹھایا اور فرمایا کہ عجیب بات ظاہر ہوئی کہ ان دانوں نے بارگاہِ الٰہی میں مناجات کی اور دعا مانگی کہ اے اللہ! چونکہ تیرے دوست نے اپنے استعمال کے لیے ہم کو طلب کیا ہے تو ہمارے اندر نفع اور صحت کا اثر پیدا فرمادے کہ جو شخص ایک دانہ ہم میں سے کھائے اس کا ہر قسم کا مرض صحیح ہو جائے اور حضرت حق سبحانہ نے ان دانوں کی مناجات اور دعاء منظور فرمالی اور یہ بات محسوس بھی ہوئی اور نظر بھی آئی۔ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ چنانچہ آپ نے چند دانے تناول فرمائے تو فوراً آپ کی تکلیف دور ہوگئی۔ اس کے بعد ہر بیمار نے جونہی اُن دانوں میں سے ایک دانہ کھایا اس کی بیماری، عافیت سے تبدیل ہوگئی۔ آپ فرماتے تھے کہ کاش یہ دانے زیادہ ہوتے تو زیادہ لوگوں کی صحت کا موجب بن جاتے۔

مشکل میں مدد:

ایک سیّد صاحب جو صحیح النسب تھے اور حضرت مجدد قدس سرہ کے قدیم مریدوں میں سے تھے بیان فرماتے تھے کہ حضرت مجدد قدس سرہ کے ایک حقیقی بھائی سرونج (مالوہ) میں تھے۔ آپ نے اُن کو بلانے کے لیے دو کلمے لکھے اور مجھے فرمایا کہ تم خود جاؤ اور اُن کو لے آؤ۔ اس حکم کی تعمیل میں وہاں جانے کا میں نے عزم کیا۔ آپ نے فاتحہ رُخصت پڑھ کر فرمایا کہ راستے میں لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ خوب پڑھنا تاکہ خطرات سے محفوظ رہو اور کسی چیز کی حاجت نہ رہے اور اگر کوئی مشکل درپیش ہو تو مجھے یاد کرنا۔ میں نے آپ کے قدموں پر ہاتھ رکھے (قدم بوسی کی) اور

روانہ ہوگیا۔ اتفاق سے ایک جماعت اس سفر میں میرے ساتھ ہوگئی۔ جب سرونج دوتین منزل رہ گیا تو وہاں ایک ہیبت ناک جنگل نظر آیا۔ وہاں گھاس دو قد آدم تھی۔ میں وہاں قضائے حاجت کے لیے گیا اور ساتھی وہاں کھڑے رہے۔ فراغت اور طہارت کے بعد وضو کر کے میں نے دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھی۔ ابھی اثناء میں گھاس ہلنے لگی اور میں نے دیکھا کہ ایک دھاڑنے والا شیر آ پہنچا اور میرے سامنے کھڑا ہوگیا۔ میں نے بے اختیار حضرت مجدد قدس سرہ کو یاد کیا اور کہا ''آپ نے فرمایا تھا کہ کوئی مشکل تمہیں درپیش ہو تو مجھے یاد کر لینا۔ (چنانچہ) اب مدد کا وقت ہے اور مجھے اس دھاڑنے والے اور پھاڑ کھانے والے شیر کے چنگل سے نجات دلوائیے۔'' ابھی میری یہ بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ حضرت مجدد قدس سرہ ظاہر ہوئے اور اُس شیر سے اشارے سے فرمایا کہ دور ہو۔ شیر پلٹا اور بھاگ گیا۔ پھر جو میں نے نگاہ اُٹھائی تو حضرت مجدد قدس سرہ میری نگاہ سے غائب ہو چکے تھے۔ میرے ساتھیوں نے بھی یہ واقعہ دیکھا اور مجھ سے دریافت کیا کہ وہ کون بزرگ تھے جنھوں نے ایسے وقت میں تمہاری امداد فرمائی؟ میں نے آپ کا اسم مبارک بتایا تو وہ سب کے سب جان و دل سے آپ کے معتقد ہوگئے۔

بارانِ رحمت کا نزول:

ایک مرتبہ حضرت مجدد قدس سرہ سیر و تفریح کے ارادے سے دشت و بیاباں کی طرف متوجہ ہوئے۔ راستے میں گرم ہوا اور گرد و غبار بہت زیادہ ہوگئی۔ جو حضرات ساتھ تھے اور پیادہ تھے اُن پر پیاس اور گرمی اور تھکاوٹ نے غلبہ کیا لیکن آپ کے جلال اور رعب کی وجہ سے جو سب کے دلوں پر متمکن تھا۔ آپ سے عرضِ حال کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ یہ خطرات ان حضرات کے دلوں میں جاری تھے کہ حضرت مجدد قدس سرہ نے حضرت مولانا یوسف سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ''سورج کی گرمی اور گرد و غبار کی شدت سے احباب کو تکلیف ہو رہی ہے۔'' حضرت مولانا یوسف سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ ''حضرت کو خود ہی معلوم ہے، ہم لوگوں کو عرض کرنے کی کیا ضرورت ہے؟'' حضرت مجدد قدس سرہ مسکرائے اور آپ نے آسمان کی طرف نگاہ کر کے خاموشی سے کچھ پڑھا۔ چند قدم نہ چلے تھے کہ ابر کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا اور اُس نے آپ پر اور آپ کے احباب پر سایہ کر لیا اور صرف اسی قدر بارش

ہوئی جتنی کہ گرد وغبار کے دفع کرنے کے لیے ضروری تھی اور بادِ شمال بہت اعتدال کے ساتھ چلنے لگی کہ سب سے راستے کی کوفت، ہوا کی گرمی اور گرد وغبار کی تکلیف دور ہوئی۔ حالانکہ وہ موسم بادل اور پانی کا نہیں تھا۔

صفائے قلبی اور اتباع سنت نبوی (ﷺ) کا فیض:

حضرت حاجی (شیخ) عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) جو ہندوستان کے بہت بڑے عالم اور بہت سی کتابوں کے مصنف تھے روایت کرتے تھے کہ ایک دن میں ایک عالم کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک موقع پر حضرت مجدد قدس سرہ کا ذکر آ گیا وہ عالم آپ پر طعن اور تعرض کرنے لگا۔ میں نے کہا کہ میں آپ کی صحبت میں بہت بیٹھا ہوں اور بہت سے دوسرے مشائخ کو بھی میں نے دیکھا ہے، لیکن جو صفائے قلبی اور اتباعِ سنت نبوی (ﷺ) آپ کے یہاں دیکھی ہے وہ دوسروں کے یہاں نہیں دیکھی نہ کہیں سنی۔ وہ عالم پھر یہاں وہاں کی باتیں کرنے لگا۔ میں نے کہا کہ آیئے ہم دونوں تازہ وضو کریں اور قرآن مجید کھولیں۔ جو آیت کریمہ نکلے ہم اُسے آپ (حضرت مجدد قدس سرہ) کے حالات سے متعلق فال سمجھیں گے۔ اس عالم نے یہ بات پسند کی۔ ہم دونوں نے تازہ وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر اس عالم نے قرآن پاک ہاتھ میں لیا اور پورے خشوع وخضوع کے ساتھ اسے کھولا تو یہ آیت سامنے آئی: "رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (سورۃ النور، آیت ۳۷۔ یعنی: اللہ کے نیک بندوں کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی) وہ عالم حیران رہ گیا اور اپنے کہے پر پشیمان ہوا اور میں نے اللہ پاک کا شکر ادا کیا۔

قصور کی معافی:

ایک امیرزادہ کو بادشاہ نے بہت غصے کے ساتھ لاہور سے طلب کیا تھا تاکہ اس کے آتے ہی اس کو ہاتھی کے پیر میں روند دیا جائے، کیونکہ اُس نے سخت قصور کیا تھا۔ وہ امیرزادہ جب سرہند پہنچا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ آپ کے آستانے میں جبہ سائی کرنے لگا، تاکہ اس کی جان بخشی ہو جائے۔ آپ تھوڑی دیر کے لیے

مراقب ہوئے۔ پھر فرمایا کہ خاطر جمع رکھو کہ ان شآء اللہ تم کو بادشاہ کی طرف سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی، بلکہ شاہانہ الطاف سے سرفراز ہوگے۔ امیر زادہ سخت اضطرار کی وجہ سے عرض کرنے لگا کہ حضرت آپ لکھ کر دے دیں، تا کہ میرے پریشان دل کو تسلی ہو سکے۔ آپ نے اس کی تسلی کے لیے لکھ دیا کہ ''چونکہ فلاں شخص نے بادشاہ کے غضب کے خوف سے اللہ کے در کے فقیروں سے رجوع کیا ہے، اس لیے اس فقیر نے اس کو اپنی ضمانت میں لے لیا ہے، اس لیے اس کو اس مصیبت سے رہائی دے دی ہے۔'' چند دنوں کے بعد کسی نے خبر دی کہ بادشاہ اس امیر زادہ پر برہم ہوا اور ایسا ایسا ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ میری نظر میں صبح کی روشنی کی طرح واضح ہے کہ وہ امیر زادہ، بادشاہ کی طرف سے لطف اور عنایت حاصل کر رہا ہے اور وہ خبر صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ دو تین دن کے بعد حضرت مجدد قدس سرہ کے ارشاد کے مطابق لگاتار خبریں آئیں کہ جب بادشاہ نے امیر زادہ کو دیکھا تو مسکرایا اور نصیحت کے طور پر چند باتیں کہیں اور نہایت مہربانی سے خلعت خاصہ پہنا کہ مقررہ خدمت پر روانہ کر دیا۔

شفایابی:

آپ کا ایک مخلص درویش ملتان سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری اہلیہ جو آپ کی مریدہ ہے کئی سال سے مختلف امراض میں مبتلا ہے اور اطباء اس کے علاج سے عاجز ہو چکے ہیں۔ اب حضرت کی توجہ سے اُمید رکھتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم اُس کی شفا کے لیے فاتحہ پڑھتے ہیں۔ فاتحہ پڑھی گئی۔ اس شخص نے بہت تضرع وزاری کی کہ حضرت اُسے اپنی ضمانت میں لے لیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس تکلیف (تقید) کی کیا ضرورت ہے۔

پھر اس شخص کی التجا اور تضرع بہت بڑھ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ ''مطمئن رہو، ہم نے اُسے اپنی ضمانت میں لے لیا۔''

وہ شخص رُخصت ہو کر اپنے وطن چلا گیا۔ وہاں سے اس نے عریضہ لکھا کہ میری اہلیہ اُسی دن اچھی ہوگئی، جس دن حضرتؒ نے فرمایا تھا کہ ہم نے اُسے اپنی ضمانت میں لے لیا۔ آپ نے یہ خط پڑھ کر کہا کہ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ عَلٰی ذَالِكَ۔

صحت یابی:

ایک دولت مند جو آپ کے خاندان عالی شان کا بزرگ زادہ تھا اور اپنی ماں کی طرف سے شاہی اولاد میں سے بھی تھا، مرض قولنج میں مبتلا ہوا اور بہت عرصہ ہوگیا، لیکن اطبائے حاذق کے علاج سے بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ زندگی سے مایوس ہوکر پریشان تھا۔ حضرت مجدد قدس سرہ کے ایک مخلص کے توسط سے اُس نے عرض کرایا۔ آپ نے فجر کے وقت اس کے حال پر توجہ فرمائی اور صبح کو اس مخلص سے فرمایا کہ جاؤ اس عزیز کو خوشخبری سناؤ۔ وہ مخلص حسب ارشاد وہاں گیا اور دیکھا کہ وہ تو بستر پر پڑا ہوا ہے۔ اس نے اس سے کہا کہ تم کو تو صحت ہو چکی ہے۔ پھر کیوں پڑے ہوئے ہو؟ اس نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ حضرت نے رات تمھاری صحت کی خوشخبری سنادی ہے۔ (یہ بات سن کر) وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنے اندر بیماری کا مطلق اثر نہ پایا۔

تبرک:

حضرت مولانا محمد امین رحمۃ اللہ علیہ جو پہلے خواجہ دیوانہ سواتی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے سخت بیماری میں مبتلا تھے کہ دعا اور دوا کا اُن پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ انھوں نے ایک شخص کو آپ کی خدمت میں بھیجا اور بہت نیاز وانکسار کے ساتھ آپ کو عریضہ بھیجا اور توجہ کے لیے التماس کی اور آپ کا کچھ کپڑا تبرک کے طور پر طلب کیا۔ حضرت مجدد قدس سرہ کو ان پر رحم آیا اور اُن کے عریضے کے جواب میں تحریر فرمایا کہ ''ضعف کی شدت کی وجہ سے اندیشہ نہ کریں۔ ان شآء اللہ صحت ہوگی۔ اس معاملے میں مجھے اطمینان ہے اور آپ نے جو اس فقیر کا کپڑا طلب کیا ہے وہ بھیجا جاتا ہے۔ اسے پہنیں اور اس کے نتائج اور ثمرات سے اُمیدوار رہیں کہ وہ (ان شآء اللہ) کثیر البرکت ہے۔''

انھوں نے حضرت مجدد قدس سرہ کا پیراہن پہنا اور اُن کا کئی سال کا مرض دور ہوا۔ پھر وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ کے بہت عقیدت مند مرید بن گئے اور تمام عمر آپ کی خدمت میں جمعیت اور استقامت کے ساتھ گزاری اور آپ کے فیوض و برکات سے مستفیض

ہوئے اور آپ کے خاص اصحاب میں شمار ہوئے۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے آپ ہی سے تعلیم طریقہ کی اجازت بھی حاصل کی ہوگی۔

خلعتِ خاصہ:

نواب (عبدالرحیم) خان خاناں رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۶ھ/ ۱۶۲۷ء)، صوبہ دکن کے گورنر تھے اور اس بات پر مامور تھے کہ دکن کے علاقوں پر قبضہ اور تصرف کریں۔ اس کام میں ایک بڑی مدت گزر گئی۔ بادشاہ کے قرب والوں نے بادشاہ کے کان بھرے کہ خان خاناں نے دشمن سے پوشیدہ طور پر صلح کر لی ہے اور ظاہر میں جنگ کرتا ہے۔ بادشاہ نے غیظ وغضب میں آ کر خانِ خاناں کو معزول کر دیا اور یہ خیال بھی تھا کہ شاید اُسے قتل بھی کرا دے گا۔ خانِ خاناںؒ حضرت میر محمد نعمان بدخشی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۸ھ/ ۱۶۸۴ء) کی خدمت میں (جو حضرت مجدد قدس سرہ کے خلیفہ تھے اور برہان پور تھے) حاضر ہوا۔ میر محمد نعمان بدخشی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجدد قدس سرہ کی خدمت میں اس معاملے میں بہت التجا اور نیازمندی کے ساتھ عریضہ لکھا۔ حضرت مجدد قدس سرہ نے اس عریضے کے مطالعے کے بعد قلمدان منگوایا اور اس عریضے کے جواب میں تحریر فرمایا کہ ''تمہارے خط کے مطالعے کے وقت خانِ خانان بڑی قدر ومنزلت والے نظر آئے۔ اس معاملے میں خاطر جمع رکھیں۔'' حضرت میر نعمان بدخشی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کا یہ مکتوب بجنسہ خانِ خاناںؒ کے پاس بھیج دیا۔ اُنہوں نے کہا کہ ''بزرگانِ علوشان کی توجہ سے یہ بات عجیب و غریب تو نہیں ہے، لیکن بظاہر مشکل معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ بادشاہ بہت زیادہ بدگمان ہو چکا ہے اور حاسد لوگ زہر اُگل رہے ہیں۔'' لیکن حضرت مجدد قدس سرہ کے مکتوبِ گرامی کے آنے کو ابھی دس بارہ دن بھی نہ گزرے تھے کہ بادشاہ کا دل خان خاناںؒ سے صاف ہو گیا اور وہ پھر سے دکن کا گورنر بنا دیا گیا اور ان کے لیے خلعت خاصہ بھی عنایت ہوئی۔

فیضِ صحبت:

ایک درویش نے جو کہ ابھی حضرت مجدد قدس سرہ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا تھا۔ آپ کو عریضہ لکھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صحبت کی وجہ

سے بڑے سے بڑے اولیاؤں سے افضل ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ شاید پہلی ہی صحبت میں اُن کو وہ سب کچھ دے دیا جاتا ہوگا جو تمام اولیاء کے مقامات سے زیادہ ہوگا۔ حضرت مجدد قدس سرہ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا: ''اس عقدے کا حل صحبت پر موقوف ہے۔'' وہ درویش صفا کیش آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس پر پہلی ہی صحبت میں عجیب حالت طاری ہوگئی۔ آپ نے اُسی دن اس کو خلوت میں طلب فرما کر فرمایا: ''آج ہی ہم نے تمہارا ورق اُلٹ دیا ہے اور تمہارے احوال بدل گئے ہیں۔ تم بھی یہ بات سمجھے یا نہیں؟'' اس درویش نے آپ کے قدموں میں سر رکھ دیا اور اپنے احوال جو وارد ہوئے تھے بیان کیے اور صحبت کی فضیلت کا معترف ہوا۔

برکتِ توجہ:

ایک حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی بیان کرتے تھے کہ ایک بار تراویح میں حضرت مجدد قدس سرہ کی موجودگی میں قرآن پڑھ رہا تھا۔ اتفاق یہ ہوا کہ جب چھ پارے ختم ہوئے تو مجھے سخت بخار آ گیا اور مجھے بخار نے اس قدر بے ہوش کر دیا کہ میری عصر کی نماز بھی قضا ہوگئی اور مجھے شام کو ہوش آیا۔ افطار کے بعد سخت نقاہت کے عالم میں آپ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ بخار آ گیا ہے۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ بخار سخت ہے، پھر کیا تم قرآن پڑھ سکو گے؟ میں نے عرض کیا کہ حال تو ایسا ہے، لیکن آپ کی توجہ اور مدد میری رفیق ہوئی تو میں پڑھوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ ''جلدی آؤ اور پڑھو کہ خیر ہے''۔ پھر جب میں تراویح میں قرآن پاک پڑھنے آیا تو مجھے پسینہ آ گیا اور میرا بخار پوری طرح جاتا رہا اور حضرت کی برکت سے پوری عافیت اور صحت کے ساتھ میں نے کلام پاک اختتام کو پہنچایا۔

عطائے منصب:

خواجہ قاسم قلیچ خانی جن کا لقب عقیدت خان تھا اور جو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کے مقبول اور منظورِ نظر تھے آپ (حضرت مجدد قدس سرہ) سے بھی بہت

عقیدت اور محبت رکھتے تھے۔ آپ کی خدمت میں انھوں نے عرض کیا کہ آپ توجہ فرمائیں کہ میں بڑے عہدے پر پہنچ جاؤں۔ آپ نے تھوڑی دیر کے لیے توجہ فرمائی اور پھر فرمایا کہ تمہارا منصب ہزاری تک نظر آتا ہے۔ وہ اُٹھے اور آداب بجالائے۔ اس وقت تو اُن کا کوئی عہدہ نہ تھا، لیکن تھوڑے ہی عرصے میں منصب ہزاری مل گیا اور اسی منصب پر وہ قائم رہے۔

ظالم کی رسوائی:

آپ کے ایک قدیم مخلص نے بیان کیا کہ میرے وطن انبالہ کے حاکم نے میری زمین جو میری معاش کے لیے تھی ضبط کرلی اور ایک اور زمین کا ٹکڑا جو اس نے زبردستی لے لیا تھا اور ایک مرتبہ واپس بھی دے دیا تھا، (دوبارہ) اس نے ظلم وتعدی کر کے لے لیا۔ ایک دن میں نے حضرت مجدد قدس سرہ سے اس ظالم حاکم کا ذکر کیا کہ اس نے میرے ساتھ ایسا ظلم کیا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ سالانہ بندوبست کے ذیل بڑی رقم ضم نہ ہو جائے۔ حضرت مجدد قدس سرہ تھوڑی دیر مراقب رہے اور فرمایا کہ ایسا نہ ہوگا اور حاکم ذلیل ہوگا۔ دوسری فصل کے موقع پر اس زمین کے محصول کے لیے رقم حاصل کرنے کی کوشش ہو رہی تھی کہ ناگاہ اس حاکم کی معطلی کا حکم آ گیا اور وہ قید میں اٹھارہ سال کے لیے ڈال دیا گیا۔ پھر وہ رقم دوسرے حاکم نے مجھ سے طلب نہیں کی۔

زبان الہام ترجمان:

ایک دن حضرت مجدد قدس سرہ کی زبانِ الہام ترجمان سے یہ بات نکلی کہ "دیکھا گیا ہے کہ شیخ مزمل ایک خطرناک مقام پر ایک گڑھے کے اندر گر گئے ہیں اور وہاں سے نکلنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں"۔ چند روز کے بعد خبر آئی کہ حضرت شیخ مزمل (رحمۃ اللہ علیہ)، سرہند کی بعض پہاڑیوں میں سیر کے لیے گئے تھے کہ اتفاقاً ایک غار کے کنارے اُن کے پاؤں میں لغزش ہوئی اور وہ غار میں گر گئے۔ چنانچہ اس غار میں سے باہر آنا دُشوار ہو گیا ہاتھ پاؤں مار رہے تھے کہ باہر آ جائیں۔ اتنے میں ایک دہقان نے دور سے دیکھ لیا اور اس نے لوگوں کو خبر کر دی پھر وہ لوگ اس غار پر پہنچ گئے اور اُن کو رسّی کے ذریعے باہر کھینچ لیا۔ حضرت شیخ مزمل رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۶ھ/ ۱۶۱۷ء) حضرت مجدد قدس سرہ کے قدیم مرید اور خلیفہ تھے۔

شک و شبہ کی دُوری:

اُن دنوں میں جب کہ حضرت مجدد قدس سرہ لاہور تشریف لے گئے تھے، عالم معنوی مولانا جمال تلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خلوت میں آپ سے عرض کیا کہ (بحمد اللہ) آج آپ جیسا جامع علومِ ظاہری و باطنی زمانے میں موجود نہیں، آپ بتائیں کہ مسئلہ وحدت الوجود جو بظاہر شریعت کے مخالف ہے اور بہت سے اولیاء اُس کے قائل ہیں آپ کے نزدیک کس طرح حل ہوگا؟ آپ نے توجہ اور تصرف فرما کر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو حل کر دیا اور کان میں بھی چند کلمات فرمائے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ بے تاب ہو گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو اس طرح جاری ہوئے جیسے ابر نیساں اور سکر و وجد والوں کی طرح آپ کے بشرے سے عجیب تغیر ظاہر ہوا۔ پھر مولانا رحمۃ اللہ علیہ میں برداشت نہ رہی اور انھوں نے حضرت مجدد قدس سرہ کے قدم چومے اور نہایت تواضع اور انکسار کے ساتھ رُخصت ہوئے۔

مولانا جمال رحمۃ اللہ علیہ کو دلائل عقلیہ سے مطمئن کرنا دُشوار تھا، اس لیے ایک لمحے میں جان بخشی فرمائی گئی اور اس مقام پر ہی پہنچا دیا جس کو وہ سمجھنا چاہتے تھے اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے شک و شبہ کو اس حال کے وارد کرنے سے دور کر دیا۔

رہائی کی اطلاع:

حضرت مجدد قدس سرہ کے خادموں میں سے ایک درویش نے بیان کیا کہ میں قلعہ گوالیار میں آپ کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ ایک بزرگ کا وہاں سے گزر ہوا تو بہت افسوس و حیرت سے آپ کو کہلا بھیجا کہ اس جگہ سے آپ کی رہائی ممکن نہیں معلوم ہوتی۔ آپ نے اُن کے جواب میں کہلا بھیجا کہ میری رہائی (ان شآء اللہ) ضرور ہونے والی ہے، کیونکہ بعض لوگ جن کا حصہ میرے پاس ہے ان کو وہ حصہ پہنچانا ابھی باقی ہے اور یہ کام میری رہائی کے بغیر ممکن نہیں۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد آپ کی رہائی اس قلعے سے واقع ہوئی اور آپ کا ارشاد جلد از جلد ظہور میں آیا۔

سلام میں پہل:

حضرت مجدد قدس سرہ کے مخلصین میں سے ایک نے بیان کیا کہ حضرت مجدد قدس سرہ کا

یہ طریقہ تھا کہ ہر چھوٹے بڑے اور یگانہ و بیگانہ کو پہلے سلام کیا کرتے تھے۔ ایک دن میرے دل میں خیال آیا کہ آج میں حضرت کی خدمت میں چلتا ہوں اور اچانک پہنچ کر پہلے سلام کروں گا۔ چنانچہ اس ارادے سے میں آپ کی خدمت میں روانہ ہوا اور آپ کے جماعت خانے کے قریب پہنچ گیا تھا کہ اگر دو تین قدم آگے بڑھتا تو بالکل آپ کے سامنے پہنچ جاتا، لیکن ابھی آپ نے مجھے دیکھا بھی نہ تھا اور نہ میں نے آپ کو دیکھا تھا کہ جماعت خانے کے اندر سے آپ نے آواز دی کہ اے فلاں السلام علیکم! ناچار میں نے قدم بڑھایا اور خود کو آپ کے سامنے پیش کر کے وعلیکم السلام عرض کیا اور آپ سے اپنے ارادے کا ذکر بھی کیا کہ میں سلام کی ابتداء کرنا چاہتا تھا، آپ نے تبسم فرمایا۔

نیم نگاہی میں تکمیل سلوک:

ایک دن ایک طالب نے حضرت مجدد قدس سرہ سے نسبت قادریہ کے لیے التجا کی۔ آپ نے اس سلسلہ عالیہ کا طریقہ ان کو تفویض فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ اکثر صحبت میں حاضر ہوا کرو۔ آپ نے اس شخص کی خاطر خود کو بھی دو تین روز تک نسبت قادریہ میں رکھا اور اس کی برکتیں اس پر تفویض فرمائیں اور وہ لوگ جو آپ سے انوارِ نقشبندیہ کا اقتباس کیا کرتے تھے، ان دنوں خود کو معطل اور بے کار پا رہے تھے اور اپنے معاملے میں انقباض دیکھ رہے تھے اور اصل حقیقت سے واقف نہ تھے۔ مجبوراً انھوں نے آپ سے عرض کیا۔ آپ مسکرائے اور فرمایا کہ ہاں، دو تین دن سے میں نے خود کو آپ سے الگ کر کے نسبت قادریہ کی تحصیل کے لیے فلاں طالب کی طرف متوجہ ہوں، اسی لیے تمھاری نسبت میں انقباض ہو گیا ہے۔ اس کے بعد آپ اُن لوگوں کے حال پر متوجہ ہوئے اور ایامِ گزشتہ کی تلافی فرما دی اور وہ فیوض و برکات جو چلوں میں، بلکہ سالوں میں بھی اُن کو حاصل نہ ہوتے وہ ان دنوں میں حاصل ہو گئے۔ سبحان اللہ، کیا تصرف تھا کہ اگر طالب علموں کے معاملے میں تھوڑا سا خلل ایک توجہ میں پیدا ہوا تو نیم نگاہ میں شروع سے آخر تک کا تمام کام اُن کا مکمل کرا دیا۔

کشش قلب:

حضرتِ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۶ء) کا بیان ہے کہ میں حضرت مجدد قدس سرہ کا مرید ہوا تو اُس کا سبب یہ کرامت تھی کہ ایک رات میں نے حضرت مجدد قدس سرہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ مجھے یہ آیت سنا رہے ہیں قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ (سورۃ الانعام، آیت ۹۱ - ترجمہ: کہو اللہ پھر ان (لوگوں) کو چھوڑ دو۔) تلاوت کے دوران تصرف فرمایا اور میرے دل کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ چنانچہ میں نے اپنے دل کو ذاکر پایا۔

علامہ مذکور ایک عرصے تک اسی نسبت کے ساتھ حضرت مجدد قدس سرہ سے باطنی طور پر استفادہ کرتے رہے اور کہا کرتے تھے کہ میں شیخ احمد کا اویسی ہوں۔ پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ظاہری تعلیم ذکر بھی حاصل کی۔

انکار پر نزولِ بلا:

حضرت مجدد قدس سرہ کے مخلصین میں سے ایک امیر تھا جو آپ کے قریب ملک احمد کی حویلی میں رہتا تھا۔ ایک روز آپ نے اُسے آگاہ فرمایا کہ اس حویلی سے نکل جاؤ۔ ورنہ تم پر ایک عظیم بلا نازل ہو جائے گی۔ اتفاق سے اس امیر کو اس کام کی توفیق نہ ہوئی اور وہ بادشاہی غضب اور دوسرے حوادث کا شکار ہوا۔

خواب میں القائے طریقہ:

حضرت مجدد قدس سرہ کے ایک رشتہ دار نے بتایا کہ مجھے ہمیشہ یہ جذبہ رہتا تھا کہ میں حضرت مجدد قدس سرہ سے طریقہ (ذکر) حاصل کروں، لیکن بعض موانع کی وجہ سے اس سعادت کے حصول میں تاخیر ہوتی گئی۔ ایک رات میں نے پکا ارادہ کیا کہ کل حضرت کی خدمت میں جا کر التماس کروں گا کہ مجھے اپنے مریدوں کے حلقے میں شامل فرمالیں اور ذکر کی تعلیم فرمادیں۔ اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک گہرا سمندر ہے اور میں اس کے کنارے پر کھڑا ہوا ہوں اور حضرت مجدد قدس سرہ دوسرے کنارے پر ہیں اور میں کوشش میں ہوں کہ خود کو اس کنارے پر پہنچا دوں۔ اتفاق سے حضرت کی نگاہ مجھ پر پڑی، فرمایا: ''اے

شخص! جلد آجا، جلد آجا۔ تو نے دیر کر دی۔"

آپ کا اس طرح فرمانا اور میرے دل میں ذکر کا شروع ہونا ساتھ ساتھ واقع ہوا۔ جب میں بیدار ہوا تو میرا دل ذاکر ہو چکا تھا۔ جیسا کہ طریقہ نقشبندیہ ہے، حالانکہ میں نے کسی سے بھی نہ سنا تھا کہ آپ کے ذکر کا طریقہ کیا ہے۔ صبح کو جب میں آپ کی خدمت میں پہنچا اور گزشتہ شب کے تصرف اور کرامت کا تذکرہ کیا اور ذکر کا طریقہ جو رات سیکھا تھا وہ بھی عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہی ہمارا طریقہ ہے۔ اسی کو جاری رکھو۔

باطن کی مدد:

مولانا مرتضیٰ نائب جو حضرت مجدد قدس سرہ کے مخلصین میں سے تھے، کہتے ہیں کہ ایک بار میں لشکر میں گیا اور میں نے معاش کے لیے مہم شروع کر دی۔ اس زمانے میں یہ کام بہت مشکل سے ہوتا تھا اور بہت سے خدمت گزار بہت عرصے تک لشکر میں رہتے تھے اور اُن کا کام نہ بنتا تھا۔ مجھے اس کام میں مایوسی ہوئی۔ تو ایک رات میں نے حضرت مجدد قدس سرہ کی طرف توجہ کی اور باطن میں اُن سے مدد چاہی۔ اسی رات میں نے آپ کو (خواب میں) دیکھا کہ آپ تشریف فرما ہیں اور میرے ہاتھ میں ایک کاغذ ہے۔ آپ نے وہ کاغذ میرے ہاتھ سے لیا اور اس پر اپنے قلم سے کچھ لکھ دیا اور میرے حوالے کر دیا۔ صبح کو میں نے اہل دفتر سے اپنے کام کے لیے رجوع کیا تو اسی روز میری درخواست منظور ہو گئی۔ سب خادموں کو حیرت ہوئی کہ تمہارا کام اتنی جلدی اور دو تین روز میں کس طرح ہو گیا؟ جب کہ ہم برسوں سے لشکر میں اُمیدوار ہیں اور ہمیں کامیابی نہیں ہوتی۔ میں نے یہ واقعہ بیان کیا تو سب لوگ آپ کی کرامت کے معتقد ہو گئے۔

سفر کا نظر نہ آنا:

حضرت خواجہ حسام الدین احمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۳ھ/۱۶۳۳ء) نے حضرت مجدد قدس سرہ کو رقعہ لکھا کہ زیارت حرمین شریفین کا ارادہ مصمم ہو گیا ہے اور چاہتا ہوں کہ متعلقین کے ساتھ یہ مبارک سفر اختیار کروں اور حرمین شریفین میں سے کسی ایک جگہ قیام کروں اور دفن ہو جاؤں۔

اس معاملے میں آپ توجہ فرما کر بتائیں کہ یہ بات میسر ہوگی یا نہیں؟ اور اللہ کی مرضی ہے یا نہیں؟ حضرت مجدد قدس سرہ نے اُن کے جواب میں لکھا کہ ''متعلقین کا سفر نظر نہیں آتا، بلکہ ممانعت جیسی ظاہر ہوتی ہے۔ ہاں اگر آپ تنہا جاہیں تو اچھا ہے۔ اُمید ہے کہ سلامتی کے ساتھ پہنچ جائیں۔'' لیکن چونکہ خواجہ حسام الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ کا شوق کمال پر تھا، اس لیے انھوں نے بہت کوشش کی کہ اہل وعیال کے ساتھ سفر حجاز اختیار کریں۔ بلکہ بادشاہ (شاہجہان) سے بھی اس کا اظہار کیا، مگر اجازت نہ ملی اور اس وقت حضرت مجدد قدس سرہ کی صداقت ظاہر ہوئی اور انھیں متعلقین کے ساتھ جیسی کہ تمنا تھی حج میسر نہ ہوا۔

عنایات کیفیات:

حضرت مولانا محمد حنیف کابلی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۸ھ/ ۶۸-۱۶۶۷ء) جو حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے اور جو کابل میں طالبوں کے رشد وہدایت میں مصروف تھے، بیان کرتے تھے کہ حضرت شیخ محمد صدیق (فرزند شیخ بادشاہ) کہ دراصل وہ کولاب (نزدیک قندھار) کے ہیں اور اب کابل میں متوطن ہیں، وہ بیان کرتے تھے کہ میں تجرید وتفرید کی وضع میں برہان پور کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں سرہند پہنچا تو میں نے حضرت مجدد قدس سرہ کے اوصاف ومناقب جو پہلے سنے تھے اُن سے بھی زیادہ سنے۔ لوگوں نے بتایا کہ اگر تمام دنیا میں گھوم کر دیکھو گے تو جو کچھ حضرت مجدد قدس سرہ سے حاصل ہوسکتا ہے اس کا ذرہ بھر بھی تمہیں کہیں نہیں مل سکے گا۔ یہ بات سن کر میں بہت خوش ہوا اور بلاتوقف آپ کے آستانہ عالیہ کی طرف متوجہ ہوا۔ جب میں سرہند شریف میں آپ کی خانقاہ میں پہنچا تو دیکھا کہ آپ ظہر کی نماز ادا کر کے اصحاب کے ساتھ مراقبے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں ایک گوشے میں بیٹھ گیا۔ فراغت ہوئی تو میں نے سلام عرض کیا اور آپ کے قدموں میں گر پڑا۔ آپ نے میرا احوال (باطنی) پوچھا اور فرمایا کہ ''اے درویش! جو کچھ تمہارے دل میں ہے مجھ سے کہو اور انکار کی رَاہ مت اختیار کرو''۔ میں نے اپنے احوال کا انکار کیا اور عرض کیا کہ حضور، میرے تو کوئی احوال نہیں۔ پھر آپ نے میرے حالات ابتداء سے آخر تک کہ جہاں میرا عبور ہوا تھا پورا پورا بیان فرما دیا۔ اس کو سن کر مجھے سخت حیرت ہوئی۔ پھر آپ خلوت میں

تشریف فرما ہوئے اور مجھ سے فرمایا کہ کل اشراق کے بعد آنا۔ دوسرے دن مقررہ وقت پر حاضر ہوا۔ اتفاق یہ ہوا کہ آپ نماز اشراق ادا کر کے خلوت میں تشریف لے گئے تھے۔ میں تھوڑی دیر کھڑا رہا۔ میں نے دیکھا کہ ایک صوفی مسجد میں بیٹھا ہوا ہے۔ اُس سے میں نے کہا کہ حضرت اقدس جب تشریف لائیں تو اُن سے کہہ دیجیے گا کہ ایک درویش آپ سے ملنے آیا ہوا ہے، لیکن چونکہ آپ باہر تشریف نہ رکھتے تھے، اس لیے اس نے دعاء کی درخواست کی اور برہان پور کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس صوفی نے کہا کہ حضرت اقدس نے مجھے آپ کے لیے یہاں بٹھا رکھا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر محمد صدیق نام کے درویش آئیں تو مجھے اطلاع کر دینا، حالانکہ میں نے اپنا نام حضرت کی خدمت میں ظاہر نہیں کیا تھا۔ وہ صوفی حضرت اقدس کی خلوت میں گیا اور میری درخواست دعا پہنچائی۔ آپ نے مجھے اندر بلوا لیا اور خود اُٹھے، وضو کیا اور نماز تحیۃ الوضوادا کرنے لگے۔ پھر مراقب ہو گئے۔ اس کے بعد فرمایا، یہاں آؤ۔ میں آگے بڑھا اور آپ کے قریب بیٹھ گیا۔ آپ پھر مراقب ہو گئے۔ اس کے بعد ذکر قلبی فرمایا اور متوجہ ہوئے اور میرے حالات ذرا ذرا سی دیر میں بدلتے رہے اور ایک گھڑی میں اس قدر کیفیات عنایت فرمائیں کہ برسوں کی ریاضت میں اس کا ذرہ بھر بھی حاصل نہ ہوتا اور ہر حال جو مجھ پر وارد ہوتا آپ فرماتے کہ اب یہ حال تم پر وارد ہوا ہے۔ یہاں تک کہ میرے تمام حالات جو وارد ہوئے تھے بیان فرما دیے۔ اس کے بعد آپ نے مجھے برہان پور کے لیے رُخصت دے دی۔

حصول کیفیات:

مولانا محمد حنیف کابلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۸ھ / ۱۶۶۷ء) بیان کرتے تھے کہ ایک صفا کیش درویش نے مجھے بتایا کہ میں حرمین شریفین کے لیے عازمِ سفر ہوا۔ جب سرہند پہنچ تو حضرت مجدد قدس سرہ کے آستانہ عالیہ کی حاضری سے بھی مشرف ہوا۔ اس وقت حضرت نماز (عشاء) سے فارغ ہو چکے تھے اور خلوت گاہ میں تشریف لے جانا چاہتے تھے۔ اسی اثناء میں میں نے سلام عرض کیا اور حضرت اقدس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے بندہ سے فرمایا: ''اے درویش! وقت اچھا ہے۔ یہی روٹی تمہارے لیے مرشد کی حیثیت سے تمھاری تربیت کے لیے

کافی ہے" اس کے بعد آپ سے رُخصت ہوا اور ہر گھڑی میری کیفیات بڑھتی گئیں اور ہر لحظہ میرے حالات میں تبدیلی پیدا ہوتی گئی اور جو کچھ کہ میں نے ایک ساعت میں حاصل کیا بیس سال کی ریاضت میں جو میں نے کی تھی اس کی بو بھی نہ پائی تھی اور اس کا رنگ نہ دیکھا تھا۔

بلندی کشف:

میر شرف الدین حسین حسنی جن کا لقب ہمت خان تھا، بیان کرتے تھے کہ ایک دن مجھے خیال گزرا کہ چند نفیس کپڑے سیلہ دکن کی جنس کے جو میرے گھر میں تھے اور کچھ مصالحے کھانا پکانے کے، حضرت مجدد قدس سرہ کی خدمت میں بھیجوں۔ جب میں نے ان چیزوں کو نکال رکھا تو اپنے رضاعی بھائی اللہ یار کے ساتھ روانہ کیا۔ اتفاق سے ایک عورت جو میرے خسر کی طرف سے عزیز تھی اور میرے گھر مہمان تھی، کہنے لگی کہ اس قسم کے کپڑے درویش لوگ کیا کریں گے۔ وہ خود تو پہنیں گے نہیں۔ میں نے اُس سے کہا کہ بالفرض اگر آپ نہ پہنیں گے تو آپ کے گھر میں اہل خانہ کے کسی اور کام میں آ سکیں گے۔ جب اللہ یار نے وہ کپڑے اور مصالحے حضرت مجدد قدس سرہ کی خدمت میں پیش کیے تو دیکھتے ہی آپ نے فرمایا کہ مصالحے لے لیے جائیں اور کپڑوں کو دیکھ کر فرمایا کہ میر شرف الدین حسین سے کہو کہ یہ کپڑے نفیس ہیں۔ درویشوں کے کام کے نہیں ہیں اور بعض عورتیں جو تمھارے گھر میں ہیں اُن کو دے دو، تا کہ وہ پہن لیں۔ کیونکہ اُن کے لائق ہیں۔ اس طرح آپ نے واپس بھیج دیے۔ اس کرامت کے ظہور سے وہ عورت جس نے ویسا کہا تھا بہت شرمندہ ہوئی اور نادم و پشیمان ہو کر توبہ کی کہ آئندہ آپ کے متعلق ایسی بات کبھی نہ کہے گی۔ [۷۹]

فصل دوازدہم:

ملفوظات گرامی

رحمت ومحبت:

ایک روز ایک صالح درویش نے عرض کیا کہ غوثِ ربانی شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہر چیز میں رحمت ہے، مگر محبت میں رحمت نہیں ہے کہ اس میں قتل بھی کر دیتے ہیں اور مقتول ہی سے خون بہا مانگتے ہیں۔ اس کے کیا معنی ہیں؟ آپ تھوڑی دیر متوجہ اور مراقب رہے، پھر حاضرین کی طرف رُخ کر کے فرمایا:

''اس کلام سے زوالِ عین واثر کا پتا چلتا ہے، چنانچہ ایسے حال والا ایسی بات کرتا ہے۔ اگرچہ اس کے حق میں قطعی رحمت ہی رحمت نازل ہو رہی ہو، لیکن وہ بیچارہ اپنے محبوب سے ملنے اور اس سے واسطہ رکھنے کے لیے جو بے قرار ہے کسی اور چیز کو رحمت نہیں سمجھتا۔ اُسے تو ایسے موقع پر کہ وہ اپنے محبوب سے دور ہے محبوب کا نام، وطن اور مسکن وغیرہ کا حال سننے سے بھی رحمت (فرحت) حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ دیدارِ محبوب ہی کو رحمت جانتا ہے، لیکن جب وہ محبوب کی مہربانی سے بعد سے قرب میں آ گیا تو اس کی بیقراری کے لیے وہ قرب بھی رحمت کی محرومی بن گیا، یعنی جب محبوب کی عنایت سے اس سے ہم آغوش ہوا تو محبت کی پیاس کی وجہ سے وہ اسے بھی غیر رحمت جاننے لگا اور اسے عین معشوق بننے ہی میں رحمت معلوم ہوئی اور جب وہ معشوق کی عنایت سے اس کا عین بھی بن گیا تو اس عینیت میں بھی جو بہت سے مراتب پنہاں ہیں، اس کی تشنگی ان کو بھی رحمت نہیں جانتی ناچار وہ ھَلْ مِنْ مَزِیْد کہتا ہوا اُن مراتب و مدارج کا طالب بھی ہو جاتا ہے اور وہ بات کہ مقتول ہی سے خون بہا بھی لیا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عاشق اپنی دانست میں خود کو مقتول سمجھ رہا ہے اور جو مواخذہ اس سے ہو رہا ہے اُسے وہ بقایائے آثار کے نہ ہونے سے خون بہا سمجھ کر بڑی حیرت سے کہتا ہے، جیسا کہ اس سے بن پڑتا ہے، مگر وہ نہیں جانتا کہ ان مراتب و مدارج کی راہ میں اس کا قتل ابھی مکمل نہیں ہوا

اور ابھی زندگی کی رمق باقی ہے اور دوبارہ قتل کے بعد جب وہ رمق بھی نہ رہی تو ایک اور رمق جو قاتل کی نظر میں زیادہ دقیق ظاہر ہوتی ہے اس کے دفعیہ میں وہ مشغول ہوا۔ اسی طرح اور بھی سمجھنا چاہیے۔ ایسے موقع پر مقتول سے قاتل خوں طلب کرے جب کہ مقتول نے کلی طور پر خود کو قاتل کے سپرد کر دیا تو جب تک بال برابر بھی مقتول کی رمق باقی ہے قاتل ضرور خون بہا کا مواخذہ کرتا رہے گا۔ مگر میں کیا کہوں کہ اس پر کیا گزرتی ہے اور وہ کیا دیکھتا ہے اور کیا دیتا ہے۔"

زوالِ عین واثر:

ایک روز آپ فرما رہے تھے کہ شیخ علاؤ الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (رباعی):

این وہم بود کز تو دوئی بر خیزد
امکان و حدث برہ اوئی برخیزد
گر لطف خدا در رسد از راہ وہب
شاید کہ دمے از تو توئی برخیزد

یعنی: یہ وہم ہے کہ تجھ سے دوئی اُٹھ جائے۔ امکان وحدت اس کے راستے سے اُٹھ جائے۔
اگر لطف خدا بخشش کے راستے سے نصیب ہو جائے تو شاید ایک لحظہ کے لیے تجھ سے توئی اُٹھ جائے۔

یہ رباعی زوال عین کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اگرچہ قائل اس حال کو صرف ایک لمحے کے لیے جانتا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ بغیر تجلی ذاتی کے زوالِ عین ممکن نہیں اور وہ بھی قائل کو صرف برقی تجلی حاصل ہے۔ اسی لیے اس کا اثر دم بھر کے لیے ہوتا ہے اور میرا یہ کہنا کہ زوالِ عین بغیر ذاتی تجلی کے ممکن نہیں تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب تک کوئی اسم یا صفت ہی ملحوظ ہے عارف کا عین ثابتہ درمیان میں حائل رہتا ہے۔ اسی لیے اس کا زوالِ عین نہیں ہوتا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ صاحب فصوص الحکم (ابن العربی) قدس سرہ تو زوالِ عین کے مطلق قائل نہیں ہیں اور تجلی ذاتی کو صرف صورتِ متجلّٰی لہ (جس پر وہ تجلی آئے) کے لیے ثابت کرتے ہیں۔ چنانچہ

انہوں نے فص شیثی میں فرمایا ہے کہ "تجلی ذات صرف صورتِ متجلّٰی لہٗ کے لیے ہوتی ہے۔یعنی ایسا شخص مرأتِ حق میں اپنی صورت کو دیکھتا ہے" اور صاحب فصوص الحکم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "عین (دراصل) معلوماتِ الٰہیہ میں سے ہے۔اگر وہ زائل ہو جائے تو حق تعالیٰ کا علم، جہل کی طرف منقلب ہونا لازم آئے گا اور یہ محال ہے اور ایسا اعتقاد گمراہی ہے اور یہ بزرگوار تو زوالِ اثر کے بھی قائل نہیں ہیں۔چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ جب عین زائل نہیں ہوتا تو اثر کہاں چلا جائے گا؟ لیکن بعض دوسرے صوفیہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عین تو زائل ہو جاتا ہے لیکن اثر نہیں جاتا۔تاہم ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ عین اور اثر دونوں زوال پذیر ہیں، جیسا کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ کے کلام سے اس بات کی صراحت ہوتی ہے اور جس شخص نے زوالِ عین کا ذکر کیا اور زوالِ اثر کا ذکر نہیں کیا تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کو زوالِ عین بھی متحقق نہیں ہوا تھا۔کیونکہ اثر تو عرض کے حکم میں ہے اور عین، جوہر کے حکم میں ہے۔اسی لیے جب جوہر ہی نہیں رہا تو عرض کہاں سے رہے گا؟ عرض تو جوہر سے قائم ہے اور اس کا کوئی علیحدہ وجود نہیں۔سر نہیں ہے تو درد سر کیسا؟ پھر حضرت مجدد قدس سرہ نے حضرت ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ کی یہ رباعی:

چشم ہمہ اشک گشت جسم بگریست
در عشق تو بے جسم ہمی باید زیست
از من اثر نماند ایں گریہ ز چیست
چوں من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست

یعنی: آنکھ سب آنسو بن گئی، میرا جسم رو پڑا۔تجھ بے جسم کے عشق میں یونہی زندہ رہنا چاہیے۔
مجھ سے کوئی اثر نہ رہا۔یہ رونا کس لیے ہے؟ جب میں سب معشوق بن گیا تو پھر عاشق کون؟

جو انہوں نے اثر کے زائل ہونے کے سلسلے میں سائل کے جواب میں لکھی تھی، پڑھی اور اس کے چوتھے مصرع کی تکرار کر کے فرمایا کہ ہمہ عین اور اثر دونوں کے زوال کے معاملے میں

شیخ بزرگوار کے ہم خیال ہیں، لیکن ہم اس مصرعے سے متفق نہیں کہ ؎

چوں من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست؟

یعنی: معشوق جو ہر جا ہے تو پھر عاشق کون؟

ہم تو شیخ علاؤ الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح کہتے ہیں "توئی اُٹھ جاتی ہے لیکن دوئی نہیں جاتی"۔ لیکن شیخ سمنانی اس کو "دم بھر کے لیے" کہتے ہیں اور ہم اس کی ہمیشگی کے قائل ہیں، کیونکہ ہمارے نزدیک تجلی دائمی ہوتی ہے، برقی نہیں ہوتی۔

حضرت مجدد قدس سرہ نے یہ بھی فرمایا کہ عین اور اثر کے زوال کے لیے دوئی کا اُٹھ جانا لازم نہیں بلکہ نہیں چاہیے۔ کیونکہ ظل تو اصل کی ودیعت ہے کہ وہ (ظل) خود کو دیکھ رہی تھی اور جب اصل کو دیکھ لیا تو اس کی توئی (یعنی وہ خود) جو اصل ہی کی ماہیت ودیعت شدہ تھی اُٹھ گئی، لیکن دوئی قائم رہتی ہے، کیونکہ ظل تو اصل نہیں ہو سکتا۔ (پس سمجھا جس نے سمجھا) اس مقام پر آپ نے اس قدر دقائق اور حقائق بیان فرمائے کہ ہماری قوتِ مدرکہ کو اُن کے احاطہ کرنے کی طاقت نہ رہی۔ اسی اثناء میں فرمایا:

چونکہ صاحب فتوحات مکیہ (ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ) نے حق کو وجود مطلق کہا ہے، اس لیے شیخ علاؤ الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مقابلے میں شد و مد کے ساتھ کہا ہے کہ کلی دراصل مقید اور مطلق میں منحصر ہے اور علاوہ خاص اور عام کے وہ اس کو قسم ثالث نہیں سمجھتے اور صحیح بات تو یہ ہے کہ قانونِ منطق کے لحاظ سے بھی اسی طرح ہے۔ مگر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مطلق کہا ہے اور ایسا مطلق جو قید اطلاق سے بھی بالاتر ہے اور یہی قسم ثالث ہے جو اُن کی (ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کی) خاص اصطلاح ہے اور اصطلاح میں کسی کو کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس صورت میں کوئی نزاع نہیں سوائے لفظی نزاع کے۔

ذات وصفات الٰہی:

آپ نے فرمایا: جس طرح ذات ہمارے ادراک اور تصور میں نہیں آ سکتی، اُسی طرح صفات بھی نہیں آ سکتے۔ کیونکہ صفات میں سے جو بھی سالک کے ادراک میں آ سکتے ہیں وہ ظلالِ صفات ہیں۔ ہمارا مسلک یہ ہے کہ مطابق آیت: اُذْکُرُوْنِیْ (سورۃ البقرہ، ۱۵۲) اپنا

تمام وقت اس کی یاد میں مستغرق رکھیں، تا کہ حق تعالیٰ بھی بحکم اُذْکُرکُمْ (سورۃ البقرہ،۱۵۲) تم کو اپنے کرم سے یاد کرے، جیسا کہ اس نے یاد کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ کا ذکر، حصولِ احوال و مکاشفات کی غرض سے نہ کریں اور (دنیوی) غرض کو ذہن میں جگہ نہ دیں، بلکہ بغیر کسی غرض کے بلکہ اپنی جان پر احسان اُٹھا کر ذکر اور بندگی میں مشغول رہیں۔ اگر وہ قبول فرمالے تو جس طرح چاہے نوازے اور وہ اہل سنت و جماعت کے معتقدات کے مطابق شَکَرَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ سَعْیَھُمْ (اللہ تعالیٰ انہیں ان کی کوشش کا پورا بدلہ دے گا) ہو تو اس پر اعتماد کریں اور شکر بجا لا کر ھَلْ مِنْ مَزِیْد کہتے رہیں اور اگر یہ بات پیدا نہ ہو تو وہ اعتبار کے لائق نہیں۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ کمالاتِ ذاتیہ کے حصول کے باوجود اس کی تنزیہ پاک کی مزاعات سے اس کی صفات کے مراقبات میں اور اس کے تصورات میں خوف و حیرت ہوتی ہے۔ بعض مشائخ کے متعلق ہم سنتے ہیں کہ وہ مبتدیوں کو مراقبہ ذات کی تعلیم دیتے ہیں اور اُس کو وہ نورِ بے رنگ و بے حیز کہتے ہیں جو سارے عالم کو احاطہ کیے ہوئے ہے اور ایسے مراقبہ والوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے تخیل میں اس نور کو بسیط و عریض قرار دیتے ہیں، لیکن حق تعالیٰ اُن کے اس خیال سے پاک ہے۔ وہ بسیط حقیقی ایسا ہے کہ اس میں بسط و طول و عرض اور اسی قسم کے تخیلات کی گنجائش نہیں ہے۔

فضل الٰہی کا یقین:

(آپ نے فرمایا) جس دن میں نے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ سے تعلیم (روحانی) حاصل کی مجھے یقین ہو گیا تھا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ محض اپنے کرم سے مجھے اس راہ کی انتہا تک پہنچا دے گا اور ہر چند اپنے حال اور اعمال کی خامی کو دیکھ کر اس یقین کی نفی کرتا تھا مجھے اس نفی میں کامیابی نہ ہوئی تھی اور یہ شعر اکثر میرے وردِ زبان رہتا تھا:

ازین نورے کہ از تو بر دلم تافت
یقین دانم کہ آخر خواہمت یافت

یعنی: یہ نور جو تجھ سے تیرے دل پر پھوٹا (چمکا) ہے، مجھے یقین ہے کہ آخر کار میں تجھے پالوں گا۔

نسبت خاصہ:

آپ نے فرمایا: حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کے پاس کوئی نسبت ان کی خاص نسبتوں میں ایسی نہ تھی، جو آپ نے ہمارے خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کو (نسبت اویسیہ سے) عطا نہ فرمائی ہو اور اُن خاص نسبتوں میں سے ایسی کوئی نسبت نہ تھی جو حضرت خواجہؒ نے ہم کو عنایت نہ فرمائی ہو۔ مگر ایک نسبت عالیہ جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کے عطایات میں سے باقی رہ گئی تھی۔ ہمارے حضرت خواجہؒ نے اپنے انتقال کے بعد جبکہ میں اُن کے روضہ کی زیارت کو گیا تھا، مجھے مرحمت فرمائی۔

عطائے مشیخت:

(فرماتے تھے کہ) حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ اسی وقت تک مریدوں کی تربیت میں پیش پیش تھے، جب تک کہ میری تعلیم مکمل نہیں ہوئی تھی۔ جب وہ میری تعلیم سے فارغ ہوئے تو معلوم ہوا کہ انھوں نے خود کو اب مشیخت کے کام سے علیحدہ کر لیا ہے۔ انہوں نے مریدوں کو میرے حوالے فرمایا اور میرے متعلق فرمایا کہ "یہ بیج ہم بخارا اور سمرقند سے لائے ہیں اور ہندوستان کی مبارک سرزمین میں اسے بویا ہے۔"

کلمہ طیبہ کی برکت وعظمت:

کلمہ طیبہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کی برکت اور عظمت اس کے قائل کے درجات کے مطابق حاصل ہوتی ہے، یعنی جس قدر اس کا قائل عظیم ہوگا اس کی برکت اور عظمت بھی زیادہ ہوگی۔ پھر آپ نے ایک مصرع (عربی کا) پڑھا:

مصرع: يَزِيْدُكَ وَجْهه' حَسَنًا اِذَا مَا زدته' نظرًا

یعنی: تیرے چہرے کا حسن اتنا ہی بڑھتا جتنا میں نے اسے زیادہ دیکھنا شروع کیا۔

اور آپ ہمیشہ فرماتے تھے کہ معلوم نہیں، دنیا میں اس آرزو سے بھی بڑھ کر کوئی آرزو ہے کہ انسان ایک گوشے میں بیٹھ کر اس کلمہ طیبہ کی تکرار کی لذت حاصل کرتا رہے، لیکن کیا کیا جائے کہ تمام آرزوئیں پوری نہیں ہوتیں۔

کھانا:

آپ نے فرمایا: وہ امور جو عارف کو ملکیت سے بشریت کی طرف لے آتے ہیں ان میں کھانا کھانے جیسی چیز کوئی نہیں۔ کبھی کبھی تہجد کے وقت کھانے کی کدورتوں کی ظاہری صورتیں نظر آجاتی ہیں۔

اتباع سنت:

آپ نے فرمایا: جو کچھ ہم کو عطا فرمایا گیا ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے۔ اگر اس کرم کے لیے کوئی ذریعہ بنا ہے تو وہ صرف حضور انور ﷺ کی پیروی ہے، جس پر ہمارے معاملے کا دارومدار ہے۔ چنانچہ جو کچھ ہم کو دیا گیا ہے وہ اسی پیروی اور غلامی کی بدولت ہے اور جو کچھ ہم کو نہیں دیا گیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ حکم شریعت کی پیروی میں ہمارے اندر کوئی خامی رہ گئی ہوگی۔

اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ بھول کر میں نے بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت پہلے سیدھا پاؤں رکھ دیا۔ اس روز مجھ پر حالات کے دروازے بند ہو گئے، لیکن ندامت اور توبہ کے بعد حالات معمول پر آئے۔

پاسِ ادب:

ایک روز پیشاب کا تقاضا غالب ہوا تو میں جلدی سے طہارت خانہ میں داخل ہو گیا۔ میری نظر ایک ناخن پر پڑی۔ دیکھا کہ قلم سے گرا ہوا سیاہی کا ایک نقطہ اس پر پڑا ہوا تھا۔ چونکہ وہ نقطہ سیاہی جو حروفِ قرآنی کی کتابت کے اسباب میں سے ہے، اس کے ساتھ وہاں بیٹھنا میں نے خلاف ادب سمجھا، اس لیے تیزی کے ساتھ میں بیت الخلاء سے باہر نکل آیا اور اس نقطہ سیاہی کو دھویا۔ اس کے بعد میں استنجاء کے لیے گیا۔ حالانکہ مجھے پیشاب کا سخت تقاضا تھا، لیکن میں نے اسے روکنے کی تکلیف گوارا کی اور ادب کو ترک کرنا پسند نہیں کیا۔

کمالِ احتیاط:

ایک بار آپ نفلی روزے رکھ رہے تھے۔ کسی نے دریافت کیا کہ آپ یہ روزے کس لیے

رکھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ احتیاط کے طور پر قضا روزے رکھ رہا ہوں، کیونکہ ماہِ رمضان میں دن کے وقت استنجا کرنے کا اتفاق ہوا تھا۔ تو اس خیال سے کہ پانی استعمال کرنا پڑا تھا تو احتیاط کے طور پر قضا روزے رکھ رہا ہوں۔

ظاہری آداب واعمال کالحاظ:

آپ ہمیشہ اپنے مریدوں کو کثرتِ ذکر، دوامِ حضور اور مراقبہ کی پابندی کے لیے ترغیب دلایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ دنیا دارِ عمل ہے اور کھیتی بونے اور اس کے لیے کام کرنے کی جگہ ہے۔ اس لیے حضور باطن کو ظاہری آداب واعمال کے ساتھ اپنے کام میں لگائے رکھو۔

کثرتِ اعمال:

آپ نے فرمایا: کچھ لوگوں نے خواجگانِ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کے رسالوں سے قلت عمل کا مطلب نکال لیا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں نے اتباعِ نبوی ﷺ ہی کو اپنا معمول بنایا ہے اور اُسی پر پورا بھروسا کیا ہے (یعنی وظیفے وغیرہ پڑھنے پر زور نہیں دیا) اور حضور انور ﷺ کو مرادیت اور محبوبیت حاصل تھی لیکن اس قدر لمبی نمازیں پڑھتے تھے کہ آپ ﷺ کے پاؤں متورم ہو جاتے تھے اور طریقہ نقشبندیہ میں شروع اور وسط کے حالات میں جذبات سے تعلق ہوتا ہے۔ اس لیے کثرتِ شکر اور استغراق کی وجہ سے وہ کثرتِ نوافل میں عمل نہیں رکھتے، بلکہ دوامِ حضور کو فرائض اور واجبات اور سنن مؤکدہ کے ادا کے ساتھ جمع کرتے ہیں اور اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اسی کے ساتھ وہ عزیمت کو بہت اہم سمجھتے ہیں کہ وہ عظیم ریاضتوں میں سے ہے اور بالخصوص (شروع اور وسط والے) جذبات اور غلبات کے ساتھ وہ اور بھی اہم ہو جاتی ہے، لیکن پھر جب عنایت الٰہی سے اُن کے حالات (آگے چل کر) تلوین سے تمکین میں آجاتے ہیں تو پھر وہ کثرتِ طاعات میں لگ جاتے ہیں اور اس وقت اُن کی ترقیوں کا دارومدار کثرتِ اعمال ہی پر ہوتا ہے۔

ریاضت کی حقیقت:

آپ نے فرمایا: لوگ سمجھتے ہیں کہ ریاضت کے معنی بھوکا رہنا اور روزہ رکھنا ہے، لیکن (حقیقت یہ ہے کہ) کھانے میں توسط (اور توازن) رکھنا دوام روزہ سے زیادہ مفید ہے۔ جب لذیذ کھانا سامنے رکھا ہوا ہو تو آدھی بھوک تک کھانا اور پھر کھانے سے ہاتھ کھینچ لینا بہت بڑی ریاضت ہے اور اُن لوگوں کی ریاضتوں سے بدرجہا بہتر ہے۔ کیونکہ اُن لوگوں نے تو وہ کھانا دیکھا ہی نہیں اور کھانے سے باز رہے اور یہ لوگ تو اُس میں سے کچھ چکھ کر باز رہے ہیں۔

ندامت:

آپ نے فرمایا: شرم آتی ہے کہ انفرادی نماز میں قوت اور استطاعت کے باوجود رکوع اور سجود میں کم تسبیحات پڑھی جائیں۔

آدابِ شریعت:

آپ نے فرمایا: لوگ ریاضتوں اور مجاہدوں کی ہوس کرتے ہیں، لیکن آدابِ شریعت کی رعایت کے برابر کوئی ریاضت اور مجاہدہ نہیں ہے۔ خصوصاً فرض، واجب اور سنت نمازیں اور ان کے ادا کرنے کا طریقہ جیسا کہ حکم دیا گیا ہے، بہت دُشوار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ (سورۃ البقرہ، آیت ۴۵)

یعنی: اور وہ نماز بھاری ہے مگر ڈرنے والوں پر۔

منع رفع سبابہ:

آپ نے فرمایا: نماز میں التحیات پڑھتے وقت شہادت کی اُنگلی سے اشارہ کرنا اگرچہ بعض ظاہر احادیث کے موافق ہے اور مجتہدانِ حنفیہ کی بعض روایات اس کے جواز میں پر موجود ہیں، لیکن تحقیق سے معلوم ہوا کہ احتیاط اور بہتری اسی میں ہے کہ یہ اشارہ نہ کیا جائے۔ کیونکہ بہت سے علماء نے اسے حرام اور مکروہ کہا ہے اور جب کسی چیز کے حلال و حرام ہونے میں اختلاف ہو اس کا ترک کرنا ہی بہتر ہوگا۔

شریعت واحوال:

آپ نے فرمایا: احوال، شریعت کے تابع ہیں، شریعت، احوال کی تابع نہیں۔ کیونکہ شریعت بالکل قطعی اور وحی الٰہی سے ثابت ہے اور احوال، ظنی ہیں جو کشف اور الہام سے ثابت ہوتے ہیں۔

شریعت بیضا:

آپ نے فرمایا: بڑا تعجب (اور افسوس) ہے کہ بعض ناقص اور خام قسم کے درویش اپنے کشف پر اعتماد کر کے شریعت بیضا کے انکار اور مخالفت کی جراءت کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پاتے تو اُن کے لیے بھی سوائے اس روشن شریعت کی پیروی کے اور کوئی چارہ نہ ہوتا۔ پھر ایسے کور باطن درویش کی کیا حیثیت ہے؟

ماتریدیہ اور انوارِ نبوت:

ماتریدیہ کے متعلق آپ فرماتے تھے کہ یہ حضرات علوم فلسفہ کی آمیزش سے زیادہ دور ہیں اور انوارِ نبوت کے حصول سے زیادہ قریب ہیں۔

نسبت بلند:

آپ نے فرمایا: حضرت خواجہ (باقی باللہ) قدس سرہ فرماتے تھے کہ ''ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بلند ہے'' چونکہ حضراتِ نقشبندیہ کا طریقہ، سنت کے اتباع اور عزیمت کی رعایت کے لحاظ سے دوسرے طریقوں سے زیادہ قوی اور بلند ہے اس لیے اُن کی نسبت بھی تمام نسبتوں کے افضل ہے۔

ضررِ تکبر:

آپ نے فرمایا: عمل صالح کو تکبر اس طرح تباہ کر دیتا ہے جس طرح لکڑی کو آگ کر دیتی ہے۔ تکبر کا معاملہ یہ ہے کہ اس کے عامل کو اپنا عمل بہت اچھا معلوم ہوتا ہے۔ (حالانکہ اُسے) چاہیے کہ وہ اپنی پوشیدہ برائیوں اور خامیوں کو یاد کرتا رہے اور اپنی نیکیوں پر پردہ ڈالے، بلکہ اپنی عبادتوں کے ادا کرنے سے شرمندہ ہو۔

علم ظاہری کی اہمیت:

آپ نے فرمایا: جب تک کوئی شخص علم ظاہری میں پوری مہارت نہ رکھتا ہو، اس وقت تک وہ صوفیہ کی باتوں کے اسرار سے مستفید نہیں ہو سکتا۔

موجود و موہوم:

آپ نے فرمایا: موہوم اور موجود میں تمیز کرنا اور ہے اور متمیز ہو جانا اور ہے۔

نفی و انتفاء:

آپ نے فرمایا: نفی اور انتفاء (موجود و موہوم) میں فرق بہت نفیس ہے۔ یعنی نفی کا تعلق ہدایت (ابتداء) اور وسط سے ہے اور انتفاء کا تعلق نہایت (انتہا) سے ہے۔

نفی و اثبات:

آپ نے فرمایا: حضرات خواجگانِ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کے طریقے میں اسم ذات کا سیکھنا سکھانا اور نفی و اثبات کی تعلیم بھی ہے، یعنی دونوں طریقے ہیں اور جو ہم کو (کشف سے) معلوم کرایا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اسم ذات کو جذبہ سے زیادہ مناسبت ہے اور نفی و اثبات کو سلوک سے ہے اور چونکہ اس طریقے میں ابتداء ہی میں جذبہ کا مقدم ہونا مبتدی کے حال کے زیادہ مناسب ہے۔ اس لیے اس طریقے کے مبتدی کو اسم ذات کی تکرار ہی بہتر ہے اور جب وہ سلوک میں قدم رکھے تو اُس وقت نفی و اثبات اس کے حال کے مطابق ہوتا ہے۔

نسبت کے ظہور کا راز:

آپ سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ اس بات میں کیا راز ہے کہ میں محفلوں، مجلسوں، بازاروں اور اربابِ تفرقہ کی صحبتوں میں نسبت کا ظہور اور حضور زیادہ پاتا ہوں اور خلوتوں میں، حجروں میں اور اصحابِ جمعیت کی صحبتوں میں کم پاتا ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت خواجہ احرار قدس سرہ سے بھی یہی سوال کیا تھا تو انھوں نے یہ جواب دیا تھا کہ ہمارے بزرگوں کی نسبت محبوب جیسی ہے کہ جب محبوب کو خلوت میں بلاتے ہیں تو اُسے حیا آتی ہے

لیکن حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کا یہ جواب حسن ادا اور لطافت والا ہے اور اس معمے کا حل یہ ہے کہ ظاہر کو باطن کے ساتھ اُلفت اور محبت ہوتی ہے ایسی جیسی کہ ایک ساتھ بیٹھنے اُٹھنے والوں کو ہوتی ہے اور ظاہر اور باطن میں سے ہر ایک اپنے کام میں لگا رہتا ہے، لیکن سالک کا ظاہر جب محفلوں اور مجلسوں میں صحبت خلق کی وجہ سے باطن کی صحبت کو ترک کر دیتا ہے تو وہ باطن اپنے ظاہر کے بغیر اپنے کام میں لگ جاتا ہے۔ اسی لیے اس وقت حلاوت اور حضور زیادہ ہوتا ہے، لیکن جب سالک خلوت میں جاتا ہے تو اس کا ظاہر، محفلوں کے مشاغل سے ہٹ کر باطن کی صحبت اور موانست کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس کا باطن بھی ظاہر کے ساتھ مجالست اختیار کر لیتا ہے، اس لیے حضور میں کمی ہو جاتی ہے، لیکن بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو خلوتوں اور حجروں میں محفلوں اور اجتماعات کے مقابلے میں زیادہ جمعیت حاصل ہوتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا باطن قوت حاصل کر کے ظاہر پر غالب ہو گیا ہے اور اس نے ظاہر کو اپنا تابع بنا کر اپنا ہم رنگ کر لیا ہے۔ پس اس طرح ظاہر اور باطن کے مل جانے سے نسبت میں اضافہ ہو گیا ہے۔

صوفیہ وارباب سکر:

ایک دن آپ نے فرمایا کہ اگرچہ دین محمدی (ﷺ) کو صوفیہ کی وجہ سے بہت سے فائدے حاصل ہوئے ہیں کہ اس اُمت کے بہت سے گناہ گار لوگ ان بزرگوں کے افاضات و برکات کی بدولت درجہ کمالات کو پہنچ گئے ہیں اور ان بزرگوں کے انوارِ صحبت سے اُن کی ظلمت بدعت دور ہو گئی ہے اور قرآن وسنت کے بہت سے اسرار ان بزرگوں کے مکشوفات سے ظہور میں آئے ہیں، لیکن صوفیہ کے اربابِ سکر کی وجہ سے اس دین متین کو نقصانات بھی پہنچے ہیں اور (غیر محتاط) بے باک ناقص لوگوں کے لیے وہ ہدف بن گئے ہیں اور ان کے سکر آمیز اقوال اور خلافِ شریعت کلام سے بہت لوگوں کو گمراہی ہوئی ہے۔ [۹۸]

قرب بخشنے والے اعمال:

آپ فرماتے ہیں: قرب بخشنے والے اعمال فرائض ہیں یا نوافل۔ فرائض کے مقابل

نوافل کا کچھ اعتبار نہیں۔ فرائض میں سے ایک فرض کا ایک وقت میں ادا کرنا ہزار سال کے نوافل کے ادا کرنے سے بہتر ہے۔ اگرچہ خالص نیت سے ادا ہوں اور خواہ کوئی نفل ہوں نماز و زکوٰۃ و روزہ و ذکر و فکر اور مثل ان کے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ فرائض کے ادا کرنے کے وقت سنتوں میں سے ایک سنت اور آداب میں سے ایک ادب کی رعایت یہی حکم رکھتی ہے۔ (یعنی ادائے نوافل سے بدر جہا بہتر ہے)۔

نقل ہے کہ ایک دن امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے لوگوں کی طرف نگاہ کی۔ اُس وقت اپنے اصحاب میں سے ایک کو نہ پایا۔ فرمایا کہ فلاں صاحب جماعت میں حاضر نہیں ہوا۔ حاضرین نے عرض کیا کہ وہ اکثر شب جاگتا رہتا ہے۔ احتمال ہے کہ وہ اس وقت سو گیا ہو۔ فرمایا کہ اگر وہ تمام رات سو رہتا اور فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتا تو یہ بہتر تھا۔ پس ایک ادب کی رعایت کرنی اور ایک مکروہ سے بچنا اگرچہ تنزیہی ہو، ذکر و فکر و مراقبہ و توجہ سے بدر جہا بہتر ہے۔ پھر مکروہ تحریمی کا کیا ذکر ہے۔ ہاں اگر کوئی ان امور کو رعایت آداب اور مکروہات سے اجتناب کے ساتھ جمع کرے تو وہ بڑا کامیاب ہے اور بغیر اس رعایت و اجتناب کے کانٹے دار درخت پر ہاتھ ملنا ہے۔ مثلاً جس طرح زکوٰۃ کے حساب میں ایک دانگ کا صدقہ کرنا سونے کے بڑے بڑے پہاڑ بطور نفل صدقہ دینے سے بدر جہا بہتر ہے۔ اسی طرح اس دانگ کا صدقہ دینے میں آداب میں سے ایک ادب کی رعایت کرنا مثلاً اُسی رشتہ دار فقیر کو دینا اس سے بدر جہا بہتر ہے۔ پس نماز عشا کو رات کے نصف اخیر میں ادا کرنا اور اس تاخیر کو نماز تہجد کا وسیلہ بنانا بہت برا ہے۔ کیونکہ حضرات حنفیہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک اُس وقت نماز عشا پڑھنا مکروہ ہے (مکتوبات جلد اوّل مکتوب ۲۹)۔

دوست اور دشمن کی کیفیت:

آپ فرماتے ہیں: جاننا چاہیے کہ اس دنیا میں جو کہ آزمائش و امتحان کا مقام ہے، اس میں دشمن اور دوست کو ملا دیا گیا ہے اور دونوں کو رحمت میں شامل کیا گیا ہے۔ آیہ کریمہ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ (سورۃ الاعراف، ۱۵۶۔ یعنی: اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے) اسی بات کو ظاہر کرتی ہے۔ قیامت کے دن دشمن کو دوست سے جدا کر دیں گے، جیسا کہ

آیت کریمہ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ (سورۃ یٰسین،۵۹- یعنی: جدا ہو جاؤ آج اے گنہگارو) سے ظاہر ہے۔ اُس وقت رحمت کا قرعہ دوستوں کے نام پر پھینکیں گے اور دشمنوں کو محروم مطلق اور ملعون ثابت کریں گے اور آیت کریمہ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ (سورۃ الاعراف،۱۵۶) اس بات پر شاہد ہے، یعنی تحقیق ہم ثابت کریں گے اُس رحمت کو اُس جماعت کے واسطے جو کفر و گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے کرم و رحمت کو آخرت میں نیکوں اور نیک کردار مسلمانوں کے لیے مخصوص کیا۔ ہاں مطلق اہل اسلام کے لیے خاتمہ بالخیر ہونے کی صورت میں رحمت سے حصہ ہے۔ اگرچہ دراز زمانوں کے بعد وہ عذاب دوزخ سے نجات پائیں، لیکن گناہوں کی تاریکیاں اور آسمان سے نازل کیے ہوئے احکام کی بے پروائی ایسا کب ہونے دیتی ہے کہ نورِ ایمان کو سلامت لے جائے۔ عالموں نے فرمایا ہے کہ گناہ صغیرہ پر اصرار کرنا کبیرہ تک پہنچا دیتا ہے۔ العیاذ باللہ سبحانہ (جلد اوّل، مکتوب ۹۶)۔

نبوت اور ولایت:

آپ فرماتے ہیں: بعضے مشائخ نے سکر کی حالت میں کہا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے اور بعض اوروں نے اس ولایت سے مراد نبی کی ولایت لی ہے۔ تاکہ نبی پر ولی کی افضیلت کا وہم دور ہو جائے، لیکن حقیقت میں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ کیونکہ نبی کی نبوت اُس کی ولایت سے افضل ہے۔ ولایت میں تنگی سینہ کے سبب سے خلق کی طرف توجہ نہیں کر سکتے اور نبوت میں سینہ کی کمال کشادگی کے سبب سے نہ حق سبحانہ کی توجہ خلق کی توجہ کے مانع ہے اور نہ خلق کی توجہ حق تعالیٰ کی توجہ کے مانع ہے۔ نبوت میں تنہا توجہ خلق کی طرف نہیں، تاکہ ولایت کو جس میں توجہ حق کی طرف ہوتی ہے اس پر ترجیح دیں العیاذ باللہ سبحانہ۔ تنہا خلق کی طرف توجہ چوپایوں جیسے عوام کا مرتبہ ہے۔ شانِ نبوت اس سے برتر ہے۔ سکر والوں کو اس بات کا سمجھنا دُشوار ہے۔ صحو والے اکابر اس معرفت کے ساتھ ممتاز ہیں۔ مصرعہ: هَنِيئًا لِأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا یعنی: نعمتوں والوں کے لیے جنت کی نعمتیں خوشگوار ہوں۔ (جلد اوّل، مکتوب ۱۰۸)۔

عقیدہ کی درستگی:

آپ نے فرمایا: مکلفین کے لیے پہلی ضروری بات یہ ہے کہ وہ اپنے عقیدوں کو علمائے اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی رایوں کے موافق درست کریں۔ کیونکہ نجات اُخروی ان بزرگوں کی صواب نما رایوں کی پیروی سے وابستہ ہے اور فرقہ ناجیہ یہی بزرگوار اور ان کے پیرو ہیں اور یہی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے طریقہ پر ہیں۔ وہ علوم جو کتاب سنت سے مستفاد ہیں۔ اُن میں سے وہی معتبر ہیں جو ان بزرگواروں نے کتاب وسنت سے اخذ کیے اور سمجھے ہیں۔ کیونکہ ہر ایک بدعتی وگمراہ اپنے عقائد فاسد کتاب وسنت ہی سے اخذ کرتا ہے۔ پس کتاب وسنت کے معانی مفہومہ میں سے ہر ایک معنی معتبر نہیں ہوتا (جلد اوّل، مکتوب ۹۳)۔

اپنے کام کی طرف توجہ کرنا:

آپ فرماتے ہیں: موت کے آنے سے پہلے اپنا کام کرنا چاہیے اور وائے شوق کہتے ہوئے مرنا چاہیے۔ اوّل اعتقاد کی درستی سے چارہ نہیں اور جو کچھ بطریق ضرورت وتواتر دین سے معلوم ہے اُس کی تصدیق ضروری ہے۔ دوّم جاننا اور عمل کرنا اس پر جو علم فقہ سے متعلق ہے نیز ضروری ہے۔ سوّم سلوک طریق صوفیہ بھی درکار ہے۔ نہ اس غرض کے لیے غیبی صورتوں اور شکلوں کا مشاہدہ کریں اور انوار اور رنگوں کو دیکھیں۔ یہ خود لہو ولعب میں داخل ہے۔ صور وانوار حسی میں کیا نقصان ہے کہ کوئی ان کو چھوڑ کر ریاضات ومجاہدات سے صور وانوار غیبی کا لالچ کرے۔ صور انوارِ غیبی اور حسی دونوں حق سبحانہ کی مخلوق ہیں اور اُس کے صانع ہونے پر دلالت کرنے والی نشانیوں سے ہیں۔ سورج اور چاند کا نور جو عالم شہادت ہے کئی طرح اُن انوار پر فضیلت رکھتا ہے جو عالم مثال میں دیکھتے ہیں، لیکن چونکہ یہ دید دائمی ہے اور خواص وعوام اس میں شریک ہیں، اس لیے نظر اعتبار سے ساقط کر کے انوارِ غیبی کا لالچ کرتے ہیں۔ ہاں مصرعہ:
آبے کہ رود پیش درت تیرہ نماید۔ یعنی: جو پانی تیرے دروازے کے آگے جاری ہے گدلا معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ طریق صوفیہ کے سلوک سے مقصود اعتقادیات شرعیہ میں یقین کی زیادتی حاصل کرنا ہے۔ تاکہ استدلال کی تنگ جگہ سے کشف کی فراخ زمین میں آجائیں اور اجمال

سے تفصیل کی طرف آ جائیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا وجود اور اُس کی وحدت پہلے استدلال کے طریق وتقلید سے معلوم ہوئی تھی اور اُس کے موافق یقین حاصل ہوا تھا۔ جب طریق صوفیہ کا سلوک حاصل ہو جاتا ہے وہ استدلال وتقلید کشف وشہود سے بدل جاتا ہے اور یقین اکمل حاصل ہو جاتا ہے۔ باقی اعتقادیات کا یہی حال ہے اور نیز سلوک سے مقصود احکام فقہیہ کے ادا کرنے میں آسانی کا حاصل کرنا اور اُس دشواری کا دور کرنا جو نفس کی سرکشی سے پیدا ہوتی ہے۔ فقیر کا یقین ہے کہ طریق صوفیہ حقیقت میں علوم شرعیہ کا خادم ہے نہ کہ شریعت کے خلاف کوئی امر۔ فقیر نے اس مضمون کو اپنی کتابوں اور رسالوں میں تحقیق کیا ہے اور اس غرض کے حصول کے لیے صوفیہ کے تمام طریقوں میں سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا اولیٰ اور انسب ہے۔ کیونکہ ان بزرگوں نے سنت کی پیروی کا التزام رکھا ہے اور بدعت سے پرہیز کیا ہے۔ (جلد اوّل، مکتوب ۲۱۰)۔

صوفیہ کے اعتقادات کی کیفیت:

آپ فرماتے ہیں: جاننا چاہیے کہ صوفیوں کے اعتقادات آخر کار منازل سلوک کے پورا ہونے اور ولایت کے درجوں کی نہایت کو پہنچنے کے بعد وہی ہیں جو علمائے اہل حق کے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ علماء کو نقل یا استدلال سے حاصل ہوئے ہیں اور صوفیوں کو کشف یا الہام سے۔ اگرچہ صوفیہ میں سے بعض کو اثنائے راہ میں سکر وغلبہ کے سبب سے ان اعتقادات کے خلاف امور ظاہر ہوتے ہیں، لیکن اگر اُس کو ان مقامات سے گزر کر نہایت کار کو پہنچا دیں تو وہ امور نیست ونابود ہو جاتے ہیں۔ ورنہ وہ اسی مخالفت پر باقی رہتے ہیں، لیکن اُمید ہے کہ اُس کو اس مخالفت پر گرفت نہیں کرتے۔ اُس کا معاملہ خطا کرنے والے مجتہد کا سا ہے کہ جس نے استخراج احکام میں خطا کی اور اُس صوفی نے کشف میں خطا کی۔

اس کے بعد آپ تحریر فرماتے ہیں: پس سالک کو چاہیے کہ حقیقت کار پر پہنچنے سے پہلے اپنے کشف والہام کے برخلاف علماء اہل حق کی تقلید کو لازم جانے اور علماء کو حق بجانب اور اپنے آپ کو خطا کرنے والا خیال کرے۔ کیونکہ علماء کی دلیل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید ہے جو قطعی وحی کے ساتھ موید اور خطا اور غلط سے معصوم ہیں۔ سالک کا کشف اور الہام جو وحی کے

ساتھ ثابت شدہ احکام کا مخالف ہو خطا اور غلط ہے۔ اپنے کشف کو علماء کے قول پر مقدم رکھنا حقیقت میں احکام قطعیہ منزلہ پر مقدم رکھنا ہے اور یہ گمراہی اور محض خسارہ ہے اور نیز جس طرح کتاب و سنت کے موجب اعتقاد ضروری ہے، اسی طرح ان کے مقتضا پر عمل کرنا اُس طریقہ پر کہ مجتہدین نے کتاب و سنت سے استنباط کیا ہے ان سے احکام نکالے ہیں، یعنی حلال و حرام و فرض و واجب و سنت و مکروہ مشتبہ اور ان احکام کا بھی ضروری ہے۔ مقلد کے لیے جائز نہیں کہ مجتہد کی رائے کے خلاف کتاب و سنت سے احکام اخذ کرے اور ان پر عمل کرے۔ اُسے چاہیے کہ عمل میں اس مجتہد کے مذہب سے کہ جس کا یہ مقصد ہے قول مختار کو اختیار کرے اور رُخصت سے بچ کر عزیمت پر عمل کرے اور جہاں تک ہو سکے مجتہدین کے اقوال جمع کرنے میں بہت کوشش کرے۔ تاکہ متفق علیہ قول پر عمل واقع ہو۔ مثلاً امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وضو میں نیت کو فرض کہتے ہیں۔ پس وہ بغیر نیت کے وضو نہ کرے۔ اسی طرح امام موصوف اعضاء کے دھونے میں ملنے کو فرض کہتے ہیں۔ پس اعضاء کو ضرور مل کر دھوئے۔ اسی طرح عورتوں سے مس کو اور آلہ مخصوص کے مس کو وضو کا توڑنے والا کہا گیا ہے۔ پس ایسی صورت میں وضو از سر نو کرے۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ ان دو اعتقادی و عملی بازوؤں کے حصول کے بعد سالک کو قربِ الٰہی جل شانہٗ کے مدارج پر عروج کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور منازل ظلمانی اور مسالک نورانی کے طے کرنے کا طالب ہونا چاہیے، لیکن اسے معلوم رہے کہ یہ قطع منازل اور عروج مدارج شیخ کامل مکمل راہِ داں راہ ہیں۔ رہنما کی توجہ و تصرف پر موقوف ہے، کیونکہ اُس کی نظر قلب کی بیماریوں سے شفا دینے والی اور اُس کی توجہ سے اُسے شیخ معلوم کرا دیں۔ پس شیخ کی پہچان کو بہت بڑی نعمت تصور کرے اپنے تئیں اُس کی صحبت میں حاضر رکھے اور بالکل اُس کے تصرفات کا مطیع ہو جائے۔
(جلد اوّل، مکتوب ۲۸۶)

طالب اور شیخ:

آپ فرماتے ہیں: جب کوئی طالب کسی شیخ کے پاس آئے تو چاہیے کہ شیخ پہلے اُس کو استخارہ کا حکم دے۔ تین استخارہ سے سات استخارہ تک تکرار کرائے۔ استخاروں کے بعد اگر طالب میں شیخ کی نسبت کوئی تردد پیدا نہ ہوا تو شیخ اُس طالب کے کام کو شروع کرے۔ پہلے اس کو

طریق توبہ کی تعلیم دے اور دو رکعت نماز توبہ پڑھنے کا حکم دے۔ کیونکہ بغیر توبہ کے اس راہ میں قدم رکھنا مفید نہیں، لیکن چاہیے کہ توبہ کے حصول میں اجمال پر کفایت کرے اور تفصیل کو بہت دنوں کے گزرنے پر چھوڑ دے۔ کیونکہ اس زمانہ میں ہمتیں بہت کوتاہ ہیں۔ اگر پہلے توبہ کی تفصیل حاصل کرنے کی تکلیف دی جائے گی تو ناچار حصول توبہ کے لیے ایک مدت درکار ہوگی۔ شاید اس مدت میں طالب کی طلب میں سستی ظاہر ہو جائے اور وہ طلب سے باز رہے، بلکہ توبہ کو بھی سرانجام نہ دے۔ حصول توبہ کے بعد طالب کو اُس طریق کی تعلیم دے۔ جو اُس کی استعداد کے مناسب ہو اور وہ ذکر تلقین کرے جو اُس کی قابلیت کے مناسب ہو اور اُس کے معاملہ میں توجہ کو کام میں لائے اور اس کے حال پر التفات کو ملحوظ رکھے اور راہِ سلوک کے آداب وشرائط اُس سے بیان کرے اور اسے ترغیب دے کہ قرآن وحدیث وآثار سلف صالحین کی متابعت کرے اور اُسے معلوم کرا دے کہ اس متابعت کے بغیر مطلوب تک پہنچنا محال ہے۔ فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت کی آراء کے موافق اپنے عقائد کو درست کرے اور تاکید کرے کہ ضروری احکام فقہ سیکھے اور ان کے بموجب عمل کرے۔ کیونکہ اس راہ میں اعتقاد وعمل کے ان دونوں بازوؤں کے بغیر اُڑنا حاصل نہیں ہوتا اور تاکید کرے کہ حرام اور مشتبہ لقمہ میں احتیاط کی بہت رعایت کرے اور یہ نہ کرے کہ جو کچھ مل جائے کھا جائے اور جس جگہ سے ملے تناول نہ کرے۔ جب تک کہ اس بارے میں شریعت عزا کا فتویٰ حاصل نہ کرے۔ حاصل کلام تمام امور میں آیہ کریمہ: وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا (سورۃ الحشر، ۷۔ یعنی: اور جو کچھ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم کو دیں اُسے لے لو اور جس چیز سے تم کو روکیں رُک جاؤ) کو مدنظر رکھیں۔

طالبوں کا حال دو امر سے خالی نہیں یا اہل کشف ومعرفت سے ہیں یا اصحاب جہل وحیرت سے ہیں، لیکن منازل کو طے کرنے اور پردوں کے دور کرنے کے بعد دونوں گروہ واصل ہیں۔ نفس وصول میں ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں، جیسا کہ دو شخص لمبی منزلیں طے کرنے کے بعد کعبہ میں پہنچتے ہیں۔ ایک تو راستے کی منزلوں کو شوق سے دیکھتا گیا اور ہر منزل کی تفصیل کو اپنی لیاقت کے موافق سمجھتا گیا اور دوسرا راستے کی منزلوں سے آنکھ بند کر کے اور

تفصیل پر مطلع نہ ہو کر کعبہ میں پہنچا۔ دونوں نفس وصول میں برابر ہیں اور اس وصول میں ایک کو دوسرے پر کوئی زیادتی نہیں۔ اگرچہ منازل کی معرفت میں دونوں میں تفاوت ہے اور مطلوب پر پہنچنے کے بعد دونوں کو جہل لازم ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں معرفت جہل اور عجز از معرفت ہے۔

مقامات عشرہ کا طے کرنا:

آپ فرماتے ہیں: جاننا چاہیے کہ منازلِ سلوک کے قطع کرنے سے مراد مقامات عشرہ کا طے کرنا ہے اور مقامات عشرہ کا طے کرنا تجلیات ثلاثہ سے وابستہ ہے۔ یعنی تجلی افعال اور تجلی صفات اور تجلی ذات اور ان مقامات میں سے سوائے مقام رضا کے سب تجلی افعال و تجلی صفات سے وابستہ ہیں اور مقام رضا وابستہ ہے تجلی ذات تعالیٰ و تقدس سے اور محبت ذاتیہ سے جو محب کے نزدیک محبوب کے ایلام و انعام کی مساوات کو مستلزم ہے۔ پس ناچار رضا ثابت ہوگی اور کراہت جاتی رہے گی۔ اسی طرح ان تمام مقامات پر بحد کمال پہنچنا تجلی ذاتی کی حصول کے وقت ہے کہ جس سے فنائے اتم وابستہ ہے، لیکن نفس مقامات تسعہ کا حصول تجلی افعال و تجلی صفات میں ہے۔ مثلاً سالک جس وقت خدائے پاک کی قدرت کو اپنے اُوپر اور تمام اشیائے پر مشاہدہ کرتا ہے بے اختیار توبہ و انابت کی طرف رجوع کرتا ہے اور خائف و ہراساں ہوتا ہے اور تقویٰ کو اپنی عادت بناتا ہے اور خدا کی تقدیروں میں صبر اختیار کرتا ہے اور بے طاقتی کو چھوڑ دیتا ہے اور جب نعمتوں کا آقا اُسی کو جانتا ہے اور عطا کرنا اور روکنا اُسی کی طرف سے پہچانتا ہے۔ ناچار شکر اختیار کرتا ہے اور توکل میں مضبوط قدم رکھتا ہے اور جب عطوفت و مہربانی جلوہ گر ہوتی ہے تو اُمید کے مقام میں آجاتا ہے اور جب اُس کی عظمت و کبریائی کا مشاہدہ کرتا ہے اور دنیائے دین اُس کی نظر میں خوار و بے اعتبار ہو جاتی ہے۔ ناچار دُنیا سے بے رغبتی حاصل ہو جاتی ہے اور فقر اختیار کرتا ہے اور زُہد کو اپنا طریق بناتا ہے، لیکن جاننا چاہیے کہ ان مقامات کا تفصیل اور مخصوص ترتیب سے حاصل ہونا سالک مجذوب کے ساتھ مختص ہے اور مجذوب سالک کے لیے ان مقامات کا طے کرنا بطریق اجمال ہے۔ کیونکہ اُس کو عنایت ازلی نے محبت میں گرفتار کر لیا ہے کہ جس کے سبب سے وہ ان مقامات کی تفصیل میں مشغول نہیں ہو سکتا۔ اس

صحبت کے ضمن میں ان مقامات اوران منازل کا خلاصہ بدرجہ اُتم اس کو حاصل ہے جو صاحب تفصیل کو حاصل نہیں ہوا۔وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (سورۃ طٰہٰ، ۴۷-یعنی: اور سلام ہواس شخص پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔) (رسالہ مبداء و معاد)۔

پیر کے حقوق:

آپ فرماتے ہیں: جاننا چاہیے کہ پیر کے حقوق تمام حقوق والوں کے حقوق سے زیادہ ہیں۔ بلکہ پیر کے حقوق حق سبحانہ کے انعامات اور اُس کے رسول علیہ وآلہ الصلوات والتسلیمات کے احسانات کے بعد دُوسروں کے حقوق سے نسبت نہیں رکھتے۔ بلکہ سب کے پیر حقیقی رسول اللہ ﷺ ہیں اگرچہ ظاہری ولادت والدین سے ہے۔مگر ولادت معنوی پیر کے ساتھ مخصوص ہے۔ظاہری ولادت کی زندگی چند روزہ ہے اور ولادت معنوی کی زندگی ابدی ہے۔ پیر ہے جو مرید کی نجاسات معنویہ کو اپنے قلب و رُوح سے صاف کرتا ہے اور اس کے معدہ کو پاک کرتا ہے۔اُن توجہات میں جو بعضے طالبوں کی نسبت وقوع میں آتی ہیں۔محسوس ہوتا ہے کہ ان کی باطنی نجاستوں کے پاک کرنے میں صاحب توجہ کو بھی کچھ آلودگی پہنچتی ہے اور کچھ دیر تک مکدر رکھتی ہے۔ پیر ہے کہ جس کے وسیلہ سے خدائے عزوجل تک پہنچتے ہیں جو دُنیا و آخرت کی تمام سعادتوں سے بڑھ کر ہے۔ پیر ہے کہ جس کے وسیلہ سے نفس امارہ جو بذاتِ خود خبیث ہے پاک ہو جاتا ہے اور امارگی سے اطمینان تک پہنچتا ہے اور کفر ذاتی سے اسلام حقیقی میں آ جاتا ہے۔مصرعہ: گر بگویم شرح ایں بے حد شود۔یعنی: اگر میں اس کی تشریح بیان کروں تو بہت زیادہ ہوگی۔ پس اپنی سعادت کو پیر کے قبول کرنے میں جاننا چاہیے اور اپنی بدبختی کو پیر کے ردّ کرنے میں۔العیاذ باللہ۔حق سبحانہ کی رضا کو پیر کی رضا کے پردے کے پیچھے رکھا ہے۔ جب تک مرید اپنے آپ کو اپنے پیر کی پسندیدہ چیزوں میں گم نہ کرے، حق سبحانہ کی مرضیات میں نہیں پہنچتا۔مرید کی آفت پیر کی ایذا میں ہے،اس کے سوا جو لغزش ہو اس کا علاج ممکن ہے، لیکن ایذائے پیر کا علاج کسی چیز سے نہیں کر سکتے۔ کیونکہ مرید کے لیے آزار پیر بدبختی کی جڑ ہے۔العیاذ باللہ۔اعتقادات اسلامیہ میں خلل اور احکام شرعیہ کی بجا آوری میں سستی آزار پیر کے نتائج و ثمرات میں سے ہے۔احوال و مواجید کو جن کا تعلق باطن سے ہے،ان میں جس قدر

خلل اور سستی واقع ہوتی ہے اسے کیا ذکر کروں، اگر باوجود آزار پیر کے احوال میں کچھ اثر باقی رہے تو اسے استدراج سمجھنا چاہیے، کیونکہ انجام خراب ہوگا اور سوائے ضرر کے اور نتیجہ نہ ہوگا۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔ (مبداء ومعاد)

مرید یا مراد:

آپ فرماتے ہیں: جان لے کہ راستے کے سالک دو حال سے خالی نہیں۔ مرید ہیں یا مراد۔ اگر مراد ہیں تو خوبی ہے ان کے لیے کشش ومحبت کے طریق سے ان کو کھینچ کھینچ کر لے جائیں گے اور اعلیٰ مطلب تک پہنچا دیں گے اور جو ادب کہ درکار ہوگا، بوساطت یا بلا وساطت ان کو سکھا دیا جائے گا۔ اگر کوئی لغزش واقع ہوگی تو ان کو آگاہ کر دیں گے اور اس پر گرفت نہ کریں گے اور اگر پیر ظاہر کی حاجت ہوگی تو ان کی کوشش کے بغیر اس دولت کی طرف رہنمائی کریں گے۔ حاصل کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی عنایت ازلی ان بزرگواروں کے حال کی کفیل ہے۔ بذریعہ سبب یا بے سبب ان کے کام کو پورا کر دیں گے۔ اَللّٰہُ یَجْتَبِیْ مَنْ یَّشَآءُ (الشوریٰ، ۱۳) یعنی: اللہ چن لیتا ہے اپنی طرف جسے چاہتا ہے۔ اگر مرید ہیں تو ان کا کام بغیر واسطہ پیر کامل مکمل کے دشوار ہے۔ ان کے لیے ایسا پیر چاہیے جو جذبہ وسلوک کی دولت سے مشرف ہوا ہو اور فنا وبقا کی سعادت سے بہرہ ور ہو اور اس نے سیر الی اللہ، سیر فی اللہ، سیر عن اللہ باللہ اور سیر فی الاشیا اللہ کو تمام کیا ہو اور اگر اُس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہو اور مرادوں کی تربیت سے پرورش پائی ہو تو کبریت احمر یعنی اکسیر ہے۔ اس کا کلام دوا اور اس کی نظر شفا ہے۔ مردہ دل اس کی توجہ شریف سے اور پژمردہ جانوں کی تازگی اُس کی التفات لطیف سے وابستہ ہے۔ اگر اس طرح کا صاحب دولت پیر نہ ملے تو سالک مجذوب بھی غنیمت ہے۔ ناقصوں کی تربیت اس سے بھی ہوتی ہے اور اس کی وساطت سے فنا وبقا کی دولت کو پہنچ جاتے ہیں:

آسماں نسبت بہ عرش آمد فرود
ورنہ بس عالی است پیش خاک تود

یعنی: اگرچہ آسمان عرش سے نیچے ہے، لیکن وہ زمین سے اُونچا ہے۔ (جلد اوّل، مکتوب ۲۹۲)

پیر کامل کے وجود کو غنیمت جانے:

آپ فرماتے ہیں: اور اگر خدا جل شانہ اپنی عنایت سے کسی طالب کو اس طرح کے پیر کامل کی طرف رہنمائی کر دیں تو چاہیے کہ اس کے وجود شریف کو غنیمت سمجھے اور اپنے آپ کو پوری طرح اس کے حوالہ کر دے اور اپنی سعادت کو اس کی مرضیات میں جانے اور اپنی بدبختی کو اس کی مرضیات کے خلاف میں سمجھے۔ حاصل کلام یہ کہ اپنی نفسانی خواہش کو اس کی رضا کے تابع کر دے۔ حدیث نبوی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات میں ہے کہ لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُکُمْ، حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبْعًا لِمَا جِئْتُ۔ یعنی: تم میں سے کوئی ایمان نہ ہوگا، جب تک کہ اس کی نفسانی خواہش میرے دین وشریعت کے تابع نہ ہو جائے۔ جان لے کہ آداب صحبت کی رعایت اس راہ کی ضروریات سے ہے، تاکہ فائدہ اُٹھانے اور فائدہ پہنچانے کا راستہ کھل جائے اور بغیر ان کے محبت کا کوئی نتیجہ نہیں اور نہ مجلس کا کوئی ثمرہ ہے۔ آداب وشرائط سے بعضے بیان کیے جاتے ہیں۔ گوش ہوش سے سننے چاہیے۔ (جلد اوّل، مکتوب ۲۹۲)۔

پیر کی طرف توجہ کرے:

آپ فرماتے ہیں: جان لے کہ طالب کو چاہیے کہ اپنے دل کی توجہ تمام طرفوں سے پھیر کر اپنے پیر کی طرف کر لے اور باوجود پیر کے اس کی اجازت کے بغیر نوافل واذکار میں مشغول نہ ہووے اور اُس کے حضور میں سوائے نماز فرض وسنت کے نہ پڑھے۔ سلطانِ وقت کی نسبت نقل کرتے ہیں کہ اس کا وزیر اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اتفاقاً اس اثنا میں اس کی نظر اپنے جامہ پر پڑی اور دیکھا کہ غیر کی طرف متوجہ ہے۔ زبانِ عتاب سے فرمایا کہ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ تو میرا وزیر ہو اور میرے سامنے جامہ کے بند کی طرف توجہ کرے۔ سوچنا چاہیے کہ جب ناچیز دنیا کے وسائل کے لیے آداب دقیقہ ضروری ہیں تو وصول الی اللہ کے وسائل کے لیے ان آداب کے رعایت بدرجہ اتم واکمل لازم ہے۔ جہاں تک ہو سکے مرید ایسی جگہ نہ کھڑا ہو کہ اس کا سایہ پیر کے کپڑے یا پیر کے سایہ پر پڑے اور پیر کے مصلا پر پاؤں نہ رکھے اور اس کے وضو کی جگہ وضو نہ کرے اور اس کے برتنوں کو استعمال نہ کرے اور اس کے سامنے پانی نہ پیئے اور کھانا نہ کھائے اور کسی کے ساتھ بات نہ کرے۔ بلکہ کسی اور کی طرف توجہ نہ کرے اور پیر کی

غیر حاضری میں جس طرف کہ وہ ہو اس طرف پاؤں دراز نہ کرے اور لعاب دہن اس جگہ نہ پھینکے اور جو کچھ پیر سے صادر ہو اسے درست سمجھے خواہ ظاہر میں درست معلوم نہ دے۔ پیر جو کچھ کرتا ہے الہام سے کرتا ہے اور باذن الٰہی کرتا ہے۔ اس صورت میں اعتراض کی گنجائش نہیں۔ اگر بعض صورتوں میں اس کے الہام میں خطا واقع ہو جائے تو یہ الہامی خطا مثل خطا اجتہادی کے ہے۔ اس پر ملامت واعتراض کرنا جائز نہیں اور چونکہ مرید کو پیر سے محبت پیدا ہو جاتی ہے، محبت کی نظر میں محبوب سے جو کچھ صادر ہوتا ہے محبوب معلوم ہوتا ہے۔ پس اعتراض کی گنجائش نہیں اور کلی و جزئی امور کھانے پینے اور سونے اور طاعت کرنے میں پیر کی پیروی کرے۔ پیر کی طرز پر نماز کو ادا کرنا چاہیے اور فقہ کو اس کے عمل سے سیکھنا چاہیے:

آنرا کہ در سرائے نگاریست فارغ است
از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

یعنی: وہ جو شخص جو محبوب کے گھر میں رہتا ہے، اسے باغ و گلستان اور گلزار کا نظارہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

پیر پر اعتراض نہ کرے:

آپ فرماتے ہیں: پیر کی حرکات وسکنات میں کسی اعتراض کو دخل نہ دے۔ خواہ وہ اعتراض رائی کے دانے کی مقدار ہو، کیونکہ اعتراض کا نتیجہ سوائے محرومی کے نہیں ہے۔ تمام مخلوقات میں سب سے بدبخت اس طائفہ عالیہ کا عیب بین ہے، حق سبحانہ ہم کو اس بڑی بلا سے نجات دے۔ اپنے پیر سے خوارق وکرامات طلب نہ کرے، اگرچہ وہ طلب بطریق خطرہ و وسوسہ دل میں آئے۔ کیا تو نے کبھی سنا ہے کہ کسی مومن نے کسی پیغمبر سے معجزہ طلب کیا ہو؟ کفار ومنکر ہی معجزے کے طالب ہوا کرتے ہیں:

معجزات از بہر قہر دشمن است
بوئے جنسیت پئے دل بردن است
موجب ایماں نباشد معجزات
بوئے جنسیت کند جذب صفات

یعنی: دشمن پر قہر کے لیے معجزات ہیں، تا کہ بوئے جنسیت دلوں کو کھینچ لے۔

معجزات ایمان کا موجب نہیں ہیں (بلکہ اس لیے ہیں کہ) بوئے جنسیت صفت کو کھینچ لے۔

اگر دل میں شبہ پیدا ہو تو بغیر توقف کے عرض کرے۔ اگر حل نہ تو اپنا قصور سمجھے اور کوئی نقصان پیر کی طرف عاید نہ کرے۔ جو واقعہ پیش آئے پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور واقعات کی تعبیر اسی سے طلب کرے اور جو تعبیر کہ طالب پر ظاہر ہوا سے بھی عرض کر دے اور صواب وخطا کو اس سے دریافت کرے اور اپنے مکاشفات پر ہرگز اعتماد نہ کرے، کیونکہ اس دنیا میں حق و باطل اور صواب وخطا ملے جلے ہیں۔ بغیر ضرورت اور اذن کے پیر سے جدا نہ ہووے، کیونکہ غیر کو اس پر اختیار کرنا ارادت کے خلاف ہے۔ اپنی آواز کو اس کی آواز پر بلند نہ کرے اور بلند آواز سے اس سے بات نہ کرے، کیونکہ یہ بے ادبی ہے۔ جو فیوض وفتوحات حاصل ہوں ان کو پیر کی وساطت سے تصور کرے۔ اگر واقعہ میں دیکھے کہ کوئی فیض دوسرے مشائخ سے پہنچا ہے تو اس کو بھی پیر ہی سے سمجھے اور جان لے کہ چونکہ پیر کمالات وفیوض کا جامع ہے، وہ خاص فیض پیر سے مرید کی خاص استعداد کے مناسب مشائخ میں سے ایک شیخ کے کمال کے موافق کہ جس سے ظاہر افاضہ ظہور میں آیا ہے مرید کو پہنچا ہے اور پیر کے لطائف میں سے ایک لطیفہ جو اس فیض سے مناسبت رکھتا ہے اس شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے، لیکن مرید نے بسبب ابتلاء کے اس لطیفہ کو دوسرا شیخ خیال کیا ہے اور فیض کو اس کی طرف سے سمجھا ہے۔ یہ بڑی غلطی کھانے کی جگہ ہے۔ حق سبحانہ سیّد البشر (حضرت محمد مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل قدم کی لغزش سے بچائے اور پیر کے اعتقاد ومحبت پر قائم رکھے۔ غرض اَلطَّرِیْقُ کُلُّہٗ اَدَبٌ (یعنی: طریق سب ادب ہی ہے) مثل مشہور ہے۔ کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچتا اور اگر مرید آداب میں سے بعض کی رعایت میں اپنے آپ کو کوتاہ جانے اور اسے کما حقہ ادا نہ کرے۔ اگر کوشش سے بھی اسے پورا نہ کر سکے تو معاف ہے، لیکن کوتاہی کا اقرار ضروری ہے۔ اگر پناہ بخدا آداب کی رعایت نہ کرے اور اپنے آپ کو کوتاہ بھی نہ جانے تو ان بزرگوں کی برکتوں سے محروم ہے:

ہر کرا روئے بہ بہبود نبود
دیدن روئے نبی سود نبود

یعنی: جس کی قسمت میں ہدایت نہ ہو، اس کے لیے پیغمبر (علیہ السلام)
کی زیارت بھی بے سود ہوتی ہے۔

ہاں وہ مرید جو کہ پیر کی توجہ کی برکت سے فنا وبقا کے مرتبہ کو پہنچ جائے اور الہام کا راستہ اور فراست کا طریق اس پر ظاہر ہو جائے اور پیر اس کو تسلیم کرے اور اس کے کمال کی گواہی دے۔ اس مرید کے لیے جائز ہے کہ بعضے الہامی امور میں پیر کے خلاف کرے اور اپنے الہام کے موافق عمل کرے۔ اگر چہ پیر کے نزدیک اس الہام کا خلاف ثابت ہو، کیونکہ اس وقت وہ مرید تقلید کے حلقہ سے نکل گیا ہے اور تقلید اس کے حق میں خطا ہے۔

جان لے کہ مشائخ کا قول ہے کہ پیر زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ زندہ کرنا اور مارنا مقام شیخی کے لوازم سے ہے۔ زندہ کرنے سے مراد روح کا زندہ کرنا ہے، نہ کہ جسم کا۔ اسی طرح مارنے سے مراد روح کا مارنا ہے نہ کہ جسم کا۔ اور حیات وممات سے مراد فنا وبقا ہے جو مقام ولایت وکمال پر پہنچا دیتی ہے۔ شیخ مقتدا باذن الٰہی ان دو باتوں کا کفیل ہے۔ پس شیخ زندہ کرتا ہے، اور مارتا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ بقا وفنا کے مرتبہ پر پہنچاتا ہے۔ جس کے زندہ کرنے اور مارنے کو منصب شیخی سے کچھ سروکار نہیں (جلد اوّل، مکتوب ۲۹۲)۔

استقامت کی دُعا کرنا:

آپ تحریر فرماتے ہیں: مولانا حاجی محمد نے ظاہر کیا تھا کہ تقریباً دو مہینے ہوئے کہ اشغال میں سستی ہوگئی ہے اور وہ ذوق اور حلاوت جو پہلے تھی نہیں رہی۔ اے میرے دوست! غم نہیں اگر دو چیزوں میں خرابی نہ ہوئی ہو۔ ان دو چیزوں میں سے ایک صاحب شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات کی متابعت ہے، دوسرے اپنے شیخ کی محبت اور اخلاص۔ ان دو چیزوں کی موجودگی میں اگر ہزاروں تاریکیاں اور تیرگیاں طاری ہو جائیں تو کچھ خوف نہیں۔ آخر اس کو ضائع نہ چھوڑا جائے گا۔ اگر العیاذ باللہ ان دو میں سے ایک میں نقصان آ گیا تو خرابی پر خرابی ہے، اگر چہ حضور وجمعیت حاصل ہو۔ کیونکہ یہ استدراج ہے کہ جس کا انجام خراب ہے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے تضرع وزاری کے ساتھ ان دو چیزوں کا ثبات طلب کریں اور ان دونوں پر استقامت کی دعا کریں۔ کیونکہ یہی دونوں اصل مقصود اور نجاتِ اُخروی کا مدار ہیں۔ (مکتوبات، جلد ثانی، مکتوب ۳۰)۔

ذکر کا مفہوم:

آپ فرماتے ہیں: جاننا چاہیے کہ ذکر سے مراد غفلت کا دور کرنا ہے جس طرح کہ ہو سکے۔ نہ یہ کہ ذکر کلمہ نفی واثبات کے تکرار یا اسم ذات کے تکرار میں منحصر ہے جیسا کہ گمان کیا جاتا ہے۔ پس اوامر شرعیہ کی بجا آوری اور نواہی شرعیہ سے باز رہنا سب ذکر میں داخل ہے۔ خرید و فروخت بھی حدود شرعیہ کی رعایت کے ساتھ ذکر ہے۔ اسی طرح نکاح وطلاق بھی اسی رعایت کے ساتھ ذکر ہے۔ کیونکہ رعایت مذکورہ کے ساتھ ان کاموں کے کرنے کے وقت امر کرنے والا اور منع کرنے والا (یعنی اللہ جل شانہٗ) ان کے کرنے والے کے مدنظر ہوتا ہے۔ پس غفلت کی گنجائش نہیں، لیکن وہ ذکر جو مذکور یعنی حق سبحانہٗ کے اسم وصفت کے ساتھ واقع ہو جلدی اثر کرنے والا اور مذکور کی محبت بخشنے والا اور مذکور تک جلدی پہنچانے والا ہے، بخلاف اس ذکر کے جو اوامر کی بجا آوری اور نواہی سے باز رہنے کے ساتھ واقع ہو، وہ ان اوصاف سے چنداں بہرہ ور نہیں۔ اگر چہ بعضے افراد میں کہ جن کا ذکر اوامر کی بجا آوری اور نواہی سے باز رہنے کے ساتھ ہوتا ہے، یہ اوصاف کمی کے طور پر پائے جاتے ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا زین الدین تائے بادی قدس سرہ علم کی رو سے خدا تعالیٰ تک پہنچے ہیں اور نیز وہ ذکر جو اسم اور صفت کے ساتھ واقع ہو، اس ذکر کا وسیلہ ہے جو حدود شرعیہ کی رعایت کے ساتھ حاصل ہوتا ہے، کیونکہ سب کاموں میں احکام شرعیہ کی رعایت کرنی شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامل محبت کے بغیر میسر نہیں اور یہ کامل محبت اللہ تعالیٰ کے اسم وصفت کے ذکر سے وابستہ ہے، لیکن پہلے وہ ذکر چاہیے تاکہ اس ذکر کی دولت سے مشرف ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی عنایت کا معاملہ تو اور ہی ہے، وہاں نہ کوئی شرط ہے اور نہ کوئی وسیلہ۔ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (سورۃ الشوریٰ، ۱۳)، یعنی اللہ اپنی طرف چن لیتا ہے جسے چاہتا ہے۔" (جلد دوم، مکتوب ۴۶)۔

دوسرے پیر سے رجوع کرنا:

آپ نور محمد انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے جو دریافت کیا ہے کہ اگر کوئی طالب اپنے پیر کی زندگی میں دوسرے شیخ کے پاس جائے اور طلب خدا کرے تو یہ جائز ہے یا نہیں۔ سو معلوم رہے کہ مقصود حق سبحانہ ہے اور پیر وصول الی اللہ کا وسیلہ ہے۔ اگر طالب اپنا رشد دوسرے شیخ کے پاس دیکھے اور اپنے دل کو اس کی صحبت میں خدا تعالیٰ کے ساتھ جمع پائے تو جائز ہے کہ پیر کی زندگی میں بغیر اجازت کے اس شیخ کے پاس جائے اور اس سے طالب رشد کرے، لیکن اسے چاہیے کہ پہلے پیر سے انکار نہ کرے اور اسے بجز نیکی یاد نہ کرے۔ خصوصاً آج کل کی پیری مریدی جو رسم وعادت رہ گئی ہے۔ اگر اس وقت کے پیر جو اپنے آپ سے بے خبر ہیں اور ایمان وکفر میں تمیز نہیں کر سکتے، وہ خدا جل شانہ کی کیا خبر دیں گے اور مرید کو کون سا راستہ دکھائیں گے؟

آ کہ از خویشتن چونیست جنیں
کے خبردار * چناں و چنیں

یعنی: جب جنیں کو اپنی خبر نہیں ہے، وہ چنیں و چناہ کے بارے میں کیا بتائے گا۔

افسوس اس مرید پر ہے جو اس طرح کے پیر پر اعتقاد کر کے بیٹھ رہے اور دوسرے کی طرف رجوع نہ کرے اور خدا جل شانہ کا راستہ معلوم نہ کرے۔ یہ خطرات شیطانی ہیں جو پیر ناقص کی حیات کے سبب سے طالب کو حق سبحانہٗ سے روکتے ہیں۔ اسے چاہیے کہ جس جگہ رشد و جمعیت دل پائے، بغیر توقف کے رجوع کرے اور وساوس شیطانی سے پناہ ڈھونڈے۔

(جلد دوم، مکتوب ۶۳)۔

ولایت کا علم ہونا ضروری نہیں:

آپ تحریر فرماتے ہیں: ''سوال: جب خوارق کا ظاہر ہونا ولایت میں شرط نہیں تو پھر ولی اور غیر ولی میں امتیاز کس طرح ہوگا؟ اور سچا جھوٹے سے کس طرح جدا ہوگا؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ گو متمیز نہ ہو اور گو ملا جلا رہے۔ حق و باطل کا ملا جلا رہنا اس دنیا میں لازم ہے اور ولی کی

ولایت کا علم بھی ضروری نہیں۔ بہت سے اولیاء اللہ ایسے ہیں کہ ان کو خود اپنی ولایت کا علم نہیں۔ پس دوسرے کو ان کی ولایت کا علم کس طرح ضروری ہو سکتا ہے؟ نبی میں خوارق کا ظہور ضروری ہے، تا کہ نبی اور غیر نبی میں امتیاز ہو جائے، کیونکہ نبی کی نبوت کا علم واجب ہے اور ولی چونکہ لوگوں کو اپنے نبی کی شریعت کی دعوت دیتا ہے (لہٰذا) نبی کا معجزہ اس کے لیے کافی ہے۔ اگر ولی اپنے نبی کی شریعت کے سوا (کسی اور) کی دعوت دیتا تو اس کے خارق کا ہونا ضروری تھا۔ چونکہ اس کی دعوت اپنے نبی کی شریعت کے ساتھ مخصوص ہے، اس لیے خارق کی کچھ ضرورت نہیں۔ علماء ظاہر شریعت کی دعوت دیتے ہیں اور اولیاء ظاہر شریعت کی بھی دعوت دیتے ہیں اور باطن شریعت کی بھی۔ وہ پہلے مریدوں اور طالبان خدا کو توبہ وانابت کی راہ دکھاتے ہیں اور تاکید کرتے ہیں کہ اپنے تمام اوقات کو ذکر حق سبحانہٗ سے ایسا معمور رکھیں کہ ذکر غلبہ پائے اور مذکور کے سوا کسی چیز کو دل میں نہ رہنے دیں۔ یہاں تک کہ مذکور کے سوا تمام چیزوں سے ایسی فراموشی حاصل ہو جائے کہ اگر تکلف سے اشیاء کو یاد کرے تو بھی یاد نہ آئیں۔ یقینی امر ہے کہ ولی کے لیے اس دعوت کے لیے کہ جس کا تعلق ظاہر شریعت اور باطن شریعت سے ہے خوارق کی ضرورت نہیں۔ پیری مریدی سے مراد یہی دعوت ہے جو خارق سے سروکار اور کرامت سے تعلق نہیں رکھتی۔ باوجود اس کے ہم کہتے ہیں کہ مرید رشید اور طالب مستعد سلوک کے طریق میں ہر گھڑی اپنے پیر کے خوارق وکرامات کا احساس کرتا ہے اور معاملہ غیبی میں ہر وقت اس سے مدد مانگتا اور پاتا ہے اور دوسروں کے لیے ظہور خوارق ضروری نہیں۔ مگر مریدوں کے لیے خوارق پر خوارق اور کرامات پر کرامات ہیں۔ مرید اپنے پیر کے خوارق کا احساس کس طرح نہ کرے کہ پیر نے مرید کے مردہ دل کو زندہ کیا ہے اور مشاہدہ اور مکاشفہ تک پہنچا دیا ہے۔ عوام کے نزدیک ایک مردہ جسم کا زندہ کرنا بڑی بات ہے اور خواص کے نزدیک قلب وروح کا زندہ کرنا بڑی قاطع دلیل ہے۔

خواجہ محمد پارسا قدس سرہ رسالہ قدسیہ میں لکھتے ہیں کہ چونکہ مردہ جسم کا زندہ کرنا اکثر لوگوں کے نزدیک بڑا اچھا کام سمجھا جاتا تھا، اس لیے اہل اللہ ایسے زندہ کرنے سے منہ پھیر کر روح کے زندہ کرنے میں مشغول ہو گئے ہیں اور طالب کے مردہ دل کو زندہ کرنے کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں۔ حقیقت میں مردہ جسم کا زندہ کرنا قلب کے زندہ کرنے کے مقابلہ میں اس چیز

کی مثل ہے جو راستے میں پھینک دی گئی ہو۔ کیونکہ جسم کا زندہ کرنا چند روزہ زندگی کا سبب ہے اور قلب کا زندہ کرنا ہمیشہ کی زندگی کا وسیلہ ہے، بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اہل اللہ کا وجود حقیقت میں کرامات میں سے ایک کرامت ہے اور لوگوں کو حق سبحانہٗ کی طرف ان کی دعوت حق تعالیٰ کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے اور مردہ دلوں کا زندہ کرنا بڑی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اہل اللہ زمین والوں کے لیے امان اور زمانہ کے لیے غنیمت ہیں۔ ان کی شان میں ہے کہ بِهِمْ يُرْزَقُوْنَ وَبِهِمْ يُمْطَرُوْنَ یعنی: اُن کے طفیل سے لوگوں کے لیے بارش ہوتی ہے اور ان ہی کے طفیل سے لوگوں کو رزق ملتا ہے۔ ان کا کلام دوا ہے اور ان کا دیدار شفا ہے۔ وہ اللہ کے ہم نشین ہیں اور وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا ہم نشین بد بخت نہیں رہتا اور ان کا محبّ زیاں کار نہیں ہوتا۔ وہ علامت کہ جس سے اس گروہ کا سچ جھوٹے سے ممتاز ہو جائے یہ ہے کہ اگر ایسا شخص ہو جو شریعت پر ثابت قدم ہو اور اس کی صحبت میں دل کو حق سبحانہٗ کی طرف رغبت وتوجہ پیدا ہوتی ہو اور ماسوائے حق سے بے توجہی مفہوم ہوتی ہو تو وہ شخص حق بجانب ہے اور حسب تفاوت درجات اولیاء کے شمار میں ہے۔ یہ علامت امتیاز بھی مناسبت والوں کے لیے ہے۔ جو شخص محض بے مناسبت ہو، وہ بالکل محروم ہے:

ہر کرا روئے بہ بہبود نداشت
دیدن روئے نبی سود نداشت"

(جلد دوّم، مکتوب ۹۲)۔

یعنی: جس کی قسمت ہدایت نہ ہو، اس کے لیے پیغمبر (علیہ السلام) کی زیارت بھی بے سود ہوتی ہے۔

کفرواسلام:

آپ تحریر فرماتے ہیں: شریعت میں جس طرح کفرواسلام ہے۔ طریقت میں بھی کفرو اسلام ہے اور جس طرح شریعت میں کفر سراسر شرارت ونقص ہے اور اسلام سراسر کمال ہے۔ طریقت میں بھی کفر سراسر نقص ہے اور اسلام سراسر کمال ہے۔ کفر طریقت سے مراد مقام جمع ہے جو پوشیدہ رہنے کا محل ہے۔ اس مقام میں حق وباطل میں تمیز مفقود ہے، کیونکہ اس مقام میں

سالک کا مشہود اچھے اور برے آئینوں میں محبوب کی وحدت کا جمال ہے۔ پس وہ خیر وشر اور کمال ونقص کو اس وحدت کے مظاہر وظلال کے سوا نہیں پاتا۔ اس لیے انکار کی نظر جو تمیز سے پیدا ہوتی ہے اس کے حق میں معدوم ہے۔ ناچار وہ سب سے مقام صلح میں ہے اور سب کو راہِ راست پر پاتا ہے اور اس آیہ کریمہ کو گاتا ہے۔

مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَا صِيَتِهَا ط اِنَّ رَبِّىْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

(سورۃ ھود، ۵۶)

یعنی: زمین پر، جو چلنے پھرنے والا ہے وہ اس کو چوٹی سے پکڑے ہوئے ہے۔ بے شک تیرا پروردگار سیدھے راستے پر ہے۔"

اور اگر کبھی مظہر کا عین سمجھ کر مخلوق کو خالق کا عین خیال کرتا ہے اور مربوب کو رب کا عین جانتا ہے۔ یہ سب بھول ہیں جو مرتبہ جمع کے سبب سے کھلتے ہیں۔ منصور (حلاجؒ) اسی مقام میں فرماتے ہیں:

كَفَرْتُ بِدِيْنِ اللّٰهِ وَالْكُفْرُ وَاجِبٌ
لَدَيَّ وَعِنْدَ الْمُسْلِمِيْنَ قَبِيْحٌ

یعنی: میں کافر ہو گیا اللہ کے دین سے اور میرے لیے کفر واجب ہے اور مسلمانوں کے نزدیک برا ہے۔"

یہ کفر طریقت کفر شریعت سے پوری مناسبت رکھتا ہے۔ اگرچہ کافر شریعت مردود اور عذاب کا مستحق ہے اور کافر طریقت مقبول اور درجات کا مستحق ہے۔ کیونکہ یہ کفر اور پردہ میں پوشیدہ ہونا محبوب حقیقی کی محبت کے غلبہ سے پیدا ہوا ہے اور محبوب کے سوا سب کو فراموش کر دیا ہے۔ اس لیے مقبول ہے اور وہ کفر نادانی اور سرکشی کے غلبہ سے پیدا ہوا ہے۔ اس لیے مردود ہے اور اسلام طریقت سے مراد مقام فرق ہے بعد جمع کے جو محل تمیز ہے اور یہاں حق و باطل سے نیکی برائی سے متمیز ہے۔ اس اسلام طریقت کو اسلام شریعت سے پوری مناسبت ہے، بلکہ جب اسلام شریعت کمال کو پہنچتا ہے تو اس اسلام کے ساتھ اتحاد پیدا کرتا ہے، بلکہ دونوں اسلام اسلام شریعت ہیں۔ ان میں فرق ظاہر شریعت و باطن شریعت اور صورت شریعت و حقیقت

شریعت کا ہے۔ کفر طریقت کا مرتبہ شریعت کے اسلام سے اُونچا ہے۔ اگر چہ حقیقت شریعت کے اسلام سے پست وکمتر ہے:

آسماں نسبت بہ عرش آمد فرود
ورنہ بس عالی است پیش خاک تود

یعنی: اگر چہ آسمان عرش سے نیچے ہے، لیکن وہ زمین سے اُونچا ہے۔

مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم میں سے جس بزرگ نے شطحیات زبان سے نکالی ہیں اور ظاہر شریعت کے مخالف باتیں کہی ہیں، وہ سب کفر طریقت کے مقام میں ہوا ہے۔ جو مستی و بے تمیزی کا مقام ہے۔ جو بزرگ حقیقی اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں، وہ اس قسم کی باتوں سے پاک و بری ہیں اور ظاہر و باطن میں انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کا اقتدا کرتے ہیں اور ان کے تابع ہیں۔ پس جو شخص شطحیات بولتا ہے اور سب سے مقام صلح میں ہے اور سب کو راہِ راست پر سمجھتا ہے اور خالق ومخلوق میں تمیز ثابت نہیں کرتا اور دوئی کے وجود کا قائل نہیں۔ اگر ایسا شخص مقام جمع میں پہنچا ہوا ہے اور کفر طریقت سے متصف ہو گیا ہے اور ماسوا کو بھول گیا ہے تو مقبول ہے اور اس کی باتیں مستی سے پیدا ہوئی ہیں اور ظاہر معنی سے مصروف ہیں اور اگر اس حال کے حاصل ہونے کے بغیر اور درجہ اولیٰ پر پہنچنے کے بغیر ایسی شطحیات زبان پر لاتا ہے اور سب کو حق پر اور راہِ راست پر جانتا ہے اور حق و باطل میں تمیز نہیں کرتا تو وہ بے دین وملحد ہے۔ جس کا مقصود یہ ہے کہ شریعت باطل ہو جائے اور اس کا مطلوب یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت ختم ہو جائے۔ پس یہ کلمات سچے سے بھی صادر ہوتے ہیں اور جھوٹے سے بھی۔ سچے کے لیے آبِ حیات ہیں اور جھوٹے کے لیے زہر قاتل۔ مثل آب نیل کے جو بنی اسرائیل کے لیے خوشگوار پانی اور قبطی کے لیے خون ناگوار تھا۔ اس مقام پر اکثر سالکوں کے قدم پھسل جاتے ہیں۔ مسلمانوں کی جماعت کثیرہ اکابر ارباب سکر کی باتوں کی تقلید سے سیدھے راستے سے منحرف ہو کر گمراہی اور زیاں کاری کے کوچوں کے پیچھے گری ہوئی ہے اور اپنے دین کو برباد کرتی ہے۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ ایسی باتوں کا قبول کرنا شرطوں کے ساتھ مشروط ہے، جو ارباب سکر میں موجود اور ان میں مفقود ہیں۔ ان شرطوں میں بڑی شرط

ماسوائے حق سبحانہٗ کی فراموشی ہے جو اس قبول کی دہلیز ہے اور سچے اور جھوٹے میں امتیاز کی علامت شریعت پر استقامت اور عدم استقامت ہے جو سچا ہے وہ باوجود مستی اور بے تمیزی کے بال برابر شریعت کی مخالفت کا مرتکب نہ ہوگا۔ منصور (حلاجؒ) باوجود انا الحق کہنے کے ہر رات قید خانہ میں بھاری زنجیر کے ساتھ پانچ سو رکعت نماز ادا کرتے تھے اور ظالموں کے ہاتھ سے جو کھانا انہیں ملتا تھا اگر چہ وجہ حلال سے تھا، مگر وہ نہ کھاتے تھے اور جو شخص جھوٹا ہے اس پر احکام شرعیہ کی بجا آوری کوہ قاف کی طرح گراں ہے۔ آیہ کریمہ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ (سورۃ الشوریٰ ۱۳۔ یعنی: دشوار ہے مشرکوں پر وہ کہ جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے) ان کے حال پر صادق آتی ہے۔

رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا (سورۃ الکھف ۱۰)
وَالسَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى (سورۃ طٰہٰ، ۴۷) (جلد دوم، مکتوب ۹۵)۔

یعنی: اے ہمارے پروردگار! ہم پر اپنے ہاں سے رحمت نازل فرما اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت حاصل کی۔

عذاب قبر کی کیفیت:

آپ ملا بدرالدینؒ کے نام عالم ارواح، عالم مثال اور عالم اجساد کی تحقیق میں لکھتے ہیں: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى (یعنی: اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو)۔ آپ نے لکھا تھا کہ بدن سے تعلق سے پہلے روح عالم مثال میں تھی۔ بدن سے جدائی کے بعد پھر عالم مثال میں چلی جائے گی۔ پس عذاب قبر مثال میں ہوگا، مثل اس درد والم کے جو خواب میں عالم مثال میں محسوس کرتے ہیں اور آپ نے لکھا تھا کہ اس بات کی بہت سی شاخیں ہیں۔ اگر جناب قبول کریں تو بہت سے فروع اس بات پر متفرع کروں گا۔ آپ کو معلوم رہے کہ اس قسم کے خیالات صدق و راستی سے بعید ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو غیر معروف راستے کی طرف لے جائیں۔ اس لیے باوجود موانع کے یہ چند کلمے بضرورت اس مبحث کی تحقیق میں لکھے گئے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ الْهَادِيْ إِلٰى سَبِيْلِ الرَّشَادِ۔
یعنی: اللہ سبحانہٗ بھلائی والے راستے کی جانب ہدایت بخشتا ہے۔ (جلد سوم، مکتوب ۳۱)۔

عالم ممکنات کی تین اقسام:

بعد ازاں آپ تحریر فرماتے ہیں: ''بھائی جان! صوفیہ کرام نے عالم ممکنات کی تین قسمیں قرار دی ہیں۔ عالم ارواح، عالم مثال اور عالم اجساد۔ عالم مثال کو عالم ارواح اور عالم اجساد کے درمیان برزخ کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ عالم مثال ان دو عالموں کے معانی وحقائق کے لیے آئینہ کی مانند ہے۔ اجساد وارواح کے معانی وحقائق عالم مثال میں عجیب صورت میں ظاہر ہوتے ہیں، کیونکہ عالم مثال میں ہر معنی وحقیقت کے مناسب اور شکل وہیئت ہوتی ہے۔ وہ عالم بذاتِ خود صورتوں اور شکلوں کا متضمن نہیں، بلکہ صورتیں اور شکلیں اس میں دوسرے عالموں سے منعکس ہو کر ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ آئینہ کی طرح ہے جو بذاتِ خود کسی صورت کا متضمن نہیں۔ اگر اس میں صورت موجود ہے تو وہ خارج سے آئی ہے۔ جب یہ بات معلوم ہوگئی تو جان لیجیے کہ روح بدن کے ساتھ تعلق کے بعد اگر عالم اجساد میں نازل ہوئی ہے تو محبت کے تعلق کے ساتھ اُتر آئی ہے۔ تعلق سے پہلے اور پیچھے اس کو عالم مثال سے سروکار نہیں۔ ہاں اتنا ہے کہ بعض اوقات اللہ سبحانہٗ کی توفیق سے اپنے بعض حالات کو اس عالم کے آئینہ میں دیکھتی ہے اور حالات کی خوبی وبرائی کو وہاں سے معلوم کرتی ہے، چنانچہ مکاشفات اور خوابوں میں یہ بات واضح اور ظاہر ہے۔ بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ سالک حس سے غائب ہونے کے بغیر یہ بات محسوس کرتا ہے اور بدن سے جدائی کے بعد اگر روح علوی ہے تو فوق کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور اگر سفلی ہے تو سفل میں مبتلا ہے۔ مگر عالم مثال سے کچھ سروکار نہیں رکھتی۔ عالم مثال دیکھنے کے لیے ہے رہنے کے لیے نہیں۔ رہنے کی جگہ عالم ارواح ہے یا عالم اجساد۔ عالم مثال ان دونوں عالموں کا صرف آئینہ ہے جیسا کہ اُوپر بیان ہوا اور وہ درد جو عالم خواب میں عالم مثال کی صورت میں محسوس ہوتا ہے وہ اس عذاب کی صورت وشکل ہے کہ دیکھنے والا اس کا مستحق ہوا ہے اور اس کی آگاہی کے لیے یہ بات اس پر ظاہر کر دی گئی ہے۔ قبر کا عذاب اس قسم کا نہیں، کیونکہ یہ تو حقیقت عذاب ہے نہ کہ صورت وشکل عذاب۔ نیز وہ تکلیف جو خواب میں محسوس ہوتی ہے اگر بالفرض کچھ حقیقت بھی رکھتی ہو تو وہ دنیا کی تکلیفوں کی قسم سے ہوگی اور عذاب قبر عذاب اُخروی کی قسم سے ہے۔ ان دونوں میں فرق ہے، کیونکہ دنیوی عذاب آخرت کے

عذاب کی نسبت (خدا پاک ہم کو پناہ دے) کچھ قدر و اعتبار نہیں رکھتا، اس لیے کہ اگر دوزخ کی آگ کی چنگاری دنیا میں گر پڑے تو سب کو بالکل جلا دے اور ناچیز کر دے۔ عذابِ قبر کو مثل خواب کے جاننا صورت عذاب وحقیقت عذاب سے بے علمی کے سبب سے ہے اور نیز اس شبہ کا باعث یہ وہم کرنا ہے کہ عذاب دنیا اور عذاب آخرت ایک ہی جنس سے ہیں اور یہ صاف باطل ہے۔" (جلد سوم، مکتوب ۳۱)۔

فصل سیزدہم:

حضرت مجدد قدس سرہ کے مقامات ومعارف پر اعتراضات

مخفی نہ رہے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے بعض معارف پر لوگوں نے اعتراضات کیے ہیں۔ خود حضرت مجدد قدس سرہ نے ان کے کافی ووافی جوابات تحریر فرمائے ہیں اور حضرت مجدد قدس سرہ کے خلیفہ حضرت شیخ بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرات القدس میں چند شبہات کو بیان کر کے ان کے مفصل جوابات لکھے ہیں۔ جن کے پیش کرنے کی اس مختصر تحریر میں گنجائش نہیں۔ حضرت میرزا مظہر جان جاناں قدس سرہ (م ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) یوں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے معارف کتاب وسنت کے موافق ہیں۔ جن مقامات پر معترضین نے اعتراضات کیے ہیں، خود حضرت نے ان کے جوابات تحریر فرمائے ہیں۔ وہ اہل انصاف کے نزدیک کافی ہیں۔ بہت سے کلمات جن پر ارباب ظاہر نے اعتراض کیے ہیں، اولیائے کرام سے صادر ہوئے ہیں اور وہ بغیر تاویل کے درست نہیں۔ جو تاویل (یعنی غلبہ احوال یا معانی مقصودہ کے ساتھ الفاظ کی عدم مساعدت یا امر الٰہی ان کے اظہار کا) کہ ان کلمات میں کی جاتی ہے وہ حضرت کے کلام مین بھی جاری ہے اور شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ اوائل حال میں حضرت کے بعض معارف پر اعتراض لکھے ہیں، مگر آخر میں اُن سے رجوع کیا اور حضرت خواجہ باقی باللہ کے خلیفہ خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہما کی خدمت میں یوں تحریر فرمایا:

''ان دنوں میں میاں شیخ احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت فقیر کی صفائی حد سے متجاوز ہے اور بشریت وطبیعت کا پردہ بالکل درمیان نہیں رہا ہے۔ رعایت طریقہ وانصاف اور حکم عقل یہ ہے کہ ایسے بزرگوں سے بگاڑنی نہ چاہیے۔ قطع نظر اس سے میرے باطن میں بطریق ذوق و وجدان اور غلبہ ایسی بات آئی ہے کہ زبان اُس کے بیان سے گنگ ہے۔ پاک ہے اللہ جو دلوں کو پھیرنے والا اور حالات کو بدلنے والا ہے۔ شاید ظاہر بین لوگ بعید سمجھیں، میں نہیں جانتا

کہ حال کیا ہے اور کس طرح پر ہے؟"

بادشاہ سے آپ (حضرت مجدد قدس سرہ) کو تکلیف کا پہنچنا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کو انبیائے کرام علیہم السلام کی کمال متابعت حاصل ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ میں معتکف تھے اور حضور سیّد المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے محصب (شعب ابی طالب) میں گوشہ نشینی اختیار فرمائی۔

حضرت مجدد (قدس سرہ) کے مخلصوں نے اعتراضات وشبہات کی تردید میں رسالے لکھے اور رد وشبہات میں سب سے اچھا رسالہ میرزا محمد بیگ بدخشی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو آپ نے مکہ شریف میں تحریر فرمایا اور چاروں مذہبوں کے مفتیوں نے اُس پر اپنی مہریں ثبت کیں۔

فیض الٰہی کی حد نہیں۔ اولیائے میں سے ہر ایک کی استعداد کے موافق ظہور میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے متاخرین کو حکمت بالغہ کے تقاضا کے مطابق ایسے کمالات عنایت کیے کہ متقدمین سے وہ تمام علوم وفیوض مروی نہیں۔ انبیاء علیہم السلام میں ایک کی فضیلت دوسرے پر ثابت ہے اور اولیاء میں بھی ایسا ہی معاملہ ہے۔ وہ مقامات کہ جن سے حضرت مجدد (قدس سرہ) ممتاز ہیں۔ آپ کے طریقہ کے مستفید کثرت سے ان درجات وحالات پر پہنچے ہیں اور ان علوم وکیفیات کا اقرار کرتے ہیں، پس ان مقامات میں کوئی شبہ نہیں رہا، کیونکہ خبر متواتر صدق ویقین کا افادہ کرتی ہے۔ جو شخص ان مقامات پر نہیں پہنچا اور ان کو بعید خیال کرتا ہے، وہ اپنی جہالت کے سبب سے معذور ہے۔

خرق عادات کا ظاہر ہونا علو کمالات کی شرط نہیں ہے۔ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے باوجود علو درجات کے کہ جن تک کوئی نہیں پہنچ سکتا، کثرت خوارق عادات اور نسبت ہائے شوق وذوق اور جذبہ واستغراق صادر نہیں ہوئے۔ حضرت سیّد نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر حضرت حافظ محمد محسن رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں استفادہ کے لیے گئے۔ حضرت خواجہ (محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ تمہارے بزرگ ہمارے بزرگوں کا انکار کرتے تھے۔ تم انکار کے ساتھ آئے ہو یا اقرار کے ساتھ۔ حضرت حافظ (محمد محسن رحمۃ اللہ علیہ) نے جواب دیا کہ انکار سے عذر کرنے کے لیے آیا ہوں۔ پس وہ حضرت خواجہ (محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) کی صحبت میں درجہ کمال و

تکمیل پر پہنچ گئے۔'' (ملفوظات حضرت میرزا جان جاناں قدس سرہ، مطبوعہ مجتبائی دہلی)۔

حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''برخوردار! جو شبہات کہ بے عقلوں کے گمان میں قیوم ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مقامات کرامت آیات پر وارد ہوتے ہیں، آپ نے ان کے جوابات پوچھے ہیں۔ آپ کو معلوم رہے کہ ان اعتراضات کی بنا جہالت پر ہے یا حسد پر اور یہ انکار کی رسم معمول قدیم ہے۔ اہل تعصب نے شیخ اکبر (محی الدین ابن العربی) رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر کی تکفیر میں رسالے لکھے ہیں اور حضرت مجدد (قدس سرہ) نے اپنے مکتوبات میں ان تمام شبہات کے جواب بطریق دفع داخل مقدمہ تحریر کیے ہیں اور حضرت (مجدد قدس سرہ) کی اولادِ امجاد میں سے حضرت شاہ یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں ایک مفصل رسالہ لکھا ہے اور حضرت مولوی فرخ شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق اجمال ایک رسالہ موسومہ بہ ''کشف الغطاعن وجہ الخطا'' تحریر کیا ہے اور آنجناب کے مخلصوں میں سے مولانا محمد بیگ ترکی ثم مکی نے محمد برزنجی تلمیذ شیخ ابراہیم کردی ثم مدنی کے رسالہ کی تردید میں ایک رسالہ موسومہ بہ ''عطیۃ الوہاب الفاصل بین الخطاء والصواب'' بطریق سوال وجواب لکھا ہے اور ملک عرب کے علمائے مذاہب اربعہ کی مہروں سے مزین کیا ہے۔

حسد کا مادہ حضرت مجدد (قدس سرہ) سے معارف غیر متعارف کا ظاہر ہونا ہے، جو قرونِ اولیٰ میں شائع تھے اور قرونِ ثلاثہ مشہود بالخیر کے بعد پوشیدگی کے پردے میں چلے گئے تھے اور آنجناب کی طینت مطہرہ کی خصوصیت کے سبب سے جو کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طینت مقدسہ کا بقیہ تھی ظاہر ہو گئے ہیں۔ انصاف یہ ہے کہ پہلے ان مقامات کے قائل کی شان میں نظر کریں۔ اگر وہ کتاب وسنت کا متبع ہے اور اس کے اکثر اعمال واقوال میزان شریعت میں موزوں ہیں تو اس کلام کے متشابہات کو اس کے کلام کے محکمات کے موافق تاویل کریں، یا خدائے عالم السر والعلانیہ پر چھوڑ دیں اور اس کو معذور سمجھیں، کیونکہ اس قوم (صوفیہ) کو بہت سے عذر عارض ہوتے ہیں۔ کبھی غلبہ حال میں ان کی عبارتیں ان کے مرادات کے ساتھ مساعدت نہیں کرتیں اور کبھی معلومات کشفی میں وہم وخیال کے خلط کے سبب سے خطا واقع ہوتی ہے اور وہ اس خطا میں مثل خطائے اجتہادی کے معذور ہیں اور کبھی ان کی اصلاح پر آگاہی

حاصل نہیں ہوتی۔ پس ان امور کی رعایت سے اعتراض کرنا فضول ہے، کیونکہ ان کے طریقہ کی بنا سنت کے اتباع پر ہے۔ ان کی تصنیفات اسی نصیحت وموعظت سے بھری پڑی ہیں۔ اس فتنہ کے برپا ہونے کا سبب زیادہ تر توحید وجودی کا انکاری اور توحید شہودی کا اثبات ہے، کیونکہ چار سو سال سے یعنی شیخ محی الدین عربی ؒ کے عہد سے حضرت مجدد (قدس سرہ) کے عہد مبارک تک لوگوں کے کان اور ذہن مسئلہ وحدت وجود سے پُر تھے۔ حضرت مجدد (قدس سرہ) کا توحید وجودی سے انکار مثل انکار علمائے ظاہر کے نہیں، بلکہ جس مقام سے کہ وجودیہ تکلم کرتے ہیں حضرت مجدد (قدس سرہ) اس کی تصدیق اور تسلیم کرتے ہیں۔ اتنا ہے کہ حضرت مجدد (قدس سرہ) مقصود اصلی کو اس مقام سے اُوپر فرماتے ہیں اور خالق ومخلوق میں فی الجملہ غیریت ایسے طور سے ثابت کرتے ہیں کہ وحدت وجود حقیقی میں مخل نہیں۔ جو خارج حقیقی میں متحقق ہے بخلاف وجودیہ کے جو خالق ومخلوق میں عینیت ثابت کرتے ہیں۔'' (مکتوب حضرت میرزا مظہر قدس سرہ مطبوعہ مجتبائی دہلی۔ مکتوب پنجم)۔

حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید قدس سرہ ایک اور جگہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ میں جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات کے جمال جہاں آراء سے مشرف ہوا۔ گویا میں آنحضرت ﷺ کے پہلو میں برابر لیٹا ہوا ہوں اور نفس مبارک کی راحت مجھے بھی پہنچ رہی ہے۔ اسی اثناء میں مجھے پیاس لگی۔ سرہند کے پیرزادے وہاں حاضر تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان میں سے ایک کو پانی لانے کا حکم دیا۔ بندہ نے عرض کی یارسول اللہ (ﷺ)! وہ میرے پیرزادے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ وہ ہمارے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ پس ان میں سے ایک بزرگ پانی لایا اور میں نے سیر ہو کر پیا۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ (ﷺ)! آپ حضرت مجدد الف ثانی (ؒ) کے حق میں کیا فرماتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کی مثل میری اُمت میں دوسرا کون ہے؟ میں نے عرض کی یارسول اللہ (ﷺ)! ان کے مکتوبات آپ کی نظر مبارک میں گزرے ہیں؟ فرمایا اگر تجھے کچھ یاد ہے تو پڑھو۔ بندہ نے آپ کے کسی مکتوب کی یہ عبارت پڑھی۔ ''اِنَّہٗ تَعَالٰی وَرَآءَ الْوَرَآءِ ثُمَّ وَرَاءَ الْوَرَآءِ حضور (ﷺ) نے بہت پسند فرمائی اور محظوظ ہوئے۔ فرمایا کہ پھر پڑھو۔ میں نے پھر یہی

عبارت عرض کی۔ حضور (ﷺ) نے اور زیادہ تعریف کی اور یہ حالت دیر تک رہی۔ صبح کے وقت ایک بزرگ نے علی الصبح آ کر کہا کہ میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے کہ تم نے ایک اچھا خواب دیکھا ہے۔ وہ خواب کیا ہے؟ فقیر نے یہ خواب ان سے بیان کر دیا۔ وہ بہت متعجب ہوئے۔ آنحضرت ﷺ کے نفس مبارک اور صحبت سے میں نے اپنے تئیں سراپا نور و حضور پایا اور اس خواب کی کیفیتوں سے جو بیداری کی صورت سے بہتر ہے کئی دن تک مجھے کچھ بھوک اور پیاس نہ تھی۔'' (ملفوظات حضرت میرزا رحمۃ اللہ)۔

حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ (م ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) نے رسالہ اعتراضات کے اخیر میں لکھا ہے:

''فقیر در بارہ شیخ بعالم غیب متوجہ بود کہ تحریر ایں ہمہ معارف و مقامات شما از چہ راہ است۔ اصلے از حق دارد یا محض سخن سازی است۔ ایں آیہ شریفہ وَإِن يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ در باطن القا کردند۔''

یعنی: ایک بار میں حضرت مجددؒ کے بارے میں جناب الٰہی میں متوجہ تھا کہ یہ مقامات جو آپ بیان کرتے ہیں حق ہیں یا کوئی اصل نہیں رکھتے؟ تو فقیر کے باطن میں یہ آیت شریفہ القا کی گئی (ترجمہ): اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اس کے جھوٹ کا ضرر اسی کو ہوگا اور اگر سچا ہوگا تو کوئی سا عذاب جس کا تم سے وعدہ کرتا ہے، تم پر واقع ہو کر رہے گا، بے شک خدا اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو بے لحاظ جھوٹا ہو۔ (سورۃ المؤمن، آیت ۲۸)۔

ظاہر ہے کہ اس آیت کا نزول فرعون اور فرعونیوں کے اشتباہ کے دور کرنے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حقیقت ثابت کرنے کے لیے ہے۔ پس حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ کا انکار سے باز آنا اور آپ کے باطن شریف پر اس آیت کا القا ہونا رفع اعتراضات کے لیے دو دلیلیں ہیں۔

حضرت شیخ محمد فرخ (رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۶ء) جو عالم کثیر العمل اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے پوتوں میں سے تھے، حج کے لیے تشریف لے گئے۔ سیّد محمد برزنجی جو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے انکار میں تشدد رکھتا تھا، اس نے چاہا کہ شیخ محمد فرخ رحمۃ اللہ علیہ کے الزام کے لیے مدینہ منورہ سے مکہ

آئے۔ شیخ محمد فرخ رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کی کہ الٰہی! میں عجمی ہوں اور وہ عربی ہے، حرم مبارک میں مجادلہ مناسب نہیں، لہٰذا تو مجھے اس کے شر سے بچا۔ وہ سخت بیمار ہو گیا۔ شیخ محمد فرخ رحمۃ اللہ علیہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس کی زیارت سے مشرف ہو کر ہندوستان کا رُخ کیا اور کشتی پر سوار ہو گئے۔ اس نے صحت وقوت پا کر ان کا تعاقب کیا اور ایک کشتی میں سوار ہوا، تا کہ جہاز میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے معارف میں اُن سے بحث کرے۔ شیخ محمد فرخ رحمۃ اللہ علیہ نے یوں دعا کی۔ اللھم اکفنہ بما شئت. یا اللہ! تو مجھے اس کے شر سے بچا جس چیز کے ساتھ تو چاہے۔ وہ کشتی دریا میں غرق ہو گئی اور منکر اولیاء کو سزا مل گئی۔ (مقامات مظہری)۔ [۹۹]

فصل چہاردہم:

حضرت مجدد قدس سرہ کے صاحبزادگان عظامؒ

حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے سب سے بڑے فرزند ارجمند ہیں۔

ولادت باسعادت:

آپ ۱۰۰۰ھ/ ۹۲-۱۵۹۱ء میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے آپ کی پیشانی مبارک سے سعادت وولایت کے آثار ہویدا تھے۔

تعلیم وتربیت:

آپ علوم عقلیہ ونقلیہ کے جامع تھے۔ بہت ہی چھوٹی عمر میں آپ نے اپنے جد بزرگوار حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۹ء) سے تعلیم وتربیت حاصل کی۔

بعدازاں اکثر علوم کی تحصیل اپنے والد بزرگوار حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ ہی سے کی تھی۔ کچھ عربی علوم کی کتب حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۰ھ/ ۱۶۳۰ء) سے پڑھیں اور علوم حکمیہ کی کتابوں کی تعلیم حضرت مولانا محمد معصوم کابلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۶ھ/ ۱۶۱۷ء) سے حاصل کی۔ اٹھارہ برس کی عمر میں تمام ظاہری علوم سے فراغت پائی۔

درس وتدریس:

فراغت کے بعد آپ درس میں مشغول ہو گئے۔ آپ تمام متداولہ علوم بڑی گہرائی اور متانت سے پڑھاتے تھے۔

علمی مرتبہ:

حضرت بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے شاگردوں میں شامل تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

''مخدوم زادہ تشریح میں بہت دور تک جاتے تھے اور مختلف مطالب بیان کرتے تھے اور اپنی سلیم اور نکتہ رس طبیعت سے بڑی باریکیاں پیدا کرتے تھے اور کبھی کبھی کتابوں پر حاشیہ بھی تحریر فرماتے تھے۔

ایک دن ایک بہت بڑا عالم شیراز سے ہندوستان آیا، جو معقولات میں اپنی مثال نہیں رکھتا تھا۔ آپ نے اس سے علوم عقلیہ کے چند مشکل دقائق کا ذکر کیا، جس سے بہت زیادہ متاثر ہوا اور کہنے لگا:

> ''میں گمان نہیں رکھتا تھا کہ ہندوستان میں کوئی ایسا عالم ہوگا، جو علوم عقلیہ کے ادراک میں اتنی صلاحیت رکھتا ہو، اور پھر اس کی لاجواب بحثوں میں اس قدر ندرت و مہارت کا حامل ہو، لیکن جب میں نے اس جوان کو دیکھا تو یقین آ گیا کہ اس ملک میں بھی ایسے فضلاء موجود ہیں۔''

تحصیل علوم باطنی:

شروع میں جب آپ اپنے جد بزرگوار شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۹ء) کے زیر تربیت تھے، آپ کے جد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ اپنے صاحبزادے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) سے فرمایا کرتے تھے:

> ''تمہارا یہ بیٹا ابھی سے مجھ سے حقائق و معارف کی ایسی ایسی عجیب باتیں پوچھتا ہے، جن کا جواب مشکل سے بن پڑتا ہے۔''

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے جب جمادی الآخر ۱۰۰۸ھ/ دسمبر ۱۵۹۹ء میں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کی خدمت میں حاضری دی تو حضرت مخدوم زادہ حضرت محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شرف زیارت حاصل کیا، جبکہ عمر مبارک صرف آٹھ سال تھی۔ اس طرح

بچپن ہی میں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کی نظر قبولیت میں آ کر ذکر و مراقبہ اور جذبہ و نسبت کی سعادت نصیب ہوئی اور حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہات عالیہ کی برکات سے مستفید ہوئے، جس کی بنا چھوٹی عمر ہی میں بلند روحانی کمالات کے حامل ہو گئے۔

کمالات روحانی:

ایک بار مشائخ وقت میں سے ایک بزرگ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے بلند روحانی حالات پیش کرنے کے بعد عرض کیا: ''حضرت! اگر آپ کی صحبت میں مجھے یہی احوال حاصل ہوں، تو پھر آپ کو تکلیف نہ دوں؟ لیکن اگر اس سے عالی احوال نصیب ہو سکیں تو آپ کی خدمت میں رہ کر مستفید ہوں۔''

یہ سن کر حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ نے حضرت محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کو طلب فرمایا۔ جب آپ حاضر خدمت ہو گئے تو حضرت خواجہ قدس سرہ نے اُن سے ارشاد فرمایا:

''بابا اپنے احوال بیان کرو کہ یہ صاحب ہمارے مہمان ہیں، تمہاری زبان سے سن لیں گے۔''

آپ نے اپنے بلند حالات و واردات بیان کرنے شروع فرمائے جوان صاحب کے پچاس سالہ ریاضت سے حاصل کردہ احوال سے بھی بلند تھے، یہ سن کر ان صاحب کا غرور خاک ہوا اور وہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ سے استفاضہ کرنے لگے۔

کشف:

اکثر حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) آپ سے کون و مکان کے حقائق، قبور اور مردہ لوگوں کے احوال اور دوسرے واقعات کے بارے میں تنہائی میں دریافت فرماتے اور آپ روحانی توجہ کے بعد ان کی کیفیات حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت میں عرض کر دیتے۔

حضرت خواجہ قدس سرہ کی بشارات:

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) نے جب آپ کو رخصت فرمایا

تو بعد ازاں (اپنے ایک مکتوب میں) تحریر فرمایا:

"میری آنکھوں کی ٹھنڈک محمد صادق کو (اللہ تعالیٰ) ظاہر و باطن کے کمالات سے نوازے۔ اس کے احوال جیسے کہ ظاہر ہیں لائق شکر ہیں۔ اسی حضور پر وہ قائم رہے گا۔ اس کی غیبت واستغراق سے اندیشہ نہیں۔ اِنْ شَآءَ اللہ وہ سکر سے صحو میں آ جائے گا اور اس کی فنا شعور میں مندرج ہو جائے گی۔"

ایک بار حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے مکتوب گرامی کے جواب میں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) نے تحریر فرمایا: "محمد صادق کے احوال بہت صحیح ہیں۔"

حضرت خواجہ قدس سرہ کی شفقت ومرحمت:

ایک بار حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) کو تپ محرقہ ہو گیا تو آپ کو بھی یہی عارضہ لاحق ہو گیا اور ایک عرصہ دونوں حضرات گرامی اس بخار میں مبتلا رہے۔ اس دوران حضرت خواجہ قدس سرہ نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) سے فرمایا کہ ہم دونوں کا بخار انعکاسی ہے۔ جب محمد صادق یہاں ہے نہ اس کا بخار اُترے گا اور نہ میرا بخار رفع ہوگا، لہٰذا آپ ان کو سرہند لے جائیں۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ آپ کو سرہند شریف لے چلے۔ ایک منزل چل کر قیام فرمایا تو آپ کا بخار اُتر گیا اور اطلاع ملی کہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ بھی صحت مند ہو گئے ہیں۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت پانا:

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) نے جب اپنے اصحاب کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے سپرد فرمایا تو آپ کو بھی اپنے والد بزرگوارؒ کے حوالے فرمایا۔ اس طرح آپ نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے فیوض و برکات حاصل کیے اور مقامات و درجات نقشبندیہ مجددیہ کی تکمیل کے بعد اکیس برس کی عمر میں بروز جمعۃ المبارک جمادی الثانی ۱۰۲۱ھ/ اگست ۱۶۱۲ء میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خاص عبا آپ کو عنایت فرمائی۔ حاضرین کی ایک کثیر تعداد نے آپ سے مصافحہ اور بیعت کا شرف حاصل کیا۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ شفقت وعنایت:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے بارہا آپ کے مقام وکمالات کا تذکرہ فرمایا۔ ایک بار حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بارے میں لکھا:

① ''محمد صادق نے مقام حیرت میں غوطہ کھایا اور اس مقام میں وہ مجھ فقیر سے پوری طرح مناسبت رکھتا ہے۔''

ایک دوسری جگہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا:

② ''میرا عزیز فرزند مجھ فقیر کے تمام معارف کا مجموعہ اور مقامات جذب وسلوک کا خزانہ ہے۔''

نیز حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بارے میں تحریر فرمایا:

③ ''میرا فرزند محرمان اسرار میں سے ہے اور (بحمد اللہ) خطا اور غلطی سے محفوظ ہے۔''

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ تحریر فرمایا:

''یہ مقام اللہ پاک نے میرے فرزند ارشد کو عنایت فرمایا ہے اور ان کی ولایت میں داخل ہے۔ یہ فقیر مسافروں کی طرح ان کی ولایت میں مقیم ہے۔''

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بارے میں تحریر فرمایا:

''فقیر کا استفادہ، ولایت موسوی سے اجمالی ہے اور میرے فرزند اکبر کا استفادہ اس ولایت سے تفصیلی ہے۔ فقیر کی ولایت جو ولایت موسوی سے مستفاد ہے۔ ان مومن لوگوں کے مشابہ ہے، جو آلِ فرعون میں سے تھے اور میرے فرزند کی ولایت ان ساحران فرعون کی ولایت کے مشابہ ہے، جو ایمان لے آئے تھے۔''

بیماری:

سرہند شریف میں طاعون کی وباء پھیلی جو دو ماہ تک جاری رہی۔ کچھ لوگ فوت ہو گئے اور کچھ شہر سے نکل گئے۔ آپ نے فرمایا:

"(یہ) وباء کوئی لقمہ تر چاہتی ہے، جب تک میں نہ جاؤں گا، یہ فرو نہ ہوگی۔"

آپ کے چھوٹے بھائی حضرت محمد فرخ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) اور حضرت محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) اور ہمشیرہ حضرت اُم کلثوم رحمۃ اللہ علیہا (م ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) آپ سے ایک روز پہلے ایک ہی دن میں اسی عارضہ میں مبتلا ہو کر وصال فرما چکے تھے۔ آپ حضرت محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے کے ساتھ پیدل، جنگل میں اپنے جد بزرگوار حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۹ء) کے مقبرے تک گئے۔ ان کی تدفین کے ساتھ جب واپس ہوئے تو آپ کی ران پر طاعون کا اثر ظاہر ہوا۔ آپ کو مکان سے باہر خانقاہ مجددیہ کے حجرے میں سلا دیا گیا۔ آپ کی والدہ ماجدہؒ نے دیکھنے کا اشتیاق فرمایا تو آپ بڑی دقت سے دو آدمیوں کی گردن پر ہاتھ رکھ کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بعد ازاں والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا اور دوسرے سب عزیزوں سے رُخصت لے کر اسی حجرے میں آ گئے اور خود سے فرمایا:

"ایسے سو جاؤ، جیسے دولہا سوتا ہے۔"

وصال مبارک:

بیماری کے دوسرے روز سوموار کے دن مؤرخہ ۹ ربیع الاوّل ۱۰۲۵ھ/ ۱۷ مارچ ۱۶۱۶ء کو پورے حضور اور استغراق کے ساتھ عالم بقا کی جانب رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) آپ کی تدفین کے بارے میں متردد ہوئے کہ آیا آپ کو اپنے جد بزرگوار حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۹ء) کے قریب جو شہر سے باہر ہیں، دفن کیا جائے یا کسی دوسری جگہ؟ چنانچہ استخارہ کے بعد ارشاد فرمایا کہ حکم ہوا کہ

جس حویلی میں مخدوم زادہ (حضرت محمد صادق) رہا کرتے تھے، اسی میں دفن کیا جائے۔ بعدازاں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے لیے کفن کے تین کپڑے لفافہ، قمیص اور ازار عنایت فرمائے اور آپ صحن میں مقرر کردہ جگہ پر آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

تعمیر گنبد:

ایک عرصہ تک آپ کی قبر مبارک کچی رہی۔ اس کے آس پاس ایک احاطہ کیا گیا تھا۔ بعدازاں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے خیال فرمایا کہ چونکہ میرے اس فرزند کی قبر عمارتوں کے درمیان واقع ہوئی ہے، لہٰذا یہاں گنبد بنا دیا جائے اور انبیاء علیہم السلام کی پیروی کی جائے۔ پس آپ کی قبر مبارک پر ایک گنبد تعمیر کرا دیا۔

اولادِ امجاد:

آپ کے صرف ایک صاحبزادے تھے۔ جن کا نام حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ تھا اور ان کی اولاد کا سلسلہ جاری ہے۔

بعد از وصال حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی دُعائیں:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) ہر جمعۃ المبارک کی نماز کے بعد آپ کی قبر مبارک پر تشریف فرما ہوتے اور دیر تک مراقبہ فرماتے۔ ہفتہ کی ہر صبح آپ کی قبر مبارک پر حلقہ ذکر فرماتے اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی دعا وتوجہ سے بے شمار ترقیات اور گوناگوں عنایات الٰہی جو مخدوم زادہ کو حاصل ہوتی تھیں، ان کو ظاہر فرماتے تھے۔ ایک روز آپ کی قبر مبارک سے اُٹھ کر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آج میں ان کے حال کی طرف متوجہ ہوا، دیکھا کہ لحظہ بہ لحظہ عجیب انوار و آثار ظاہر ہوتے ہیں اور ساعت بہ ساعت بڑھتے جاتے ہیں۔

کرامت:

طاعون کی وباء کے دنوں میں یکم ربیع الاوّل ۱۰۲۵ھ/ ۱۹ مارچ ۱۶۱۶ء کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے نماز چاشت کے وضو کے بعد ارشاد فرمایا:

''میرے دل میں ایسا ظاہر ہو رہا ہے کہ بارہ ربیع الاوّل کے بعد طاعون جاتا رہے گا۔''

حاضرین حیران ہوئے کہ طاعون کی وباء زوروں پر ہے اور یوں اچانک کیسے ختم ہو جائے گی؟ دوسرے روز حضرت بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ جب آپ کے پاس حاشیہ خیالی کا سبق پڑھ رہے تو انہوں نے آپ سے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا قول عرض کیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ قول کا مطلب یہ ہے کہ طاعون کی وباء ان بارہ دنوں میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مکان سے چلی جائے گی۔

حضرت بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

> ''چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس ماہ کی نویں تاریخ کو یہی مخدوم زادہ (حضرت محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ) وفات پا گئے اور اس سے ایک دن پہلے ہی آپ کے دو بھائی (حضرت) محمد فرخ (رحمۃ اللہ علیہ)، (حضرت) محمد عیسیٰ (رحمۃ اللہ علیہ) اور ایک ہمشیرہ (حضرت) اُم کلثوم (رحمۃ اللہ علیہا) ایک ہی دن میں رحلت فرما گئے تھے۔ یہ تمام حادثات انہی بارہ دنوں میں پیش آئے۔ اس کے بعد وہ وباء آپ کے گھر سے چلی گئی۔''

آپ کے وصال مبارک کے ساتھ ہی طاعون کی وباء میں کمی ہو گئی اور سرہند شریف کے لوگوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت محمد صادق (رحمۃ اللہ علیہ) فرما رہے ہیں کہ یہ بلا میں نے اپنے اُوپر لے لی ہے۔

مقام و منزلت:

آپ کے وصال کے بعد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا:

''میرا مرحوم فرزند (محمد صادقؒ) آیات الٰہی میں سے ایک آیت تھا اور پروردگار عالمین کی رحمتوں میں سے ایک رحمت تھا۔ اس نے چوبیس سال کی عمر میں جو کچھ حاصل کیا بہت کم کسی کو حاصل ہوا ہے۔ اس کی مولویت کا مقام اور علوم عقلیہ و نقلیہ کا درس حد کمال کو پہنچا ہوا تھا۔

یہاں تک کہ اس کے تلامذہ بھی بیضاوی اور شرح مواقف وغیرہ کا درس پوری قابلیت کے ساتھ دیتے تھے اور اس کی معرفت وعرفان کی حکایتیں اور شہود وکشوف کی باتیں بیان سے باہر ہیں۔ آٹھ سال کی عمر میں وہ اس قدر مغلوب الحال تھا کہ ہمارے حضرت خواجہ (باقی باللہ) قدس سرہ اس کے حال کی تسکین کے معالجے کے لیے بازار کا کھانا جو (ظلمات کی وجہ سے) مشکوک اور مشتبہ ہوتا ہے، اس کو کھلاتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے محمد صادق سے جو محبت ہے، وہ کسی اور سے نہیں اور اسی طرح جو محبت کہ اس کو مجھ سے ہے، کسی اور سے نہیں۔ اس بات سے اس کی بزرگی کا پتا چلایا جا سکتا ہے۔ اس نے ولایت موسوی کو نقطۂ آخر تک پہنچا دیا تھا اور وہ اس ولایت کے عجائب وغرائب بیان کرتا تھا اور وہ ہمیشہ خضوع وخشوع، تضرع، انکسار اور عجز والا تھا اور کہتا تھا کہ ہر ولی نے اللہ تعالیٰ سے کچھ نہ کچھ چیز مانگی ہے اور میں نے اس سے التجا وتضرع مانگا ہے۔''

سرہند شریف کا شرف:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے تحریر فرمایا:

''میرے فرزند اعظم کی وفات سے چند ماہ پہلے یہ نور مجھ پہ ظاہر کیا گیا اور فقیر کی جائے سکونت کے ایک کونہ کی اس میں نشاندہی کر کے ایک بلند نور اس قسم کا دکھایا گیا کہ صفت وشان کی گرد اس کو نہ لگی تھی اور کیفیات سے منزہ ومبرا تھا۔ اس وقت یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں اس زمین میں دفن کیا جاؤں اور وہ نور میری قبر پر چمکتا رہے۔ اس بات کو میں نے اپنے فرزند اعظم پر جو کہ صاحب اسرار تھے، ظاہر کیا اور اس نے اس نور اور اس خواہش کا بھی اظہار کیا۔ اتفاقاً فرزند مرحوم اس دولت میں سبقت لے گیا اور خاک کے پردہ میں جا کر اس نور میں مستغرق ہو گیا:

هَنِيئاً لِّأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِينِ مَا يَتَجَرَّعُ

یعنی: ارباب نعمت کو اپنی نعمتیں مبارک ہوں اور عاشق مسکین کو درد وغم کے گھونٹ مبارک ہوں۔''

اس سرزمین (سرہند شریف) بڑی شرافت یہی ہے کہ میرا فرزند اعظم جو اکابر اولیاء میں سے ہے، اس شہر میں آسودہ ہے۔ ایک عرصے کے بعد ظاہر ہوا کہ وہ نور اس فقیر کے دل کے انوار کی ایک چمک ہے، جو اس سے اخذ کر کے اس زمین میں روشن کی گئی ہے، جس طرح کہ چراغ کو مشعل سے روشن کیا جاتا ہے۔"[۱۰۰]

② حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے دوسرے فرزند ارجمند ہیں۔

ولادت باسعادت:

آپ ماہ شوال ۱۰۰۵ھ/مئی جون ۱۵۹۷ء میں سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ چھوٹی عمر ہی میں آپ کی پیشانی مبارک پر ہدایت وکرامت کے آثار نمایاں تھے اور شرافت وولایت کے اطوار آپ کے چہرہ انور سے ظاہر تھے۔

کمالات بچپن:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) آپ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ محمد سعید چار پانچ برس کے تھے تو بیمار ہو گئے۔ اس بیماری میں ایک دن میں نے ان سے پوچھا کہ کیا چاہتے ہو؟ اس کی زبان سے بے اختیار نکلا کہ حضرت خواجہ (باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کو چاہتا ہوں۔ میں نے یہ بات حضرت خواجہ (باقی باللہ) قدس سرہ کی خدمت میں عرض کی تو حضرت خواجہ قدس سرہ نے فرمایا: ''تمہارے محمد سعید نے رندی وحریفی سے غائبانہ طور پر ہم سے نسبت حاصل کر لی ہے۔''

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی شفقت:

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) جب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کو مکتوباتِ گرامی تحریر فرماتے تو اس میں ان مخدوم زادہ کے لیے بھی دعا فرماتے۔ حضرت خواجہ قدس سرہ نے اپنے ایک مخلص کو ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا:

> ''ان (حضرت مجددؒ) کے فرزند جو کہ ابھی بچے ہیں اسرار الٰہی ہیں۔ عجیب استعداد رکھتے ہیں۔ مختصر یہ کہ شجرہ طیبہ ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اچھی طرح تروتازہ رکھے۔''

تعلیم وتربیت:

جب آپ نے سن شعور میں قدم رکھا تو علوم ظاہری کی تحصیل میں مصروف ہو گئے اور اکثر علوم اپنے والد بزرگوار حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) سے کسب واخذ کیے۔

آپ نے اپنے والد بزرگوار اور حضرت شیخ عبدالرحمٰن رمزی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کی کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں حضرت مولانا محمد طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۰ھ/ ۱۶۳۰ء) سے کچھ کتابیں پڑھیں اور کچھ علوم اپنے بڑے بھائی حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) سے حاصل کیے۔ فضل الٰہی سے سترہ برس کی عمر میں سب عقلی ونقلی علوم کی تکمیل کر لی۔

درس وتدریس:

فراغت کے بعد آپ درس وتدریس میں مشغول ہو گئے اور شرح حکمۃ العین، عضدی اور بیضاوی جیسی مشکل واہم کتابوں کا درس دیتے رہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے وصال مبارک سے دو ماہ قبل تک آپ درسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

علم وفضل میں کمال:

آپ اپنے زمانے کے علماء وفضلاء میں ممتاز ویگانہ حیثیت رکھتے تھے۔ اکثر علمائے ہند سے آپ کا مباحثہ ہوا، جس میں غالب رہے۔ سبھی علماء آپ کی داد وتحسین کرتے تھے۔

علامہ آصف جاھی (م ۱۰۵۱ھ/ ۱۶۴۱ء) جو علوم عقلی میں مہارت خاصہ کے حامل تھے، نے بعض قوی اعتراضات جن کو وہ ناقابل جواب خیال کرتے تھے، آپ کے سامنے رکھے تو آپ نے عنایت خداوندی سے فوری طور پر بلا تکلیف بڑی صحت وجامعیت کے ساتھ ان کی تشفی فرما دی۔ چنانچہ وہ اسی وقت بادشاہ وقت شاہجہان (م ۱۰۷۶ھ/ ۱۶۶۶ء) کے پاس آئے اور آپ کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے کہنے لگے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند شیخ محمد سعید علم وفضل میں اپنے والد بزرگوار کی مانند ہیں۔

بعد ازاں آپ جب بھی شاہجہاں بادشاہ کی کسی تقریب میں تشریف لے جاتے تو وہ آپ کے علاوہ کسی اور سے مسائل نہ پوچھتا، جبکہ اس کے دربار میں علماء وفضلاء موجود ہوتے تھے۔

تکمیل علوم باطنی:

آپ نے ظاہری علوم کی طرح علوم باطنی بھی اپنے والد بزرگوار حضرت مجدد قدس سرہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) سے حاصل کیے۔ تمام منازل سلوک کو طے کیا اور مقامات ودرجات میں تکمیل حاصل کی۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں ان کی خلافت کے تحت آپ نے طریقہ کی تعلیم بھی دی اور طالبین کی تربیت و ہدایت بھی فرمائی۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے آخری عمر مبارک میں طالبین کی تعلیم وتربیت آپ کے اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے سپرد فرمادی تھی اوران دونوں صاحبزادگان کے بارے میں ارشاد فرمایا:

''ہر قطب کے دو امام ہوتے ہیں اور تم دونوں امام ہو۔''

آپ نے انکساری کے طور پر اس بشارت کو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ پر منطبق کر دیا اور خود کو صاحب یسار کہا۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی مزید بشارتیں:

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) نے آپ کے بارے میں متعدد بشارتیں دیں۔ جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

حضرت مجدد قدس سرہ فرماتے تھے: ''میں عروج ونزول کے کسی مقام پر محمد سعید کے بغیر نہیں گیا۔''

حضرت مجدد قدس سرہ فرماتے تھے: ''جب میرا نزول حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے مقام میں واقع ہوا تو میں نے دیکھا کہ محمد سعید میرے ہمراہ تھے۔''

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اپنے دونوں صاحبزادگان کے بارے میں ارشاد فرماتے تھے:

''میں تم دونوں (محمد سعیدؒ اور محمد معصومؒ) کو ولایت احمدی میں پاتا ہوں اور بس۔''

نیز حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ان دو صاحبزادگان کے بارے میں ارشاد فرمایا: ''تمہاری دنیا کو آخرت بنا دیا گیا۔''

حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) فرماتے تھے: ''میں نے حضرت

مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے محمد سعیدؒ کے لیے بہت سی بشارتیں سنی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب آپ علمائے راسخین کے کمالات بیان فرما رہے تھے تو اس ضمن میں فرمایا کہ محمد سعید علمائے راسخین میں سے ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ محمد سعید سابقین میں سے ہیں اور خلیل خدا ہیں، خلعت دوستی جو مجھ سے جدا ہوگی، وہ سعید کو عطا ہوگی۔"

ایک روز حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

> "مجھ پر قیامت اور مریدوں کا پل صراط سے گزرنا مکشوف ہوا تو میں نے دیکھا کہ محمد سعید ہمارے آگے آگے جاتا ہے اور دست راست (یمین) میں اعمالنامہ رکھے ہوئے ہے۔ پھر ہم بہشت میں داخل ہوئے۔"

ایک بار حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

> "قیامت میں افاضہ رحمت رحمانی مجھے (بھی) حوالے کریں گے اور اس کی تقسیم محمد سعید کے ذریعے (بھی) ہوگی۔"

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بشارات حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں سب سے بڑی عنایات میں سے ہیں اور یہ بشارت اس بات کو بھی روشن کرتی ہے، جو اس مخدوم زادہ کے خاص محرموں میں سے ایک نے بتائی تھی کہ انہوں نے فرمایا تھا: "میری سند کے بغیر کسی شخص کا داخلہ نہ ہوگا، اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ"۔

ایک مرتبہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

> "اے محمد سعید! تم نے دائرہ نفی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قطع کر لیا ہے اور اب اس کے اثبات میں میرے ساتھ ہو۔"

اسرار خاصہ کی محرمیت:

آپ خود بیان فرماتے تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے اپنے وصال مبارک سے تقریباً دو ماہ قبل مجھے فرمایا: "اکثر اوقات مجھ پر اسرار غامضہ ظاہر ہوتے رہتے ہیں، میں کس سے بتاؤں کہ تم لوگ بعض اوقات حاضر نہیں ہوتے۔" اس روز سے میں

نے درس کا سلسلہ چھوڑ دیا اور ہمہ وقت حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہنا اور آپ کی خدمت کرنا اپنے اُوپر لازم کرلیا۔ چنانچہ آپ کے حضور میں رہ کر ہر وقت مختلف عنایتوں اور بخششوں کا اُمیدوار رہنے لگا۔ ان دنوں اتنے فیوضات اور مشاہدات نصیب ہوئے کہ ان کے مقابلے میں سابقہ عنایتیں کچھ بھی نسبت نہیں رکھتیں۔ آپ کے خاص اسرار کے حرم میں مجھے بھی داخلے کی بشارت دی گئی، جس کی تفصیل بیان نہیں کی جاسکتی۔

مقام ضمنیت:

ایک روز حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے آپ سے ارشاد فرمایا:

> ''اے محمد سعید! تم میرے ضمن میں ہو اور تم ضمن میں ہونے سے گراں خاطر مت ہونا، کیونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں تھے۔''

مواہب عالم سے حصہ:

آپ خود فرماتے تھے کہ جب حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آخری بیماری میں نماز کی امامت میرے سپرد فرمائی تو اس زمانے میں نماز سے متعلق بڑے بڑے کمالات اور مقامات جو اسرار کی قسم میں تھے اور پوشیدہ رہنے چاہیں، وہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ پر ظاہر ہوتے اور وہ فرماتے تھے:

> ''اے محمد سعید! چونکہ یہ تمام کمالات نمازوں کے نتائج ہیں اور تم نے اس کی امامت کی ہے، لہٰذا ان مواہب عالیہ اور اسرار غامضہ میں تم کو بھی پورا پورا حصہ اور کامل بہرہ مرحمت ہوا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ حَمْدًا كَثِيْرًا.

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی دعائیں اور عطائیں:

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کو آپ سے بڑی محبت تھی اور ہمیشہ آپ پر شفقت وعنایت فرماتے تھے۔ انہوں نے آپ کو خلوت وجلوت میں اپنے ساتھ رکھا اور باطنی حقائق وخاص میں اپنا محرم راز بنایا۔ آپ ظاہری معاملات میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے امین، مشیر

اور وکیل مطلق بنے رہے ہیں اور عبادات کی اعانت میں خدمت کرتے رہے ہیں۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی معاش و معاد اور روایت و درایت کی تمام ضروری خدمات آپ ہی نے سرانجام دی ہیں۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اپنی زبان مبارک سے آپ کے حق میں دعائیں فرماتے رہے۔ آپ کی مدح وستائش فرمائی اور مختلف بشارتوں اور عنایتوں سے نوازا۔

درازی عمر کی بشارت:

جن دنوں سرہند شریف میں طاعون کی وباء کا غلبہ تھا، اس زمانے میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کو کئی حادثات پیش آئے۔ تین دنوں کے اندر آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء)، چھوٹے صاحبزادگان حضرت محمد فرخ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء)، حضرت محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء)، صاحبزادی حضرت اُم کلثوم رحمۃ اللہ علیہا (م ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) اور کئی دوسرے رشتہ دار رحلت فرما گئے۔ بیماری کی شدت کی بنا پر حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سے بھی مایوسی تھی، لہٰذا حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خاطر مبارک میں بہت زیادہ تشویش پیدا ہوئی۔ اسی اثناء میں ایک رات حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ پر ایک خاص الخاص تجلی اور مخصوص ظہور بارگاہِ الٰہی کی طرف سے وارد ہوا اور معلوم ہوا کہ یہ نزول اجلال حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تسلی وتسکین کے لیے ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان عنایات اور الطاف کریمانہ کے تحت (بارگاہِ خداوندی سے) حکم ہوا کہ محمد سعید اور محمد معصوم کو لائیں۔ وہ دونوں میرے زانو پر بٹھا دیے گئے۔ دونوں عمر رسیدہ اور سفید ریش تھے اور یہ حکم ہوا کہ یہ دونوں بیٹے تم کو عطا کیے گئے ہیں۔ دونوں بڑی عمر والے ہوں گے۔

بعد ازاں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش خوش اُٹھے اور (سب کو) یہ خوشخبری سنائی، حالانکہ ان دونوں کی اس وقت عمریں بیس سال کی بھی نہیں ہوئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں صاحبزادگان کو وباء کی بلا سے عافیت عطا فرمائی اور بڑی عمر والا بنایا اور بڑھاپے تک پہنچایا، یہاں تک کہ ایک جہان نے ان حضرات گرامی سے فیض وبرکات حاصل کیں اور ہر طرف کے شہروں کے لوگ ان کی فیض بخشی کا حال سن کر حاضر خدمت ہوئے اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو خوب رونق نصیب ہوئی۔

حج بیت اللہ شریف:

آپ ۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۷ء میں اپنے بھائیوں اور احباب و رفقاء کے ہمراہ سفر حج اور زیارت حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے اور ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء حج بیت اللہ شریف کی سعادت پائی اور ۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۹ء میں واپس ہندوستان آئے۔ یہاں آپ کو حق سبحانہ وتعالیٰ کے خصوصی انعامات اور اعلیٰ مقامات نصیب ہوئے۔ ایک روز آپ حرم نبوی (ﷺ) میں تحیۃ المسجد ادا کر رہے تھے کہ حجرہ مقصورہ سے آواز آئی: ''جلدی کرو، جلدی کرو، میں تمہارا مشتاق ہوں''۔ آپ نے جلدی جلدی نماز ادا کی اور پھر نبی کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ مروی ہے کہ آپ نے آٹھ بار نبی کریم ﷺ کو ظاہری آنکھوں سے دیکھا۔

آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۲۶ھ/ ۱۷۱۶ء) نے لطائف مدنیہ میں ان مکاشفات کا ذکر کیا ہے، جو مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں آپ پر مکشوف ہوئے تھے۔

معمولاتِ شب و روز:

آپ کے شب و روز کے معمولات اس طرح تھے:

فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد اور اس وقت کے وظائف ماثورہ سے فارغ ہو کر آپ حلقہ ذکر میں تشریف فرما ہوتے۔ بعد ازاں نماز اشراق پڑھ کر گرمیوں کے موسم میں رات کو بیدار رہنے کی کلفت دور کرنے کے لیے دو تین گھڑی سو جاتے۔ پھر بیدار ہو کر وضو فرماتے اور نماز چاشت پڑھتے۔ اس کے بعد وقت زوال تک درس و تدریس میں مشغول رہتے۔ پھر نماز ظہر اوّل وقت میں ادا فرماتے۔ بعد ازاں حلقہ میں بیٹھ کر حافظ سے قرآن مجید کی تلاوت سنتے۔ اس کے بعد کچھ خود تلاوت قرآن کریم فرماتے۔ کبھی نماز ظہر سے پہلے قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور اس کے بعد عصر تک درس و تدریس میں مصروف ہو جاتے۔ پھر تازہ وضو فرما کر نماز عصر ادا فرماتے۔ بعض اوقات نماز عصر ادا فرما کر مغرب تک خلوت میں تشریف فرما رہتے۔

آپ نماز مغرب اوّل وقت میں پڑھتے اور اس کے بعد فوراً دو رکعت سنت ادا فرماتے۔ پھر مغرب کا وظیفہ پڑھتے اور اس کے بعد اوابین کے نوافل بھی قراءت کے ساتھ ادا فرماتے۔ یہاں تک کہ نماز عشاء کا وقت حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۵۰ھ/ ۷۶۷ء) کے مطابق شروع

ہو جاتا اور آپ نمازِ عشاء پڑھ کر گرمیوں کے موسم میں محل میں تشریف لے جاتے تھے، لیکن موسم سرما میں تہائی رات گزرنے کے قریب نمازِ عشاء ادا فرماتے۔ آپ اکثر اوقات محل کے اندر خواتین کو بھی وعظ فرماتے تھے۔

آپ رات کے آخر میں نماز تہجد کے لیے بیدار ہوتے اور اس میں لمبی لمبی سورتیں جہر کے ساتھ پڑھتے۔ اکثر اوقات تہجد کے وضو سے صبح کی نماز ادا فرماتے۔ ہر وقت کے وظائف اور اوراد ماثورہ پابندی سے پڑھتے تھے۔ آپ ادعیہ غیر موقتہ کے بھی پابند رہتے۔

علاوہ ازیں آپ ہر روز پانچ ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ بھی پڑھتے تھے۔ غرض کہ اس قدر عبادت اور اوقات کی ایسی پابندی احاطہ بشری میں (عموماً) نہیں آسکتی۔

اس کے ساتھ ساتھ آپ طالبین کے ارشاد اور احباب کے افاضہ میں بھی مصروف رہتے تھے۔ طالبین پر رشد وہدایت کے آثار اور فیوض وبرکات کے وصول کی علامات آپ کی توجہ کی برکت سے ظاہر و باہر رہتی تھیں۔ دور دور سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے طالب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اعلیٰ کمالات ومقامات کی منازل طے کرتے تھے۔

بیماری اور وصال مبارک:

اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے معتقد و مرید تھے۔ ایک بار انہوں نے آپ سے دہلی میں تشریف لانے کی درخواست کی۔ بادشاہ کے اخلاص کی بنا پر آپ سرہند شریف سے دہلی تشریف لے گئے اور کافی روز وہاں قیام فرمایا۔ اسی دوران آپ بیمار ہوئے۔ شاہی اطباء نے علاج کیا، لیکن فائدہ نہ ہوا۔ جب بیماری نے شدت پکڑی تو آپ نے سرہند شریف کا عزم فرمایا۔ قضائے الٰہی سے راستے ہی میں سنبھالکہ کے مقام پر ۲۷ جمادی الآخر ۱۰۷۰ھ/ ۲۹ فروری ۱۶۶۰ء کو وصال فرمایا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ بعد ازاں آپ کا جنازہ سرہند شریف لایا گیا اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے بڑے بھائی حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) کے قبہ مبارک میں آخری آرام گاہ پائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة۔

اولادِ امجاد:

آپ کی اولاد امجاد میں آٹھ صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادگان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

① حضرت شاہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ۔
② حضرت شاہ لطف اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔
③ حضرت مولوی فرخ شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۶ء)۔
④ حضرت شیخ سعدالدین رحمۃ اللہ علیہ۔
⑤ حضرت شیخ عبدالاحد وحدت المعروف بہ "شاہ گل" رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۶ھ/ ۱۷۱۶ء)۔
⑥ حضرت شیخ خلیل اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔
⑦ حضرت شیخ محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ۔
⑧ حضرت شیخ محمد تقی رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ کی صاحبزادیوں کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

① حضرت بی بی فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا۔
② حضرت بی بی صالحہ رحمۃ اللہ علیہا۔
③ حضرت بی بی شاکرہ رحمۃ اللہ علیہا۔
④ حضرت شرف النساء مریم رحمۃ اللہ علیہا۔
⑤ حضرت فخر النساء بیگم رحمۃ اللہ علیہا۔

کرامات:

کشف وکرامات کا آپ کے مزاج میں بہت اخفا تھا، مگر تاہم بحالت اضطراری ظاہر ہو جاتی تھیں۔ صرف دو بطور تبرک یہاں درج ہیں:

سیر باغ:

ایک بار ایک نوجوان امیر آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ سیر کا ارادہ

رکھتا ہے۔ آپ۔ نے فرمایا کہ بیٹھے رہو، اسی جگہ تم کو سیر کرادیں گے۔ بعدازاں آپ نے اس پر اپنا کپڑا ڈال دیا۔ اس نوجوان نے دیکھا کہ وہ ایک عجیب وغریب باغ میں موجود ہے اور دیر تک وہ اس کی سیر کرتا رہا۔ پھر آپ نے اس کے اُوپر سے اپنا کپڑا اُٹھایا تو اس نے دیکھا کہ وہ اسی جگہ پر آپ کے پاس ہی بیٹھا تھا۔

ترکِ دُنیا:

ایک آدمی کئی اہل باطن کی خدمت میں حاضر ہوا، لیکن کہیں اس کا مقصد پورا نہ ہوا۔ آخرکار وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ کل ہمارے حلقہ میں باوضو حاضر ہونا۔ چنانچہ دوسرے روز وہ باوضو ہو کر حاضر حلقہ ہوا۔ آپ نے اس پر توجہ فرمائی تو وہ یوں متاثر ہوا کہ اپنا مال واسباب راہ خدا میں خرچ کر کے آپ کی خانقاہ کا ہو گیا اور پھر کمالات باطنی حاصل کر کے اجازت وخلافت کا شرف پایا۔

تصنیفات:

آپ کی تصنیفات درج ذیل ہیں:

① **رسالہ در تحقیق عدم رفع سبابہ (فارسی):** آپ نے اس میں نماز میں بوقت تشہد عدمِ رفع سبابہ کا اولیٰ ہونا ثابت کیا ہے۔

② **تعلیمات ومشکوٰۃ (فارسی):** اس میں ان احادیث کی تقویت وترجیح معتبر کتابوں کے احوال ودلائل سے درج کی ہے، جن پر فقہ حنفی کا دارومدار ہے۔

③ **مکتوبات سعیدیہ (فارسی):** یہ آپ کے ایک سو مکتوبات گرامی کا مجموعہ ہے، جو دریائے گوہر حقائق ومعارف کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان مکتوبات کو حضرت مولوی محمد فرخ رحمۃ اللہ علیہ نے مدوّن ومرتب کیا تھا۔ حضرت مولانا حکیم عبدالمجید سیفی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۰ء) خلیفہ مجاز نائب قیوم زمان حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۶ء) خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی نے ان کی تصحیح کی تھی۔ جو ان کی رحلت کے بعد محکمہ اوقاف پاکستان کی اعانت سے یکم ربیع الاوّل ۱۳۸۵ھ/ ۳۰ جون ۱۹۶۵ء کو پاکستان ٹائمز پریس (لاہور) سے طبع ہوئے۔ یہ ۹+۲۱۶ صفحات پر مشتمل ہیں۔ [۱۰۱]

③ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) آپ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے تیسرے فرزند ارجمند تھے۔ آپ کے مفصل احوال ومناقب زیر نظر کتاب کے باب سوم میں درج ہیں۔[۱۰۲]

④ حضرت خواجہ محمد فرخ رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے چوتھے فرزند ارجمند ہیں۔
آپ ۱۰۱۰ھ/ ۲-۱۶۰۱ء) میں سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔

پندرہ برس کی عمر میں طاعون کی وباء کے زمانے میں ۷ ربیع الاوّل ۱۰۲۵ھ/ ۲۵ مارچ ۱۶۱۶ء کو وصال فرمایا۔ اس چھوٹی سی عمر میں آپ سے عجیب وغریب باطنی احوال اور کشف و کرامات ظاہر ہوئے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا:

> ''محمد فرخ کی نسبت کیا لکھا جائے۔ گیارہ سال کی عمر میں طالب علم اور قافیہ خواں ہو گیا تھا اور بڑی سمجھ سے سبق پڑھا کرتا تھا اور ہمیشہ آخرت کے عذاب سے ڈرتا اور کانپتا رہتا تھا اور دعا کیا کرتا تھا کہ بچپن ہی میں کمینی دنیا کو چھوڑ جائے، تا کہ عذاب آخرت سے خلاصی ہو جائے۔ مرض موت میں جو احباب اس کی بیمار پرسی کو آتے تھے، بہت عجائب و غرائب اس سے مشاہدہ کرتے تھے۔''

طاعون کی وباء میں آپ اور آپ کے بھائی حضرت محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) ایک ساتھ بیمار ہوئے۔ لوگوں نے مشورہ کیا کہ دونوں کو الگ الگ رکھنا چاہیے، تا کہ ایک دوسرے سے متاثر نہ ہوں۔ چنانچہ آپ کو خانقاہ شریف کے حجرہ میں رکھا گیا اور حضرت محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کو زنانہ مکان میں رکھا گیا۔ اتفاقاً پہلے حضرت محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے رحلت فرمائی۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت محمد فرخ (رحمۃ اللہ علیہ) کو اس کی خبر نہیں ہونی چاہیے۔ اسی دوران آپ نے از خود فرمایا: ''اے بھائی تم نے بے وفائی کی کہ ہم سے پہلے چلے گئے۔''

حضرت مولانا عبدالحی حصاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۶۰-۱۶۵۹ء) اس وقت آپ کے پاس موجود تھے۔ انہوں نے کہا: ''بابا تم کس سے باتیں کر رہے ہو؟'' آپ نے کہا: ''محمد عیسیٰ سے جو رحلت میں ہم سے پہل کر گئے۔'' حضرت مولانا عبدالحی حصاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ محمد عیسیٰ تو (زنانہ) مکان میں ہیں، آپ کو ان کے انتقال کی خبر کیسے معلوم ہوئی؟ آپ نے فرمایا: ''میں

دیکھ رہا ہوں کہ ملائکہ ان کو غسل دے رہے ہیں۔"

بعد ازاں اسی شام آپ نے بھی وصال فرمایا۔

آپ کی کرامات بہت مشہور ہیں۔ چار برس کے ہوئے تو آپ سے کرامات ظاہر ہونے لگیں۔ حاملہ خواتین آپ کی خدمت میں آتیں اور پوچھتیں کہ اس حمل میں لڑکا ہوگا یا لڑکی؟ آپ جیسا فرماتے، ویسا ہی ظہور میں آتا۔ خواتین پوچھتیں کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ آپ فرماتے کہ میں ان کو پیٹ میں ایسے دیکھتا ہوں، جس طرح تم کو دیکھ رہا ہوں۔

حضرت مولانا امان اللہ فقیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی شادی کے سلیے سرہند شریف سے کچھ دور ایک دیہات میں گئے۔ خبر آئی کہ لڑکی والے شادی کے لیے تیار نہیں ہیں، کیونکہ وہ ان کو شادی کے لائق نہیں سمجھتے۔ اس پر حضرت مولاناؒ بہت پریشان ہوئے اور انہوں نے آپ کو طلب کیا اور اس معاملے کے متعلق دریافت کیا۔ جس پر آپ نے فرمایا: "فکر کی کوئی بات نہیں، مولانا کا نکاح (ان شاء اللہ) ہو جائے گا۔" چنانچہ ویسا ہی ہوا، جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا اور کچھ دنوں کے بعد مولانا اپنی بیوی کے ساتھ سرہند شریف آ گئے۔[۱۰۳]

⑤ حضرت خواجہ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے پانچویں فرزند ارجمند ہیں۔ آپ ۱۰۱۷ھ/ ۰۹-۱۶۰۸ء) میں سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت باسعادت کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں فرمایا کہ اس بیٹے کا نام میرے نام پر ہونا چاہیے، لہٰذا حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا نام نامی محمد عیسیٰ رکھا۔ آپ کے باطنی احوال نہایت اعلیٰ درجہ کے تھے۔ آپ سے بہت سی کرامات ظہور میں آئیں۔

چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

> ''محمد عیسیٰ سے آٹھ سال کی عمر میں لوگوں نے اس قدر خوارق و کرامات دیکھے کہ بیان سے باہر ہیں۔ غرض قیمتی موتی تھے، جو امانت کے طور پر ہمارے سپرد کیے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ بلا جبر و اکراہ امانت والوں کی امانت ادا کر دی گئی۔ یا اللہ تو ان کے اجر سے ہم کو محروم نہ فرمانا اور ان کے بعد فتنہ میں نہ ڈالنا، بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔''

ان دونوں مخدوم زادوں (حضرت محمد فرخ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ) کے کشف کی یہ کیفیت تھی کہ جو لوگ سفر کو جاتے، آپ ان کے رخصت ہوتے وقت ان کو آئندہ پیش آنے والے واقعات بتا دیا کرتے، جو بعد میں اسی طرح رونما ہوتے تھے۔

آپ مسجد میں جاتے تو دوزخیوں اور بہشتیوں کی جوتیاں پہچان لیا کرتے تھے۔[۱۰۴]

حضرت خواجہ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے چھٹے فرزند ارجمند ہیں۔ دو برس کی عمر میں رحلت فرمائی۔ حالت شیر خوارگی میں آپ سے عجیب وغریب معاملات ظاہر ہوا کرتے تھے۔[105]

حضرت خواجہ شاہ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے ساتویں فرزند ارجمند ہیں۔

ولادت باسعادت:

آپ ۱۰۲۴ھ/ ۱۶۱۵ء میں سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت باسعادت کے وقت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر اس آیت کریمہ کا الہام ہوا:

اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۣ اسْمُهٗ يَحْيٰى (سورۃ مریم ۷)۔

یعنی: ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں، اس کا نام یحییٰ ہے۔''

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اس اشارہ پر آپ کا نام یحییٰ رکھا۔ صاحب روضۃ القیومیہ کی ایک روایت کے مطابق آپ کا لقب ''شاہ جیو'' تھا۔ آپ کے بچپن میں ایک روز حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۸۱ھ/ ۱۵۷۳ء) کے پوتے حضرت شاہ سکندر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء) حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں آئے اور انہوں نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ اپنا ایک صاحبزادہ مجھے عنایت فرمائیں۔ اتفاقاً حضرت شاہ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اسی کو لے لو''۔ حضرت شاہ سکندر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نسبت آپ کو القا کی اور فرمایا: ''انھیں شاہ کے نام سے پکارا جائے''۔ پس اسی روز سے آپ کا لقب ''شاہ جیو'' ہوگیا۔

تعلیم وتربیت:

آپ بچپن ہی سے بڑی اعلیٰ استعداد کے حامل تھے۔ اپنے والد بزرگوار حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ [م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی تعلیم وتربیت سے فیض یاب ہوئے اور آٹھ نو برس کی عمر میں حفظ قرآن کی سعادت سے بہرہ ور ہوگئے۔ بچپن کے زمانے میں تحصیل علم میں کامل استغراق ومحویت حاصل تھی۔

آپ نے موطا امام مالک حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) سے پڑھی۔ آپ کی نسبت رابطہ شروع ہی سے بڑی مضبوط وقوی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت

مجدد رحمۃ اللہ علیہ اجمیر شریف کے سفر سے واپس تشریف لائے تو خدام سرہند شریف دو تین منزل دور آپ کے استقبال کے لیے گئے۔ حضرت شاہ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ بھی ان خدام کے ہمراہ تھے۔ آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کسی وجہ سے اس جگہ سے تین چار روز کے بعد سرہند شریف تشریف لے جائیں گے۔ اس پر آپ نے اپنے والد بزرگوار حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت طلب کی کہ مجھے سرہند شریف جانے دیا جائے۔ اس پر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اتنی جلدی رُخصت لینے کی کیا ضرورت ہے؟'' آپ نے عرض کیا: ''میرے سبق میں ناغہ ہوتا ہے اور میرے ہم سبق مجھ سے آگے نکل جائیں گے۔'' یہ سن کر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مسرت کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا: ''ایسی طبیعت کیوں نہ ہو، جبکہ یہ علماء کے طبقہ اور حفاظ وصلحاء کے خاندان میں سے ہیں۔'' پھر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے شاباش دے کر آپ کو سرہند شریف چلے جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

والد بزرگوار کی محبت وشفقت خاصہ:

آپ کے والد بزرگوار حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) آپ پر بہت ہی زیادہ مہربان تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ محمد یحییٰ کی استعداد بہت بلند ہے۔

اجمیر شریف میں قیام کے دنوں میں ایک روز حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

> ''میں محمد یحییٰ کو ان کے بھائیوں جیسا بنانا چاہتا ہوں، لیکن کیا کروں، ایک تو ان کی عمر چھوٹی ہے، دوسرے اب میری زندگی میں تھوڑے دن باقی (رہ گئے) ہیں۔''

یہ ارشاد فرماتے ہوئے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک آنکھوں میں آنسو پھوٹ پڑے۔

تکمیل علوم ظاہری وباطنی:

آپ ظاہری علوم میں ید بیضا رکھتے تھے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے وصال مبارک کے بعد آپ نے اپنے بڑے بھائیوں کی تربیت میں تمام عقلی ونقلی علوم کی تحصیل سے فراغت پائی۔ آپ نے اپنے بھائی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی

خدمت میں رہ کر ظاہری علوم بھی انتہائی درجے تک حاصل کیے اور ان کی خدمت میں ہی باطنی سلوک بھی مکمل کیا اور وہ آپ کی بے حد رعایت فرماتے تھے اور انہوں نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے تمام خصائص کی بشارتیں عنایت فرمائیں۔

درس وتدریس:

پندرہ برس کی عمر میں آپ درس وتدریس اور علوم کی نشر واشاعت میں مشغول ہوئے اور نہایت پابندی، کامل توجہ اور استحضار کے ساتھ یہ خدمات سرانجام دیتے رہے۔

زہد وتقویٰ:

آپ شریعت وطریقت کے بڑے پکے پابند تھے۔ آپ کی پیشانی مبارک پر نجابت اور روحانی نسبت کی وراثت کے آثار نمایاں تھے۔ آپ ہمیشہ زہد وتقویٰ، آزادی وتعلقی، ضبط اوقات، سنت مطہرہ کی اتباع کی پابندی اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی رعایت کرنے میں پوری طرح مستعد وقائم رہتے تھے۔

حج بیت اللہ شریف:

آپ پہلی بار ۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۷ء میں اپنے بھائیوں کے ہمراہ حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین کے لیے مجاز مقدس گئے اور ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء میں حج سعادت حاصل کی اور ۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۹ء میں ان مقامات مقدسہ کے فیوض وبرکات اپنے دامن میں سمیٹنے کے بعد ہندوستان واپس آئے۔ دوسری بار بھی آپ کو حج کی سعادت ارزانی ہوئی۔

تعمیر مسجد ومدرسہ:

اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۰۷ھ/ ۱۶۹۰ء) نے آپ کو معاش کے لیے بڑی مدد دی۔ چنانچہ سرہند شریف میں مشہور ہو گیا کہ الملک ملہ والملک یحیٰ۔ آپ نے سرہند شریف میں ایک نہایت عالی شان مسجد تعمیر کرائی، جو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے مزار انور سے شمال کی جانب تین تیر پرتاب کے فاصلے پر ہے۔ اس کے تین گنبد اور دو چھوٹے مینار تھے۔ آپ نے اس مسجد کے مقابل حوض، حمام اور مدرسہ بھی تعمیر کرایا تھا۔

وصال مبارک:

آپ نے ۲۷ جمادی الآخر ۱۰۹۶ھ/ ۳۱ مئی ۱۶۸۵ء کو وصال فرمایا اور سرہند شریف میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے قبہ مبارک کے برابر مغرب کی طرف آخری آرامگاہ پائی۔ آپ کا مزار انور الگ گنبد میں مرجع الخلائق ہے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

زوجہ محترمہ:

آپ کی زوجہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کی پوتی اور حضرت خواجہ عبید اللہ المعروف بہ خواجہ کلاں رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۴ھ/ ۱۶۶۴ء) کی بلند مرتبت صاحبزادی تھیں۔ اس طرح آپ معنوی نسبت کے باوجود ظاہری نسبت میں بھی خصوصی امتیاز رکھتے ہیں اور یہ ربط و تعلق آپ کی عظمت اقبال و مقام کی واضح دلیل ہے۔ آپ کی تمام اولاد امجاد انھیں سے پیدا ہوئی۔

اولاد امجاد:

آپ کی اولاد امجاد میں تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں۔ بڑے صاحبزادے کا اسم گرامی حضرت شیخ ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۴۶ھ/ ۳۴-۱۷۳۳ء) تھا۔

دوسرے صاحبزادے حضرت شاہ احمد رحمۃ اللہ علیہ اور تیسرے صاحبزادے حضرت شیخ زین العابدین مشہور بہ فقیر اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۰ھ/ ۹-۱۷۰۸ء) تھے۔

تصانیف:

آپ کی چند تصانیف تھیں، جن میں سے ایک نماز میں تشہد کے اندر اشارہ سبابہ کے اولیٰ ہونے کے اثبات میں ہے۔[۱۰۶]

فصل پانزدہم:

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی گرامی قدر صاحبزادیاںؒ

آپ کی تین گرامی قدر صاحبزادیاں تھیں:

① حضرت بی بی رقیہ رحمۃ اللہ علیہا:

آپ شیر خوارگی میں رحلت فرما گئیں۔

② حضرت اُم کلثوم رحمۃ اللہ علیہا:

آپ نے چودہ برس کی عمر میں ۸ ربیع الاوّل ۱۰۲۵ھ/ ۲۶ مارچ ۱۶۱۶ء کو عارضہ طاعون میں مبتلا ہو کر رحلت فرمائی۔

حضرت مولانا محمد ہاشم کشمی برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء) تحریر فرماتے ہیں:

''ایک روز حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ زنانہ مکان میں تشریف فرما تھے کہ آپ کی صاحبزادی حضرت اُم کلثوم رحمۃ اللہ علیہا جن کی عمر ابھی سات برس تھی، اپنے اُستاد کے پاس سے آئیں اور اظہار افسوس فرماتے ہوئے کہنے لگیں کہ میں اس وقت آپ سب کو اللہ تعالیٰ سے بے خبر پا رہی ہوں۔ حضرت موصوفؒ نے فرمایا: ''بی بی تم پر اس حال کا پرتو کہاں سے پڑا؟'' انہوں نے عرض کیا کہ جب آپ فلاں خاتون کو ذکر کی تلقین فرما رہے تھے، میں بھی وہاں حاضر تھی میرا قلب اسی وقت سے یوں جاری ہو گیا ہے کہ کسی وقت بھی غفلت کا شکار نہیں ہوتا اور میں جس کی طرف بھی توجہ کرتی ہوں، اس کے دل کی کیفیت سے آگاہ ہو جاتی ہوں۔''

۳ حضرت خدیجہ بانو رحمۃ اللہ علیہا:

آپ اپنے چچا حضرت شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء) سے منسوب تھیں۔ صاحب اولاد ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین صاحبزادے اور سات صاحبزادیاں عطا فرمائیں۔ صاحبزادوں کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱. حضرت شیخ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ۔
۲. حضرت شیخ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۱۱ھ/ ۱۷۰۰ء)۔
۳. حضرت شیخ حاجی فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۱۷ھ/ ۱۷۰۵ء)۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی صاحبزادی حضرت صفیہ بیگم رحمۃ اللہ علیہا ان سے منسوب تھیں، جن کے صاحبزادے حضرت میر صفر احمد معصومی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء) تھے، جو ''مقامات معصومی'' کے مصنف ہیں۔[۱۰۷]

فصل شانزدہم:

حضرت مجدد قدس سرہ کے خلفائے عظامؒ

بے شمار سالکین نے آپ سے اجازت وخلافت کا شرف پایا۔ بروایت کتب جواہر مجددیہ حضرت خواجہ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) اور خواجہ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ باقی پانچوں صاحبزادگان گرامی آپ کے خلفاء میں شامل ہیں۔ کتب تذکرہ اور مکتوبات شریف میں آپ کے درج ذیل خلفائے عظام کے اسمائے گرامی ملتے ہیں:

① آپ کے صاحبزادہ حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء)۔
② آپ کے صاحبزادہ حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء)۔
③ آپ کے صاحبزادہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء)۔
④ آپ کے صاحبزادہ حضرت خواجہ محمد فرخ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء)۔
⑤ آپ کے صاحبزادہ حضرت خواجہ شاہ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء)۔
⑥ حضرت شیخ حمید بنگالی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۵۰ھ/ ۴۱-۱۶۴۰ء)۔
⑦ حضرت شیخ عبدالحی حصاری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۰ھ/ ۶۰-۱۶۵۹ء)۔
⑧ حضرت شیخ نور محمد پٹنی رحمۃ اللہ علیہ۔
⑨ حضرت شیخ مزمل پوربی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۲۶ھ/ ۱۶۱۷ء)۔
⑩ حضرت شیخ نور محمد بہاری رحمۃ اللہ علیہ۔
⑪ حضرت شیخ حامد بہاری رحمۃ اللہ علیہ۔
⑫ حضرت مولانا فرخ حسین ہروی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۷ء)۔
⑬ حضرت سیّد باقر سارنگ پوری رحمۃ اللہ علیہ۔
⑭ حضرت سیّد محب اللہ مانک پوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء)۔
⑮ حضرت سیّد حسین مانک پوری رحمۃ اللہ علیہ۔

⑯ حضرت مولانا شیخ عبدالہادی فاروقی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۱ھ/ ۲۹-۱۷۲۹ء)۔

⑰ حضرت شیخ طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۷ھ/ ۱۶۳۷ء)۔

⑱ حضرت مولانا امان اللہ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۱ھ/ ۲۲-۱۶۲۱ء)۔

⑲ حضرت شیخ طاہر بدخشی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۷ھ/ ۱۶۳۷ء)۔

⑳ حضرت الحاج خضر خان افغان بہلول پوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۵ھ/ ۱۶۲۵ء)۔

㉑ حضرت مولانا صادق کابلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۸ھ/ ۱۶۰۹ء)۔

㉒ حضرت مولانا محمد ہاشم (خادم) رحمۃ اللہ علیہ۔

㉓ حضرت خواجہ ہاشم برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۴ھ/ ۱۶۴۴ء)۔

㉔ حضرت مرشد میر زمان بیگ رحمۃ اللہ علیہ۔

㉕ حضرت شیخ فضل اللہ برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ۔

㉖ حضرت مولانا حمید الدین احمد آبادی رحمۃ اللہ علیہ۔

㉗ حضرت حاجی حسین رحمۃ اللہ علیہ۔

㉘ حضرت شیخ داؤد سانکی رحمۃ اللہ علیہ۔

㉙ حضرت مولانا غازی نو گجراتی رحمۃ اللہ علیہ۔

㉚ حضرت میر محمد نعمان اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء)۔

㉛ حضرت خواجہ محمد صدیق کشمی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۱ھ/ ۱۶۴۲ء)۔

㉜ حضرت شیخ بدیع الدین سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۲ھ/ ۳۳-۱۶۳۲ء)

㉝ حضرت شیخ احمد دیبنی (دیوبندی) رحمۃ اللہ علیہ۔

㉞ حضرت شیخ عبدالقادر انبالوی رحمۃ اللہ علیہ۔

㉟ حضرت شیخ محمد مری رحمۃ اللہ علیہ۔

㊱ حضرت شیخ سلیم بنوری رحمۃ اللہ علیہ۔

㊲ حضرت شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۴ھ/ ۱۶۴۴ء)۔

㊳ حضرت مولانا بدر الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۳۹) حضرت مولانا احمد برکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۶ھ/ ۱۶۱۷ء)

(۴۰) حضرت مولانا محمد یوسف سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۲۲ھ/ ۱۶۱۳ء)۔

(۴۱) حضرت مولانا عبدالغفور سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۴۲) حضرت مولانا محمد صالح کولابی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۸ھ/ ۲۹-۱۶۲۸ء)۔

(۴۳) حضرت شیخ کریم الدین بابا حسن ابدالی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰ء)۔

(۴۴) حضرت حافظ محمود لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔

(۴۵) حضرت شیخ یوسف برکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۲۵-۱۶۲۴ء)۔

(۴۶) حضرت الحاج محمد فرگنی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۴۷) حضرت مولانا یار محمد قدیم بدخشی طالقانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۶ھ/ ۱۶۳۷ء)۔

(۴۸) حضرت مولانا یار محمد جدید بدخشی طالقانی رحمۃ اللہ علیہ (زندہ ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء)۔

(۴۹) حضرت صوفی قربان قدیم رحمۃ اللہ علیہ۔

(۵۰) حضرت صوفی قربان جدید ارکنجی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۵۱) حضرت مولانا قاسم علی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۵۲) حضرت شیخ حسن برکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۶ھ/ ۳۷-۱۶۳۶ء)۔

(۵۳) حضرت شیخ یوسف برکی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۵۴) شیخ عبدالرحیم برکی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۵۵) حضرت مولانا صفر احمد رومی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۰ھ/ ۱۶۳۹ء)۔

(۵۶) حضرت شیخ عبدالعزیز نحوی مغربی مالکی یا حنبلی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۵۷) حضرت شیخ علی الحق مالکی مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۵۸) حضرت شیخ زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ۔

(۵۹) حضرت شیخ علی طبری شافعی مکی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۶۰) حضرت شیخ احمد استنبولی حنفی فقیہ یمنی شافعی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۶۱) حضرت عثمان یمنی شافعی فقیہ رحمۃ اللہ علیہ۔

(۶۲) حضرت سیّد مبارک شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔

(۶۳) حضرت مولانا حسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔

(۶۴) حضرت قاضی تو لک بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔

(۶۵) حضرت شیخ عیسیٰ مغربی محدث رحمۃ اللہ علیہ۔

(۶۶) حضرت شیخ محمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۶۷) حضرت خواجہ عبید اللہ، عرف خواجہ کلاں رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۴ھ/۱۶۶۴ء)۔

(۶۸) حضرت خواجہ عبداللہ عرب خواجہ خورد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۵ھ/۱۶۶۴ء)۔

(۶۹) حضرت مولانا عبدالواحد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔

منقول ہے کہ آپ کے مریدوں کی تعداد نو لاکھ کے قریب تھی اور تقریباً پانچ ہزار خوش نصیب حضرات گرامیؒ نے آپ سے اجازت وخلافت کا شرف حاصل کیا۔[۱۰۸]

آپ کے خلفائے عظام میں سے جن کے حالات کتب تذکرہ میں دستیاب ہوئے ہیں، ان کے تفصیلی حالات آگے پیش کیے جارہے ہیں۔

حضرت شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ

نسب:

حضرت شیخ آدم بن اسماعیل بن بہرہ بن یوسف بن یعقوب بن الحسین حسینی کاظمیؒ۔ آپ صحیح النسب سادات میں سے تھے۔

آپ کی دادی صاحبہ قوم افغان سے تھیں۔ آپ کے آباؤ اجداد کا اصلی وطن روم تھا، جو ترکِ وطن کر کے ہندوستان آئے اور بعد ازاں سرہند شریف سے بیس میل دور قصبہ بنور میں مقیم ہو گئے تھے۔

بشارات:

آپ سے منقول کہ میرے والد بزرگوارؒ نے نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کا شرف پایا۔ اس دوران آپ ﷺ نے اپنے سینہ مبارک پر دستِ انور پھیر کر کوئی چیز میرے والد بزرگوار کو عنایت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ کھا لو۔ پس انہوں نے کھا لی۔ بعد ازاں میری والدہ ماجدہؒ حاملہ ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے بطن سے پیدا فرمایا۔ اب مجھے بتایا گیا ہے کہ میرا وجود نبی کریم ﷺ کے اسی عطیہ مبارک سے ہے۔

آپ کی والدہ ماجدہؒ نے خواب میں دیکھا کہ ایک چراغ حکمت روشن ہوا، جسے مکان کی چھت سے آویزاں کیا گیا۔ انہوں نے یہ خواب اپنے شوہر نامدار کو بتایا تو انہوں نے اس کی تعبیر فرمائی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو نورانی بیٹا عطا فرمائے گا۔

حفظِ قرآن وظاہری علوم کی سعادت:

شروع میں آپ اُمی محض تھے۔ ظاہری علوم حاصل نہ کیے تھے۔ فضل الٰہی شامل حال ہوا تو ایک روز غیب سے آواز آئی: ''اے شیخ! قرآن کیوں نہیں پڑھتے؟'' آپ نے عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ تو قادر مطلق ہے، چاہے تو اب بھی توفیق عطا فرما سکتا ہے۔ پس اسی آن ایک نورانی دست مبارک نے آپ کے سینے کو چھوا اور آپ کو قرآن مجید حفظ ہو گیا، نیز ظاہری علوم

بھی حاصل ہو گئے۔ اس طرح آپ نے فیض روح القدس کی مدد سے حفظ قرآن اور تعلیم علوم ظاہری حاصل کی۔

ملازمت:

شروع میں آپ نے شاہی لشکر میں ملازمت اختیار کی۔ ایک بار لشکر کشی کے دوران جنگل میں ایک مندر کے پجاری کا استغراق دیکھ کر اسے قتل کرنے کے بعد یوں متاثر ہوئے کہ شاہی ملازمت کو چھوڑ کر تصوف میں داخل ہو گئے۔

حضرت حاجی خضر خان افغان رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقہ:

باطنی وروحانی ذوق دامن گیر ہونے کے بعد آپ مشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے فیوض و برکات اخذ کرنے لگے۔ ایک روز آپ نے ایک درویش سے کہا کہ کوشش کرنے کے باوجود کچھ فیض نہیں مل رہا۔ اس پر اس درویش نے آپ کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کی خدمت میں حاضر ہونے کا مشورہ دیا۔ آپ نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے حاضری کا عزم کیا۔ اس دوران میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت حاجی خضر خان افغان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۵ھ/ ۱۶۲۵ء) سے ملاقات ہوئی اور آپ نے طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ ان کی خدمت میں سیکھا اور مقامات عالیہ کا شرف پایا اور حالات عالیہ حاصل کیے۔ پھر آپ نے ان کی خدمت میں اپنے واردات بیان کیے تو انہوں نے فرمایا: ''اس سے زیادہ مجھے نہیں آتا۔ اب تم حضرت مجدد کی خدمت میں جاؤ۔''

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری:

پس آپ ۱۰۳۱ھ/ ۱۶۲۲ء میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کی خدمت مبارک میں اجمیر شریف (ہندوستان) حاضر ہو گئے اور ان کی خدمت میں اپنے حاصل شدہ واردات عرض کیے۔ اس پر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''یہ تو ابتدائی حالات ہیں، کمال ابھی نہیں ملا۔''

آپ اس بات سے یہ سمجھے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا شوق بڑھانے کے

لیے اس طرح فرمایا ہے، ورنہ اس سے زیادہ اور کیا کمال ہوسکتا ہے؟

چونکہ آپ کو حضرت مجدد الف ثانی ؒ سے بہت عقیدت تھی، لہٰذا ان کی خدمت میں رہے۔ حضرت مجدد ؒ نے آپ کو قبول فرمایا اور توجہ و نسبت خاصہ کے القا کا شرف عطا فرمایا۔ کچھ مدت کے بعد آپ کو معلوم ہوا کہ جو واردات مجھے پہلے حاصل تھے، وہ اب حضرت مجدد الف ثانی ؒ سے حاصل ہونے والے فیوض و برکات کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔

خلافت واجازت کا شرف:

آپ چند ماہ تک حضرت مجدد الف ثانی ؒ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے مقامات و منازل طے کرتے تھے۔ جب تکمیل کر چکے تو حضرت مجدد ؒ نے ایک روز آپ کو خلوت میں طلب فرمایا اور کمال شفقت وعنایت سے خلافت واجازت عطا فرمائی اور ساتھ ہی بنور میں جا کر لوگوں کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے فیضیاب کرنے کا حکم فرمایا۔ پہلے آپ کا نام آدم خان تھا۔ جب حضرت مجدد الف ثانی ؒ نے آپ کو خلافت عنایت فرمائی تو آپ کے نام کا ''خان'' حذف کر کے ''شیخ آدم'' مقرر فرمایا۔

آپ نے حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری ؒ (م ۱۰۴۰ھ/ ۱۶۳۰ء) سے بھی جذبات ربانیہ کا کچھ حصہ حاصل کیا۔

قبولیت:

جن دنوں آپ اجمیر شریف (ہندوستان) میں حضرت مجدد الف ثانی ؒ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک بار حضرت مجدد ؒ نے آپ کو اپنے صاحبزادگان کے بہت سے تحائف دے کر سرہند شریف روانہ فرمایا اور احتیاطاً اپنے مرید دریا خان کے سو سوار آپ کے ہمراہ بھیجے۔ جب آپ سرہند شریف (ہندوستان) سے واپس لوٹے تو آپ کی گرمی مجلس کا اثر ان لوگوں پر ہوا اور وہ آپ کی مجلس میں بیٹھنے لگے۔ بعد ازاں انہوں نے دریا خان سے آپ کی بہت تعریف کی، جس کی بنا پر وہ بھی آپ کا معتقد ہوگیا۔ اس طرح پہلے پہل یہی سو سوار آپ کے مرید ہوئے۔ پھر دریا خان کے پاس آنے اور ٹھہرنے والے پٹھان آپ کے مرید ہونے لگے اور یوں آپ کو مقبولیت حاصل ہوگئی۔

ترویج سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ:

شروع میں آپ نے بنور (ہندوستان) میں کچھ لوگوں کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی تلقین فرمائی، لیکن دل مسند مشیخت پر ٹکتا نہیں تھا۔ بعدازاں اپنے شیخ ومرشد حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضرت اقدس قدس سرہ نے کشف سے معلوم فرمالیا کہ آپ کو اس کام میں سرگرمی نہیں۔ چنانچہ آپ سے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تم سے پوچھے گا کہ ہدایت دینے کی صلاحیت کے باوجود تم نے خود کو ہدایت دینے سے الگ کیوں رکھا؟'' پھر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں لوگوں کو بیعت کرنے کی تاکید فرمائی اور اصرار فرمایا، جس کے بعد مجبوراً آپ بڑی تندہی وسرگرمی سے اس میں مشغول ہو گئے اور پھر ایک عالم کو سیراب کیا۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ وبشارات:

آپ فرماتے ہیں: ''شیخ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کی آخری توجہ ہمارے ہزار سالہ سلوک سے کئی درجے بہتر وافضل ہے۔ اسی نے ہمیں قربِ الٰہی کے انتہائی مقامات تک پہنچایا۔ یہ جو کچھ ہے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کی برکت سے ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے آپ سے فرمایا: ''تمہارے لیے اللہ کا بہت ہی زیادہ شکر واجب ہے کہ تم نے ان کمالات کو پالالیا، جن تک آج کوئی کم ہی پہنچتا ہے۔''

اجمیر شریف (ہندوستان) میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور حقیقت قرآن کی بشارات سے مشرف فرمایا۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے وصالِ مبارک کے بعد آپ دو برس سرہند شریف (ہندوستان) میں حضرتؒ کے مزار اقدس پر حاضر رہے اور خوب باطنی افادہ حاصل کیا۔

مناقب ومراتب:

آپ کی مجلس میں ریا اور دکھاوے کی گنجائش نہیں تھی اور آپ کی محفل میں فقیر پر غنی کی کوئی فضیلت نہ تھی۔ نیک کام کا حکم اور برائی سے روکنا آپ کا طریقہ تھا۔ آپ اہل دنیا کو یوں سختی

سے تنبیہ فرماتے کہ کسی اور میں اس کی جرأت نہ تھی۔ اس طرح بہت سے لوگ آپ کی نصیحت کو سن کر فوراً توبہ کر لیتے۔ رسمی طور کی باتیں آپ سے بہت کم سنی گئیں۔ اگر بالفرض ایسی گفتگو فرماتے تو اس میں بھی حکمت بھری باتیں کرتے۔ آپ کی صحبت بری باتوں، برے اخلاق اور محبت دنیا سے پاک وصاف کر ڈالتی تھی۔ آپ اتباع سنت اور رفع بدعت میں مشہور تھے اور شریعت وطریقت میں کمال استطاعت رکھتے تھے۔ سخاوت خوب کرتے، نفقہ اور کھانا محتاج و تونگر، غریب وامیر اور فرزند ودرویش میں برابر تقسیم فرماتے۔ اکثر اوقات درویشوں اور فقیروں کی کثیر تعداد آپ کے ہمراہ ہوتی اور سب کو کھانا برابر تقسیم فرماتے۔

سعادت حج بیت اللہ:

ایک مخلص کی درخواست پر اور اس سے کیے ہوئے وعدے کی پاسداری کی خاطر آپ ۱۰۵۳ھ/۱۶۴۴ء میں لاہور تشریف فرما ہوئے تو دس ہزار لوگ آپ کے ہمراہ تھے، جن میں مشائخ وصوفیہ کی کثیر تعداد تھی۔ بادشاہ وقت شاہجہان (م۱۰۷۶ھ/ ۱۶۶۶ء) کو بعض مخالفین نے یہ خبر پہنچائی کہ شیخ آدم کے پاس اتنی جمعیت ہے کہ اگر وہ چاہیں تو حکومت کا تختہ پلٹ سکتا ہے۔ بادشاہ نے اس خدشے کے پیش نظر کہلا بھیجا کہ شیخ حج کو چلے جائیں۔ آپ پہلے ہی حج کو جانا چاہتے تھے۔ لہٰذا بڑی خوشی سے شاہی حکم کی تعمیل کی اور اپنے اہل وعیال کے ہمراہ اپنے وطن سے ہوتے ہوئے عازم حرمین شریفین ہو گئے۔ آپ حج کو چلے گئے، لیکن جو فیض کے سرچشمے اُگائے تھے، ان کا فیض پاک وہند میں جاری رہا۔ آپ مکہ مکرمہ میں پہنچے اور اسی سال حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ مدینہ منورہ میں حاضری دی۔ چالیس روز تک حرم مسجد میں قیام کی اجازت حاصل ہوئی اور یوں زیارت روضہ نبی اکرم ﷺ کی نعمتوں اور سعادتوں کو اپنے دامن میں سمیٹتے رہے۔

وصال مبارک:

آپ کو مدینہ منورہ میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ جب واپسی کا ارادہ کیا تو نبی کریم ﷺ کی جانب سے یوں بشارت پائی: ''اے میرے فرزند! تم میرے پڑوس میں رہو۔''

چنانچہ آپ مدینہ منورہ میں ہی مقیم ہوگئے۔ بالآخر قضائے الٰہی سے سنتالیس برس کی عمر میں بروز منگل ۱۳ شوال ۱۰۵۴ھ/ ۳ دسمبر ۱۶۴۴ء کو اسی شہر پاک میں عالم بقا کی جانب رحلت فرمائی اور سیّدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (م ۳۵ھ/ ۶۵۶ء) کے مزار انور کے نزدیک آخری آرام گاہ پائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) مدینہ منورہ کے قیام میں جب بھی جنت البقیع کی زیارت کے لیے تشریف فرما ہوئے تو آپ کی قبر پر دیر تک فاتحہ پڑھتے اور باطن میں آپ کے ممد و معاون ہوتے۔

اولاد امجاد:

آپ کو اللہ تعالیٰ نے چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں عطا فرمائیں۔ صاحبزادوں کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

① حضرت شیخ محمد اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ② حضرت شیخ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ
③ حضرت شیخ محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ ④ حضرت شیخ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ

خلفاء:

آپ کی شخصیت بڑی قوی الاثر تھی۔ جہاں آپ جاتے ہزاروں پٹھان آپ کے ساتھ ہو جاتے تھے۔ آپ کو بہت زیادہ مقبولیت حاصل تھی۔ اپنے زمانے کے مشہور و معروف مشائخ میں شمار تھا۔ دور و نزدیک اور اکناف و اطراف سے لوگ جوق در جوق آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ ہزاروں طالبین آپ کی رشد و ہدایت سے خدارسیدہ ہوئے۔ سینکڑوں مریدین و سائرین آپ کی خانقاہ میں مقیم رہتے، جن کے لیے لنگر جاری رہتا۔ ایک روایت کے مطابق آپ کے خلفاء کی تعداد ایک سو اور مریدین ایک لاکھ کے برابر تھے، جبکہ دوسری روایت کے مطابق خلفائے عظام ایک ہزار اور مریدین چار لاکھ تھے۔

آپ کے خلفائے عظام میں سے لاہور سے حضرت شیخ سعدی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، جن کے کئی افغان مرید تھے، کوہاٹ میں حضرت عبداللہ کوہاٹی رحمۃ اللہ علیہ اور پشاور میں حضرت سیّد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

تھے، جن کے مرید حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء) کے والد بزرگوار حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۹ء) اور چچا حضرت شیخ ابوالرضا رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۱ھ/ ۱۶۹۰ء) تھے۔

کرامات:

آپ کے تذکرہ میں کشف وکرامات بھی منقول ہیں۔ بطور تبرک ان میں سے چند یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

① دل کو قرار آنا:

حضرت شیخ صالح نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب میں آپ کا بیعت ہوا تو میرے دل میں خیال گزرا کہ متقدمین مشائخ کے طریقے بڑے متبرک و بزرگ تھے۔ افسوس کہ میں ان کے زمانہ میں پیدا نہ ہوا اور اب آپ کا بیعت ہوا ہوں، دیکھیے کیا نصیب ہوتا ہے؟ اسی روز میں نے ایک خواب میں دیکھا کہ ہر طریقہ کے مشائخ اپنے مریدوں کی کثیر جماعتوں کے ساتھ میرے پاس تشریف فرما ہوئے۔ انہوں نے میرے ساتھ مصافحہ کرنے کے بعد مجھے ارشاد فرمایا: ''تم بہت سعادت مند ہو کہ طریقہ مجددیہ آدمیہ میں بیعت ہوئے ہو، یہ آخری طریقہ متقدمین کے طریقوں میں سب سے بہتر ہے۔'' جب میں خواب سے بیدار ہوا تو خوش ہو کر بڑی خوشی سے آپ کی خدمت میں حاضری دی۔ ابھی میں خاموش تھا کہ آپ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے صالح! الحمد للہ کہ تیرے دل کو قرار آ گیا۔''

② صحت یابی:

بنور (ہندوستان) میں ایک لڑکی جن اور آسیب میں گرفتار تھی۔ اس کے والد نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کے لیے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جب جن آئے تو اس کے کان میں کہہ دینا کہ شیخ آدم کا فرمان یہ ہے کہ یہاں سے چلا جا، ورنہ تجھے جلا دے گا۔ لڑکی کے والد نے یونہی کہا، جس کے بعد جن بھاگ گیا اور وہ صحت یاب ہو گئی۔

گندم کی کفایت:

قحط سالی، گندم کی نایابی، خانقاہ کے فقراء کے لیے غلہ کی نایابی اور خرچ کی پریشانی کے عالم میں آپ کے احباب میں سے حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض حال کیا۔ آپ نے ان سے فرمایا: ''غلہ دان میں جتنی گندم ہے، اس کا منہ اُوپر سے بند کرو اور نیچے سے سوراخ کر کے ہر روز ضرورت کے مطابق اس سے نکالتے رہو، ان شآء اللہ برکت ہوگی۔''

پس انہوں نے آپ کے مریدوں کو ایسا کرنے کا کہا اور اس طرح عمل کرنے سے چھ ماہ گزر گئے اور کبھی غلہ کم نہ ہوا۔ بلکہ جب نئی گندم کا موسم آیا اور غلہ دان کا منہ کھولا گیا تو اس میں اتنی گندم موجود تھی، جتنی کہ اس کا منہ بند کرتے وقت تھی۔

تصانیف:

آپ صاحب تصانیف تھے۔ حقائق و معارف میں چند رسائل آپ سے یادگار ہیں، جن میں سے دو درج ذیل ہیں:

① خلاصۃ المعارف (فارسی)۔ دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیمات ہیں۔

② نکات الاسرار (فارسی)۔ اس میں آپ نے بہت سی معرفت کی باتیں بیان کی ہیں۔ [۱۰۹]

حضرت مولانا احمد برکی رحمۃ اللہ علیہ

وطن:

آپ کابل وقندھار (افغانستان) کے درمیان واقع ایک شہر برک کے جید علما میں سے تھے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت کا سبب:

آپ کے ایک تاجر دوست تجارت کی غرض سے وہاں سے ہندوستان آئے۔ یہاں اس نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کا روحانی شہرہ سنا تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر مرید ہوگیا۔ جب وہ واپس گیا تو مکتوبات امام ربانیؒ کے چند اجزا ساتھ لے گیا اور وہاں پہنچ کر یہ آپ کی خدمت میں پیش کیے۔ آپ نے ان کا مطالعہ کیا تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے باطنی کمالات سے یوں متاثر ہوئے کہ سرہند شریف حاضر ہونے کا عزم کرلیا۔

سرہند شریف حاضری:

بعدازاں آپ برک (افغانستان) سے سرہند شریف (ہندوستان) آئے اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت اقدس میں حاضری دی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عنایت وشفقت سے مشرف ہوئے۔ پس انتہائی عقیدت وخلوص کے ساتھ ہر وقت حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہنے لگے۔

خلافت واجازت:

فضل الٰہی نے یاوری فرمائی اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی صحبت کی برکت سے ایک ہی ہفتہ میں درجہ کمال تک جا پہنچے اور خلافت واجازت سے مشرف ہو گئے۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج:

بعدازاں آپ نے اپنے شیخ ومرشد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء)

سے وطن واپس جانے کے لیے اجازت طلب کی، جو عطا ہوئی۔ وطن واپس پہنچ کر حسب الحکم سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج وتلقین میں مصروف ہو گئے۔

مقام قطبیت:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے آپ کے نام ایک مکتوب گرامی میں یوں تحریر فرمایا ہے:

''ایک روز آپ کے حالات پر توجہ کی گئی۔ دیکھا کہ اس گرد ونواح کے لوگ آپ کی طرف دوڑے چلے آتے ہیں اور آپ تک اپنی التجا پیش کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ آپ کو اس علاقے کا مدار (قطب) بنایا گیا ہے اور وہاں کے لوگوں کو آپ کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے۔ اللہ پاک کا بہت بڑا فضل واحسان ہے۔ اس معاملے کو واقعات میں شمار نہ کریں، کیونکہ واقعات میں شک وشبہ کا گمان ہوتا ہے، بلکہ (ان معاملے کو) محسوسات اور مشاہدات میں شمار کریں۔

اپنے احوال اور اپنے احباب کے احوال سے اطلاع نہ پانے پر آزردہ نہ ہوں اور اس بات کو اپنی بے حاصلی کی دلیل نہ سمجھیں۔ احباب کے احوال آپ کے کمالات کی آئینہ داری میں کافی ہیں اور یہ بھی آپ ہی کے احوال ہیں، جو بطریق انعکاس، احباب میں ظاہر ہو رہے ہیں۔''

فنا وبقا:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے آپ کو ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا:

''ہر صاحب منصب بزرگ، صاحب علم ہوتا ہے۔ میرے مخدوم! قطب الاقطاب صاحب علم ہوتا ہے اور تمام ممالک کے اقطاب اس کے اجزا کی طرح اور اس کے ہاتھ پاؤں ہوتے ہیں۔ بعض کو اپنے (قطب) مدار ہونے کا علم ہوتا ہے اور بعض کو نہیں ہوتا۔ آپ نے لکھا ہے کہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ ابھی تک حاصل نہیں۔ کیا کیا جائے، آپ بہت کم صحبت میں رہے اور اتنی مدت نہیں ٹھہر سکے کہ آپ کے احوال کے حصول کی آپ کو اطلاع دی جا سکتی (لیکن)

اب میں ہندوستان میں آپ کی فنا و بقا کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ یہ دونوں کمال (فنا اور بقا) کہ جن کا آپ نے ذکر کیا ہے، میں آپ کے اندر محسوس کرتا ہوں، گو کہ آپ ان کا انکار کر رہے ہیں (بے شک آپ کے اور ہمارے) درمیان بہت لمبی مسافت ہے کہ جس سے ظاہری ملاقات میسر نہیں اور پوشیدہ احوال کی اطلاع بھی دُشوار ہے۔

مشائخ نے فنا اور بقا کے متعلق مختلف باتیں کہی ہیں، جو سب کی سب رمز و اشارہ کے طور پر ہیں۔ کوئی شخص اپنے متعلق کیا معلوم کر سکتا ہے اور حق تعالیٰ سب احوال کا علم نہیں دیتا اور جس کسی کو احوال کا علم عطا فرماتا ہے تو اسے پیشوا بنا دیتا ہے، تا کہ اس کے ذریعے ایک جماعت کو مراتب کمال و تکمیل تک پہنچائے:

؎ خاص کند بندہ مصلحت عام را

یعنی: (اللہ تعالیٰ) ایک کو خاص کر لیتا ہے، تا کہ عام کا بھلا ہو۔

مقام و منزلت:

آپ نے اپنے شیخ و مرشد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت میں اپنے عریضہ میں لکھا:

> "ایک مرید نے دیکھا کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ ہم نے شیخ احمد برکی اور اس کے مریدوں کو قبول کر لیا ہے۔ ایک صالح شخص نے دیکھا کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ دو رنگ کے خربوزے پکاتا ہے (تیار کرتا ہے)۔ ایک اور درویش نے (خواب میں) تین کھیت دیکھے۔ دو پکے ہوئے تھے اور ایک سبز تھا ان دونوں کے درمیان۔ اس سے کہا گیا کہ یہ کھیت حضور انور ﷺ کا ہے اور دوسرا قطب وقت کا ہے اور تیسرا جوان دونوں کے درمیان ہے، وہ شیخ احمد برکی کا ہے۔"

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پانچ مکتوبات گرامی (دفتر ۱: مکتوب نمبر ۲۳۹، ۲۵۰، ۲۵۴، ۲۷۵، ۲:۱۴) آپ کے نام ہیں۔ علاوہ ازیں مکتوبات امام ربانی میں دوسرے حضرات کے نام جاری چار مکتوبات گرامی (دفتر ۱: ۲۷۴، ۲:۶۱، ۷۷، ۳:۱۰۵) میں بھی آپ کا ذکر موجود ہے۔

شرافت و بزرگی:

آپ کے شیخ و مرشد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) نے اپنے خلیفہ حضرت مولانا شیخ یوسف برکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۶ھ/ ۳۷-۱۶۳۶ء) کو ایک مکتوب گرامی تحریر فرمایا، جس میں آپ کی یوں تعریف فرمائی: ''مولانا احمد برکی کو لوگ علمائے ظاہر میں سے سمجھتے ہیں اور یہ کہ وہ اپنے مریدوں کے احوال سے واقف نہیں، تو اس کا راز یہ ہے کہ ان کا باطن، شہود تنزیہی کی وجہ سے شہود کثرت آمیز کی طرف متوجہ نہیں ہے اور ان کا ظاہر، صوفیہ کی ترہات (یاوہ۔ گوئی) قسم کی باتوں پر مغرور نہیں۔ ان کا وجود وہاں کے اطراف کے لیے بہت غنیمت ہے۔ یہ حال جس کے حصول کی خبر آپ نے دی ہے، اس حال سے مولانا بہت مدت سے متحقق ہیں، خواہ ان کو علم ہو یا نہ ہو۔ اس فقیر کا خیال ہے کہ اس علاقے کی اصلاح کا مدار مولانا کے وجود پر ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ یہ امر وہاں کے اہل کشف حضرات پر کیونکر پوشیدہ رہا ہے۔ فقیر کے خیال میں مولانا کی بزرگی آفتاب کی طرح ظاہر و باہر ہے۔''

وصال مبارک:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے مذکورہ بالا گرامی نامہ کے چند روز بعد ۱۰۲۶ھ/ ۱۶۱۷ء میں آپ نے وصال فرمایا۔ انہی دنوں آپ کے بھائی شیخ عثمان رحمۃ اللہ علیہ اکبر آباد (ہندوستان) کے سفر سے واپس ہو کر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حضرت اقدسؒ نے آپ کے وصال کی خبر ان کو دی اور ساتھ ہی آپ کے لیے فاتحہ پڑھی اور دُعائے مغفرت سے آپ کی روح کو شاد کیا۔ شیخ عثمان رحمۃ اللہ علیہ بے اختیار ہو کر گریہ زاری کرنے لگے اور غم سے بے حال ہو کر زمین پر تڑپنے لگے۔ اہل مجلس نے ان کو روکنا چاہا تو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

> ''اسے مت روکو کہ آسمان و زمین بھی مولانا (احمد برکیؒ) کے انتقال پر رو رہے ہیں، اگر ان کا بھائی روتا ہے تو کیوں اسے روکا جائے۔''

بعض احباب کو اس بات پر حیرت ہوئی تو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

''مولانا شیخ (احمد برکی) ان اولیاء اللہ میں سے تھے، جن کو نہ لوگوں نے پہچانا اور نہ شیخ نے خود کو پہچانا، چنانچہ ان کی ولایت (ضرار) تھی۔''

جانشین:

آپ کے شیخ و مرشد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے آپ کو ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا کہ اگر آپ کو سفر درپیش ہے تو شیخ حسن برکی کو اپنا نائب مقرر کر دیں۔ اس مکتوب گرامی کے پہنچنے کے چند روز بعد آپ نے وصال فرمایا، لہٰذا حضرت شیخ حسن برکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۶ھ/ ۳۷-۱۶۳۶ء) ہی آپ کے جانشین بنے۔ حضرت شیخ حسن برکی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے شاگرد رشید اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ وخلیفہ تھے۔

اولاد امجاد:

آپ کو اللہ تعالیٰ نے کئی صاحبزادے عطا فرمائے تھے، جو آپ کے وصال کے وقت کم عمر تھے۔ اس کا علم حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے اس مکتوب گرامی سے ہوتا ہے، جو حضرت اقدسؒ نے اپنے بعض احباب کو تحریر فرمایا، اس میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے اور مغفرت پناہ مولانا احمد (برکی) رحمۃ اللہ علیہ کی ماتم پرسی بجا لاتا ہے۔ مولانا کا وجود شریف اس وقت کے مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ایک آیت اور اس کی رحمتوں میں سے ایک رحمت تھا۔ یا اللہ تو اس کے اجر سے ہم کو محروم نہ کر اور اس کے بعد ہم کو فتنہ میں نہ ڈال۔

اس کے دوستوں اور یاروں سے التجا ہے کہ گزشتہ لوگوں کی امداد اور اعانت کریں اور مولانا مرحوم کے فرزندوں اور متعلقین کی خدمت اور دلجوئی محبوں اور مخلصوں پر لازم ہے۔

خاص کر اس امر میں بہت کوشش کریں کہ مولانا مرحوم کے فرزندوں کو

پڑھائیں اور علوم شرعیہ سے آراستہ کریں اور مولانا کے احسان کا بدلہ ان کے بیٹوں پر احسان کر کے ادا کریں۔ احسان کا بدلہ احسان ہی ہے۔''

ملفوظات:

آپ نے فرمایا کہ ولایت میں اقدام الگ الگ ہیں، جو درجات خمسہ ہیں:

① جو شخص ولایت قلبی کو پہنچا، اس کو صفات فعلیہ نظر آتی ہیں۔

② جو شخص ولایت روح کو پہنچا، اس کو صفاتِ ذاتیہ نظر آتی ہیں۔

③ جو شخص ولایت سِرّ کو پہنچا، اسے تجلیاتِ ذاتیہ دکھائی دیتی ہیں۔

④ جو شخص ولایت خفی کو پہنچا، اسے تنزیہات وتقدیسات دکھائی دیتی ہیں۔

⑤ جو (شخص) ولایت اخفا کو پہنچا، اس نے مرتبہ اتصال کو بے کیف دیکھا اور وصل عریاں، لیکن یاس (نا اُمیدی) کے ساتھ دیکھا۔

کرامت:

آپ کے زمانے میں احداد نامی گروہ نے خروج کیا، جو آپ کے شہر والوں اور خاص کر آپ کی قوم سے پرانی دشمنی رکھتے تھے۔ یہ ہمیشہ غارت گری میں لگے رہتے تھے اور اس طرح یہ وہاں کے باشندوں کے لیے عظیم مصیبت تھی۔ آپ نے ایک عریضہ اپنے پیر ومرشد حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت اقدس میں لکھا، جس میں ان لٹیروں کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے دعا کی۔ اس کے جواب میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا:

''تمہارا شہر اس شر سے (ان شآء اللہ) محفوظ رہے گا، خاطر جمع رکھو۔''

پس ایسے ہی ہوا۔ آپ کے شہر کے آس پاس کی آبادیاں اور شہر ظالموں کے ہاتھوں تباہ ہو گئے، لیکن آپ کے شہر کو اللہ تعالیٰ نے ہر نقصان سے محفوظ رکھا۔ [۱]

حضرت مولانا احمد دیبنی (دیوبندی) رحمۃ اللہ علیہ

وطن:

آپ کے والد گرامی کا نام ابواحمد حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ آپ دیبن (دیوبند) ضلع سہارنپور بوڑیہ (ہندوستان) کے رہنے والے تھے۔

تعلیم وتربیت:

شروع میں ایک عرصہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) سے شرفِ تلمذ حاصل رہا اور دوسرے علمائے عصر سے بھی تعلیم پائی۔ فراغت کے بعد برہان پور (ہندوستان) چلے گئے۔

باطنی تربیت:

اس زمانے میں برہانپور میں حضرت شیخ محمد بن فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۲۹ھ/ ۱۶۲۰ء) مشہور بزرگ تھے۔ آپ نے ان کے دست مبارک پر بیعت کر لی اور ایک عرصہ ان کی خدمت میں تکمیل سلوک کی اور خلافت واجازت کا شرف پایا اور بعدازاں آگرہ (ہندوستان) میں آ گئے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت:

ان دنوں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) بھی آگرہ میں تشریف فرما تھے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے شوق کے ہاتھوں مغلوب ہو کر آپ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور حضرت اقدس کی صحبت میں رہ کر طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی تربیت پائی۔ ایک عرصہ آپ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارک میں رہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے قدیم تعلق اور آپ کے اخلاص بنا پر آپ پر خوب شفقت فرمائی۔

اسی زمانے میں حضرت میر محمد نعمان بخشی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء) حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت واجازت کا شرف پا کر برہانپور (ہندوستان) پہنچے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی

روحانی تربیت بھی ان کے سپرد فرما دی۔ حضرت میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے آپ بہت مستفیض ہوئے۔ بعد ازاں بہت سے لوگ آپ کی طرف رجوع کرنے لگے اور آپ کی صحبت اثر آفرین ثابت ہوئی۔

حضرت شیخ محمد بن فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

اسی دوران میں اتفاق سے اپنے پہلے پیر و مرشد حضرت شیخ محمد بن فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۹ھ/ ۱۶۲۰ء) سے ملاقات ہوگئی۔ انہوں نے آپ سے دریافت فرمایا: ''جس ذکر کی میں نے آپ کو تعلیم تھی، اس میں آپ مشغول ہیں یا نہیں؟'' آپ نے عرض کیا: ''میں نے خواجہ میر نعمان سے طریقہ خواجگان نقشبندیہ کا ذکر حاصل کر لیا ہے، اس میں لذت پاتا ہوں اور اسی میں مشغول ہوں۔''

حضرت شیخ محمد بن فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ چونکہ مصنف مزاج اور حق پسند تھے، لہٰذا تھوڑے تاثر کے بعد انہوں نے آپ سے ارشاد فرمایا: ''کچھ مضائقہ نہیں مقصد تو فائدہ حاصل کرنا ہے، حضوری کی دولت جس جگہ سے بھی ہاتھ آئے، اس کو لازم پکڑو۔''

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت پانا:

بعد ازاں آپ سرہند شریف میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ایک مدت تک حضرت اقدس کی خدمت میں رہ کر بہت زیادہ فیوض و برکات سے مستفید ہوتے رہے۔ بالآخر حضرت اقدسؒ سے خلافت و اجازت کا شرف پایا۔

قوت توجہ وتصرف:

آپ کی توجہ اور تصرف میں کمال کی قوت تھی۔ آپ کی صحبت میں اس درجہ کا اثر تھا کہ جو بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا غلبہ جذب سے بے اختیار ہو کر تڑپنے لگتا تھا۔ بعض طالبین عالم بے خودی میں چلے جاتے اور گریہ زاری و فریاد کرنے لگتے تھے۔ ایک مدت تک اکبر آباد (ہندوستان) میں مسند ارشاد پر جلوہ افروز رہے اور ایک جہان کو آپ سے فیض و ہدایت نصیب

ہوئی۔ بنگال کے صوبہ دار قاسم خان آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر تائب ہوئے۔ بعدازاں آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تعلیم وتلقین کے بعد طاعات و عبادات کی توفیقات کے حامل بنے۔ ان کی درخواست پر آپ نے ملک بنگال کی سیاحت فرمائی اور اس علاقے میں آپ کو خوب قبولیت وتصرف حاصل ہوا۔ علماء وصلحاء اور اکابر واصاغر کی کثیر تعداد آپ کے حلقہ ارادت میں وارد ہوئی اور بعض نے اجازت وخلافت کا شرف پایا۔ یہ حضرات سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج وترقی اور خلقت کے رشد و ہدایت میں مصروف رہے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب گرامی آپ کے نام:

شروع میں جب آپ مسند ارشاد پر متمکن ہوئے تو اپنے شیخ و مرشد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت اقدس میں عریضہ لکھا کہ باوجود اس کے کہ فقیر خود میں کوئی حال واحوال نہیں پاتا، دو طالبین کو طریقہ کے ذکر کی تلقین کی ہے، جن پر اس طرح کے احوال ظاہر ہوتے ہیں۔ اس عریضے میں آپ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی عرض کیا کہ دوام آگاہی کے باوجود ذہول پیدا ہونے کی کیا وجہ ہے؟ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں یوں تحریر فرمایا:

> ''آپ نے لکھا تھا کہ میں اپنے آپ میں اس گروہ کے احوال ومواجید اور علوم ومعارف کچھ نہیں پاتا، باوجود اس بات کے کہ دو طالبان راہ کو طریقہ بتلایا، وہ بہت متاثر ہوئے اور ان سے عجیب وغریب احوال ظاہر ہوئے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ واضح ہو کہ وہ احوال جو ان دونوں شخصوں میں ظاہر ہوئے ہیں۔ آپ کے احوال کے عکس ہیں، جو ان کی استعداد کے آئینوں میں ظاہر ہوئے ہیں۔ چونکہ وہ دونوں شخص صاحب علم تھے، انہوں نے اپنے احوال کو معلوم کر لیا اور آپ کو بھی اس حال مستور کے حاصل ہونے کے علم کی طرف راہنمائی کی، جس طرح کہ آئینہ شخص کے خفیہ کمالات کے حاصل ہونے کی طرف دلالت کرتا

ہے اور اس کے پوشیدہ ہنروں کو ظاہر کر دیتا ہے۔ مقصود احوال کا حاصل ہوتا ہے اور ان کا احوال جاننا ایک علیحدہ دولت ہے۔ بعض کو یہ علم دیتے ہیں اور بعض کو نہیں دیتے، لیکن دونوں صاحب ولایت اور قرب میں برابر ہوتے ہیں۔''

''نیز آپ نے لکھا تھا کہ دوام آگاہی سے کیا مراد ہے؟ اکثر اوقات بعض کاروبار میں اس آگاہی سے دل کی غفلت محسوس ہوتی ہے۔ آگاہی اور دوام آگاہی کی تشخیص کرنی چاہیے۔ واضح ہو کہ آگاہی حق تعالیٰ کی جانب پاک میں حضور باطن سے مراد ہے، جس طرح کہ علم حضوری جس کو دوام لازم ہے۔ کیا آپ نے کبھی سنا ہے کہ کبھی کوئی شخص اپنے نفس سے غافل ہوا ہے یا اپنی نسبت اس کو غفلت ونسیان پیدا ہوا ہے؟ غفلت وفراموشی علم حصولی میں متصور ہے، جس میں مغائرت پائی جاتی ہے۔ علم حضوری میں سب حضور در حضور ہے، اگرچہ نادان اور بیوقوف آدمی اس حضور سے دور اور نفور ہے اور اس کے حاصل ہونے سے مغرور ہے۔ پس آگاہی کے لیے دوام لازم ہے اور جس میں دوام نہیں، وہ مطلوب کی نگرانی ہے، جو اس آگاہی مذکور کے مشابہ ہے۔ اس کا دوام مشکل ہے، کیونکہ علم حصولی کے ساتھ شباہت رکھتی ہے، جو دوام سے بے نصیب ہے۔''

وصال مبارک:

بالآخر قضائے الٰہی سے آپ نے ستر برس کی عمر میں عالم فانی سے دار البقاء کی جانب رحلت فرمائی اور اکبرآباد (ہندوستان) میں آخری آرام گاہ پائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً

حضرت مولانا امان اللہ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا شمار حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے کامل خلفاء میں ہوتا ہے۔

حج بیت اللہ شریف:

حج بیت اللہ شریف کا ذوق دامنگیر ہوا تو آپ نے ۱۰۳۱ھ/۱۶۲۲ء میں حجاز مقدس کا سفر پیادہ پا اور بغیر توشہ وزادراہ اختیار فرمایا اور اسی عالم بے سروسامانی میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

توکل واستغناء:

اسی سفر حج میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے وابستگان اور خود آپ کے متوسلین واحباب نے آپ کو عالم بے سروسامانی میں دیکھا تو زادِ راہ اور دوسری ضروریات کے لیے آپ کو مال و پیسہ دینا چاہا، لیکن آپ نے کمال توکل واستغناء کے تحت کسی سے کچھ قبول نہیں کیا۔

وصال مبارک:

حج بیت اللہ شریف کی سعادت اور حرمین شریفین کی زیارت کے بعد آپ انبیاء علیہم السلام کے مزارات مبارکہ کی زیارت کے لیے شام اور مصر تشریف لے گئے اور قضائے الٰہی سے وہیں وصال مبارک فرمایا۔[۲]

حضرت مولانا بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

والد بزرگوارؒ:

آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ ابراہیم مخزنی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (م ۱۳ھ/ ۶۳۴ء) کی اولاد سے تھے اور اپنے زمانے کے محدث، مفسر اور متصرف تھے۔ ان کا شغل درس وتدریس تھا۔ سلسلہ قادریہ میں حضرت شاہ قمیص قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۹۲ھ/ ۱۵۸۴ء) کے حلقہ ارادت میں شامل تھے اور مولانا نظامی گنجویؒ کے دو واسطوں سے شاگرد تھے۔ ان کی کتاب ''مخزن اسرار'' کو سب سے پہلے انہوں نے ہندوستان میں رائج کیا اور اس کا کثرت سے درس دیتے تھے، لہٰذا ان کی نسبت ''مخزنی'' معروف ہوگئی تھی۔ انہوں نے تہتر برس کی عمر میں ۲۹ شوال ۱۰۲۱ھ/ ۱۳ دسمبر ۱۶۱۲ء کو سرہند شریف میں رحلت فرمائی۔

آپ کی والدہ ماجدہؒ نے ۱۰۲۴ھ/ ۱۶۱۶ء میں انتقال فرمایا۔ حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ آپ کے عم محترم تھے۔

ولادت:

آپ کی ولادت باسعادت تقریباً ۱۰۰۲ھ/ ۱۵۹۳ء میں سرہند شریف میں ہوئی اور یہیں پرورش پائی۔

تحصیل علوم ظاہری:

آپ نے تمام عقلی ونقلی علوم میں کمال حاصل کیا اور تاریخ وغیرہ میں بھی کامل دسترس رکھتے تھے۔ شروع میں اپنے والد بزرگوار سے تعلیم پائی۔ بعد ازاں مطول باحاشیہ میر، شرح عقائد با حاشیہ خیالی، تحریر اقلیدس، شرح مطالع با حاشیہ میر حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) سے پڑھیں۔ شرح مواقف، تفسیر بیضاوی اور عضدیہ مع حاشیہ سیّد شریف حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) سے پڑھیں۔

بیعت طریقت وخلافت:

آپ نے پندرہ برس کی عمر میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے دست مبارک پر بیعت کی۔ سترہ سال شیخ ومرشد کی خدمت وصحبت میں رہ کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض و برکات اخذ وکسب کیے۔ تمام مقامات و درجات کو طے کرنے کے بعد خلافت واجازت سے مشرف ہوئے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں قبولیت:

آپ کو اپنے شیخ ومرشد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) سے بڑی محبت وعقیدت تھی۔ حضرت اقدس کی حیات مبارک ہی میں ''سیر احمدی'' کے نام سے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے حالات جمع کیے اور اس کو حضرت اقدس کی نظر کیمیا اثر میں پیش کیا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ جب اس واقعہ تک پہنچے کہ حضرت خواجہ (باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کو حضرت خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ نے استخارہ کا حکم فرمایا اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے استخارہ میں ایک طوطی دیکھی کہ شاخ درخت سے اڑ کر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیٹھ گئی الی آخر۔ آپ نے اس طوطی کو طائر ہندی لکھ دیا تھا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اسے کاٹ کر لفظ ''طوطی'' تحریر فرمایا اور خوش طبعی کے طور پر آپ سے ارشاد فرمایا:

''الحمدللہ! تمہاری پہلی تصنیف ہمارے احوال کے ذکر میں واقع ہوئی ہے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ان کلمات مبارک کی برکت سے آپ کو متعدد کتابیں لکھنے کی توفیق ارزانی فرمائی۔ آپ کے نام حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے چار مکتوبات گرامی (م ۱:۲۸۹، ۲۹۷، ۲:۴۰، ۳:۳۱) موجود ہیں۔

درس وتدریس:

آپ نے مدرسہ مجددیہ سرہند شریف میں تعلیم حاصل کی اور بعدازاں اسی مدرسہ میں درس وتدریس کی خدمات سرانجام دیتے رہے اور حوزہ مجددیہ کے بیشتر حضرات نے آپ سے تعلیم حاصل کی۔

بشارت نبوی ﷺ:

آپ نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم ﷺ آپ کی مسجد میں قبلہ کی طرف پشت مبارک کیے ہوئے دوزانو تشریف فرما ہیں۔ آپ بے اختیار ہو کر آپ ﷺ کے پاؤں مبارک پر گر پڑے۔ بعد ازاں اُٹھے اور دونوں ہاتھ دعا کی طرح اُٹھا کر عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی بشارت عنایت فرمائیں۔ نبی کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا (سورۃ بنی اسرائیل،۱)۔

یعنی: پاک ہے وہ، جو ایک رات اپنے بندے کو لے گیا۔

اس کے ساتھ ہی نبی کریم ﷺ نے آپ سے ارشاد فرمایا کہ عنقریب تمہارے گھر میں لڑکے پیدا ہوں گے۔ اتفاق سے اس زمانے میں آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اس واقعہ کے دس ماہ بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک صاحبزادہ عطا فرمایا اور اس کے بعد ہر حمل میں اللہ تعالیٰ نے بیٹا ہی عطا فرمایا اور آپ کے آٹھ صاحبزادے ہوئے۔

زیارت نبوی ﷺ:

ایک بار آپ نے خواب میں ایک دہ درہ دیکھا، جس کے آس پاس ایک گول اور خوبصورت باغیچہ لگا ہوا ہے۔ نیز وہاں ایک عالی شان محل ہے، جس میں نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہیں۔ اس دوران آپ نے خود کو ایک کنوئیں کے ڈول کے پانی گرنے کی جگہ بیٹھا ہوا پایا اور دیکھا کہ ایک آدمی آپ سے حدیث کی ایک کتاب پڑھ رہا ہے اور ایک غیر مانوس لفظ کے متعلق آپ کو کچھ تامل ہو رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ اس محل سے باہر تشریف لاتے ہیں اور اس باغیچہ میں تشریف فرما ہوتے ہیں۔ بعد ازاں آپ ﷺ کچھ دیر ٹھہر کر اس لفظ کے معنی بیان فرماتے ہیں اور پھر باغیچہ کے دروازے کی طرف تشریف فرما ہوتے ہیں۔ آپ بھی دروازہ تک ہمراہ جاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے مکمل حدیث پڑھی، جو آپ کو لفظ بلفظ یاد تھی، مگر بعد میں لکھنے کے وقت بھول گئے۔

ذکر کرتے وقت آنکھیں بند کرنا:

آپ سے منقول ہے کہ فقیر کو ذکر کی تعلیم دیتے وقت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ذکر کرتے وقت آنکھیں بند کرنا شرط نہیں، مگر جب تک ذکر دل میں قرار نہ پا جائے، آنکھیں بند رکھنی چاہئیں کہ جمعیت دل کے لیے آنکھوں کا بند کرنا خاص اثر رکھتا ہے۔

مصافحہ شیخ سعید چشتیؒ:

آپ نے حضرت میر محمد نعمان بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۸ھ/ ۱٦۴۸ء) کے توسط سے مصافحہ شیخ سعید چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی سعادت حاصل کی تھی۔

وصال مبارک:

آپ کی ولادت اور وصال کی تاریخ کتب سیر میں نہیں ملتی۔ حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۲٦ھ/ ۲۰۰۵ء) نے حضرات القدس (جلد دوّم) کے اُردو ترجمہ کے مقدمہ میں تحریر فرمایا ہے کہ آپ کئی سال حضرات القدس کی ترتیب میں مصروف رہے۔ غالباً ۱۰۵۸ھ/ ۱٦۴۸ء کے بعد آپ نے اس کی تکمیل کی، کیونکہ اس کے آخری باب (حضرات دوازدہم) میں جہاں خلفاء کا ذکر شروع ہوتا ہے (حضرت) میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸ صفر ۱۰۵۸ھ/ ۱۴ مارچ ۱٦۴۸ء) کے اسم گرامی کے ساتھ "قدس سرہ" تحریر ہے، جس سے ظاہر ہے کہ حضرات القدس (جلد دوّم) اس تاریخ کے بعد تک لکھی جاتی رہی اور خود حضرت شیخ بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس تاریخ کے بعد تک زندہ رہے اور پھر وصال فرمایا فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة.

اولاد امجاد:

آپ کے تین صاحبزادگان گرامی کے نام منقول ہیں۔ حضرت شیخ محمد امین بدخشی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول آپ کے صاحبزادے بھی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱٦٦۸ء) کے سفر حج ۱۰٦۷-۱۰٦۹ھ/ ۱٦۵۷-۱٦۵۹ء میں ہمراہ تھے۔ ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

① حضرت ملا محمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ۔ انہوں "حسنات الحرمین" کا فارسی ترجمہ ۱۰۷۰ھ/ ۱٦٦۱ء میں مکمل کیا۔

یہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے خلیفہ اور صاحب فنا و بقا تھے۔

(۲) حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ۔

(۳) حضرت مولانا محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کے نام حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے دو مکتوبات گرامی (دفتر ا: ۷۰، ص ۱۷۷، ۱۹۴، ص ۳۷۹) ہیں۔ آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے خلیفہ اور اولیائے وقت میں تھے۔ حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء) کے مکتوبات گرامی میں تین مکاتیب (خزینۃ المعارف ۲۹، ۳۰، ۳۱) حضرت خواجہ محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ کے نام ہیں۔

تصنیفات:

آپ صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ ۱۰۴۷ھ/ ۱۶۳۷ء میں داراشکوہ (م ۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۹ء) نے آپ کو بعض کتب صوفیہ کا عربی سے فارسی میں ترجمہ کرنے کا کہا اور آپ عرصہ تک اس میں مشغول رہے۔ آپ سے درج ذیل تصانیف یادگار ہیں:

سیر احمدی (فارسی):

آپ نے حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) کے وصال مبارک کے بعد سب سے پہلے یہ کتاب لکھی جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے حالات میں ہے۔ اسے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ انہوں نے اسے ملاحظہ فرما کر پسند فرمایا۔ نیز ارشاد فرمایا کہ یہ تصنیف ہمارے متعلق پہلی ہے۔ پھر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصحیح بھی فرمائی۔ اس میں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) کے ہندوستان میں تشریف لانے سے پہلے استخارہ کا ذکر تھا کہ ان کو طوطی نظر آیا، لیکن حضرت بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء) نے وہاں اسے طائر ہندی لکھا تھا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اپنے دست مبارک سے کاٹ کر طوطی لکھ دیا۔ اس کتاب کے بارے میں آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ سیر احمدی کے مسودات چوری ہو گئے۔

کرامات اولیاء (فارسی):

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے وصال مبارک کے بعد یہ کتاب ''موت کے بعد اولیاء کی کرامات پر'' تحریر فرمائی۔

ترجمہ فتوح الغیب (فارسی):

غوث الاعظم حضرت شیخ سیّد عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۶۱ھ/ ۱۱۶۶ء) کی فتوح الغیب (عربی) کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا۔

روائح (فارسی):

یہ صوفیہ کی اصطلاحات اور قادریہ ونقشبندیہ سلسلہ کے اشغال کے بارے میں ہے۔

سنوات الاتقیاء (فارسی):

اس میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اپنے زمانے کے اکابر علماء ومشائخ کے مختصر حالات سنین کے اعتبار سے جمع کیے گئے ہیں۔ اس میں آپ کے خاندان، والد بزرگوار اور خود آپ کی حیات وآثار سے متعلق اہم ترین معلومات درج ہیں۔

اس میں آپ نے حضرت شیخ سعید معمر حبشیؒ سے مصافحہ کی تفصیلات بھی درج کی ہیں۔ گیارہویں صدی ہجری کی اہم شخصیات حضرت مولانا محمد صادق حلوائیؒ حضرت مولانا محمد باقر سلطان پوریؒ، حضرت شیخ خلیل اللہ بدخشانیؒ، حضرت باباوالی بدخشانی کشمیریؒ، حضرت شیخ بہلول دہلویؒ، حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ (م ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے احوال قابل ذکر ہیں۔ اس کا مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں محفوظ ہے، جو ۱۰۸۵ھ/ کا مکتوبہ ہے۔

مجمع الاولیاء (فارسی):

آپ کے دوست کروڑی (علی اکبر اردستانی) جو سرہند شریف میں دس برس تک تحصیلدار رہ چکے تھے، نے آپ سے فرمائش کی کہ احوال اولیاء پر کتاب لکھیں۔ چنانچہ آپ

نے۱۰۴۴ھ/ ۳۵-۱۶۳۴ء کے اختتام تک اسے مکمل کیا اور اس کا نام ''مجمع الاولیاء'' رکھا۔ اس میں پانچ سو صوفیہ کے حالات ہیں اور اس کا تاریخی نام ''منازل شیوخ'' ہے۔ اسی علی اکبر کروڑی سرہندی نے یہ کتاب آپ سے مستعار لی۔ پھر اس میں دوسروں کی مدد سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات شامل کیے اور اس میں تحریف کر کے اپنے نام کر لی۔

علی اکبر کو خوش کرنے کے لیے بعض طلبہ نے اس کتاب میں مشاجرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شامل کر کے اس کتاب کو پایہ اعتبار سے گرا دیا۔ بعد ازاں آپ نے ۱۰۴۷ھ/ ۳۸-۱۶۳۷ء میں اس کی تصحیح و مقابلہ سے فراغت پائی۔

مجمع الاولیاء کا مخطوطہ نمبر ۶۴۵، انڈیا آفس لندن میں موجود ہے، جو علی اکبر حسینی اردستانی کی تصنیف بتایا گیا ہے اور یہ ۲ ربیع الاوّل ۱۰۴۳ھ/ ۶ ستمبر ۱۶۳۳ء کو پایہ تکمیل کو پہنچا ہے۔ شاہجہان (۱۰۷۶ھ/ ۱۶۶۶ء) کے نام اس کا انتساب ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاجرات کو اس میں شامل کیا گیا اور جگہ جگہ قلمزد کیا ہوا ہے۔

مقاماتِ غوث الثقلین:

شاہزادہ سلطان محمد داراشکوہ (م۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۹ء) نے ۱۰۴۷ھ/ ۳۸-۱۶۳۷ء میں آپ سے فرمائش کی کہ غوث الاعظم حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (م۵۶۱ھ/ ۱۱۶۶ء) کے مناقب میں لکھی گئی کتاب ''بہجۃ الاسرار'' کا فارسی زبان میں ترجمہ کریں، لہٰذا آپ نے اس کا ترجمہ کیا اور اسے ''مقامات غوث الثقلین'' کے نام سے موسوم کیا۔

ترجمہ روضۃ النواظر (فارسی):

آپ ''بہجۃ الاسرار'' کا فارسی ترجمہ کر چکے تو شاہزادہ داراشکوہ (م۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۹ء) نے حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (م۵۶۱ھ/ ۱۱۶۶ء) کے مناقب میں لکھی گئی ایک اور عربی کتاب روضۃ النواظر کا فارسی ترجمہ کرنے کی فرمائش کی۔ آپ نے اس کا بھی ترجمہ کر دیا۔

ترجمہ تفسیر عرائس البیان (فارسی):

''بہجۃ الاسرار'' اور ''روضہ النواظر'' کے فارسی تراجم سے فراغت کے بعد آپ نے

شاہزادہ دارشکوہ (۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۹ء) کی فرمائش پر حضرت شیخ روز بہان بن ابی نصر بقلی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۰۶ھ/ ۱۲۰۹ء) کی تفسیر عرائس البیان (عربی) کا فارسی ترجمہ شروع کیا۔ اس کا ابھی چوتھا حصہ ہی مکمل کیا تھا کہ داراشکوہ معزول ہوگیا اور حضرات القدس کی تصنیف میں مشغول رہے اور عزم کیا کہ اس کی تکمیل کے بعد بقیہ حصے کا ترجمہ کروں گا۔

حضرات القدس (فارسی):

اپنی کتاب ''سیر احمدی'' کے مسودات چوری ہو جانے بعد آپ نے ۱۰۳۹ھ/ ۳۰-۱۶۲۹ء میں کمر ہمت باندھ کر دوبارہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی سوانح عمری لکھنے کا عزم کیا۔ آپ نے حضرات القدس (دفتر دوّم) میں حضرت میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء) کے حالات میں لکھا ہے: ''اس کتاب (حضرات القدس) کی تالیف کے باعث آپ ہی ہیں۔'' ۱۰۴۳ھ/ ۳۴-۱۶۳۳ء میں آپ نے اسے تاریخی نام درجات الابرار سے معنون کیا۔ آپ اس برس اس کی تسوید کے کام سے فارغ ہوکر مسودات کو صاف کرنا چاہتے تھے کہ ''مجمع الاولیاء'' کی تصنیف میں مصروف ہوگئے۔ اس کے ساتھ ساتھ ''بہجۃ الاسرار''، ''روضۃ النواظر'' اور تفسیر ''عرائس البیان'' کے تراجم فارسی کا کام بھی جاری رہا۔ حضرت مولانا محبوب الٰہی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء) خلیفہ ارشد محبوب العارفین قطب الارشاد خواجہ خواجگان مخدوم زماں سیّدنا ومرشدنا ومخدومنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الْمَجِیْد (م ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء)، خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی فرماتے ہیں: ''حضرات القدس کی تبییض کا کام تقریباً ۱۰۵۲ھ/ ۴۳-۱۶۴۲ء میں پایہ تکمیل کو پہنچا ہوگا۔''

حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء) فرماتے ہیں:

> ''فارسی متن میں میر محمد نعمان کے نام کے بعد ''قدس سرہ'' بھی لکھا ہوا ہے۔ اگر مصنف نے لکھا ہے تو میر صاحب کی وفات (۱۸ صفر ۱۰۵۸ھ/ ۱۴ مارچ ۱۶۴۸ء) کے بعد ہی حضرات القدس کی تکمیل ہوئی ہوگی۔''

آپ نے یہ کتاب حضرت خواجہ میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء) کی فرمائش پر تالیف کی۔ ''حضرات القدس'' درج ذیل دو دفاتر پر مشتمل ہے:

دفتر اوّل:

اس دفتر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے مختصر حالات اور فضائل ہیں۔ بعد ازاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (م ۳۶ھ/ ۶۵۶ء) سے لے کر حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) تک سلسلہ نقشبندیہ کے اکابر اور ان کے بعض خلفائے عظام کے احوال ومناقب کا تذکرہ ہے۔

اس دفتر کا فارسی متن تاحال طبع نہیں ہوا۔ اس کا اُردو ترجمہ مولانا عرفان احمد انصاری نے کیا، جو ملک چنن الدین ملک فضل الدین ککے زئی، لاہور سے ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۲ء میں اور دارالاشاعت کراچی سے ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء میں شائع ہوا اور اس کا ایک اور ترجمہ مولانا محمد اشرف نقشبندی نے کیا، جو مکتبہ نعمانیہ، سیالکوٹ سے ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۰ء میں طبع ہوا۔

دفتر دوّم:

اس دفتر میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) اور آپ کے فرزندانِ گرامی اور خلفائے عظام کے احوال ومناقب درج ہیں۔

اس دفتر کا فارسی متن بار اوّل حضرت مولانا محبوب الٰہی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء) خلیفہ مجاز قطب الارشاد شیخ المشائخ خواجہ خواجگان سیّدنا ومرشدنا ومخدومنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الْمَجِیْد (م ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء) خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی کے گراں قدر مقدمہ، تحقیق اور تصحیح سے ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء میں محکمہ اوقات پنجاب، لاہور کی جانب سے طبع ہوا تھا۔

اس دفتر کا اُردو ترجمہ حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء) نے کیا، جو ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء میں مکتبہ نعمانیہ، سیالکوٹ اور ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء میں نیشنل ہجرہ کونسل اسلام آباد نے شائع کیا تھا۔

وصال احمد (فارسی):

آپ نے سب سے آخر میں یہ کتاب تصنیف کی۔ اس میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے آخری ایام خلوت، بیماری اور وصال مبارک کے حالات ضبط فرمائے ہیں۔ مصنف نے اس کا آغاز شعبان ۱۰۳۳ھ/ مئی ۱۶۲۴ء کو کیا اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ/ ۲۶ نومبر ۱۶۲۴ء تک سات ماہ اس میں مشغول رہے۔

اس کا فارسی متن ۱۳۱۶ھ/ ۹۹-۱۸۹۸ء میں مراد آباد (ہندوستان) سے طبع ہوا۔ بعدازاں ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء کراچی سے شائع ہوا۔ پھر اُردو ترجمہ از محمد اعزاز الدین صدیقی مع فارسی متن ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء میں اسلامی کتب خانہ، سیالکوٹ سے شائع ہوا۔ اس کا اُردو ترجمہ از حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان رحمۃ اللہ علیہ (م۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء) حیدر آباد (سندھ) سے طبع ہوا۔ حضرت صاحبزادہ محمد سعد سراجی مرشد بابا نے اس کا اُردو ترجمہ کر کے ''کمال احمدی'' کے نام سے مکتبہ سراجیہ، خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان سے طبع کیا۔[۳۱۱]

حضرت شیخ بدیع الدین سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

ولادت باسعادت:

آپ شیخ رفیع الدین بن عبدالستار انصاری سہارنپوریؒ کے گھر سہارنپور (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم وتربیت:

اپنے والدین کی سرپرستی میں سہارنپور ہی میں آموزش و پرورش کا آغاز ہوا اور اسی شہر میں کچھ عرصہ عربی درسی کتب کی تحصیل میں مصروف رہے۔

تکمیل علوم ظاہری:

بعدازاں سرہند شریف (ہندوستان) وارد ہوئے اور اس شہر کے ایک معروف صاحب ریاضت بزرگ کی خانقاہ کے حجرہ میں رہائش رکھی۔ بعدازاں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے حلقہ درس میں شمولیت اختیار کی۔ حضرت اقدسؒ ہی سے درسی کتب پڑھیں اور علوم ظاہری میں مہارت پائی۔

بشارت:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے حلقہ ارادت میں شامل ہونے سے پہلے آپ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت نہ رکھتے تھے۔ بلکہ حضرت اقدس کے سلسلہ کے بزرگان کبار کا انکار کرتے تھے۔ شروع میں آپ سرہند شریف کے ایک مشہور صاحب ریاضت بزرگ کی خانقاہ میں مقیم تھے اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے علوم ظاہری کی کتابیں پڑھتے تھے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ انہی دنوں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) سے رخصت ہو کر سرہند شریف تشریف لائے تھے اور ابھی آپ کے رشد وہدایت کی شہرت نہیں پھیلی تھی، لہٰذا کبھی کبھی ان صاحب ریاضت بزرگ کے سامنے آپ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف کوئی بات کر جاتے۔ جس پر وہ صاحب ریاضت بزرگ رنجیدہ ہو جاتے اور وہ آپ کو ڈراتے اور وعید سناتے ہوئے فرمایا:

''جو کچھ مجھ پر ظاہر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) روئے زمین کے قطب ہوں گے۔ تو نے آپ کو نہیں پہچانا اور آپ سے بہت زیادہ فوائد پہنچنے والے ہیں۔ خبردار! ان کے بارے میں زبان پر کوئی کلمہ نہ لاؤ۔''

اسی زمانے میں آپ نے ایک دوسرے عزیز اور محرم راز سے مذکورہ بالا واقعہ بیان کیا تو اس عزیز نے تعبیر بتائی کہ حضرت (مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) اکابر اولیا میں سے اور قطب وقت ہوں گے۔ اس وقت لوگ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی قدر نہیں جانتے۔ آخر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ ظہور کریں گے اور تم بھی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے فیض پاؤ گے۔

توبہ کا واقعہ:

شروع میں آپ کہیں ملازم تھے اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت میں حاضر ہو کر توضیح وتلویح پڑھا کرتے تھے۔ ان دنوں آپ عشق مجازی میں مبتلا تھے۔ نیک اعمال کرنے اور گناہوں سے اجتناب کی پابندی نہیں تھی۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز آپ سے ارشاد فرمایا:

''تم نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ اور گناہوں سے باز کیوں نہیں آتے؟''

آپ نے عرض کیا: ''(احقر نے) لوگوں سے اس طرح کی نصیحتیں بہت سنی ہیں۔ اگر آپ اس بارے میں (خصوصی) توجہ فرمائیں اور اپنی کرامت اور توجہ وتصرف سے اس حالت سے نکال ڈالیں تو ممکن ہے کہ زمرہ صالحین میں شامل ہو جاؤں، ورنہ نصیحت کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔''

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑی سی توجہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''کل اس نیت اور آرزو کے ساتھ ہمارے پاس آنا۔''

دوسرے روز اتفاق سے آپ کا محبوب آپ کا مہمان بنا۔ آپ نے اس کی صحبت کو غنیمت سمجھا اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے۔ دو تین دن بعد حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے حضور حاضری کی سعادت پائی۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے ارشاد فرمایا:

''تم نے وعدہ خلافی کی، اب جو آ گئے ہو یہ بھی نیک و مبارک ہے۔ جاؤ
نیا وضو بناؤ، دو رکعت (نماز نفل) ادا کرو اور پھر ہمارے پاس آؤ۔''

آپ نے یونہی کیا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ آپ کو خلوت میں لے گئے اور ذکر قلبی کی تعلیم فرمائی اور توجہ فرمائی۔ اس طرح کہ آپ بے خود ہو گئے، ہوش و حواس جاتے رہے اور خاک پر گر پڑے۔ لوگ اسی عالم بے ہوشی میں اُٹھا کر آپ کو اپنے گھر لے گئے۔ ایک دن رات کے بعد آپ کو ہوش آیا۔ جب اپنے دل کی جانب رجوع کیا تو اسے اس (عشق مجازی کی) قید سے آزاد پایا، بلکہ تمام تعلقات سے خالی سمجھا۔ بعد ازاں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی توجہات عالیہ سے بے انتہا ترقیاں حاصل کیں۔ ہر روز خود سے دور تر ہوتے گئے اور ہر گھڑی عالم غیب کی جانب بڑھتے گئے۔

اجازت وخلافت:

آپ نے کئی برس اور عمر کا بہت سا حصہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کی خدمت میں گزارا اور واردات و مقامات تک رسائی پائی۔ درجات کمال و تکمیل کا شرف حاصل کیا اور خلعت خلافت سے مشرف ہو کر اپنے وطن مالوف سہارنپور (ہندوستان) میں مسند ارشاد پر رونق افروز ہوئے اور طالبین کی تربیت و رشد میں مشغول ہو گئے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دس مکتوبات گرامی (۱:۱۷۲، ۱۹۲، ۲۴۲، ۲۵۲، ۲۵۶، ۲۷۶، ۲۸۲، ۲:۱۶، ۸۸، ۳:۶) آپ کے نام موجود ہیں۔

آگرہ میں مسند ارشاد:

پھر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) نے آپ کو آگرہ (ہندوستان) میں بھیجا، جو اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے خلفائے سے خالی تھا۔ وقت روانگی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے ارشاد فرمایا:

''اس جگہ کمال استقامت اختیار کرنا اور ہمارے حکم کے بغیر وہاں سے
نہ آنا۔''

آپ اپنے پیر و مرشد کے حکم سے وہاں پہنچے اور بہت بڑی مقبولیت پائی۔ اس شہر کے رہنے والے امیر و غریب باشندوں کو آپ سے بہت فیض و برکات نصیب ہوئے۔ مجالس خوب گرم ہوئیں۔ انہی دنوں شیطان نے آپ کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ تم نے اپنے شیخ (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کے امر کے خلاف کیا ہے۔ پس آپ بعض وسوسوں کی اصلاح کی خاطر اپنے وطن مالوف سہارنپور لوٹ آئے۔ یہ امر (درحقیقت) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے امر کے خلاف تھا، جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج مبارک پر بڑا گراں گزرا۔ بعدازاں آپ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کی تو معلوم ہوا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مزاج مبارک اس حکم کے خلاف عمل کرنے سے بہت گراں ہے، لہٰذا آپ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ (کیا بندہ) پھر دارالخلافہ (آگرہ) روانہ ہو جائے (اور آپ کے حکم کے مطابق) ارشاد کی خدمت میں مشغول ہو جائے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج مبارک نے آپ کی اس التماس کو شرف قبولیت نہ بخشا اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

> "(ارشاد کا) وقت وہی تھا، اب اگر جاؤ تو تم جانو اور یہ تمہارے اختیار سے ہے۔"

پس آپ اضطراب کی حالت میں آگرہ پہنچے، تاکہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج مبارک پر جو غبار آ گیا ہے، وہ دور ہو جائے۔

مشکلات زمانہ:

دوسری مرتبہ جب آپ آگرہ آئے تو اوّل اس جگہ لوگ کو بڑی گرمیاں اور فیوضات نصیب ہوئے۔ چونکہ یہ شہر امیروں کی جگہ اور فوجی چھاؤنی تھی۔ طلب کے دوران اس گروہ میں سے اخلاص سے دور اور ادب سے عاری لوگوں کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں پہنچی۔ آپ نے انھیں سخت لہجے میں نصیحتیں دینا شروع کیا اور اپنے بلند احوال کو زبان سے بیان کیا، بلکہ بعض ایسے واقعات اور کشف، جن کا اظہار فتنہ کا سبب تھا، منکرین کو کہہ سنائے۔ صورت حال یہاں تک پہنچی کہ اس شہر میں ٹھہر نہ سکے۔ بلکہ اس شور و شر کا اثر آپ کے پیر بزرگوار

(حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) تک سرایت کر گیا۔ بادشاہ وقت جو اس گروہ سے مکمل بے مناسبتی رکھتا تھا، اس نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کو بلا کر تکلیف پہنچائی اور قید کر دیا۔ اگرچہ اس کے بعد بادشاہ اس کام سے نادم و پشیمان ہوا اور معذرت کی، لیکن اس کے لیے یہ بے ادبی نامبارک بنی اور اس کی سلطنت میں فتور پیدا ہو گئے۔

اس واقعہ کے بعد آپ اپنے وطن مالوف سہارنپور لوٹ آئے اور یہاں گوشہ نشینی اختیار کر کے ذکر و مراقبہ میں مشغول ہو گئے۔

حفظ قرآن مجید:

جب آپ آگرہ سے سہارنپور واپس آئے تو عمر مبارک پچاس سال ہو چکی تھی۔ آپ کو حفظ قرآن مجید کا ذوق دامن گیر ہوا۔ پس آپ نے حفظ قرآن مجید کی سعادت پائی۔ سہارنپور میں آپ طالبین حق کے افاضہ اور علوم دینی و یقینی میں مشغول رہے۔

ہندوستان کے چراغ:

حضرت محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء) سے منقول ہے کہ جن دنوں میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت میں موجود تھا، حضرت شیخ بدیع الدین سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عریضہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا جس میں تحریر تھا:

> ''(بندہ) حضرت رسالت (پناہ) صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص بشارتیں پاتا ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) عنایتیں فرماتے ہیں اور نصیحتیں فرماتے ہیں۔ ایک روز آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ''اَنْتَ سِرَاجُ الْهِنْد''یعنی: تم ہندوستان کے چراغ ہو۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے زیادہ اطاعت (کرنے) کا حکم فرمایا۔''

بشارت قطبیت،

آپ نے ایک دوسرا عریضہ حضرت مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت میں لکھا، جس میں درج ہے:

''عالم غیب سے قطبیت کی بشارت بھی آتی ہے اور اکثر اوقات حکم الٰہی سے آنے والے واقعات کی خبر، واقع سے پہلے ہی بلاقصد دی جاتی ہے اور عالم غیب سے ایسی عجیب وغریب بشارتیں ہوتی ہیں کہ وہ حضور والا ہی سے عرض کرنے کے لائق ہیں۔

کچھ سچے طالب جمع ہو گئے ہیں اور ذکر میں مشغول ہیں اور بلند احوال سے گزر رہے ہیں۔ انہوں نے حضور نقشبندیہ کو تھوڑی سی مدت میں اپنا ملکہ بنالیا ہے اور اہل نسبت بن گئے ہیں۔ کچھ ایسے جو فنائے جسدی سے مشرف ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی احوال اُخروی و برزخ کو بہتر جانتا ہے۔ بعض ایسے ہیں جو ذکر کی لذت کی خاطر گھر بار چھوڑنے پر تیار ہیں۔''

زیارت رسول مقبول ﷺ:

ایک روز آپ نے حلقہ ذکر میں دیکھا کہ آپ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہیں۔ کسی نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ سنت زوال ادا فرماتے ہیں؟ نبی کریم ﷺ کچھ خاموش رہے تو آپ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! حضرت شیخ احمد (مجدد الف ثانی) تو یہ نماز ادا کرتے ہیں اور ان کی عادت ہے کہ جو عمل آپ (ﷺ) کی ذات مبارک سے وجود میں آیا ہے، اسے وہ بجالاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کچھ دیر مراقب ہوئے۔ پھر سر مبارک اُٹھا کر ارشاد فرمایا کہ ہر عمل جو میاں شیخ احمد بجالاتے ہیں، وہ حق ہے اور بعینہ ہمارا عمل ہے اور یہ نماز ہم بھی ادا کرتے ہیں۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب شریف:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے آپ کے اس عریضہ کے جواب میں یہ کلمات طیبات تحریر فرمائے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۔ رقیمہ شریفہ نے خوش وقت کیا۔ آپ کے واقعات مبشرات ہیں اور قابل تاویل، لیکن جس قدر تاویل کیے گئے ہیں، منور ہیں۔ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ (سورۃ التحریم، ۸)۔

یعنی: اے ہمارے پروردگار ہمارا نور پورا کر اور ہمیں معاف فرما، بے

شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

جب آپ زیادہ عمل (کرنے) پر مامور ہوئے ہیں (تو پھر) جتنا عمل ہو سکے، اسے غنیمت سمجھیں، کیونکہ یہ دنیادار العمل (عمل کرنے کی جگہ) ہے۔ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ۔

مشاہدہ کی سعادت:

آپ نے ایک عریضہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت میں تحریر کیا، جس میں لکھا:

"حضرت سلامت اللہ تعالیٰ نے آپ کی توجہ کی بدولت مجھے مشاہدہ کی سعادت سے سرفراز فرمایا۔ میں آرزو رکھتا تھا کہ ایک باز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بابرکت زیارت نصیب ہو اور میں اس آستانہ پر سر رکھوں اور آپ کے انوار کمالات سے پرتو حاصل کروں۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ایک رات نماز تہجد کے بعد یہ دولت عطا فرمادی اور یوں لگا کہ اس مقام کا انتظام حضرت غوث الثقلین قدس اللہ سرہ سے متعلق ہے اور بغیر آپ کے واسطہ سے اس درگاہ میں پہنچنا، مشکل ہے۔ اس مقام کے انوار سے ان اولیاء کے علاوہ کوئی فائدہ حاصل نہیں کرسکتا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال اتباع سے مشرف ہوئے ہیں۔"

کرامت:

بادشاہِ وقت جہانگیر (م ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء) نے کچھ لوگوں کی بدگوئی کی وجہ سے خفگی میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کو اکبر آباد (ہندوستان) بلایا تو حضرت شیخ بدیع الدین سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک ہم شہری و قرابت دار کے پاس گئے، جو بادشاہ کا مقرب تھا اور بڑی انکساری و عاجزی کے ساتھ اس سے درخواست کی کہ آپ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے انکار و نقصان کے لیے کوشش نہ کریں۔ اس شخص کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے عداوت تھی، لہٰذا اس نے کہا کہ میری تو برسوں کی مراد اب پوری ہوئی ہے۔ دیکھو میں کیا کرتا ہوں؟ آپ کو

اس کی بات سن کر وحشت ہوئی۔ آپ بھی جذبہ میں آ گئے اور عالم آشفتگی میں اس سے فرمایا:
"ہم بھی دیکھیں کہ ہم میں سے کون کس کا کام زیادہ پہلے کر دیتا ہے؟"

بعدازاں آپ پریشانی کی حالت میں اپنی خلوت گاہ میں بیٹھ کر متوجہ ہو گئے۔ وہ شخص اس سے پہلے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی بدگوئی کی فرصت پائے انہی دنوں میں مرگیا۔

وصال مبارک:

آپ نے ۱۰۴۲ھ/۳۳-۱۶۳۲ء میں سہارنپور میں وصال فرمایا اور وہیں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔ ایک دوسری روایت (طبقاتِ شاہجہانی، ورق ۴۰۴، الف) کے مطابق آپ نے ۱۰۴۵ھ/ ۳۶-۱۶۳۵ء میں رحلت فرمائی۔ واللہ اعلم بالصواب[۴۱]

حضرت شیخ حسن برکی رحمۃ اللہ علیہ

وطن مالوف:

آپ کابل وقندھار (افغانستان) کے درمیان واقع شہر برک کے رہنے والے تھے۔

بیعتِ طریقت:

آپ حضرت احمد برکی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۲۶ھ/ ۱۶۱۷ء) کے شاگرد تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے مقام ومرتبہ کی شہرت سنی تو سرہند شریف (ہندوستان) آ کر آپ کی زیارت وصحبت سے مشرف ہوئے۔ بیعت طریقت کا شرف حاصل کیا۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض وبرکات کسب واخذ کرنے کے بعد وطن مالوف کو لوٹ گئے اور حضرت شیخ احمد برکی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت حاصل کی۔

نیابت:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) نے شیخ احمد برکی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۲۶ھ/ ۱۶۱۷ء) کو ایک مکتوب شریف میں تحریر فرمایا:

> ''شیخ حسن آپ کے ارکان دولت میں سے ہیں اور آپ کے معاملے میں مددگار ومعاون ہیں۔ اگر بالفرض آپ کو کوئی سفر درپیش آئے تو آپ کے نائب وہ ہوں گے۔ ان کے حق میں التفات اور توجہ فرماتے رہیں۔ اچھی طرح کوشش فرمائیں کہ وہ ضروری دینی علوم سے فراغت حاصل کر لیں۔ ہندوستان کا سفر ان کے لیے اور آپ کے لیے بھی بہت غنیمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو استقامت نصیب فرمائے۔''

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے تین مکتوبات گرامی (۱:۱۷۱، ۲:۷۷، ۳:۱۰۵) آپ کے نام ہیں۔

جانشینی:

کچھ عرصے بعد حضرت شیخ احمد برکی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۲۶ھ/ ۱۶۱۷ء) نے رحلت فرمائی تو آپ ان کے جانشین قرار پائے۔ جب حضرت شیخ احمد برکی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کی اطلاع حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کو ہوئی تو انہوں نے حضرت شیخ احمد برکی رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق والوں کو ایک مکتوب تحریر فرمایا اور اس میں لکھا:

''مولانا مرحوم کے اطوار اور اوضاع کو ملحوظ رکھیں اور ذکر ومراقبے کے حلقہ میں فتور نہ آنے دیں۔ سب احباب جمع ہو کر بیٹھیں اور ایک دوسرے میں خود کو گم کر دیں، تا کہ صحبت کا اثر پیدا ہو۔ اس فقیر نے اس سے پہلے محض اتفاق سے تحریر کیا تھا کہ اگر مولانا کوئی سفر اختیار کریں تو چاہیے کہ وہ اپنی جگہ شیخ حسن کو مقرر کر دیں۔ قسمت سے یہی سفر آخرت مراد ہوا۔ اب بار بار یہی دیکھتا ہوں کہ شیخ حسن ہی اس کام کے لیے ہیں اور یہ بات بعض احباب کو گراں نہ گزرے کہ یہ ان کے اختیار کی چیز نہیں۔ فرمانبرداری لازم ہے۔ شیخ حسن کا طریقہ مولانا احمد برکیؒ کے طریقے سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے اور آخر میں مولانا نے جو نسبت یہاں سے حاصل کی تھی، اس نسبت میں شیخ حسن بھی شریک ہیں اور دوسرے احباب اس نسبت سے بہت کم بہرہ ور ہیں گو کہ وہ کشف وشہود حاصل کرتے ہیں، لیکن یہ دولت اور ہے اور یہ کاروبار الگ ہے۔ کشوف کو یہاں جو کے برابر بھی نہیں لیتے اور اس توحید واتحاد سے استغفار کرتے ہیں۔

غرض دوستوں کو لازم ہے کہ شیخ کی تقدیم (آگے بڑھانے) میں توقف نہ کریں اور ان کو سر حلقہ بنا کر اپنے کام میں مشغول ہو جائیں۔ برادرم خواجہ اویس یہ بات دوستوں کو سمجھا کر حلقہ مشغولی کی طرف رہنمائی کرے اور شیخ حسن کی طرف ترغیب وترہیب فرمائے۔ حسن کو بھی چاہیے کہ اپنے پیر بھائیوں کے دل کی محافظت کرے اور برادری کے حقوق بجالائے اور فقہ کی کتابوں کا مطالعہ نہ چھوڑے۔ احکام شریعت کو پھیلائے اور سنت سنیہ کی متابعت کی ترغیب دے اور بدعت سے ڈرائے اور ہٹائے اور ہمیشہ التجا وتضرع وزاری کرتا رہے، ایسا نہ ہو کہ نفس امارہ دوستوں پر پیشوائی اور ریاست حاصل ہونے کے باعث ہلاکت میں ڈال دے اور خراب وابتر کر دے۔ ہر وقت اپنے آپ کو قاصر وناقص جان کر کمال کا طالب رہے اور نفس وشیطان دو

بڑے دشمن گھات میں لگے رہتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ راستہ سے بھٹکا دیں اور محروم و نااُمید کر دیں۔"

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت اور خلافت سے اس علاقے کی مسند نشینی اور فیض رسانی حضرت شیخ حسن رحمۃ اللہ علیہ کے لیے مقرر ہوئی۔ آپ نے افادہ اور افاضہ شروع کیا اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی غائبانہ توجہات سے بہت ترقیاں حاصل کیں۔ آپ نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے اُستاد حضرت مولانا احمد برکی رحمۃ اللہ علیہ کا انداز اختیار کیا۔ مراقبہ ومجاہدہ اور رفع بدعت میں اپنی ہمت صرف کرتے ہوئے بلند مقامات پر فائز ہوئے۔

عجز وحیرت:

آپ نے اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ میں ایک مدت تک اپنے باطن میں حیرت کا اس قدر غلبہ محسوس کرتا رہا کہ وہ کسی صوفی کے کلام سے، کسی ارباب ارشادات کی عبارت سے اور کسی اہل حقیقت کی معرفت سے زائل نہ ہوتی تھی، بلکہ اس سے بڑھ جاتی تھی۔ پس مجبور ہو کر اپنے عجز کا معترف ہوا اور اس عجز وحیرت میں پورے عالم کو اپنا شریک پایا، مگر اس حال میں بھی خود کو عاجز اور محو حیرت ہی پایا۔

فراق یا وصل:

آپ نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ معلوم نہیں یہ فراق ہے، یا وصل ہے کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کی ذات بیچون کی حقیقت اس طرح واضح ہوئی ہے کہ میں خود کو ہر کام سے معطل پاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے کسی نسبت کو مناسب نہیں پاتا۔ سوائے اس کے کہ اس بارگاہ سے استغناء اور اپنی جانب سے احتیاج اور اس کے باوجود کسی چیز کو اس کی جانب خود سے نزدیک تر نہیں پاتا، حتیٰ کہ لطائف عشرہ بھی۔

بے شک اللہ تعالیٰ سے دوری کسی طرح بھی متصور نہیں۔ غفلت بے معنی ہے اور توجہ معدوم ہے۔ یہ سب کچھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی برکت سے اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کی بنا پر ہے۔ اسی لیے اُمیدواری حاصل ہے۔

دیگر یہ کہ دو روشن واقعات اس فقیر کو ظاہر کیے ہیں۔ پہلا یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے عنایت فرما کر اس طرح فرمایا ہے: ''میں توفیق بھی دیتا ہوں اور ایمان حقیقی بھی۔''

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا: ''بس آ جاؤ'' اور میرا ہاتھ پکڑ لیا تو میری عجیب حالت ہو گئی۔ پھر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے احباب سے فرمایا:

''اے لوگو! اس شخص کی ایسی حالت ہو گئی ہے کہ وہ ہمیشہ غالب رہے گا۔ مغلوب نہ ہو گا۔''

عین الیقین:

آپ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا اور اس میں تحریر کیا کہ فقیر نماز تہجد پڑھ رہا تھا کہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد (سورۃ ق،۱۶) کے معنی ظاہر ہوئے اور پردہ حیرت اُٹھا دیا گیا اور عین الیقین سے مشرف کیا گیا۔ اس مقام کی حقیقت کو بیان کرنے سے قلم کی زبان قاصر ہے اور سننے والوں کی سمجھ بھی معذور ہے۔ اس کے بیان کرنے کے لیے لب بھی نہیں کھل سکتے۔ عالم مثال میں اس کی کیفیت کی مثال اس طرح کے علاوہ نہیں ہو سکتی کہ جسم میں روح مخاطب ہے اور جسم روح کے لیے ایک لباس ہے۔ خالق ارواح کے ساتھ روح کی نسبت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ارواح کے لیے رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔ یہ قرب مخلوق کے لیے بعد ہے، کیونکہ یہ قرب بے چون اور بے چگون ہے، جس کے ساتھ عالم کو بجز خالق و مخلوق ہونے اور صانع و مصنوع ہونے کے اور کچھ تعلق نہیں۔

؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک
یعنی: خاک کو عالم پاک سے کیا نسبت ہو سکتی ہے؟

مقام و مرتبہ:

آپ جادہ حق کے جواں مردوں میں سے تھے اور صاحب استقامت تھے۔ شریعت و حقیقت کے جامع تھے۔ مقامات عالیہ، بلند واردات اور علم لدنی کے حامل تھے۔ آپ نے

مرض موت میں فرمایا:

''مجھے بشارت دی گئی ہے کہ تمہارا ہر مرید مغفور ہے۔ اس سے زیادہ کے لیے میں نے درخواست کی تو مجھے الہام ہوا کہ تمہارا ہر معتقد مغفور ہے۔ پھر اس سے بھی زیادہ کے لیے میں نے درخواست کی تو حکم ہوا کہ جو شخص بھی قیامت تک تم سے تواتر کے ساتھ اعتقاد رکھے گا، وہ مغفور ہوگا۔''

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے تین مکتوبات شریف (جلد اوّل: مکتوب ۲۷۱، جلد دوّم، مکتوب ۷۷، جلد سوم، مکتوب ۱۰۵) آپ کے نام ہیں۔

وصیت:

آپ نے اپنے دوستوں اور احباب کو جو وصیتیں فرمائیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے:

''میں نے دنیا ڈھونڈ ڈالی، لیکن مجھے حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے صاحبزادگان (یعنی خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) جیسا کوئی بھی نہ ملا۔ بس تم میں سے جس کسی کو اللہ تعالیٰ کی طلب دامن گیر ہو، اسے چاہیے کہ ان کی خدمت میں پہنچے اور ان سے مستفیض ہونے کو اپنی سعادت سمجھے۔''

وصال مبارک:

آپ کا سال وصال نہیں ملتا، لیکن اندازہ ہے کہ آپ نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے وصال مبارک کے بعد رحلت فرمائی اور اپنے وطن عثمان پور (برک، افغانستان) میں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة.

جانشین:

آپ کے صاحبزادے آپ کے جانشین بنے، جو ایک قابل، مستعد اور طالب صادق نوجوان تھے اور حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) کے دست گرفتہ و تربیت یافتہ

تھے۔ حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں تعلیم طریقہ کی اجازت سے مشرف فرمایا تھا۔

مروی ہے کہ آپ کے یہ صاحبزادے آپ کو اطلاع دیے بغیر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سرہند شریف (ہندوستان) آ گئے تھے۔ وصال مبارک کے وقت آپ نے انھیں یاد فرمایا۔ پھر کچھ دیر کے بعد ارشاد فرمایا کہ مجھے بشارت ملی ہے کہ :۔ را فرزند حضرت مخدوم زادہ عالی قدر (حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں ہے اور اب حضرت مخدوم نے اسے اجازت وخلافت سے مشرف کر کے روانہ فرما دیا ہے۔ پس تھوڑی دیر بعد آ جائے گا اور وہی میرا قائم مقام ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ [۱۵]

حضرت شیخ حمید بنگالی رحمۃ اللہ علیہ

وطن:

آپ کا وطن شہر منگل کوٹ ضلع بردوان، بنگال تھا۔

تعلیم وتربیت:

آپ نے ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے وطن مالوف بنگال ہی میں حاصل کی۔ بعدازاں ظاہری علوم کی تحصیل کے لیے لاہور تشریف لائے اور فراغت کے بعد واپس لوٹ گئے۔

آگرہ میں قیام:

جب آپ تعلیم سے فراغت کے بعد لاہور سے اپنے وطن مالوف بنگال کے لیے روانہ ہوئے تو اوّل اکبرآباد (آگرہ) پہنچے۔ وہاں لشکر شاہی کے حضرت مفتی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے دیرینہ اور دوستانہ مراسم تھے۔ لہٰذا چند روز ان کے ہاں قیام کیا۔ ان دنوں آپ کو صوفیہ اور تصوف سے لگاؤ نہیں تھا۔ آپ کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) سے عقیدت نہ تھی۔ نیز مشرب وحدت الوجود کا شدید انکار کرتے تھے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت وبیعت:

اتفاق سے انہی دنوں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) بھی آگرہ میں تشریف فرما ہوئے اور حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کے قریب ہی قیام فرمایا۔ آپ نے یہ سنا تو پریشان ہو کر حضرت مفتی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ میں اس محلے میں کسی دوسری جگہ جا کر رہنا چاہتا ہوں۔ میری کتابیں اور رسائل مجھے واپس دیجیے۔ حضرت مفتی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے پریشانی اور تبدیلی مکان کی وجہ پوچھی تو آپ نے کہا کہ آپ کی ہمسائیگی میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ آئے ہوئے ہیں۔ میں ان سے آشنا ہوں۔ اگر ان سے ملوں تو مشکل اور اگر نہ ملوں تو بھی مشکل۔ حضرت مفتی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ وہ کس لیے؟ آپ نے کہا کہ میں اس طرح کے بزرگوں سے ملنے کی تاب نہیں رکھتا۔ پھر آپ وہاں سے چلے گئے

اور جاتے وقت ایک کتاب یہاں بھول گئے۔

اس طرح چند روز کے بعد آپ اپنی کتاب لینے حضرت مفتی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے گھر آئے تو اسی اثناء حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بھی مفتی صاحبؒ کے گھر تشریف فرما ہوئے۔ مفتی صاحبؒ نے انتہائی ادب و احترام سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا استقبال فرمایا اور بہت زیادہ تواضع سے پیش آئے۔ یہ دیکھ کر آپ کا رنگ فق ہو گیا اور آپ مفتی صاحبؒ کے مکان کے ایک کونے میں بیٹھ رہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مفتی صاحبؒ سے فرمایا کہ ہم آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنے کے لیے آئے ہیں۔ مفتی صاحبؒ نے عرض کیا کہ وہ کون سا مسئلہ ہے جو آپ سے پوشیدہ ہے؟ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چونکہ آپ مفتی ہیں، لہٰذا آپ سے پوچھ کر عمل کرنا احتیاط سے زیادہ قریب ہوگا۔ پھر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک انتہائی واضح اور صاف مسئلہ دریافت فرمایا۔ بعد ازاں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی طرف رُخ مبارک کیا اور فرمایا:

''ارے شیخ حمید! یہاں پر ہیں؟''

اس کے ساتھ ہی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے دو تین بار آپ پر نگاہ مبارک ڈالی اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے درخواست کی کہ حضرت آپ کے لیے کھانا تیار ہے، لیکن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے قبول نہ فرمایا۔ مفتی صاحبؒ دروازے تک حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ آئے اور بڑے ادب و احترام سے آپ کو رُخصت کیا۔

''رحمت حق بہانہ می جوید'' کے مصداق اس دوران آپ کے دل پر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت و عقیدت کے جذبات و اثرات نے یوں غلبہ کیا کہ آپ روتے ہوئے اور آنسو بہاتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے پیچھے چلنے لگے، لیکن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی طرف کوئی التفات نہ فرمایا۔

بالآخر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی جائے قیام پر پہنچ کر اندر تشریف لے گئے اور آپ دست بستہ و پریشان وخستہ حال باہر کھڑے رہ گئے۔ کچھ دیر بعد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلوت خاص میں طلب فرمایا اور توبہ و انابت کے بعد تعلیم طریقہ فرمائی اور جذبہ و نسبت

سے سرفراز فرمایا۔ اس کا آپ پر یہ اثر ہوا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں مشغول ہو گئے۔

سرہند شریف میں آمد:

کچھ دنوں کے بعد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) سرہند شریف کو واپس تشریف فرما ہوئے تو آپ بھی پاپیادہ بلاارادہ مگر دلدادہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ سرہند شریف چلے گئے۔

تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے تصرف وتوجہ سے توحید وجودی جس کے آپ منکر تھے، سے مغلوب الحال ہو گئے، حتیٰ کہ آپ ہر چیز سے عشق کرنے لگے اور انسان وحیوان کی حرکات وسکنات سے بھی آپ پر کیفیت طاری ہو جاتی تھیں۔

مروی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں آگرہ تشریف لے جانا، محض حضرت شیخ حمید بنگالی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنانے کے لیے تھا کہ آپ اس کام کے لیے مامور تھے۔ حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت شیخ حمید رحمۃ اللہ علیہ پر ایسا تصرف دیکھ کر مجھے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے مزید اخلاص واعتقاد پیدا ہوا۔ چنانچہ ایک امیر شخص جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے اچھی عقیدت نہ رکھتا تھا، نے حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ علما وعقلا کے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں، آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی کون سی کرامت دیکھ کر مرید ہو گئے۔ اس پر حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہم اہل علم اس سے زیادہ کوئی کرامت نہیں سمجھتے کہ شیخ عالم باعمل اور متبع سنت ہو۔ علم کے ساتھ اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ واہتمام ہم نے جیسا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ میں دیکھا اپنے زمانہ میں کسی دوسری جگہ نہیں دیکھا اور نہ سنا۔ بس ہمارے نزدیک یہی سب سے بڑی کرامت اور حاصل ولایت ہے۔

نیز جب کبھی کوئی شخص حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی کرامت دریافت کرتا تو آپ حضرت شیخ حمید بنگالی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا واقعہ کو شرح و تفصیل کے ساتھ بیان کرتے تھے۔

اجازت وخلافت:

آپ صرف ایک برس حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت و صحبت میں کمال خاکساری اور جاں سپاری کے ساتھ رہے اور سلوک کی منازل کو طے کر کے درجات ولایت پر فائز المرام ہوئے اور کمال وتکمیل کے بعد خلافت واجازت کا شرف پایا۔ شیخ ومرشد نے آپ کو تحریری خلافت نامہ عنایت فرمایا، جس کے الفاظ بطور تبرک یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

اَمَّا بَعْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ، فَيَقُوْلُ الْعَبْدُ الْمُفْتَقِرُ اِلٰى رَحْمَةِ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْوَلِيِّ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدُ الْاَحَدِ الْفَارُوْقِىْ النَّقْشَبَنْدِىْ رَحِمَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ رَحْمَةً وَّاسِعَةً. اِنَّ الْاَخَ الْعَالِمَ وَالصِّدِّيْقَ الصَّالِحَ جَامِعَ الْعُلُوْمِ الشَّرِيْعَةِ وَالطَّرِيْقَةِ وَالْحَقِيْقَةِ اَلشَّيْخَ حَمِيْدَ الْبَنْگَالِىَّ وَفَّقَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ لِمَا يُحِبُّ وَيَرْضَاه لَمَّا قَطَعَ مَنَازِلَ السُّلُوْكِ وَعَرَجَ مَعَارِجَ الْجَذْبَةِ وَوَصَلَ اِلٰى دَرَجَةَ الْوِلَايَةِ بَعْدَ اَنْ حَصَلَ لَهٗ اِنْدِرَاجُ النِّهَايَةِ فِى الْبِدَايَةِ اَجَزْتُ لَهٗ بِتَعْلِيْمِ الطَّرِيْقَةِ عَلٰى طَرِيْقَةِ الْمَشَائِخِ النَّقْشَبَنْدِيَةِ قَدَّسَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَسْرَارَهُمُ الطَّالِبِيْنَ الْمُسْتَرْشِدِيْنَ وَالْمُرِيْدِيْنَ الْمُخْلِصِيْنَ بَعْدَ الْاِسْتِخَارَةِ وَحُصُوْلِ الْاِذْنِ مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَالْمَسْئُوْلُ مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ اَنْ يَّعْصِمَه عَمَّا لَا يَلِيْقُ وَيَحْفِظَهٗ عَمَّا لَا يَنْبَغِىْ وَاَنْ ثَبَتَ عَلٰى مُتَابِعَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمَاتِ.

ترجمہ: ''حمد اور صلوٰۃ کے بعد یہ ضعیف بندہ احمد بن عبدالاحد فاروقی نقشبندی رحمهما اللّٰهُ سُبْحَانَه رَحْمَةً وَّاسِعَةً جو بادشاہ حقیقی اور مددگار اللہ سبحانہ کی رحمت کا طلب گار ہے، کہتا ہے کہ ہمارے بھائی شیخ حمید بنگالی جو عالم، صدیق، نیک اور شریعت، حقیقت اور طریقت کے تمام علوم کے جامع ہیں۔ اللہ ان کو ایسے کاموں کے کرنے کی توفیق عطا کرے،

جن کو وہ پسند کرتا ہے اور جن پر وہ راضی ہوتا ہے۔ جب اس نے سلوک کی منازل طے کرلیں اور جذب کی سیڑھیوں پر چڑھ گیا اور ولایت کے درجہ تک پہنچ گیا اور شروع سے آخر تک تمام درجات کو حاصل کرلیا تو میں نے اس کو نقشبندیہ مشائخ کے طریقے پر طریقت کی تعلیم دینے کی استخارہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے اجازت لے کر ہدایت کے طلب گاروں، مریدین، مخلصین کو طریقہ کی تعلیم دینے کی اجازت دے دی ہے اور میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اس کو ایسے کاموں سے بچائے، جن کو وہ پسند نہیں کرتا اور ان کو سیّد المرسلین ﷺ کی اتباع پر ثابت قدم رکھے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی جوتی مبارک:

جیسا کہ مشائخ عظام کا دستور ہے کہ وہ اپنے خلیفہ کو رخصت کرتے وقت خرقہ خلافت عنایت فرماتے ہیں۔ آپ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت! مجھے خرقہ خلافت کی بجائے آپ کی جوتی مبارک کافی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی التماس کے مطابق اپنے ایک پاؤں کی جوتی عنایت فرمادی۔ آپ نے اس جوتی کو اپنے دانتوں سے اُٹھایا اور بصد گریہ زاری اور بے قراری اُلٹے پاؤں روانہ ہوئے۔ جو لوگ آپ کے ساتھ گئے تھے، ان کا کہنا ہے کہ آپ اسی طرح جارہے تھے۔ پھر اس جوتی کو انہوں نے اپنی پگڑی میں باندھ لیا اور سر پر تاج کی طرح رکھے ہوئے وطن مالوف پہنچے:

اگر خاکے ازین کو برسر آید
مرا بہتر ز چندین افسر آید

یعنی: اگر اس کوچے کی کچھ خاک ہاتھ لگے تو میرے لیے کئی تاج سر سے بہتر ہے۔

اپنے گھر پہنچ کر آپ نے اس جوتی مبارک کے لیے ایک الگ حجرہ بنوایا اور اسے بڑے

احترام کے ساتھ اس میں رکھا۔ حضرت محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء) نے اپنی کتاب ''زبدہ المقامات'' میں لکھا ہے:

> ''اس وقت اس بات کو بیس برس سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے، وہ جوتی مبارک اس ملک میں متبرک اور زیارت گاہ ہے۔ اہل حاجت مشکلات سے نجات کے لیے اور مریض شفایابی کے لیے آتے ہیں اور اپنی مرادوں کو حاصل کرتے ہیں، یہاں تک کہ اس علاقے میں معالجین کی ضرورت بہت پڑتی ہے۔''

دینی وروحانی خدمات:

سرہند شریف سے بنگال واپس آنے کے بعد آپ نے دوبارہ وہاں حاضری کا شرف نہیں پایا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کثیر العیال تھے۔ آخری دم تک اس علاقے میں افاضہ وافادہ میں مصروف رہے۔ دینی علوم کے طلباء کی ایک جماعت اور سالکان طریقت کا ایک گروہ ہمیشہ آپ کے فیوض وبرکات سے مستفید ہوتا رہا۔

مقام ومرتبہ:

آپ جامع علوم معقول ومنقول تھے۔ آپ کا تشرع وتقویٰ، رعایت عزیمت اور ترک رُخصت کمال درجہ کا تھا۔ آداب سلسلہ نقشبندیہ کا اتباع اور طریقہ احمدیہ کی موافقت آپ کے صفات حمیدہ اور خصائل پسندیدہ میں داخل تھی۔ آپ کے فقر وقناعت اور استقامت کا بیان زبان قلم سے ادا نہیں ہوسکتا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے پانچ مکتوبات گرامی (۱:۱۵۸، ۲۲۰، ۲۹۲، ۲:۴۶، ۸۴) آپ کے نام ہیں۔

وصال مبارک:

آپ نے ۱۰۵۰ھ/ ۴۱-۱۶۴۰ء میں وصال مبارک اپنے وطن مالوف منگل کوٹ، ضلع بردوان، بنگال میں ہوا اور وہیں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.
آپ کا مزار مرجع الخلائق ہے۔

جانشین:

آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ آپ کے جانشین مقرر ہوئے، جو ایک صاحب احوال و مقامات اور استقامت و کرامت بزرگ تھے۔ عمر بھر طالبین کے افاضہ و افادہ میں سرگرم رہے۔ ان کی صحبت اثر آفرین اور مقبولیت عظیم تھی۔[۱۱۶]

حضرت حاجی خضر خان افغان بہلول پوری رحمۃ اللہ علیہ

وطن:

آپ سرہند شریف (ہندوستان) کے مضافات میں قصبہ بہلول میں پیدا ہوئے۔

صحبت مشائخ کا ذوق:

آپ شروع میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے والد گرامی حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۹ء) کی صحبت میں رہے۔ پھر ولولہ شوق اور غلبہ عشق نے آلیا اور تجرید وتفرید کی حالت میں سیاحت میں مشغول ہوگئے اور کئی مشائخ وفقراء کی زیارت وخدمت وصحبت کا شرف حاصل کیا۔ حجاز مقدس، دیار عرب اور بیت المقدس کے سفر و زیارت کا موقع بھی نصیب ہوا۔ ہر مقام پر حکایات شیریں اور معاملات رنگین پیش آئے، جس کی تفصیل طولانی ہے۔ مگر کسی جگہ بھی دل کو قرار نہ آیا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے تو دل کو تسکین وقرار حاصل ہوگیا۔ پس آپ کی صحبت کو لازم پکڑا۔ تلقین ذکر کی سعادت پائی اور پھر واردات ومقامات عالیہ نصیب ہو گئے۔

شفقت پیر ومرشد:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) آپ پر بڑے شفیق ومہربان تھے اور آپ سے اکثر خوش طبعی فرماتے اور مذاق میں آپ کو "خضرا" کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ بھی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دیدار کے عاشق ومتوالے تھے اور اپنے پیر ومرشد کے ہر لطف و کرم پر اپنی جان چھڑکتے تھے۔ آپ کے نام حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب گرامی (دفتر ا: ۱۳۷) موجود ہے۔

خوش الحانی:

آپ بڑے خوش الحان تھے۔ بڑی خوش الحانی اور بلند آواز سے اذان دیتے تھے۔ آپ

کی اذان دل پر بڑا اثر کرتی تھی۔ جب تک حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت میں رہے، کسی اور نے اذان نہیں دی۔ جمعہ کی رات حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد کے حجرے میں بڑی خوش الحانی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح اکثر راتوں میں سحری کے وقت خوش الحانی سے نعت پڑھتے اور گریہ زاری میں مشغول رہتے تھے۔

عبادت وخدمت گزاری:

آپ کو عبادت وریاضت سے خصوصی شغف تھا۔ رمضان المبارک کے اعتکاف میں ذکر وتلاوت میں مشغول رہتے۔ فرائض کے علاوہ نوافل اور اذکار ومراقبہ کا اہتمام فرماتے۔ صاحب استغراق اور جوش وولولہ تھے۔ دردمندی، سوز وگداز اور یاران طریقت ومخلصین کی خدمت گزاری آپ کا شیوہ تھا۔ ایک لمحہ بھی (یادِ خدا) سے غافل نہیں رہتے تھے۔ رات اللہ کے حضور عجز وانکسار، صفا وحضور اور گریہ زاری میں بسر فرماتے تھے۔

فضل الٰہی:

مروی ہے کہ ایک روز حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے ابلیس کو دیکھا تو اس سے دریافت کیا کہ میرے مریدوں میں سے کون ہے جس پر تیرا تصرف بہت کم چلتا ہے؟ اس نے کہا ''حاجی خضر''۔

خلافت واجازت:

آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے مخلص مرید اور خلیفہ مجاز تھے۔ بہلول پور اور جواڑہ وغیرہ میں بہت زیادہ افغانوں نے آپ ہی کی صحبت کے طفیل ہدایت پائی۔ ان حضرات ہی میں سے ایک حضرت شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء) تھے، جنہوں نے اوّل آپ سے طریقہ نقشبندیہ سیکھا اور کسب کمالات کیا، پھر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپ سے بہت زیادہ لوگوں نے فیض پایا اور بہت سے طالبین مراتب کمال تک پہنچے۔

محبت وعقیدت حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) سے بے پناہ محبت وعقیدت تھی۔ آپ بجواڑہ میں تھے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر پہنچی۔ سنتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ ہوش آیا تو گرتے پڑتے، روتے دھوتے اور آہ وفریاد کرتے ہوئے سرہند شریف پہنچے اور خود کو حضرات صاحبزادگان کے قدموں میں ڈال دیا۔ فرطِ محبت سے بے طاقت اور افراط عشق سے بے تاب ہو گئے۔ اذان کا وقت آیا تو اذان دی۔ حاضرین اور اہل محلّہ کو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ یاد آ گیا اور ماحول سوگوار ہو گیا۔

وصال مبارک:

آپ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے وصال مبارک کے ایک برس بعد ۱۰۳۵ھ/ ۱۶۲۵ء میں وصال فرمایا اور اپنے وطن مالوف بہلول (ہندوستان) میں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً [۱]

میر صفر احمد رومی رحمۃ اللہ علیہ

وطن:

آپ ملک روم کے مشائخ کبار میں سے تھے۔ صحیح النسب سیّد تھے۔

زیارت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم:

آپ نے زیارت حرمین شریفین کا شرف حاصل کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور پر حاضری دی۔ روضہ مبارک کے بالمقابل عجز وانکساری سے بیٹھے تھے کہ ایک واقعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف پایا۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سرہند جا کر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت میں حاضر ہونے کی ہدایت فرمائی۔

بیعت طریقت:

چنانچہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا حکم پر سرہند شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ ۱۰۱۲ھ/۴-۳-۱۶۰۳ء میں لاہور پہنچے تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) بھی اسی شہر میں تشریف فرما تھے۔ آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بیعت کا شرف حاصل کیا۔ بعدازاں سرہند شریف میں بھی حاضر رہے اور باطنی سلوک کے مقامات ودرجات کی تکمیل کی۔ بالآخر خلافت واجازت کا شرف پایا۔ آپ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دو مکتوبات گرامی (۱:۷۰،۱۲:۳:۶۵) موجود ہیں۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ قرابت داری:

۲۷ ذی الحجہ ۱۰۲۱ھ/ ۸ فروری ۱۶۱۳ء کو آپ کی دختر نیک اختر کی شادی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) سے ہوئی، یہ رشتہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کی خواہش پر ہوا اور شادی کی تمام رسومات مسنون طریقہ پر انجام پائیں۔

وصال مبارک:

آپ نے ۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۱ء میں سرہند شریف میں وصال فرمایا اور اسی شہر مقدس میں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً [1]

خواجہ عبیداللہ عرف خواجہ کلاں رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کے بڑے صاحبزادے تھے۔ یکم ربیع الاوّل ۱۰۱۰ھ/ ۲۰- اگست ۱۶۰۱ء کو دہلی میں ولادت ہوئی اور ۱۸ جمادی الثانی ۱۰۷۴ھ/ ۷ جنوری ۱۶۶۴ء کو وصال فرمایا۔ آپ کی تاریخ وصال ۱۸ جمادی الاوّل ۱۰۷۳ھ/ ۱۷ جنوری ۱۶۶۳ء بھی منقول ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ آپ نے اپنے والد بزرگوار کے قریب دہلی میں اسی قبرستان میں آخری آرام گاہ پائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.[۹]

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی دو محترم ازواج تھیں، جن کے بطن مبارک سے یہ دونوں بھائی ایک ہی سال (۱۰۱۰ھ/ ۱۶۰۱ء) میں پیدا ہوئے۔ دونوں بھائی چودہ برس کی عمر میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپ کے تفصیلی حالات زیر نظر کتاب کے باب اوّل کی فصل نہم میں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کی اولاد امجاد کے تحت درج ہیں۔[۹]

حضرت خواجہ عبداللہ عرف خواجہ خورد رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ ۶ رجب المرجب ۱۰۱۰ھ/ ۲۱ دسمبر ۱۶۱۰ء کو دہلی میں پیدا ہوئے اور ۲۵ جمادی الاوّل ۱۰۷۵ھ/ ۴ دسمبر ۱۶۶۴ء کو دہلی میں وصال فرمایا۔ آپ کی تاریخ وصال بروز بدھ ۲۵ جمادی الاوّل ۱۰۷۴ھ/ ۱۵ دسمبر ۱۶۶۳ء بھی منقول ہے واللہ اعلم بالصواب۔ آپ اپنے والد بزرگوارؒ کے قریب اسی قبرستان میں محو استراحت ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔ [۱۲۰]

آپ کے تفصیلی حالات زیر نظر کتاب کے باب اوّل کی فصل نہم میں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کی اولاد امجاد کے تحت درج ہیں۔ [۱۲۰]

حضرت عبدالحی حصاری عِشیہ

وطن:

آپ کے والد بزرگوار خواجہ چاکر حنفی عِشیہ ایران کے علاقہ اصفہان میں توران سے شمال کی جانب واقعہ حصار شادمان کے باشندے تھے۔

ولادت:

آپ تقریباً ۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء میں حصار شادمان (ایران) میں پیدا ہوئے۔

علم وفضل:

آپ حصار شادمان (ایران) کے بہت بڑے عالم اور صاحب مقامات بلند تھے۔ ورع وتقویٰ اور طریقہ پر استقامت میں یگانہ روزگار تھے۔

ہندوستان آمد:

آپ حصار شادمان (ایران) سے ہندوستان آئے اور پٹنہ میں سکونت اختیار کر لی۔

بیعت طریقت:

سعادت ازلی نے مدد فرمائی اور آپ توفیق الٰہی سے تجرید وتفرید اور عقیدت وخلوت کے ساتھ حضرت مجدد عِشیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کا شرف حاصل کیا۔ جلد ہی حضرت مجدد الف ثانی عِشیہ کے مقربین اور محرمان راز میں شامل ہو گئے۔ آپ خلوت وجلوت میں حضرت مجدد عِشیہ کی خدمت میں حاضر رہتے اور حضرت کی اکثر خدمات آپ ہی سے متعلق رہتی تھیں۔ آپ جو چاہتے حضرتؒ سے دریافت کرتے اور جواب حاصل کرتے۔

مکتوبات امام ربانی (دفتر دوّم) کی جمع آوری کی سعادت:

آپ ایک عرصہ تک حضرت مجدد الف ثانی عِشیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت میں

رہے۔ بہت سے اسرار خاص حضرت کی زبان مبارک سے سننے کا شرف پایا۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی فرمائش پر آپ نے ۱۰۲۸ھ/ ۱۶۱۹ء میں مکتوبات امام ربانی (دفتر دوّم) کی جمع آوری کی سعادت حاصل کی ہے۔ اس میں ننانوے مکتوبات شریف ہیں اور تاریخی نام ''نورالخلایق'' (۱۰۲۸ھ) ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پانچ مکتوبات گرامی (دفتر ا: ۲۷۷، ۲۹۱، ۳۰۴، ۲: ۷، ۳۷) آپ کے نام ہیں۔

خلافت واجازت:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) نے تکمیل سلوک کے بعد آپ کو خلافت کی اجازت سے مشرف فرمایا اور اپنے شہر پٹنہ روانہ فرمایا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے:

''شیخ عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام کا قطب ہے۔''

جب آپ پٹنہ میں پہنچے تو خاص وعام نے آپ کو گھیر لیا۔ آپ حضرت شیخ نور محمد پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت میں لوگوں کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے فیوض وبرکات سے لذت آشنا کرتے رہے۔ آپ کو قبول عظیم حاصل ہوا۔ بہت سے لوگ آپ کے مریدان رشید بنے اور عقیدتمندوں میں سے کئی اہل ارشاد خلفاء کی صف میں شامل ہوئے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے پٹنہ کے صوبہ دار کو تحریر فرمایا:

''دو اہل اللہ شیخ عبدالحی اور شیخ نور محمد کا ایک شہر (پٹنہ) میں جمع ہونا قران السعیدین (کی طرح) ہے۔''

مقام ومنزلت:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) نے حضرت شیخ نور محمد پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مکتوب شریف تحریر فرمایا، جس میں آپ کے مقام ومنزلت کی یوں شرح فرمائی:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اس جانب

کے فقراء کے حالات وکیفیات ستائش (الٰہی) کے لائق ہیں اور آپ کی
استقامت اللہ تعالیٰ سے مطلوب ہے۔ برادرم شیخ میاں عبدالحی آپ کا
ہم شہری ہے اور آپ کے قرب و جوار میں آیا ہے۔ عجیب علوم و
معارف کا مجموعہ ہے اور اس راستے کی ضروری چیزیں اس کے پاس
امانت ہیں۔ اس کی ملاقات دور افتادہ احباب کے لیے غنیمت ہے،
کیونکہ وہ نیا آیا ہے اور نئی چیزیں لایا ہے۔ فنا وبقا کا اس کے پاس نشان
ہے اور جذبہ وسلوک کا اس کے پاس بیان ہے، بلکہ فنا وبقا متعارف کے
سوا اور جذبہ وسلوک مقررہ سے آگے بھی واقف ہے، بلکہ وہاں اس کا
گزر ہے۔ مکتوبات کے بہت سے معارف غریبہ اس نے سنے ہوئے
ہیں اور حتی المقدور استفسار حاصل کیے ہیں۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ
الْمُوَفِّقِ۔ آپ اپنے احوال کو مفصل طور پر مشار الیہ کے پاس بیان کر
دیں۔ اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔ وَالسَّلَام۔''

سفر حج:

آپ نے ۶۰ برس کی عمر میں ۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۱ء میں حرمین شریفین کا سفر اختیار فرمایا۔ پٹنہ سے سرہند شریف آئے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے مزار انور پر حاضری دی اور مخدوم زادگان کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ بعد ازاں حرمین شریفین کی جانب عازم ہوئے۔ آپ نے ہر قدم توکل کے ساتھ اُٹھایا اور حجاز مقدس میں بھی مقبولیت پائی۔

منقول ہے کہ واپسی کے لیے جہاز میں سوار ہوئے، جس میں دوسرے حجاج بھی اپنے وطن واپس آ رہے تھے۔ کئی روز تک یہ جہاز اپنی جگہ سے ہل نہ سکا، جس کی وجہ سے سب لوگ حیران ہو گئے۔ بالآخر آپ نے فرمایا:

> ''سب حضرات روانہ ہو جائیں، میں جہاز سے نیچے اُتر جاتا ہوں۔
> میں ایک حج اور کروں گا اور جہاز کا رُکنا میری وجہ سے ہے، کیونکہ مجھے
> ابھی جانے کی اجازت نہیں ہے۔''

جونہی آپ جہاز سے نیچے اُترے، جہاز چل پڑا۔ کہتے ہیں کہ آپ کا حرمین شریفین میں دوسرے حج کے لیے رُکنا نبی کریم ﷺ کے مبارک اشارے سے تھا۔

وصال مبارک:

آپ نے ۱۰۷۰ھ/۶۰-۱۶۵۹ء میں وصال فرمایا۔ [۱۲۱]

حضرت مولانا عبدالاحد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

ارادت:

آپ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کے مرید تھے۔ حضرت خواجہ قدس سرہ نے جس جماعت کو تعلیم و تربیت کے لیے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت میں بھیجا تھا، اس میں آپ بھی شامل تھے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت و ارادت میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مقامات طے کیے اور اجازت وخلافت کا شرف پایا۔

ذوقِ عبادت:

آپ مراقبہ وعبادت کا بہت زیادہ ذوق وشوق رکھتے تھے۔ ایک روز عبادت کے خصوصی ذوق کی حالت جو آپ نے پائی تھی، اس کے تحت حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء) سے پوچھا کہ بہشت میں نماز ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ کیونکہ وہ عمل کی جزا کی جگہ ہے، نہ کہ عمل کرنے کی جگہ۔

اس پر آپ نے یہ سرد آہ بھری اور رونے لگے اور کہا:

"آہ! نماز اور اس بے نیاز ذات کی بندگی کے بغیر کس طرح زندہ رہیں گے؟"

ایک دفعہ آپ نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت میں عریضہ تحریر کیا تو اس میں یوں لکھا:

"کبھی کبھی نماز میں سجدہ کے وقت ایک ایسی حالت رونما ہوتی ہے کہ سجدہ سے سر اُٹھانا ہرگز اچھا نہیں لگتا۔"

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کی شفقت:

ایک دفعہ آپ تجارت کی غرض سے بخارا تشریف فرما ہوئے تو وہاں کی مسجد مغاک، جو اس مبارک شہر کے متبرک مقامات میں سے ہے، میں نماز پڑھنے کے لیے جاتے تھے۔ نماز

عشاء کی ادائیگی کے بعد آپ نوافل میں مشغول ہو جاتے تھے۔ ایک رات مسجد کے خادم نے آپ سے کہا: ''میں مسجد کا دروازہ بند کرتا ہوں۔ آپ اپنے گھر جا کر نوافل ادا کریں۔''

اس نے یہ الفاظ غصے میں کہے۔ اسی رات خادم نے خواب میں حضرت خواجہ بزرگ (بہاء الدین نقشبند) رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا، جنہوں نے اس سے فرمایا:

''وہ ہندوستانی درویش سوداگر ہمارے دوستوں میں سے ہے، اس کا لحاظ کرو (اور جا کر) معذرت کرو۔''

پس اس خادم نے آپ کے پاس آ کر بہت زیادہ معذرت کی اور معافی مانگی۔

حضرت مجدد قدس سرہ کا ارشاد:

آپ فرماتے تھے کہ جن دنوں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ وہاں ایک سبزی فروش بوڑھا حضرت کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ حضرتؒ نے اس کا بہت احترام کیا۔ اس پر حاضرین کو حیرانی ہوئی۔ تنہائی میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا راز دریافت کیا گیا تو حضرتؒ نے فرمایا کہ وہ ابدال میں سے ہیں۔ [۱۲۲]

حضرت شیخ عبدالہادی فاروقی بدایوانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اپنے علاقے کے مشاہیر میں سے تھے۔ بعدازاں حضرت خواجہ قدس سرہ نے آپ کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے ہمراہ دہلی سے سرہند شریف بھیج دیا۔ آپ نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض وبرکات کسب واخذ کیے۔

مقام ومنزلت:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کی خدمت میں عریضہ لکھا، اوراس میں اپنے مسترشدین کی ترقیات کا تذکرہ فرمایا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں آپ کے ابتدائی سلوک کا حال یوں تحریر فرمایا:

> ''مولانا عبدالہادی نے نقطہ فوق میں استغراق کے ساتھ حضور پیدا کیا ہے، نیز وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ مطلق پاک، یعنی اللہ تعالیٰ کو اشیاء میں تنزیہی صفت سے دیکھتا ہوں اور افعال کو بھی اسی (حق تعالیٰ) سے جانتا ہوں۔'' (دیکھئے: جلد ا: مکتوب ۱۴، ص ۳۵)۔

آپ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب گرامی (دفتر ا: ۲۶۵، ص ۴۹۵) موجود ہے۔

خلافت واجازت:

بعدازاں آپ بہت عرصہ تک حضرت مجدد الف ثانی ا (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت وصحبت میں رہے اور کمالات ومقامات کا اکتساب کیا۔ بالآخر شیخ ومرشد نے آپ کو خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔

حسرت وافسوس:

حضرت مولانا یار محمد قدیم بدخشی طالقانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۶ھ/ ۳۷-۱۶۳۶ء) اور آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت میں قیام کے زمانے میں ایک ہی حجرے میں رہتے تھے۔ حضرت مولانا یار محمد بدخشی رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ رات بھر نماز فجر تک نوافل میں مشغول رہتے تھے، لیکن آپ اپنی سخت بیماری کی وجہ سے اتنی ریاضت وعبادت نہیں کر سکتے تھے، لہٰذا اس پر بہت زیادہ افسوس وحسرت کرتے تھے۔ نیز مولانا یار محمد قدیم رحمۃ اللہ علیہ کے حال پر رشک کرتے تھے۔ ایک روز حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: ''سبحان اللہ! شیخ عبد الہادی کی حسرت وافسوس نے مولانا یار محمد قدیم رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت پر سبقت حاصل کر لی اور ان کے کام کو مولانا کے کام سے آگے بڑھا دیا گیا، پستی سے بلندی پر پہنچا دیا، بے شک بہت عطا فرمانے والے کا کام اسی طرح ہونا چاہیے۔''

وصال مبارک:

بالآخر آپ نے ۹ شعبان المعظم ۱۰۴۹ھ/ ۱۰ مارچ ۱۷۲۹ء کو بدایوں (ہندوستان) میں وصال فرمایا اور تکیہ خرم شاہ (بدایوں) میں آسودہ خاک ہوئے۔ آپ کا مزار مرجع الخلائق ہے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔[۱۲۳]

حضرت مولانا فرخ حسین ہروی رحمۃ اللہ علیہ

وطن ومولد:

آپ ہرات (افغانستان) میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی اور اس زمانہ کے اساتذہ سے علم حاصل کیا۔ یہ بھی مروی ہے کہ آپ بدخشاں اور ماوراء النہر سے تعلق رکھتے تھے اور وہاں کے مشائخ کبار میں شامل تھے۔

ہندوستان آمد:

آپ نے اپنے وطن میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی تجدید و قبولیت کے بارے میں بعض مشائخ سے بشارتیں پائیں تو ہندوستان کا سفر اختیار کیا۔ شاہزادہ شجاع بن شاہ جہاں کے مقرب بنے اور سفر وحضر میں اس کے ساتھ رہتے تھے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت:

آپ ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء میں لاہور پہنچے تو اتفاق سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) ان دنوں یہیں تشریف فرما تھے۔ آپ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

خلافت واجازت:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی صحبت میں فیوض و برکات حاصل کیں۔ تکمیل وسلوک کے بعد خلافت واجازت سے مشرف ہوئے۔

ترویج سلسلہ:

آپ ڈھاکہ (بنگلہ دیش) میں آئے تو یہیں مقیم ہو گئے۔ درس وتدریس کی خدمات انجام دینے لگے اور ساتھ ہی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج وترقی کے لیے کوشاں رہے۔ بہت سے علماء نے آپ سے طریقہ اخذ وکسب کیا۔

وصال مبارک:

آپ نے ۱۰ محرم ۱۰۶۸ھ/ ۱۸- اکتوبر ۱۶۵۷ء کو نماز فجر کے آخری سجدہ میں وصال فرمایا اور ڈھاکہ (بنگلہ دیش) میں آسودہ خاک ہوئے۔ آپ کا مزار مرجع الخلائق ہے۔ فَرَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃ.

شاعری:

آپ فارسی زبان میں شعر کہتے تھے۔ ایک شعر درج ذیل ہے:

جدا از صحبت جاناں دریں مجلس بجام اندر
بجائے بادہ دارم نیمہ خوں نیمہ آتش [۱۲۴]

یعنی: محبوب کی صحبت سے جدا ہوں (اور) اس مجلس میں جام کے اندر شراب کی بجائے آدھا خون (اور) آدھی آگ رکھتا ہوں۔

حضرت مولانا قاسم علی بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

ارادت اوّل:

آپ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کے ان ارادتمندوں اور احباب میں شامل تھے، جن کو انہوں نے تربیت وتعلیم کے لیے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے سپرد فرمایا تھا۔

تکمیل سلوک:

سرہند شریف (ہندوستان) میں پہنچ کر آپ سالہا سال حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت وصحبت میں رہ کر دریائے معرفت سے گوہر مقصود حاصل کرتے رہے اور بالآخر مقام تکمیل تک رسائی کا شرف حاصل کیا۔

مقام ومنزلت:

آپ کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کی خدمت میں اپنے مکتوب شریف میں یوں تحریر فرمایا:

> ''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا قاسم علی کو مقام تکمیل سے حصہ حاصل ہے، اسی طرح اس جگہ بعض دوستوں کا بھی اس مقام سے حصہ معلوم ہوتا ہے اور حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔'' (دیکھئے: جلد ا، مکتوب ۱۱، ص ۳۰)۔

فناومحویت:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے ایک اور مکتوب میں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کی خدمت میں آپ کی روحانی ترقیات کا ذکر اس طرح فرمایا ہے:

''ملا قاسم علی کی حالت بہتر ہے۔ اس پر استہلاک واستغراق (فنا و محویت) کا غلبہ ہے اور اس نے جذبہ (سیر النفسی) کے تمام مقامات سے اوپر قدم رکھا ہے۔ پہلے وہ صفات کو اصل (اپنی ذات) سے دیکھتا تھا، اب اس کے باوجود صفات کو اپنے آپ سے جدا دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو بالکل خالی پاتا ہے، بلکہ اس نور کو بھی جس کے ساتھ صفات قائم ہیں، اپنے آپ سے جدا دیکھتا ہے اور خود کو اس نور سے ایک طرف (الگ) پاتا ہے۔'' (دیکھیے: جلد ا، مکتوب ا:۴)۔

نیز حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک دوسرے مکتوب شریف بنام حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ میں آپ کے بارے میں یوں تحریر فرمایا ہے:

''ملا قاسم علی و ملا مودود محمد اور عبد المومن بظاہر مقام جذبہ (سیر النفسی) کے نقطہ فوق تک پہنچ گئے ہیں، لیکن ملا قاسم علی نزول کی طرف (یعنی تکمیل و ارشاد کے لیے مخلوق کی طرف) توجہ رکھتا ہے۔'' (دیکھیے: جلد ا، مکتوب ۱۴، ص ۳۵)۔

مکتوبات امام ربانی دفتر اوّل کا مکتوب ۱۱۸، ص ۲۲۷ آپ کے نام ہے۔[۱۲۵]

حضرت شیخ کریم الدین عرف عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ

وطن:

آپ موضع عثمان پور کھتر، ضلع اٹک، نزد حسن ابدال کے رہنے والے تھے۔

علوم ظاہری کی تحصیل:

آپ نے اپنے علاقہ میں علوم ظاہری کی ابتدائی تعلیم حاصل کی اور بعدازاں عالم جوانی میں تحصیل علم کی خاطر لاہور میں وارد ہوئے اور یہاں علم حاصل کرتے رہے۔

عبادت وریاضت:

آپ لاہور میں ظاہری علوم کی تحصیل میں مصروف تھے کہ دل میں خیال آیا کہ اگر اسی حال میں فوت ہو گیا تو گویا میں خدا کو پہچانے بغیر مر گیا۔ بس پڑھنا چھوڑ دیا اور اپنے گھر عثمان پور، ضلع اٹک آ گئے۔ عبادت وریاضت میں مشغول ہو گئے۔

روحانی خواب:

اس دوران آپ کے دل میں تلاش مرشد کا جذبہ پیدا ہوا۔ ایک رات خواب میں ایک بزرگ کی زیارت ہوئی تو ان کے شمائل مبارک کو دیکھ کر دل میں خیال گزرا کہ میں تو اسی بزرگ کا مرید بنوں گا۔

تلاش مرشد:

جب آپ خواب سے بیدار ہوئے تو سوچنے لگے کہ ان بزرگ کو کہاں پاؤں؟ دوسری رات پھر وہی خواب آیا۔ بعدازاں چند روز تک ان کی زیارت نہ ہوئی تو بے چین ہو گئے۔ ایک روز اپنے ایک ہمراز دوست سے کہا کہ آج رات کو تہجد کے بعد مجھے اشارہ کر دینا تو میں والدین کو بتائے بغیر راہ خدا کی طلب میں نکل جاؤں گا۔ اس طرح اس رات گھر سے نکلے اور سرہند شریف (ہندوستان) پہنچ گئے۔ وہاں ایک صوفی منش سے ملاقات ہوئی۔ ان سے اپنے

مقصد کا اظہار کیا تو انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کا پتہ بتایا اور حضرت کی مسجد اور خانقاہ دکھائی۔ آپ وہاں گئے اور دروازہ کے باہر کھڑے ہو گئے۔ آپ کی ظاہری حالت بہت افلاس کی تھی۔ لہٰذا آپ کو دیکھ کر ایک فقیر اندر گیا اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت ایک مفلس شخص آیا ہے، جو حاضر خدمت ہونا چاہتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسے اندر لے آؤ۔ پس آپ اندر داخل ہوئے اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک دیکھا تو بالکل وہی صورت وحلیہ تھا، جو آپ نے کئی بار خواب میں دیکھا تھا۔ آپ نے چاہا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں گر جاؤں، لیکن حضرت رضی اللہ عنہ نے آپ کو بغل میں لے لیا اور کچھ دیر اپنے سینہ مبارک سے لگائے رکھا۔ بعد ازاں حجرے میں لے گئے اور ذکر کا طریقہ سکھایا اور یوں آپ کو گوہر مقصود حاصل ہو گیا۔

اجازت وخلافت:

بعد ازاں آپ نے قلیل عرصہ میں ترقیات حاصل کیں اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے کمال شفقت سے آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیم وتربیت کے بعد اجازت سے مشرف فرمایا۔ آپ اپنے علاقہ میں لوگوں کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض وبرکات سے مستفید کرنے لگے۔ اس علاقے کے بہت سے لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی سعادت پائی اور بیعت کر کے ذکر وشغل میں مصروف ہو گئے۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے اپنے وطن (عثمان پور، اٹک) سے آ رہے تھے تو فضل آباد کی سرائے میں (خواب میں) دیکھا کہ آپ کو سلطنت کے تخت پر بٹھا دیا گیا ہے اور بادشاہ دست بستہ سامنے کھڑا ہے۔ جب آپ وہاں سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت آپ کو خلافت مطلق عنایت فرما دی۔ مذکور ہے کہ قبل ازیں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی بار آپ کو دس آدمیوں کے مرید کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور دوسری دفعہ ستر آدمیوں کو تعلیم طریقہ کی اجازت عنایت فرمائی اور تیسری بار خلافت مطلق عطا فرمائی تھی۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت:

جن دنوں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے خلوت گزینی اختیار فرمائی۔ احباب میں بہت کم لوگ تھے، جو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خلوت گاہ میں داخل ہو سکتے تھے۔ آپ پر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی خصوصی عنایت تھی کہ آپ کے بارے میں فرما رکھا تھا:

> ''شیخ (کریم الدین) اپنے دوستوں کے ساتھ آیا کریں تو انھیں کوئی (میرے پاس آنے سے) منع نہ کرے۔''

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے فیض:

ایک روز آپ نے ایک واقع میں حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۶۱ھ/ ۱۱۶۶ء) کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں:

''تم ہماری جانب آؤ۔''

آپ کو اس وقت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کا خوف غالب آیا اور خیال کیا کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی نعمت کا پروردہ ہوں، لہٰذا غوث اعظم قدس سرہ کی جانب اگر جاؤں تو ٹھیک نہیں ہے۔ آپ خاموش ہو گئے اور غلبہ خوف سے اس واقعے سے ہوشیار ہو گئے۔ بعدازاں ایک سال حالت یہ رہی کہ آپ جس کسی کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تعلیم فرماتے تو عین ذکر کی حالت میں اسے ازخود طریقہ قادریہ کی نسبت بھی حاصل ہو جاتی۔

بلندی مقام:

آپ پر ایسا وقت بھی آیا کہ اس وقت خود کو ایسا پاتے کہ اگر عالم آپ کی نظر میں آ جائے تو آپ ایک نگاہ میں اسے اس کے مقصود تک پہنچا دیں۔

تاثیر نگاہ:

ایک روز ایک ملازمہ آپ کے پاس آئی اور کہا کہ فلاں بی بی نے یہ قیمتی رقم نذرانہ آپ کی خدمت میں بھیجی ہے۔ اتفاق سے اس وقت آپ اپنے مریدوں کے ساتھ مراقبہ میں

مصروف تھے۔ آپ نے سر اُٹھایا تو آپ کی نگاہ مبارک اس ملازمہ پر پڑی، جس کا حال دگرگوں ہو گیا اور وہ بے خودی (مستی) کے عالم میں بڑے جذب کے ساتھ اس بی بی کے پاس گئی۔ بی بی صاحبہ سمجھدار تھیں۔ وہ سمجھ گئیں کہ اس پر شیخ کی نگاہ مبارک پڑ گئی ہے۔ لہٰذا وہ دیوانوں کی طرح ہو گئی ہے، لیکن اس ملازمہ کو دیکھ کر خود بی بی پر جذبہ طاری ہو گیا اور اس نے چاہا کہ بے پردہ، آپ کی طرف دوڑے۔ اس کے شوہر نے اپنی کوشش سے اسے روکا اور کہا کہ تجھ کو پردے کے ساتھ شیخ کے پاس بھیجوں گا۔ جب اس واقعے کی اطلاع آپ کو ملی تو آپ نے اپنے خلیفہ شیخ جوہر رحمۃ اللہ علیہ کو اس کے گھر بھیجا اور انہوں نے اسے طریقہ کی تعلیم دی، جس کا اس پر خوب اثر ہوا۔

تصرف:

حضرت شیخ موسیٰ سہونی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے ملک میں جاہ و حشمت والے بزرگ تھے، کسی کام سے آپ کے گاؤں میں آئے تو اتفاق سے وہ آپ کی ملاقات کے لیے آئے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ آپ کس سلسلے میں مرید ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں شیخ عیسیٰ لنگوتی (رحمۃ اللہ علیہ) کا مرید ہوں اور انھیں سے خلافت پائی ہے۔ آپ نے ان کو فرمایا کہ آپ متوجہ (مراقب) ہو جائیں، تاکہ مجھ سے بھی کچھ آپ کو مل جائے۔ انہوں نے مراقبہ میں سر جھکایا اور آپ نے ان پر توجہ ڈالی اور زبان سے طریقہ نہیں بتایا۔ آپ کا طریقہ بھی یہی تھا کہ محض توجہ و تصرف سے طالب کے دل میں طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا القا فرما دیتے تھے اور ذکر کے پودے کو مرید کے دل کے کھیت میں اپنے تصرف سے لگا دیتے تھے اور تھوڑی ہی دیر میں مرید کا دل ذاکر ہو جاتا تھا۔

کچھ دیر کے بعد حضرت شیخ موسیٰ سہونی رحمۃ اللہ علیہ نے سر اُٹھایا اور کہا کہ حضرت! شیخ موسیٰ (رحمۃ اللہ علیہ) کی نسبت میرے دل سے زائل ہو گئی ہے اور آپ کی نسبت قائم ہو گئی ہے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مقبولیت:

بعد ازاں حضرت شیخ موسیٰ سہونی رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر چلے گئے اور اپنے صاحبزادے حضرت شیخ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کو مذکورہ بالا صورت حال سے آگاہ کیا اور انھیں بھی آپ کی خدمت میں حاضر

ہونے کا شوق دلایا۔ حضرت شیخ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ شان پیرزادگی کے ساتھ آپ کی زیارت کو آئے اور سلام عرض کیا۔ اس وقت آپ اپنے حجرے کی تعمیر میں مصروف تھے۔ کیچڑ اور مٹی سے آپ کے ہاتھ پاؤں بھرے ہوئے تھے۔ آپ نے ان پر ایک نگاہ ڈالی اور فرمایا کہ میں ہاتھ پاؤں دھولوں پھر آپ سے مصافحہ کرتا ہوں۔ اس پر حضرت شیخ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی: ''حضرت! آپ کی صرف ایک نگاہ پڑتے ہی حضرت خواجہ محمد باقی اللہ قدس سرہ کے خلیفہ شیخ تاج سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت جو سات ماہ سے میرے باطن میں موجود تھی، وہ ایک دم زائل ہوگئی ہے اور اس کی جگہ آپ کی نسبت قائم ہوگئی ہے۔ پھر آپ حضرت شیخ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کو حجرے میں لے گئے اور ان پر توجہ فرمائی اور ساتھ ہی طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا القا فرمایا۔ محض توجہ پڑتے ہی حضرت شیخ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ پر بے خودی طاری ہوگئی اور وہ بے قرار ہو گئے۔ پھر اُچھلنے لگے اور دیوانہ وار در و دیوار سے ٹکرانے لگے۔ آپ نے اُٹھ کر حجرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ صبح سے دوپہر تک حضرت شیخ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ یونہی رہے۔ پھر آپ نے حجرے کا دروازہ کھولا اور حضرت شیخ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھ کر انھیں توجہ دی۔ انھیں فوراً ہوش آ گیا اور افاقہ ہوگیا۔ انہوں نے اپنا سر آپ کے پاؤں مبارک پر رکھا اور عرض کیا: ''حضرت! دوات وقلم منگا دیں کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ یہاں تشریف لائے تھے اور جو کچھ فرمایا ہے، میں اسے لکھنا چاہتا ہوں، تاکہ بھول نہ جاؤں۔''

لہٰذا فوراً قلم دوات منگوائی گئی تو حضرت شیخ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ عبارت لکھی:

مِنْ اَحْمَدُ السَّهرَنْدِیُ اِلٰی اِسْحٰقَ السِّنْدِیُ، یَا اِسْحٰقُ: اَنْتَ وَلَدِیْ وَخَلِیْفَتِیْ فِیْ جَمِیْعِ الرَّمُوْزَاتِ الْحَقِیْقِیْ وَالدَّقِیْقِیْ وَاِنِّیْ مَغْفُوْرٌ وَّاَنْتَ مَغْفُوْرٌ وَّمَنْ تَوَسَّلَ بِكَ اَیْضًا مَغْفُوْرٌ وَّاقْرَأْ لِحَبِیْبِیْ وَخَلِیْفَتِیْ مَوْلَانَا کَرِیْمُ الدِّیْنِ مِنِّیْ السَّلَامُ.

یعنی: احمد سرہندی (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف سے (شیخ) اسحاق سندی کو (واضح ہو) اے اسحاق! تو میرا (روحانی) بیٹا اور خلیفہ ہے، تمام رموزات حقیقی ودقیقی میں۔ میری وتیری مغفرت ہوگئی ہے اور اس

کی بھی بخشش ہوگئی، جو تیرا متوسل ہوا۔ میرے حبیب اور خلیفہ مولانا
کریم الدین کو میرا سلام کہنا۔"

وصال مبارک:

آپ نے ۳ محرم ۱۰۵۰ھ/ ۲۵-اپریل ۱۶۴۰ء کو وصال فرمایا اور عثمان پور ضلع اٹک میں اپنے مسکن کے ہجرہ میں آخری آرام گاہ پائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.[۲۶]

حضرت سیّد محبّ اللہ مانکپوری رحمۃ اللہ علیہ

ولادت:

آپ کی ولادت باسعادت ۲ صفر ۹۹۶ھ/ ۲ جنوری ۱۵۸۸ء کو صدر پور، صوبہ بہار (ہندوستان) میں ہوئی۔ ایک دوسری روایت کے مطابق صدر پور نواح فرخ آباد اودھ (ہندوستان) میں ہوئی۔

تحصیل علوم ظاہری:

آپ نے ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے والد بزرگوارؒ اور مقامی علمائے عظام سے حاصل کی۔ بعدازاں لاہور میں وارد ہو کر حضرت ملا عبدالسلام لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۷ھ/ ۲۸-۱۶۲۷ء) کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔ حضرت میاں میر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۵ھ/ ۱۶۳۵ء) اور مغلیہ بادشاہ شاہ جہاں (م ۱۰۷۶ھ/ ۱۶۶۶ء) کے وزیر سعد اللہ خان آپ کے ہم درس تھے۔

اسفار:

ظاہری علوم سے فراغت کے بعد اوّل آپ اپنے وطن مالوف صدر پور میں اپنے اہل و عیال کے پاس پہنچے۔ بعدازاں مانک پور (ہندوستان) اور وہاں سے الٰہ آباد (ہندوستان) میں گئے۔

ذوق طریقت:

دینی علوم میں کامل مہارت حاصل کرنے کے بعد آپ برہانپور (ہندوستان) میں حضرت شیخ محمد بن فضل اللہ برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔ ان کے ارادتمندوں میں شامل ہو کر ایک مدت تک مقامات سلوک طے کرتے رہے اور ان سے اجازت وخلافت کا شرف پایا۔

حضرت میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ کی ارادت:

بعد ازاں برہانپور ہی میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے خلیفہ ارشاد حضرت خواجہ میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء) کی خدمت میں حاضری دی اور ان سے ارادت کا تعلق پیدا کر کے طریقہ نقشبندیہ کی تعلیم وتربیت میں مشغول ہو گئے۔

حضرت میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس میں ہمیشہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے احوال ومناقب کا تذکرہ ہوتا تھا اور مکتوبات امام ربانی درمیان میں پڑھے جاتے تھے۔ جس کی وجہ سے آپ کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات وزیارت کا شوق دامنگیر ہو گیا۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ خلافت:

اس طرح آپ نے سرہند شریف (ہندوستان) میں آ کر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کی زیارت کا شرف پایا اور ایک عرصہ تک یہاں مقیم رہ کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض وبرکات کسب واخذ کرنے لگے۔ یہاں تک کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت سے مشرف فرما کر مانک پور (ہندوستان) روانہ فرمایا اور حضرت میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء) کو یہ تحریر فرمایا:

> ''سیّد محب اللہ نسیان ماسوئ اور بعض درجاتِ فنا پر پہنچ گئے ہیں اور ہم نے ان کو اجازت دے کر مانک پور روانہ کر دیا ہے۔''

اہل مانک پور کی ایذائیں:

آپ مانک پور (ہندوستان) پہنچ کر اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔ کچھ مدت بعد وہاں کے لوگوں کی طرف سے ایذا پہنچی تو آپ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت میں عریضہ لکھ کر اس کی شکایت کی، جس پر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو تحریر فرمایا:

> ''مخلوق خدا کی ایذا برداشت کرنے اور قریبی عزیزوں کی جفا پر صبر کرنے کے سوا چارہ نہیں: قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی آمِرًا بِحَبِیْبِہٖ عَلَیْہِ

وَعَلٰی آلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ (سورۃ الاحقاف ۳۵)۔

یعنی: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو فرمایا: ''پس آپ صبر کریں، جیسے باہمت رسولوں نے صبر کیا اور ان کے لیے (عذاب کی) جلدی نہ کریں۔''

اس مقام کی سکونت میں ملاحت ونمکینی یہی ایذا و جفا ہے، لیکن آپ اس نمکینی سے بھاگ گئے ہیں۔ جی ہاں! شکر کا پلا ہوا نمک کی تاب نہیں رکھتا اور کیا کیا جائے:

ہر کہ عاشق شد اگرچہ نازنین عالم ست
نازکی کے راست آید بار می باید کشید

یعنی: جو شخص عاشق ہوا، اگر وہ جہان کا نازنین ہو تو بھی اسے نازکب زیب دیتا ہے اسے تو دکھ اُٹھانا چاہیے۔ (دیکھیے: جلد۳:۷، ص ۳۵۰)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دس مکتوبات گرامی (جلد۱: ۲۷۲، ۲۸۵، ۲۸۹، ۳۰۵، ۲:۱۹، ۸۹، ۳:۳۰ ۷۳، ۱۳، ۴۹) آپ کے نام ہیں۔

الہ آباد میں آمد:

آپ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت اقدس میں عریضے لکھے اور مانک پور سے الہ آباد (ہندوستان) منتقل ہونے کے لیے درخواست کی، جس پر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو تحریر فرمایا:

''آج رات (واقعہ میں) دیکھا گیا کہ گویا آپ کے سامان کو مانک پور سے کھینچ کر الہ آباد لے گئے ہیں، آپ وہیں اپنا ویرانہ (اقامت) اختیار کر لیں اور (اپنے) اوقات کو ذکر الٰہی جل شانہ سے آباد رکھیں۔ کسی شخص کے ساتھ کچھ تعلق نہ رکھیں اور (اپنی) تمام مرادیں اس کلمہ طیبہ کے تکرار سے سینہ کی حویلی سے حاصل کریں، تا کہ ایک (اللہ) کے سوا کوئی مطلوب نہ رہے۔ اگر دل ذکر کرنے سے رہ جائے تو زبان سے

کریں۔ خفی کی قید کے ساتھ، کیونکہ جہر اس طریقہ میں منع ہے۔ باقی طریقہ کی روش و حالت سے آگاہی ہوئی۔ جہاں تک ہو سکے تقلید کا راستہ نہ چھوڑیں، کیونکہ شیخ طریقت کی تقلید بڑے ثمرات رکھتی ہے اور اس کے طریقہ کے خلاف (عمل) میں خطرات ہیں، زیادہ کیا لکھوں۔ والسلام۔" (دیکھئے: جلد ۳، مکتوب ۱۳، ص ۳۵۶)۔

وصال مبارک:

آپ نے ۹ رجب ۱۰۵۸ھ/۳۰ جولائی ۱۶۴۸ء کو الہ آباد (ہندوستان) میں وصال فرمایا اور وہیں آسودہ خاک ہوئے۔ آپ کا مزار مبارک مرجع الخلائق ہے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

تصانیف:

آپ کی کئی تصانیف ہیں، جن میں سے شرح کتاب فصوص الحکم زیادہ مشہور اور نہایت عمدہ ہے۔[۱۲۷]

حضرت شیخ محمد صادق کابلی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف:

آپ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے قدیم مریدین، مخلص احباب اور مجاز خلفاء میں سے تھے۔ شروع میں ولی عہد شاہزادہ جہانگیر (م ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء) کے ملازمین میں شامل تھے۔

رحمت حق بہانہ می جوید:

رحمت الٰہی نے آپ کا ساتھ دیا اور آپ کے دل میں دردِ طلب اور ذوقِ مقصود نے یوں انگڑائی لی کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر الٰہ آباد (ہندوستان) سے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) کی زیارت کے لیے دہلی کی جانب چل پڑے۔ یہاں پہنچے تو حضرت خواجہ قدس سرہ کے وصال مبارک کی خبر سنی۔ آپ حضرت خواجہ قدس سرہ کے مرید خاص حضرت خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۳ھ/ ۱۶۳۳ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے اپنے دردِ طلب کا اظہار کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ، وہاں تمہارے درد کا علاج موجود ہے۔ پس آپ دہلی سے سرہند شریف روانہ ہو گئے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کا شرف:

آپ سرہند شریف آکر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ آپ کو شرفِ قبولیت نصیب ہوا اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ پر خاص لطف وعنایت فرمائی۔ آپ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت فرمائی اور شغل باطنی میں مشغول ہو گئے۔

اجازت وخلافت:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) نے آپ پر یوں لطف ومہربانی فرمائی کہ آپ کو اپنے فرزندوں اور خاص تعلق والوں میں سے سمجھنے لگے۔ آپ عمدہ عقل وذہانت اور

آداب واخلاق کے حامل تھے، لہٰذا سفر وحضر میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص کا درجہ ومقام مل گیا اور تمام خدمات شائستہ آپ کے سپرد ہوگئیں۔

پس آپ نے مقامات سنجیدہ اور احوال پسندیدہ تک رسائی پائی اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ بعد ازاں آپ اپنے شیخ ومرشدؒ کے حکم پر خلقت کی اصلاح وتربیت کے مشکل کام میں مشغول ہوگئے۔ آپ نے لاہور کو اپنی اقامت گاہ بنایا۔ لوگوں کی کثیر تعداد نے آپ سے رشد وہدایت پائی اور مریدین نے آپ کی صحبت سے سرگرمی جذب اور خوب تاثیر حاصل کی۔ آپ کو یہاں شہرت تامہ اور قبولیت عامہ نصیب ہوئی۔

بیماری وشفا:

جن دنوں آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت میں تھے، آپ کو جذام کی بیماری لاحق ہوگئی۔ جس سے آپ کے اعضاء میں ورم ہوگیا تھا۔ چنانچہ یاران طریقت آپ کی صحبت سے گریزاں ہونے لگے۔ آپ اس صورت سے شکستہ دل ہوگئے اور ارادہ کیا کہ کسی کو بتائے بغیر خاموشی سے یہاں سے نکل جائیں۔ بعض احباب نے آپ کی بیماری وحالت کا تذکرہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کیا تو حضرتؒ نے توجہ وہمت خاص کے ساتھ آپ کی شفایابی کے لیے دعا فرمائی، جس کے بعد آپ کو شفا نصیب ہو گئی۔ دوسرے روز حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

> ''احباب کا ان (شیخ محمد صادقؒ) سے گریز کرنا اور خود ان کا دل تنگ ہونا دیکھ کر مجھے ترس آ گیا اور میں نے ان کا مرض اپنے اُوپر لے لیا۔''

بعد ازاں مخلص ارادتمندوں کی خواہش اور عرض گزاری پر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لیے بھی اس بیماری سے شفا کے لیے درگاہِ الٰہی میں التجا کی تو اللہ پاک نے آپ کو بھی اس کے اثرات سے محفوظ فرما دیا۔

سبحان اللہ! یہ مرشدان پاک اور ایسی کرم فرمائیاں!

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

نیز: اللہ تعالیٰ ایسے پاک طینت عاشقوں پر رحم فرمائے۔

آپ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دو مکتوبات گرامی (جلد ا: ۱۴۸، ۱۴۹) موجود ہیں۔

وصال مبارک:

آپ نے ۱۰۱۸ھ/ ۱۶۰۹ء میں لاہور میں وصال فرمایا اور یہیں آخری آرام گاہ پائی۔
فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.[۱۲۸]

حضرت مولانا محمد صالح بدخشی کولابی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف:

آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے قدیم احباب میں سے تھے۔ انکساری، عاجزی، مسکینی اور خاموشی کے حامل تھے۔

طلب حق کی دامن گیری:

جب طلب حق کا جذبہ پیدا ہوا جو قریب کے مشائخ وقت کی خدمت میں حاضری دی اور ان کی خدمت وصحبت سے مستفید ہوئے، لیکن کسی سے بھی کوئی کشش (جذب) ہاتھ نہ لگی۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت:

ایک بار آگرہ (ہندوستان) کی جامع مسجد میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضرتؒ کا چہرہ مبارک دیکھتے ہی فوراً آپ کے دل میں ایک ایسا جذبہ وکشش پیدا ہوئی کہ آپ نے حضرت کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا اور پھر آپ کی رہائش گاہ مبارک پر پہنچ کر تعلیم ذکر کی التماس کی، جسے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے قبول فرما لیا اور آپ نے ان کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔

فتح وکشائش:

مدتوں آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کی خدمت وصحبت میں رہے، لیکن کم استعدادی کی وجہ سے حضرتؒ کے دوسرے خدام کی طرح آپ کو فتح وکشائش ہاتھ نہ لگی۔ آپ اس صورت حال پر حیران وگریاں رہتے تھے۔ یہاں تک کہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اعتکاف بیٹھے۔ اس دوران دست مبارک دُھلانے والی تھالی اور پانی والا لوٹا پیش کرنے کی خدمت آپ کے ذمے تھی۔ ایک رات جب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دست مبارک دھو چکے تو آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک سے تھالی میں گرنے والا پانی ایک کونے میں لے گئے اور سارا پی لیا۔ اس کے پینے سے فوراً آپ

کے کام وحال میں فتح وکشائش پیدا ہوگئی اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی فیوضات سے مالا مال ہوگئے۔

مقام ومرتبہ:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) اکثر وبیشتر آپ کی تعریف فرماتے تھے۔ایک بار ارشاد فرمایا:

''مولانا صالح (رحمۃ اللہ علیہ) نے سیر صفات اور تجلیات صفاتیہ سے کامل حصہ پالیا ہے۔''

آپ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دس مکتوبات گرامی (جلد۱: ۱۶۱، ۱۸۲، ۲۴۱، ۲۴۴، ۲۴۵، ۳۰۶، ۲: ۳۳، ۳: ۲۸، ۸۷، ۹۵) موجود ہیں۔

سفر آخرت:

آپ نے ۱۰۳۸ھ/ ۲۹-۱۶۲۸ء میں وصال فرمایا۔

تصنیف:

آپ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے دن رات کے وظائف (معمولات) کو ایک رسالہ کی شکل میں جمع کیا۔جس کا مخطوطہ کتب خانہ حضرت مولانا حافظ محمد ہاشم جان مجددیؒ (۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء) ٹنڈو اللہ داد سائیں، ضلع حیدر آباد میں محفوظ ہے۔اس کا اُردو ترجمہ بعنوان: ''حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے معمولات'' حضرت مولانا سیّد زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء) نے فرمایا، جو ان کی تصنیف لطیف ''حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (۲۴۰-۲۶۱ص) میں شامل ہے۔[۱۲۹]

حضرت مولانا محمد صدیق کشمی بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ

مولد و وطن:

آپ کا مولد و وطن بدخشاں کا شہر کشم تھا۔ آپ نے بدخشاں اور ماوراء النہر میں تعلیم حاصل کی تھی۔

ہندوستان آمد:

آپ نے عالم جوانی میں اپنے وطن بدخشان کے شہر کشم سے ہندوستان کا سفر اختیار کیا۔ آپ کو شعر و شاعری کا ملکہ حاصل تھا۔ لہٰذا محبّ الفقراء حضرت عبدالرحیم خانِ خاناں رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۶ھ/ ۱۶۲۷ء) کی صحبت اختیار کی۔ حضرت خان خاناں رحمۃ اللہ علیہ کو اس گروہ سے خاص تعلق تھا۔

آپ اس زمانے میں شعر و شاعری کا خصوصی ذوق و شغف رکھتے تھے اور ہدایت تخلص کرتے تھے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ سے بیعت:

اسی اثناء میں آپ کو حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی سعادت حاصل کرنے کا موقع نصیب ہوا۔ آپ نے حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت میں توبہ کی اور ذکر کا طریقہ سیکھا۔ حضرت خواجہ قدس سرہ آپ پر خصوصی شفقت فرماتے تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے:

"محمد صدیق بہت بلند استعداد اور بڑی صلاحیت رکھتے ہیں۔"

آپ ۱۰۱۸ھ/ ۱۰-۱۵۰۹ء میں دہلی سے برہان پور گئے اور کچھ روز مندو میں مقیم رہے۔

رابطہ شیخ:

آپ فرماتے تھے کہ جب میں دکن کے سفر سے واپس آیا اور حضرت خواجہ (باقی باللہ قدس سرہ) کا بہت رابطہ تھا تو معاملہ یہاں تک پہنچ گیا تھا کہ جس شخص پر نظر ڈالتا تھا، حضرت

(خواجہ قدس سرہ) ہی کا جمال نظر آتا تھا، یہاں تک کہ در و دیوار اور درخت و پتھر جس پر بھی نظر پڑتی تھی، سوائے آپ کے جمال کے کوئی اور چیز نظر نہ آتی تھی، بلکہ آپ نے میرے وجود موہوم کو بھی درمیان سے اُٹھا دیا تھا اور میں خود کو بھی حضرت خواجہ (قدس سرہ) کا وجود سمجھنے لگا تھا۔

حضرت خواجہ قدس سرہ کا حکم:

انہی دنوں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کو سرہند شریف رُخصت فرمایا اور اپنے تمام مریدوں کو حکم فرمایا کہ وہ بھی ان کی خدمت میں جائیں۔ سوائے چند حضرات کے جو حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت کے لیے رُک گئے تھے۔ اسی اثنا میں حضرت خواجہ قدس سرہ نے آپ کو طلب فرمایا۔ جب آپ حاضر خدمت ہوئے تو دریافت فرمایا: ''سرہند جانے کی تیاری کر لی ہے یا نہیں؟'' کیونکہ آپ پر رابطہ شیخ و مرشد کا غلبہ تھا، لہٰذا وہاں جانے سے معذرت چاہی تو حضرت خواجہ قدس سرہ نے فرمایا:

> ''تم اور تم جیسے لوگ ان (حضرت مجددؒ) کو کیا پہچانیں؟ تم اتنی بات بھی تو نہیں سمجھے کہ تم کو ان سے کیا فیض پہنچا ہے یا نہیں پہنچا ہے؟ اور جس بات پر تم ناز کر رہے ہو وہ اس فیض کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں جو تم کو ان سے پہنچا ہے۔''

یہ سن کر آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو دیکھا کہ خواجہ قدس سرہ شفقت فرما رہے ہیں اور انہوں نے آپ سے فرمایا:

> ''خوف نہ کرو (جو تم سے انکار ہوا) وہ محبت کی وجہ سے ایک پھول ہے، جو کھلا ہے۔ اگر تم صحیح اعتقاد اور گفتار کی سچائی رکھتے ہو تو یقین جانو کہ آج آسمان کے نیچے میاں شیخ احمد (حضرت مجددؒ) جیسا کوئی دوسرا نہیں اور سب سے کامل لوگ جو تین چار ہی ہوئے ہیں، ان (حضرت مجددؒ) جیسے کمالات رکھتے ہوں گے زیادہ نہیں اور میں خود کو ان کا طفیلی جانتا

ہوں۔ جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے، اس کو مضبوط پکڑو، تمہارے کام
آئے گا۔ اب جلدی کرو اور پہنچو۔ اگر وہ تم کو خوشی اور رغبت سے لے
جائیں تو سبحان اللہ! اور اگر ہاں نہ کچھ بھی نہ فرمادیں، تب بھی ان کے
ساتھ سرہند جاؤ۔ اگر وہ شفقت فرما کر واپس فرمادیں تو ان کے قدم
چوم کر واپس آ جاؤ کہ اسی میں حکمت ہوگی۔"

پس حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دہلی کے باہر والی حد میں پہنچے تھے کہ آپ ان کی خدمت
میں جا پہنچے۔ جب کچھ راستہ ان کے ساتھ طے کیا تو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بلایا اور فرمایا:

"ابھی واپس چلے جاؤ، حضرت خواجہ کی خدمت میں جاؤ، کیونکہ ابھی
تمہارا سرہند جانا صحیح نہیں، ویسے سرہند تمہارا گھر ہے۔"

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت وعنایات:

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) کے وصال مبارک کے بعد
آپ حضرت خواجہ قدس سرہ کی وصیت کی تعمیل میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/
۱۶۲۴ء) کی خدمت میں سرہند شریف حاضر ہوئے اور جوانی کے تقاضوں اور شعر وشاعری کو
پوری طرح ترک کر دیا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ قوی اور محبت کامل رکھنے لگے اور خدمت
میں حاضری کو ضروری جانا۔

چنانچہ ایک دن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے صبح کے حلقہ سے اُٹھ کر مریدوں کے مجمع
میں ارشاد فرمایا:

"آج خواجہ محمد صدیق (رحمۃ اللہ علیہ) ولایت خاصہ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مشرف
ہوئے ہیں۔"

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت محمد صالح کولابی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۸ھ/
۲۹-۱۶۲۸ء) کے نام اپنے ایک مکتوب شریف میں تحریر فرمایا ہے:

"مولانا محمد صدیق ان دنوں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے، ولایت خاصہ
سے مشرف ہوئے ہیں اور اسم جزئی سے اسم کلی میں ملحق ہوئے ہیں۔

اسی طرح وہ فوق کی طرف نظر رکھتے ہیں اور وہاں سے بھی نصیب وافر
لے کر رجوع کی طرف میلان رکھتے ہیں۔
وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (سورۃ البقرۃ، آیت ۱۰۵)۔
یعنی: اور اللہ جس کو چاہتا ہے، اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے۔
(دیکھئے: جلد ا: مکتوب ۲۴۱، ص ۴۲۱)

مکتوبات امام ربانی میں بارہ مکتوبات شریف آپ کے نام ہیں، جن میں سے نو دفتر اوّل میں (زیر نمبر ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۶۲، ۱۷۶، ۱۸۸، ۲۱۲) دو دفتر دوّم (زیر نمبر ۲۱، ۵۱) اور ایک دفتر سوّم (زیر نمبر ۸) میں ہیں۔

حج بیت اللہ شریف:

۱۰۳۱ھ/۱۶۲۲ء میں آپ کے دل میں حج بیت اللہ شریف کا ذوق پیدا ہوا۔ پختہ عزم کیا اور زادراہ کا بھی بندوبست کیا۔ بعدازاں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت میں عرض کیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا:

''اس سال تم کو حاجیوں کے درمیان نہیں پاتا ہوں۔''

آپ نے اس طرف خیال نہ کیا اور سفر حج اختیار کیا۔ راستے میں ڈاکو آپ پر حملہ آور ہوئے۔ انہوں نے آپ کو زخمی کیا اور مال واسباب لوٹ لیا۔ اس طرح آپ واپس آ گئے۔

دوسرے سال ۱۰۳۲ھ/۱۶۲۳ء میں پھر سفر حج کی تیاری کی اور حرمین شریفین کی زیارت اور حج بیت اللہ شریف کی سعادت پائی۔ واپسی پر آپ پہلے دہلی آئے، چونکہ آپ کے متعلقین کی ایک بڑی جماعت اس سفر میں آپ کے ساتھ تھی، لہٰذا راستے میں فقر و فاقہ کی گراں تکلیف سے واسطہ رہا۔

حضرت مجدد قدس سرہ کے علوم ومعارف سے مناسبت:

آپ کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے علوم ومعارف سے کامل مناسبت و واقفیت تھی۔ جن دنوں آپ حجاز مقدس میں تھے، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے

حضرت مولانا ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء) سے فرمایا:

''ہم اس وقت بعض غیر موجود احباب کے احوال کی جانب متوجہ تھے، مولانا محمد صدیق (رحمۃ اللہ علیہ) نظر آئے کہ وہ کامل محبت واخلاص کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہیں۔''

زوجہ محترمہؒ:

آپ کی زوجہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا بڑی صالحہ وعابدہ خاتون تھیں۔ وہ بھی آپ کے ہمراہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت میں حاضر ہوئی تھیں، انہوں نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی فیوض وبرکات سے بہت زیادہ حصہ پایا اور مجاز طریقت ہوئیں۔ ان کی صحبت بڑی مؤثر تھی اور خواتین کی کثیر تعداد ان سے فیض یاب ہوئی۔

شاعری:

آپ فارسی زبان میں عمدہ شعر کہتے تھے اور ہدایت تخلص تھا۔ نظم وغزل میں خاص ملکہ و مہارت رکھتے تھے۔ آپ کے اشعار دلفریب، عشق ومحبت سے خمیر یافتہ اور درد وسوز سے لبریز ہوتے تھے۔ نظامی گنجوی (م ۵۹۹ھ/۳۰-۱۲۰۲ء) کی مثنوی خسرو وشیریں کے وزن پر آپ کی مثنوی کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

بہ تنہائی چنین میل دلم چیست؟
وزین تنہا نشستن حاصلم چیست؟
سگم من در سگی معذور باشم
بدین عذر از خلائق دور باشم
غلط گفتم کہ گرسگ داند این راز
کہ خود را کردہ ام نسبت باو باز
ز ننگ این سخن فغان بر آرد
کہ بدعہدے زما خود را شمارد

کہ سگ خود صاحب خود را شناسد
بے از ناشناسائی ہراسد
نہ خود رامی شناسد نے خدارا
چرا بدنام سازد خیل مارا
درین مدت کہ عمر من بسر شد
نہ از کفرم نہ از دینم خبرشد
ندانم برچہ ملت زیستم من؟
نہ سگ نے آدمی، پس کیستم من؟

وصال مبارک:

آپ نے ماہ شوال ۱۰۵۰ھ/جنوری ۱۶۴۱ء میں وصال فرمایا اور دہلی میں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کے مقبرہ میں آخری آرام گاہ پائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

تصانیف:

آپ کی تصانیف میں درج ذیل شامل ہیں:

① حکایت شیشہ گر ماچین (فارسی):

اس میں آپ نے حکایت شیشہ گر ماچین کو مجاز کی صورت میں، لیکن رازِ معرفت کی حقیقت میں مولانا جلال الدین محمد رومی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۷۲ھ/۱۲۷۳ء) کی مثنوی شریف کے وزن پر بڑے دلنشین انداز میں نظم کیا ہے، جو حق الیقین کی بہترین تعبیر ہے۔

② مثنوی دیگر (فارسی):

یہ نظامی گنجوی (م ۵۹۹ھ/۰۳-۱۲۰۲ء) کی مثنوی خسرو و شیریں کے وزن پر کہی گئی ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے اور مثنویاں بھی کہی تھیں۔ [۱۳۰]

حضرت شیخ محمد طاہر بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

وطن:

آپ کے آباؤ اجداد ترک خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور بدخشاں کے باشندے اور دشت قلعہ سے تھے، جو روستاق کے مضافات میں سے تھا۔ آپ جونپور (ہندوستان) کے معروف مشائخ میں سے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت:

شروع میں آپ لشکر میں افسر تھے۔ ایک بار لشکر کسی قلعہ کو فتح کرنے گیا۔ آپ بھی اس میں شامل تھے۔ راستے میں ایک رات آپ کو خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (م ۱۳ھ/۶۳۴ء)، دوسرے خلفائے عظامؓ اور صحابہ کرامؓ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے ایک بھاری اور پر گرہ زرہ رکھی ہوئی تھی۔ جب آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: ''اس زرہ کو پکڑیں، تاکہ میں یہ شیخ طاہر کو پہنا دوں''۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس زرہ کو اُٹھا کر آپ کے کندھے پر ڈال دیا اور آپ نے اسے پہن لیا۔ بعدازاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا: ''اس گروہ میں رہ کر کیا کرتے ہو؟ راہِ فقر میں آؤ، لیکن (پہلے) اس قلعہ کو فتح کرو، پھر اس جماعت (لشکر) کو چھوڑ دو۔''

لشکر سے الگ ہونا:

آپ خواب سے بیدار ہوئے تو لشکر کی روانگی کا بگل بج رہا تھا۔ پس آپ سوار ہوئے۔ جب لشکر کے ہمراہ ملکوسہ کے قلعے کے نزدیک پہنچے تو آپ کو یوں جوش آیا کہ آپ نے اپنا گھوڑا قلعے کے دروازے کی جانب سب سے آگے دوڑایا۔ قلعہ پہلے حملے ہی میں فتح ہو گیا اور لشکر نے اس پر قبضہ کر لیا۔

بعدازاں آپ گھوڑے سے اُترے، اضافی کپڑے اُتارے اور اپنے ملازم سے کہا کہ یہ کپڑے اور گھوڑا لے جاؤ۔ خادم نے سمجھا کہ آپ قضائے حاجت کے لیے جا رہے ہیں۔ اس نے کافی دیر انتظار کیا۔ جب آپ نہ آئے تو یہ لشکر بھی واپس چلا گیا۔ دوستوں نے بھی آپ کو بہت تلاش کیا، لیکن مایوسی ہوئی۔

گدڑی پہننا:

یہاں سے آگے چل کر آپ جزائر میں پہنچے تو ایک دیہاتی ملا۔ آپ نے اپنا لباس اسے دیا اور اس کے عوض اس کی گدڑی خود پہن لی۔ پھر حضرت شیخ عبدالجلیل بیانکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے ازخود آپ کو نسبت بتائی پھر فرمایا: ''تم صاحب استعداد ہو۔ اس راہ میں سفر اختیار کرو۔ شاید تم کسی بزرگ تک پہنچ جاؤ اور وہ تمہارا کام بنا دے، دہلی میں تم خواجہ باقی باللہ (رحمۃ اللہ علیہ) کو پاؤ گے۔''

اپنے گھر جانا:

آپ اپنے احباب اور عزیزوں میں مفقود الخبر ہو چکے تھے، لہٰذا اس نیت سے کہ جا کر اپنی زوجہ محترمہ کو آزاد کر دیں، اپنے گھر وارد ہوئے اور اپنی اہلیہ محترمہ (رحمۃ اللہ علیہا) سے کہا کہ میں نے اس طرح راہِ فقر اختیار کر لی ہے، تمہاری کیا رائے ہے؟ ان بہادر و نیک خاتون نے کہا: ''میں بھی وہی راستہ پسند کرتی ہوں، جو آپ کو پسند ہے۔'' چنانچہ انہوں نے بھی لباس فقر پہنا اور آپ کے ساتھ چل پڑیں۔

پھر دونوں اس علاقے کے ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے فرمایا: ''تمہارا نصیب نقشبندیہ کے ہاں معلوم ہوتا ہے'' اور انہوں نے دہلی ولاہور کی جانب اشارہ کیا۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تلاش:

چنانچہ آپ نے ہندوستان کا سفر اختیار کیا۔ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کا شہرہ سن کر دہلی پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ چند روز پہلے عالم بقا کی جانب رحلت فرما

گئے ہیں۔اس طرح حضرت خواجہ میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء) سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بڑی شفقت وعنایت فرمائی اور آپ کے سامنے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے فضائل ومناقب بیان کیے اوران کی خدمت میں حاضری کا شوق دلایا اور پھر آپ کو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لائے۔

سرہند شریف کی حاضری وبیعت طریقت:

پھر آپ حضرت میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء) کے ہمراہ سرہند شریف میں پہنچے۔حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔بیعت کے لیے عرض کیا، جسے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے قبول فرمایا۔آپ خود فرماتے ہیں:

> ''حضرت میر نعمان (رحمۃ اللہ علیہ) نے مجھ پر بڑی شفقت فرمائی اور حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف رہبری فرمائی اور آپ کی خدمت میں لے گئے۔
>
> نماز سے فراغت کے بعد میں نے اپنی آشفتگی اور پریشانی کی وجہ سے رُخصت ہونے کی دعا کی التماس کی۔حضرت (مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ آج کل ماہ رمضان ہے۔قرآن پاک پڑھا جارہا ہے۔کیسا ہو جو آپ بھی یہاں ہوں اور سنت وتراویح ادا کریں؟''

میں نے عرض کیا:''میں طالب ہوں۔اگر آپ مجھ پر کرم فرمائیں اور میرا مقصد پورا کریں تو میں ٹھہر جاتا ہوں، ورنہ اجازت عنایت فرمائیں تو چلا جاؤں۔''

آپ (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا:''اس کے لیے میں کیا کہہ سکتا ہوں؟''

بعد ازاں آپ (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) جانے لگے تو میں نے پھر رخصت ہونے کی دعائے التماس کی۔آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کچھ دیر مراقب ہوگئے اور توجہ فرمائی۔اس کے بعد سر اُٹھایا اور فرمایا:''ٹھہر جایئے، ہم آپ کے لیے حاضر ہیں۔''

اخذ فیوض و برکات عالیہ:

بیعت کی سعادت پانے کے بعد آپ کافی عرصہ تک سرہند شریف میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت وصحبت میں رہ کر فیوض و برکات کسب واخذ کرتے رہے۔

دو ماہ کی مدت میں یہ حال ہو گیا کہ خلوت وجلوت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ومشاہدہ سے مشرف ہوتے رہے۔ کوئی ساعت بھی اس نعمت سے خالی نہیں رہتی تھی۔ دو تین ماہ تک یہ سعادت حاصل رہی اور پھر مبارک احوال و بلند مقامات کے ساتھ جذب وسلوک کا شرف پایا اور ولایت کی سعادت سے بہرہ ور ہو گئے۔ تصرف تام حاصل ہو گیا اور قبولیت خاص و عام حاصل ہو گئی۔

خلافت واجازت:

بالآخر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے آپ کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں خلافت واجازت سے سرفراز فرما کر جونپور (ہندوستان) روانہ کیا اور ارشاد فرمایا:
''وہاں جاؤ کہ وہاں ایک ایسے شخص کا ظہور ہوگا، جو اللہ تعالیٰ کے مقبولوں اور اس کے دوستوں میں سے ہوگا۔''

نیک فرزند کی بشارت اور عطائے الٰہی:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے آپ کو ایک نیک فرزند کی بشارت دی تھی، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک صالح بیٹا عطا فرمایا۔ آپ نے ۱۰۴۴ھ/ ۱۶۳۶ء میں مخدوم زادگان، حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا اور اس میں تحریر کیا:

> ''وہ فرزند جس کے لیے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے (مجھے) بشارت دی تھی، ظاہر ہو گیا۔ یعنی وہ فرزند پیدا ہوا ہے اور اس نے علوم ظاہری وباطنی کی تحصیل شروع کر دی ہے، بلکہ تجرید وتفرید میں مجھ سے آگے بڑھ کر

سلسلہ نقشبندیہ میں توجہ دے رہا ہے۔"

حضرت شیخ بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

"سبحان اللہ! حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کی دور بین نظر کیا تھی؟ کہ وہ بات جو تیس سال بعد میں ظہور آنے والی تھی، اس کے لیے آپ نے پہلے ہی فرما دیا تھا۔"

مقام ومنزلت:

آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے مشہور خلفاء میں سے تھے۔ بالکل فارغ البال، آزاد، بے تکلف اور بے تعین تھے۔ حضرت شیخ بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے وصال کے بعد شیخ (محمد طاہر بدخشیؒ) سرہند آئے اور راقم الحروف نے ان کو دیکھا ہے۔ دراز قد اور قوی ہیکل تھے اور حدیث اَتْقِیَآءُ اُمَّتِیْ بُرَآءٌ عَنِ التَّکَلُّفِ (یعنی میری اُمت کے متقی لوگ تکلف سے پاک ہوں گے) کے مطابق زمانے کے نشیب و فراز نے ان جیسے یگانہ آفاق کے دل کو متاثر نہیں کیا۔ ان کو ابدال کہا جا سکتا ہے۔"

آپ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے گیارہ مکتوبات گرامی موجود ہیں۔ (دیکھئے: دفتر اوّل، مکتوب نمبر ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۷۱، ۲۱۷، دفتر دوم مکتوب نمبر ۲۰، ۲۷، ۸۶ اور دفتر سوّم مکتوب نمبر ۳۷، ۹۱، ۱۲۴)۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خوش طبعی:

کہا جاتا تھا کہ مولانا (شیخ طاہر بدخشی رحمۃ اللہ علیہ) سادہ مزاج ترک ہیں، لہٰذا اپنے بعض احوال و مکاشفات کو اس طرح عرض کرتے تھے کہ ناچار حضرت مجدد الف ثانی (صلی اللہ علیہ وسلم) تبسم فرمانے لگتے تھے۔ کبھی (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے) بلند معارف سنتے ہوئے جی ہاں!

کیوں نہیں؟ اپنی زبان سے کہتے جاتے اور سر ہلاتے رہتے تھے، جس پر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ خوش طبعی کے طور پر ارشاد فرماتے تھے:

''یوں معلوم ہے کہ گویا یہ اسرار (ومعارف) مولانا طاہر پر وارد ہو رہے ہیں اور ہم ان کی ترجمانی کر رہے ہیں۔''

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت:

جونپور (ہندوستان) پہنچنے کے بعد خدا جانے کس نیت سے آپ نے بول چال اور اُٹھنے بیٹھنے میں ایسا طریقہ اختیار کیا، جس سے لوگ آپ کو ملامتیہ میں سے سمجھنے لگے اور اس طرح طالبین کے رجوع میں بہت کمی آ گئی۔ جن دنوں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) اجمیر شریف (ہندوستان) میں تشریف فرما تھے۔ آپ کا ایک عریضہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا، جس میں آپ نے لکھا تھا کہ طالبین کا اس فقیر کی طرف کوئی رجوع نہیں ہے۔ اس کے جواب میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

''(یہ) ایک عجیب سادہ دل آدمی ہیں، اصل کام احوال کی محافظت، کام کی فکر اور اپنے ایمان وانجام کا غم کرنا ہے۔ اس ضمن میں جس کسی کو (بھی) اللہ تعالیٰ (اس کے پاس) پہنچا دے اور اس کی تعلیم وتربیت پر مامور فرما دے (اسے چاہیے کہ) حکم کے مطابق خالص اللہ کی رضا کے لیے اس میں مصروف رہنا چاہیے۔ نیز طالبین کے دلوں کی کشش کے لیے ایسی وضع اختیار کرنی چاہیے، جس میں ملامتیہ کے طریقہ کو کچھ بھی دخل ہو۔''

وصال مبارک:

آپ نے ستر برس سے زیادہ عمر میں ۷ رجب ۱۰۴۷ھ/ ۲۵ نومبر ۱۶۳۷ء کو جونپور (ہندوستان) میں وصال فرمایا اور وہیں آخری آرام گاہ پائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة.[۱۳۱]

حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

ولادت:

آپ تقریباً ۹۸۴ھ/۱۵۷۶ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔

تحصیل علوم ظاہری:

آپ حفظ قرآن کے بعد علوم عقلی ونقلی کی تحصیل میں مصروف ہوئے اور معقول ومنقول، فروع واصول اور جملہ فنون میں کمال حاصل کیا۔

علوم باطنی کا ذوق:

علوم ظاہری سے فراغت کے بعد آپ کو علوم باطنی حاصل کرنے کا ذوق دامنگیر ہوا۔ آپ پر اتباع شریعت کا غلبہ تھا، لہٰذا ایسے مرشد کی تلاش میں لگ گئے جو علم وعمل میں نبی کریم ﷺ کی کامل متابعت رکھتا ہو اور یگانۂ وقت اور شہرۂ آفاق حیثیت کا حامل ہو۔ اس طرح اپنے زمانے کے افضل وکمال اولیائے کرام میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے علاوہ کسی کو نہ پایا۔ پس ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔

بے مثال جذبہ خدمت:

بعدازاں آپ سالوں انتہائی خاکساری، جان سپاری، عاجزی اور انکساری کے ساتھ اپنے پیر خانہ (خانقاہ سرہند شریف) میں گونا گوں خدمات سرانجام دیتے رہے، حتیٰ کہ اس انکساری وخدمت گزاری میں کوئی دوسرا شخص آپ کا سہیم وشریک نہ تھا۔ بعض اوقات درویشوں سے التماس کرتے کہ جھاڑو دینے والے کو منع کر دیا جائے کہ وہ جھاڑو نہ دے اور بیت الخلاؤں کی صفائی مجھے کرنے دی جائے۔

مخدوم زادگان کی تعلیم وتدریس:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے اپنے بلند مرتبت صاحبزادگان کی تعلیم آپ کے سپرد فرمادی اور آپ مخدوم زادگان کی تعلیم وتفہیم کے لیے جہد بلیغ اور سعی تمام مبذول کرتے تھے۔ چنانچہ مخدوم زادگان فرمایا کرتے تھے: ''حضرت شیخ طاہر کے حقوق ہم پر اتنے زیادہ ہیں کہ ہم کسی طرح بھی ان کے شکریہ سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتے۔ جَزَاہُ اللّٰہُ عَنَّا خَیْرَ الْجَزَآءِ۔ یعنی: اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ایک بار حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

> ''ہم چاہتے ہیں کہ محمد یحییٰ کو شیخ طاہر کے حوالے کریں، تاکہ وہ بھی شیخ کے انفاس کی برکت سے باعمل عالم بن جائے، لیکن اب شیخ طاہر کا وہ دماغ کہاں رہا۔''

یعنی اب ان پر ظاہری عوم کی بجائے درویشی وفقر کا رنگ غالب ہے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تعظیم وتکریم:

اس علمی شان کے باوجود آپ پر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے رعب وادب کا بہت زیادہ غلبہ تھا۔ آپ اتنے ہیبت زدہ رہتے تھے کہ بیان نہیں ہوسکتا۔ کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو امامت کرنے کا حکم فرمایا تو آپ کے چہرے کا رنگ زرد ہوگیا اور تمام جسم کانپنے لگا اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے رعب کی وجہ سے ہر لحظہ میں قرأت آپ کے گلے میں رُک رُک جاتی تھی۔ آپ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی بہت زیادہ تعظیم وتکریم کرتے تھے۔

خلافت واجازت:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی نظر کیمیا کی برکت سے آپ کمال و تکمیل کے مرتبہ سے مشرف ہوئے اور مقامات سلوک طے کرنے کے بعد سلسلہ عالیہ نقشبندیہ، قادریہ اور چشتیہ میں خلافت واجازت کا شرف پایا۔ شیخ ومرشد عالی مقام نے آپ کو تحریری

اجازت نامہ عنایت فرما کر لاہور کی طرف روانہ فرمایا، تا کہ وہاں کے لوگوں کو راہِ حق پر گامزن ہونے کی تعلیم و تربیت فرمائیں۔ آپ ہر سال، دو سال میں، کبھی سال میں کئی بار حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیوض و برکات حاصل کرتے اور پھر آپ کی اجازت سے واپس جاتے۔ مفارقت صوری کے دوران شیخ و مرشد کی خدمت میں عریضے لکھا کرتے تھے۔

اجازت نامہ:

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) نے آپ کو درج ذیل تحریری اجازت نامہ عنایت فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بَعْدَ الْحَمْدِ وَالْمِنَّةِ لِوَلِيِّهٖ وَالصَّلٰوةُ وَالتَّحِيَّةُ عَلٰى نَبِيِّهٖ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْكِرَامِ الدَّاعِيْنِ لِلْحَقِّ اِلٰى دَارِ السَّلَامِ. يَقُوْلُ الْعَبْدُ الْفَقِيْرُ اِلٰى رَحْمَةِ اللّٰهِ الْوَلِيِّ الْغَنِيِّ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْاَحَدِ الْفَارُوْقِي النَّقْشَبَنْدِيُّ غَفَرَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ ذُنُوْبَهُمَا وَسَتَرَ عُيُوْبَهُمَا اِنَّ الْاَخَ الْعَالِمَ الْعَامِلَ الْفَاضِلَ الْكَامِلَ الشَّيْخَ مُحَمَّدَ طَاهِرَ لَمَّا وَفَّقَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى بِسُلُوْكِ طَرِيْقَةِ اَوْلِيَآئِهٖ وَدَخَلَ فِي الطَّرِيْقَةِ الْعَلِيَّةِ النَّقْشَبَنْدِيَّةِ الْجَمْعِ الْهِمَّةِ وَتَمَامِ النَّهْمَةِ حَصَلَ لَهُ الْحُضُوْرُ وَالشُّهُوْدُ وَالْقُرْبَةُ وَالْجَمْعِيَّةُ وَتَيَسَّرَ لَهُ الْبِدَايَةُ الَّتِيْ اِنْدَرَجَتْ فِيْهَا النِّهَايَةُ، فَاِذَا مَضَتْ بُرْهَةٌ مِنَ الزَّمَانِ وَهُوَ عَلٰى هٰذِهِ الْاَحْوَالِ ظَهَرَ لِيْ اَنَّهٗ سَيُبْتَلٰى بِابْتِلَاءٍ عَظِيْمٍ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنَ الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ اِلٰى سُبُلٍ مُتَفَرِّقَةٍ وَيَمِيْلُ مِنْ مَذْهَبِ اَهْلِ الْحَقِّ اِلٰى مَذَاهِبَ بَاطِلَةٍ فَهِمْنِيْ ذَالِكَ، وَالْجَأنِيْ اِلَى التَّضَرُّعِ وَالْخُشُوْعِ اِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ لِيَذْهَبَ عَنْهُ هٰذَا الْاِبْتِلَاءِ وَيَرْفَعُ عَنْهُ ذٰلِكَ الْبَلَاءُ ثُمَّ ظَهَرَلِيْ بَعْدَ التَّضَرُّعِ التَّامِ اَنَّهٗ سَوْفَ يَرْفَعُ عَنْهُ ذَالِكَ الْاِبْتِلَاءِ. فَحَمِدْتُ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ عَلٰى ذَالِكَ، وَقَدْ ظَهَرَ بَعْدَ مُدَّةٍ يَسِيْرَةٍ مِنْهُ مَا ظَهَرَلِيْ اَوَّلًا

حَتّٰی خَرَجَ مِنَ الْإِسْتِقَامَةِ اِلَی الْإِعْوِجَاجِ وَمَالَ مِنَ الْحَقِّ اِلَی الْبَاطِلِ بِحَیْثُ اِنْقَطَعَ رَجَاءَنَا مِنْ اَنْ یَّعُوْدَ اِلَی الْحَقِّ وَیَرْجِعَ اِلَی الْإِسْتِقَامَةِ.

هُوَ كُلَّمَا دَخَلَ فِیْ سَبِیْلٍ مِنَ السُّبُلِ الْمُتَعَرِّقَةِ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَلَیَّ تَوَجَّهْتُ بِعَوْنِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَتَوْفِیْقِهٖ اِلٰی اِخْرَاجِهٖ مِنْ ذٰلِكَ السَّبِیْلِ بِالْقَسْرِ التَّامِّ وَسَعَیْتُ بَعْدَ ذٰلِكَ فِیْ اَنْ اَسُدَّ ذٰلِكَ السَّبِیْلَ، حَتّٰی لَا یَكُوْنَ لَهٗ عَوْدٌ اِلٰی ذٰلِكَ ثَانِیًا وَمَضَتِ الشُّهُوْدُ بَلِ السُّنُوْنُ عَلٰی هٰذِهِ الْحَالَةِ ثُمَّ ظَهَرَ بِتَائِیْدِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ مَا ظَهَرَ ثَانِیًا فَعَادَ اِلَی الْحَقِّ وَرَجَعَ اِلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ ثُمَّ قَطَعَ مَا بَقِیَ لَهٗ مِنْ مَنَازِلِ الْجَذْبَةِ وَمُقَامَاتِ السُّلُوْكِ وَتَرْبِیَّةِ الطَّلَبَةِ فَرَخَّصْتُ لَهٗ بِذٰلِكَ بَعْدَ الْإِسْتِخَارَةِ وَالتَّوَجُّهِ الْمَسْئُوْلُ مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ الْإِسْتِقَامَةَ وَالثَّبَاتَ عَلٰی مُتَابَعَةِ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ وَلَمَّا كَانَ لِلشَّیْخِ الْمُشَارِ اِلَیْهِ مِنْ طَرِیْقَیِ السِّلْسِلَةِ الْقَادِرِیَّةِ وَالْچِشْتِیَّةِ حَظًّا وَافِرًا وَنَصِیْبًا كَامِلًا رَخَّصْتُ لَهٗ اَیْضًا اَنْ یُّعْطِیَ لِلْمُرِیْدِیْنَ خِرْقَةَ الْإِرَادَةِ فِی الْقَادِرِیَّةِ وَخِرْقَةَ التَّبَرُّكِ فِی الطَّرِیْقَةِ الْچِشْتِیَّةِ وَالْمَسْئُوْلُ مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ الْعِصْمَةَ وَالتَّوْفِیْقَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَوَّلًا وَآخِرًا وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ دَائِمًا وَسَرْمَدًا وَعَلٰی آلِهِ الْعِظَامِ وَاَصْحَابِهِ الْكِرَامِ.

یعنی: اپنے مولا کی حمد اور اس کے احسانات کی شکر گزاری کے بعد اور اس کے نبی (ﷺ)، آپ (ﷺ) کی آل (اطہارؓ) اور صحابہ کرامؓ جو دارالسلام کی طرف حق کے داعی ہیں، پر درود سلام بھیجنے کے بعد، فقیر (جو اللہ ولی اور غنی کی رحمت کا محتاج ہے)، احمد بن عبدالاحد فاروقی

نقشبندی (اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان دونوں کے گناہوں کو معاف کرے اور ان دونوں کے گناہوں کی پردہ پوشی فرمائے) کہتا ہے کہ بلاشبہ جب بھائی، عالم، عامل، فاضل، کامل شیخ محمد طاہر کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے اولیا کے طریقہ پر چلنے کی توفیق عطا کی اور وہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں پوری ہمت و نیاز کے ساتھ داخل ہوا تو اسے حضور وشہود اور قربت و جمعیت حاصل ہوگئی اور اسے ایسی بدایت نصیب ہوئی، جس میں نہایت موجود ہے۔ جب ایک زمانہ بیت گیا اور وہ انہی احوال میں تھا تو مجھ پر ظاہر ہوا کہ وہ بڑی آزمائش میں ڈالا جائے گا، یہاں تک کہ وہ سیدھے راستے سے متفرق راستوں پر نکل جائے گا۔ وہ اہل حق کے مذہب سے (ہٹ کر) باطل مذاہب کی جانب میل ہو جائے گا۔ میں نے تضرع اور زاری سے اللہ سبحانہ کے حضور التجا کی کہ وہ اس سے یہ ابتلاء ہٹا دے اور یہ مصیبت اس سے دور کردے۔ پھر کامل زاری کے بعد مجھ پر ظاہر ہوا کہ عنقریب اس سے یہ مصیبت ہٹا دی جائے گی۔ پس میں اس پر اللہ سبحانہ کی ستائش کرتا ہوں۔ پھر تھوڑی مدت کے بعد مجھ پر وہ چیز ظاہر ہوئی جو مجھ پر پہلے ظاہر ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ وہ (بڑی) استقامت کے ساتھ ٹیڑھے راستوں کی طرف نکل آیا اور حق کی طرف سے باطل کی جانب مائل ہوگیا، اس طرح کہ ہماری یہ اُمید ختم ہوگئی کہ وہ حق کی طرف آ جائے گا اور استقامت کی طرف لوٹے گا۔

جب وہ کئی متفرق راستوں میں داخل ہوا اور اس کو اللہ سبحانہ نے مجھ پر ظاہر کیا۔ میں اللہ سبحانہ کی مدد اور توفیق سے اس کو ان راستوں سے نکالنے کی طرف پوری طرح متوجہ ہوا۔ میں نے اس کے بعد کوشش کی کہ اس راستے کو بند کردوں، تاکہ وہ دوبارہ اس کی طرف لوٹ نہ سکے۔ اس حالت پر کئی مہینے بلکہ کئی سال گزر گئے۔ پھر مجھ پر ظاہر ہوا اللہ کی

تائیداور نصرت سے جو ظاہر ہوا تھا دوسری مرتبہ اور وہ حق اور صراطِ مستقیم کی طرف لوٹا۔ پھر اس نے طے کیں، جو جذب کی منازل تھیں اور سلوک کے مقامات تھے۔ پھر وہ اس قابل ہو گیا کہ وہ لوگوں کو اس طریقہ کی تعلیم اور تربیت دے۔ پس میں نے اس کو استخارہ اور توجہ کے بعد اس کی اجازت دی۔ میں اللہ سبحانہٗ سے استقامت اور ثابت قدمی کا طلبگار ہوں کہ وہ اس کو سیّد الاوّلین والآخرین ﷺ کی اتباع کی توفیق عطا کرے اور جب اس شیخ کو، جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، سلسلہ قادریہ اور چشتیہ سے وافر حصہ ملا ہے تو میں نے اس کو ان کی بھی اجازت دے دی کہ وہ اپنے مریدوں کو خرقہ ارادت قادریہ میں اور خرقہ تبرک چشتیہ میں عطا کرے۔ میں اللہ سبحانہ سے اس کی حفاظت اور توفیق کا سوال کرتا ہوں اور اوّل و آخر میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں اور سیّد الاوّلین اور سیّد المرسلین (ﷺ) اور آپ ﷺ کی آل (اطہارؓ) اور صحابہ کرامؓ پر درود و سلام بھیجتا ہوں۔

گوشہ نشینی:

آپ لاہور میں طالبوں کو فیض پہنچانے میں مشغول ہوئے، لیکن گوشہ نشینی اور تنہائی آپ کو پسند تھی۔ حجرہ تنہائی میں بیٹھ جاتے اور دروازے کی زنجیر اندر سے لگا لیتے۔ مخلوق کی آمد و رفت کو روک دیتے اور خاص کر حکام اور دولت مندوں کو نہ آنے دیتے۔ اکثر بڑے بڑے امراء جب آپ سے ملنے کے لیے آتے تو آپ دروازہ بند کر لیتے اور ان سے ہرگز ملاقات نہ کرتے تھے۔

ذریعہ معاش:

آپ بڑے عمدہ خوش نویس تھے۔ تفسیر و حدیث کی کتابیں مثلاً تفسیر بیضاوی اور مشکوٰۃ شریف بہت اچھے خط میں کتابت فرماتے۔ ان پر حاشیہ کی تزئین کرتے۔ مختلف نسخوں سے مقابلہ کرتے ان کو مزین کرتے۔ پھر ان کو فروخت کر کے اپنی روزی حاصل کرتے تھے۔

ریاضت ومجاہدت:

آپ کو ریاضتوں اور مجاہدوں کا شغف تھا۔ سخت ریاضت ومجاہدے کی وجہ سے دبلے پتلے ہو گئے تھے اور ہڈی چمڑا رہ گئے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے شیطان کو دیکھا تو اس سے دریافت فرمایا کہ ہمارے کون کون سے مریدوں پر تیرا بس نہیں چلتا۔ اس نے کہا کہ شیخ طاہر لاہوری پر میرا قابو نہیں چلتا، جب کہ وہ بھوکا رہتا ہے۔

اخلاق حسنہ:

آپ کے اخلاق بہت اچھے تھے۔ بے نفسی، مسکینی اور فنائیت آپ پر غالب تھی، لیکن خوش مزاجی (سچائی والی) بھی آپ کی گفتگو میں ہوتی تھی۔

قطبیت:

حضرت شیخ بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے حالات میں ایک واقعہ کی نقل کے بعد تحریر فرمایا ہے:

> ''راقم الحروف کا خیال ہے کہ اس واقعہ سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اس علاقے کے قطب ہیں۔ چنانچہ مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے تھے کہ ایک رات نماز عشاء سے پہلے شیخ طاہر، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر تھے تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ سے خطاب کر کے فرمایا کہ آپ کو اس علاقے کا قطب بنایا گیا ہے اور اس سے اشارہ ان کے وطن (لاہور) کا کیا گیا۔''

آپ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے تین مکتوبات گرامی (دفتر ا: ۲۲۵، ۲۲۷، ۲۵۵) موجود ہیں۔

شادی:

آپ اکثر عمر میں مجرد رہے، لیکن آخر میں حضور انور ﷺ کی سنت ادا کرنے کے خیال سے شادی کر لی تھی۔

وصال مبارک:

آپ نے ۵۶ سال کی عمر میں بروز جمعرات، بوقت چاشت مؤرخہ ۲۰ محرم ۱۰۴۰ھ/ ۲۹۔ اگست ۱۶۳۰ء کو لاہور میں وصال فرمایا اور میانی کے قبرستان میں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة. آپ کا مقبرہ ''طاہر بندگی'' کے نام سے معروف ہے۔ مادہ تاریخ وفات ''غم'' اور ''آہ معرفت مرد'' ہے۔[۱۳۲]

حضرت خواجہ میر محمد نعمان بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

آباؤ اجداد:

آپ کے والد بزرگوار حضرت میر شمس الدین بدخشانی معروف بہ "میر بزرگ" رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۹۴ھ/ ۱۵۸۶ء) اپنے علو نسب، فضل، علم، تقویٰ، حضور اور صفا کی وجہ سے بدخشاں اور ماوراء النہر کے مشاہیر میں سے تھے۔ بعض نادر علوم مثلاً جفر اور تکسیر وغیرہ میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

میر بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد امیر جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ اور جد بزرگوار میر سیّد حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی مشہور علماء واتقیاء اور عرفاء میں شمار ہوتے تھے۔ جن کے پہلے آباؤ اجداد میں "شیخ بلبل" رحمۃ اللہ علیہ نامی ایک بزرگ تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ قرآن مجید کی تلاوت اور قرأت اس انداز میں کرتے تھے کہ ان کے آس پاس بلبلیں جمع ہو جاتی تھیں۔ دوران تلاوت یہ بلبلیں نالہ وفریاد میں مشغول رہتیں اور بعض اوقات ان سے کچھ آواز کے سوز وگداز کی وجہ سے مرجایا کرتی تھیں۔

امیر بزرگ رحمۃ اللہ علیہ ایک موزہ فروش درویش سے بیعت تھے، جو سلسلہ عشقیہ کے صاحب جذبات وکرامات بزرگ تھے۔ وہ سمرقند کے ویرانوں میں پنہاں رہتے اور موزہ فروشی کو اپنا پردہ اور ذریعہ معاش بنائے ہوئے تھے۔ ایک بار جامع مسجد سمرقند میں ان پر وجد طاری ہوا اور بڑھاپے کے باوجود یوں اُچھلے کہ تقریباً تیرہ فٹ اُونچے اور سات فٹ چوڑے بند کے ایک طرف سے دوسری طرف پر جا پہنچے اور انھیں ذرا بھر چوٹ یا خراش نہ ہوئی۔

میر بزرگ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ قاسم کرمینی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت بھی پائی تھی اور ان کے نام سے ایک رسالہ تحریر کیا، جس میں ان کی بہت تعریف کی۔ جب انہوں نے یہ رسالہ ملاحظہ کیا تو فرمایا:

> "جس طرح تم نے میرے نام کو عزت وتکریم دی ہے، اللہ تعالیٰ اسی طرح تم کو بھی محترم ومحتشم بنائے گا۔"

پس اسی زمانے میں مغلیہ بادشاہ جلال الدین محمد اکبر (م ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء) کے بھائی شاہزادہ محمد حکیم (م ۹۹۳ھ/ ۱۵۸۵ء) نے ایک محبت بھرا مکتوب لکھ کر میر بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کو کابل بلوا بھیجا، لہٰذا آپ کابل گئے اور شاہزادہ موصوف سے ملاقات کی۔ اس نے آپ کا بڑا احترام و اکرام کیا۔ جب شاہزادہ محمد حکیم نے وفات پائی تو بعد ازاں ایک غیر مسلم وہاں کا حاکم ہو گیا۔ جس پر میر بزرگ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وفات کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، جو قبول ہوئی اور انتقال فرمایا۔

میر بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت کا معتقد ہونا:

آپ سے منقول ہے: ''میں اپنے والد بزرگوار کو ستر علوم میں فاضل سمجھتا تھا اور ان کے تقویٰ کا قائل تھا، لیکن میں ان کو اولیاء میں سے نہیں خیال کرتا تھا۔ ایک روز میری بڑی ہمشیرہ جو بڑی عارفہ تھیں، نے مجھے فرمایا کہ میں نے اپنے والد ماجد کو واقعے میں دیکھا۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے بیٹے میر محمد نعمان سے کہنا کہ تم مجھ سے کیوں اعتقاد کم رکھتے ہو؟ اس دن میں اپنے والد بزرگوار کی ولایت کا معتقد ہو گیا۔

ولادت باسعادت:

آپ ۹۷۷ھ/ ۷۰-۱۵۶۹ء میں سمرقند میں پیدا ہوئے۔ لفظ ''جنید'' سے تاریخ ولادت نکلتی ہے اور اس میں شک نہیں کہ آپ اپنے وقت کے جنیدؒ و شبلیؒ تھے۔

نام:

آپ کے والد بزرگوار نے عہد کر لیا تھا کہ جو بچہ بھی میرے ہاں پیدا ہو گا، میں اس کا نام حضرت محمد ﷺ کے نام گرامی سے مرکب کروں گا۔ آپ کی ولادت سے قبل آپ کے تین بھائی تھے، جن کے نام جلال الدین محمد، سعد الدین محمد اور ضیاء الدین محمد تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کو اُمید سے ہوئے ہوئے تین مہینے ہوئے تھے کہ آپ کے والد بزرگوار کو خواب حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۵۰ھ/ ۷۶۷ء) کی زیارت ہوئی، جنہوں نے ان کو فرمایا کہ جو بچہ پیدا ہو اس کا نام میرے نام ''نعمان'' پر رکھنا، لہٰذا آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو والد بزرگوارؒ نے آپ کا نام ''محمد نعمان'' رکھا۔

بچپن میں آثار بزرگی:

بچپن ہی میں بعض نادر نسبتیں آپ پر غلبہ کرتی تھیں اور آپ کو بے قابو کر دیتی تھیں اور آپ کو غیبت واستغراق ہو جاتا تھا۔ جب آپ فقراء کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے مراقبات وواردات سے آگاہ ہوئے تو آپ کو یقین آگیا کہ وہ سب کیفیات اسی راستے سے تعلق رکھتی ہیں۔

توبہ وانابت کا آغاز:

آپ نوجوانی کے آغاز میں بلخ میں حضرت امیر عبداللہ بلخی عشقی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے اشارہ سے توبہ وانابت کی توفیق نصیب ہوئی۔

ہندوستان آمد:

بعد ازاں آپ ہندوستان آ گئے اور طلب حق کے ذوق کی وجہ سے بعض درویشوں سے اذکار کی تعلیم پائی۔ ان میں مشغول ہو گئے۔ کئی بزرگوں کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور حضرت شیخ سعید حبشی رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحے کی سعادت بھی پائی۔ بالآخر قاصد حق کی رہنمائی سے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کی خدمت میں پہنچے۔ انہوں نے آپ کے حال پر خصوصی نگاہ فرمائی اور بیعت کے بعد سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ذکر ومراقبہ سے مشرف فرمایا۔

آپ نوکری اور دنیاوی تعلقات کو خیر باد کہہ کر اپنے فرزندوں اور عزیزوں کی کثیر جماعت کے ساتھ حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت میں رہنے لگے اور فقر وفاقہ کے باوجود بڑے خوش اور مسرور رہتے تھے۔

حضرت خواجہ قدس سرہ کی عنایات خاصہ:

ایک مخلص مالدار شخص نے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کی خانقاہ کے درویشوں اور فقیروں کے لیے یومیہ خرچ فراہم کرنے کی التماس کی۔ حضرت خواجہ قدس سرہ نے انھیں اپنے چند احباب کے نام اس مقصد کے لیے دیے۔ اس دوران ایک آدمی نے حضرت خواجہ قدس سرہ سے عرض کیا کہ حضرت! میر محمد نعمان بھی بڑے فقر وفاقہ میں مبتلا اور

کثیر العیال ہیں۔ حضرت خواجہ قدس سرہ ان کے لیے راضی نہ ہوئے اور فرمایا:

"یہ لوگ ہمارے جسم کے اجزاء ہیں"۔ یعنی ہم اپنے اجزائے بدن کو ایسی باتوں میں ملوث نہیں کرنا چاہتے۔

آپ فرماتے تھے کہ باوجود اس کے کہ ہم ان دنوں میں سخت قسم کے فاقوں میں مبتلا تھے، حضرت خواجہ قدس سرہ کے ان عنایت آمیز اور خصوصی کرم والے الفاظ مبارک کو سن کر ہم پر رقتیں طاری ہو گئیں۔ ہمیں بے حد خوشی حاصل ہوئی اور ہم جھومنے لگے اور حسن احوال کے اُمیدوار ہو گئے۔

فقر و فاقہ:

مسجد فیروزی، دہلی کے نیچے مکانات تھے، جن میں صدیوں سے کوئی آدمی نہیں رہ رہا تھا اور پرندوں کے گھونسلوں وغیرہ کی بو کی وجہ سے وہاں دم گھٹتا تھا۔ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کے حکم سے آپ اپنے متعلقین کے ساتھ وہاں رہتے تھے۔ آپ کی ہمشیرہ جو اللہ تعالیٰ کے نیک لوگوں اور صاحبان حالات وجذبات میں سے تھیں، وہاں رہنے کی وجہ سے بیمار ہو گئیں تو حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کی والدہ ماجدہؒ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائیں اور اس مکان کی بو کی وجہ سے وہ وہاں گھڑی بھر بیٹھ نہ سکیں۔ (واپسی پر) انہوں نے یہ صورت حال حضرت خواجہ قدس سرہ کو بتاتے ہوئے کہا:

"اے میرے خواجہ! اور میری آنکھوں کے نور! یہ لوگ جو مرید بنے ہیں، مرنے کے لیے (مرید) نہیں بنے ہیں۔"

حضرت خواجہ قدس سرہ نے فرمایا:

"امی جی! مطالبہ سے نہیں آئے ہیں کہ ان امور سے گراں خاطر اور رنجیدہ دل ہوں۔"

حضرت خواجہ قدس سرہ کی بابرکت نگاہ:

ایک روز بعض سکریہ احوال، جو شرع کے موافق نہ تھے، آپ پر غالب ہو گئے۔ آپ نے

جتنی کوشش کی، وہ رفع نہ ہوئے۔ ناچار آپ نے ارادہ کیا کہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کی خدمت میں جا کر عرض کریں۔ چنانچہ جب آپ مسجد میں پہنچے تو نماز کی جماعت شروع ہو چکی تھی۔ آپ صف کے ایک کنارے پر تھے اور حضرت خواجہ قدس سرہ صف کے دوسرے کنارے پر۔ آپ نے چاہا کہ اس قبلہ حقیقی کی طرف نگاہ کر کے تکبیر تحریمہ کہیں۔ جونہی آپ کی نظر ان (حضرت خواجہ قدس سرہ) پر پڑی تو ان کی نگاہ آپ پر پڑی۔ ان کی اس نگاہ کی برکت سے آپ کے مذکورہ سکر یہ احوال دور ہو گئے۔

حضرت خواجہ قدس سرہ کا فیض عالی:

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کے مرض الموت میں ایک رات آپ کو خدمت کرنے اور جاگنے کا موقع ملا۔ اس رات حضرت خواجہ قدس سرہ نے ایک نگاہ آپ پر ڈالی، جس کے اثر سے آپ کی حالت یوں ہوگئی کہ جو کام بھی آپ کرتے تھے، اس سوچ میں پڑ جاتے کہ آیا یہ کام رضائے الٰہی کے مطابق ہے یا نہیں؟ چنانچہ جو قدم بھی آپ اُٹھاتے تو کہتے کہ آیا یہ مرضی حق کے موافق ہے یا اس کی رضا کے خلاف ہے؟ جب آپ واپس ہوتے تو سر اسی اندیشہ میں گم رہتا تھا۔ معلوم ہوا کہ اس وقت حضرت خواجہ مقام تسلیم و رضا میں تھے اور اس تشنہ جان کو اس بحر بیکراں سے ایک ذرا نصیب ہو گیا ہے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت:

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) نے اپنی زندگی مبارک میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی تعلیم کی اجازت عطا فرمائی اور اپنے تمام اصحاب (مریدوں) کو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد فرمایا تو اس دوران آپ کو بھی فرمایا کہ ان (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھ کر لازم پکڑیں۔ ہم پیر ہونے کی وجہ سے آپ کے دل میں رعونت تھی، لہٰذا آپ نے عرض کیا: ''میرا قبلہ توجہ تو حضور کی درگاہ ہی ہے، اگرچہ وہ بزرگ ہیں''۔ حضرت خواجہ قدس سرہ نے غصے کی حالت میں فرمایا:

''میاں شیخ احمد ایک سورج ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے ان کے ضمن

میں گم ہیں، متقدمین اولیائے کاملین میں بہت کم (حضرات) ان جیسے گزرے ہیں۔"

اس کے بعد آپ صحیح اعتقاد اور کامل نیاز مندی کے ساتھ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عنایت کے طالب بنے۔ اس پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آخر کار آپ ہمارے ہی ہیں، لیکن فی الحال کچھ عرصہ حضرت قبلہ گاہ (خواجہ باقی باللہ قدس سرہ) کی خدمت میں رہیں۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت:

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کے وصال مبارک کے بعد جب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) دہلی میں تشریف لائے تو آپ نے ایک عریضہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا، جس میں اپنی شکستہ دلی، غربت، بے نصیبی اور بے استعدادی کا تذکرہ کیا اور اس میں لکھا: "میرے پاس آپ کے حضور میں اس کے علاوہ کوئی وسیلہ نہیں ہے کہ میں سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے ہوں۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے مجھ پر ترحم فرمائیں"۔ آپ کے اس عریضہ کے مطالعہ سے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ پر رقت طاری ہوگئی اور انہوں نے فرمایا: "میر صاحب! گھبرائیں مت، ہمارے خواجہ رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہیں، اِن شآءاللہ بہتر ہوگا۔"

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا: "حضرت خواجہ قدس سرہ کے اصحاب (مریدوں) میں میر صاحب کو ہمارے ساتھ ایک اور مناسبت ہے۔"

سرہند شریف آمد:

بالآخر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے آپ کو اپنے حلقہ ارادت میں شامل فرمالیا اور بیعت کرنے کے بعد آپ کو اپنے ساتھ سرہند شریف (ہندوستان) لے آئے۔ آپ سالہا سال حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت وصحبت میں رہ کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے مقامات ودرجات کے فیوض وبرکات سے مالا مال ہوتے رہے۔

اجازت وخلافت:

ایک بار حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کو ایک بیماری میں ضعف رونما ہوا۔ اس خیال سے کہ شاید یہ ہماری آخری بیماری ہو اور شاید ضعف کے غلبہ سے حضرات خواجگان رحمۃ اللہ علیہ کی امانت کو (کسی کے) سپرد کرنے کی فرصت نہ ملے۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فیصلہ فرمایا کہ اپنے بعض احباب کو یہ نسبت شریفہ القا فرمائیں۔ اس بار امانت کے اُٹھانے کے قابل اپنے بڑے صاحبزادے حضرت شیخ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء) اور حضرت میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ کے سوا کسی کو نہ پایا، لہٰذا آپ نے ان دونوں حضرات کی استعداد کے مطابق ان کو نوازا اور امانت ان کے سپرد فرمادی۔

بعد ازاں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ صحت یاب ہو گئے اور آپ سرہند شریف ہی میں مقیم رہے۔ اس طرح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ آپ کو اپنے خصوصی التفات اور الطاف سے نوازتے رہے اور ان کی روحانی تربیت پر اپنی عنایت وشفقت میں اضافہ فرماتے رہے، یہاں تک کہ آپ انتہائی عروج وکمالات پر فائز المرام ہو گئے۔

۱۰۱۸ھ/ ۱۶۰۹ء میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنے قلم مبارک سے خلافت نامہ تحریر فرما کر عنایت فرمایا اور ساتھ ہی برہان پور روانہ فرمایا۔ خلافت نامہ کی عبارت درج ذیل ہے:

هُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى نَبِيِّهٖ وَنُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ الْكِرَامِ وَبَعْدُ، فَاِنَّ الْاَخَ الصَّالِحَ السَّالِكَ طَرِيْقَ اَهْلِ اللّٰهِ الْعَارِفَ بِاللّٰهِ السَّيِّدَ الْكَامِلَ مُحَمَّدَ نُعْمَانَ وَفَّقَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِيَّايَ لِمَرْضَاتِهٖ لَمَّا دَخَلَ بِتَوَسُّطِ هٰذَا الْفَقِيْرِ فِيْ سِلْكِ اِرَادَةِ الْمَشَائِخِ النَّقْشَبَنْدِيَّةِ وَسَلَكَ طَرِيْقَتَهُمُ الْعَالِيَةَ قَدَّسَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَسْرَارَهُمْ وَظَهَرَ مِنْهُ الْاِنْتِفَاعُ لِلطَّلَبَةِ اَجَزْتُهٗ لِتَعْلِيْمِ طَرِيْقَةِ هٰؤُلَاءِ الْاَكَابِرِ لِلطُّلَّابِ وَشَرْطُ الْاِجَازَةِ الْاِسْتِقَامَةُ عَلَى الشَّرِيْعَةِ وَالثَّبَاتُ عَلَى الطَّرِيْقَةِ وَالْحَقِيْقَةِ، وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ

مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ.

یعنی: وہی ایک اللہ ہے، سوائے اس کے اور کوئی نہیں۔ ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور اس کے نبی (ﷺ) اور آپ (ﷺ) کی بزرگ آلؑ پر درود وسلام بھیجتے ہیں برادر صالح، سالک طریق حق، اہل اللہ، عارف باللہ، سید کامل محمد نعمان (اللہ ان کو ہمیشہ اپنی مرضیات کی توفیق مرحمت فرمائے)، جب فقیر کے توسط سے مشائخ نقشبندیہ کی سلک ارادت میں داخل ہوئے اور ان کے طریقہ عالیہ کا سلوک طے کرلیا اور ان سے طریق کے لیے نفع کا امکان پایا گیا، تو میں نے ان کو ان اکابر کے طریقہ کی تعلیم طالبین راہ کو دینے کی اجازت دے دی ہے، مطابق شریعت وحقیقت کے۔ اور سلام ہو اس پر جس نے ہدایت حق کی پیروی کی اور (حضرت محمد) مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو اپنے اُوپر لازم کیا۔

قبولیت عامہ:

آپ دو بار برہانپور گئے اور وہاں حضرت شیخ محمد فضل رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ عیسیٰ روح اللہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے صاحب علوم وحال وقال کے سبب آپ کے طریقہ کی اشاعت نہ ہوسکی۔ آپ نے واپس آکر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے تیسری بار آپ کو برہانپور بھیجا اور فرمایا: ''ان شاء اللہ اس بار پہلے کی طرح نہ ہوگا۔'' چنانچہ اس مرتبہ آپ برہانپور آکر مسند ارشاد پر متمکن ہوئے تو مرشد کے ارشاد کے مطابق بہت زیادہ مقبولیت نصیب ہوئی۔ آپ کے تصرف وصحبت کے احوال واثر کی تفصیل کے لیے ایک کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ فقیر وامیر اور اہل غفلت واہل حضور آپ کی صحبت وتصرف کے اثر سے جذب ومستی میں یوں مغلوب ہوتے کہ وہ کپڑے پھاڑ کر مرغِ بسمل کی مانند زمین پر تڑپنے لگتے تھے۔ کبھی کبھی تیس چالیس آدمی ایک ساتھ بے خود ہوجاتے اور زمین پر گر پڑتے۔ بلکہ دیکھنے والوں میں صوفیہ اور منکرین بھی معتقدین کی مانند بے خودی وبے ہوشی میں زمین پر گر کر تڑپنے لگتے تھے۔

شہر میں آپ کے تصرفات کا یوں شہرہ تھا کہ دوسرے مشائخ کے مریدین بے اختیار ہوکر آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوجاتے تھے۔ بیشمار گنہگار وفاسق راہِ راست پر آگئے اور

انھیں توبہ کا موقع نصیب ہو گیا۔ بڑے ہوشمند آپ کے زیر اثر جذب و بے خودی سے سرشار ہو گئے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی دعا مبارک:

ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کی خدمت میں ایک سفر سے حاضر ہوئے ہیں اور خانقاہ مجددیہ سرہند شریف (ہندوستان) کے گرد گھوم رہے ہیں۔ اسی اثناء میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ در دولت سے باہر تشریف لائے اور آپ کو دروازے پر نیازمندی اور انکساری کی حالت میں سر جھکائے دیکھا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت خوش ہو کر آپ پر خوب توجہ فرمائی اور آپ کو بغل میں لیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''میر صاحب کو سفر کی وجہ سے گرمی کا غلبہ ہو رہا ہے، شکر کا شربت لاؤ۔''

چنانچہ شکر کے شربت کا ایک سفید پیالہ لایا گیا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''میر صاحب! یہ پیالہ پورا پی جاؤ اور کسی کو اس میں سے ایک قطرہ بھی مت دو۔''

آپ نے شکر کا یہ پورا پیالہ پی لیا۔ بعد ازاں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے قبلہ رو ہو کر دعا کے لیے مبارک ہاتھ اُٹھائے اور اللہ کریم سے یوں دعا مانگی:

''اے اللہ! وہ نسبت جو خاص (حضرت) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، میر صاحب کو نصیب فرما۔''

پھر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھ مبارک اپنے منہ پر پھیر لیے۔ بعد ازاں دوبارہ ہاتھ اُٹھائے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا:

''اے اللہ! وہ نسبت جو خاص میری ہے، وہ بھی میر صاحب کو نصیب فرما۔''

آپ بیدار ہوئے تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اس خواب کی تعبیر دریافت کی، لیکن حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے خاموشی اختیار فرمائی۔

خواب کی تعبیر:

ایک عرصے کے بعد حضرت مجدد الف ثانی ﷫(م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے آپ کو مکتوب شریف تحریر فرمایا، جس میں مذکورہ خواب کی تعبیر یوں درج تھی:

ایک روز صبح کی نماز کے بعد احباب بیٹھے ہوئے تھے۔ دانستہ یا نادانستہ طور پر آپ کی طرف توجہ ہوگئی اور دوسرے آثار جو نظر میں تھے، ان کو دور کرنے کی کوشش کی گئی اور وہ ظلمتیں اور کدورتیں جو محسوس ہو رہی تھیں، ان کو دور کرنے کا اہتمام بھی تھا، یہاں تک کہ آپ کے کمال کا ہلال بدر کامل بن گیا اور جو کچھ کہ ہدایت کے آفتاب میں ودیعت کر رکھا تھا، وہ سب اس بدر میں منعکس ہوگیا۔ حتیٰ کہ اس کمال کی طرف میں کچھ باقی نہ رہا، کس کی توقع یا انتظار کی جائے۔

اِلَّا اَنْ يَّتَّسِعَ الظَّرْفُ بَعْدَ ذَالِكَ فَيَاْخُذَ بِقَدْرِ وُسْعَتِهٖ شَيْئًا فَشَيْئًا.

یعنی: سوائے اس کے کہ ظرف وسیع ہو جائے اور اپنی وسعت کے مطابق کچھ حاصل کر لے۔

بہت دیر تک اس کیفیت کی مثالی صورت نظر میں رہی، یہاں تک کہ وہ یقین جو صدق کا مصداق ہے حاصل ہوا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالْمِنَّةُ عَلٰى ذَالِكَ.

اس دولت کا حصول اس واقعہ (خواب) کی تاویل ہے، جو آپ نے دیکھا تھا اور اس کی تعبیر کے لیے بہت مبالغہ اور تاکید کی تھی۔ اللہ پاک کا بڑا احسان ہے کہ آپ کا یہ قرض سب کا سب ادا ہوگیا اور وعدہ پورا ہوگیا۔ اب اُمید ہے کہ اس کمال کے مطابق تکمیل ہو جائے گی اور اس علاقے کے دشت وصحرا آپ کے وجود سے منور ہو جائیں گے۔

بشارت:

ایک بار آپ نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا اور حضرت ابوبکر صدیق ﷛ بھی ساتھ تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوبکر! میرے فرزند محمد نعمان کو بتا دو کہ جو شخص شیخ احمد (حضرت مجدد ﷫) کا مقبول ہے، وہ میرا اور میرے اللہ کا مقبول ہے اور جو شخص شیخ احمد (﷫) کا مردود ہے، وہ میرے اللہ کا مردود ہے۔''

آپ اس خواب کی بشارت سے بے حد خوش ہوئے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کا مقبول ہوں، لہٰذا میں حق تعالیٰ کا بھی مقبول ہوں گا۔

حصولِ آرزو پر شکرانہ:

ایک رات آپ جامع مسجد برہان پور (ہندوستان) کے صفہ سے جو ایک قد آدم بلند تھا، زمین پر گر پڑے۔ آپ کے دست مبارک میں بہت چوٹ آئی، لیکن گرنے کے ساتھ ہی ایک مقامِ (سلوک) جس کی آپ کو آرزو تھی، وہ حاصل ہو گیا۔ آپ چوٹ لگنے پر بہت خوش ہوئے اور اس نعمت کے حصول کے شکرانے میں آپ نے حلوا پکا کر تقسیم فرمایا۔ اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد آپ فرمایا کرتے تھے:

''میرا اعتقاد تھا کہ جو شخص وہ حلوہ کھائے گا، جنت میں جائے گا۔''

سُبْحَانَ اللّٰہ!

آپ کے نام مکتوبات امام ربانی:

آپ ہی کے نام سب سے زیادہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے مکتوبات شریف ہیں، جن کی تعداد ۳۳ ہے اور یہ دفتر اوّل کے مکتوبات نمبر ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۷۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۲۴، ۲۲۸، ۲۳۱، ۲۳۸، ۲۴۶، ۲۵۷، ۲۶۱، ۲۸۱، ۳۱۲، دفتر دوم کے مکتوب نمبر ۴، ۹۲، ۹۹ اور دفتر سوم کے مکتوبات نمبر ۱، ۴، ۵، ۹، ۱۰، ۱۲، ۱۵، ۱۸، ۱۹، ۲۱، ۲۶، ۳۰، ۳۶، ۴۹، ۱۰۲ ہیں۔

علاوہ ازیں کچھ دوسرے مکتوبات شریف میں بھی ضمنی طور پر آپ کا تذکرہ موجود ہے۔

بھائی اور بھتیجے:

آپ کے بڑے بھائی حضرت سعد الدین رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے صاحبزادگان حضرت محمد امین رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔

صاحب حضرات القدس:

حضرت شیخ بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی فرمائش پر اپنی کتاب ''حضرات القدس'' تالیف فرمائی تھی۔

حضرت مولانا محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت:

حضرت مولانا محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء) زبدۃ المقامات میں تحریر فرماتے ہیں:

اس ذرہ ناچیز نے اس عزیز (حضرت خواجہ میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں توبہ و انابت کی تجدید کی ہے اور شروع میں اس طریقہ عالیہ کی تعلیم انھیں سے اخذ کی ہے۔ انہی کی صحبت کی برکت سے سپاہیوں کی وضع اہل خانقاہ کی صورت میں تبدیل ہوئی ہے اور ان کی رہنمائی اور سفارت ہی سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی آستان بوسی کا شرف نصیب ہوا اور حضرت موصوف کی توجہات وعنایات سے اپنی قابلیت کے مطابق فیض نصیب ہوا۔ جَزَاہُ اللّٰہُ عَنَّا خَیْرًا الْجَزَآءِ وَسَلَّمَہُ اللّٰہُ عَلٰی رُؤُسِ الْاَحِبَّآءِ.

یعنی: اللہ تعالیٰ ان کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کو دوستوں کے سروں پر سلامت رکھے۔

مصافحہ حضرت شیخ سعید حبشیؒ:

حضرت شیخ بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ''اس حقر نے مصافحہ شیخ سعید حبشیؒ میر صاحبؒ ہی کے توسط سے کیا تھا اور لوگوں نے بھی آپ ہی کے توسط سے (اس) مصافحہ کی اجازت حاصل کی ہے۔''

آگرہ میں آمد:

آپ کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے ساتھ سب سے زیادہ عشق ومحبت تھی، لہٰذا آپ کی شہرت ومقبولیت ہندوستان سے نکل کر پوری دنیا میں پھیل گئی۔ آپ

کے عقید تمندوں اور مریدوں کی کثرت کو دیکھ کر بعض حاسدین نے بادشاہ وقت جہانگیر (م۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء) سے کہا کہ ملکی سرحد برہانپور میں میر نامی درویش کے مریدوں میں ایک لاکھ ازبکی سوار شامل ہیں۔

بادشاہ نے اس خوف سے کہ کہیں فتنہ وبغاوت برپا نہ ہوجائے آپ کو دارالخلافہ اکبر آباد (آگرہ) میں بلا بھیجا۔ جب آپ تشریف فرما ہوئے تو بادشاہ نے دریافت کیا:

''آپ خود کو میر کیوں کہلاتے ہیں؟''

آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

''میں سیّد ہوں (اور) سیّد کو میر کہتے ہیں، البتہ میں خود کو حضرت کہلانا پسند نہیں کرتا۔ آپ ممانعت کرادیں، تاکہ ایسا نہ کہیں۔''

بادشاہ نے پھر دریافت کیا:

''آپ کے ایک لاکھ مرید ہیں؟''

اس پر آپ ہنس پڑے۔ بادشاہ نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا کہ دیکھو میں اس سے بات کرتا ہوں اور وہ ہنستا ہے، اس کا تکبر تو دیکھو۔ مہابت خان (۱۰۴۴ھ/۱۶۳۴ء) جو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ارادتمندوں میں سے تھے، اس مجلس میں موجود تھے۔ انہوں نے بظاہر بادشاہ کی موافقت کرتے ہوئے کہا کہ ان کے پیر بزرگوار نے مختلف ملکوں میں اپنے خلفاء متعین کیے ہیں اور ان کو برہان پور بھیجا ہے۔ اس کا جاہ وجلال یوں ہے کہ ہم اور آپ جیسے ان کے ہاں باریاب ہوتے ہیں۔ بادشاہ سمجھا کہ مہابت خان بھی ان کا مخالف ہے، لہٰذا اس نے کہا کہ ہم نے یہ درویش تمہارے حوالے کیا۔

مہابت خان آپ کو اپنے گھر لائے اور آپ کی بہت زیادہ خاطر وتواضع کی۔ گونا گوں دعوتیں کیں۔ پس مرید اور دوسرے لوگ چیونٹیوں اور ٹڈیوں کی مانند آپ کی زیارت کو اُمڈ آئے اور تحائف وہدایا پیش کرنے لگے۔ بادشاہ کو خبر ہوئی تو اس نے مہابت خان پر اعتراض کیا، جس کے جواب میں مہابت خان نے عرض کیا:

''بادشاہ سلامت! یہ درویش پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہے۔ اس کے

علاوہ وہ کچھ نہیں رکھتا۔"

اس پر بادشاہ نے کہا:

"خوب! اسے ہم چھوڑتے ہیں، لیکن وہ برہانپور میں نہ رہے اور دارالخلافہ اکبر آباد (آگرہ) کو اپنا وطن بنالے۔"

پس آپ نے بادشاہ کی یہ شرط قبول فرمالی اور برہانپور کو خیرباد کہہ کر آگرہ میں مقیم ہو گئے۔

وصال مبارک:

آپ نے ۱۸ صفر ۱۰۵۸ھ/ ۱۴ مارچ ۱۶۴۸ء کو اکبر آباد (آگرہ) میں وصال فرمایا اور وہیں آخری آرام گاہ پائی۔ مادہ تاریخ "میر والا جاہ نعمان متقی" (۱۰۵۸ھ) ہے۔

• ایک دوسری روایت کے مطابق سال وصال ۱۰۶۰ھ/ ۱۶۵۰ء بھی منقول ہے۔ اکبر آباد (آگرہ) میں آپ کا مزار مرجع الخلائق ہے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

تصنیف:

آپ کی ایک تصنیف "رسالہ سلوک" کا مخطوطہ کتب خانہ مولانا حافظ محمد ہاشم جان مجددی سرہندیؒ (م ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء) ٹنڈو سائیں داد، ضلع حیدر آباد میں محفوظ ہے۔ اس کا فارسی متن حضرت پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء) کی کوشش سے ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۷۹ء، میں زیور طبع سے آراستہ ہوا تھا۔ بعد ازاں اس کا اُردو ترجمہ مولانا ابوالفتح محمد صغیر الدینؒ (م ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء) نے کیا، جو ڈاکٹر حافظ منیر احمد خان کی کوشش سے المصطفیٰ پبلی کیشنز اولڈ یونیورسٹی کیمپس حیدر آباد سندھ نے ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء میں شائع کیا۔

اولاد امجاد:

آپ کی صاحبزادی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا "زبدۃ المقامات" کے مصنف حضرت مولانا ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۴ھ/ ۱۶۴۴ء) کے عقد میں تھیں۔ [۱۳۳]

حضرت مولانا محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ

آباؤاجداد:

آپ بدخشان کے شہر کشم کے بزرگ زادوں میں سے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار خواجہ محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ اس ولایت کے اکابرین اور مشہور علماء میں شمار ہوتے تھے اور وہ بدخشان کے بادشاہ مرزا شاہ رُخ کے اُستاد تھے۔

خواجگان نقشبندیہ سے لگاؤ:

آپ کے آباؤاجداد سلسلہ کبرویہ میں منسلک تھے، لہٰذا آپ بھی بچپن میں اسی سلسلہ کے خلفاء کی خدمت میں حاضر ہوئے، لیکن فطری مناسبت وطبعی رابطہ آغاز جوانی سے دل کی اشارت وبشارت کی بناپر حضرات خواجگان نقشبندیہ ہی سے رہا۔

تلاشِ مرشد:

آپ تلاشِ مرشد میں ہندوستان تشریف فرما ہوئے۔ تقریباً ایک سال بعد وہاں ایک رات ایک محفل میں پہلے زمانوں کے مشائخ کے عجیب وغریب حالات وتصرفات کا تذکرہ ہونے لگا۔ آپ کے دل میں خیال آیا کہ ایسے (باکمال) لوگ ماضی ہی میں تھے اور اب نہیں ہیں، یا اگر ہیں تو ہم ان کا ادراک نہیں رکھتے۔

انہی دنوں آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک اہل دل بزرگ آئے ہیں اور وہ آپ سے فرماتے ہیں کہ اُٹھو! فلاں بزرگ فلاں جگہ اہل دل کے مجمع میں موجود ہیں اور وہ تمہیں بلا رہے ہیں۔ آپ اس جگہ گئے تو وہاں ایک بزرگ دیکھے جو ارباب صفا کی صورت رکھتے تھے اور ایک چبوترے پر مراقبہ میں مشغول تھے۔ ان کے مرید اس چبوترے سے ذرا نیچے مراقبہ میں مصروف تھے۔ آپ پر ان بزرگ کے قریب ہو گئے۔ جب یہ بزرگ مراقبہ سے فارغ ہوئے تو انہوں نے اپنا دست مبارک آگے بڑھا کر آپ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ

اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ، اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا (سورۃ النصر، ۱-۳)۔

یعنی: جب اللہ کی آمد آ پہنچی اور فتح (حاصل ہوگئی) اور آپ ﷺ نے دیکھ لیا کہ لوگ غول در غول اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔ پس اپنے رب کی تعریف کے ساتھ پاکی بیان کریں اور اس سے بخشش طلب کریں، بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

آپ یہ آیات پڑھتے جاتے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو اس متعلق سے مضمون اور سورت کی شانِ نزول سے اپنے مقصود کا اشارہ سمجھے۔ چونکہ اس سورت کے آخر میں استغفار کے لیے حکم ہے، لہٰذا آپ نے توبہ کی شاہراہ پکڑ لی۔ اس کے چندروز بعد آپ برہانپور گئے تو حضرت خواجہ میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا۔ جب آپ نے ان کو خواب میں نظر آنے والے بزرگ جیسا پایا تو فوراً ان کے دست مبارک پر بیعت کر لی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا ذکر و مراقبہ سیکھا۔ پھر ایک مدت تک ان کی خدمت وصحبت سے مستفید ہوتے رہے۔

حضرت مجدد قدس سرہ کی خدمت میں حاضری:

حضرت خواجہ میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء) کی خدمت میں رہتے ہوئے آپ کا تعلق خاطر اور سلسلہ خط و کتابت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) سے بھی ہو گیا تھا۔ فضل الٰہی نے یاری کاری فرمائی اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مکتوب شریف میں تحریر فرمایا:

”خواجہ محمد ہاشم کو بھیج دیں، تا کہ چندروز صحبت میں رہے اور آپ سے تربیت یافتہ بھی ہے اور آپ کے مذاق کو بھی جانتا ہے۔“

اس طرح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے طلب فرمانے پر آپ اپنے شیخ اوّل حضرت خواجہ میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت سے ۱۰۳۱ھ/۱۶۲۲ء میں سرہند شریف آ گئے۔ تقریباً دو برس سفر و حضر میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے دامن فیض سے وابستہ رہے اور اس قلیل عرصے میں حضرت

مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ وقوت تصرف کی برکت سے بے پناہ احوال باطنی، مقامات معنوی، حالات عجیبہ اور کمالات غریبہ حاصل کیے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ آپ پر بڑی شفقت وعنایات فرماتے تھے۔ آپ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص وخاص احباب میں شمار ہوتے تھے۔

اجازت وخلافت:

دو برس کے بعد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے آپ کو اجازت و خلافت سے مشرف فرما کر برہانپور روانہ فرمایا۔ آپ زبدۃ المقامات میں یوں فرماتے ہیں:

> ''اسی زمانے میں دکن کے بادشاہوں میں تبدیلیاں رونما ہوئیں تو میں نے چاہا کہ اہل وعیال کو برہانپور سے لے آؤں اور حضرت کے قدموں پر آ پڑوں۔ ناچار آپ نے رُخصت فرما دیا۔ رُخصت کے وقت بصد رنج وحسرت میں نے عرض کیا: ''(حضرت!) دعا فرمائیں کہ جلد ہی آستانہ عالیہ پر حاضری کا شرف حاصل کروں۔'' حضرت نے ایک آہ بھری اور فرمایا: ''میں دعا کرتا ہوں کہ ہم آخرت میں ایک جگہ جمع ہوں''۔ اس جاں گداز فقرے نے میرے ہوش اُڑا دیئے، لیکن چونکہ میری قسمت میں محرومی تھی، لہٰذا تقدیر سے مقابلہ نہیں کر سکتا تھا، ناچار آنکھوں سے آنسو بہاتا، ناامیدی سے سر پر ہاتھ مارتا اور اشعار حسرت پڑھتا ہوا رُخصت ہوا۔ آخر رجب ۱۰۳۳ھ/ اوائل اپریل ۱۶۲۳ء میں جب یہ فقیر حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) سے رُخصت ہوا تھا، اس وقت سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال تک کی مدت تقریباً سات ماہ ہوتی ہے۔''

قبولیت عامہ:

رشد وہدایت پہنچانے کے زمانے میں ایک دن آپ برہانپور میں گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لے جا رہے تھے اور امراء وحکام آپ کے ساتھ ساتھ تھے۔ آپ نے لوگوں کا اژدہام دیکھا تو آپ میں کمال انکساری پیدا ہوئی اور آپ فرمانے لگے کہ میں کیا اور اس قبولیت عام کی

مجھ میں کیا قابلیت؟ یہ سب حضرت (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے ایک مبارک کلمہ کا اثر ہے، جو ایک دن حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) نے میرے بارے میں ارشاد فرمایا تھا۔ وہ یہ ہے کہ ایک بار لاہور میں حضرت (مجدد قدس سرہ) کے ساتھ ساتھ بہت سے بزرگ تھے اور میں بھی تھا۔ میں اس ہجوم میں کیچڑ میں گر پڑا تو حضرت (مجدد قدس سرہ) نے شفقت سے فرمایا:

''اے خواجہ! وہ وقت قریب ہے، جب تم سواری پر ہو گے اور امراء و حکام تمہارے ساتھ ساتھ ہوں گے۔''

یار ثالث:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے آپ کے متعلق جو بشارتیں فرمائی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ مکتوبات امام ربانی (دفتر سوم مکتوب نمبر ۱۰۶) کے مکتوب میں جو حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے نام ہے اور جس میں ان دونوں مخدوم زادگانؒ کی بارگاہِ الٰہی میں مقبولیت بتائی گئی ہے، اس میں حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں درج ہے:

''اس یار ثالث کی طرف دل متفکر ہے کہ اسے قبول نہیں کیا گیا۔ کاش اسے بھی بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کے نوکروں کی نوکری میں قبول فرمالیں۔''

یہاں ''یار ثالث'' سے مراد آپ ہیں۔

مخلص یار:

اسی مکتوب میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا ذکر فرمایا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے اجازت نامہ تحریر فرمایا اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں یہ بھی تحریر فرمایا ہے:

''اور فقیر کے مخلص یاروں میں سے ایک یار بھی اس معاملے میں ہمراہ ہے۔''

سنا گیا ہے کہ اس مخلص یار سے مراد جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے

درمیان ہے۔آپ ہی ہیں۔

آپ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے تیرہ مکتوبات گرامی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

دفتر ۱: ۲۹۰، ۳۱۰، ۳۱۳، ۲: ۷۴: ۹۳، ۹۷، ۳: ۴۴، ۵۲، ۶۸، ۷۵، ۹۰، ۹۲، ۹۶۔

میر تزک:

ایک روز حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کے حکم کے مطابق عنایاتِ خداوندی کے متعلق جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصیات و درجات حشر و نشر سے متعلق ہیں، وہ بیان فرمارہے تھے۔ حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ یہ مسکین اس مجمع میں کون سی خدمت سے سرفراز ہوگا اور کس خصوصیت سے ممتاز ہوگا؟ حضرت مجدد نے جواب میں فرمایا:

''تم ہماری مجلس میں میر تزک ہوگے۔''

ستودہ صفات:

آپ فضائل صوری اور علوم رسمی میں تمام وکمال مہارت کے حامل تھے۔ خوش گفتاری، شیریں بیانی، تواضع اور نیک خلقی آپ کا شیوہ تھا۔ آپ دلچسپ حکایات بڑے دلکش انداز میں بیان فرماتے تھے۔ آپ کی تقریر وتحریر میں سوز وگداز تھا۔ جو کچھ آپ کہتے تھے وہ حال وذوق تھا، صرف قال ومقال نہیں۔ آپ کے چہرے سے مستی وبے خودی نمایاں ہوتی تھی۔

شاعری:

آپ کو شعر وشاعری سے شغف تھا اور آپ کے اشعار دلفریب، ابیات جاں نشیں، دیوان دل آویز اور مثنویاں جاں فراش ہیں۔ تاریخ گوئی اور انشاء پردازی میں یدطولیٰ رکھتے تھے اور ابراہیم تخلص تھا۔ چند اشعار بطور تبرک یہاں درج ہیں:

ہست نازِ دلبرم باجان مجنوں آشنا

تارِ جانِ من با تار قانوں آشنا

گرنہ بیگانہ ہوش، آشنا شو با کسے
کز دروں بیگانہ خلق ست و بیروں آشنا
کے شناسی مرد می چو مردمانِ چشم من
تا نہ گردی از ہجوم گریہ با خوں آشنا
خالِ آں لب دیدۂ کے عقلہا ماند بجائے
با چناں مے چوں شود زیں گو نہ افیوں آشنا
ریش دل ناسور شد زاں گیسوانِ مشکبار
زخم ایں افعی نمی ماند بہ افسوں آشنا
پے برد برکارِ گردوں از ہلال و ماہ و سلخ
ہر کہ باشد با فریب لعل واژوں آشنا
شہد دانش را بہ تلخ ہائے نادانی دہد
گر بود صفرائے ابراہیم بافلاطوں آشنا

وصال مبارک:

آپ نے مکاشفات عینیہ (حضرت مجدد الف ثانی ﷫) کی تدوین کا آغاز ۱۰۵۱ھ/ ۱۶۴۱ء میں کیا اور ۱۰۵۳ھ/ ۱۶۴۲ء میں اس کی تکمیل ہوئی۔ بعدازاں ۱۰۵۴ھ/ ۱۶۴۴ء میں برہانپور (ہندوستان) میں وصال فرمایا اور وہیں آخری آرام گاہ پائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔ آپ کے مزار کی لوح پر سال وصال ۱۰۴۵ھ درج ہے، جس کے ہندسے تبدیل ہوگئے ہیں۔

مزار مبارک:

آپ کا مزار برہانپور میں عیدگاہ کے نزدیک پانڈہ رول ندی کے کنارے پر واقع تھا۔ ۱۲۷۲ھ/ ۵۶-۱۸۵۵ء میں وہاں سیلاب آیا تو آپ نے خواب میں شہر کے مختلف ائمہ مساجد کو خواب میں فرمایا کہ میری قبر کو اس جگہ سے کسی دوسری جگہ منتقل کردو۔ لہٰذا آپ کے جسم اطہر کو

یہاں سے نکالا گیا۔ حاضرین نے دیکھا کہ آپ کا جسمِ اطہر اور کفن مبارک بالکل صحیح وسالم تھے۔ اس دوران آپ کی قبر مبارک سے خوشبو پھوٹی، جس سے گردونواح مہک گئے۔ ہزاروں لوگوں نے اس کرامت کو دیکھا۔ بعدازاں نماز جنازہ پڑھ کر آپ کو رابرٹ سن ہائی اسکول، برہانپور کے نزدیک واقع بلند میدان میں دفن کیا گیا اور آج بھی یہیں آپ کا مزار مبارک مرجع الخلائق ہے۔

تصنیفات:

آپ صاحبِ تصنیف تھے۔ درج ذیل کتب آپ سے یادگار ہیں:

① برکات الاحمدیۃ الباقیہ: زبدۃ المقامات (فارسی):

آپ نے یہ تذکرہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ومرشد حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء)، حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مخدوم زادگان عظام اور خلفائے عظام کے جامع ومستند احوال ومناقب میں لکھا۔ اس کا نام ''برکات الاحمدیہ الباقیہ'' رکھا اور تاریخی نام ''زبدۃ المقامات'' (۱۰۳۷ھ) قرار پایا۔

زبدۃ المقامات میں ''نشاط روح'' کا نہایت کافی سامان موجود ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں اس سے زیادہ مستند وقدیم کتاب غالباً کوئی اور نہیں ہے۔ آپ نے اس میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے احوال ومناقب کو انتہائی عمدہ اسلوب میں جمع کیا ہے۔ افراط وتفریط سے اجتناب برتا ہے اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس کا ایک نقشہ پیش کیا ہے۔ اس کے مطالعہ کے دوران یوں لگتا ہے کہ گویا ناظر کتاب دربارِ فیض میں بیٹھ کر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا نظارہ کر رہا ہے۔ حضرت مجدد قدس سرہ کے ملفوظات کو سن رہا ہے اور دریائے معرفت کو اپنے دامن میں سمیٹ رہا ہے۔

یہ کتاب فارسی میں چند بار طبع ہو چکی ہے۔ ایک ۱۳۰۷ھ/ ۱۸۹۰ء میں مطبع نولکشور کانپور (ہندوستان) سے اور دوسری بار ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء میں مکتبہ الحقیقۃ، استنبول (ترکی) سے شائع ہوئی ہے۔

② دیوان اشعار (فارسی):

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے وصال مبارک پر آپ نے حضرت مجدد قدس سرہ کی عمر شریف کے سال کی تعداد کے مطابق تریسٹھ تاریخی قطعات موزوں کیے۔ یہ پورا دیوان حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں ہے اور تا حال غیر مطبوعہ ہے۔

③ مکاشفات عینیہ: مکاشفات غیبیہ (فارسی):

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے بعض ایسے مسودات جو بعض (خلفائے عظام) نے محفوظ کر لیے تھے۔ اگرچہ ان کے بعض مضامین مکتوبات امام ربانی اور دوسرے رسائل میں بھی مندرج ہیں۔ آپ نے ان کی ترتیب وتدوین کا آغاز ۱۰۵۱ھ/ ۱۶۴۱ء میں کیا، تکمیل کے سال ۱۰۵۳ھ/ ۱۶۴۲ء کی رو سے تاریخی نام مکاشفات عینیہ رکھا۔

بار اوّل ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۴ء ادارہ مجددیہ، ناظم آباد کراچی سے فارسی متن واُردو ترجمہ کے ساتھ طبع ہوئی۔

④ مکتوبات امام ربانی (فارسی):

آپ نے ۱۰۳۱ھ/ ۱۶۲۱ء میں مکتوبات امام ربانی کی جلد سوم کو مرتب کیا، جس میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے ۱۲۴ مکتوبات شریف ہیں اور اس کا تاریخی نام ''معرفت الحقائق'' ہے۔ بارہا فارسی متن واُردو ترجمہ طبع ہو چکا ہے۔[۱۳۴]

حضرت حافظ محمود لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

خلافت:

آپ کا شمار حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے مخلص احباب میں تھا اور مقام ولایت کے اعلیٰ درجہ پر فائز المرام تھے۔

عنایاتِ شیخ:

آپ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے تین مکتوبات گرامی (جلد ا:۱۴۴، ۱۷۵، ۲۸۰) ہیں، ان میں سے ایک میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اس طرح تحریر فرمایا ہے:

''حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ ودعوت کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مکتوب شریف جو جناب مولانا مہدی علی کے ہمراہ ارسال کیا تھا، پہنچا اور بڑی خوشی کا موجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور احسان ہے کہ فقراء کی محبت جو دنیا و آخرت کی سعادت کا سرمایہ ہے، آپ میں کامل طور پر قائم ہو چکی ہے اور مفارقت کی دراز مدت نے اس میں کچھ اثر نہیں کیا۔ دو چیزوں کی محافظت ضروری ہے۔ ایک صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت، دوسرے شیخ مقتدا کی محبت واخلاص۔ ان دو چیزوں کے ساتھ اور جو کچھ دیں، سب ہی نعمت ہے اور اگر کچھ بھی نہ دیں، لیکن یہ دو چیزیں راسخ اور مضبوط ہوں تو پھر کچھ بھی نہ دیں، آخر ایک دن دے دیں گے۔ اگر نعوذ باللہ ان دو چیزوں میں سے کسی ایک میں خلل پڑ جائے اور اس کے باوجود احوال واذواق بدستور اپنے حال پر رہیں تو ان کو استدراج جاننا چاہیے اور اپنی خرابی وبربادی خیال کرنا چاہیے، استقامت کا یہی طریقہ ہے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُوَفِّقُ (اللہ سبحانہٗ ہی توفیق بخشنے والا ہے) وَالسَّلَامُ۔''

(دیکھئے جلد ا: ۲۸۰، ص ۵۸۲)[۱۳۵]

حضرت شیخ مزمل رحمۃ اللہ علیہ

بیعت طریقت:

آپ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے قدیم ومقبول مریدوں میں سے تھے۔ اکثر سفر وحضر میں حضرت کی خدمات سرانجام دیتے تھے اور گوناگوں الطاف وعنایات سے ممتاز بنتے تھے۔

ستودہ صفات:

آپ حسن اخلاق اور مکارمِ اوصاف میں یگانہ روزگار اور عجز وایثار میں منفرد تھے۔

آپ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے چار مکتوبات گرامی (جلد ۱: ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶) موجود ہیں۔

کمالات روحانی:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی تربیت کی برکت سے آپ کو کمالاتِ روحانی حاصل تھے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ ومرشد حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کی خدمت میں اپنے مکتوب شریف میں آپ کے کمالات کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا ہے:

> ''شیخ مزمل خود کو گم پاتا ہے اور صفات کو اصل سے دیکھتا ہے اور (قادرِ) مطلق کو ہر جگہ پاتا ہے اور اشیا کو سراب بے اعتبار کی مانند سمجھتا ہے، (بلکہ) ان کو کچھ بھی نہیں پاتا۔''

مجاز طریقت:

آپ نے سالہا سال حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت و صحبت میں رہ کر فیوض وبرکات سلسلہ عالیہ نقشبندیہ حاصل کیے۔ مقامات طریقت طے کر کے اجازت تعلیم طریقت کے مجاز قرار پائے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مخلص ارادتمند کو

آپ کے بارے میں اس طرح تحریر فرمایا:

''پہلی بشارت آپ کے خاندان والوں کے لیے شیخ مزمل کا تشریف لانا ہے۔ ان کی صحبت کی برکتوں کا کیا بیان ہو سکے؟ اس سے بڑھ کر کیا سعادت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دوست کسی کو قبول کرلیں، چہ جائیکہ محبت و قربت سے ممتاز فرمائیں۔ هُمْ قَوْمٌ لَّا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ۔
یعنی: یہ ایسے لوگ ہیں جن کا ہم نشین بدقسمت نہیں ہوتا۔

غرضیکہ ان کی صحبت کو غنیمت سمجھیں اور صحبت کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھیں، تاکہ زیادہ مؤثر ہو۔''

حادثہ:

ایک دن آپ اس علاقے کے کسی پہاڑ اور جنگل میں سیر و شکار کے لیے تشریف لے گئے۔ اچانک ایک جانور کو پکڑنے کے لیے غار کے کنارے پر پہنچے۔ آپ کا پاؤں پھسلا اور اس غار میں گر پڑے اور اس سے باہر نہ نکل سکے۔ اس صحرا کے ایک شخص نے آپ کو غار میں گرتے ہوئے دیکھا، جب آپ باہر نہ آئے تو اس نے لوگوں کو مطلع کیا، جس پر آپ کو اس غار سے باہر نکالا گیا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) سرہند شریف (ہندوستان) میں تشریف رکھتے تھے۔ یہ واقعہ نگاہ کشف میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے آ گیا، جس پر آپ نے حاضرین سے فرمایا:

''میں (کشف کی نگاہ میں) دیکھ رہا ہوں کہ شیخ مزمل کسی ہولناک جگہ میں گر گئے اور نکلنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں، دیکھئے حقیقت حال کیا ہے؟''

بالآخر چند دنوں کے بعد اس حادثہ سے آپ کے وصال مبارک کی خبر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں پہنچی تو آپ نے رنج و غم کا اظہار فرمایا اور آپ کو فاتحہ اور دعا سے یاد فرمایا۔

وصال مبارک:

آپ نے ہفتہ کی رات ۲۶ ربیع الثانی ۱۰۲۶ھ/۳ مئی ۱۶۱۷ء کو وصال فرمایا۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) آپ کے وصال کے وقت حاضر تھے۔ وہ ٹوپی جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے خصوصیت کے ساتھ تبرکاً حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کو عنایت فرمائی تھی، انہوں نے دفن کے وقت یہ آپ کے سر پر پہنا دی۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ ایک لمحہ کے بعد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت خاصہ عالیہ آپ میں جلوہ گر ہوگئی اور خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ پر بھی پوری طرح اور بعد ازاں اس نسبت نے آپ کی تمام قبر کو گھیر لیا، بلکہ اس کے گرد ونواح کو بھی نور سے مالا مال کر دیا۔[۱۳۶] فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً

حضرت شیخ نور محمد پٹنی رحمۃ اللہ علیہ

تحصیل علوم ظاہری:

آپ نے اپنے علاقہ میں علوم ظاہری کی تحصیل کی۔

تلاش مرشد:

علوم ظاہری سے کچھ تحصیل وتکمیل ہو چکی تو آپ کو فضل الہٰی سے اللہ کی محبت وطلب کا درد دامنگیر ہوا۔ آپ صحیح پیر و مرشد کی تلاش وجستجو میں مشغول ہو گئے۔ ہندوستان کے اکثر شہروں میں گھومے، کئی صوفیہ کی خدمت میں حاضری دی، لیکن مقصود حاصل نہ ہوا۔

بیعت طریقت:

یہاں تک کہ جذب و ذوق آپ کو حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) کی خدمت میں لے آیا۔ آپ ؒ نے ان کے دست مبارک پر بیعت کی اور ذکر قلبی کی تعلیم کے بعد سلوک نقشبندیہ کی تحصیل میں مصروف ہو گئے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں رسیدگی:

بعد ازاں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) نے اپنے احباب و مریدین کی تربیت حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے سپرد فرمائی تو آپ کو بھی ان کی خدمت میں بھیج دیا۔ اس طرح آپ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدتمندوں اور خدام میں شامل ہو گئے اور کمال ذوق وشوق اور انتہائی عجز واطاعت کے ساتھ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے فیض و برکات کے اخذ وکسب میں لگ گئے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے وضو کے پانی اور مسواک کی خدمات آپ کے ذمے تھیں۔ اس طرح بڑی محنت و ریاضت اور اخلاص و ہمت کے ساتھ بلند احوال اور مقامات عالی تک رسائی نصیب ہو گئی۔

مقام ومنزلت:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے ایک مکتوب شریف حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کو تحریر فرمایا، جس میں آپ کے کمالات یوں درج فرمائے:

> ''شیخ نور! اخیر نقطے تک پہنچ گئے ہیں اور جذب کو انجام پر پہنچا کر اس مقام کی برزخیت پر پہنچ کر مقامِ فرق کی انتہا تک رسائی حاصل کی ہے۔ پہلے تو آپ نے صفات بلکہ وہ نور کہ جس پر صفات قائم ہیں، خود سے الگ دیکھا اور خود کو شیخ خالی پایا۔ اس کے بعد صفات کو ذات سے الگ دیکھا اور اس دید سے مقام جذبہ کی احدیت تک پہنچ گئے۔ اب اپنے آپ کو اور جہان کو ایسا گم کیا ہے کہ نہ احاطہ کے قائل ہیں اور نہ معیت کے اور مخفی ترین ذات، یعنی احدیت صرفہ کی طرف اس قدر متوجہ ہیں کہ حیرانی اور نادانی کے سوا انھیں کچھ پتا نہیں۔'' (جلد ا، مکتوب ۱۱، ص ۲۷)۔

مکتوبات امام ربانی کی جلد ا، مکتوب ۷ (ص ۱۳)، مکتوب ۱۲ (ص ۳۵) اور مکتوب ۱۸ (ص ۴۸) میں بھی آپ کا ذکر ہے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت وخلافت پانا:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے مذکورہ بالا مکتوب شریف کے بعد آپ نے آٹھ نو برس تک حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے برابر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مقامات ودرجات طے کیے اور انتہائی تفرید وتجرید اور جذبات شائستہ میں سرشار رہے۔ جب مقامات فائقہ اور واردات عالیہ پر فائز المرام ہو گئے اور وصول اور ارشاد وہدایت کے مقام پر پہنچ گئے تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اجازت وخلافت سے مشرف فرما کر ہندوستان کے مشہور شہر پٹنہ روانہ فرمایا۔ آپ شیخ ومرشد کے حکم پر پٹنہ پہنچے، لیکن عزلت وگوشہ نشینی کے ذوق وغلبہ کی وجہ سے اکثر جنگل اور خلوت نشینی میں رہنے لگے اور لوگوں کی صحبت سے کنارہ کشی اختیار

کر لی۔ جب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی اطلاع پہنچی تو حضرتؒ نے آپ کو ایک مکتوب شریف میں تحریر فرمایا:

''میرے سعادت مند بھائی، آدمی کو جس طرح حق تعالیٰ کے اوامر و نواہی کے بجا لانے سے چارہ نہیں، اسی طرح خلق کے حقوق کو ادا کرنے اور ان کے ساتھ غمخواری کیے بغیر چارہ نہیں۔ عارفین کے قول: ''اَلتَّعْظِیْمُ لِاَمْرِ اللّٰہِ وَالشَّفْقَۃُ عَلٰی خَلْقِ اللّٰہ'' (یعنی: اللہ کے حکم کی تعظیم اور مخلوق پر شفقت) میں انہی دو حقوق کے ادا کرنے کا بیان ہے اور ان دونوں اطراف کو مدنظر کی برکت ہے۔

پس ان دونوں میں سے صرف ایک کی رعایت رکھنا بڑی کوتاہی ہے اور کل کو چھوڑ کر جزو پر اکتفا کرنا کمالیت سے دوری ہے۔ پس خلق کی ایذا رسانی کو برداشت کرنا ضروری ہے اور ان کے ساتھ حسن معاشرت کا معاملہ رکھنا واجب ہے۔ بد دماغی اور لاپروائی مناسب نہیں:

ہر کہ عاشق شد اگرچہ نازنین عالم است
نازکی کے راست آید بار می باید کشید

یعنی: جو کوئی عاشق بنا اگرچہ وہ زمانے کا نازنین ہو نزاکت کہاں راست آتی ہے (اسے) زحمت اُٹھانی چاہیے۔

چونکہ آپ (مدتوں) صحبت میں رہے ہیں اور پند و نصیحت بھی بہت سنی ہے، لہٰذا طوالت سے اعراض کرتے ہوئے فقروں میں اختصار کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو شریعت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے راستے پر ثابت قدم رکھے۔'' (جلد ۱، مکتوب ۱۷۰، ص ۲۸۹-۲۹۰)۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے چھ مکتوبات شریف آپ کے نام ہیں، جن میں دفتر اوّل کے مکتوب نمبر ۱۷۰، ۱۷۱، ۲۷۱، دفتر دوّم کے نمبر ۳۴، ۸۵ اور دفتر سوئم کے ۱۱۱، ۱۲۱ شامل ہیں۔

ترویج سلسلہ:

اس کے بعد آپ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے ارشاد کے مطابق لوگوں کی رشد وتربیت میں مصروف ہوگے۔ پٹنہ میں دریائے گنگا کے کنارے آ کر ایک کٹیا میں مقیم ہوگئے اور ساتھ ہی ایک مسجد بنائی۔ اپنے اہل وعیال کے ساتھ توکل وقناعت والی زندگی بسر فرمائی۔ پٹنہ اور اس کے قرب وجوار کے لوگ آپ کے گرویدہ بن گئے اور ایک جہان نے آپ سے فیض حاصل کیا اور رشد وہدایت پائی۔

صفات ستودہ:

آپ طریقہ پسندیدہ اور روش حمیدہ رکھتے تھے۔ فناو نیستی، بے وجودی، بے نفسی، استغناء وبے نیازی آپ کے اوصاف تھے۔ دنیا اور دنیا والے آپ کی نظر ہمت میں بالکل بے وقعت و بے اعتبار تھے۔ فقر وفاقہ کے برداشت کرنے میں آپ اپنے زمانے کے جوانمرد تھے۔

مناقب:

حضرت مولانا بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

> ''غرض یہ کہ جلالی وجمالی تربیتوں کے بعد شیخ نور رحمۃ اللہ علیہ کا معاملہ یہاں تک پہنچا کہ حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) نے ان کے بارے میں یوں یوں ارشاد فرمایا: ''شیخ نور، رجال الغیب میں سے ہے''۔ لیکن اس قول کے راوی (حضرت مولانا محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ) کو شک ہے (یعنی یاد نہیں رہا) کہ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے ان کو نقباء میں سے فرمایا کہ نجباء میں سے؟''

نیز حضرت مولانا سرہندی تحریر فرماتے ہیں:

> ''یہ شیخ صاحب (حضرت نور محمد پٹنی) اس فقیر کے حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں حاضری سے قبل ہی خلافت حاصل کر کے پٹنہ جا چکے تھے۔ جب وہ مخدوم زادہ کلاں، یعنی خواجہ محمد صادق (رحمۃ اللہ علیہ) کی رحلت

(۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) کے بعد سرہند (شریف) آئے تو اسی زمانے میں مجھے ان کی خدمت میں حاضری کا موقع نصیب ہوا۔ ان کی پیشانی سے عجیب وارفتگی بے نفسی، فنا، نیستی، گمنامی اور بے نفسی ظاہر ہوتی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا انہوں نے الف، با بھی نہیں پڑھا اور راہِ خدا میں کوئی قدم نہیں رکھا۔

یہ حقیر اس زمانے میں حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے مناقب میں کتاب ''سیر احمدی'' لکھ رہا تھا۔ کبھی ان کی خدمت میں بیٹھتا تو مہربانی فرما کر طاعات وعبادات کی ترغیب دلاتے اور فرماتے کہ ''مقامات کا ذکر اور واردات کی تحریر کام نہیں آئے گی، وہ سب فضول ہے۔ مقامات کی تحریر سے دو رکعت نماز زیادہ بہتر ہے۔''[۱۳۷]

حضرت مولانا یار محمد جدید بدخشی طالقانی رحمۃ اللہ علیہ

تحصیل علوم ظاہری:

آپ صاحب علم و عرفان تھے۔ بعض کتابیں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) سے پڑھیں اور ایک عرصہ دراز تک حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارک میں رہے۔

خلافت واجازت:

آپ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت میں باطنی سلوک کے مقامات ودرجات کی تکمیل کی اور خلافت واجازت کا شرف پایا۔

آپ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب گرامی (جلد ۱: ۱۶۰) موجود ہے۔

تالیف:

آپ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے مکتوبات شریف کے دفتر اوّل کو ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء میں مرتب فرمایا، جس کا تاریخی نام "درالمعرفت" (۱۰۲۵ھ) ہے۔[۱۳۸]

حضرت یار محمد قدیم بدخشی طالقانی رحمۃ اللہ علیہ

بیعت وارادت:

آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے قدیم مریدوں میں تھے اور تعلیم طریقہ کی اجازت سے مشرف وممتاز تھے۔

لقب:

آپ ''قدیم'' کے لقب سے اس لیے یاد کیے جاتے تھے کہ آپ کے بعد آپ کے علاقے سے ایک اور صاحب حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں آئے، جن کا نام بھی ''یار محمد'' تھا۔ لہٰذا وہ ''یار محمد جدید'' اور آپ ''یار محمد قدیم'' کہلائے اور اسی سے مشہور ہوئے۔

عبادت وصفات ستودہ:

آپ رات کو عبادت کرتے اور دن کو روزہ رکھتے تھے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگوں کی نسبت کے آثار آپ کی پیشانی سے نمایاں تھے۔ ہمیشہ استغراق، عاجزی، اضمحلال اور استہلاک آپ کے دل کی پسندیدہ خوبیاں تھیں۔ کثیر السکوت ومراقبہ تھے۔ مسکنت وغربت آپ کا خاص وصف تھا۔ فقر وفاقہ اور لقمہ حلال آپ کی خصوصیت تھی۔

وجاہت:

آپ بڑے حسین تھے۔ ایک روز آپ نے حضرت محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا:

> ''میں اپنی پیشانی کے حسن اور داڑھی کے بڑا ہونے پر بہت زیادہ شکرگزار ہوں، کیونکہ جب میں بازاروں سے گزرتا ہوں تو عوام میں سے جو بھی مجھے دیکھتا ہے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے لگتا ہے۔''

حضرت مولانا بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''آپ بہت حسین تھے اور جو شخص آپ کو دیکھتا تھا، سبحان اللہ کہتا تھا۔

اِذَا رُؤُا ذُکِرَ اللّٰہُ (یعنی: ان کو دیکھنے سے اللہ یاد آ جائے) اولیاء اللہ کی نشانی بتائی گئی ہے اور یہ نشانی آپ سے ظاہر تھی۔"

زیارت حرمین شریفین:

آپ نے ۱۰۴۶ھ/ ۱۶۳۷ء میں فقر و ناداری کامل کے ساتھ حرمین شریفین کی زیارت کے لیے حجاز مقدس کا سفر اختیار فرمایا اور بیت اللہ شریف کے طواف اور نبی کریم ﷺ کے روضہ انور کی زیارت کا شرف پایا۔ جب آپ اس بہت مبارک سفر سے واپس تشریف لائے تو حضرت محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۴ھ/ ۱۶۴۴ء) کو ایک خلوت میں فرمایا:

"میں نے رُکن یمانی کے نزدیک ایک ہودج دیکھا جو آنسرور ﷺ کے لیے سجایا گیا تھا۔ لوگ آنحضرت ﷺ کی زیارت کر رہے تھے۔ میں نے زیارت کی تو نبی کریم ﷺ کو کامل انوار اور زیب و زینت کے ساتھ دیکھا اور اس شان کی لذت و فرحت سے میں مدہوش ہو گیا۔ جب مجھے ہوش آئی تو میں جھومنے اور اُچھلنے لگا۔ حاجیوں کو تعجب ہوا۔ بعض عرب کہتے تھے: ھٰذَا الْعَجَمُ مَجْنُوْنٌ۔ یعنی: "یہ عجمی دیوانہ ہے" اور میری زبان سے تمہارا یہ بیت جاری تھا:

گر این لیلیٰ از خیمہ بیرون شود
بسا کوہ و صحرا کہ مجنون شود

یعنی: اگر یہ لیلیٰ خیمہ سے باہر آ جائے تو بہت سے پہاڑ و صحرا مجنون ہو جائیں گے۔

شیخ و مرشد کی نصیحت:

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) نے آپ کو ایک مکتوب شریف میں اس طرح نصائح تحریر فرمائی ہیں:

"جب کوئی طالب تمہارے پاس مرید ہونے کو آئے تو اس کے تعلیم

طریقہ میں خوب تامل کرنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کو اس معاملے میں تمہارا امتحان منظور ہو اور خرابی پیدا ہو۔ خاص کر جب کسی مرید کے آنے سے راحت ومسرت پیدا ہو تو چاہیے کہ اس بارے میں التجا اور تضرع کے ساتھ کئی بار استخارہ کرلو، یہاں تک کہ یقین ہو جائے کہ طریقہ بتانا چاہیے۔ پھر استدراج اور خرابی کا گمان باقی نہیں رہتا، کیونکہ حق سبحانہ کے بندوں میں تصرف کرنا اور ان کے پیچھے اپنا وقت ضائع کرنا بغیر اللہ تعالیٰ کے اذن کے جائز نہیں۔ آیت کریمہ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْر (سورۃ ابراہیم، ا- یعنی: تاکہ لوگوں کو اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاؤ) اس معاملے کی وضاحت کرتی ہے۔ جب کسی بزرگ کا انتقال ہوا تو خطاب ہوا کہ ''تو ہی ہے جس نے زرہ پہنی تھی، میرے دین کے لیے میرے بندوں پر؟'' انہوں نے جواب دیا کہ ہاں۔ پھر ارشاد ہوا کہ ''تو نے میری مخلوق کو میری طرف کیوں نہ چھوڑا اور اپنے نفس (دل) کو میری طرف کیوں متوجہ نہ کیا؟'' (دیکھیے: جلد ا، مکتوب ۲۱۱، ص ۳۵۴)۔

علاوہ ازیں مکتوبات امام ربانی کے دفتر اوّل کا مکتوب نمبر ۱۱۷ (ص ۲۲۶-۲۲۷) بھی آپ کے نام ہے، جس میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنے خلیفہ خاص حضرت شیخ مزمل رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۶ھ/ ۱۶۱۷ء) کی صحبت کی ترغیب فرمائی ہے۔

وصال مبارک:

جب ۱۰۴۶ھ/ ۱۶۳۷ء میں حرمین شریفین کی زیارت کر کے واپس لوٹے تو اکبر آباد (آگرہ) تشریف لے گئے اور وہیں وصال مبارک ہوا۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔ [۱۳۹]

حضرت شیخ یوسف برکی رحمۃ اللہ علیہ

پہلی بیعت:

آپ کا وطن کابل وقندھار کے درمیان شہر برک تھا۔ شروع میں آپ کسی شیخ و مرشد کے بیعت ہوئے اور توحید خیالی کا مشرب پیدا ہو گیا اور وجد و شوق، نعرہ و آہ اور فریاد والے بن گئے۔ اس طرح توحید صوری میں فنائیت حاصل کی تھی۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری:

اسی زمانے میں آپ نے ایک خواب دیکھا کہ اولیائے کرام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی تعریف کر رہے ہیں اور آپ کو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے شوق دلا رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اپنے احوال و کیفیات کے بارے میں ایک عریضہ لکھا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں آپ کی جانب ایک مکتوب تحریر فرمایا جس میں یہ لکھا تھا:

> ''اس قسم کے حالات اس راستے کے مبتدیوں کو پیش آتے ہیں، ان کا اعتبار نہ کرنا چاہیے، بلکہ ان کی نفی کرنی چاہیے۔'' (دیکھئے: جلد ا، مکتوب ۲۳۰، ص ۳۹۵)۔

اس مکتوب شریف کے وصول ہونے کے بعد آپ کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا ذوق وشوق دامن گیر ہو گیا، لہٰذا آپ انتہائی عجز وانکساری کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ بیعت کی التماس کی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے شرف قبولیت بخشا اور یہ سعادت نصیب ہو گئی۔

خلافت واجازت:

قلیل عرصہ میں مراتب کمال کا شرف حاصل ہو گیا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے آپ کو خلافت واجازت عطا فرمائی اور جالندھر (ہندوستان) روانہ

فرمایا۔ جب آپ رُخصت ہونے لگے تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑے اخلاص، محبت اور عشق کا اظہار ہوا اور آپ بے قرار اور بے بس ہو کر نعرہ زنی اور فریاد کرنے لگے۔

بعدازاں آپ جالندھر میں مقیم ہو گئے اور تھوڑے تھوڑے عرصے کے بعد سرہند شریف آ کر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت وصحبت سے مستفیض ہوتے اور پھر جالندھر چلے جاتے۔ گاہ بگاہ اپنے احوال وکیفیات کے بارے میں عریضے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ارسال کرتے تھے اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو جواب عطا فرماتے تھے۔ آپ کو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ محبت وعقیدت تھی۔ ایک بار سرہند شریف سے رُخصت ہونے لگے تو بے قابو ہو کر بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا اور یہ شعر پڑھنے لگے:

از درِ دوست چہ گویم بچہ عنوان رفتم
ہمہ شوق آمدہ بودم، ہمہ "گریاں" رفتم

یعنی: کیا بتاؤں کہ دوست کے دروازے سے میں کیسے لوٹا؟ بڑے شوق سے آیا تھا، بہت روتا ہوا (واپس) لوٹا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب شریف میں ایک مخلص کو یوں تحریر فرمایا:

"شیخ یوسف ہمارے پاس آئے تھے اور ایک عرصے تک یہاں رہے۔ بہت سے فیوض حاصل کیے اور حقیقت فنا سے مطلع ہوئے۔ پھر آنے کا وعدہ کر کے اپنے گھر چلے گئے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ مرد مستعد اور سچے اخلاص والے ہیں۔"

آپ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پانچ مکتوب گرامی (جلد ۱: ۵۷، ۲۳۰، ۲۴۰، ۲۷۴، جلد ۲: ۷۹) موجود ہیں۔

وصال مبارک:

آپ نے ۱۰۳۴ھ/ ۲۵-۱۶۲۴ء میں جالندھر (ہندوستان) میں وصال فرمایا اور وہیں آسودہ خاک ہوئے۔ آپ کا مزار مبارک مرجع الخلائق ہے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔ [۱۲۰]

حضرت یوسف سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ

پہلی بیعت:

آپ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور آپ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے فیوض اخذ وکسب کرتے رہے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی ارادتمندی:

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) نے اپنے جن مریدوں کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے ہمراہ روحانی تربیت کے لیے دہلی سے سرہند شریف روانہ فرمایا، ان میں آپ بھی شامل تھے۔ حضرت خواجہ قدس سرہ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی خاص طور پر سفارش فرمائی تھی۔

آپ نے سرہند شریف میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے فیوض و برکات حاصل کیے اور بہت جلد ترقیات سے مشرف ہوئے۔ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کے وصال مبارک کے بعد سرہند شریف ہی میں مقیم ہو گئے تھے۔ بعد ازاں کچھ مدت کے لیے اپنے وطن مالوف چلے گئے۔

صفات ستودہ:

آپ نہایت خلیق اور تکلف سے پاک طبیعت کے مالک تھے۔ سادہ زندگی بسر کرنے والے بزرگ تھے۔

حصولِ مقصود اور وصال مبارک:

ایک عرصہ کے بعد آپ اپنے وطن مالوف سے ۱۰۲۲ھ/ ۱۶۱۶ء میں سرہند شریف لوٹ آئے۔ دوران کسب سلوک ہی آخری وقت آ پہنچا۔ مرض الموت میں عالم نزع میں تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) آپ کے سرہانے تشریف فرما ہوئے۔ آپ نے مکمل تضرع و حسرت سے عرض کیا کہ حضرت! آخری وقت آ گیا ہے۔ ایک نگاہ وتوجہ

فرمائیں کہ بلند مقصد سے ایک چیز ہاتھ لگے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دل مبارک میں آپ کی نیازمندی کی بنا پر کشادگی پیدا ہوئی اور آپ نے توجہ فرمانی شروع کی۔ کچھ مدت کے بعد سر اُٹھایا اور ارشاد فرمایا: ''ہاں! مولانا یوسف! کہو کہ کیا ہوا؟''

آپ نے اپنا سر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں مبارک پر رکھا اور عرض کیا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! جس چیز کا دل طالب تھا، وہ جلوہ گر ہوگئی ہے۔'' یہ کہا اور جان جاناں کے سپرد کردی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.[۱۴۱]

حواشی باب دوّم

۱- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۸۸-۸۹/ محمد فضلؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۹۸-۹۹/ ابوالحسن ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد۴: ۱۲۸-۱۲۹/ احمد حسین خان امروہویؒ: جواہر مجددیہ، ص۱۱۔

۲- محمد احسان: روضۃ القیومیہ، جلد۱: ۶/ احمد حسین امروہویؒ: جواہر مجددیہ، ص ۱۱۔

۳- احمد حسین خان امروہویؒ: جواہر مجددیہ، ص ۱۱/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد۴: ۱۲۹-۱۳۰۔

۴- محمد فضلؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۱۰۰/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۸۹-۹۱۔

۵- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۱۰۲/ محمد فضلؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۹۸/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد۴: ۱۲۸۔

۶- محمد فضلؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۱۰۳، ۱۰۸/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۹۲-۹۷۔

۷- ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد۴: ۱۳۴-۱۳۵/ محمد فضلؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۵، ۱۱۶/ احمد حسین خان امروہویؒ: جواہر مجددیہ، ص ۱۴۔

۸- ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد۴: ۱۳۵۔

۹- احمد حسین خان امروہویؒ: جواہر مجددیہ، ص ۱۵/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد۴: ۱۳۵۔

۱۰- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۱۲۳۔

۱۱- ابوالحسن ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد۴: ۱۳۵۔

۱۲- ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد۴: ۱۳۵-۱۳۶۔

۱۳- ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد۴: ۱۳۶۔

۱۴- محمد فضلؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۱۲۶-۱۲۷/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: رتاریخ دعوت وعزیمت، جلد۴: ۱۳۶-۱۳۷۔

۱۵- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۱۲۲-۱۲۳/ محمد فضلؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۱۲۳-۱۲۴/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد۴: ۱۳۷/ احمد حسین خان امروہویؒ: جواہر مجددیہ، ص ۱۶۔

۱۶- احمد حسین خان امروہویؒ: جواہر مجددیہ، ص ۱۶/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۱۲۳، ۱۲۵/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد۴: ۱۳۷۔

۱۷- احمد حسین خان امروہویؒ: جواہر مجددیہ، ص ۱۵۔

۱۸- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۱۱۷-۱۲۰، ۱۲۲/ محمد فضلؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۱۱۹-۱۲۲/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد۴: ۱۳۶۔

۱۹- محمد فضلؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۱۲۷/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۱۲۷/ احمد حسین خان امروہویؒ: جواہر مجددیہ، ص ۲۱/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانی، ص ۱۳۹۔

۲۰- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات ا)، ص ۱۲۷- ۱۲۸/ محمد فضلؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۱۲۸/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۴۹۔

۲۱- محمد فضلؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۱۲۹/ عبدالحی لکھنویؒ، مولانا: نزہۃ الخواطر، جلد۵: ۳۱۶/ احمد حسین خان امروہویؒ: جواہر مجددیہ، ص ۲۳/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۱۲۸-۱۳۰۔

۲۲- زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانیؒ ص ۱۴۳/ احمد حسین خان امروہویؒ: جواہر مجددیہ، ص ۱۲۳۔

۲۳- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۳۰/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۱۲۸/ حضرات القدس، جلد۲: ۲۵ (یہاں حافظ سلطان "اوبہی"، شیخ محمود "اسفرازی" اور شیخ سعید "معمن" حبشی مذکور ہے)/ احمد حسین خان امروہویؒ: جواہر مجددیہ، ص ۲۳۔

۲۴- زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانی ص ۱۴۳-۱۴۴۔

۲۵- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۱۳۱۔

۲۶- ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد۴: ۱۴۰/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات) ص ۱۳۲/ محمد فضلؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۱۳۲-۱۳۳۔

۲۷- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۱۳۱-۱۳۲/ محمد نور بخش توکلیؒ، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۱۹۱-۱۹۲/ محمد فضلؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۱۳۲۔

۲۸- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱: ۶۷/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانی، ص ۱۴۶۔

۲۹- ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد۴: ۱۴۰/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱: ۶۷-۶۸/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانی، ص ۱۴۶-۱۴۷۔

۳۰- محمد احسانؒ. روضۃ القیومیہ، جلد۱: ۶۸/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانی، ص ۱۴۸۔

۳۱- ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد۴: ۱۴۲/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱: ۷۰/ مجدد الف ثانیؒ، حضرت: مبداء ومعاد، ص ۱۱، ۱۲/ محمد نور بخش توکلیؒ، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۱۹۲۔

۳۲- محمد نور بخش توکلیؒ، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۱۹۲۔

۳۳- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۳۴/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۱۳۷-۱۳۸/ عبدالحی لکھنویؒ، مولانا: نزہۃ الخواطر، جلد۵: ۱۳۵۔

۳۴- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۱۳۹-۱۴۰/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱: ۷۷/ مجدد الف ثانیؒ (شیخ احمد سرہندیؒ): مکتوبات امام ربانی، جلد۱ (مکتوب نمبر ۲۶۶): ۴۹۸۔

۳۵- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۴۳/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)،

ص۱۴۰/محمد نور بخش تو کلیؒ، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۹۳-۱۹۴۔

۳۶- احمد حسین خان امروہویؒ: جواہر مجددیہ، ص۲۶/بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۴۴۔

۳۷- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۴۴/مجدد الف ثانیؒ: مکتوبات امام ربانی، جلد۱(مکتوب نمبر ۲۹۰): ۶۳۸-۶۳۹۔

۳۸- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۱۴۵/باقی باللہؒ، خواجہ: مکتوبات خواجہ باقی باللہؒ، ص۱۳۰-۱۳۱(مکتوب نمبر۶۵) بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۴۴۔

۳۹- حضرت مجدد الف ثانیؒ: مبداء ومعاد، ص/محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۱۴۵/ احمد حسین خان امروہویؒ: جواہر مجددیہ، ص۲۹-۳۰۔

۴۰- احمد حسین خان امروہویؒ: جواہر مجددیہ، ص۳۰۔

۴۱- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۱۴۶/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۳۹/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد۴: ۱۴۹-۱۵۰/ حضرت مجدد الف ثانیؒ: مکتوبات امام ربانی، جلد۱(مکتوب نمبر۲۶۶): ۴۹۸، (مکتوب نمبر۲۹۰): ۶۳۸-۶۳۹۔

۴۲- محمد نور بخش تو کلیؒ، علامہ/ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۹۵-۱۹۶/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۴۸-۴۹۔

۴۳- مجدد الف ثانیؒ، حضرت: مبداء ومعاد، ص۷۶۔

۴۴- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۱۴۸، ۱۴۹، نیز ۱۴۵، ۱۵۰/ احمد حسین خان امروہویؒ: جواہر مجددیہ، ص۳۱۔

۴۵- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۳۳۰/ نیز ۱۴۶/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۴۵/ محمد نور بخش تو کلیؒ، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۱۹۷- ۱۹۸/ احمد حسین خان امروہویؒ: جواہر مجددیہ، ص۳۵۔

۴۶- احمد حسین خان امروہویؒ: جواہر مجددیہ، ص۳۴۔

۴۷- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، ص۸۹۔

۴۸- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۵۰۔

۴۹- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، ص۸۹/ حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص۱۶۵۔

۵۰- حضرت مجدد الف ثانیؒ، مبداء ومعاد، ص

۵۱- غلام سرور لاہوریؒ، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، جلد۲: ۶۰۸، ۶۱۰/ محمد میاںؒ، مولانا سید: علماء ہند کا شاندار ماضی، جلد۱: ۲۳۴۔

۵۲- زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص۵۵-۵۸۔

۵۳- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۳۰-۳۱۔

۵۴- محمد نور بخش تو کلیؒ، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۹۸۔

۵۵- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۱۵۸۔

۵۶- محمد نور بخش تو کلیؒ، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۹۸/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)،

ص ۱۵۸۔

۵۷- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۱۵۸-۱۵۹/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲ ۵۴۔

۵۸- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۱۵۹۔

۵۹- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱: ۱۲۸-۱۲۹/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد۴: ۱۵۴-۱۵۵۔

۶۰- زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانی، ص ۷۸۴-۷۸۵/ محمد اکرام، شیخ: رود کوثر، ص ۲۸۹/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۲۹۹-۳۱۲۔

۶۱- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۲۹۹-۳۶۸/ ابوالحسن ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت و عزیمت، جلد۴: ۱۵۴/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۱۵۸۔

۶۲- احمد حسین خان امروہویؒ: جواہر مجددیہ، ص ۶۸-۶۹۔

۶۳- محمد میاںؒ، مولانا سیّد: علماء ہند کا شاندار ماضی، جلد۱:......

۶۴- محمد میاںؒ، مولانا سیّد: علماء ہند کا شاندار ماضی، جلد۱:......

۶۵- محمد میاںؒ، مولانا سیّد: علماء ہند کا شاندار ماضی، جلد۱:......

۶۶- محمد میاںؒ، مولانا سیّد: علماء ہند کا شاندار ماضی، جلد۱: ۱۹۱-۱۹۲۔

۶۷- غلام سرور لاہوریؒ، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، جلد۲: ۶۱۳/ محمد میاںؒ، مولانا سیّد: علماء ہند کا شاندار ماضی، جلد۱: ۱۹۴۔

۶۸- جہانگیر: توزک جہانگیری، ص ۲۷۲-۲۷۳/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۱۱۵-۱۱۶/ مجدد الف ثانیؒ: مکتوبات امام ربانی، جلد۳ (مکتوب نمبر۶): ۳۴۹-۳۵۰/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت جلد۴: ۱۶۲-۱۶۷۔

۶۹- مجدد الف ثانیؒ: مکتوبات امام ربانی، جلد۳ (مکتوب نمبر۵)، ص ۳۴۹/ Preching of Islam, pp.413 (3ed.)/ Encyclopaedia of Religion and Ethics, Vol.8: 748/

۷۰- مجدد الف ثانیؒ: مکتوبات امام ربانی، جلد۳ (مکتوب ۲)، ص ۳۴۹۔

۷۱- مجدد الف ثانیؒ: مکتوبات امام ربانی جلد۲ مکتوب نمبر۲ ص ۳۴-۳۴۲۔

۷۲- ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد۴: ۱۶۷/ جہانگیر: توزک جہانگیری، ص ۳۱۲/ محمد میاںؒ، مولانا سیّد: علماء ہند کا شاندار ماضی، جلد۱: ۲۰۲-۲۰۷/ غلام سرور لاہوریؒ، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، جلد۲: ۶۱۳/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومی، ص ۲۹۔

۷۳- مجدد الف ثانیؒ: مکتوبات امام ربانی، جلد۳ (مکتوب نمبر ۴۳، مکتوب نمبر ۴۳، ص ۴۴۳-۴۴۴، (مکتوب نمبر ۸۷)، ص ۵۲۳، (مکتوب نمبر ۱۰۶)، ص ۶۱۲۔

۷۴- مجدد الف ثانیؒ: مکتوبات امام ربانی، جلد۳ (مکتوب نمبر ۲۷)، ص ۵۰۱-۵۰۲، نیز جلد۳ (مکتوب ۶)، ص ۳۴۹-۳۵۰۔

۷۵- محمد میاںؒ، مولانا سیّد: علماء ہند کا شاندار ماضی، جلد۱: ۲۰۶/ مجدد الف ثانیؒ: مکتوبات امام ربانی، جلد۳

(مکتوب نمبر ۷۸)، ص ۵۲۲-۵۲۳۔

۷۶- مجدد الف ثانیؒ: مکتوبات امام ربانی، جلد۳ (مکتوب نمبر ۸۳)، ص ۵۳۷-۵۳۸/ محمد میاںؒ، مولانا سید: علماء ہند کا شاندار ماضی، جلد۱: ۲۰۶-۲۰۷۔

۷۷- جہانگیر: توزک جہانگیری، ص ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۴۴، ۳۴۶/ محمد میاںؒ، مولانا سید: علماء ہند کا شاندار ماضی، جلد۱: ۲۰۸-۲۰۹۔

۷۸- صفر احمد معصومیؒ/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۳۰۴-۳۰۶، جلد۳: ۲۳۳، جلد۴: ۱۵۲۔

۷۹- زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: تذکرہ حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص ۲۴۱-۲۶۱۔

۸۰- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۸۰-۹۲/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۱۹۲-۲۱۵/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سید: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد۴: ۱۷۶-۱۸۰/ احمد حسین خان امروہویؒ: جواہر مجددیہ، ص ۵۲-۵۳۔

۸۱- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۲۸۳-۲۸۴/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۱۰۴-۱۰۵، ۲۰۶۔

۸۲- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۲۰۶/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۲۸۴، ۲۸۴۔

۸۳- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱: ۲۶۲/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۲۰۷/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۲۸۵۔

۸۴- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۲۸۶/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص ۲۲۹-۲۳۰۔

۸۵- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۲۰۷/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۲۸۶۔

۸۶- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۱۰۵۔

۸۷- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۲۹۰-۲۹۱/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱: ۲۶۲-۲۶۳/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص ۲۲۷-۲۲۸۔

۸۸- احمد حسین خان امروہویؒ: جواہر مجددیہ، ص ۷۰/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۲۸۷-۲۸۸۔

۸۹- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۲۹۲-۲۹۱، ۲۹۹، ۳۰۰/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۲۰۸، ۲۱۱/ احمد حسین خان امروہویؒ: جواہر احمدیہ، ص ۷۰، ۷۱/ محمد نور بخش توکلی، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۲۳۲-۲۳۳۔

۹۰- محمد فضلؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۲۱۵/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۲۱۴۔

۹۱- محمد نور بخش توکلی، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۲۳۲۔

۹۲- احمد حسین خان امروہویؒ: جواہر مجددیہ، ص ۵۲/ محمد نور بخش توکلی، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۲۳۳-۲۳۴/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۱۰۴۔

۹۳- مجدد الف ثانی: مکتوبات امام ربانی، جلد۳ مکتوب نمبر۲)، ص ۳۴۰-۳۴۲/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۲۰۶، ۲۰۸۔

۹۴- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۲۳۹-۳۱۹/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۳۰۸-۳۴۰/ ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سید: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد۴: ۱۸۲-۱۸۴/ احمد حسین خان امروہویؒ: جواہر مجددیہ، ص ۱۷-۳۷/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص ۶۸۹/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۳: ۳۶۳۔

۹۵- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۲۴۰/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: تذکرہ حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص ۶۷۶-۶۸۶/ زرکلی: الاعلام، جلد۷: ۳۱۴/ عمر رضا کحالہ: معجم المولفین، جلد۱۲: ۱۱/ صفر احمد معصومی، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۱: ۴۱۲-۴۱۳، جلد۳: ۳۷۹-۳۸۰، نیز ۱۳۹/ محمد نذیر رانجھا: برصغیر پاک وہند میں مطبوعات تصوف (عربی وفارسی کتب اوران کے تراجم)، ۱۵۲، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۹۳، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۳، ۳۳۲، ۳۴۴، ۳۴۹، ۳۵۰/ اختر راہی (ڈاکٹر سفیر اختر): ترجمہ ہائے متون فارسی بہ زبانہائے پاکستانی، ص ۹۶/ محمد منیر احمد سلیچ، ڈاکٹر: وفیات ناموران پاکستان، ص ۷۴۶۔

۹۶- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس (مترجم اُردو)، جلد۲: ۶۸-۸۶/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس (فارسی)، جلد۲: ۶۶-۷۹۔

۹۷- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس (مترجم اُردو)، جلد۲: ۱۸۰-۱۹۱، ۲۰۱-۲۲۲/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس (فارسی)، جلد۲: ۱۶۳-۱۷۳، ۱۸۲-۲۰۳۔

۹۸- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس (مترجم اُردو)، جلد۲: ۱۵۹-۱۶۹/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ (فارسی)، جلد۲: ۱۴۴-۱۵۴۔

۹۹- محمد نور بخش توکلیؒ، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۲۳۴-۲۵۴۔

۱۰۰- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۲۲۰-۲۳۳/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۳۰۰-۳۰۸/ محمد فاضل، حاجیؒ: عمدۃ المقامات، ص ۲۱۸-۲۲۶/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱: ۲۸۱/ عبدالحی لکھنویؒ، مولانا: نزھۃ الخواطر، جلد۵: ۳۳۶/ مجدد الف ثانیؒ، حضرت: مکتوبات امام ربانی، جلد۱ (مکتوب نمبر ۲۹۹)، ص ۶۸۶-۶۸۷، نیز ایضاً، مکتوب نمبر ۱۸، ۲۲، مکتوب ۲۴۴، مکتوب نمبر ۳۰۶/ وکیل احمد سکندر پوریؒ: ہدیہ مجددیہ، ص ۶/ منظور احمد نعمانیؒ، مولانا: تذکرہ مجدد الف ثانیؒ، ص ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۱۲-۳۱۵/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص ۶۹۰-۶۹۵/ محمد حسن کرتپوریؒ، مولانا: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۲۸۹-۲۹۲۔

۱۰۱- محمد ہاشم کشمیؒ برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۳۰۸-۳۱۸/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۲۳۴-۲۶۱/ محمد فضل، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۲۲۶-۲۳۹/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱: ۱۶۱، ۱۶۲، ۲۹۳/ منظور احمد نعمانیؒ، مولانا: تذکرہ مجدد الف ثانیؒ، ص ۳۱۴، ۳۱۵/ محمد حسن کرتپوریؒ، مولانا: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۲۹۲-۳۰۰/ عبدالحی لکھنویؒ، مولانا: نزھۃ الخواطر، جلد۵: ۳۳۶/ زوار حسین شاہ، مولانا سید۔ تذکرہ حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص ۶۹۶-۷۰۲/ محمد نذیر رانجھا: برصغیر پاک وہند میں تصوف کی مطبوعات (عربی وفارسی کتب اوران کے اُردو تراجم)، ص ۲۰۵

۱۰۲- نیز دیکھئے: محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۳۱۹-۳۳۸/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۲۶۲-۲۹۴۔

۱۰۳- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۲۹۷/ مجدد الف ثانیؒ، حضرت: مکتوبات امام ربانی، جلد۱ (مکتوب نمبر ۳۰۶)، ص ۴۰۶) محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱: ۴۹۴۔

۱۰۴- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۳۲۴/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱: ۴۹۴-۴۹۵/ مجدد الف ثانی، حضرت: مکتوبات امام ربانی، جلد۱ (مکتوب نمبر ۳۰۶)، ص ۴۰۶/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۲۹۷-۲۹۸۔

۱۰۵- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱: ۴۹۵/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۳۲۴۔

۱۰۶- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۳۲۵، ۳۲۵/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱: ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۸/ عبدالحی لکھنویؒ، مولانا: نزہۃ الخواطر، جلد۵: ۴۳۵۔

۱۰۷- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۲۹۷/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص ۷۲۳۔

۱۰۸- احمد حسین خان امروہیؒ: جواہر مجددیہ، ص ۴۷/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص ۷۲۴۔

۱۰۹- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۳۸۳-۳۸۵/ عبدالحی لکھنویؒ، مولانا: نزہۃ الخواطر، جلد۵: ۱، ۲/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۳۷۰/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، ۱: ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۸۷، ۲: ۶۳-۶۶/ محمد احسان اللہ عباسی گورکھپوریؒ، سوانح عمری حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص ۱۱۳/ محمد حسن کرتپوریؒ، مولانا: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۳۲۳-۳۲۵/ منظور احمد نعمانیؒ، مولانا: تذکرہ مجدد الف ثانیؒ، ص ۳۲۳/ غلام سرور لاہوریؒ، مفتی: خزینۃ الاصفیا، جلد۱: ۶۳۰-۶۳۱، ۶۳۴/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص ۷۲۴-۷۳۰/ محمد اکرام، شیخ: رود کوثر، ص ۳۴۱۔

۱۱۰- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۳۸۳-۳۸۵، نیز ۳۷۰/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۳۵۱-۳۵۴/ محمد داؤد: سیرت امام ربانی، ص ۲۶۴، ۲۶۵/ منظور احمد نعمانیؒ، مولانا: تذکرہ حضرت مجدد الف ثانی، ص ۳۳۶/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: تذکرہ حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص ۷۳۰-۷۳۳/ مجدد الف ثانی، حضرت: مکتوبات امام ربانی، جلد۱: مکتوب نمبر ۴، ۱۷۵، جلد۲: مکتوب نمبر ۶۱، ۶۲۔

۱۱۱- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۳۴۹-۳۵۱/ منظور احمد نعمانی، مولانا: تذکرہ مجدد الف ثانیؒ، ص ۳۴۶/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: تذکرہ حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص ۷۳۳-۷۳۵/ مجدد الف ثانی، حضرت: مکتوبات امام ربانی، جلد۳ (مکتوب نمبر ۱۶ بنام مولانا احمد دیبیؒ)، ص ۳۵۹-۳۶۰

۱۱۲- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۴۰۳-۴۰۴/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص ۷۳۶/ منظور احمد نعمانیؒ، مولانا: تذکرہ مجدد الف ثانی، ص ۳۴۹۔

۱۱۳- بدرالدینؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۳۸۶-۴۱۰/ محبوب الٰہیؒ، مولانا: مقدمہ حضرات القدس مولف رحمہ اللہ ص ۹-۲۱ حسین شاہؒ، مولانا سید: حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص ۷۳۶-۷۳۹/ محمد احسانؒ: روضہ

القیومیہ، جلدا: ۳۳۵،۳۳۹،۲، ۲۴۵/عبدالحی لکھنویؒ، مولانا: نزھۃ الخواطر، جلدا: ۹۰/محمد حسن کرتپوری، مولانا: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص۳۳۰-۳۳۱/عمر رضا کحالہ: معجم المولفین، جلد۴: ۱۷۵/اختر راہی (ڈاکٹر سفیر اختر): ترجمہ ہائے متون فارسی بہ زبان ہائے پاکستانی، ص۲۲۷، ۲۲۸/محمد نذیر رانجھا: برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات (عربی و فارسی کتب اور ان کے اُردو تراجم)، ص۲۲۱، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۳۴، ۳۶۳/بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: سنوات الاتقیا، ورق ۳۲۱-ب، ۳۲۲-الف/محمد اقبال مجددی: مقامات معصومیہ (مقدمہ)، ص۲۱۷-۲۷۹، ۲۷۶، ۴: ۴۴۶-۴۴۷/محمد نعمانؒ، خواجہ میر: رسالہ سلوک، ص۱۴۔

۱۱۴- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، ص۳۳۴-۳۴۰/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۳۶۱-۳۶۶/عبدالحی لکھنویؒ، مولانا: نزھۃ الخواطر، جلد۵: ۹۱/صفر احمد معصومیؒ، میر/محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۴: ۳۵۸/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص ۷۳۹-۷۴۴۔

۱۱۵- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۳۹۴-۳۹۵/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، ص۳۶۲-۳۶۶/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانی، ص۷۴۵-۷۴۸/مجدد الف ثانی، حضرت: مکتوبات امام ربانی، دفتر۲ (مکتوب نمبر۶۱)، ص (مکتوب نمبر۷۷)، ص۲۱۷-۲۱۹۔

۱۱۶- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۳۱۴-۳۱۹/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۳۶۹-۳۷۸/منظور احمد نعمانیؒ، مولانا: تذکرہ مجدد الف ثانیؒ، ص۸۵/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: تذکرہ حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص۷۴۸-۷۵۲/ مجدد الف ثانیؒ: مکتوبات امام ربانی، جلدا (مکتوب ۱۵۸، ۲۲۰، ۲۹۲)، ص۲۶۵، ۲، ۳۷۰، ۶۶۱، جلد۲ (مکتوب ۴۶، ۸۴)، ص۱۶۶، ۲۷۸۔

۱۱۷- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۳۹۸-۳۹۹/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۳۴۷-۳۴۹/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص۷۵۲-۷۵۳/ مجدد الف ثانیؒ، حضرت: مکتوبات امام ربانی، جلدا (مکتوب ۱۳۷)، ص۲۴۶-۲۴۷۔

۱۱۸- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلدا: ۱۱۹، ۳۳۹، ۲: ۲۶/ احمد حسین خان امروہویؒ، ص۷۳/ احمد حسین خان امروہویؒ: جواہر معصومیہ، ص۱۴/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص۷۵۴، مجدد الف ثانیؒ، حضرت: مکتوبات امام ربانی، جلدا: ۱۲۷، ص۲۳۶، جلد۳: ۶۵، ص۴۸۹۔

۱۱۹- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۶۱-۶۶/عبدالحی لکھنویؒ، مولانا: نزھۃ الخواطر، جلد۵: ۲۲۹/ رشید احمد ارشد، مولانا: حیات باقی، ص۱۱۴/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانیؒ، ۷۶۱-۷۶۳۔

۱۲۰- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۶۶-۷۰/ رشید احمد ارشد، مولانا: حیات باقی، ص۱۱۵/ عبدالحی لکھنویؒ، مولانا: نزھۃ الخواطر، جلد۵: ۲۵۵/ زوار حسین شاہ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانی، ص ۷۶۴-۷۶۷/نسیم احمد امروہویؒ، مولانا: الفرقان (ماہنامہ)، رجب المرجب ۱۳۷۲ھ/ اپریل ۱۹۵۳ء، ص۴۵/محمد اکرام شیخ: رود کوثر، ص۲۱۴۔

۱۲۱- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۳۹۰-۳۹۱/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۳۶۶-۳۶۸/منظور احمد نعمانی، مولانا: تذکرہ مجدد الف ثانیؒ، ص۳۴۰/ مجدد الف ثانیؒ، حضرت:

مکتوبات امام ربانی، جلد۲: ۸۵/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: تذکرہ حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص ۷۶۷-۷۶۹/عبدالحی لکھنویؒ، مولانا: نزہۃ الخواطر، جلد۵: ۲۱۳۔

۱۲۲- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۳۰۳/مجدد الف ثانیؒ، حضرت: مکتوبات امام ربانی، جلد ۱: ۱۱۶، ۲: ۳۰۷، ۷: ۷۰/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: تذکرہ حضرت مجدد الف ثانیؒ ص ۷۶۹۔

۱۲۳- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرت القدس، جلد۲: ۳۴۴- ۳۴۵/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات، ص ۳۹۶/ منظور احمد نعمانیؒ، مولانا: تذکرہ مجدد الف ثانیؒ، ص ۳۴۲/ مجدد الف ثانیؒ، حضرت: مکتوبات امام ربانی، جلد۱: ۱۴/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: تذکرہ حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص ۷۷۰۔

۱۲۴- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱: ۱۱۸، ۳۳۹/ عبدالحی لکھنویؒ، مولانا: نزہۃ الخواطر، جلد۵: ۳۰۵/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: تذکرہ حضرت مجدد الف ثانیؒ ص ۷۷۱۔

۱۲۵- مجدد الف ثانیؒ، حضرت: مکتوبات امام ربانی، جلد۱: مکتوب ۱، ۱۱، ۱۴/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانیؒ ص ۷۷۱۔

۱۲۶- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۴۰۰-۴۰۲/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۳۵۵-۳۶۲/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: تذکرہ حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص ۷۷۲-۷۷۳۔

۱۲۷- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۳۹۷- ۳۹۸/ حدائق الحنفیہ، ۴۳۲/ شوکت حسین، سیّد: ذکر المعارف ص ۹، ۱۴، ۱۵، ۱۹، ۴۲/ اعجاز الحق قدوسی: شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ اور ان کی تعلیمات، ص ۵۴۳، ۵۴۷، ۵۵۰ مجدد الف ثانیؒ، حضرت: مکتوبات امام ربانی، جلد۱: ۲۷۲، ۲۸۵، ۲۹۸، ۳۰۵، ۲: ۱۹، ۸۹، ۳: ۱۳، ۲۹/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانیؒ ص ۷۷۳-۷۷۵۔

۱۲۸- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۳۴۵- ۳۴۷/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانیؒ ص ۷۷۵-۷۷۶۔

۱۲۹- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۳۸۵- ۳۸۷/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانیؒ ص ۷۷۶-۷۷۷۔

۱۳۰- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۳۲۶- ۳۳۴/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۳۸۷-۳۹۰/ عبدالحی لکھنویؒ، مولانا: نزہۃ الخواطر، جلد۵: ۳۷۸/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانیؒ ص ۷۷۷-۷۷۹۔

۱۳۱- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ۳۷۹-۳۸۲/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۳۴۰- ۳۴۳/ عبدالحی لکھنویؒ، مولانا: نزہۃ الخواطر، جلد۵: ۱۸۵/ زوار حسین شاہؒ، مولانا: حضرت مجدد الف ثانیؒ ص ۷۵۴- ۷۵۷/ مجدد الف ثانیؒ، حضرت: مکتوبات امام ربانی، جلد۱: ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۷۱، ۲۱۷، ۲: ۲۰، ۲۷، ۸۶، ۳: ۳۷، ۱۲۴۔

۱۳۲- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۳۱۹- ۳۲۶/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۳۵۳-۳۶۱/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: تذکرہ حضرت مجددؒ، ص ۷۵۷-۷۶۱/ مجدد الف ثانیؒ: مکتوبات امام ربانی، جلد۱: ۲۲۵-۲۲۷، ۲۵۵۔

۱۳۳- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۳۴۹- ۳۵۳/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ. حضرات

القدس، جلد۲: ۲۹۹-۳۱۱/ عبدالحی لکھنویؒ، مولانا: نزہۃ الخواطر، جلد۵: ۳۹۳/ محمد نعمانؒ، خواجہ میر: رسالہ سلوک، ص۱۴/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانیؒ ص۷۷۹-۷۸۲۔

۱۳۴- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۳۶۸-۳۸۳/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۱-۵/ مجدد الف ثانیؒ، حضرت: مکتوبات امام ربانی، جلد۳، مکتوب۱، ص۳۴۰، مکتوب۱۰۶، ص۶۱۲/ محمد حسن کرتپوریؒ، مولانا: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص۳۲۰-۳۲۳/ منظور احمد نعمانیؒ، مولانا: تذکرہ مجدد الف ثانیؒ، ص۳۲۲، ۳۲۳/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانیؒ ص۷۸۸-۷۹۳۔

۱۳۵- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱: ۳۴۰/ مجدد الف ثانیؒ، حضرت: مکتوبات امام ربانی، جلد۱، مکتوب: ۲۸۰، ص۵۸۲-۵۸۳/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص ۷۹۵/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱: ۳۴۰۔

۱۳۶- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۳۷۸-۳۷۹/ مجدد الف ثانیؒ، حضرت: مکتوبات امام ربانی، جلد۱، مکتوب۱۱، ص ۲۸، مکتوب ۸۷، ص۱۸۴/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۱، مکتوب۳، ص۲۷/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص۷۹۳-۷۹۴۔

۱۳۷- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۳۶۶-۳۶۹/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۳۱۱-۳۱۴/ مجدد الف ثانیؒ، حضرت: مکتوبات امام ربانی، جلد۱، مکتوب۱۱، ص۲۷/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص ۷۹۵-۷۹۷/ عبدالحی لکھنویؒ، مولانا: نزہۃ الخواطر، جلد۵: ۴۳۴۔

۱۳۸- عبدالحی لکھنویؒ، مولانا: نزہۃ الخواطر، جلد۵: ۴۳۴/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱: ۳۴۲/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص۷۹۷۔

۱۳۹- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۳۹۱-۳۹۴/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۳۴۳-۳۴۴/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص ۷۹۸/ مجدد الف ثانیؒ، حضرت: مکتوبات امام ربانی، جلد۱: مکتوب۲۱۱، ص۳۵۴۔

۱۴۰- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۳۵۴-۳۵۵/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۳۹۶-۳۹۷/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص۷۹۹/ مجدد الف ثانیؒ، حضرت: مکتوبات امام ربانی، جلد۱، مکتوب۲۳۰، ص۳۹۵۔

۱۴۱- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص۳۸۲-۳۸۳/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص۸۰۰۔

باب سوّم:

احوال ومناقب

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ

(۱۰۰۷-۱۰۷۹ھ/۱۵۹۹-۱۶۶۸ء)

قطب حق ہادی دین خواجہ محمد معصومؒ
آنکہ پیشش بتواضع قد افلاک دوتا است
ظاہرش جملہ بانوار شریعت روشن
باطنش جملہ باسرار حقیقت دانا است
قطع شد بر قد او خلعت قیومیت
آرے این خلعت فاخر بچنین قد زیبا است

چراغ ہفت محفل خواجہ معصومؒ
منور از فروغش ہند تا روم

فصل اوّل:

ولادت باسعادت تا تحصیل علوم ظاہری و باطنی

ولادت باسعادت:

آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے تیسرے فرزندار جمند ہیں۔

آپ بروز پیر ۱۱ ماہ شوال المکرم ۱۰۰۷ھ/ ۷ مئی ۱۵۹۹ء کو سرہند شریف (ہندوستان) سے دومیل دور "بستی ملک حیدر" (بستی پٹھاناں، پٹیالہ) میں پیدا ہوئے۔[۱]

برکات ولادت:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) آپ کی ولادت باسعادت کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: "میرے فرزند محمد معصوم کی ولادت ہمارے لیے بہت مبارک ثابت ہوئی کہ ان کی ولادت کے چند ماہ بعد مجھے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی خدمت میں حاضری نصیب ہوئی اور یہ تمام علوم ومعارف حاصل ہوئے۔"[۲]

والدہ ماجدہ کا خواب:

آپ کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا (م۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۱ء) جو حضرت شیخ سلطان تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۰۷ھ/۱۵۹۹ء) کی صاحبزادی اور زہد وتقویٰ کا پیکر تھیں، وہ فرماتی ہیں:

خاص قسم کی بے خودی طاری ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ مشرق سے مغرب تک سارا عالم منور ہو گیا ہے اور ہزاروں فرشتے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میرے گھر تشریف فرما ہیں اور وہ مجھے مبارک باد دیتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ یہ نور جس سے سارا جہاں منور ہو گیا ہے، تمہارے فرزند کا ہے۔ عنقریب اس کے وجود کے انوار سے سارا عالم اور اہل جہان روشن ہو جائیں گے۔ اس کی ہدایت وارشاد کا نور اس کے فرزندوں اور خلفاء کے ذریعے قیامت تک باقی رہے گا۔[۳]

والد بزرگوار کا خواب:

جس روز آپ کی ولادت باسعادت ہوئی، اس رات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور دیکھا کہ آپ ﷺ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے ہمراہ سرہند شریف تشریف لائے ہیں اور سب حضرات گرامی آپ ﷺ کو مبارک باد پیش کررہے ہیں اور رحمت دو عالم ﷺ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ تمہارا یہ فرزند میری اُمت کے (اس زمانے کے) عام اولیاء میں سے افضل ہیں اور کمالات وقرب الٰہی کے سب درجات میں تمہارے ساتھ اور اس کی آمد تمہارے حق میں بڑی مبارک ہے، کیونکہ جلد ہی تمہیں وہ کمالات عنایت کیے جائیں گے، جو اس سے پہلے کسی ولی کو نصیب نہیں ہوئے۔ بعدازاں وہ کمالات اس فرزند کے ذریعے سارے عالم میں پھیل جائیں گے۔

نیز حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: "میرے فرزند محمد معصوم کا دنیا میں قدم رکھنا میرے لیے بہت ہی خوش بختی کا باعث بنا کہ ان کی ولادیت کے چند ماہ بعد مجھے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ کی ملازمت (صحبت) کا شرف حاصل ہوا۔"

نام مبارک:

آپ کا نام مبارک "محمد معصوم" رکھا گیا۔ آپ کی کنیت ابوالخیرات، لقب مجدد الدین، منصب عروۃ الوثقیٰ، قیوم زماں اور قطب الاقطاب تھا۔ [۵]

بلند استعداد:

آپ بچپن ہی سے عالی استعداد رکھتے تھے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے آپ کے بارے میں فرمایا:

> "یہ فرزند ولایت محمدی (ﷺ) کی استعداد رکھتا ہے اور محمدی المشرب ہے۔"

نیز حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

اس خواجہ محمد معصوم کی بلندی استعداد کا تقاضا تھا کہ اس نے تین برس کی عمر میں کلمہ توحید (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه)، جو تجلی ذات اور وسعت استعداد کی خبر دینے والا ہے، کے بارے میں کلام کیا اور کہتا تھا: ''میں آسمان ہوں، میں زمین ہوں، میں فلاں ہوں اور میں فلاں ہوں۔''

نیز در ودیوار اور گل وگلزار میں سے جو چیز بھی اسے نظر آتی تھی تو کہتا تھا:

''یہ میں ہوں اور وہ میں ہوں۔''

سچ ہے:

چوں زلیخا کز سپنداں تابعود
نام جملہ چیز یوسف کردہ بود

یعنی: جیسے زلیخا نے ہرمل سے عود (خوشبودار لکڑی) تک کا نام (حضرت) یوسف علیہ السلام کر رکھا تھا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس ارشاد کے بعد فرمایا:

''اس راہ میں فیضان الٰہی کے انوار حاصل ہونے میں چھوٹا اور بڑا، جوان اور بوڑھا آزاد اور قیدی، عورت اور مرد، بڑا اور چھوٹا، کمزور اور طاقتور، زندہ اور مردہ (سبھی) برابر ہیں اور اصول میں مساوی ہیں۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (سورة الحدید، آیت ۲۱)۔

یعنی: یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بارے میں یہ بھی فرماتے تھے:

''وہ محبوبوں میں سے ہے۔''[ل]

والد بزرگوار کی خصوصی عنایات:

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) بچپن ہی سے آپ کی بلندی استعداد اور رشد و ہدایت کے آثار ملاحظہ فرمانے کی وجہ سے ہمیشہ نظر عنایت آپ کے شامل حال رکھتے اور آپ

کے مخفی کمالات کے ظہور کے منتظر رہتے تھے، جو آپ کی استعداد کامل میں اللہ نے ودیعت فرمائے تھے۔ نیز حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ چونکہ علم مبدأ حال ہے، لہٰذا اس کی تحصیل کے سوا چارا نہیں۔ اسی بنا پر عقلی و نقلی علوم کی تحصیل کے لیے ولالت فرماتے تھے اور مشکل علمی کتابوں کا ایک ایک صفحہ اور ایک ایک ورق پڑھنے کا حکم دے کر ارشاد فرماتے:

> ''بابا! علوم کی تحصیل سے فارغ ہو جاؤ، کیونکہ ہم کو تم سے بڑے بڑے کام لینے ہیں۔''[۷]

بلندی استعداد:

اس طرح اسلاف اکابر سالہا سال کی محنت کے بعد جو مقام حاصل کرتے اور اس کو کمال سمجھتے ہیں، آپ نے سلوک کے پہلے قدم میں فوق الفوق پر توجہ پہنچائی، جن سے اکثر اہل اللہ کے دامن خالی ہیں۔ آپ نے مختصر عرصہ میں علم و عمل میں درجہ کمال حاصل کر لیا۔[۸]

دوست خدا:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے خدام میں سے ایک صاحب جو سفر و حضر میں حضرت کی خدمت پر مامور تھے، ان سے منقول ہے کہ جب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دار الخلافہ دہلی تشریف لے گئے تو ان مخدوم زادہ (خواجہ محمد معصوم قدس سرہ) کو بھی ہمراہ لے گئے۔ ایک روز حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ حلقہ سے فارغ ہو کر حجرہ میں تشریف لائے، تاکہ گھڑی بھر آرام فرمائیں تو دیکھا کہ مخدوم زادہ (خواہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) حضرت اقدس کے بستر پر سوئے ہیں۔ حضرت اقدس فوراً واپس ہو گئے۔ خدام نے عرض کیا کہ حضرت واپس کیوں تشریف لائے ہیں؟ اگر حکم فرمائیں تو مخدوم زادہ کو جگا دیں، تاکہ آپ آرام فرما سکیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

> ''میں غیرت خداوندی سے ڈر گیا، لرز گیا ہوں اور ناچار بے قرار ہو کر واپس لوٹ آیا ہوں، کہ خدا کا دوست آرام کر رہا ہے، ایسا نہ ہو میں اس کے لیے ملال و رنجیدگی کا موجب بنوں۔''

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ واپس تشریف فرما ہوئے اور دھوپ میں بیٹھ رہے۔ موسم انتہائی گرم تھا اور مسجد فیروزی (دہلی) کا فرش جو پتھر کا ہے، توے کی مانند گرم ہو چکا تھا۔ یہاں تک کہ مخدوم زادہ (خواجہ محمد معصومؒ) اپنے طور پر بیدار ہوئے (اور) دیکھا کہ حضرت (مجدد رحمۃ اللہ علیہ) دھوپ میں زمین پر تشریف فرما ہیں۔ پریشان ہو کر اُٹھے اور بستر کو حضرت (مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کے لیے خالی کر دیا۔[9]

خشیتِ الٰہی کا غلبہ:

مروی ہے کہ آپ ابھی کم سن بچے تھے کہ خشیت الٰہی کے غلبہ کی وجہ سے گریہ وحزن طاری رہتا تھا۔ ایک روز آپ کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا نے موت و قیامت کا تذکرہ فرمایا تو روز جزا کے خوف سے کمال درجے کا گریہ اور بے نفسی کا غلبہ آپ پر طاری ہو گیا، حالانکہ اس وقت آپ کی عمر سات برس سے زیادہ نہ تھی۔ آپ کی گریہ زاری سے آگاہ ہو کر والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا نے دریافت فرمایا تو آپ نے کہا کہ مجھے روز جزا کے خوف کی وجہ سے رونا آ گیا، جو بہت ہی سخت ترین دن ہے۔[10]

تحصیل علوم ظاہری:

آپ تحصیل علوم ظاہری کے لیے مکتب میں وارد ہوئے اور تھوڑی مدت میں قرآن مجید کے حفظ کی سعادت پائی۔ بعد ازاں دوسرے علوم متداولہ کی تعلیم میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے بعض درسی کتابیں اپنے بڑے بھائی حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) سے اور اکثر کتابیں اپنے والد بزرگوار سے پڑھیں۔ علاوہ ازیں علوم عقلی و نقلی کی تعلیم حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۰ھ/ ۱۶۳۰ء) خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء)، حضرت اخوند سجاول سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (مولف شرح وقایہ) اور حضرت ملا بدرالدین سلطانپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۱ھ/ ۱۶۷۰ء) سے بھی حاصل کی۔ آپ نے اپنے بڑے بھائیوں کی طرح سولہ سال کی عمر میں تحصیل علوم سے فراغت پائی۔ جو کچھ حاصل کیا اپنے والد بزرگوارؒ کے گھر سے اور جو کچھ دیکھا بس وہاں ہی دیکھا اور جو کچھ سنا بس وہیں پر سنا۔[11]

سند حدیث:

آپ نے حرمین شریفین کے قیام کے دوران اپنے خلیفہ حضرت مولانا شیخ زین العابدین یمنی محدث مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت حدیث حاصل کی۔ [۱۲]

درس وتدریس:

آپ نے تحصیل علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ قال وحال کی تربیت بھی حاصل کی۔ مولویت کا ملکہ حاصل کرنے کے بعد درس وتدریس اور طلبہ کے افادہ میں بھی مشغول رہے۔ آپ ظہر کے حلقے کے بعد کتب متداولہ، مثلاً بیضاوی، عضدی، تلویح، مشکوۃ اور ہدایہ کا درس دیتے۔ [۱۳]

تحصیل علوم باطنی:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے آپ کو علوم عقلی ونقلی کی تحصیل کے دوران ہی گیارہ برس کی عمر میں طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کی تعلیم بھی شروع فرما دی تھی۔ اس طرح حال کا معاملہ قال پر غالب آ گیا اور آپ نے پوری کوشش وکاوش اپنے والد بزرگوار حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بحر اسرار میں غواصی کرنے میں صرف فرما دی۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بھی برابر آپ کی ترقیوں کے لیے کوشاں ہو گئے اور آپ کو اپنی مجالس اور خلوتوں میں اپنا مونس وہم ساز بنالیا اور آپ کو تمام بلند کمالات اور خصائص عالی سے نوازنے کا ارادہ فرما لیا، تاکہ آپ کی استعداد عالیہ کے جواہرات جو اللہ تعالیٰ نے ودیعت فرمائے رکھے تھے، ان کو جلوہ گر بنا سکیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ آپ پر بہت زیادہ توجہات فرماتے تھے، جن کے آثار ہر روز اور لحظہ بہ لحظہ آپ پر ظہور پذیر ہوئے تھے، یہاں تک حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی ہی میں آپ پر واردات بلند اور مقامات وکمالات ارجمند جلوہ گر ہو گئے اور اسرار خاصہ اور معاملات مخصوصہ آپ پر متحقق ہو گئے۔ جس کی گواہی اس چیز سے ملتی کہ ایک دن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے خلوت میں اپنے مخلص احباب سے ارشاد فرمایا کہ میرے فرزند محمد معصوم کا روز بروز ہماری نسبتوں کو حاصل کرنا صاحب شرح وقایہ کی مانند ہے، جیسا کہ انہوں نے (اپنی)

کتاب۔ کردیباچہ میں لکھا ہے:

''میرے دادا کتاب وقایہ کو ایک ایک سبق کی مقدار کے مطابق تالیف کرتے جاتے اور میں ساتھ ہی ساتھ اس کو حفظ کرتا جاتا تھا، یہاں تک کہ کتاب کی تکمیل کے ساتھ میرا حفظ (کرنا) بھی مکمل ہو گیا۔''[۱۴]

قطب دوراں:

چنانچہ حضرت شیخ عبدالاحد وحدت ﷫ (م ۱۱۲۷ھ/ ۱۷۱۵ء) نے اسی مضمون کو اپنے اشعار میں کمال لطافت ونزاکت سے یوں بیان فرمایا:

مجددؒ بتوصیف او لب کشاد
بفرمود کاے پور عرفان نژاد
ز عرفاں نوشتم ورق در ورق
ہمہ خواندی از من سبق در سبق
تو یک نقطہ زیں لوح نگزاشتی
ہر آنچہ نہادم تو برداشتی
تو آخر چو من قطب دوراں شوی
زمن این بشارت بیاد آوری[۱۵]

یعنی: حضرت مجدد الف ثانی ﷫ نے آپ کی تعریف زبان سے ادا فرماتے ہوئے فرمایا کہ اے عرفانی نسب کے فرزند!

میں نے تصوف کے صفحات در صفحات لکھے ہیں، تو نے وہ سب مجھ سے سبق در سبق پڑھ لیے ہیں۔

تو نے اس لوح سے ایک نقطہ نہیں چھوڑا۔ جو میں نے (سامنے) رکھا تو نے اُٹھالیا۔

آخر کار تو میری طرح قطب دوراں بنے گا۔ میری اس بشارت کو یاد کرے گا۔

شادی مبارک:

جب آپ بالغ ہو گئے تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) نے آپ کی شادی کا عزم فرمایا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے استخارہ فرمایا تو اس کی اجازت نہ ملی۔ ایک عرصہ فکرمند رہے۔ بعد ازاں فضل الٰہی سے منکشف ہوا کہ مخدوم زادہ کی شادی کردی جائے۔ چنانچہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۰۲۱ھ/ ۸ فروری ۱۶۱۳ء کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت میر صفر احمد رومی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۸ھ/ ۲۹-۱۶۲۸ء) کی دوسری صاحبزادی حضرت بی بی رقیہ رحمۃ اللہ علیہا سے آپ کی شادی مبارک ہوئی۔ آپ کی سب اولاد امجاد انھیں کے بطن مبارک سے پیدا ہوئی۔

روضۃ القیومیہ میں شادی کا سال ۱۵ قیومیت، ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء مذکور ہے۔ نیز مقامات معصومی میں آیا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے عالی شان الہام کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک بڑے خلیفہ حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۰ھ/ ۱۶۳۰ء) نے یہ رشتہ عالی قبول کرنے کے لیے عرض کیا تھا، جسے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرف قبولیت بخشا تھا۔ [۱۶]

اجازت وخلافت:

ابھی آپ کم سن تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) آپ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے:

"میرا یہ بیٹا "محمدی المشرب" ہے اور محبوبیت ذاتی سے سرفراز ہے۔"

جب آپ نے عظیم احوال وواردات، نیز اعلیٰ مقامات وکمالات تک رسائی حاصل کر لی تو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلعت خلافت سے سرفراز وممتاز فرمایا اور آپ کو قطبیت کی بشارت عنایت فرمائی۔ آپ نے اپنے ایک مکتوب گرامی (جلد ا: ۸۶، ص ۲۱۴-۲۱۶) میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ملنے والی بشارات قطبیت، قیومیت، خلافت، اصالت اور محبوبیت ذاتی وکمال انفعالی کا ذکر کیا ہے۔ [۱۷]

ختم قرآن مجید کا شہرہ:

آپ رمضان المبارک میں تراویح کے اندر ایک ختم قرآن خود پڑھتے تھے اور دو قرآن مجید، حافظ سے سنتے تھے۔ شہروں کے اطراف واکناف اور دور و دراز کے دیہات سے لوگ آپ سے قرآن مجید سننے کی سعادت حاصل کرنے کے لیے اور آپ کی مجلس بہشت آئین میں شرکت کرنے کے لیے چیونٹیوں کی مانند حاضر ہو جاتے تھے۔ اس طرح مسجد آپ کی وسعت کے باوجود لوگوں کے لیے تنگ ہو جاتی تھی، لہٰذا بعض لوگ افطار روزہ سے پہلے مسجد میں حاضر ہو جاتے تھے۔ [۱۸]

آداب سلوک واعمال صالحہ:

آپ ظاہری و باطنی استقامت کے ساتھ مسند ارشاد پر متمکن رہے۔ کمال شرع وتقویٰ سے آراستہ ہو کر اور سنت عالیہ کی متابعت اور عزیمت مرضیہ کے عمل سے پیراستہ ہو کر اخلاق و اوضاع، اقوال واعمال اور صورت و معنی میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) سے کامل مناسبت اور پوری متابعت کا لحاظ رکھتے تھے۔ اہتمام فرماتے کہ آداب سلوک واعمال صالحہ میں سنن اور مستحبات کی ادائیگی میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع میں ذرا بھر بھی فرق نہ آئے۔ اس طرح آپ کا عمل بالکل وہی تھا جو والد بزرگوار کا تھا اور آپ کا طریقہ بھی وہی تھا جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا، وظائف طاعات اور رعایت آداب عبادت بھی وہی تھا۔

آپ کے اوقات (رات اور دن کے) ہر عمل کے لیے تقسیم تھے اور رات دن کی گھڑیاں اعمال حسنہ کے لیے پوری طرح مقدر تھیں اور ادعیہ موقتہ کا التزام بھی تھا۔

فجر کی نماز کے بعد اور مقررہ وظائف سے فارغ ہو کر آپ حلقہ ذکر میں اصحاب کے ساتھ بیٹھتے اور مراقبہ کرتے تھے۔ ظہر کی نماز کے بعد حافظ صاحب سے کلام مجید سننے کے لیے بھی حلقہ فرماتے تھے۔ اکثر اوقات ظہر کے حلقہ کے بعد متداول کتابوں کا درس دیتے، جن میں بیضاوی عضدی، تلویح، مشکوٰۃ اور ہدایہ شامل تھیں۔ بعض اوقات ظہر کے حلقے کے بعد صحرا کی جانب تشریف فرما ہوتے۔ آپ کے اطراف میں گوشوں اور ویرانوں میں خلوت گزینی فرماتے

اور کبھی کبھی ظہر کے بعد دو رکعت (نماز نفل) ادا کرنے میں مشغول ہوتے اور ان دو رکعت ہی میں عصر کا وقت ہو جاتا تھا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ نماز کی حالت میں کلام مجید کی تلاوت بڑی لذت بخش ہے۔ آپ حافظ قرآن اور سند تجوید کے حامل تھے۔ اکثر قرآن مجید کی تلاوت میں مداومت فرماتے تھے۔ [۱۹]

احترام اُستاد:

آپ اپنے اساتذہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ جن دنوں آپ کی دعوت وعزیمت کا چرچا تھا، آپ کے ایک اُستاد محترم کی صاحبزادیاں آپ کی خدمت میں آئیں تو آپ نے ان پر اس قدر عنایات فرمائیں، جو بیان سے باہر ہیں۔ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور فرمایا:

> ''یہ میرے اُستاد کی صاحبزادیاں ہیں، ان کا ادب کرنا سب کے لیے لازم ہے۔''

بعدازاں بھی آپ نے استاد محترم کی ایک صاحبزادی کو نقد وجنس سے مالا مال کر کے ان کے گھر رُخصت فرمایا۔ صاحب مقامات معصومی مذکورہ بالا سطور کے بعد لکھتے ہیں:

> ''آپ کا اخلاق کریمانہ اس قسم کا تھا کہ تعریف کرنے والا اس کا وصف بیان کرنے کا متحمل ہی نہیں ہو سکتا اور آپ کے آداب اس مرتبہ کے تھے کہ مدح سرا اس حد تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ سبحان اللہ! ایک خاکی نے کس قدر پاکیزگی حاصل کر لی؟'' [۲۰]

فصل دوّم:

مناقب وکمالات

اسرارِ الٰہی:

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے بارے میں اپنے ایک ارادتمند کو یوں تحریر فرماتے ہیں:

"اس شیخ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کے صاحبزادے جو (ابھی) بچے ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسرار ہیں۔ مختصر یہ کہ شجرہ طیبہ ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی اچھی طرح نشو ونما کرے۔"[۲۱]

ولایت خاصہ:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ولایت خاصہ عطا فرمائی، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) نے اپنے صاحبزادے حضرت شیخ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) کو ایک مکتوب شریف میں تحریر فرمایا:

"فرزند محمد سعید (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے مکتوب میں جو اپنے احوال ظاہر کیے تھے بہت صحیح ہیں اور اس خصوصیت کے ساتھ دوستوں میں بہت کم کسی کو حاصل ہوئے ہیں۔ اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی ولایت خاصہ سے مشرف فرمائے گا اور فرزندی محمد معصوم بالذات اس دولت کے قابل ہے۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل قوت سے فعل میں لائے۔" (دیکھئے: جلد ۱: ۲۳۶،۲۱۵)۔[۲۲]

محرم اسرار:

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) اپنے ایک مکتوب شریف میں آپ کے فضائل و

مناقب اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

''حق جل سلطانہ کے انعامات کیا کیا لکھے اور ان کا کیا شکر ادا کرے؟ وہ علوم و معارف جن کا فیضان ہوتا ہے، خداوند جل وعلا کی توفیق سے ان میں سے اکثر لکھے جاتے ہیں اور ہر اہل و نا اہل، یعنی کس و ناکس کے کانوں تک پہنچتے رہتے ہیں، لیکن خاص اسرار ودقائق جن کے ساتھ فقیر متمیز ہے، ان کا تھوڑا سا حصہ بھی ظہور میں نہیں لا سکتا، بلکہ رمز و اشارہ کے ساتھ بھی اس مقولہ کی نسبت گفتگو نہیں کر سکتا، بلکہ اپنے فرزند عزیز (حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ بھی، جو کہ فقیر کے معارف کا مجموعہ اور مقامات سلوک وجذبہ کا نسخہ ہے، ان اسرار ودقائق کا کوئی رمز بیان نہیں کر سکتا اور ان کے پوشیدہ رکھنے میں بڑی کوشش کرتا ہے، حالانکہ فقیر جانتا ہے کہ فرزند عزیز (حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) محرمانِ اسرار سے ہے اور خطا وغلطی سے محفوظ ہے، لیکن کیا کرے کہ معانی کی دقت اور باریکی زبان کو پکڑ لیتی ہے اور اسرار کی لطافت لبوں کو بند کر دیتی ہے۔ وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنْطِقُ لِسَانِي (میرا سینہ بند ہو جاتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی) نقد وقت ہے اور وہ اسرار اس قسم کے نہیں کہ فقیر ان کو بیان نہیں کرنا چاہتا، بلکہ وہ ایسے ہیں کہ بیان میں لائے نہیں جا سکتے:

فریاد حافظ این آخر بہرزہ نیست
ہم قصہ غریب وحدیث عجیب ہست

یعنی: حافظ کی یہ تمام فریاد آخر فضول نہیں ہے، یہ قصہ نادر اور بات عجیب ہے۔''

یہ دولت جس کے چھپانے میں ہم کوشش کرتے ہیں، انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے چراغ نبوت سے مقتبس ہے اور ملائکہ ملائے اعلیٰ علیٰ نبینا علیہم الصلوات والتسلیمات کے تابعداروں میں سے جس کسی کو اس دولت سے مشرف فرمائیں، وہ بھی اس دولت میں شریک ہے۔ (دیکھئے: جلد ۱: ۲۶۷، ص ۵۳۸-۵۳۹)۔[۲۳]

قطبیت:

آپ کی عمر مبارک چودہ برس کے لگ بھگ تھی کہ آپ نے ایک روز اپنے والد بزرگوار حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی خدمت مبارک میں عرض کیا:

''میں خود کو ایک نور پاتا ہوں، جس سے سارا جہان منور ہے اور وہ نور تمام ذرات میں سرایت کیے ہوئے ہے، جس طرح سورج کا نور، جس سے تمام عالم روشن ہے، اگر وہ نور ختم ہو جائے تو دنیا تاریک ہو جائے۔''

اس پر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بشارت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اے بیٹا! تو اپنے وقت کا قطب ہوگا اور میری یہ بات یاد رکھو!''

(دیکھئے: مکتوبات معصومی، جلد: ۸۶، ص ۲۱۵)

چنانچہ آپ نے اپنے بعض مکتوبات شریف میں یوں تحریر فرمایا ہے:

''میں چودہ برس کا تھا کہ آنحضرت (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے (مجھے) قطبیت کی بشارت دی تھی اور اس قیومیت کی خلعت کے ملنے سے پہلے بحمد اللہ دس گیارہ سال کی عمر میں وعدہ پورا ہوا اور اس بشارت کے آثار بخوبی ظاہر ہوئے۔''[۲۴]

والد بزرگوار سے مشابہت:

آپ بہت بڑے عالم، خد و خال میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والے، قدر و منزلت میں حضرتؒ کے ساتھ سب سے زیادہ قریب، سیرت میں سب سے زیادہ حضرتؒ کے متبع، معارف میں حضرتؒ کے ساتھ سب سے زیادہ خصوصیت رکھنے والے، لوگوں میں سب سے زیادہ شہرت والے اور ان کو سب سے زیادہ نفع پہنچانے والے تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں خود کو ایک آسمان کی طرح پاتا ہوں اور اپنے فرزند محمد معصوم کو اس کا راقم سمجھتا ہوں۔[۲۵]

فصل سوّم:

بشارات جانشینی وخلعت قیومیت

بشارت خلعتِ قیومیت:

جس طرح حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کو اپنی مبارک زندگی میں اپنا خلیفہ بنا کر اپنے تمام احباب و مریدوں کو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد فرمایا تھا، ایسے ہی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکاشفہ کو بیان فرما کر آپ کو اپنی حیات مبارک ہی میں اپنا جانشین بنا دیا اور یہ بشارت سنا دی کہ آپ مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوں گے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ اور حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۰ھ/۱۶۶۰ء) کے نام اپنے مکتوب شریف میں تحریر فرمایا:

> ''ایسا معلوم ہوا کہ جو خلعت میں پہنے ہوئے تھا، مجھ سے جدا کی گئی ہے اور اس کی بجائے دوسری خلعت مجھے پہنائی گئی ہے۔ دل میں خیال آیا کہ دیکھئے یہ میری اُتاری ہوئی خلعت کسی کو ملتی ہے یا نہیں؟ مجھے یہ آرزو ہوئی کہ یہ میری اُتاری ہوئی خلعت میرے فرزند ارشد محمد معصوم کو دے دیں تو بہتر ہے۔ ایک لحہ کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ میرے فرزند (خواجہ محمد معصومؒ) کو مرحمت فرمائی گئی اور وہ خلعت سب کی سب اس کو پہنائی گئی ہے۔ یہ میری اُتاری ہوئی خلعت منصب قیومیت سے مراد ہے، جو تربیت و تکمیل سے تعلق رکھتا ہے اور اس کے اس عرصہ مجتمعہ کے ساتھ ارتباط کا باعث ہوا ہے۔ اس خلعت جدیدہ کا معاملہ جب انجام کو پہنچے گا اور اتر جانے کی مستحق ہو جائے گی تو اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے فرزند محمد سعید کو عطا فرمائے گا۔ یہ فقیر ہمیشہ

تضرع سے یہ دعا کرتا ہے اور قبولیت کا اثر دیکھتا ہے اور اپنے فرزند محمد سعید کو اس دولت کا مستحق پاتا ہے:

ع: باکریماں کارہا دشوار نیست

یعنی: کریموں کے لیے کام مشکل نہیں ہیں۔

اگر استعداد ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی عطا ہے:

نیا وردم از خانہ چیزے نخست
تو دادی ہمہ چیز من چیز تست [۲۶]

یعنی: میں گھر سے کوئی چیز ساتھ نہیں لایا، سب کچھ تو نے عطا فرمایا (اور) میں بھی تیری ہی ملکیت ہوں۔

عطائے خلعت قیومیت:

جب حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کا مذکورہ بالا مکتوب شریف مخدوم زادگان کو ملا تو ذی الحجہ ۱۰۳۲ھ/ اکتوبر ۱۶۲۳ء میں حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) اور آپ اپنے والد بزرگوار کی خدمت اقدس میں اجمیر شریف پہنچے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ان حضرات پر بڑی مہربانی فرمائی اور آپ کو خلوت میں طلب فرما کر خلعت قیومیت عطا فرمائی۔ چنانچہ آپ اپنے خلیفہ حضرت مولانا محمد حنیف کابلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۸ھ/ ۶۸-۱۶۶۷ء) کو اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

''جس وقت حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے مخلصوں میں سے ایک درویش (حضرت خواجہ محمد معصوم) کو خلعت قیومیت سے مشرف فرمایا اور اس بڑے رتبہ سے اس کو سرفراز فرمایا تو اس درویش کو خلوت میں بلا کر فرمایا کہ اس مجمع گاہ (دنیا) سے تعلق کا سبب یہی معاملہ قیومیت تھا، جو تجھے عطا کیا گیا اور مخلوقات و موجودات بڑے شوق سے تیری طرف متوجہ ہوئی۔ اب میں اس جہان فانی میں رہنے کا سبب نہیں پاتا۔ اس جہاں سے میری رحلت کا وقت قریب آ گیا۔'' [۲۷]

بشارت جانشینی:

اس عبارت کے بعد مذکور ہے کہ آپ باوجود اس بشارت کے جگر کباب ہوئے اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) نے آپ کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا: ''غم مت کر سنت الٰہی اسی طرح جاری ہے کہ ایک کو بلا لیتے ہیں، دوسرے کو اس کی جگہ بٹھا دیتے ہیں۔''

بعد ازاں آپ اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

''چونکہ اس درویش نے اپنے آپ میں اس معنی کی کوئی لیاقت نہ پائی، نیز رنج والم اس کے دل میں پوشیدہ تھا۔ ہاں یا نہ کچھ نہ کہہ سکا اور جن امور کی وضاحت ضروری تھی، نہ پوچھ سکا۔ یہی وجہ تھی کہ جب حضرت (مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: ''اشیاء میری قیومیت کی نسبت تیری قیومیت پر زیادہ راضی اور زیادہ خوش ہیں۔''

یہ درویش اس کا سبب دریافت کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

وحشی گزشت یار و نکردی حکایت
اے خانماں خراب زبانِ تو بستہ بود

یعنی: اے وحشی! یار گزر گیا اور تو نے کوئی گفتگو نہ کی۔ اے خانہ خراب! (کیا) تیری زبان بندھی تھی؟

جب حضرت (مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے اس درویش کا غم پہلے سے زیادہ دیکھا تو فرمایا: ''میری رحلت میں کچھ مدت باقی ہے، لیکن میں دیکھتا ہوں کہ کیا تعلق درمیان میں ہے؟'' متوجہ ہو کر ایک لحہ کے بعد (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے) فرمایا: ''میرے ایام وصال تک تیرا قیام مجھ سے اور افراد عالم کا قیام تجھ سے ہوگا۔'' اس ارشاد سے اس مسکین کے غمگین دل کو ایک گونہ تسلی ہوگئی۔ اس واقعہ کے ایک سال اور چند دن کم تین ماہ بعد حضرت (مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کا وصال ہوگیا۔'' [۲۸]

اصالت ومحبوبیت ذاتی کی عطا:

آپ کو اصالت ومحبوبیت ذاتی عطا ہوئی۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

''جاننا چاہیے کہ جب تک کوئی شخص اصالت سے بہرہ ور نہ ہو، اسے قیومیت کی نسبت حاصل نہیں ہوسکتی۔ عالی (و) بلند مرتبہ حضرت (مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے جس درویش (یعنی خود خواجہ محمد معصومؒ) کو نسبت قیومیت کے حصول کی خوشخبری دی تھی، اسے حصول اصالت کی بشارت سے بھی سرفراز فرمایا۔ نیز فرمایا کہ اصالت کا جس قدر حصہ تجھے حاصل ہے، اس کے موافق تیری خلقت میں محبوبیت رکھی گئی ہے۔ یعنی آپ نے اس کے حق میں محبوبیت ذاتی اور کمال انفعالی کا نشان دیا۔ وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ (سورہ ابراہیم، آیت ۲۰)۔

یعنی: اور یہ اللہ پر کچھ دشوار نہیں۔

صاحب جواہر معصومیہ لکھتے ہیں کہ محبوبیت کی تین قسمیں ہیں: افعالی، صفاتی اور ذاتی۔ کامل اولیاء محبوبیت افعالی تک پہنچتے ہیں اور صفاتی اکمل اولیا کو نصیب ہوتی ہے، لیکن ذاتی صرف حضرت خاتم المرسل صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہے۔ [۲۹]

خمیر طینت:

اللہ تعالیٰ نے آپ کے وجود مبارک کو بلند خمیر طینت سے بنایا۔ اس ضمن میں آپ خود یوں تحریر فرماتے ہیں:

''ہمارے حضرت (مجدد) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دین و دنیا کے سردار حضور (نبی کریم) صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سراپا برکت (کے خمیر میں) سے جو (مادہ) باقی رہ گیا تھا، مثل پس خوردہ اس کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمت کے بختاوروں میں سے ایک فرد (یعنی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کو عطا فرمایا ہے اور اس کی طینت (سرشت) کو اس سے خمیر کیا (گوندھا ہے) اور اس

کے ذریعے اس فرد کو اصالت (شرافت) سے بہرہ ور کیا ہے۔ اس بقیہ
میں سے اس فرد کی طینت کو خمیر کرنے کے بعد کچھ تھوڑا سا بقیہ رہ گیا تھا۔
وہ بقیہ اس فرد کے مریدوں میں سے ایک شخص (یعنی حضرت محمد معصومؒ)
کے حصہ میں آیا ہے اور اس کی طینت کی خمیر اس سے کی گئی ہے اور اس
نے اس کے اندازے کے مطابق اصالت (شرافت) سے بھی کچھ حصہ
پالیا ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ (سورۃ النجم، آیت ۳۲)۔
یعنی: بے شک تمہارا رب وسیع مغفرت والا ہے۔ ۳۰

زمرہ سابقین میں شمولیت:

آپ زمرہ سابقین میں شامل ہیں اور آپ کو مقطعات کے اسرار سے بھی (حصہ) نصیب ہے۔ آپ خود تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت پیر دستگیر (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک دن فرمایا کہ میں ایک روز مرہ سالکین میں نظر ڈال رہا تھا، جن کی شان میں حق سبحانہ نے فرمایا ہے:

ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (سورۃ الواقعۃ، آیت ۱۳-۱۴)۔
یعنی: بڑی جماعت پہلوں میں سے ہے اور تھوڑی جماعت پچھلوں میں سے ہے۔

میں نے خود کو اس گروہ میں داخل پایا اور اپنے مریدوں میں سے بھی ایک شخص (خواجہ محمد معصوم) کو وہاں اپنے ساتھ پایا۔

اسی طرح متشابہات کے اسرار کی بابت بھی تحریر فرمایا کہ متشابہات معاملات سے کنایہ ہیں۔ جائز ہے کہ ایک شخص کو معاملہ حاصل ہو اور اسے اس معاملہ کے متعلق علم نہ ہو۔ میں نے اپنے تعلق والے ایک شخص (خواجہ محمد معصومؒ) میں یہ بات مشاہدہ کی ہے، دوسروں کا حال کیا ہوگا؟

سعادتہا ست اندر پردۂ غیب
نگہ کن تا کرا ریزند در جیب

یعنی: پردۂ غیب کے اندر (بہت سی) سعادتیں ہیں، دیکھئے کس (خوش نصیب) کی جیب میں ڈالتے ہیں۔

صاحب روضۃ القیومیہ فرماتے ہیں: ''حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو تین دن رات ایک ہی جلسہ میں حرف ''ق'' کے اسرار بیان فرمائے۔ بعدازاں باقی حروف مقطعات کے اسرار آپ کو مسند ارشاد پر خود بخود منکشف ہوئے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ اسرار مقطعات تمہارے باطن میں تھے، لیکن تمہیں معلوم نہ تھا۔

آپ کو ایک خصوصیت یہ بھی حاصل ہے کہ ''حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں ایک سال تین ماہ سات دن قیومیت کی۔''[۱۳۱]

عروۃ الوثقیٰ کا خطاب نصیب ہونا:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو عروۃ الوثقیٰ کا خطاب عطا فرمایا۔ ۱۰۳۵ھ/ ۲۶-۱۶۲۵ء میں ایک دن آپ نے اس ضمن میں فرمایا:

> ''آج میں صبح کے حلقہ میں بیٹھا تھا کہ جناب سرور کائنات خلاصہ موجودات (حضرت محمد مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہو کر مجھ سے بغلگیر ہوئے اور (ارشاد) فرمایا کہ حق تعالیٰ نے آپ کو ''عروۃ الوثقیٰ'' کا خطاب دیا ہے۔ اس نعمت کا شکر بجالاؤ، اسی اثناء میں کیا دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے تمام مقرب فرشتوں اور انبیاء واولیاء نے آ کر میرے گرد حلقہ بنایا اور فرماتے ہیں: ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا مُحَمَّدَ مَعْصُوْم عُرْوَةُ الْوُثْقٰى''۔ یعنی: اے محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ! آپ پر سلام ہو۔ بعدازاں ہر ایک نے مجھ سے مصافحہ فرمایا۔ میں نے سنہری خط سے عرش مجید کے گرد محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ لکھا ہوا دیکھا۔''[۱۳۲]

فصل چہارم:

مسند ارشاد پر جلوہ افروزی

آپ کی عمر مبارک حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کی حیات میں ستائس برس تھی اور آپ نے تمام کمالات حاصل کر لیے تھے۔ ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کے بعد جمعرات کے روز، اشراق کے وقت، یکم ربیع الاوّل ۱۰۳۴ھ/ ۱۳ دسمبر ۱۶۲۴ء کو آپ مسند ارشاد و قیومیت پر جلوہ افروز ہوئے۔ اس دن پچاس ہزار آدمیوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی سعادت پائی، جن میں تقریباً دو ہزار حضرات حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے تھے۔ ملک کے والیان نے بھی عریضے ارسال کر کے آپ سے تجدید بیعت کی۔ جہانگیر (م ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء) حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کی خبر سن کر تعزیت کے لیے سرہند شریف حاضر ہوا۔

ملک چین کے خوش نصیب باشندے حضرت شیخ مراد بن عبداللہ قازانی رحمۃ اللہ علیہ (زندہ ۵۲-۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۳ء) جنہوں نے مکتوبات امام ربانی کا عربی میں ترجمہ کیا تھا، نے اپنی تالیف ''ذیل الرشحات'' میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد بزرگوار (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کی طرح اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔ آپ نے دنیا کو منور کیا۔ جہالت و بدعات کی ظلمتیں آپ کی توجہات عالیہ اور بلند حالات کی برکت سے دور ہوئیں۔ آپ کی صحبت سے ہزاروں بندگان خدا اسرار خفیہ سے واقف ہوئے اور بلند حالات سے متحقق ہو گئے۔ کہا گیا ہے کہ آپ سے نو لاکھ اشخاص نے بیعت کی اور آپ کے سات ہزار خلفاء ہوئے، جن میں سے حضرت شیخ حبیب اللہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ خراسان اور ماوراء النہر کے بہت بڑے شیخ تھے۔ ان کے زمانے میں بخارا سنت کے نور سے منور ہوا اور ان کے چار ہزار خلفاء صاحب اجازت ہوئے جو بہت بلند مرتبہ تھے۔[۳۳]

تربیت سالکین:

طالبین کے احوال کی دریافت، ان کی منازل سلوک کی ترقی اور بلند درجات کے وصول کے لیے کوشاں رہنا آپ کو بہت زیادہ مرغوب تھا۔ سالکین کی تربیت اور سنت کے مطابق ان کی تکمیل پر عمل درآمد فرماتے۔ اللہ تعالیٰ کے سچے طالبین کے احوال پر آپ اپنی توجہ بہت زیادہ مرکوز فرماتے اور اپنی ہمت عالی ان کی ترقیات کے لیے بے حد مبذول رکھتے تھے۔ آپ ان کو ان کے احوالِ حال و آئندہ سے مطلع فرماتے اور ان کے مقاماتِ عروج کا ذکر فرماتے تھے۔ اکثر اہل نسبت نے آپ کی وساطت سے احوال روشن و اسرار خفیہ کا شرف پایا اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے۔[۳۴]

امتیازاتِ خاصہ:

آپ کو بھی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی طرح متابعت کے سات درجوں سے نوازا گیا۔ آپ کو راسخ العقیدہ علماء میں شامل کیا گیا۔ آپ کو قدیم، درمیانی زمانہ اور دور آخر کے صوفیہ کے مخفی اسرار سے ایک ہی بار آگاہ کر دیا گیا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات، معارف خفیہ وجلیہ آپ کے ذریعہ ظہور پذیر ہوئے، کیونکہ آپ کو اپنے والد بزرگوار کے اسرار کی سب سے زیادہ اطلاع حاصل تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ''وصل عریانی'' سے مشرف فرمایا۔[۳۵]

فصل پنجم:

حج بیت اللہ شریف

روانگی:

آپ کو زیارت حرمین شریفین اور حج بیت اللہ شریف کے ذوق وشوق کا غلبہ حاصل ہوا۔ جب اس سفر کا عزم مضبوط ہو گیا تو اوّل حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے اور پھر ۲۲ سے ۱۹ ذی الحجہ ۱۰۶۷ھ/ ۲۱ سے ۲۸ ستمبر ۱۶۵۷ء تک کسی روز سرہند شریف (ہندوستان) سے حجاز مقدس کی جانب روانہ ہوئے۔ آپ کے برادرانِ گرامی حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء)، حضرت خواجہ محمد یحیٰ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) اور تقریباً سات ہزار خلفاء اور مریدین آپ کے ہمراہ تھے۔[۳۶]

سرہند شریف سے دہلی پہنچنا:

سرہند شریف سے شاہجہان آباد (دہلی) پہنچے تو بادشاہ وقت شاہجہان (م۱۰۷۶ھ/ ۱۶۶۶ء) اور دارا شکوہ (م۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۹ء) آپ کو رُخصت کرنے کے لیے آئے اور بہت بڑی رقم بطور نذرانہ پیش کی۔ آپ نے اس میں سے تھوڑی رقم قبول فرمائی۔ بعدازاں جس شہر سے گزرتے، وہاں خاص و عام اور حکام اپنی حیثیت و توفیق کے مطابق آپ کا استقبال کرتے۔ آپ کی بہت زیادہ تعظیم وتکریم کرتے۔ نیز ہر طرح کی خاطر و مدارات سے پیش آتے تھے۔ آپ کی معیت کی سعادت کے حصول اور حج کے ذوق وشوق کے تحت کئی اشخاص آپ کے قافلہ میں شامل ہو گئے۔ اورنگ زیب عالمگیرؒ (م۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) نے تربدہ کے نزدیک آپ کی خدمت میں حاضری دی۔ آپ نے کمال مہربانی فرماتے ہوئے اورنگ زیبؒ کو اپنی خاص ٹوپی عنایت فرمائی۔ تاج شاہی اپنے دست مبارک سے اورنگ زیبؒ کے سر پر رکھا اور بہت سی دعائیں دے کر رُخصت فرمایا۔ نیز اورنگ زیب عالمگیرؒ کی درخواست پر

حصول برکت ۔کے لیے مخدوم زادگان حضرت شیخ محمد اشرف ﷫ (م۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۶ء) اور حضرت شیخ سعد الدین ﷫ کو اورنگ زیب عالمگیرؒ کے پاس چھوڑ دیا۔[۳۷]

سورت پہنچنا:

پھر آپ اپنے قافلہ حج کے ہمراہ سورت پہنچے تو بحری سفر کے لیے پانچ جہاز اپنے کرائے پر حاصل کیے اور دس جہاز آپ کو اورنگ زیبؒ کی جانب سے مہیا کیے گئے، جن میں نادار و فقرا سوار ہوئے۔ قافلہ میں جو لوگ صاحب حیثیت تھے انہوں نے اپنا انتظام خود کیا۔ تقریباً تین ہزار علماء و مشائخ آپ کے ہم رکاب تھے۔ اس طرح سورت سے تقریباً سات ہزار افراد کا قافلہ پندرہ جہازوں پر سوار ہو کر حرمین شریفین کی جانب روانہ ہوا۔[۳۸]

بندرگاہ مخّہ پہنچنا:

شعبان المعظم ۱۰۶۸ھ/ مئی ۱۶۵۸ء میں ہی آپ کا قافلہ یمن کی بندرگاہ مخّہ پہنچا۔ والی یمن نے ارکان سلطنت کو آپ کا استقبال کرنے کے لیے بھیجا۔ عرب و یمن کے بڑے بڑے امراء اور رؤساء نے آپ کا استقبال کیا۔ والی یمن اور اس کے ارکان سلطنت نے شایان شان مہمانداری کے فرائض انجام دیے۔ ان علاقوں میں موجود آپ کے خلفاء و عقیدتمند حاضر خدمت ہو گئے۔ آپ کے خلیفہ حضرت شیخ مراد ﷫ ملک شام سے اپنے شامی مریدوں کی ایک بڑی جماعت کے ہمراہ یہاں حاضر خدمت ہو گئے اور آپ کے زمانہ قیام میں سب انتظامات بڑے احسن طریقہ سے انجام دیتے رہے۔ اس سفر میں آپ کے ارادتمندوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہا اور بہت سے لوگوں نے آپ سے فیوض و برکات حاصل کیے۔[۳۹]

ارض مقدس کے امراء و حکام کی خدمات:

اسی طرح امام یمن، شریف مکہ، روم، شام اور عرب کے امراء و حکام ہر جگہ آپ کے استقبال کے لیے حاضر ہوئے اور ہر طرح سے خدمات سرانجام دیں۔ روم کا سلطان بھی اپنے ارکان سلطنت کے ساتھ زیارت کے لیے حاضر خدمت ہوا اور تحائف و ہدایا اور نذرانے پیش کیے۔ مزدلفہ اور منیٰ وغیرہ میں ہر جگہ آپ ہی امیر حج سمجھے جاتے تھے۔ غرض کہ حجاج کی کثرت اس سال اتنی زیادہ تھی کہ اس سے پہلے نہ تھی۔[۴۰]

زیارت حرمین شریفین:

آپ ہندوستان اور یمن کے مختلف شہروں میں قیام فرماتے ہوئے آٹھ ماہ میں آخر ماہ شعبان ۱۰۶۸ھ/ اوائل جون ۱۶۵۸ء میں مکہ مکرمہ میں وارد ہوئے اور اسی سال اللہ کریم کے فضل وکرم سے بیت اللہ شریف اور نبی کریم ﷺ کے روضہ انور کی حاضری اور صحابہ کرامؓ کے مزارات اور متبرک زیارت گاہوں کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔ [۴۱]

کثرت طواف:

ذی الحجہ ۱۰۶۸ھ/ ستمبر ۱۶۵۷ء میں فریضہ حج کی ادائیگی سے مشرف ہوئے۔ مکہ مکرمہ کے قیام میں آپ اکثر طواف میں مشغول رہتے اور ان دنوں میں اس عبادت کو سب سے افضل خیال فرماتے۔ اس دوران عجیب وغریب امور مشاہدہ فرماتے۔ اکثر اوقات یوں معلوم ہوتا کہ کعبہ معظمہ آپ سے معانقہ کرتا ہے اور نہایت اشتیاق کے ساتھ تقبل و استلام واقع ہوتا ہے۔ [۴۲]

ایامِ تشریق:

ایام تشریق میں آپ نے منیٰ میں قیام فرمایا اور گیارہ ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچ کر طواف زیارت کی سعادت حاصل کی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم طواف سے فارغ ہوگئے تو مشاہدہ ہوا کہ حج کے ثواب وقبولیت کا کاغذ (پروانہ) مہر لگا کر ہمیں عنایت کیا گیا ہے، اگرچہ جمرات (شیاطین پر کنکریاں مارنا) باقی تھے، لیکن ارکان حج کی ادائیگی کے بعد گویا حج پورا ہوگیا تھا۔ [۴۳]

مدینہ منورہ میں آمد اور زیارت نبوی ﷺ:

آپ حج سے فراغت کے بعد ماہ ربیع الاوّل ۱۰۶۹ھ/ دسمبر ۱۶۵۸ء میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے۔ آپ کو اپنے مریدین کی ایک جماعت کے ساتھ ایک رات اور دو دن اعتکاف کی اجازت ملی۔ نماز عشاء کی ادائیگی کے حسب معمول سب زائرین مسجد نبوی ﷺ سے باہر چلے گئے تو آپ کو خلوت خاص نصیب ہوئی۔ آپ مواجہہ شریفہ میں بہت دیر تک مراقبہ میں

مصروف رہے۔

آپ نے فرمایا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ کمال بندہ نوازی اور نہایت کرم کے ساتھ حجرہ خاص اور پردہ مخصوص سے باہر تشریف فرما ہوئے اور مجھے آں سرور ﷺ سے اتنا شرف حاصل ہوا کہ کسی چیز میں اس کی مانند ظاہر نہ ہوا تھا۔ اسی طرح رات کے آخر میں تہجد کے وقت بھی تشریف لاکر مراقبہ میں بیٹھ گئے۔ اس وقت یوں لگا کہ آنحضرت ﷺ مقصورہ منورہ سے باہر تشریف لائے ہیں اور نہایت لطف وعنایت سے اس کمترین کو بغلگیر فرمایا اور اس فقیر کو آنحضرت ﷺ کی حقیقت کے ساتھ ایک الحاق خاص حاصل ہوگیا۔ وَالْحَمْدُ اللّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ.[۴۴]

ظہور اسرار وتلاطم امواج انوار:

ہفتہ کی رات یکم جمادی الاوّل ۱۰۶۹ھ/ ۲۵ جنوری ۱۶۵۹ء کو آپ نے نماز عشاء سے فراغت کے بعد خلوت میں اپنے مخدوم زادگان سے فرمایا گزشتہ رات جو جمعہ کی رات تھی میں نے ظہور اسرار اور تلاطم امواج انوار کے مقدمات پائے ہیں۔ آج وہ اسرار مجھ پر فائض ہوئے ہیں کہ اشارہ میں بھی ان کو بیان نہیں کرسکتا۔ اگر ان میں سے کوئی چیز ظاہر کی جائے تو گلا کاٹ دیا جائے۔ ہاں! اگر ان مقدمات میں سے بعض کی طرف اشارہ کیا جائے تو گنجائش ہے۔[۴۵]

زیارت نبوی ﷺ:

بروز منگل ۲۰ جمادی الآخر ۱۰۶۹ھ/ ۱۳ فروری ۱۶۵۹ء آپ مدینہ منورہ سے رُخصت ہونے لگے اور الوداعی زیارت ورُخصت کے لیے مسجد نبوی (ﷺ) میں حاضری دی۔ نماز ظہر میں آپ محراب نبوی (ﷺ) کے قریب تھے۔ جدائی کے غم ورنج کی وجہ سے آپ پر گریہ طاری ہوگیا۔ آپ خود فرماتے ہیں:

> ''میں اسی غم والم میں تھا کہ مقصورہ شریفہ اور روضہ مطہرہ کی جانب سے سطوتِ انوار وحشمت سلطنت نے طلوع کیا اور حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات نہایت نورانیت وکمال

عظمت کے ساتھ حجرہ شریفہ سے باہر ہمارے سامنے تشریف لائے اور نہایت مہربانی سے کمال بلندی ونہایت رفعت میں بادشاہوں کے تاج کی مانند خلعت تاج کہ جس کی مانند ہرگز دیکھا نہیں گیا، اس احقر کو پہنایا گیا۔ محسوس ہوا کہ اس تاج پر شہید کا طرہ ہے کہ جس کے اُوپر اعلیٰ درجہ کے لعل جڑے ہوئے ہیں اور ایسا محسوس ہوا کہ یہ ایک خاص خلعت ہے جو آنحضرت ﷺ کے بدن شریف سے اُترا ہوا ہے۔ دوسری خلعتوں کی مانند نہیں ہے۔ اس کے بعد میں نے اپنے بعض فرزندوں کے لیے جو کہ اس سفر میں (میرے) ہمراہ تھے اور اس وقت میرے ساتھ حاضر تھے۔ اس بلند بارگاہ میں خلعت کے حصول کے لیے التجا وتضرع کیا، کمال بندہ نوازی سے ان میں سے ہر ایک کے لیے متعدد خلعتیں مرحمت ہوئیں۔ اس کے بعد میں نے مواجہہ شریفہ میں جا کر یہی معاملہ مشاہدہ کیا۔" [۵]

آپ فرماتے تھے کہ ان دونوں مقام، یعنی محراب نبوی (ﷺ) اور مواجہہ شریفہ میں ایک دوست میرے پہلو میں رُخصت حاصل کرنے کے لیے کھڑا تھا۔ میں نے اس کے لیے بھی تضرع کیا کہ اس کو خلعت مرحمت ہو جائے، (لیکن) قبول نہیں کیا گیا۔ اس بات نے مجھ کو کمال التجا پر آمادہ کیا۔ بہت تضرع کے بعد ایسا محسوس ہوا کہ خلعت کی قسم کی کوئی چیز اس کو بھی عنایت ہوئی۔ چنانچہ اس وقت اس کی دستار (پگڑی) ممتاز نظر آ رہی تھی۔ [۴۶]

مکہ مکرمہ کو واپسی:

جمادی الآخر ۱۰۶۹ھ/ فروری ۱۶۵۹ء، میں مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی جانب مراجعت فرمائی۔ راستے میں آپ کو جوڑوں کے درد کی تکلیف ہوگئی۔ جب وادی صفرا میں پہنچے تو عصر کی نماز کے بعد حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ (م ۳۲ھ/ ۶۵۳ء) کے مزار پر جا کر مراقب ہوئے۔ ان کی نسبت شریفہ کمال لطافت کے ساتھ ظاہر ہوئی۔ [۴۷]

زیارت خانہ کعبہ وطواف کی سعادت:

آپ ۱۸ رجب المرجب ۱۰۶۹ھ/ یکم اپریل ۱۶۵۹ء کو مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ میں تشریف لائے۔ مکہ مکرمہ پہنچے تو وہاں کے فیوض و برکات سے خوب مستفیض ہوئے۔ خانہ کعبہ کی زیارت وطواف کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے فرمایا کہ جب ہم مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت طواف ادا کر رہے تھے تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ظاہر ہوئے اور اسرار خلعت کا اظہار فرمایا۔ میں نے مقام ابراہیم کو ان اسرار سے پر پایا اور اس مرتبہ کعبہ کے اندر داخل ہونے کا موقع بھی ملا۔ یہ داخلہ الوداعی تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا بے انتہا فضل وکرم میں اپنے حق میں دیکھتا ہوں اور مجھے ایک نہایت فاخرہ جواہرات جڑی ہوئی خلعت عطا ہوئی۔ معلوم ہوا کہ یہ خلعت الوداعی ہے۔ بعدازاں آپ کے بھائیوں اور فرزندوں کو بھی خلعت فاخرہ پہنائی گئی۔ [۴۸]

مکہ مکرمہ سے وطن واپسی:

آپ نصف شعبان ۱۰۶۹ھ/ ۸ مئی ۱۶۵۹ء کو بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے اور حرم محترم کو الوداع کہنے کا موقع نصیب ہوا۔ بالآخر شعبان کے آخری عشرہ میں مکہ مکرمہ سے واپس لوٹے۔ ۲۷ رمضان المبارک ۱۰۶۹ھ/ ۸ جون ۱۶۵۹ء کو یمن کی بندرگاہ مخہ میں تشریف فرما تھے۔ بعدازاں سمندر سے گزر کر سورت کی بندرگاہ میں داخل ہوئے اور ۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۹ء کے آخر میں وطن مالوف تشریف لے آئے۔ آپ ذی الحجہ ۱۰۶۷ھ/ ستمبر ۱۶۵۷ء میں سفر حج کے لیے روانہ ہوئے۔ ذی الحجہ ۱۰۶۸ھ/ ستمبر ۱۶۵۸ء میں فریضہ حج ادا کیا۔ چنانچہ آپ نے پورا ایک سال مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور سرہند شریف (ہندوستان) سے روانہ ہو کر واپس پہنچنے تک کی مدت دو برس کے لگ بھگ ہے۔ [۴۹]

اہل حرمین شریفین کی عقیدتمندی:

اس سفر میں حرمین الشریفین کے لوگ آپ کا چہرہ مبارک دیکھتے ہی حالات کا مشاہدہ کرتے اور آپ کے اقوال سنتے ہی دل و جان سے آپ کے معتقد ہو گئے۔ ان میں اکثر تو

آپ کے مرید ہو گئے اور اپنی قابلیت کے مطابق اپنا اپنا حصہ لیا اور مدتوں آپ کی تعریف میں گویا رہے۔ [۵۰]

شہرت خاص:

وسطی ایشیا کے وہ اکابر صوفیہ جو خود ارشاد و مشیخت کی مسندوں پر فائز تھے، اپنے اپنے علاقوں میں غائبانہ طور پر آپ کی تعریف کرنے لگے اور انہوں نے اپنی قابلیت وحوصلہ کے مطابق آپ کی ولایت اور قطبیت کا تحریری طور پر اقرار کیا۔ ان میں سے ولایت وارشاد پناہ حضرت حاجی عبدالغفار بلخی رحمۃ اللہ علیہ کو جب آپ کی قطبیت کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کو اس کی بشارت دی اور حضرت سیّد احمد بن جلال الدین کاسانی دہ بیدی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۴۹ھ/۱۵۴۲ء) کی تسبیح اور عصا مبارک بطور تبرک آپ کی خدمت میں سرہند شریف ارسال کیا۔ [۵۱]

فصل ششم:

اورنگ زیب عالمگیرؒ کی آپ سے عقیدت وارادت

۱۰۴۴ھ/ ۱۶۳۴ء میں اورنگ عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) نے اپنی شہزادگی کے دنوں میں آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ آپ نے ایک بار فرمایا تھا کہ شاہجہان کے بیٹوں میں سے جو سب سے پہلے آ کر مرید ہوگا، ہم سلطنت کا تاج اس کے سر پر رکھ دیں گے۔

آپ سفر زیارت حرمین شریفین سے اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ بندرگاہ سورت (ہندوستان) واپس لوٹے تو ہندوستان کے حالات یکسر بدل چکے تھے۔ اورنگ زیب عالمگرؒ تخت شاہی پر متمکن تھے اور ہر جانب اسلام کی شان وشوکت کا دور دورہ تھا۔ آپ، آپ کے برادران گرامی اور سب احباب عالمگیرؒ کی کامیابی کے لیے دعا گو رہے تھے، لہٰذا آپ کو اس صورت حال پر بڑی مسرت ہوئی۔ دوسری طرف عالمگیرؒ نے آپ کے لوٹ آنے کی خبر سنی تو اپنی فتح و کامرانی کی اطلاع دینے کے لیے ایک عریضہ آپ اور حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) کی خدمت میں ارسال کیا اور آپ کے راستہ پر آنے والے تمام شہروں کے حکام کو حکم بھیجا کہ جب حضرت خواجہ محمد معصوم (رحمۃ اللہ علیہ) وہاں سے گزریں تو سب امرا، علما اور مشائخ آپ کا استقبال کریں۔ اس طرح ہر شہر میں آپ کا خوب استقبال کیا گیا۔ جب آپ اکبر آباد (آگرہ) تشریف فرما ہوئے تو عالمگیر شاہجہان آباد (دہلی) سے آپ کے استقبال کے لیے حاضر ہوا۔ آپ نے بھی کمال مہربانی فرمائی اور بادشاہ کے ہمراہ شاہجہان آباد تشریف لائے اور بادشاہ کو دعائیں دے کر سرہند شریف روانہ ہو گئے۔ یہاں پہنچ کر پہلے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے اور بعد ازاں اپنے گھر تشریف لے گئے۔

اورنگ زیب عالمگیرؒ ہمیشہ آپ کا عقیدتمند رہا۔ ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۵۹ء میں اورنگ زیب عالمگیرؒ نے آپ سے درخواست کی کہ آپ اپنے کسی صاحبزادے یا بھائی کو بھیج دیں تو بڑا کرم

ہوگا، تا کہ حصولِ برکت کرسکوں۔ نیز عالمگیرؒ نے اسی سال ایک مکتوب حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) کی خدمت اقدس میں ارسال کیا کہ آپ ضرور تشریف لائیں۔ لہٰذا حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مشورہ سے شاہجہان آباد (دہلی) تشریف لے گئے اور شاہی مہمان کی حیثیت سے وہاں مقیم رہے۔ پھر ۱۰۷۲ھ/ ۱۶۶۱ء میں عالمگیرؒ نے آپ سے دوبارہ التماس کی کہ اپنے کسی خلیفہ کو بھیجیں، تا کہ اس کی صحبت سے مستفیض ہوسکوں۔ آپ نے اپنے خلیفہ حضرت حافظ صادق رحمۃ اللہ علیہ کو بادشاہ کے پاس روانہ فرمایا۔

۱۰۷۳ھ/ ۱۶۶۲ء میں عالمگیرؒ سرہند شریف آیا اور ایک روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ محمد عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے مکتوبات شریف پڑھ رہے تھے۔ بادشاہ نے ان کے رنگ ڈھنگ اور مکتوبات شریف کے پڑھنے کا انداز دیکھا تو ان کا دیوانہ ہوگیا۔ لہٰذا اس نے آپ سے عرض کیا: ''حضرت! میری خواہش ہے کہ میں چند روز حضرت شیخ محمد عبیداللہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی ہم نشینی کا شرف حاصل کروں۔'' آپ نے حضرت شیخ محمد عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت فرمایا: ''بادشاہ کی یہ خواہش ہے، آپ کا کیا خیال ہے؟''

حضرت شیخ محمد عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا:

''اگر حضرت کا حکم ہے تو سر آنکھوں پر، ورنہ میری مرضی تو نہیں۔''

آپ اس بات سے بہت مسرور ہوئے اور عالمگیرؒ سے فرمایا:

''ان کا دل مجھ سے جدا ہونے کو نہیں چاہتا''

۱۰۷۶ھ/ ۱۶۶۵ء میں اورنگ زیب عالمگیرؒ نے آپ سے یوں درخواست کی:

''میں امور سلطنت کی مصروفیات کی بنا پر حاضر خدمت نہیں ہوسکتا، لہٰذا مخدوم زادوں یا خلفاء میں سے کسی کو یہاں بھیج دیں۔''

اس اہم کام کے لیے آپ کی نگاہ انتخاب اپنے صاحبزادے حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) پر پڑی اور آپ نے ان کو شاہجہان آباد (دہلی) روانہ فرما دیا۔ بادشاہ نے وہاں ان کو اپنے قریب قلعہ معلیٰ میں ٹھہرایا اور ان سے اخذ فیوض و برکات کرتا

رہا۔ علاوہ ازیں عالمگیرؒ کے بیٹے شاہزادہ محمد اعظم (م۱۱۱۹ھ/ ۱۷۰۷ء)، محمد معظم (م۱۱۲۳ھ/ ۱۷۱۱ء)، شہزادی روشن آراؒ (م۱۰۸۲ھ/ ۱۶۷۱ء)، نواب مکرم خانؒ (م۱۱۴۸ھ/ ۳۶-۱۷۳۵ء)، حضرت حافظ محمد محسن دہلویؒ (م۱۱۴۷ھ/ ۳۵-۱۷۳۴ء)، حاجی عبدالرؤفؒ (امام مسجد فتح پوری شاہجہان آباد) اور دوسرے بے شمار لوگ ان کے بیعت ہو گئے۔

جب آپ نے شاہجہان کی وفات کی خبر سنی تو اس کی مغفرت کے لیے فاتحہ پڑھی۔ پھر اپنے خلفاء اور مریدوں کے ساتھ شاہجہان آباد (دہلی) کی طرف تشریف فرما ہوئے۔ ہر منزل پر شاہی فوجوں نے آپ کا استقبال کیا۔ شاہجہان آباد (دہلی) سے بیس کوس دور موضع سونی پت (ضلع رہتک) پہنچے تو عالمگیرؒ خود آپ کے استقبال کے لیے حاضر ہوا۔ یہاں سے شاہجہان آباد (دہلی) تک آدمی ہی آدمی موجود تھے۔ جب آپ شاہجہان آباد (دہلی) میں تشریف فرما ہوئے تو خان جہان بہادر کے حسین اور وسیع وعریض محل میں قیام فرمایا۔ شہر کے تمام مدارس و مساجد آپ کے عقیدتمندوں سے بھر گئے۔ خلقت کا یوں ہجوم اُمڈ آیا کہ شاہزادہ محمد اعظم جو کہ ادب وعقیدت سے نوکروں کی طرح حاضر خدمت ہوا، اسے بڑی مشکل سے ملاقات کا شرف نصیب ہوا۔ آپ گیارہ روز یہاں مقیم رہ کر سرہند شریف واپس تشریف لے گئے۔[۵۲]

عالمگیرؒ کی تعلیم وتربیت:

اورنگ زیب عالمگیرؒ (م۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) تخت نشینی (۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۹ء) سے بہت پہلے تقریباً ۱۰۴۸ھ/ ۱۶۳۸ء میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) سے شرف بیعت پانے کے لیے سرہند شریف حاضر ہوا تھا (دیکھیے: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۳۸-۳۹)۔ جب حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے عالمگیرؒ کی درخواست پر اپنے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) کو اس کی مصاحبت میں بھیجا تو اورنگ زیب عالمگیرؒ طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں داخل ہو گیا (مکتوبات سیفیہ ۸۳/۱۲۳)۔

حضرت شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۵۳ھ/ ۱۶۴۳ء) اور حضرت شیخ محمد امین بدخشی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق عالمگیرؒ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا اور اس نے آپ سے دائمی صحبت کے لیے درخواست کی تھی، جسے آپ نے قبول نہ فرمایا (نتائج الحرمین ۱۷۸۹۔ الف)۔ حضرت

خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادگان گرامی کو عالمگیرؒ کی تربیت کے لیے مقرر فرمایا جو باری باری اس کے پاس جا کر یہ فریضہ انجام دیتے رہے۔ ان میں سے حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ سے عالمگیرؒ نے منازل سلوک طے کیں۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء میں وصال فرمایا تو حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ سرہند شریف لوٹ آئے، لیکن عالمگیرؒ نے جلد ہی ان کو پھر شاہجہان آباد (دہلی) بلا لیا اور وہ ۱۰۸۰ھ/ ۱۶۶۹ء میں بادشاہ کی تربیت میں مصروف رہے۔ شان فقر کا کمال تھا کہ اس دوران قیام محل کی بجائے چوکیدار کی جھونپڑی میں تھا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء)، ان کے صاحبزادگان حضرت محمد فرخ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۲ھ/ ۱۷۱۰ء) اور حضرت شیخ محمد عبدالاحد وحدت رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۷ھ/ ۱۷۱۵ء) بھی عالمگیرؒ کے قریب رہے۔

اس طرح حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء) کے بھی عالمگیرؒ کے ساتھ گہرے روابط تھے اور بادشاہ انھیں خود سے جدا کرنا پسند نہیں کرتا تھا (وسیلہ القبول روضۃ القیومیہ ۳/ ۳۲-۳۴، وسیلۃ القبول ۱۱۰/ ۱۱۸)۔

اسی طرح حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) سے عالمگیرؒ کے عقید تمندانہ مراسم رہے (روضۃ القیومیہ ۲/ ۹۱، مقامات معصومی ۷ ۳۳ نیز ۳۲۶-۳۲۷)۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۶ء) نے بھی عالمگیرؒ سے کئی بار ملاقات کی، نیز حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۰ھ/ ۱۷۱۸ء) سے عالمگیرؒ کو بڑا انس تھا۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سب سے چھوٹے بھائی حضرت محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۴ء) کو بھی عالمگیرؒ کی تعلیم وتربیت کے لیے مقرر فرمایا تھا اور عالمگیرؒ نے مدد معاش کے طور پر انھیں بہت کچھ دیا تھا۔ (روضۃ القیومیہ ۱: ۳۱۱)۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان گرامی کے علاوہ آپ کے خلفائے عظام بھی عالمگیرؒ کی تعلیم وتربیت میں مشغول رہے اور بعض کو تو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے صرف

اسی مقصد کے لیے خلافت سے سرفراز فرمایا اور انھیں اس خلافت کے ساتھ سفارت کا اعزاز بھی بخشا گیا (مقامات معصومی ۵۱۸)۔ ان میں درج ذیل حضرات گرامی شامل ہیں:

① حضرت مفتی محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۹ھ/۲۲-۱۷۲۱ء)۔

② حضرت شیخ محمد علیم جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء)۔

③ حضرت مولانا محمد جان ورسکی رحمۃ اللہ علیہ۔

④ حضرت حافظ محمد صادق کابلی رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ، آپ کے برادرگان گرامی، صاحبزادگان عظامی اور خلفائے عظام کی مخلصانہ کوششوں سے عالمگیرؒ محی الدین، دین پرور اور محسن اسلام بن گیا اور ہندوستان میں دین مبین اسلام کو استحکام نصیب ہوا۔[۵۳]

شہرہ آفاق مقبولیت:

زیارت حرمین شریفین اور حج بیت اللہ سے واپس تشریف فرما ہونے کے بعد آپ کو بے پناہ شہرت نصیب ہوئی۔ ہزاروں لوگ دور ونزدیک سے پروانہ وار صبح وشام آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور خاص وعام سے مرید ہونے والوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ ہندوستان کے علاوہ توران، ترکستان، بدخشان، کاشغر، خطا، روم، شام اور حجاز مقدس کے بادشاہ، امیراء علما ومشائخ، وضیع اور شریف آپ کے مریدین میں شامل تھے۔ ہر صبح وشام تقریباً پانچ ہزار آدمی آپ کی خانقاہ سے کھانا کھایا کرتے تھے اور کھانا بھی اعلیٰ درجے کا ہوتا تھا۔ اس میں گیہوں کی روٹی، بکرے یا مرغ کا گوشت، حلوا اور موسمی پھل وغیرہ شامل ہوتا تھا۔[۵۴]

رعب ودبدبہ:

آپ کی مجلس کے رعب ودبدبہ کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے بادشاہ بھی مجلس میں آپس بات چیت نہیں کر سکتے تھے۔ کسی کو اجازت کے بغیر بات کرنے کی ہمت نہ تھی۔ جو ضروری بات بھی کرنی ہوتی تھی وہ پہلے کاغذ پر لکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی، آپ اجازت عطا فرماتے تو کی جاتی، ورنہ نہ۔ اورنگ زیب عالمگیرؒ جس پر آپ بہت زیادہ مہربان تھے، وہ بھی

آپ کی مجلس میں آپ کی اجازت کے بغیر نہ کسی سے کلام کرتا اور نہ ہی اذن کے بغیر بیٹھتا تھا۔ ۵۵

فتوحات ونذرانے:

آپ کے پاس بیشمار فتوحات اور نذرانے آتے تھے، جن میں ہزاروں روپے نقدی اور دوسرے مال واسباب شامل ہوتے تھے۔ محتاج ومسکین اور مستحق لوگ آپ کی مجلس میں موجود رہتے تھے، جن میں آپ آنے والے ہدیے اور تحفے تقسیم فرمادیا کرتے تھے۔ ایک دن ایک بوالہوس حاضر مجلس ہوا، جو رقم بھی ہدیے اور تحفے کی صورت میں آتی رہی، یہ اُٹھاتا رہا۔ اس نے اس قدر روپیہ جمع کرلیا کہ اس سے اُٹھایا نہ جاسکا۔ تب جاکے دوسرے مستحقین کو لینے کا موقع ہاتھ لگا۔

صاحب کواکب دریہ لکھتے ہیں: ''ہم چار آدمیوں نے چاہا کہ آج جس قدر نذرانے آئیں، ان کا اندازہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ ہم نے صرف نقدی کا اندازہ اس طرح کیا کہ ہر نذرانہ کے بدلے ایک ایک کنکر رکھتے گئے۔ صبح سے عصر تک اس قدر کنکریوں کا ڈھیر لگ گیا، جن کا شمار کرنا مشکل تھا اور یہ معلوم نہ تھا کہ ہر نذرانہ میں سو روپیہ تھا یا ہزار۔ اکثر نذرانے سینکڑوں روپے کے ہوتے تھے۔'' ۵۶

کتب خانہ:

آپ کا سب سے بڑا خزانہ اور آپ کی محبوب ترین متاع آپ کا کتب خانہ تھا، جس میں نادر وکمیاب کتب متداولہ اور غیر متداولہ محفوظ تھیں۔

آپ نے اپنے وصال مبارک سے پہلے یہ کتابیں اپنے فرزندان گرامی، عزیز القدر صاحبزادیوں میں بطور وراثت تقسیم فرمادیں۔ چند دن کے حلقہ سے فراغت کے بعد اسی صحبت کے دوران آپ نے نص قرآنی:

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (سورۃ النساء، آیت ۸۔ یعنی: اور جب

میراث کی تقسیم کے وقت غیر وارث رشتہ دار اور یتیم اور محتاج آ جائیں تو ان کو بھی
اس میں سے کچھ دے دیا کرو اور شیریں کلامی سے پیش آیا کرو)

کے مطابق بعض مخلصین جو اس زمرے میں نہیں آتے تھے، انھیں بھی صرف فضل کے خیال سے کتابیں عنایت فرمائیں۔

آپ کا یہ عظیم کتب خانہ تھا، جس سے خانقاہ سرہند شریف کے حضرات مجددیہ، عقیدتمند اور مریدین مستفید ہوتے تھے۔ سرہند شریف کے پرآشوب دور میں جہاں شہر مقدس ویران ہوا، وہاں یہ کتابیں بھی تلف ہو گئیں۔ مختلف حضرات مجددیہ جب افغانستان ہجرت کرتے رہے تو یہ کتابیں بھی ان کے ساتھ وہاں جاتی رہیں۔ اسی طرح احمد شاہ درانی جو خاندان حضرات مجددیہ کا گہرا عقیدتمند تھا، جب ہندوستان سے افغانستان واپس لوٹا تو اپنے ساتھ بعض حضرات مجددیہ کو بھی لے گیا، جو اپنی کتابیں بھی ہمراہ لے گئے۔ ان کے کتب خانہ عرصہ دراز تک کابل اور قندھار میں قائم رہے۔ خانقاہ نقشبندیہ، قلعہ جواد، کابل میں حضرات مجددیہ کے نوادرات کا عمدہ ذخیرہ موجود تھا۔ [۵۷]

فصل ہفتم:

بیماری، وصال مبارک اور اولاد امجاد

بیماری:

آپ کو جمادی الآخر ۱۰۶۹ھ/ فروری ۱۶۵۹ء سے جوڑوں کے درد کا عارضہ لاحق تھا۔ ۱۰۷۸ھ/ ۶۸-۱۶۶۷ء میں اس بیماری نے شدت اختیار کرلی۔ علاج معالجہ جاری رہا۔ یونانی علاج سے فائدہ نہ ہوا اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) نے آپ کے علاج کے لیے شاہی فرنگی ڈاکٹر سکندر بگ (Sikandar Beg) کو بھیجا، جو آرمینیا کے باشندہ تھا۔

اس نے آپریشن کے ذریعہ دوا رکھی، لیکن صحت نہ ہوئی بلکہ بیماری میں شدت آ گئی۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ دوا کی ضرورت نہیں، لیکن محض سنت کے تقاضا سے دوا کی جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ [۵۸]

سفر آخرت کا اشارہ:

جب آپ علاج معالجہ سے بیزار ہو گئے تو فرمایا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان دواؤں سے اثر اُٹھا لیا ہے، لہٰذا اب کسی دوا سے فائدہ نہ ہوگا۔ یہ میری آخری بیماری ہے اور میں عنقریب اس دار فانی سے رُخصت ہونے والا ہوں۔ یہ سن کر حاضرین پریشانی کے عالم میں گریہ زاری کرنے لگے۔ آپ نے سب کو تسلی اور حوصلہ دیا۔ [۵۹]

عالمگیر کی پریشانی:

آپ کی بیماری کا سن کر بادشاہ وقت اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) پریشان ہو گیا۔ ہر روز آپ کی خیریت دریافت کرنے کے لیے آدمی بھیجتا تھا۔ کئی بار خود حاضر ہونے کی درخواست کی تو آپ نے منع فرما دیا اور فرمایا کہ بادشاہ کو سلطنت کے کاموں میں مصروف رہنا چاہیے۔ [۶۰]

وصیت:

۱۰ محرم ۱۰۷۹ھ/ ۱۰ جون ۱۶۶۸ء کے روز نماز اشراق کے بعد آپ نے لوگوں کو حاضر ہونے کا حکم فرمایا۔ اس طرح سرہند شریف اور اس کے قرب و جوار کے سب خاص و عام حضرات آپ کی خانقاہ شریف میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے اس مجمع عام میں وعظ و نصائح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

> ''اب میں دنیا سے رُخصت ہونے والا ہوں، لہٰذا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ قرآن و حدیث، اجماع اُمت اور اقوال مجتہدین پر عمل کرنا، خلاف شرع فقراء سے بچنا، کیونکہ وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں......''

حاضرین آپ کی یہ باتیں سن کر زار و قطار رونے لگے اور غمگین ہو گئے۔ دوسرے روز آپ اپنے اجداد کے مقبروں پر تشریف لے گئے اور فاتحہ خوانی کی۔ آپ اکثر اوقات حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے مزار انور پر بسر فرماتے تھے۔[۱]

دعا کی درخواست:

ان دنوں میں آپ نے بعض مشائخ کو تحریر فرمایا:

> ''میرے لیے ایمان پر خاتمہ کی دعا کرو۔''

اس کے جواب میں اکثر حضرات نے عرض کیا کہ حضرت! (آپ) ہمارے خاتمہ بالخیر ہونے کی دعا فرمائیں۔ ایک صاحب نے جواب میں یہ شعر لکھ بھیجا:

یقیں می داں کہ شیران شکاری
دریں رہ خواستند از مور یاری

یعنی: یقین جانئے کہ شکار کرنے والے شیروں نے اس راستہ میں چیونٹی سے مدد مانگی ہے۔[۲]

حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو وصیت:

وصال مبارک کے دن مرض میں شدت تھی۔ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۱ھ/۱۷۰۹ء) اس وقت حاضر خدمت تھے اور مختلف اقسام کی ادویات لاکر آپ کے منہ مبارک میں ڈال رہے تھے۔ آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میرے نزدیک آجاؤ۔ وہ نزدیک تو تھے ہی مزید قریب ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی رضا ماں باپ کی رضا میں ہے۔'' یہ بات سنتے ہی حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ آپ کا ہر فقرہ سننے کے لیے سراپا گوش بن گئے۔ آپ نے انھیں ارشاد فرمایا: ''تمہاری یہ ادا ہماری نظر میں ہمیشہ مقبول و محبوب رہی ہے۔ اس وضع میں کبھی بھی کسی قسم کی تبدیلی نہ کرنا۔ دوسری بات یہ ہے کہ تمہارے بہن بھائی جو تم سے چھوٹے ہیں، اگر ان سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو ان سے زیادہ باز پرس نہ کرنا۔ ان سے اتفاق اور اخوت کا رشتہ زیادہ مضبوط رکھنا۔ تیسری بات یہ ہے کہ سلاطین وقت کے ساتھ انتہائی ضرورت کے علاوہ کبھی صحبت نہ رکھنا۔''

حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ آداب بجالائے اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے توفیق کی استدعا کی۔[۶۳]

صبر وشکر:

آپ کی بیماری میں اضافہ ہوتا گیا، حتیٰ کہ ہاتھ پاؤں میں حرکت کی سکت باقی نہ رہی۔ آپ نے ایسی حالت میں بھی کبھی اُف نہیں کیا اور نہ ہی کبھی بیقراری کا اظہار فرمایا۔ یہاں تک کہ کسی کو خبر نہ ہوتی تھی کہ آپ بیمار ہیں۔ اس بیماری کے باوجود آپ حسب سابق عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے اور فریضہ نماز باجماعت ادا فرماتے تھے۔[۶۴]

وصال مبارک:

۸ ربیع الاوّل ۱۰۷۹ھ/ ۶-اگست ۱۶۶۸ء کو آپ نے باجماعت نماز ادا فرمائی اور بعدازاں فرمایا:

''اُمید نہیں کہ ہم کل اس وقت تک دنیا میں رہیں گے۔''

پھر چند نصائح فرمائیں اور گوشہ نشینی اختیار فرمائی۔ شام کے وقت سخت آندھی آئی، زلزلہ سا محسوس ہوا اور اس کے بعد بارش کا آغاز ہوگیا۔ آپ نے بروز ہفتہ ۹ ربیع الاوّل ۱۰۷۹ھ/ ۷-اگست ۱۶۶۸ء کو نماز فجر تعدیل ارکان کے ساتھ ادا فرمائی۔

پھر مراقبہ فرمایا۔ اس کے بعد نماز اشراق بڑے خشوع وخضوع سے ادا فرمائی۔ بعد ازاں دوپہر کے وقت سکرات موت کی علامات ظاہر ہونے لگیں۔ آپ کی زبان مبارک آخری وقت بڑی تیزی سے حرکت کر رہی تھی۔ کان لگا کر سنا گیا تو آپ سورہ یٰسین کی تلاوت فرما رہے تھے۔ آپ نے آخری وقت میں ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِی اللّٰہ'' فرمایا اور جان جانِ آفرین کے سپرد فرمادی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. وصال مبارک کے وقت آپ کے چہرہ انور پر تبسم بہت نمایاں تھا۔

جونہی لوگوں کو علم ہوا، ہر طرف آہ و بکا بلند ہوگیا اور سخت بیقراری و بے چینی پھیل گئی۔

آپ کے وصال مبارک کے وقت موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ جس محل میں آپ نے رحلت فرمائی، اسی میں آپ کو غسل دیا گیا۔ غسل کے وقت بھی آپ کے مبارک لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ حضرت حاجی محمد عاشور بخاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۷ھ/ ۹۶-۱۶۹۵ء)، حضرت خواجہ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ، حضرت صوفی احمد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت آخوند سجاول رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ انور رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے آپ کو غسل دیا اور تین کپڑوں (لفافہ، تہ بند اور قمیض) میں آپ کو کفن دیا گیا۔ جنازہ اُٹھایا گیا تو بارش پھوار میں تبدیل ہوگئی۔ قصر معصومی کے شمال میں آپ کی نماز جنازہ آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) کی امامت میں ادا کی گئی۔ صاحب مقامات معصومی لکھتے ہیں: ''آپ کی نماز جنازہ صندل پورہ میں جو کہ سرہند شریف کی مشہور گزرگاہوں میں سے ہے پڑھائی گئی جو کہ تا حال (زمانہ تالیف کتاب) اپنی ارادت کے لیے زیارت گاہ ہے، جس کو صفہ کی شکل دے دی گئی ہے۔ آپ کی نماز جنازہ کی امامت مخدوم زادگان کی اجازت سے آپ کے برادر اصغر حضرت شاہ جیو (حضرت شاہ محمد یحییٰ) قدس سرہ نے پڑھائی۔'' باوجود بہت وسیع میدان کے لوگوں کی کثرت کی بنا پر جگہ کم ہوگئی اور بے شمار لوگ نماز جنازہ میں شریک ہونے سے محروم رہ گئے۔ قصر معصومی کے جنوب کی طرف آپ کو آسودہ

خاک کیا گیا۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً. یہ جگہ آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ملکیت تھی۔ شاہجہان (م۱۰۷۶ھ/۱۶۶۶ء) کی صاحبزادی روشن آرا بیگمؒ (م۱۰۸۲ھ/ ۱۶۷۱ء) آپ کی مریدہ تھیں، اس نے حضرت خواجہ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت لے کر آپ کی قبر مبارک پر ایک عالی شان عمارت تعمیر کی اور اس پر یہ تاریخ تعمیر درج کی گئی:

''مرقد محبوبِ حق قطبِ زماں''۔

آپ کے روضہ انور میں درج ذیل حضرات کی قبریں ہیں:

① حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء)۔

② آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء)۔

③ حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء) کے بڑے صاحبزادے حضرت شیخ ابوالعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۰۶ھ/۱۶۹۵ء)۔

④ آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۶ء)۔

⑤ آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۲۱ھ/ ۱۷۰۹ء)۔

⑥ حضرت خواجہ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء) کے صاحبزادے حضرت شیخ محمد ہادی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۲۱ھ/۱۷۰۹ء)۔

⑦ حضرت محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۴۲ھ/ ۱۷۲۹ء) کے صاحبزادے حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ۔

⑧ حضرت محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۴۲ھ/ ۱۷۲۹ء) کے نبیرہ حضرت نور معصوم رحمۃ اللہ علیہ۔

آخری تین قبریں آپ کی پائنتی کی جانب ہیں۔ صاحب مقامات معصومی لکھتے ہیں:

"حضرت خواجہ محمد سیف الدین ؒ نے جو فردوس نشان زمین خود اپنے لیے خریدی تھی، وہ حضرت خواجہ محمد معصوم ؒ کے (روضہ انور) کے لیے دے کر کارخانہ محبت آراستہ کیا اور شائقین کو (زیارت) کی دعوت عام دی۔" [۶۵]

تاریخ وصال مبارک:

ملک الشعراء ناصر علی سرہندی (م ۱۱۰۸ھ/۱۶۹۷ء) نے قطعہ تاریخ وصال کہا، جس کے اس شعر سے تاریخ وصال مبارک نکلتی ہے:

طلب کردم ز دل سال وصالش
ندا آمد "ز عالم رفتہ معصوم"
(۱۰۷۹ھ)

اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء) نے یہ مصرعہ کہا:

"رفتہ زجہاں امام معصوم" (۱۰۷۹ھ)

علاوہ ازیں قطعات و مادہ ہائے تاریخ بھی منقول ہیں۔ [۶۶]

اولاد امجاد:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھ صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں عطا فرمائیں۔ صاحبزادگان گرامی کے اسمائے مبارک درج ذیل ہیں:

① حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ ؒ (م ۱۱۲۱ھ/۱۷۰۹ء)۔
② حضرت خواجہ محمد نقشبند ؒ (م ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء)۔
③ حضرت شیخ محمد عبید اللہ ؒ (م ۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء)۔
④ حضرت شیخ محمد اشرف ؒ (م ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۶ء)۔
⑤ حضرت خواجہ محمد سیف الدین ؒ (م ۱۰۹۶ھ/۱۶۸۵ء)۔
⑥ حضرت شیخ محمد صدیق ؒ (م ۱۱۳۰ھ/۱۷۱۸ء)۔

آپ کی گراں قدر صاحبزادیوں کے اسمائے مبارک درج ذیل ہیں:

① حضرت امۃ اللہ بیگم رحمۃ اللہ علیہا

آپ حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) کے صاحبزادے حضرت شاہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب تھیں۔

② حضرت عائشہ بیگم رحمۃ اللہ علیہا

آپ حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) کے صاحبزادے حضرت شاہ لطف اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب تھیں۔

③ حضرت عارفہ بیگم رحمۃ اللہ علیہا

آپ غیر قوم کے حضرت مرزا آفندی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب تھیں۔

④ حضرت قلہ بیگم رحمۃ اللہ علیہا

آپ حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) کے صاحبزادے حضرت سعدالدین رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب تھیں۔

⑤ حضرت صفیہ بیگم رحمۃ اللہ علیہا

آپ حضرت قاضی شیخ حضرت عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء) کے صاحبزادے حضرت حاجی محمد فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۷ھ/ ۱۷۰۵ء) سے منسوب تھیں۔

آپ کی پانچوں گرامی قدر صاحبزادیاں صاحب کمالات ظاہرہ وخوارق باہرہ تھیں۔ اپنے والد بزرگوار سے کمالات نبوت کی خوشخبری پائی تھی۔ ہزاروں خواتین نے ان قدسی صفات سے استفادہ واستفاضہ کیا۔[۶۷]

فصل ہشتم:

تصنیفات وتالیفات

آپ کی تصنیفات وتالیفات درج ذیل ہیں:

① اذکار معصومیہ (عربی وفارسی):

اذکار کے موضوع پر یہ آپ کا دوسرا رسالہ ہے۔ آپ نے احادیث کی معتبر کتابوں سے اذکار وادعیہ ماثورہ موقتہ وغیر موقتہ اور ان میں سے بعض کے فضائل کو اس رسالہ میں جمع فرمایا اور فارسی زبان میں ان کے فوائد تحریر فرمائے۔ یہ ایک مقدمہ اور چھ فصول پر مشتمل ہے۔ اس کا متن غالباً پہلی بار حضرت حکیم عبدالمجید سیفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۰ء) بیڈن روڈ لاہور خلیفہ نائب قیوم زمان حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۶ء) خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی نے مکتبہ سیفی (لاہور) سے یکم ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ/ ۳- اپریل ۱۹۶۵ء کو طبع کیا۔

حضرت مولانا سیّد زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء) نے عربی دعاؤں کا ترجمہ آئندہ اشاعت پر موقوف رکھ کر فارسی فوائد کا اُردو ترجمہ کیا، جو آپ کی کتاب انوار معصومیہ (ص ۱۹۳- ۲۳۸) میں شامل ہے۔ یہ ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء میں ادارہ مجددیہ (کراچی) کی جانب سے طبع ہوئی۔

② بیاضِ معصومی (فارسی):

آپ نے اس بیاض میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے ان اسرار ومکاشفات کو جمع کیا تھا، جو حضرت نہ خلفاء کے سامنے بیان فرماتے اور نہ ہی عام طور پر ان کا اظہار فرماتے۔ بعد ازاں آپ اسی بیاض میں اپنے مکاشفات کو بھی تحریر فرماتے رہے۔ آپ کی یہ بیاض حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۴ھ/ ۱۶۴۴ء) کی نظر سے بارہا گزری

تھی اور حضرت مولانا بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ حضرات القدس کی تالیف کے دوران اس سے مستفید ہوئے تھے۔

③ خودنوشت تحریرات (فارسی):

جناب ڈاکٹر نثار احمد فاروقی (شعبہ عربی، دہلی یونیورسٹی انڈیا) کے ذاتی کتب خانہ میں جامع الصغیر (عربی) کا ایک مخطوطہ تھا، جواب عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ٹونک، انڈیا میں محفوظ ہے۔ اس پر حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی تحریریں اور مہریں ثبت ہیں۔

علاوہ ازیں خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ قلعہ جواد، کابل (افغانستان) میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے مکتوبات شریف (کامل ۳ جلدیں) کا ایک مخطوطہ محفوظ تھا، جو حضرت شیخ روح اللہ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۷ھ/ ۱۷۱۵ء) نے ۱۰۷۷ھ/ ۶۷-۱۶۶۶ء میں کتابت کیا تھا۔ اس نسخہ کی جلد دوّم کے خاتمہ پر حضرت حاجی محمد عاشور بخاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۷ھ/ ۹۶-۱۶۹۵ء) کے دست مبارک سے تملیکی تحریر موجود تھی۔ نیز اس متبرک نسخہ میں ایک ورق حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے دست مبارک سے لکھا ہوا تھا اور اس کے حاشیہ میں حضرت حاجی محمد عاشور بخاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۷ھ/ ۹۶-۱۶۹۵ء) کے قلم سے یہ رقم تھا:

> ''اور نوادرات عالم سے (ہے)، حضرت پیر دستگیر سلمہ اللہ تعالیٰ کے حضور سے مقابلہ (تصحیح) کیا گیا ہے اور یہ کتاب مقابلہ (تصحیح) کے وقت آنحضرت کے ہاتھ میں رہتی تھی اور اس کی رہ جانے والی (عبارات والفاظ) اپنے دست مبارک سے تحریر فرماتے تھے، جیسا کہ اس کے حواشی سے ظاہر وعیاں ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ حضرت پیر دستگیر سے مراد قطب الاقطاب ہمارے شیخ اور ہمارے مرشد شیخ محمد معصوم (رحمۃ اللہ علیہ) ہیں۔''

④ رسالہ در آداب صوفیہ (فارسی):

آپ نے اپنے مکتوب گرامی بنام عبدالحکیم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (مکتوبات معصومیہ ۲: مکتوب نمبر ۱۱۰، ص ۲۱۱-۲۱۲) میں تحریر فرمایا ہے:

> ''ارادہ ہے کہ اس بزرگ گروہ (صوفیہ) کے بعض آداب علیحدہ کاغذ پر لکھوں۔ ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قَدَّسَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ بِسِرِّہِ الْاَقْدَسْ نے بھی اس بارے میں ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے اور پیر کے بعض ضروری آداب اس میں درج فرمائے ہیں۔ اگر مل جائے تو اس کا مطالعہ فرمائیں۔''

آپ کے اس رسالے کے کسی نسخے کی موجودگی کا علم نہیں۔[۹]

⑤ رسالہ در اذکار یومی ولیلی (عربی-فارسی):

اس میں فضیلت درود اور ہر دعا کی فضیلت کے سلسلے میں وارد ہونے والی احادیث مع فارسی ترجمہ شامل ہے۔ اس کو حضرت حاجی محمد عاشور بخاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۷ھ/ ۹۶-۱۶۹۵ء) نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے وصال مبارک کے بعد مرتب کیا اور اس پر ایک مختصر خطبہ کا اضافہ کیا۔

⑥ رسالہ در اصطلاحات نقشبندیہ (فارسی):

آپ نے اپنے مکتوب گرامی بنام حضرت خواجہ عبدالرحمٰن نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (دیکھئے مکتوبات معصومی، دفتر ۳: مکتوب نمبر ۲۰۷، ص ۲۸۷) میں تحریر فرمایا ہے:

> ''ایک رسالہ جو کہ اس فقیر نے بعض دوستوں کی التماس پر بعض ان کلمات (اصطلاحات) کی شرح میں لکھا ہے، جو کہ ہمارے طریقے میں مشہور و مروج ہیں، اس کی نقل بھیجی گئی ہے۔ آپ مطالعہ کریں۔''

آپ کے اس رسالے کے کسی نسخے کی موجودگی کا علم نہیں۔

⑦ مکاشفاتِ عینیہ: مکاشفات غیبیہ (فارسی):

اس کے دونوں نام مذکور ہیں اور یہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے مکاشفات پر مشتمل ہے، جن کو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء)، نے ۱۰۵۱ھ/۴۲-۱۶۴۱ء میں مدون فرمایا تھا۔

حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان رحمۃ اللہ علیہ (م۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء) نے پہلی بار اس کا اُردو ترجمہ کیا، جو فارسی متن کے ساتھ ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء میں ادارہ مجددیہ (کراچی) کی جانب سے طبع ہوا۔

⑧ مکتوبات معصومیہ (فارسی):

آپ کے شہرہ آفاق مکتوبات گرامی، جو شریعت وطریقت، حقیقت ومعرفت کے جامع اور ادب و انشاء کا عمدہ شاہکار ہیں۔ ان میں عاکان طریقت کے سوالات کے جوابات، خوابوں کی تعبیریں اور گوناگوں فقہی مسائل کے حل مندرج ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے مکتوبات گرامی کے مشکل ودقیق مقامات کی تشریحات بھی موجود ہیں، جو راہروان جادہ طریقت وسالکین نقشبندیہ مجددیہ کے لیے بیش بہا گنجینہ ہیں۔
یہ مکتوبات گرامی درج ذیل دفتروں پر مشتمل ہیں:

دفتر اوّل:

اس دفتر کی جمع وتدوین حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے تیسرے فرزند ارجمند حضرت خواجہ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء) نے کی۔ انہوں نے ۱۰۳۹ھ/ ۳۰-۱۶۲۹ء میں اس کی ترتیب کا آغاز کیا اور ۱۰۶۳ھ/ ۱۶۵۳ء میں اس کی تکمیل کی۔ ''درۃ التاج'' سے تاریخ آغاز اور ''جمع کمالات نبوت'' سے تاریخ تکمیل نکلتی ہے۔

اس دفتر میں ۲۳۹ مکتوبات گرامی ہیں۔ اس کا فارسی متن غالباً پہلی بار ۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۵ء میں مطبع نظامی، کانپور (ہندوستان) سے طبع ہوا۔ بعدازاں حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء) کے اہتمام سے ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء میں کراچی سے شائع ہوا۔

دفترِ دوّم:

اس دفتر کی جمع وترتیب کا کام حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) کے فرمان پر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا شرف الدین حسین بن میر عماد الدین محمد الحسینی الہروی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا۔ نیز اس میں چار صفحات کے ابتدائیہ کا اضافہ کیا اور تاریخی نام ''وسیلۃ السعادت'' (۱۰۷۲ھ/۱۶۶۲ء) رکھا۔ اس میں ۱۵۸ مکتوبات گرامی ہیں۔

یہ غالبًا بار اوّل ۲۵ ربیع الاوّل ۱۳۲۴ھ/ ۲۰- اپریل ۱۹۰۶ء کو ظہور پریس لدھیانہ (ہندوستان) سے طبع ہوا۔ دوسری بار اس کا متن حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء) نے تینوں جلدوں کے ساتھ ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء میں شائع کیا۔

دفترِ سوّم:

اس دفتر کی جمع وتدوین کا کام حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے خلیفہ مجاز حضرت حاجی محمد عاشور بخاری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۰۷ھ/ ۹۶-۱۶۹۵ء) نے حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء) کے حکم پر کیا۔ اسے ۱۰۷۳ھ/۱۶۶۳ء میں جمع کرنا شروع کیا اور ۱۰۸۰ء/ ۷۰-۱۶۶۹ء میں مکمل کیا۔ ''مکاتبات قطب زماں'' سے تاریخ آغاز اور ''مکاتبات زقطب زماں'' سے تاریخ تکمیل نکلتی ہے۔ اس میں کل ۲۵۵ مکتوبات گرامی ہیں۔

یہ غالبًا پہلی بار حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۴۸ھ/ ۱۹۳۰ء) کے اہتمام وتصحیح سے ۱۳۴۰ھ/۲۲-۱۹۲۱ء میں مطبع روز بازار امرتسر (ہندوستان) سے طبع ہوا۔

۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء سے قبل مکتوبات معصومیہ کی تینوں جلدوں کا اردو ترجمہ حضرت مولانا نسیم احمد فریدی امروہویؒ نے کیا، جو مکتبہ الفرقان، لکھنؤ (ہندوستان) سے کئی بار طبع ہوا۔ پھر حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان رحمۃ اللہ علیہ (م۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء) کی مساعی سے تینوں دفتروں (کا فارسی متن) ایک ساتھ ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء میں شائع ہوا۔

حضرت مولانا سیّد زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء) نے ہر سہ دفتر کا اُردو ترجمہ

بڑی محنت و جانفشانی سے کیا، جو ۱۳۹۸ھ سے ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۷۸ء سے ۱۹۸۰ء تک ادارہ مجددیہ، ناظم آباد، کراچی سے طبع ہوا۔

مکتوبات معصومیہ کی تینوں جلدوں کا ترکی ترجمہ مستقیم زادہ مسلمان سعد الدین آفندی نے ۱۱۶۲ھ- ۱۱۶۵ھ/ ۱۷۴۹-۱۷۵۲ء میں کیا۔ یہ ترجمہ مکتوبات قدسیہ کے نام ۱۲۷۷ھ/ ۱۸۶۰ء کو استنبول (ترکی) میں طبع ہوا۔ نیز مکتوبات معصومیہ (فارسی) کا انتخاب از مولانا حسین حلمی ایشیق بنام ''منتخبات از مکتوبات معصومیہ'' ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء میں استنبول (ترکی) سے شائع ہوا۔

⑨ یواقیت الحرمین (عربی) حسنات الحرمین (فارسی):

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کو سفر حج میں جو عجیب و غریب واقعات پیش آئے اور حقائق و معارف کے جو انعامات آپ پر وارد ہوئے ان کو مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) نے اہل عرب کے اصرار پر عربی زبان میں ''یواقیت الحرمین'' کے نام سے مرتب فرمایا تھا۔ بعد ازاں حضرت شیخ محمد شاکر بن مولانا بدر الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے ''حسنات الحرمین'' کے نام سے اس کا فارسی ترجمہ کیا اور اس کا نام ''یاقوت احمر'' تجویز کیا۔ یہ ترجمہ ۱۰۷۱ھ/ ۱۶۶۱ء میں مکمل ہوا۔ اصل عربی نسخہ نایاب ہے، البتہ اس کے فارسی ترجمہ ''حسنات الحرمین'' کا مخطوطہ حضرت مولانا پیر محمد ہاشم جان مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء) ٹنڈو سائیں داد ضلع حیدر آباد کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

حضرت مولانا سیّد زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء) نے پہلے ''حسنات الحرمین'' کا اُردو ترجمہ کیا، جو ان کی تصنیف لطیف ''انوار معصومیہ'' (ص ۶۹-۹۹) میں شامل ہے اور یہ ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء میں ادارہ مجددیہ، ناظم آباد کراچی سے طبع ہوئی ہے۔ نیز اس کے ساتھ ہی اس کا ایک اور ترجمہ مع تعلیقات جناب پروفیسر محمد اقبال مجددی کے قلم سے ہوا، جو مکتبہ سراجیہ، خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کی جانب سے ۱۹۸۱ء میں طبع ہوا۔

فصل نہم:

احوال ومناقب صاحبزادگان گرامی

یہاں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے صاحبزادگان کے مختصر احوال ومناقب درج کیے جاتے ہیں۔

حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ

ولادت باسعادت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے فرزند اکبر ہیں۔ آپ ۱۱ ربیع الثانی ۱۰۳۲ھ/ ۲ فروری ۱۶۲۳ء کو سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے ارشاد فرمایا: ''اس لڑکے سے چونکہ بوئے اصالت آتی ہے، لہٰذا اس کا نام صبغۃ اللہ رکھنا چاہیے''۔ بعدازاں شیرخوارگی کے دنوں میں بیمار ہوئے تو والد بزرگوارؒ نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ان کی صحت کے لیے دعا کرنے کی عرض کی۔ اس پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

> ''اس فرزند کے بارے میں کچھ فکر نہ کرو۔ اس کی عمر بہت ہوگی اور بڑا صاحب کمال ہوگا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک بوڑھا ہاتھ میں عصا لیے ہوئے ہے اور بکثرت مخلوق اس کے گرد حلقہ باندھے استفادہ کے لیے کھڑی ہے۔''

تعلیم وتربیت:

آپ نے چالیس روز میں قرآن مجید حفظ کیا اور پھر علوم عقلی ونقلی کی تکمیل کی۔

خلافت:

بعدازاں اپنے والد گرامیؒ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) سے باطنی سلوک میں کمال حاصل کر کے اجازت وخلافت کا شرف پایا۔ آپ ہر مقام میں قدم راسخ عبادت اور ورع وتقویٰ میں استقامت کے حامل تھے۔ آپ کے والد بزرگوارؒ آپ کے حال پر نہایت شفقت فرماتے تھے۔ نیز فرمایا کرتے تھے: ''اگر باپ کو بیٹے کی تعظیم کرنی ہوا کرتی تو میں اپنے بیٹے صبغۃ اللہ کی کیا کرتا۔'' والد گرامیؒ نے آپ کو کابل روانہ فرمایا اور وہاں کی قطبیت بھی آپ کے حوالے فرمائی۔ کابل میں آپ کو خوب مقبولیت حاصل ہوئی اور طالبان حق و سالکین کی کثیر تعداد نے آپ سے بلند مقامات اور فیوض وبرکات حاصل کیے۔

ایک مرتبہ ایک سوالی نے آپ سے سوال کیا۔ آپ کے پاس دینے کے لیے کوئی شے موجود نہ تھی۔ رنجیدہ خاطر ہو کر مٹی کی ڈلی پر نگاہ کی تو وہ سونا بن گئی۔ آپ نے یہ سونا اس فقیر کو عنایت فرما دیا۔

سفر آخرت:

آپ نے نوے برس کی عمر میں بروز جمعۃ المبارک بوقت عصر ۹ ربیع الثانی ۱۱۲۱ھ/ ۷ جون ۱۷۰۹ء کو رحلت فرمائی اور اپنے والد بزرگوارؒ کے گنبد میں مغربی دروازے کے قریب حضرت خواجہ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۶ء) کے پہلو میں محو استراحت ہوئے۔ **فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً**

اولاد امجاد:

آپ کو اللہ تعالیٰ نے چار صاحبزادے اور سات صاحبزادیاں عطا فرمائیں، صاحبزادوں کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

① حضرت شیخ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۱ھ/ ۷۱-۱۶۷۰ء)۔ آپ نے ظاہری علوم اپنے والد بزرگوار اور چچاؤں سے حاصل کیے۔

اپنے چچا حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء) کے داماد اور چچا حضرت شیخ محمد

عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) کے متبنّٰی تھے۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/۱۶۸۵ء) کی خانقاہ کے امیر سامان بھی رہے۔لاولد تھے۔

(۲) حضرت شیخ محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۳۶ھ/۲۴-۱۷۲۳ء) آپ اپنے چچا حضرت شیخ محمد عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۱۴ھ/ ۱۷۱۲ء) کے داماد تھے۔
اولاد میں چار صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تھیں۔

(۳) حضرت شیخ اہل اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔
آپ کی صرف ایک صاحبزادی تھیں، جو شیخ محمد شافی الحال سے منسوب تھیں۔

(۴) حضرت شیخ میر رحمۃ اللہ علیہ۔
آپ نے اپنے والد بزرگوار سے باطنی سلوک و مقامات کی تکمیل کر کے اجازت و خلافت کا شرف حاصل کیا۔

حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۲۱ھ/ ۱۷۰۹ء) کی صاحبزادیوں کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

(۵) حضرت صائمہؒ۔
(۶) حضرت راضیہؒ۔
(۷) حضرت عالیہؒ۔
(۸) حضرت ماریہؒ۔
(۹) حضرت رافعہؒ۔
(۱۰) حضرت باقیہؒ۔
(۱۱) حضرت روشن آراءؒ۔ ۹۶

حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

ولادت باسعادت:

آپ حضرت خواجہ معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت سے قبل حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ تمہارا جولڑکا مادر شکم میں ہے یہ عجائب روزگار اور صاحب معارف و اسرار ہوگا اور خلقت کو اس سے فیض پہنچے گا۔ آپ بروز جمعۃ المبارک ۷ رمضان المبارک ۱۰۳۴ھ/ ۱۳ جون ۱۶۲۵ء کو سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کا لقب ''شرف الدین'' تھا اور ''حجۃ اللہ'' سے مشہور ہوئے۔

تعلیم وتربیت:

شروع میں کم مدت میں قرآن مجید حفظ کیا اور پھر دوسرے تمام متداول علوم حاصل کیے۔ بیشتر کتابیں اپنے چچا مکرم حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) سے پڑھیں۔ ایسی دقت اور تحقیق سے پڑھتے تھے کہ حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

''یہ مجھ سے پڑھنے نہیں آتے، بلکہ پڑھانے آتے ہیں۔''

تحصیل علوم باطنی:

آپ نے فقہ وحدیث اور تمام متداولہ علوم بڑی محنت و دقت سے پڑھے اور اس کے ساتھ اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) سے علم باطنی بھی کسب واخذ کرتے رہے۔ خداداد ذہانت اور استعداد کی بلندی کی بدولت قلیل عرصے میں ایسے حالات مقامات کے حامل بن گئے جو عقل وفکر سے باہر تھے۔

خلافت:

ایک بار آپ نے بعض حقائق ومعارف اپنے والد بزرگوار کے سامنے بیان کیے تو انہوں نے ارشاد فرمایا:

''یہ اسرار مقطعات قرآنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر ظاہر فرمائے تھے، تم کو بھی (ان سے) آگاہی بخشی۔''

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے آپ سے فرمایا:

''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خلعت قیومیت سے سرفراز فرمایا۔ الحمد للہ کہ وہ خلعت تم کو بھی عطا ہوئی، (لہٰذا) مبارک ہو۔''

شادی:

آپ کا پہلا نکاح آپ کی پھوپھی زاد سے ہوا اور اکثر اولاد انھیں کے بطن سے ہوئی۔ ۲۷ ربیع الاوّل ۱۰۸۰ھ/ ۱۵-اگست ۱۶۶۹ء کو دوسرا نکاح خراسان کی معروف شخصیت حضرت سیّد میر عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی حضرت عائشہ بیگم رحمۃ اللہ علیہا سے ہوا۔

قبولیت:

۱۰۸۰ھ/ ۱۶۶۹ء میں عرب وغیرہ سے علماء ومشائخ کی کثیر تعداد نے آپ کی خدمت میں حاضری دی اور بیعت ہوئی، جن میں حضرت شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ رئیس المشائخ حضرت شیخ فخر الدین خطیب رحمۃ اللہ علیہ اور ملک العلماء حضرت مولانا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔

سعادت حج:

۱۰۹۰ھ/ ۱۶۸۰ء میں آپ نے حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کی۔

بیماری ورحلت:

آپ کو آخری عمر میں پاؤں کے درد اور خفقان کا عارضہ لاحق ہوا۔ قد مبارک میں قدرے خم بھی آ گیا۔ کچھ روز بیماری نے شدت اختیار کی۔ شب جمعۃ المبارک ۲۹ محرم ۱۱۱۴ھ/ ۱۴ جون ۱۷۰۲ء کو نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد حصن حصین کی دعاؤں کو پڑھا۔ پھر چند بار سورہ یٰسین کی تلاوت کی۔ جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہ گیا تو نماز تہجد ادا فرمائی۔ پھر کافی دیر سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد لیٹ گئے اور اسی حال میں تین بار کلمہ شہادت پڑھا اور جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

سرہند شریف ہی میں اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ محمد معصوم ﷫ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے مقبرہ کے شمال کی جانب الگ مقبرہ میں محو استراحت ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة۔

اولاد امجاد:

آپ کی اولاد میں چھ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں شامل ہیں، جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

① حضرت شیخ ابوالعلی ﷫۔ آپ ۱۰۶۳ھ/۱۶۵۲ء میں سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ بڑے فاضل اور صاحب حال بزرگ ہوئے۔ حج بیت اللہ کی سعادت پائی۔ ۱۰۹۱ھ/ ۱۶۸۰ء میں حضرت خواجہ محمد سعید ﷫ (م۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) کے صاحبزادے حضرت شیخ سعدالدین ﷫ کی صاحبزادی سے نکاح ہوا۔ جن سے حضرت خواجہ محمد زبیر ﷫ (م۱۱۵۲ھ/ ۱۷۴۰ء) جیسا صاحب کمال صاحبزادہ پیدا ہوا۔ آپ نے ۱۳ شعبان ۱۱۰۶ھ/ ۱۹ مارچ ۱۶۹۵ء کو ۴۳ برس کی عمر میں وصال فرمایا۔ خواجہ محمد زبیر کے علاوہ دو صاحبزادیاں تاج النساء اور فقیرہ خانم (م۱۱۰۸ھ) تھیں۔ ''مناقب نقشبندی'' آپ کی تصنیف ہے۔

② حضرت شیخ محمد عمر ﷫ آپ ۱۰۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ابوالحسن تانا شاہؒ کی بیٹی سے نکاح ہوا۔ اولاد میں ایک لڑکی ہوئی۔ آپ نے ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۶-۷ء میں وفات پائی۔

③ شیخ محمد کاظم ﷫۔ آپ کا خلقت سے تعلق برائے نام رہا۔ غربت و مفلسی آپ کا پسندیدہ طریقہ تھا۔ ۱۱۲۵ھ/ ۱۷۱۳ء میں اورنگ آباد میں رحلت فرمائی اور وہیں آخری آرام گاہ پائی۔ اولاد ہوئی، مگر زندہ نہ رہی۔

④ حضرت شیخ عبدالرحیم ﷫۔ بچپن میں رحلت فرمائی۔

⑤ حضرت شیخ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ۔ بچپن میں رحلت فرمائی۔
⑥ حضرت میر عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ۔ بچپن میں رحلت فرمائی۔
⑦ حضرت اُمۃ الکریم رحمۃ اللہ علیہا۔
⑧ حضرت اُمۃ القیوم رحمۃ اللہ علیہا، جو بجیونی بیگمؒ کے نام سے معروف تھیں۔

تصانیف:

① حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب کو حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء) نے ''وسیلۃ القبول'' کے نام سے طبع کیا، جو دو حصوں پر مشتمل ہیں اور ان میں دوسرے حضرات کے علاوہ مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کے نام بارہ مکتوب بھی شامل ہیں۔ ان کا اُردو ترجمہ پہلی بار اس ناکارہ روزگار (محمد نذیر رانجھا) نے کیا ہے، جو خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی کی طرف سے شائع ہو رہا ہے۔

② صاحب مقامات معصومی کے بقول حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے وصال مبارک کے بعد حضرت سیّد محمد یوسف گردیزی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۰ھ/ ۸۰-۱۶۷۹ء) فاتحہ اور زیارت روضہ مقدسہ سرہند شریف حاضر ہوئے تو انہوں نے مخدوم زادہ حضرت محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر خفی کی ذکر جہر پر فضیلت کے بارے میں سوال کیا۔ جس پر آپ نے رسالہ در فضیلت ذکر خفی (عربی) تالیف فرمایا۔ یہ ایک متین رسالہ فصیح عربی میں تھا، جو آیات واحادیث اور اقوال اکابر سے مزین تھا۔ اس میں ایک فقرہ تھا: ''اما بعد، فقد سئلنی من ھو اشرف منی۔'' اس میں آپ نے ذکر خفی کی فضیلت میں بہت کچھ لکھا۔ فرماتے ہیں:

''ان دونوں اذکار (خفی و جہر) میں ایک کو ترجیح ضرور دی گئی ہے۔

بہرحال ذکر جس طرح بھی کیا جائے، وہ اولیٰ وافضل امر ہے۔" یہ رسالہ اس عبارت پر ختم ہوتا ہے۔ یہ تقریباً ۱۰۸۰ھ/۱۶۶۹ء میں تالیف ہوا۔ ۷۰

حضرت شیخ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ

ولادت باسعادت:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔ ۲۱ شعبان ۱۰۳۷ھ/ ۱۶-اپریل ۱۶۲۸ء کو سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت پر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے شکر الٰہی ادا کیا۔ آپ کا نام نامی محمد عبید اللہ، لقب بہاء الدین اور کنیت ابوالعباس مقرر فرمائی اور آپ نے "مروج الشریعۃ" سے شہرت پائی۔

لاڈ اور پیار:

آپ اپنے والدین کے سب سے زیادہ لاڈلے اور پیارے تھے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کو آپ سے اس قدر محبت تھی کہ پل بھر بھی آپ کو خود سے جدا نہ فرماتے تھے، حتیٰ کہ رات کو اپنے پلنگ کے قریب ہی آپ کی چارپائی بچھاتے اور فرمایا کرتے تھے:

"بیٹا! جب تک تمہیں دیکھ نہیں لیتا، مجھے قرار نہیں آتا۔"

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ آپ کو "حضرت جیو صاحب" یا "میاں صاحب" کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

روحانی استعداد:

آپ سات برس کے تھے کہ حضرت مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ سرہند شریف میں آئے اور انہوں نے آپ سے سوال کیا کہ دل گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، وہ کس طرح ذکر کرتا ہے؟ آپ نے فوراً جواب دیا کہ زبان بھی تو گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جس قادر مطلق نے اس کو بولنے

کی طاقت عنایت فرمائی ہے، کیا وہ دل کو یہ صفت عطا نہیں فرما سکتا؟ آپ کا یہ جواب سن کر حضرت مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۶ء) بہت مسرور ہوئے۔

خلافت:

آپ علم و عمل اور تقویٰ میں بے نظیر مقام رکھتے تھے۔ باطنی تعلیم اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) سے حاصل کی اور تمام مقامات نقشبندیہ مجددیہ طے کرنے کے بعد اجازت وخلافت کا شرف پایا اور مقام قطبیت پر فائز المرام ہوئے۔

مقام ومنزلت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) آپ سے فرمایا کرتے تھے:

''میرا اور تمہارا عروج ونزول برابر ہے۔''

نیز حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ انگشت شہادت اور درمیانی کی طرف اشارہ کر کے فرماتے تھے کہ تم میرے ساتھ اس طرح جاتے ہو۔

آپ کے حلقہ میں خلقت کا اتنا ہجوم ہوتا تھا کہ بعض لوگ جگہ نہ ملنے کی وجہ سے کھڑے رہتے تھے۔ آپ کی صحبت بہت زیادہ بابرکت تھی۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا: ''تیرے بیٹے میری طرح ہوں گے۔'' ان سے حضرت محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء) اور حضرت محمد عبیداللہ (۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) مراد ہیں۔

حفظ قرآن:

آپ نے ایک ماہ میں حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی۔ رمضان المبارک میں ہر روز ایک پارہ یاد کیا اور رات کو سنا دیا۔

حسن سلوک:

ایک بار ایک آدمی آپ کو برا بھلا کہنے لگا۔ جب لوگوں نے اس کو روکنا چاہا تو آپ نے ان کو ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔ جب یہ آدمی آپ کو برا بھلا کہتے کہتے تھک گیا تو آپ نے

ایک شخص سے پچاس روپے قرض لیے اور برا بھلا کہنے والے شخص کو دینا چاہیے۔ اس نے آپ سے منہ موڑ کر نماز نفل کی نیت باندھ لی۔ آپ اس کے انتظار میں بیٹھ رہے۔ اس نے سلام پھیرا تو آپ کو کھڑے ہوئے دیکھ کر پھر نماز کی نیت باندھ لی۔ جب دوبارہ اس نے سلام پھیرا تو آپ نے انتہائی عاجزی سے اس سے فرمایا:

''اب غصہ تھوک دو، تمہارا دماغ خالی ہو گیا، لہٰذا یہ روپے لو اور جا کر بادام کھاؤ تا کہ تمہارے دماغ کی کمزوری دور ہو جائے۔''

بیماری و رحلت:

آخری عمر میں تپ دق کا عارضہ لاحق ہوا۔ مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کی درخواست پر شاہجہان آباد (دہلی) تشریف لے گئے اور قلعہ معلیٰ میں قیام فرمایا۔ بادشاہ نے بڑی تعظیم و تکریم کی اور بہترین اطبا سے آپ کا علاج کرایا۔ نیز عالمگیرؒ آپ سے اخذ فیض کرنے لگا اور آپ کی القائے نسبت اور توجہ باطنی سے خوب مستفیض ہوا۔ شاہی خاندان کے افراد، ارکان سلطنت اور شہر کے عام و خاص آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے اور ہزاروں لوگ آپ کے حلقہ میں شرکت کرنے لگے۔ بیماری میں افاقہ نہ ہوا تو آپ سرہند شریف کے لیے روانہ ہوئے۔ سنبھالکہ کے مقام پر پہنچے تو بروز جمعۃ المبارک ۱۹ ربیع الاوّل ۱۰۸۳ھ/ ۶ جولائی ۱۶۷۲ء کو نماز فجر کے بعد بوقت اشراق دریافت فرمایا کہ کیا اشراق کا وقت ہو گیا؟ حضرت اخوند سجاول رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ آپ نے تیمم کیا اور پیشانی پر دست مبارک رکھ کر کہا: ''السلام علیکم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!'' پھر نیت نماز اشراق باندھ لی۔ سجدہ میں گئے تو جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

تدفین:

بعدازاں آپ کے جنازہ کو سرہند شریف میں لایا گیا۔ آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے گنبد میں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

اولاد امجاد:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں عطا فرمائیں، جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

① حضرت شیخ محمد ہادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۰۶۲ھ/۱۶۵۲ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد بزرگوارؒ سے حدیث وتفسیر اور باطنی سلوک کی تعلیم وتکمیل حاصل کی۔ ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱۲۱ھ/ ۱۱ مئی ۱۷۰۹ء کو رحلت فرمائی۔ اولاد میں چھ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ آپ سے بعض کتب بھی یادگار ہیں، جن میں سے کوکب دریہ آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ آپ نے معقول ومنقول کی اکثر کتابوں پر حواشی لکھے اور ان کی شروح تصانیف فرمائیں۔ روضۃ القیومیہ کے مصنف حضرت خواجہ محمد احسان رحمۃ اللہ علیہ آپ کے پوتے تھے۔

② حضرت شیخ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے ۱۰۶۴ھ/۱۶۵۴ء) میں ولادت پائی۔ حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء) سے سلوک کی تکمیل فرمائی۔ جو شخص آپ کو دیکھ لیتا تھا، وہ مفتون ہو جاتا تھا۔ آپ بڑے ہر دلعزیز تھے۔ بروز اتوار ۹ ربیع الاوّل ۱۱۴۲ھ/ ۲۱ ستمبر ۱۷۲۹ء کو رحلت فرمائی۔ اولاد میں چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ صاحب تصنیف تھے۔ رسالہ ''فکر پارسا'' آپ سے یادگار ہے، جس کا موضوع تصوف ہے۔

③ حضرت شیخ محمد سالم رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے سلوک کی تکمیل حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء) سے کی اور ۱۱۱۷ھ/ ۶-۱۷۰۵ء میں رحلت فرمائی۔ اولاد میں ایک صاحبزادہ اور ایک صاحبزادی تھی۔

تصانیف:

حضرت شیخ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء) صاحب تصانیف تھے۔ آپ نے درج ذیل علمی وتصنیفی کام سرانجام دیے:

مکتوبات معصومی دفتر اوّل:

آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے مکتوبات معصومیہ کا دفتر اوّل مرتب کیا۔

یواقیت الحرمین:

آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے سفرنامہ حرمین شریفین کو ''یواقیت الحرمین'' کے نام سے جمع فرمایا۔

رسالہ ردّ امام رازیؒ:

حضرت امام ہمامؒ نے فقہ حنفی کی تائید میں رسالہ لکھا تھا۔ حضرت امام فخر الدین رازیؒ (م ۶۰۶ھ/ ۱۲۱۰ء) نے اس کا ردّ لکھا۔ آپ نے امام رازیؒ کے ردّ کا جواب لکھا۔

خزینۃ المعارف:

یہ آپ کے مکتوبات کا مجموعہ ہے، جسے حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء) نے مرتب کر کے ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۷۳ء میں طبع فرمایا۔ اھ

حضرت شیخ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ

ولادت باسعادت:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے چوتھے صاحبزادے ہیں۔ ۱۰۴۳ھ/ ۴۴-۱۶۳۳ء میں پیدا ہوئے۔ صاحب روضہ القیومیہ نے آپ کا سال ولادت ۱۰۴۸ھ/ ۴۰-۱۶۳۹ء لکھا ہے۔ آپ کی شہرت ''محبوب اللہ'' کے لقب سے تھی۔ آپ نے علوم عقلیہ ونقلیہ، کلام وتفسیر اور حدیث، فروع واصول اور فقہ میں کامل دسترس حاصل کی۔

روحانی تربیت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) آپ سے فرمایا کرتے تھے:

> ''اگرچہ میری عمر تھوڑی سی باقی رہ گئی ہے، مگر عنایت الٰہی سے تمہارا کام ایک توجہ میں کردوں گا۔''

پس ایسا ہی ہوا اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ہی توجہ میں آپ کو نسبت مجددیہ (یعنی ولایت ثلاثہ، کمالات ثلاثہ اور حقائق سبعہ) القا فرمادی اور نسبت عالیہ نقشبندیہ مجددیہ تمام احوال اسرار کے ساتھ آپ کے باطن میں متحقق ہوگئی۔ یہ چیز حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے کمال تصرف اور حضرت شیخ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے کمال استعداد وقابلیت کی علامت ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی تصرف اور کرامت نہیں ہوسکتی اور مردے کو زندہ کرنا اس کے مقابلے میں ہیچ ہے۔

مقام ومنزلت:

آپ ہمہ وقت طالبان خدا کی رشد وہدایت کے لیے سرگرم عمل رہتے تھے اور استقامت طریقت وشریعت اور ورع وتقویٰ میں بلند مقام کے حامل تھے۔

سفر آخرت:

آپ نے پچھتر برس کی عمر میں مؤرخہ ۲۷ صفر ۱۱۱۸ھ/ ۳ مئی ۱۷۰۶ء کو سحری کے وقت رحلت فرمائی اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے مزار انور کی مغربی جانب

آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة صاحب روضۃ القیومیہ نے آپ کا سال وفات ۱۱۱۷ھ/۱۷۰۵ء نقل کیا ہے۔

اولاد امجاد:

آپ کی اولاد میں چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں، جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

① حضرت شیخ محمد جعفر رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نہایت متقی پرہیزگار اور اپنے والد بزرگوار کے مرید تھے۔ سکھوں کے حملہ میں لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ کی اولاد میں ایک صاحبزادہ اور ایک صاحبزادی تھی۔

② حضرت شیخ محمد روح اللہ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے سلوک کی تعلیم حضرت خواجہ محمد نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہ (ک ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء) سے حاصل کی۔ آپ کی اولاد میں ایک صاحبزادہ اور ایک صاحبزادی تھی۔ آپ نے ۱۱۲۷ھ/ ۱۷۱۵ء میں رحلت فرمائی۔

③ حضرت شیخ محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے سلوک کی تعلیم حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء) سے پائی۔

④ حضرت شیخ محمد شافی الحال رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے سلوک کی تعلیم حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء) سے حاصل کی۔ مشائخ کبار میں شامل تھے۔ آپ نے ۱۱۵۰ھ/ ۳۸-۱۷۳۷ء میں رحلت فرمائی۔

⑤ حضرت پرہیز بانو رحمۃ اللہ علیہا:

آپ حضرت شیخ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) کے صاحبزادے حضرت شیخ محمد ہادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۱ھ/ ۱۷۰۹ء) سے منسوب تھیں۔

⑥ حضرت منیرہ بیگم رحمۃ اللہ علیہا

آپ حضرت شیخ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء) کے صاحبزادے حضرت شیخ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۴۲ھ/ ۱۷۲۹ء) سے منسوب تھیں۔

⑦ حضرت نجابت بانو رحمۃ اللہ علیہا

تصانیف:

حضرت شیخ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ نے علوم عقلیہ ونقلیہ کی اکثر مشہور کتب پر حواشی لکھے اور ان کی شروح تصانیف کیں۔[۲۷]

حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ

ولادت باسعادت:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے پانچویں صاحبزادے ہیں۔ آپ ۱۰۴۹ھ/ ۱۶۳۹ء میں سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ تاریخ ولادت ۱۰۵۵ھ/ ۱۶۴۵ء بھی منقول ہے۔ آپ کا لقب ''محی السنہ'' تھا۔ آپ کے عم محترم حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کی ولادت کے وقت کوئی فرشتہ یہ آیت شریفہ پڑھ رہا ہے: وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا (سورۃ مریم، آیت ۱۵ یعنی: اور (حضرت یحییٰ علیہ السلام) پر سلام ہو، ان کی ولادت کے دن اور ان کی وفات کے دن اور جس دن وہ زندہ اُٹھائے جائیں گے۔

تعلیم وتربیت:

سن تمیز کو پہنچے تو شروع میں تھوڑی سی مدت میں قرآن مجید کو حفظ کرلیا۔ بعدازاں قلیل عرصہ میں متداول علوم کی کتابوں کو پڑھ لیا۔

روحانی تربیت:

آپ ابھی گیارہ برس کے تھے کہ والد بزرگوار حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے آپ کو فنائے قلب کی بشارت عطا فرمائی اور آپ کی بلند استعداد کے پیش نظر ہمیشہ آپ کی ترقی کا خیال رکھا۔ پس آپ نے عالم شباب ہی میں تمام کمالات حاصل کر لیے اور بارگاہ ذوالجلال میں قبولیت نصیب ہوگئی۔

فکر احیائے دین:

آپ کے مزاج عالی میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عنصر غایت درجے کا تھا اور شرعی احکام کے اجرا اور بدعت کے خاتمے کا بہت زیادہ خیال رہتا تھا۔

جب بادشاہ وقت اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) نے حضرت خواجہ محمد

معصوم رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) سے درخواست کی کہ آپ اپنے مخدوم زادوں یا خلفائے میں سے کسی کو میرے پاس بھیج دیں، تاکہ میں مستفیض ہو سکوں تو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے کمال تلطف سے بادشاہ کی تربیت کے لیے آپ کو شاہجہان آباد (دہلی) روانہ فرمایا۔ جب آپ شہر میں پہنچے تو اتفاقاً بادشاہ وہاں نہیں تھا، لیکن شہر کے خاص و عام نے آپ کا پرجوش استقبال کیا اور بڑی عقیدت واحترام سے پیش آئے۔ متعدد لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کا شرف پایا۔ جب بادشاہ دہلی واپس آیا تو اس نے اپنے حکام کے ساتھ آپ کا استقبال کیا اور بڑے احترام واکرام کے ساتھ قلعہ معلیٰ میں اپنے قریب آپ کو ٹھہرایا۔ جب آپ قلعہ میں داخل ہونے لگے تو وہاں ہاتھی کی سنگی مورتیوں پر نگاہ مبارک پڑی۔ آپ نے بادشاہ سے فرمایا:

> ''ہم اس بت خانہ میں اس وقت تک داخل نہیں ہوں گے، جب تک ان کو ہٹا نہ دیا جائے، کیونکہ جس گھر میں تصویر ہوتی ہے، وہاں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا۔''

اس طرح اورنگ زیب عالمگیرؒ نے حکم دیا کہ دروازے پر موجود دونوں مورتیوں کو توڑ دیا جائے۔ جب ان کو توڑ دیا گیا تو آپ قلعہ میں تشریف لے گئے۔

بادشاہ کی عقیدت:

اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کو آپ سے خاص عقیدت تھی اور وہ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل تھا۔ وہ رات کو آپ کے مکان پر جا کر فیوض و برکات حاصل کرتا تھا۔ عالمگیرؒ نے اپنے بیٹے شہزادہ محمد اعظم (م ۱۱۱۹ھ/ ۱۷۰۷ء) کی شادی میں آپ کو نکاح کا گواہ بنایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کے دل میں آپ کی بہت زیادہ عزت واحترام تھا۔

خصائل مبارک:

آپ کا طریقہ شاہانہ تھا۔ عمدہ لباس زیب تن فرماتے۔ آپ کا دستر نہایت وسیع تھا۔ خلق خدا کی مشکلات کو رفع کرنے اور ان کی نفع رسانی میں آپ خاص شہرت رکھتے تھے۔ اپنے عزیز

واقارب کے ساتھ صلہ رحمی میں بے نظیر تھے۔ بڑوں کا بے حد ادب کرتے تھے اور چھوٹوں پر حد سے زیادہ شفقت اور مہربانی فرماتے تھے۔

بیماری وسفرِ آخرت:

آپ ظہر وعصر کے درمیان خواتین کو احادیث شریفہ سنایا کرتے تھے۔ ایک روز معمول سے ہٹ کر وعظ جلد ختم فرما دیا اور فرمایا کہ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت شیخ محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/ ۳-۲-۱۷۰۲ء) سے وعظ پڑھوانا۔ بعد ازاں آپ بیمار ہو گئے اور حدیث شریف کے درس کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

بالآخر سنتالیس برس کی عمر میں ۲۶ جمادی الاوّل ۱۰۹۶ء/ ۲۰-اپریل ۱۶۸۵ء کو رحلت فرمائی۔ بعض کتب تذکرہ میں سال وفات ۱۰۹۵ھ/ ۱۶۸۴ء اور ۱۰۹۸ھ/ ۱۶۸۷ء بھی منقول ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے روضہ مبارک سے جنوب کی جانب تھوڑا دور آپ کا مزار انور مرجع الخلائق ہے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة

اولاد امجاد:

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں آٹھ صاحبزادے اور چھ صاحبزادیاں ہیں۔ جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

① حضرت شیخ محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ علوم ظاہری کی تحصیل کے ساتھ سلوک کی تکمیل اپنے والد بزرگوارؒ سے کی۔ صاحب تصنیف ہیں۔ آپ نے اپنے والد بزرگوارؒ کے ۱۹۰ مکاتیب شریفہ کو جمع کیا تھا۔ لوگوں کی کثیر تعداد آپ سے مستفیض ہوئی اور متعدد حضرات نے آپ سے خلافت واجازت کا شرف پایا۔ اولاد میں تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں شامل ہیں۔ آپ نے ۱۱۱۴ھ/ ۳-۲-۱۷۰۲ء میں رحلت فرمائی اور والد بزرگوارؒ کے روضہ میں گنبد کے اندر مدفون ہوئے۔

(۲) حضرت شیخ محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے والد بزرگوارؒ کے دست مبارک پر بیعت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں عطا فرمائیں۔ صاحبزادوں کے نام حضرت شیخ محمد معظم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ محمد مسیح رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ دونوں حسن اخلاق ضبط اوقات اور عبادت گزاری سے متصف تھے۔ آپ نے ۱۱۱۶ھ/ ۵-۱۷۰۴ء میں رحلت فرمائی او[illegible] کے روضہ میں گنبد کے نیچے مدفون ہوئے۔

(۳) حضرت شیخ محمد شعیب رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے اپنے والد بزرگوارؒ سے سلوک کی تکمیل کی۔ آپ نے ۱۱۲۱ھ/ ۱۰-۱۷۰۹ء سے پہلے رحلت فرمائی۔ اپنے والد بزرگوار کے روضۃ کے گنبد کے نیچے مدفون ہوئے۔ اولاد میں تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ بڑے بیٹے حضرت محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ صفات حمیدہ سے متصف تھے۔

(۴) حضرت شیخ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے سلوک کی تعلیم اپنے بڑے بھائی حضرت شیخ محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/ ۳-۱۷۰۲ء) سے حاصل کی۔ اولاد میں تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی شامل تھیں۔

(۵) حضرت شیخ محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے چچا کے دست مبارک پر بیعت تھے۔ اولاد میں دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہوئیں۔

(۶) حضرت شیخ کلمۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے چچا مکرم حضرت شیخ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۰ھ/ ۱۷۱۸ء) کے مرید ہوئے۔ اولاد میں ایک صاحبزادہ تھا۔

⑦ حضرت شیخ محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ:

آپ لاولد فوت ہوئے۔

⑧ حضرت شیخ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

⑨ حضرت جنت بانو رحمۃ اللہ علیہا:

⑩ حضرت حبیبہ رحمۃ اللہ علیہا:

⑪ حضرت سائرہ رحمۃ اللہ علیہا:

⑫ حضرت شہری رحمۃ اللہ علیہا:

⑬ حضرت رفیع النساء رحمۃ اللہ علیہا:

⑭ ان صاحبزادی کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔[۳۷]

حضرت شیخ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ

ولادت باسعادت:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے سب سے چھوٹے اور چھٹے صاحبزادے ہیں۔

آپ ۱۰۵۷ھ/ ۱۶۴۸ء یا ۱۰۵۹ھ/ ۱۶۴۹ء میں سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد بزرگوارؒ سے کامل مشابہت حاصل تھی۔ آپ نے ''محبوب الٰہی'' کے لقب سے شہرت پائی۔

تعلیم وتربیت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) اپنی کبرسنی کی بدولت آپ کی تعلیم و تربیت کے بارے میں خاصے فکرمند تھے کہ کہیں یہ نامکمل نہ جائے اور آپ بھائیوں کے محتاج ہوں۔

فضل الٰہی سے آپ نے سن تمیز میں پہنچنے کے بعد کم عرصے میں قرآن مجید کی تعلیم مکمل کر لی اور بعد ازاں علوم عقلی ونقلی کی متداول کتابیں پڑھنے لگے۔

روحانی تربیت ومقام:

آپ کو گیارہ برس کی عمر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مبارک کا شرف نصیب ہوا۔ آپ نے اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں اس کا ذکر کیا۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے فرمایا:

''ان شآ ءاللہ تمہیں یہ ولایت نصیب ہوئی۔''

بعد ازاں آپ کی عمر اٹھارہ برس ہوئی تو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ''ولایت احمدی'' کی بشارت نصیب فرمائی۔ پھر بیس سال کی عمر میں آپ نے اپنے بھائیوں کی طرح طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے تمام کمالات وخصوصیات حاصل کر لیں۔ اسی دوران حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے وصال فرمایا۔ آپ بھی اپنے دوسرے بھائیوں کی مانند سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج واشاعت میں مشغول ہوگئے۔

سعادت حج:

آپ کو حرمین شریفین کی زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔ ایک مدت تک وہاں قیام فرمایا اور خوب مقبولیت نصیب ہوئی۔ پھر وطن مالوف (ہندوستان) مراجعت فرمائی اور آ کر شاہجہان آباد (دہلی) میں مقیم ہو گئے اور تا دمِ آخر یہیں سکونت رہی۔

قبولیت عامہ:

ان دنوں فرخ سیر (م ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۹ء) بادشاہ ہند تھا۔ اس نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ امراو حکام سلطنت آپ کے حلقہ ارادت میں حاضری دیتے تھے۔ علاوہ ازیں ہزاروں لوگ آپ سے مستفیض ہوئے اور متعدد حضرات نے آپ سے اجازت وخلافت کا شرف پایا۔

خصائل مبارک:

آپ علم وعمل، فضل، ورع وتقویٰ، حسن خلق اور کسر نفسی کی بلند صفات اور کمالات سے آراستہ وپیراستہ تھے۔ اکثر بیمار رہنے کی وجہ سے پسندیدہ غذا سے پرہیز کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ دہی مجھے نہایت پسند ہے، مگر تیرہ برس سے نہیں کھائی۔ آپ انتہائی صابر وشاکر تھے۔

سفر آخرت:

بالآخر قضائے الٰہی سے ۵ جمادی الاوّل ۱۱۳۰ھ/ ۲۶ مارچ ۱۷۱۸ء کو شاہجہان آباد (دہلی) میں رحلت فرمائی۔ آپ کا جنازہ سرہند شریف میں لایا گیا اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے گنبد سے متصل الگ مقبرہ میں آخری آرام گاہ پائی۔ آپ کے مزار انور پر ایک عالی شان گنبد بنایا گیا۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة

اولاد امجاد:

آپ کی اولاد امجاد میں دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں، صاحبزادوں کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

① حضرت شیخ محمد مہدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے اپنے والد بزرگوارؒ سے سلوک کی تکمیل کی۔علوم ظاہری میں بھی کامل دسترس حاصل تھی۔اولاد میں ایک صاحبزادی اور ایک صاحبزادہ تھا۔

② حضرت شیخ عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے [illegible] مجید حفظ کرنے کے بعد علوم ظاہری کی تکمیل کی۔اپنے والد بزرگوارؒ کے مرید تھے۔اولاد میں صرف [illegible] صاحبزادے حضرت معصوم احمد رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

فصل دہم:

مختصر احوال ومناقب حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ

ولادت باسعادت:

آپ حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء) کے صاحبزادے حضرت ابوالعلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۶ھ/ ۱۶۹۵ء) کے گھر بروز پیر ذیقعدہ ۱۰۹۳ھ/ نومبر ۱۶۸۲ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام مبارک محمد زبیر، کنیت ابوالبرکات اور لقب شمس الدین قرار پایا۔

تعلیم وتربیت:

چار برس کی عمر میں پڑھنا شروع کیا اور تمام علوم عقلی ونقلی میں کامل دسترس حاصل کی۔

سعادت حج:

تیرہ برس کی عمر میں اپنے جد بزرگوار حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء) کے ہمراہ زیارت حرمین شریفین اور حج بیت اللہ کی سعادت کا شرف پایا۔

خلافت:

۱۱۱۱ھ/ ۱۶۹۹ء میں حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء) نے آپ کو قطب الاقطاب اور قیومیت کی خلعت پہنائی اور اپنا ولی عہد و جانشین مقرر فرما کر سب مریدوں اور خلفاء کی تربیت آپ کے حوالے فرما دی۔ ۲۹ محرم ۱۱۱۴ھ/ ۱۴ جون ۱۷۰۲ء کو خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے وصال فرمایا اور بروز ہفتہ یکم ماہ صفر ۱۴۱۴ھ/ ۱۷۰۳ء کو آپ مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔

ترویج سلسلہ:

آپ نے کافی مدت لاہور میں قیام فرمایا۔ یہاں آپ کے حلقہ میں لوگوں کی کثیر تعداد شامل ہونے لگی۔ ہزاروں عقیدتمندوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور سالکین کی کثیر تعداد اجازت وخلافت سے مشرف ہوئی۔

گوشہ نشینی:

بعدازاں تمام مریدوں اور خلفاء کو اپنے خلیفہ حضرت شیخ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد فرما کر سرہند شریف تشریف لے گئے۔ یہاں آ کر آپ نے گوشہ نشینی اختیار فرمالی، لیکن فرض نماز مسجد میں جا کر ادا فرماتے اور گاہ بگاہ باغ کی سیر کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔

شاہجہان آباد تشریف آوری:

سرہند شریف پر بلائے ناگہانی کے نازل ہونے سے پہلے آپ اپنے متعلقین کے ہمراہ شاہجہان آباد (دہلی) کی طرف روانہ ہو گئے۔ بروز ہفتہ ۱۵ رجب ۱۱۲۱ھ/ ۹ ستمبر ۱۷۰۹ء کو اس شہر میں وارد ہوئے اور شہر کے باہر ایک ویران مسجد میں قیام فرمایا۔آپ کے قیام کی برکت سے ہزاروں لوگ یہاں آ بسے۔

قبولیت عامہ:

آپ اپنے وقت کے قطب الاقطاب اور قیوم زماں تھے، لہٰذا خاص و عام کے علاوہ بڑے بڑے بزرگ، امیر اور بادشاہ آپ کے مریدوں میں شامل ہو گئے۔آپ کے جاہ وجلال کا یہ عالم تھا کہ امرا، حکام اور بادشاہوں کو آپ کی مجلس میں دم مارنے کی مجال نہ تھی۔

سفر آخرت:

۱۱۵۲ھ/ ۱۷۴۰ء میں آپ کی طبیعت خراب ہوئی۔ بعدازاں بخار رہنے لگا جس کی وجہ سے ضعف لاحق ہو گیا۔ علاج جاری رہا۔ بیماری کی شدت اور ضعف کے غلبہ کے باوجود آپ نے عبادات و وظائف کو جاری رکھا۔ بالآخر آپ نے بروز بدھ ۴ ذی قعدہ ۱۱۵۲ھ/ ۲۲ مارچ ۱۷۴۰ء کو اشراق کے وقت انسٹھ برس کی عمر میں رحلت فرمائی۔ غسل و کفن کے بعد آپ کا جنازہ سرہند شریف لے جایا گیا اور بروز جمعرات ۱۲ ذی قعدہ ۱۱۵۲ھ/ ۳۰ مارچ ۱۷۴۰ء کو سرہند شریف میں حضرت شیخ سعدالدین رحمۃ اللہ علیہ کی حویلی میں آسودہ خاک ہوئے۔ ۱۱۵۳ھ/ ۱۷۴۱ء میں آپ کی قبر مبارک پر ایک عالی شان منقش گنبد بنایا گیا۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

اولاد امجاد:

آپ کی اولاد میں چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں شامل تھیں، جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

① حضرت شیخ محمد عزیز اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۱۱۵ھ/۱۷۰۳ء میں پیدا ہوئے۔

② حضرت شیخ عبد القادر ثانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۱۲۱ھ/ ۱۷۰۹ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۱۴۵ھ/ ۳۳-۱۷۳۲ء میں آپ کی شادی حضرت شیخ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) کے پوتے حضرت شاہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۴۲ھ/ ۱۷۲۹ء) کی صاحبزادی سے سرہند شریف میں بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔

③ حضرت شیخ محمد احرار ثانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۱۳۰ھ/ ۱۷۱۸ء میں پیدا ہوئے۔ بہت لائق و فائق اور صاحب کمال تھے۔ ۱۱۴۶ھ/ ۳۴-۱۷۳۳ء میں شاہجہان آباد (دہلی) میں رحلت فرمائی۔ والد بزرگوارؒ نے نماز جنازہ پڑھایا اور بعد ازاں سرہند شریف بھجوایا۔ وہاں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے گنبد میں پائنتی کی جانب آسودہ خاک ہوئے۔

④ حضرت شیخ محمد معصوم مغفور رحمۃ اللہ علیہ

⑤ حضرت فاطمہ زمانی رحمۃ اللہ علیہا

⑥ حضرت بدر النساء رحمۃ اللہ علیہا

فصل یازدہم:

کرامات

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے تصرفات اور خوارق و کرامات بے شمار تھیں، ان میں سے چند بطور تبرک یہاں درج کی جاتی ہیں۔

تختِ سلطنت:

حضرت بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے واقعے میں دیکھا کہ وہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سلطنت پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کے سر مبارک پر ایک بہت بڑا چتر سایہ کیے ہوئے ہے جس کو بہزاد نام کا ایک خادم پکڑے ہوئے ہے۔ اس چتر کی وسعت کو کیا بیان کیا جائے۔ گویا وہ ایک اور آسمان قائم ہو گیا تھا اور اس نے تمام عالم کا احاطہ کر لیا تھا۔ وہ چتر جواہر اور موتیوں سے جڑا ہوا تھا اور چاروں طرف بھی جواہرات لٹکے ہوئے ہیں۔ اس چتر کا حسن و جمال بیان نہیں ہو سکتا۔

بلا سے رہائی:

فضائل دستگاہ، حقائق آگاہ حضرت خواجہ محمد صدق رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۲ھ/ ۱۶۸۱ء) جو آپ کے خلیفہ تھے اور پشاور میں رشد و ہدایت کے لیے متمکن تھے، بیان کرتے تھے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضری کے لیے پشاور سے روانہ ہوا۔ خچر پر سوار تھا کہ یکایک وہ راستے سے بھاگا اور میں خانہ زین سے جدا ہو گیا، لیکن میرا قدم رکاب بند میں تھا۔ خچر بھاگ رہا تھا اور مجھے گھسیٹ رہا تھا۔ ہر چند لوگ اُس کے پکڑنے کو دوڑے، لیکن کسی کا ہاتھ اس تک نہ پہنچا۔ اس اضطرار کی حالت میں پیر بزرگوار کی یاد میرے دل میں آئی۔ محض یاد آتے ہی میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ نے آ کر خچر کو روک لیا اور اُسے کھڑا کر دیا۔ چنانچہ میرا قدم، رکاب سے جدا ہو گیا۔ میں چاہتا تھا کہ اُن کے قدموں میں گر جاؤں، لیکن وہ نظر سے غائب ہو گئے۔

مصیبت میں مدد:

محمد صدیق پشاوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۲ھ/۱۶۸۱ء) یہ بھی بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ آپ کی خدمت سے رُخصت ہو کر وطن جا رہا تھا۔ راستے میں سلطان پور کے پل کے نیچے (ندی کے راستے میں) اپنا کپڑا پاک کر رہا تھا کہ میرا پاؤں لڑکھڑایا اور میں پانی میں سرتاپا غرق ہو گیا۔ میں تیرنا نہیں جانتا تھا اور پانی کبھی مجھے اُوپر پھینکتا تھا اور کبھی تہہ میں لے جاتا تھا۔ مجھے زندگی کی اُمید نہ رہی۔ یکایک اس وقت حضرت تشریف لے آئے اور ہاتھ ڈال کر مجھے پانی سے باہر کھینچ لیا اور غائب ہو گئے۔

حضرت خواجہ محمد صدیق پشاوری رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ غلبہ حال میں ایک روز جنگل کی طرف چلا گیا اور ایسی جگہ پہنچ گیا جو آبادی سے بہت دُور تھی۔ پیاس بہت زور کی لگی ہوئی تھی کہ میں ہلاکت کے قریب تھا۔ اتنے میں آپ دور سے آتے ہوئے دکھائی دیے۔ میں انتہائی شوق میں آپ کی طرف دوڑا۔ جب میں وہاں پہنچا تو آپ وہاں نہیں دکھائی دیے، لیکن وہاں میں نے پانی کا حوض پایا اور اس طرح خوب پانی پیا۔

چہرے کی زیارت:

حضرت خواجہ محمد صدیق پشاوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۲ھ/۱۶۸۱ء) یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ''سلطان ذکر'' کا مجھ پر غلبہ ہوا۔ تمام روز جنگل میں رہا کہ وہاں کسی کی رسائی نہ تھی۔ اُس وقت جہاں بھی نظر ڈالتا تھا، آپ کا چہرۂ مبارک ہزاروں لاکھوں جگہوں پر دیکھتا تھا۔ بہت عرصے تک آپ مجھے نظر آتے رہے۔ پھر نظر سے غائب ہو گئے۔

مشکل میں مدد:

حضرت خواجہ محمد صدیق پشاور رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۲ھ/۱۶۸۱ء) یہ بھی بیان کرتے تھے کہ میرا ایک مخلص نو روز بیگ جو آپ کے دیدار سے مشرف ہو چکا ہے، بیان کرتا تھا کہ میں جلاؤ لکڑیاں بیل پر لاد کر لا رہا تھا کہ لکڑیوں کا گٹھا بیل پر سے زمین پر گر پڑا اور وہاں کوئی شخص نہ تھا جو اُسے گٹھے کو لادنے میں میری مدد کرتا۔ حیران و پریشان تھا اور اپنا کام نہ کر سکتا تھا۔ اتنے میں

حضرت کو دیکھا کہ وہ تشریف لائے اور لکڑیوں کا گٹھا لاددیا۔ اس کے بعد نظر سے غائب ہو گئے۔

موجودگی اور غیر موجودگی:

آپ کے ایک خادم نے بتایا کہ (ایک مرتبہ) ایک ملازمہ مکان کے اندر سے آئی اور کہا کہ آپ حضرت مجددؒ کے روضہ مبارک کے عقب میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اُن کو بلا لاؤ۔ جب میں روضہ منورہ کے احاطے میں آیا تو دیکھا کہ آپ کی جوتیاں دروازے پر رکھی ہوئی ہیں۔ میں روضہ مبارک کے پیچھے کی طرف گیا تو آپ کو وہاں نہ پایا۔ سب طرف نظر دوڑائی، لیکن نہ پایا۔ پھر روضہ مبارک کے عقب میں آ کر دیکھا تو آپ مراقبہ میں تھے۔ میں سخت حیرت میں تھا۔

نظر نہ آنا:

آپ کے ایک مرید بیان کرتے تھے کہ آپ مسجد کے اندر کے حجرے میں بیٹھے ہوئے تھے اور مجھے ایک کام کے لیے بھیجا تھا۔ جب میں واپس آیا تو دیکھا کہ حجرہ خالی ہے اور آپ وہاں مسجد میں نہیں ہیں۔ میں باہر آیا تو آپ نے حجرے میں سے آواز دی کہ اے فلاں یہاں آؤ۔ میں باہر آجانے کی وجہ سے معذرت خواہ ہوا اور بڑی حیرت ہوئی۔

گناہ سے حفاظت:

ایک دولت مند شخص جو آپ کا مرید ہو گیا تھا، بیان کرتا تھا کہ میں کچھ دنوں تک اپنے گھر والوں سے الگ تھا۔ اُن دنوں میں جس جگہ کہ میں تھا ایک گانے والی بری عورت بھی رہتی تھی۔ وہ بہت حسین وجمیل، جوان اور دلکش تھی۔ ایک رات وہ کمال مستی اور بے خودی میں آئی اور مجھے پکڑ لیا اور مجھ پر اس قدر غالب ہوئی کہ میں حیلے کر کے دفع کر رہا تھا، لیکن فائدہ نہ ہوا۔ ڈانٹ ڈپٹ سے بھی فائدہ نہ ہوا۔ جب اس کا اصرار بڑھا اور میرے نفس نے بھی غلبہ کیا اور میں نے بے اختیار ہو کر اس کے قرب کا ارادہ کیا تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ میرے اور اُس کے درمیان حائل ہیں، اُسے نیند آ گئی اور مجھ پر ہیبت طاری ہو گئی اور نفس کی سرکشی ختم ہو گئی۔ میں فی الفور اُٹھ کھڑا ہوا اور توبہ کی۔

خواب و بیداری:

آپ کے ایک نہایت مخلص مرید حضرت مولانا محمد حسن کابلی رحمۃ اللہ علیہ تھے، وہ بتاتے تھے کہ آپ رمضان المبارک کے آخر عشرے میں اعتکاف میں تھے۔ ایک دن چاشت کے وقت میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ کو سوتا ہوا پایا۔ مجھے خیال ہوا کہ آج آپ معمول سے زیادہ سو رہے ہیں اور یہ بھی گمان ہوا کہ یہ غفلت کی نیند ہے۔ اتنے میں آپ بیدار ہو گئے اور فرمایا:

سحر کرشمہ وصلش بخواب می دیدم

زہے مرات خوابے کہ بہ ز بیداری ست

یعنی: میں سحری کو اس کے وصل کا کرشمہ خواب میں دیکھ رہا تھا۔

اس خواب کے مراتب کیسے اچھے ہیں جو بیداری سے بہتر تھا۔

وسوسہ دور کرنا:

حضرت مولانا محمد محسن کابلی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ جس خلوت میں مجھے ذکر نفی و اثبات کی تعلیم دی تھی، آپ فرماتے تھے کہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کو اپنے دل میں سے گزارو اور اس کا طریقہ بھی سمجھایا تھا اور یہ بھی بتایا کہ تحت اللفظ کو بھی خیال میں لایا کرو کہ ''سوائے ذات پاک کے میرا کوئی مقصود نہیں''۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ کلمے کے معنی تو یہ ہیں کہ ''مقصود نہیں سوائے ذات پاک کے'' لفظ ''کوئی'' زیادہ ہے۔ یہ بات کئی مرتبہ میرے دل میں گزری، لیکن عرض کرنا گستاخی سمجھتا تھا۔ (آخر) آپ کو میرے دل کا حال ظاہر ہوا تو فرمایا کہ ''کیا تم نہیں جانتے کہ نکرہ کا نفی کے مقابل واقع ہونا عموم کا فائدہ دیتا ہے؟'' آپ کے اس ارشاد سے وہ خطرہ میرے دل سے دُور ہوا اور میرا اعتقاد آپ پر پہلے سے دس گنا زیادہ ہو گیا۔

طوفان کا ٹلنا:

حضرت حاجی نور الدین رحمۃ اللہ علیہ جو آپ کے مخلص تھے اور سخت ریاضات اور مجاہدات والے تھے، بیان کرتے تھے کہ اس زمانے میں جب کہ میں بیت اللہ اور روضہ رسول اللہ ﷺ کے لیے سفر پر تھا اور جہاز پر بیٹھا ہوا تھا کہ سخت اور تند لہروں کی وجہ سے جہاز غرق ہونے لگا۔

لوگ سخت پریشانی میں تھے اور ایک تہلکہ مچ گیا تھا، یہاں تک کہ لوگوں نے اپنا سامان سمندر میں پھینک دیا، تاکہ جہاز ہلکا ہو جائے اور غرق ہونے سے بچ جائے۔ اس اثناء میں میں نے مخدوم زادوں کا تصور کیا اور بہت تضرع کے ساتھ اُن سے التجا کی کہ مدد فرمایئے۔ بس تصور کرتے ہی دونوں صاحبزادے (محمد سعیدؒ اور محمد معصومؒ) تشریف لے آئے اور فرمایا کہ ''خاطر جمع رکھو کہ ہم لوگ تمہاری امداد کے لیے پہنچ گئے ہیں اور ان شآء اللہ یہ جہاز غرق نہ ہوگا۔'' جب یہ خوشخبری میرے دل کو پہنچی میں نے اعلان کر کے لوگوں سے کہا کہ ''آپ لوگ اپنا سامان سمندر میں نہ ڈالیں کہ ان شآء اللہ یہ جہاز غرق نہیں ہوگا۔ میرے بزرگوں نے مجھے ایسی خوشخبری سنائی ہے۔'' لیکن لوگوں کے خیال میں جہاز کا بچنا دُشوار معلوم ہو رہا تھا، میری بات پر انھوں نے یقین نہیں کیا، لیکن تھوڑی ہی دیر میں لہروں کا اُٹھنا بند ہو گیا اور جہاز ٹھہر گیا۔ پھر تو وہ لوگ ہمارے حضرات کے معتقد ہو گئے اور مجھ کمترین سے خلوص فرمانے لگے اور ہم سب لوگ وہاں سے خیر وعافیت کے ساتھ گزر گئے اور حج کے لیے پہنچ گئے۔[۶۷]

فصل دوازدہم:

ملفوظات گرامی

قبر جنت کا باغ ہونا:

آنحضرت ﷺ کی حدیث میں ہے کہ قبر بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ قبر کے باغ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ پردہ و مسافت جو زمین قبر اور بہشت کے درمیان ہوتا ہے، اُٹھ جاتا ہے اور دونوں جگہوں کے درمیان کوئی پردہ مانع نہیں رہتا۔ گویا زمین قبر و جنت کے ساتھ فنا و بقا حاصل ہو جاتی ہے۔ فافہم اور یہی معنی ہیں آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کے کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ جاننا چاہیے کہ اس قسم کا روضہ اخص خواص کے لیے ہے۔ ہر مومن کو حاصل نہیں۔ غایت مافی الباب جب مومنوں کی قبریں صفائی اور نورانیت پیدا کرتی ہیں تو اس امر کی استعداد حاصل ہو جاتی ہے کہ جنت کا پرتو ان قبروں پر منعکس ہوتا ہے اور صاف کردہ شیشہ کی مثل ہو جاتی ہیں۔ (مکتوبات جلد اوّل، مکتوب ۷۰)۔

درجہ کمال پر پہنچنے کا مدار:

ہمارے طریقہ میں درجہ کمال پر پہنچنے کا مدار شیخ مقتدا کے ساتھ رابطہ محبت پر موقوف ہے۔ طالب صادق اس محبت کے ذریعے جو شیخ سے رکھتا ہے، اس کے باطن سے فیوض و برکات حاصل کرتا ہے اور باطنی مناسبت سے ساعت بساعت اس کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے۔ مشائخ نے فرمایا ہے کہ فنافی الشیخ فنائے حقیقی کا پیش خیمہ ہے۔ اکیلا ذکر بغیر رابطہ مذکورہ اور بغیر فنافی الشیخ کے درجہ کمال پر پہنچانے والا نہیں۔ ذکر اگرچہ اسباب وصول سے ہے، لیکن اکثر رابطہ محبت و فنافی الشیخ کے ساتھ مشروط ہے۔ ہاں اکیلا رابطہ آداب صحبت کی رعایت اور شیخ کی توجہ اور التفات کے ساتھ بغیر التزام طریق ذکر کے درجہ کمال پر پہنچانے والا ہے اور سلوک وتسلیک

اختیاری میں جو دوسرے طریقوں سے وابستہ ہے، کام کا مدار وظائف اور اوراد واذکار پر ہے اور معاملہ کی بنیاد اربعینوں کی ریاضتوں پر ہے اور پیر طریقت واستفادہ انعکاسی ہے۔ شیخ مقتدا کی صحبت رعایت آداب کے ساتھ کافی ہے اور وظائف اذکار و طاعات بھی اشیا سے ممد معاون میں سے ہیں۔ حضرت خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات الزاکیات والتسلیمات والتحیات النامیات کی صحبت کمالات کے حصول میں بشرط ایمان وتسلیم اور فرمانبرداری کافی تھی۔ اس لیے اس طریق میں وصول کی راہ اور طریقوں سے زیادہ قریب تر ہے اور شیخ کامل مکمل سے فیوض و برکات حاصل کرنے میں جوان اور لڑکے اور بوڑھے اور زندے اور مردے برابر ہیں۔ اس طریقہ عالیہ میں جو اندراج نہایت اور بداہت پر متضمن ہے ریاضت سنت سنیہ کا اتباع اور بدعت ناپسندیدہ سے اجتناب ہے۔ اس طریقہ کے بزرگوں کا قول ہے۔ مصرعہ ''سایہ رہبر بہ از ذکر حق''۔ سایہ رہبر سے اشارہ طریقہ رابطہ کی طرف ہے، جس سے مراد شیخ کی صورت کا نگاہ رکھنا ہے، جیسا کہ اس طریق میں مقرر ہے۔ یعنی مبتدی طالب کے لیے طریقہ رابطہ ذکر سے زیادہ مفید ہے۔ اگرچہ ذکر بذاتِ خود شرافت وفضیلت رکھتا ہے۔ اس کا بیان یوں ہے کہ بیچارہ مرید چونکہ عالم سفلی میں گرفتار ہے، اس سبب سے عالم علوی سے مناسبت نہیں رکھتا، تاکہ حضرت باری تعالیٰ سے بغیر واسطہ کے فیوض و برکات اخذ کرے۔ ایک واسطہ دو جہت والا درکار ہے۔ جو عالم علوی سے بہرہ در ہو کر مخلوق کی دعوت وارشاد کے لیے عالم سفلی کی طرف متوجہ ہوا ہو اور بوجہ مناسبت اولیٰ کے عالم غیب سے فیوض اخذ کر کے بوجہ مناسبت ثانیہ کے جو عالم سفلی سے رکھتا ہے۔ ان فیوض کو لائق مریدوں تک پہنچائے۔ اس لیے طالب رشید شیخ کے ساتھ مناسبت کا وجود جس قدر زیادہ رکھتا ہو، اس کے باطن سے اسی قدر اخذ فیوض زیادہ کرے گا:

زاں روئے کہ چشم تست احول
معبود تو پیر تست اوّل

جو چیزیں کہ شیخ کے ساتھ مناسبت پیدا کرنے والی ہیں وہ یہ ہیں۔ ظاہر و باطن میں شیخ کی محبت اور اس کی خدمت اور آداب کی رعایت۔ آپ نے سنا ہوگا کہ کوئی بے ادب خدا تک

نہیں پہنچتا اور عبادات و عادات میں اس کی پیروی کرو اور اپنی مرادوں کو اس کی مرادوں کے تابع کرنا اور تمام امور میں اپنے آپ کو اس کے حوالہ کرنا جیسا کہ مردہ غسال کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ طریقہ رابطہ ان امور میں سب سے بڑا ہے اور شیخ کے ساتھ اشد مناسبت پیدا کرتا ہے اور امور مذکورہ کو آسان کرنے والا ہے جو مناسبت کے بہت پیدا کرنے والے ہیں۔ جب نسبت رابطہ کا غلبہ ہوتا ہے تو طالب اپنے آپ کو شیخ کا عین دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو اس کے لباس وصفت سے متصف پاتا ہے:

ازیں بتاں ہمہ در چشم من تو مے آئی
بہر کہ مے نگرم صورت تو مے بینم
(جلد اوّل، مکتوب ۷۸)

مرید کے احوال کا علم:

آپ نے لکھا تھا کہ پیر کا مریدوں کے حالات کو نہ جاننا باعث نقص ہے یا نہیں؟ آپ کو معلوم رہے کہ سلوک وتسلیک اختیاری میں پیر کو مرید کے احوال کا علم اور اسی طرح مرید کو اپنے احوال کا علم ضروری ہے اور ہمارے طریقہ میں جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طریقہ ہے ایسا علم نہ پیر کے لیے درکار ہے اور نہ مرید کے لیے، کیونکہ اس طریق میں افادہ واستفادہ انعکاسی اور انصباغی ہے۔ مرید اپنے شیخ کامل کی صحبت میں محبت وفنافی الشیخ کے مطابق ہر ساعت اس کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس صورت میں افادہ میں اور استفادہ میں اسے علم کی کیا حاجت ہے؟ خربزہ جو آفتاب کی حرارت سے پکتا ہے کیا ضرورت ہے کہ سورج کو یا خربزہ کو پکنے یا پکانے کا علم ہو؟ اس طریق میں مرید اپنے شیخ کے ساتھ وجوہ مناسبت جس قدر زیادہ پیدا کرتا ہے، اسی قدر اس کے حق میں انصباغی زیادہ ظاہر ہوتا ہے (جلد اوّل، مکتوب ۱۴۲)۔

قیوم کا مرتبہ:

قیوم اس عالم میں خدا جل وعلا کا خلیفہ اور اس کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اقطاب اور ابدال اس کے ظلال کے دائرہ میں مندرج ہیں اور افراد واوتاد اس کے کمال کے محیط میں داخل ہیں۔

عالم کے سب افراد اس طرف متوجہ ہیں۔ وہ جہان والوں کی توجہ کا قبلہ ہے۔ جانیں نہ جانیں، بلکہ جہان والوں کا قیام اس کی ذات سے ہے۔ اس لیے کہ عالم کے افراد چونکہ اسما وصفات کے مظاہر ہیں، کوئی ذات ان کے درمیان نہیں پائی جاتی۔ وہ سب کے سب اعراض واوصاف ہیں اور اعراض واوصاف کے لیے ذات اور جوہر کا ہونا ضروری ہے۔ تاکہ ان کا قیام اس کے ساتھ ہو۔ عادت اللہ یوں جاری ہے کہ ازمنہ دراز کے بعد ایک عارف کو ذات سے ایک نصیب عطا کیا جاتا ہے اور اس کو ایک ذات دی جاتی ہے، تاکہ وہ نیابت وخلافت کے طور پر اشیاء کا قیوم ہو جائے اور اشیاء اس کے ساتھ قائم ہوں (جلد اوّل، مکتوب ۸۶)۔

معرفتِ الٰہی کا حصول:

اس دار فانی میں بڑا مطلب حق جل وعلا کی معرفت کا حاصل کرنا ہے اور معرفت دو قسم کی ہے۔ قسم اوّل وہ معرفت ہے، جسے بڑے بڑے عالموں نے بیان کیا ہے۔ قسم دوّم وہ معرفت ہے کہ جس کے ساتھ صوفیہ کرام ممتاز ہیں۔ قسم اوّل نظر واستدلال سے وابستہ ہے اور قسم دوّم کشف وشہود سے۔ قسم اوّل دائرہ علم میں داخل ہے جو تصور وتعقل کی جنس سے ہے اور قسم دوّم دائرہ حال میں داخل ہے اور جنس تحقق سے ہے۔ قسم اوّل عارف کے وجود کے فانی کرنے والی نہیں اور قسم دوّم سالک کے وجود کے فانی کرنے والی ہے، کیونکہ اس طریق میں معرفت سے مراد معروف میں فنا ہے:

قرب نے بالا و پستی رفتن است
قرب حق از قید ہستی رستن است

قسم اوّل علم حصولی کی قسم سے ہے اور ادراک مرکب ہے اور قسم دوّم علم حضوری کی جنس سے ہے اور ادراک بسیط ہے۔ کیونکہ حاضر اس محل میں بجائے نفس سالک کے جو فانی ہو گیا ہے۔ حق سبحانہٗ ہے۔ قسم اوّل معرفت کا حاصل ہونا ہے۔ باوجود نفس کی منازعت وانکار کے، کیونکہ نفس اس جگہ میں صفات رذیلہ پر ہے اور امارگی اور سرکشی سے جو اس کی طبیعت میں ہے نہیں نکلا ہے اور نافرمانی اور سرکشی سے جو طبعی و پیدائشی ہے باز نہیں آیا ہے۔ اس محل میں اگر ایمان ہے تو صورت ایمان ہے اور اگر اعمال صالح ہیں صورت اعمال ہیں۔ کیونکہ نفس اب تک

اپنے کفر پر ہے اور اپنے مولا سے عداوت کرنے پر قائم ہے۔ حدیث قدسی میں ہے ''تو اپنے نفس سے عداوت کر، کیونکہ وہ مجھ سے عداوت کرنے پر قائم ہے۔'' اس لیے اس ایمان کو ایمان مجازی کہتے ہیں۔ ایمان زوال وخلل سے محفوظ نہیں ہے۔ المجاز یغنی مشہور ہے اور معرفت کی قسم دوّم چونکہ سالک کے وجود کے فانی کرنے والی ہے اور نفس کے مطیع ہونے کا نتیجہ دینے والی ہے، اس لیے اس محل کا ایمان زوال وخلل سے محفوظ ہے۔ اس جگہ میں حقیقت ایمان ہے اور اعمال صالح کی حقیقت اس محل میں ثابت ہے۔ حقیقت نیست نہیں ہوا کرتی بقا اس کو لازم ہے۔ گویا اس حدیث نفیس اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا لَّیْسَ بَعْدَہٗ کُفْرٌ (یعنی: اے اللہ! میں ایسے ایمان کا سوالی ہوں جس کے بعد کفر نہ ہو) اور آیہ کریمہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (سورۃ النساء، آیت ۱۳۶ یعنی: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ) میں اسی ایمان کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اسی معرفت کے طالب تھے کہ باوجود علم واجتہاد کے حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی رکاب میں چلتے تھے۔ لوگوں نے ان سے سبب پوچھا تو فرمایا کہ اس کو خدا کی پہچان مجھ سے بہتر ہے۔ حضرت امام اعظم کوفی قدس سرہ اپنی عمر کے اخیر دو سال میں کہ اجتہاد واستنباط کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ چنانچہ خواب میں فرمایا: ''اگر دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا۔'' اسی معرفت کی تحصیل وتمیم میں تھے اور اسی ایمان کی تکمیل میں تھے جو اس معرفت کا ثمرہ ہے۔ ورنہ وہ اعمال میں بڑا پایہ رکھتے تھے۔ کون سا عمل ہے جو اجتہاد واستنباط کے درجہ کو پہنچتا ہے اور کون سی طاعت ہے جو درس وتدریس کی ہم پایہ ہے؟

ایمان کی قبولیت:

جاننا چاہیے کہ کامل طور پر اعمال کی قبولیت کمال ایمان کے اندازہ کے موافق ہے اور اعمال کی نورانیت کا کمال اخلاص سے ہے۔ ایمان واخلاص جس قدر زیادہ ہوں گے۔ اعمال کی نورانیت وقبولیت اور کمال اُسی قدر زیادہ ہوگا اور ایمان واخلاص کا کمال معرفت پر موقوف ہے۔ چونکہ یہ معرفت وایمان حقیقی فنا اور موت قبل الموت سے وابستہ ہے۔ اس لیے جس کا قدم فنا میں زیادہ محکم ہوگا۔ وہ ایمان میں زیادہ کامل ہوگا۔ اسی وجہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا

ایمان اُمت کے ایمان پر راجح نکلا۔ حدیث میں ہے: ''اگر ابوبکر کا ایمان میری اُمت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکرؓ کے ایمان کا پلڑا بھاری ہوگا۔'' کیونکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ فنا میں فرد کامل تھے۔ یہ حدیث: ''جو شخص مردہ کو روئے زمین پر چلتا ہوا دیکھنا چاہے، وہ ابوقحافہؓ کے بیٹے کو دیکھ لے۔'' اسی مطلب کی تائید کرتی ہے۔ کیونکہ فنا اگرچہ تمام صحابہ کرامؓ کو حاصل تھی، مگر باوجود اس کے حصول فنا کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تخصیص اس امر کی دلیل ہے کہ یہ خوبی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں بدرجہ کمال تھی۔

حاصل کلام:

اس طوالت کلام سے مقصود یہ ہے کہ ہوش مندوں اور داناؤں پر لازم وضروری ہے کہ اپنی حالت پر بخوبی غور کریں۔ جس شخص کو معرفت مذکورہ بالا حاصل ہے اُس کے لیے خوشی و بصارت ہے، کیونکہ اُس کی پیدائش سے جو مقصود تھا وہ بجالایا اور اُس نے بمقتضا اس آیت کے زندگانی کی۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ (سورۃ الذّٰریٰت، آیت ۵۶، یعنی: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں) سے مراد لِيَعْرِفُوْنَ (یعنی: میری معرفت حاصل کریں) ہے۔ کیونکہ کمال عبادت معرفت سے وابستہ ہے اور جس شخص کو یہ معرفت حاصل نہیں، اُسے چاہیے کہ اس کی طلب میں جان سے کوشش کرے اور جہاں مطلوب کی کچھ بو پائے، اس کے پیچھے ہولے۔ افسوس ہے کہ اس دار فانی میں جو کچھ انسان سے مطلوب ہے، وہ بجانہ لائے اور دوسرے کاموں میں مشغول ہوجائے اور جس چیز کی تخریب کے لیے مامور ہے، اُسے تعمیر کرنے۔ کل کو کس منہ سے اور کون سے عذر کے ساتھ لب کشائی کرے گا؟

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند
تا دامن قیامت ایں غم بما بماند
(جلد ثانی، مکتوب ۱۱)

موجود حقیقی:

موجود حقیقی ایک سے زیادہ نہیں جو بزرگ و پاک ہے۔ اور ماسوا جسے عالم کہا جاتا ہے معدوم ہے۔ موجود نما یعنی افرادِ عالم کے حقائق اعدام ہیں۔ وہ اعدام اپنے آئینوں میں کمالات وجودی کے انعکاس کے سبب سے ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ موجود ہیں۔ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ (سورۃ الکہف، آیت ۱۸۔ یعنی: اور تم ان کو خیال کرو کہ جاگ رہے ہیں، حالانکہ وہ سوتے ہیں) مقرر و ثابت ہے کہ وجود ہر خوبی و کمال کا مبداء ہے اور عدم ہر برائی اور نقص کا منشاء ہے۔ پس خوبی و کمال سب حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف عائد ہے اور برائی اور نقص سب ممکن کی طرف راجع ہے۔ آیہ کریمہ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ (سورۃ النساء، آیت ۷۹۔ یعنی: تجھ کو جو فائدہ پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو نقصان پہنچے وہ تیری ہی شامت اعمال کی وجہ سے ہے) اسی مضمون کی تائید کرتی ہے۔ سنئے جب حقائق ممکنات کی حقیقت اعدام ہیں جو کمالات وجود کے انعکاس سے وجود نما ہو گئے ہیں تو عالم وجود ایسے مرتبہ میں ہے، جو مرتبہ وہم کے مشابہ ہے اور اُس کا وجود واجب تعالیٰ کے وجود کے سامنے موہومات و متخیلات میں داخل ہے۔ آیہ کریمہ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (سورۃ القصص، آیت ۸۸۔ یعنی: اس کی ذات پاک کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے) اس کی دلیل ہے اور وہ جو میں نے مرتبہ وہم کے مشابہ کہا۔ اُس کی وجہ یہ کہ وہ وہم کی ارتفاع سے مرتفع نہیں ہوتا اور معاملہ ابدی اور عذاب اور ثواب دائمی اس سے وابستہ ہے۔ پس عالم کی نسبت واجب جل وعلا کے ساتھ ایسی ہے، جیسا کہ موہوم کو موجود کے ساتھ ہوتی ہے اور معلوم ہے کہ موہوم کو موجود کے ساتھ کوئی تدافع نہیں اور موجود کے لیے موہوم سے کوئی حد و نہایت نہیں۔ کیونکہ موجود ایسے مرتبہ میں ہے کہ اُس مرتبہ میں موہوم کا کوئی نام و نشان نہیں:

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

(جلد ثانی، مکتوب ۱۰۸)

پرہیز کی بات:

اے بھائی! ناجنس اور مخالف طریقہ کی صحبت سے پرہیز کر اور بدعتی کی مجلسوں سے بھاگ۔ حضرت یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''تو تین قسم کے لوگوں کی صحبت سے پرہیز کر غافل علماء، مداہنت کرنے والے قاری، جاہل صوفی سے''۔ جو شخص کہ شیخی کی مسند پر بیٹھا ہے اور اُس کا عمل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق نہیں اور وہ زیور شریعت سے آراستہ نہیں۔ پناہ ہزار پناہ اُس سے دور رہ۔ بلکہ اُس شہر میں نہ رہ جہاں وہ رہتا ہے۔ مبادا کہ زمانہ گزرنے پر تیرے دل میں اُس کی طرف میلان پیدا ہو جائے اور وہ تیرے کارخانہ میں خلل ڈال دے۔ کیونکہ وہ مقتدا بننے کے لائق نہیں۔ وہ پوشیدہ چور ہے اور شیطان کا جال ہے۔ اگرچہ تو اُس سے طرح طرح کے خوارق دیکھے اور بظاہر دنیا سے بے تعلق پائے۔ تو اُس کی صحبت سے اِس سے بھی زیادہ بھاگ کہ شیر سے بھاگتا ہے (جلد ثانی، مکتوب ۱۰۰)۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ:

اس وقت کے اکثر خام صوفی اور ملحد کافروں کے ساتھ دوستی رکھنے سے نہیں ڈرتے اور کہتے ہیں کہ فقیری کا راستہ کسی کے ساتھ بگاڑ پیدا کرنا نہیں ہے۔ سبحان اللہ! حضور سرور انبیاء اور رئیس فقراء واولیاء علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کہ جن کا قول ہے اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ (یعنی: فقر میرا فخر ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ ''اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کر اور ان پر سختی کر'' اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ پسندیدہ بھی کافروں سے درشتی و جنگ کرنا تھا۔ یہ عجب فقراء ہیں کہ جناب پیغمبر خدا، (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اپنے پیشوا کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرتے ہیں اور حضرت کے طریقہ پسندیدہ کے خلاف کرتے ہیں۔ جس سے ضلالت وگمراہی کی زیادتی ہی ہوگی۔ فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ ۔ کفار بے شک خدا کے دشمن ہیں، جیسا کہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ یہ دوستی کا عجب دعویٰ ہے کہ اُس کے دشمنوں سے دوستی رکھتے ہیں اور بیزاری ظاہر نہیں کرتے۔ اگر کافر و فاسق لوگ خدا کے مبغوض اور دشمن نہ ہوتے تو بغض فی اللہ دین کے واجبات سے نہ ہوتا اور افضل مقربات اور مکمل ایمان نہ ہوتا اور حصولِ ولایت ورضا قرب حق سبحانہٗ کا سبب نہ ہوتا (جلد ثالث، مکتوب ۵۵)۔

وحدت وجود:

صوفیاء کرام کے مسلک پر وحدت وجود یہ ہے کہ سالک ممکن کے وجود کو واجب تعالیٰ کے وجود کے ساتھ متحد دیکھے اور اطلاق وتقید کا فرق سمجھے:

چیزیکہ مقید بود از روئے جہاں
واللہ کہ ہماں زوجہ اطلاق حق است

پس اس صورت میں ممکن وواجب تعالیٰ کے درمیان اتحاد ذاتی ہوگا۔ اگر مغایرت ہے تو اعتباری ہے اور ہمارے مسلک پر وحدت وجود اس معنی میں ہے کہ وجود اور کمالات تابع وجود حضرت رب معبود کا خاصہ ہے اور ممکن کی ذات عدم ہے، جو آئینۂ عدم میں کمالات وجودی کے منعکس ہونے کے سبب سے موجود نما ہوگئی ہے۔ پس ممکن اور واجب جل وعلا کے درمیان اتحاد ثابت نہ ہوا۔ اس مقام کی تفصیل حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات ورسائل سے واضح وظاہر ہے۔ (جلد ثالث، مکتوب ۳۷)۔

حروف مقطعات اور آیات متشابہات کا علم:

آپ نے قرآن کے حروف مقطعات اور آیات متشابہات کی نسبت سوال کیا تھا اور اس کا حل طلب کیا تھا۔ مخدوما! متشابہات میں طریق اسلم یہ ہے کہ ہم ان پر ایمان لاتے ہیں اور ان کا علم حق سبحانہٗ کے حوالے کرتے ہیں۔ یہ حق سبحانہٗ کے اسرار ہیں، جو اُس نے اپنے اخص خواص بندوں کو بتائے ہیں اور رمز واشارہ سے کلام کیا ہے اور نامحرموں سے پوشیدہ رکھا ہے۔ جس شخص پر اس معمہ کا راز کھل گیا ہے، اُس نے ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کی اور ان اسرار کے لکھنے اور بتانے کی دلیری نہیں کی۔ اس کا حل تفسیر بیضاوی اور تفسیر مدارک سے کس طرح ہوسکتا ہے اور یہ عقیدہ اس نادان مسکین سے کیسے کھل سکتا ہے؟ معذور رکھئے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (جلد ثالث، مکتوب ۱۸۳)۔

فصل سیزدہم:

حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے خلفائے عظام

ایک جہان آپ کے فیض و برکات سے مستفیض ہوا اور ہر ایک نے اپنی ہمت کے مطابق فیض پایا نو لاکھ آدمیوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور سات ہزار سالکین نے آپ سے اجازت و خلافت کا شرف حاصل کیا۔ آپ کے چند خلفائے عظام کا تذکرہ یہاں پیش ہے:

حضرت شیخ آدم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب:

آپ کا نام نامی آدم، لقب مخدوم اور والد بزرگوار کا نام شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (م ۱۳ھ/۶۳۴ء) سے ملتا ہے۔

علم وفضل:

آپ علم وفضل میں کمال رکھتے تھے۔ ہر عریضہ جو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی خدمت میں لکھا، وہ عربی میں لکھا جس کا حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فصیح عربی میں جواب تحریر فرمایا۔ آغاز ہی سے انھیں علم عمیق کی توفیق ہوئی۔ ٹھٹھہ سے ملتان تک سندھ بھر کے علماء وفضلاء میں ممتاز تھے۔ اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) علماء و فضلاء کا بڑا قدر دان تھا۔ اس طرح آپ علماء کی ایک جماعت کے ہمراہ شاہجہان آباد (دہلی) روانہ ہوئے۔ مکتوبات معصومیہ دفتر دوم کے مکتوب ۵۹، ۶۳، ۶۷ اور ۷۷ آپ کے نام ہیں۔

سرہند شریف حاضری:

آپ بارہا اپنے وطن مالوف سے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سوائے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے کوئی دوسرا شغل نہ تھا۔ آپ کا یہ انداز حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو بہت پسند آیا۔

بارِ اوّل شاہجہان آباد (دہلی) جاتے ہوئے سرہند شریف سے گزرتے ہوئے حسن اتفاق سے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی زیارت و ملاقات کا شرف نصیب ہوا۔ آپ کی علو استعداد ملاحظہ فرما کر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ساتھ احترام سے پیش آئے، نیز آپ سے ارشاد فرمایا:

> ''اگر پسند کریں اور میرے بچوں کی تعلیم وتربیت کے فرائض انجام دیں تو میں آپ کے اہل وعیال کے تمام اخراجات کی کفالت کروں گا۔''

آپ نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس پیشکش کو قبول کر لیا اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان کی تعلیم وتربیت میں مصروف ہوگئے۔

بیعت طریقت:

ایک روز حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے مشفقانہ انداز میں آپ سے ان آیات مبارکہ کی تفسیر دریافت فرمائی:

وَالطُّوْرِ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ وَّالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ

(سورۃ الطور، آیت ۱-۴)

یعنی: (کوہ) طور کی قسم اور کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے، کشادہ اوراق میں اور آباد گھر کی۔

آپ نے بڑی وضاحت سے ان کی شرح بیان کی۔ اس دوران حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ پر ایک توجہ خاص ڈالی، جس سے متاثر ہو کر آپ نے فوراً حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔

خلافت واجازت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے بیعت ہونے کے بعد سات برس تک آپ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے فیوض و برکات سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ اخذ وکسب کرتے رہے۔

نیز حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کے بعد حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء)) سے بھی فیض حاصل کیا۔

آپ نے باطنی سلوک کی تکمیل کے بعد اجازت وخلافت کا شرف پایا اور خلافت قیومیت کے مستحق ہوئے۔ ساتھ ہی پیرومرشد نے آپ کو اپنے وطن مالوف ٹھٹھہ جا کر خلق خدا کی رشد و ہدایت کا فریضہ ادا کرنے کا حکم فرمایا۔ اس پر آپ نے عرض کیا:

> ''تعمیل ارشاد تو میرا فریضہ ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ سندھ میں اس قدر مشائخ ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے میری طرف کون رجوع کرے گا؟''

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

> ''اگر سارا سندھ بھی مشائخ سے بھرا ہوا ہو تو مضائقہ نہیں۔''

اس طرح اپنے وطن کی قطبیت بھی آپ سے متعلق ہوگئی۔ آپ نے اپنے ایک مکتوب شریف (۹۰۲ھ/ ۱۴۹۷ء) میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ طریقہ عالیہ صوفیہ کس طرح رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تک واصل ہوتا ہے؟ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا:

> ''اس میں سے کچھ بھی خود ساختہ نہیں''۔ نیز فرمایا کہ باطنی اسرار کے معارف بھی علوم ظاہری کی طرح حضرت محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم (تک واصل ہوتے ہیں)۔ طالبین کو ان دونوں علوم میں کبھی کامل سیر (طمانیت) نہیں ہوئی۔''

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج واشاعت:

آپ اپنے پیر ومرشد کے حکم سے ٹھٹھہ (سندھ) میں تشریف لائے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج واشاعت میں مشغول ہوگئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے تشنگانِ حق اطراف و جوانب اور دور ونزدیک سے آپ کے پاس آنے لگے، جن میں بڑے بڑے علما وفضلاء اور مشائخ بھی شامل تھے۔ آپ نے سب کو فیوض وبرکات سلسلہ سے مالا مال فرمایا۔ آپ سے پہلے سندھ میں سلسلہ قادریہ اور سہروردیہ رائج تھا۔ آپ نے سب سے پہلے اس سرزمین میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج واشاعت فرمائی۔ آپ کے مریدوں کی تعداد ہزاروں میں تھی۔

سفرِ آخرت:

آپ نے ۱۰۶۶ھ/ ۵۶-۱۶۵۵ء میں وصال فرمایا۔ آپ کا مزار انور قبرستان مکلی، ٹھٹھہ (سندھ) میں ہے۔ مزار مبارک کے کتبہ پر تاریخ ولادت ووفات درج نہیں۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً

اولادِ امجاد:

آپ کے تین صاحبزادے تھے، جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

① حضرت مخدوم فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۲ھ/ ۶۲-۱۶۶۱ء)۔

② حضرت مخدوم ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ۔

③ حضرت مخدوم اشرف رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مخدوم ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مخدوم اشرف رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی خدمت میں فیض پایا، مگر اپنے والد بزرگوار حضرت مخدوم آدم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کے پانچ برس بعد رحلت فرما گئے۔

خلفائے عظام:

آپ کے خلفاء میں درج ذیل حضرات گرامی کے نام شامل ہیں:

① مخدوم فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۲ھ/۶۲-۱۶۶۱ء) آپ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔
② حضرت شیخ محمد ابراہیم روہڑی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۳۸ھ/۱۷۲۶ء)۔
حضرت شیخ ابوالقاسم المعروف بہ حضرت نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۳۸ھ/۱۷۲۶ء)۔
③ حضرت سید فتح محمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ۔
④ حضرت مخدوم ذولہاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں آپ سے فیض پایا۔
⑤ حضرت شیخ انس رحمۃ اللہ علیہ۔
⑥ حضرت شیخ ابوالقاسم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ شروع میں حضرت مخدوم آدم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۶۶ھ/ ۵۶-۱۶۵۵ء) کے بیعت ہوئے۔ بعدازاں سرہند شریف حاضری دی اور حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) سے سلسلہ نقشبندیہ عالیہ مجددیہ کی تکمیل کی اور پھر اجازت وخلافت کا شرف پایا۔ اس کے بعد سندھ واپس آئے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج واشاعت میں سخت محنت وریاضت کی۔ ہر روز مزدوروں، معماروں اور لکڑی بیچنے والوں کو بلاتے اور دن بھر انھیں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے ذکر واشغال میں مصروف رکھتے اور شام کو مقررہ اجرت کے مطابق رقم عطا فرماتے۔ بعدازاں آہستہ آہستہ پڑھے لکھے اور دوسرے لوگ بھی آپ کے پاس آکر داخل سلسلہ ہونے لگے اور ایک وقت آیا کہ دور ونزدیک میں آپ کی شہرت پھیل گئی۔

آپ نے ۷ شعبان ۱۱۳۸ھ/ ۳۰ مارچ ۱۷۲۶ء کو رحلت فرمائی اور قبرستان مکلی، ٹھٹھہ (سندھ) میں حضرت مخدوم آدم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہی آسودہ خاک ہوئے۔ آپ کا مزار مرجع الخلائق ہے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة

حضرت شیخ ابوالقاسم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور خلفاء درج ذیل ہیں:
(الف) حضرت مخدوم معین الدین ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۸ء)
(ب) حضرت شیخ محمد ابراہیم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۳۸ھ/ ۱۷۲۶ء)، روہڑی سکھر۔
(ج) حضرت میاں محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ۔[۸۷]

حضرت حافظ ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

خلافت:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے بڑے خلفاء میں سے تھے۔ پیر و مرشد نے آپ کو اجازت وخلافت سے مشرف فرما کر اپنے وطن مالوف ترکستان روانہ فرمایا۔

رشد وہدایت:

ترکستان پہنچ کر آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج واشاعت میں مصروف ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوب قبولیت عطا فرمائی۔ خاص وعام کے علاوہ وہاں کا بادشاہ بھی آپ کے دست مبارک پر بیعت ہو گیا۔

کرامت:

ایک روز بادشاہ آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اسی دوران شاہی خادم بادشاہ کے لیے تازہ انگور لایا۔ بادشاہ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا:

''حضرت! یہ انگور تو زمرد کے مشابہ ہیں۔''

آپ نے فرمایا:

''کیا تم چاہتے ہو کہ یہ زمرد بن جائیں؟''

بادشاہ نے عرض کیا:

''اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔''

پس آپ نے دعا فرمائی، جس کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ انگور زمرد بنا دیے۔[۹۷۰]

حضرت مخدوم زادہ شیخ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ

نسب:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے صاحبزادے حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۲۱ھ/ ۱۷۰۹ء) کے بڑے صاحبزادے تھے۔

تعلیم وتربیت:

آپ نے ظاہری علوم اپنے والد بزرگوار اور چچاؤں سے حاصل کیے۔ حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء) کے داماد اور حضرت شیخ محمد عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) کے متبنیٰ تھے۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) کی خانقاہ کے میر سامان بھی رہے۔ حضرت خواجہ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۶ء) کے شاگرد خاص تھے اور اپنے مکرم چچا حضرت خواجہ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۳۰ھ/ ۱۷۱۸ء) کے ہم عمر تھے۔

خلافت:

آپ نے باطنی سلوک کی تکمیل حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) سے کی اور اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔

سفرآخرت:

آپ نے ۱۰۸۱ھ/ ۷۱-۱۶۷۰ء میں وصال فرمایا اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے گنبد میں چبوترے کے باہر جنوب کی طرف آسودہ خاک ہوئے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے گنبد میں سب سے پہلی قبر آپ ہی کی بنی۔ آپ لاولد تھے۔[۸۰]

حضرت مولانا شیخ ابوالمظفر حنفی نقشبندی برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ

مولد ومسکن:

آپ کا مولد ومسکن برہانپور (ہندوستان) تھا۔ آپ برہانپور کے اکابر شرفاء اور دکن کے روساء میں سے تھے۔

خاندان:

دکن کے تمام تذکروں میں آپ کے جد بزرگوار حضرت شیخ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام ''شیخ علیم اللہ محدث عباسی رحمۃ اللہ علیہ'' لکھا ہے، جو اپنے علاقہ کے مشہور مشائخ میں سے تھے۔

وہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ (م ۳۲ھ/۶۵۳ء) کی اولاد میں سے تھے۔ یورپ کے رہنے والے تھے۔ حج بیت اللہ کے سفر میں برہانپور میں قیام کیا۔ حرمین شریفین میں دو برس قیام رہا۔ اس دوران یہاں کے علماء خاص کر حضرت شیخ ابن حجر شافعی مکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ/ ۱۴۴۹ء) سے مستفیض ہوئے اور حدیث کی سند حاصل کی۔ حضرت شیخ عیدروس رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عیدروسیہ میں خلافت کا شرف پایا۔ زیارت حرمین شریفین سے فراغت کے بعد واپسی پر برہانپور میں مستقل رہائش پذیر ہو گئے اور یہاں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا، جسے خوب قبولیت نصیب ہوئی۔ ابراہیم عادل شاہ کی فرمائش پر برہانپور سے بیجاپور میں آ گئے اور صدر مدرس کے عہدے پر تقرر ہوا۔ ۱۱ ذی الحجہ ۱۰۲۴ھ/ ۲۲ دسمبر ۱۶۱۵ء کو رحلت فرمائی۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ حضرت شیخ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ گمان ہے کہ اوّل الذکر جو عالم وعارف تھے، ہی آپ کے والد بزرگوار تھے۔

پہلی ارادت:

آپ علم وفضل میں کمال رکھنے کے ساتھ ساتھ وجاہت ظاہری (امارت) کے بھی حامل تھے۔ شروع میں آپ معروف شیخ طریقت حضرت شیخ عبداللطیف برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۶۶ھ/ ۱۶۵۵ء) سے وابستہ رہے اور بعدازاں حضرت شیخ میرزا امان اللہ برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ سے ارادت

کا سلسلہ قائم رہا۔اس کے بعد حضرت خواجہ محمد معصوم ؒ(۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی خدمت میں حاضر ہو کر باطنی سلوک کی تکمیل کی۔

خواب:

آپ نے ایک بار خواب دیکھا کہ بہت ہی زیادہ اولیائے اُمت۔ مکہ مکرمہ میں موجود ہیں اور یوں لگتا ہے کہ وہ کسی بزرگ کے انتظار میں ہیں۔ اسی دوران ایک بزرگ تشریف فرما ہوئے تو حاضرین ادب سے کھڑے ہو گئے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ بزرگ حضرت خواجہ محمد معصوم (ؒ) ہیں۔

بیعت طریقت:

آپ اس خواب سے متاثر ہو کر تقریباً ۱۰۳۸ھ/ ۲۹-۱۶۲۸ء میں سرہند شریف آ کر حضرت خواجہ محمد معصوم ؒ(م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے دست مبارک پر بیعت ہو گئے۔

خلافت:

طویل مدت تک پیرومرشد کی خدمت میں رہ کر فیوض و برکات سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ اخذ وکسب کرتے رہے۔ مقامات سلوک طے کر چکے تو حضرت خوجہ عبید اللہ ؒ(م ۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) نے آپ کی سفارش فرمائی۔ جس پر حضرت خواجہ محمد معصوم ؒ(م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے آپ کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرما کر برہانپور (ہندوستان) روانہ فرمایا۔ آپ حضرت خواجہ ؒ کے بڑے خلفاء میں شامل تھے۔ حضرت خواجہ ؒ کے وصال مبارک کے بعد مخدوم زادگان کے ساتھ تعزیت اور فاتحہ خوانی کے لیے سرہند شریف حاضر ہوئے۔ آپ کو حضرت خواجہ ؒ کی زندگی میں ہی مخدوم زادہ حضرت محمد عبید اللہ ؒ(م ۱۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) سے زیادہ اخلاص ومحبت تھی۔

ترویج سلسلہ:

برہانپور (ہندوستان) میں مقیم ہو کر آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج و اشاعت شروع فرمائی اور جلد ہی مقبولیت عامہ نصیب ہوگئی۔ ہزاروں لوگوں نے آپ سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ حاصل کیا۔ آپ اپنے علاقہ کے عظیم المرتبت شیخ بنے۔

بشارت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے حضرت میرزا امان اللہ برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مکتوب شریف تحریر فرمایا، جس میں آپ کے بارے میں یوں تحریر فرمایا:

> ''جو کچھ آپ نے مولانا ابوالمظفر نبیرہ شیخ علم اللہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی رَحْمَۃً وَّاسِعَۃ کے بارے میں دیکھا ہے کہ ''گویا حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) ان کی طرف متوجہ ہوئے اور جو لباس وہ پہنے ہوئے تھے (اس سے) عریاں ہو گئے اور ان کو دوسرا لباس پہنایا گیا اور حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) نے فرمایا کہ ان کے ورق کو پلٹ دیا گیا ہے اور دوسرے واقعہ میں حضرت نے فرمایا کہ ہم نے ان کو اپنے ساتھ لے لیا ہے۔ اس کے بعد ان کا معاملہ دوسرا ہوگا۔'' بہت مبارک ہے، اُمید ہے کہ حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کی نسبت سے وافر حصہ حاصل کریں گے۔''

سفر آخرت:

برہانپور (ہندوستان) میں آپ کے کئی تصرفات اور کرامات مشہور تھیں۔ آپ نے ۱۱۰۸ھ/ ۹۷-۱۶۹۶ء میں برہانپور میں رحلت فرمائی اور وہیں آسودہ خاک ہوئے۔ صاحب روضۃ القیومیہ نے سال وفات ۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء نقل کیا ہے۔ برہانپور کی عیدگاہ کے قریب آپ کا مزار مرجع الخلائق ہے۔ فَرَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃ

اولاد امجاد:

آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ جو کامل انکساری کے حامل تھے۔ دقیق کتب کی تدریس کرتے تھے۔ انہوں نے حضرت خواجہ محمد نقشبند (م۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء) سے خلافت پائی تھی۔

خلفاء:

کئی حضرات نے آپ سے اجازت وخلافت پائی، جن میں حضرت شیخ سیّد عنایت اللہ بن سیّد محمد بالا پوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۷ھ/ ۶-۱۷۰۵ء) اور حضرت شیخ حسین عشاق رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔[۸۱]

حضرت خواجہ احمد بخاری رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب:

حضرت خواجہ احمد بخاری بن خواجہ خاوند محمود عطاری نقشبندی بخاری رحمۃ اللہ علیہ اکابر عصر میں سے تھے۔

ہندوستان آمد:

آپ بادشاہ توران عبدالعزیز کی ایلچی گیری میں ہندوستان آئے اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے مرید بنے۔ آپ سے کسب فیض کیا اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے مقامات طے کر کے آپ سے اجازت وخلافت پائی۔

ترویج سلسلہ:

آپ نے خلق خدا کو خوب رشد وہدایت فرمائی۔ آپ کے مریدین میں صاحبان کشف و کرامات ہوئے ہیں۔

سفر آخرت:

آپ نے شعبان ۱۰۷۲ھ/ مارچ، اپریل ۱۶۶۲ء میں لاہور میں رحلت فرمائی اور وہیں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً [۸۴]

حضرت خواجہ ارغوان خطائی رحمۃ اللہ علیہ

خلافت:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے بڑے خلفاء میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرماتے ہوئے ملک خطا (چین) روانہ فرمایا۔

ترویج سلسلہ:

خطا (چین) میں آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج واشاعت کے لیے بڑی خدمات سرانجام دیں۔ آپ کی کوششوں سے دین اسلام کو خوب فروغ ہوا۔ اس علاقے کے سرداراور سرکش نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام قبول کیا اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کا شرف پایا۔ آپ کے صبح وشام کے حلقہ میں ہزاروں ارادتمند شامل ہوتے تھے۔ [۸۳]

حضرت میرزا امان اللہ برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے خلفاء میں شامل ہیں۔ حضرت خواجہ کے مکتوب گرامی (دفتر ۳: مکتوب ۴۰) بنام مکتوب زادہ حضرت شیخ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۰ھ/ ۱۷۱۸ء) سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت میرزا امان اللہ بیگ برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۵۷ھ/ ۱۶۴۷ء میں باقاعدہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بہت جلد باطنی ترقی حاصل کی اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے عروج کی تصدیق فرمائی۔ نیز حضرت میرزا امان اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حج بیت اللہ کا سفر بھی کیا۔ مکتوبات معصومیہ کے مکتوب ۲۴، ۶، ۷، ۱۸۶، ۲۰۵، ۲۲۷ آپ کے نام ہیں۔ آپ کے خاندان کے سب حضرات سرہند شریف سے منسلک تھے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو کثیر بشارات عطا فرمائیں۔ ایک مکتوب گرامی میں آپ کو یوں تحریر فرماتے ہیں:

''اور وہ واقعہ جس میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام حضرات نے آپ کو کعبہ معظّمہ کے اُوپر لے لیا اور کعبہ معظّمہ کی دیوار کو پورا کرنے کا حکم فرمایا اور فرمایا (یہ کام) تجھ سے متعلق ہے اور تکمیل کے بعد ان حضرات نے فرمایا کہ جامہ (غلافِ کعبہ) بھی تو ہی پہنا۔ آپ نے ان حضرات کی امداد سے کعبہ معظّمہ کو جامہ مبارک (غلاف) پہنایا۔ اس کے بعد سب حضرات نے مبارک باد دے کر مصافحہ کیا۔'' بہت اعلیٰ ہے۔ اس سے کعبہ معظّمہ کے ساتھ کامل مناسبت معلوم ہوتی ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس کی حقیقت سے کچھ حصہ عطا فرمائے۔'' (چند سطور کے بعد آپ ایک اور واقعہ تحریر فرماتے ہیں):

''میں دیکھتا ہوں کہ فقیر کا حلیہ بعینہٖ حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدس سرہ کا حلیہ ہے اور یہ حالت واضح طور پر نظر آئی، حیرت بہت بڑھ گئی کہ یہ کون دیکھتا ہے اور کس چیز کا مشاہدہ کرتا ہے؟ حضرت فرماتے ہیں حقیقت میں دونوں ایک ہی ہیں جیسا کہ نظر آ رہا ہے۔'' (حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ جواب میں تحریر فرماتے ہیں): ''میرے مخدوم! جو کچھ آپ نے واقعہ میں دیکھا ہے، اگر خارج میں ایسا ہو تو یہ قطب الاقطاب کا مقام ہے اور تمام عالم کا اس

طرح پر توجہ کر، اس سے تعلق رکھتا ہے۔اس کا لب لباب یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے مرید صادق فنائی الشیخ ہونے کی وجہ سے شیخ کی مخصوص حالت کو اپنے اندر محسوس کرتا ہے اور شیخ کے ساتھ اتحاد پیدا کر لینے کے وقت اپنے آئینے میں شیخ کے کمالات کو مطالعہ کرتا ہے۔''

سفرآخرت:

آپ نے برہانپور (ہندوستان) میں وصال فرمایا اور یہیں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة

اولا دامجاد:

آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ محمد برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے مرید تھے، جو حج بیت اللہ کے لیے گئے اور وہاں انتقال فرما گئے۔ حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) نے اورنگ زیب عالمگیرؒ (م۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کو ایک مکتوب شریف تحریر فرمایا، جس میں حضرت شیخ محمد برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے شیخ شہاب الدین وغیرہ کی مدد کرنے کے لیے لکھا، جو اپنے والد بزرگوار کی ناگہانی رحلت کے بعد پریشان حال تھے۔[۸۴]

حضرت حاجی امان اللہ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

خلافت:

آپ لاہور میں رہتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے خلفاء میں سے تھے۔ کامل مسکینی سے متصف تھے۔

حج بیت اللہ شریف:

آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) اور دوسرے حضرات مجددیہ کے ہمراہ ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء میں حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کی تھی۔ حرمین شریفین کی جو عنایات وانوار حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو عطا ہوئے، حضرت کی قربت کی بدولت اس سے ایک قطرہ آپ کو بھی نصیب ہوا۔

محبت پیرومرشد:

آپ کو اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) سے سچی محبت وعقیدت تھی۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایات بیان کرتے تھے اور کہتے تھے کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اس بندہ سے اکثر یہ فرمایا کرتے تھے: ''جڑا ہوارہ، لٹکا ہوامت بن''۔

سفر آخرت:

آپ نے قضائے الٰہی سے تقریباً ۱۱۱۰ھ/ ۹۹-۱۶۹۸ء میں رحلت فرمائی اور اپنے وطن مالوف لاہور ہی میں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔[۸۵]

حضرت شیخ انور نور سرائی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

مولد و مسکن:

آپ کا مولد و مسکن نور سرا سے دو فرسنگ کے فاصلے پر ایک گاؤں تھا، جو دار السلطنت لاہور اور دار الارشاد سرہند شریف (ہندوستان) کی شاہراہ پر دونوں شہروں کے وسط میں واقع تھا۔

نور سرا ملکہ نور جہاں ملقب بہ نور محل (م ۱۰۵۵ھ/ ۱۶۴۵ء) نے تعمیر کرائی تھی، لہٰذا اسے سرائے نور محل کہا جاتا ہے۔ یہ سرائے پھلور سے ۲۰ کلو میٹر مغرب میں جالندھر کے ایک چھوٹے قصبے میں واقع ہے۔ اس سرائے کی تعمیر ۱۰۲۸ھ/ ۱۶۱۸ء میں شروع ہوئی اور ۱۰۳۰ھ/ ۱۶۲۰ء میں مکمل ہوئی۔ جہانگیر بادشاہ (م ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء) نے اپنے لشکر کے ساتھ اس سرائے میں دو بار قیام کیا۔

مقام و مرتبہ:

آپ صاحب کمال اصحاب میں سے ہوئے ہیں، جو شریعت و طریقت پر نہایت مستحکم تھے۔ آپ فنافی الشیخ تھے۔ بڑی مختصر صحبت میں بہت سے نتائج اخذ کیے۔ اگر چہ ان کی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) سے آپ کے آخری زمانے میں ملاقات ہوئی، حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے کئی مکتوبات گرامی آپ کے نام ہیں، جن میں پیر و مرشد نے آپ کی گرمی مجلس اور آپ کے مریدوں کے احوال کی تصدیق فرمائی ہے (مثلاً دیکھئے دفتر سوم، مکتوب نمبر ۱۳۱، ۱۵۵، ۱۸۳، ۲۰۴)۔

نیز آپ کو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کو غسل دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔

سرہند شریف آمد:

آپ ۱۰۴۰ھ/ ۳۱-۱۶۳۰ء میں نبی کریم ﷺ کی زیارت اور اشارہ پر سرہند شریف میں آئے اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے دست مبارک پر بیعت ہو کر

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض و برکات اخذ وکسب کرنے لگے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بارے میں عمدہ بشارات فرمائیں۔

خلافت:

سلوک نقشبندیہ مجددیہ کے مقامات طے کر چکے تو پیر و مرشد نے آپ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا اور سرہند شریف سے چھتیس میل مغرب کی طرف نور محل روانہ فرمایا، تاکہ وہاں کے لوگوں کو رشد و ہدایت کریں۔ وہاں پہنچ کر آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیض و برکات کو پھیلایا اور خوب مقبولیت پائی۔ آپ اپنے علاقے کی خلقت کے ارشاد میں سرگرم عمل رہے اور اپنے وطن کی قطبیت کی بشارت حاصل کی۔ آپ بڑی کرامات وتصرفات کے مالک تھے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے وصال مبارک کے بعد عرس کے دنوں میں سرہند شریف حاضری دیا کرتے تھے۔

اولاد امجاد:

آپ کے وصال مبارک کے بعد آپ کے فرزندوں نے آپ کی نسبت شریفہ کو جاری رکھا۔

تصانیف:

آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے باطنی احوال کے ضمن میں چند رسائل تصنیف فرمائے۔ ان میں سے رسالہ ''کثیر الہدایت'' بہت معروف ہوا۔ [۸۶]

حضرت شیخ بایزید رحمۃ اللہ علیہ

نسب:

حضرت شیخ بایزید بن شیخ بدیع الدین بن رفیع الدین انصاری سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ بدیع الدین سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۴۲ھ/۳۳-۱۶۳۲ء) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے خلیفہ تھے۔

ولادت:

آپ سہارنپور (ہندوستان) میں پیدا ہوئے آپ کا مسکن اور مدفن بھی یہی شہر ہے۔

تعلیم وتربیت:

سہارنپور ہی میں اپنے والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ کے زیرسایہ پرورش پائی اور انھیں سے متداولہ علوم حاصل کیے اور علم وفضل میں بلند درجے پر فائز تھے۔ تکمیل کے بعد سرہند شریف آئے اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے دست مبارک پر بیعت کا شرف پایا۔ پھر عمر کا بڑا حصہ فیض رساں صحبت معصومی میں گزارا اور اپنی استعداد کے مطابق برکات قیومی حاصل کیں۔

خلافت:

سرہند شریف میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی خدمت میں رہ کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے اذکار واشغال کی پابندی میں مشغول رہے۔ بے شمار روحانی فوائد نصیب ہوئے۔ جب علم ومعرفت سے حظ وافر حاصل کر چکے تو پیرومرشد نے آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ وقادریہ میں اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

ترویج سلسلہ:

بعد ازاں آپ سہارنپور میں آ کر مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

مجددیہ کی ترویج واشاعت میں مشغول ہو گئے۔ بہت سے مشاہیر نے آپ سے منازل سلوک طے کیں اور ایک جہان نے آپ سے فیض پایا۔ آپ درس وافادہ میں مصروف رہتے تھے اور قناعت پسندی وتوکل علی اللہ آپ کا شیوہ تھا۔ لوگوں کی کثیر تعداد نے آپ سے ہدایت پائی۔ آپ کے تصرفات علاقہ بھر میں مشہور تھے اور لوگ نہایت معتقد تھے۔

سفرِ آخرت:

آپ نے سہارنپور میں بروز سوموار ۱۱۰۰ھ/ ۸۹-۱۶۸۸ء میں رحلت فرمائی اور وہیں آخری آرام گاہ پائی۔ آپ کا مزار مبارک مرجع الخلائق ہے۔ وصال کے بعد بھی بے شک بقعہ سہارنپور کو آپ کی مداریت کا شرف حاصل رہا اور آپ کی خانقاہ خدا طلب صوفیہ اور جید طلبہ سے لبریز رہی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً

حضرات خواجگان کے مکتوبات آپ کے نام:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے اپنے کئی مکتوبات گرامی میں آپ کی اعلیٰ استعداد کی ستائش فرمائی ہے اور بشارات عالیہ سے نوازا ہے۔ ایک بشارت یوں دی ہے:

"یہ نشاۃِ محبوبیت سے ہے" (دفتر ۲: ۸۵/ ۱۳۹)۔

مکتوبات معصومیہ کے درج ذیل مکتوبات گرامی آپ کے نام ہیں: دفتر ۲: مکتوب نمبر ۴۲، ۷۴، ۸۰، ۸۵، ۱۳۹، دفتر ۳: ۱۰۸، ۱۵۲۔

حضرت خواجہ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) نے آپ کے نام درج ذیل چھ مکتوبات گرامی تحریر فرمائے اور ان میں بہت سی بشارتیں عنایت فرمائیں:

خزینۃ المعارف، مکتوب نمبر ۳۴، ص ۵۲-۵۷ مکتوب ۹۷، ص ۱۲۳-۱۲۴، مکتوب ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ص ۱۲۴-۱۲۵۔

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) کے درج ذیل چھ مکتوبات گرامی بھی آپ کے نام ہیں: مکتوبات سیفیہ، مکتوب نمبر ۹۰-۹۵، ص ۱۲۹-۱۳۲۔

اولادامجاد:

حضرت شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ آپ کے صاحبزادے تھے، جو اپنے والد بزرگوار کی خانقاہ کے سجادہ نشین رہے۔ ان سے کتاب "مرافض الروافض" یادگار ہے، جس کا مخطوطہ جناب خلیل الرحمان داؤدی مرحوم کے کتب خانہ میں موجود تھا۔

تصنیف:

حضرت شیخ بایزید رحمۃ اللہ علیہ علم وفضل اور معرفت کے باوجود شاعر بھی تھے۔ آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کا شجرہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اور قادریہ لطیف اشعار میں تصنیف کیا ہے۔ [۸۷]

حضرت میاں شیخ بدر الدین سلطانپوری رحمۃ اللہ علیہ

علم وفضل:

آپ نسلاً افغان تھے۔ آپ اپنے عہد کے جید عالم، محدث اور مسند وقت تھے۔ ظاہری و باطنی علوم کے جامع تھے۔ اس کے باوجود مجسمہ، انکساری اور عاجزی تھے۔ ''جامع العلوم'' آپ کا لقب تھا۔

سرہند شریف آمد:

ایک روز خواب میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آنکھ کھلی تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کا شوق پیدا ہوگیا۔ پس سرہند شریف آکر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔

مخدوم زادگان کی تعلیم میں مصروف ہونا:

بعدازاں سرہند شریف میں مقیم ہوکر ذکر وشغل میں مصروف ہو گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے صاحبزادگان کی تعلیم کی خدمت سر انجام دینے لگے اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے سب صاحبزادے آپ کے شاگرد ہیں۔

خلافت:

بالآخر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے آپ کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا اور ساتھ ہی سرہند شریف سے اکاون میل دور مغرب کی سمت شہر سلطان پور روانہ فرمایا۔

آپ نے وہاں پہنچ کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی فیض رسانی کا سلسلہ شروع فرمایا اور لوگوں کی کثیر تعداد آپ سے مستفیض ہوئی۔

سعادت حج بیت اللہ:

آپ ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی معیت میں حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول ﷺ سے مشرف ہوئے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۹ء میں ہندوستان واپس لوٹ آئے اور آپ حرمین شریفین میں ہی رہے۔ پھر سات برس کے بعد ۱۰۷۵ھ/ ۶۵-۱۶۶۴ء میں مختلف شہروں کی زیارت کرتے ہوئے ہندوستان واپس آئے۔

توکل و جوانمردی:

حرمین شریفین کی زیارت کے بعد آپ نے حجاز مقدس میں اقامت کا ارادہ کر لیا اور وہیں رہنے لگے۔ ہندوستان میں آپ کے اہل خانہ نے فقر اور اضطرار کی حالت سے لبریز خطوط آپ کو ارسال کیے، جن میں اپنی معاشی تنگدستی کا ذکر تھا۔ اس پر آپ نے اپنے اہل خانہ کو جواب لکھا کہ قبر کی تنگی اس سے کہیں زیادہ ہوگی۔ اس کی فکر کرنا زیادہ ضروری ہے۔ آپ تقریباً سات برس اماکن متبرکہ میں مقیم رہے۔ یہاں تک کہ آپ کے قبیلہ کے لوگ سرہند شریف آ کر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور التماس کی کہ حضرت! آپ اخوند صاحب (ملا بدرالدین سلطانوریؒ) کو تحریر فرمائیں کہ پہلے واجب احکام پر عمل کریں۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰۷۳ھ/ ۱۶۶۳ء میں یہ مکتوب گرامی آپ کو تحریر فرمایا:

> ''میرے مخدوم! جدائی کا زمانہ دراز ہو گیا اور حدیث شوقِ بیان سے باہر ہے۔ احباب ہر سال حجاج کی واپسی کے وقت قدوم شریف (آپ کی تشریف آوری) کا انتظار کرتے ہیں۔ جب معلوم ہو جاتا ہے کہ نہیں آئے تو چشم منتظر دوسرے سال پر لگا دیتے ہیں۔ اگر اس جگہ کو وطن بنانے کا ارادہ ہے تو اطلاع دیں، تاکہ مشتاقین کو دونوں راحتوں میں سے ایک حاصل ہو جائے۔ دراصل یہ افسوس (کی بات) ہے کہ

کوئی شخص اس دیارِ عالیہ (حرمین شریفین) سے اس دیارِ سفلی کی طرف آئے اور ان متبرک مقامات سے جو کہ فیوض وانوار کا منبع ہیں، ان ظلمانی مقامات کی طرف مائل ہو جو کہ کفر و بدعت کی کان ہیں۔

(راقم الحروف) اپنے آنے سے اس قدر نفرت وحسرت رکھتا ہے کہ کیا لکھے؟ ہاں! اگر حضرت پیر دستگیر (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کے روضہ مطہرہ کی زیارت کی نیت اور اس مزار پر انوار کے مجاوروں کی ملاقات کی نیت سے آئیں اور اس مقام کی برکات سے بھی بہرہ مند ہوں تو گنجائش رکھتا ہے کہ اس جگہ (روضہ مجددؒ) کے فیوض وانوار اس مقام (مدینہ طیبہ) کے انوار سے ماخوذ ومستفاد ہیں، لیکن ان کا حاصل ہونا آسان ہے۔ سرزمین ہند اگرچہ ظلمت وکدورت سے پر ہے، لیکن چشمہ حیات تاریکیوں میں ہے:

؎ بتاریکی درون آبِ حیات است

یعنی: آبِ حیات تاریکی کے اندر ہے۔

انوارِ خلت کے آثار یہاں ہیں اور اسرارِ محبت سے اس جگہ کے شیدائی اُمیدوار ہیں۔ مختصر یہ کہ اگر استخارہ موافقت کرے اور مقامات کی سیر کریں اور مشتاقوں کو خوش کریں تو مناسب ہے۔ توقع ہے کہ اس مسکین کو ان مقاماتِ متبرکہ میں اور کعبہ مکرمہ میں داخل ہونے پر دعائے خیر سے یاد کریں گے اور اس (فقیر) کی سلامتی خاتمہ کے لیے دعا کریں گے اور روضہ منورہ کے مواجہہ شریفہ میں اس درویش کا فقیرانہ سلام عرض کریں گے:

؎ گر قبول افتد زہے عز وشرف

یعنی: اگر قبول ہو جائے تو نہایت عزت وشرف ہے۔''

پس حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مکتوب گرامی ملنے پر آپ کو سر اور پاؤں تک کی ہوش

نہ رہی اور فوراً سرہند شریف کی طرف متوجہ ہوئے اور کچھ عرصہ نبی کریم ﷺ کے روضہ انور کی زیارت آستانہ بوسی اور طواف میں گزار کر وطن مالوف کی جانب روانہ ہوئے۔ واپسی کے اس سفر میں دوسرے اماکن کی زیارت کرتے ہوئے دو برس کے بعد ۱۰۷۵ھ/ ۶۵-۱۶۶۴ء میں ہندوستان وارد ہوئے۔ سب سے پہلے سرہند شریف آکر اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

مقام و منزلت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے چار مکتوبات گرامی (دفتر اوّل: ۳۵، دوّم: ۷۸، ۱۱۴، سوم ۶۵) آپ کے نام ہیں۔ دفتر دوّم کے دونوں مکتوبات گرامی عربی زبان میں ہیں، جو آپ کے قیام حرمین شریفین کے دوران لکھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔

آپ کو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے عمدہ بشارتیں ملی تھیں اور آپ کمال کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہو کر حال و قال کے جامع بن گئے تھے۔ اگر کوئی سائل آپ سے سوال کرتا یا مسئلہ دریافت کرتا، جس کا بظاہر بڑی آسانی سے متوسط درجے کا طالب علم بھی جواب دے سکتا تھا تو بھی آپ کتاب دیکھے بغیر مطلق جواب نہیں دیتے تھے۔

مخدوم زادہ حضرت شیخ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) نے اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کے دربار میں اپنے بڑے بھائی حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء) کو مکتوب شریف لکھا ہے کہ میں نے اورنگ زیب کے ساتھ اپنی صحبتوں کا حال ضبط کیا ہے۔ (اس میں) ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ اورنگ زیب کے سامنے (میاں) مولانا بدرالدین (سلطانپوری) کی بہت زیادہ تعریف کی اور ان کی بعض دینی سرگرمیوں کا تذکرہ کیا گیا، تو بادشاہ مسکرائے، خوش ہوئے اور فرمایا کہ اگر میاں راضی ہوں تو انھیں بھی یہاں بلا لیا جائے۔

مدرسہ دینیہ:

آپ کا مدرسہ دینیہ سلطان پور (ہندوستان) میں طلبہ کے لیے مرجع خاص تھا، جس سے فارغ التحصیل ہونے والوں کو باقاعدہ اسناد دی جاتی تھیں۔ ۱۰۸۸ھ/ ۱۶۷۷ء میں حضرت شیخ

بہلول گول برکی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت مرزا خان برکی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کی سند آپ اور آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی، جس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

''اجازت حدیث بہ سند صحیح از مولوی محمد فرخ کابلی ثم السہرندی و نیز اجازت از حضرت میاں شیخ بدرالدین افغان واز پسر او میاں نجم الدین السلطان پوری الحنفی فتح اللہ تعالیٰ فی اجلہ رسیدہ است و ایشان از شیخ شمس الدین محمد البابلی الشافعی رسیدہ است'' (فوائد الاسرار، ورق ۱)۔

سند حدیث:

آپ کی سند حدیث حضرت شیخ شمس الدین محمد بن علاء الدین ابو عبداللہ شمس الدین بابلی قاہری ازہری شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۰۰-۱۰۷۷ھ) سے ہے، جو آپ نے اپنی حرمین شریفین میں اقامت (۱۰۶۸-۱۰۷۳ھ/ ۱۶۵۸ء-۱۶۶۳ء) کے دوران حاصل کی۔ حضرت شیخ شمس الدین محمد بابلی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے جید عالم، حافظ حدیث اور متعدد کتب کے مصنف تھے۔

سفر آخرت:

آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال (۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے چند برس بعد تقریباً ۱۰۸۱ھ/ ۱۶۷۰ء میں وصال فرمایا۔ رَحِمَهُ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

اولاد امجاد:

آپ کے چار یا پانچ صاحبزادے تھے، جو سب کے سب عارف باکمال، عالم عالی مقال تھے۔ نیز سب فقر سے آراستہ اور فضائل سے متصف تھے۔

آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ جمیع کمالات سے آراستہ تھے۔ والد بزرگوار کے عین حیات مسند درس وتدریس سنبھال رکھی تھی۔ ارادت کا آغاز حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) سے ہوا اور حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) کی خدمت میں رہ کر سلوک باطنی کی تکمیل کی اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ صاحب حال وقال عالی تھے۔[۸۸]

حضرت صوفی پایندہ محمد طلائی کابلی رحمۃ اللہ علیہ

بیعت وخلافت:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے بڑے خلیفہ ہیں۔ ایک عرصہ تک حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر سلوک باطنی کی تکمیل کی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔

کرامات:

آپ اپنے مشائخ عظام کے طریقہ پر اچھی طرح کاربند تھے۔ آپ سے بے شمار کرامات ظاہر ہوئیں، جن میں سے ایک کرامت یہ تھی کہ زرد کاغذ حلق میں اُتار کر نکالتے تو اشرفی بن جاتی اور اگر کاغذ سفید ہوتا تو روپیہ بن جاتا تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اشرفی بنانے میں بہت زیادہ محنت کرنا پڑتی ہے اور زیادہ زوردار قوتِ توجہ درکار ہوتی ہے۔ آپ یہ رقم مستحقین کو عطا فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے ''پایندہ طلائی'' معروف تھے۔

تصنیف:

آپ کی ایک تصنیف رسالہ ''مجمع البحرین'' ہے، جو طبع ہو چکی ہے۔ آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ اور قادریہ میں خلیفہ مجاز بننے کے بعد دونوں سلاسل کے شجرے نئے انداز سے صنعت توشیح میں اس طرح (منظوم) مرتب فرمائے کہ اگر ہر سطر کے تمام پہلے حروف جمع کر لیے جائیں تو حضرات نقشبندیہ کے اسمائے گرامی بن جاتے ہیں اور یونہی اگر ہر سطر کے تمام آخری حروف جمع کیے جائیں تو ان سے حضرات قادریہ کے نام مبارک مرتب ہو جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے دو مکتوبات گرامی (دفتر ۲: ۲، ۳: ۱۷۸) آپ کے نام ہیں۔ آپ کی آخری آرام گاہ کابل (افغانستان) میں ہے۔[۸۹]

حضرت ملا پایندہ محمد کابلی پلاس پوش رحمۃ اللہ علیہ

آپ اگرچہ شروع میں حضرت خواجہ محمد حنیف کابلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۸ھ/ ۶۸-۱۶۶۷ء) کے ارادتمندوں میں شامل تھے۔ بعدازاں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی صحبت نصیب ہوئی اور اجازت وخلافت کا شرف پایا۔

آپ ورع وتقویٰ اور زہد وتوکل میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے اور پلاس کے پتوں کو جوڑ کر پہنتے تھے۔ آپ کا مزار مبارک بھی کابل (افغانستان) میں ہے۔[۹۰]

حضرت حافظ پیر محمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

وطن:

آپ کا مولد و مسکن اور مدفن شاہجہان آباد (دہلی) ہے۔ کچھ عرصہ ضلع حصار کے قصبہ جنید (پنجاب، ہندوستان) میں مقیم رہے۔ آپ دہلی کے شرفاء اور خوبان روزگار میں سے تھے۔

تعلیم طریقت:

عالم وفقیہ اور صالحین روزگار میں تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے خلیفہ حضرت شیخ احمد دینی (دیوبندی) رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم طریقت حاصل کی اور عرصہ دراز تک ان کی خدمت میں رہے۔

زہد وتقویٰ:

آپ نہایت متقی و پرہیزگار تھے۔ زہد و توکل اور قناعت و استغناء میں ثانی نہیں رکھتے تھے۔ اورنگ زیب عالمگیرؒ (م۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء) خود اپنے ہاتھ سے آپ کو خط لکھتا تھا اور آپ پر بڑا مہربان تھا۔

درس وتدریس:

عمر بھر درس وتدریس میں مصروف رہے اور لوگوں کی کثیر تعداد آپ سے مستفید ہوئی۔

خلافت:

حضرت شیخ احمد دینی (دیوبندی) رحمۃ اللہ علیہ کے رحلت فرمانے کے بعد آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء) کے دست مبارک پر بیعت کر لی اور سلوک باطنی کی تربیت حاصل کی۔ تکمیل سلوک کے بعد اجازت وخلافت کے شرف سے سرفراز ہوئے اور قصبہ جنید ضلع حصار میں مقیم ہوئے۔

بعدازاں اپنے مولد ووطن مالوف شاہجہان آباد (دہلی) آ گئے اور تا آخر عمر مسند ارشاد پر جلوہ افروز رہے۔

مصاحبت عالمگیرؒ:

آپ حضرات مجددیہ کے حکم پر اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کی مصاحبت میں دہلی میں بھی مقیم رہے۔ حضرت شیخ محمد مراد تنگ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۸ء) اپنے پیرو مرشد حضرت شیخ عبدالاحد وحدت رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۷ھ/ ۱۷۱۵ء) کے ہمراہ دہلی میں آپ کے گھر گئے تھے۔

مقام ومنزلت:

حضرت شیخ محمد مراد تنگ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۸ء) آپ کے بارے میں اس طرح لکھتے ہیں:

''فضیلت ومشیخت پناہ، حقائق آگاہ شیخ پیر محمد جو قطب الاقطاب حضرت شیخ محمد معصوم قدس سرہ کے خلفاء میں سے تھے۔ حضرات (صاحبزادگان) کے حکم سے کچھ عرصہ ظل سبحانی (اورنگ زیب عالمگیرؒ) کی مصاحبت میں رہے۔ معینہ اوقات میں آمد ورفت رکھتے تھے۔ مردِ آگاہ تھے۔ واقف علوم، خوش خلق اور ہر ایک سے خوش باش تھے۔ دہلی قدیم میں (رہتے) تھے۔ کاتب الحروف قبطی ومرشدی حضرت (خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) کی سعادت مند ہمراہی میں ان کے گھر گیا تھا۔ مرد صاحب فنا وبقا اور حامل کمالات تھے۔ ظل سبحانی (اورنگ زیب عالمگیر) اس معارف آگاہ کی شخصیت سے راضی وخوش تھے اور حضرات (صاحبزادگان) کے دوسرے عزیز (واقارب) بھی ان سے راضی تھے۔ ان کے توسط سے دربار کے لوگوں کی مشکلات حل ہوتی تھی۔ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً'' (دیکھئے: تحفۃ الفقراء ورق ۷۲-۷۳)

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) اپنے ایک مکتوب گرامی (مکتوبات سیفیہ ۴۳: ۶۲) میں حضرت سلطان عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

''صاحب کمالات میاں شیخ پیر (محمد دہلوی) کا وجود اس شہر (دہلی) میں بالکل غنیمت سمجھیں۔ اگر کبھی کبھار ان کی صحبت میں بیٹھیں تو بہت ہی اچھا ہے۔''

نیز حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مکتوب گرامی (مکتوبات سیفیہ ۱۰۳: ۱۳۵) میں حضرت خواجہ محمد شریف بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

''حقائق آگاہ میاں شیخ پیر (محمد دہلوی) نے آپ سے بہت زیادہ رضامندی کا اظہار کیا ہے، یہ (چیز) کامل خوشی کا سبب بنی ہے۔''

تربیت مرشد:

آپ شروع میں مدتوں تجلی ذات پر مستقر رہے۔ بالآخر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی عنایت وروحانی تربیت سے اس تنگی سے خلاصی نصیب ہوئی اور تجلی ذات کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کی تشریح کے مطابق دائمی طور پر سمجھ لیا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں آپ کو اس طرح تحریر فرمایا:

''مکتوب شریف پہنچا، چونکہ اشواق و کیفیات پر مشتمل تھا، (لہٰذا) مسرت وشادمانی کا باعث ہوا۔ حق سبحانہٗ اس شوق کے شعلہ کو بھڑکائے اور محبت کی آگ کو سر بلند کرے، تاکہ کثیر در کثیر تعلقات سے کامل رہائی میسر آئے اور وحدتِ حقیقی کا جمال پردہ کھول دے۔ وحدت اور کثرت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ سالک اگرچہ جہات کثرت سے اپنے ساتھ رکھتا ہے اور کثرت کے احکام میں اُلجھا ہوا ہے، وحدت سے دور ومحروم ہے۔ وحدانی ہونا چاہیے۔ طلب ومحبت کی راہ سے بھی اور دید ودانش کی رو سے بھی، تاکہ وحدتِ ذاتی سے زیادہ قریب ہو جائے اور حقیقی توحید تک پہنچ جائے۔ اَلتَّوحِیدُ اسقاط الاضافات. یعنی توحید اضافات کو ساقط کرنا ہے۔ وَالسَّلَامُ اَوَّلًا وَآخِرًا'' (دفتر ۲۰۰۹۰ ج ۱۹۳)۔

مکتوب معصومیہ (جلد۳: ۱۲۶، ص۲۲۹-۲۳۰) بھی آپ کے نام ہی معلوم ہوتا ہے، جس میں سہو کتابت سے "پیر دہلوی" کی بجائے "میر دہلوی" لکھا گیا ہے۔

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/۱۶۸۵ء) کا ایک مکتوب گرامی بھی آپ کے نام موجود ہے، جس میں انہوں نے آپ کو لکھا ہے کہ تجلیاتِ خمسہ، یعنی تجلی ذاتی، صفاتی، اسمائی، شیونی اور اعتباراتی ہوتی ہیں (دیکھئے: مکتوبات سیفیہ: مکتوب نمبر۶۳، جس میں مکتوب الیہ کا نام درج نہیں)۔

سفرِ آخرت:

قضائے الٰہی سے دارالخلافہ شاہ جہان آباد (دہلی) میں رحلت فرمائی اور یہیں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔[۹۱]

حضرت مولانا جان محمد ورسکی رحمۃ اللہ علیہ

وطن:

آپ موضع ورسک کے باشندے تھے، جو بدخشان میں ایک گاؤں تھا۔

بیعت:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض و برکات کسب واخذ میں مشغول ہو گئے۔

خلافت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کی درخواست پر اپنے فرزندانِ گرامیٰ اور خلفائے عظام کو بادشاہ کی مصاحبت کے لیے روانہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ سے پہلے اس مقصد کے لیے چند حضرات گرامی خلافت و اجازت کا شرف پا کر بادشاہ کے پاس جا چکے تھے۔ لہٰذا جب آپ نے کمال و تکمیل تک رسائی حاصل کر لی تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بھی خلافت سے نواز کر بادشاہ کی تربیت کے لیے مقرر فرما دیا۔

مصاحبت اورنگ زیب عالمگیرؒ:

غالباً جن دنوں حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) کو اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کی تربیت روحانی کے لیے دارالخلافہ شاہجہان آباد (دہلی) روانہ کیا گیا تھا، انہی ایام میں آپ کو بھی اس خدمت کے لیے مقرر فرمایا گیا۔ کیونکہ حضرت محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ کی مصاحبت کے دوران جو عریضے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ارسال کیے ہیں، ان میں برابر آپ کا تذکرہ موجود ہے (دیکھئے: مکتوبات سیفیہ ۱: ۹،۲: ۱۰)۔

اورنگ زیب عالمگیرؒ کو آپ سے ایسی عقیدت تھی کہ آپ کو اپنے بیوی بچوں کے پاس

جانے کے لیے بھی مشکل سے اجازت حاصل ہوتی تھی۔ایک بار آپ نے گھر جانے کے لیے اجازت طلب کی تو حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو تحریر فرمایا: وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (سورۃ آل عمران، آیت ۱۵۹) یعنی: اور اپنے کاموں میں ان سے مشورت لیا کریں) کے تحت بادشاہ دین پناہ (عالمگیرؒ) کی خدمت میں بھی عرض کریں، اگر وہ رُخصت دیں تو ہماری طرف سے بھی رُخصت ہے۔" (مکتوبات سیفیہ ۵۴: ۷۸)۔

مقام ومنزلت:

آپ نے کامل بے غرضی کے ساتھ عمر بسر فرمائی۔آپ کو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے ساتھ بے پناہ محبت وعقیدت تھی اور یہی چیز آپ کے کمال کا اصل مدار تھی۔حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) نے اورنگ زیب عالمگیرؒ (م۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کو اپنے مکتوب گرامی میں اس طرح تحریر فرمایا:

> "صاحب کمالات برادر طریقت ملا محمد جان جو متبرک نفوس میں سے ہیں اور انہوں نے کئی سال صحبت میں گزارے ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی (رحمۃ اللہ علیہ) جن خصوصی مراتب سے ممتاز ہیں، (انہوں نے) ان میں سے اکثر سے وافر حصہ پایا ہے...... (مکتوبات سیفیہ ۱۶۱: ۱۸۸)۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت شیخ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) آپ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

> "ملا ورسکی ان دنوں اس ولایت سے فائز ہوئے ہیں۔ان کی غیر موجودگی میں ایک روز حضرت (خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) نے ان کی بہت تعریف فرمائی، نیز فرمایا کہ اس ولایت میں مزید ترقی ہوگئی ہے اور ولایت ثانی جس کا اشارہ مشائخ کے اقوال میں اس عبارت سے ہوتا ہے "لن یلج ملکوت السّموات من لم یولد مرتین"۔
> (پھر) مشار الیہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ محقق ہیں۔اس کے بعد

ایک عرصہ میں تمام احباب...... کمالات نبوت کے بعض کمالات کے حصول سے مبشر ہو گئے۔" (خزینۃ المعارف ۲۴: ۴۰)۔

مکتوباتِ مرشد:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے درج ذیل دو مکتوبات شریف آپ کے نام ہیں:

پہلا مکتوب گرامی: ولایت سہ گانہ کی تحقیق، اطمینان نفس کی حقیقت، شرح صدر، عالم امر و عالم خلق کے لطائف کے کمالات، ہر شخص کے نصیب کے تعین اور کمالات نبوت کی تحقیق، (کمالات) ولایت پر اس کی فضیلت، اذکار و تلاوت قرآن و نماز کے نتائج، اس مقام کے بیان میں کہ جس میں کمالات کا افاضہ محض فضل کے ساتھ ہے، نہ کہ عمل کے ساتھ اور اس مقام کے بیان میں جو کہ اس کے اُوپر ہے، تحریر فرمایا (دفتر ۲: ۹۷، ص ۱۷۱-۱۷۴)۔

دوسرا مکتوب گرامی: آپ کے خط کے جواب میں، جو بعض کیفیات عالیہ پر مشتمل تھا، تحریر فرمایا (دفتر ۳: ۱۵۸، ص ۲۴۱)۔ [۹۲]

حضرت میر جلال الدین حسین رحمۃ اللہ علیہ

والد بزرگوار:

آپ حضرت میر عماد الدین الحسینی الہروی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں۔ سرہند شریف میں مقیم تھے۔

خلافت:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے کبار خلفاء میں سے تھے۔ کامل پابندی کے ساتھ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہ کر بعد از تکمیل سلوک خلافت سے سرفراز ہوئے۔ لوگوں کی کثیر تعداد آپ سے مستفید ہوئی۔ آپ شریعت وطریقت پر مستقیم تھے۔

سفر آخرت:

آپ نے سرہند شریف ہی رحلت فرمائی اور یہیں آخری آرام گاہ پائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

خلفاء:

آپ سے بہت سے لوگوں نے خلافت پائی۔ حضرت شیخ محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خلیفہ تھے، جو ایک عظیم فارسی شاعر تھے اور انہوں نے مثنوی مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۷۲ھ/۱۲۷۳ء) کا ساتواں دفتر نظم کیا تھا۔[۹۳]

حضرت حاجی حبیب اللہ حصاری بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مولد و مسکن:

آپ کا مولد و مسکن ولایت حصار (بخارا) کا ایک دیہات تھا۔ آپ حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۱ھ/ ۱۴۴۷ء) کی اولاد میں سے تھے۔ حصار کے دو دیہات "ہلغتو" اور "چرتک" میں حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد رہی ہے۔

حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کے دو صاحبزادے تھے۔ ایک جوانی میں فوت ہو گئے۔ دوسرے حضرت مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کے جانشین تھے، جن کا مزار چرتک میں ہے۔ ان کی اولاد کا سلسلہ انہی سے چلا۔ حضرت مولانا چرخی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک نبیرے سیّد محمد رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

خواب:

آپ بخارا سے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۳۴ھ/ ۱۲۳۶ء) کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لیے حاضر ہوئے۔ حسن اتفاق سے وہاں آنکھ لگ گئی تو خواب میں دیکھا کہ شمال کی طرف سے بڑی تعداد میں لوگ آ رہے ہیں اور سب کے ہاتھ میں ایک نورانی مشعل ہے۔ درمیان میں ایک بزرگ تخت پر تشریف فرما ہیں۔ کسی سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ بزرگ حضرت خواجہ محمد معصوم (رحمۃ اللہ علیہ) ہیں۔

بیعت وخلافت:

بعد ازاں فوراً حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی خدمت میں سرہند شریف حاضر ہو گئے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کی اور اپنی عمر کا زیادہ حصہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ پر گزارا۔ آپ کے منظور نظر بن کر اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔

بخارا روانگی:

ماوراء النہر کے اکابر کے حقوق کے سلسلے میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے دل مبارک میں مدت سے یہ تمنا موجزن تھی کہ اپنے خلفاء میں سے جو کمالات مجددیہ کا حامل ہو، اسے بخارا بھیجا جائے۔ اس دوران اہل بخارا کے معززین کے عریضے موصول ہوئے کہ آپ اپنے کسی خلیفہ کو یہاں روانہ فرمائیں۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب کمالات اکثر مریدین کی خواہش تھی کہ حضرت ہمیں خلافت عنایت فرما کر بخارا روانہ فرمائیں۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے الہام ربانی سے آپ کو اس سرزمین کا مدار مقرر فرمایا اور خلعت خلافت عنایت کر کے بخارا کے لیے روانہ فرمایا۔ آپ خراسان اور ماوراء النہر کے سب سے بڑے شیخ تھے۔ ولایت بلخ و بخارا کا حکمران سبحان قلی بن نذر محمد خان (۱۰۹۱-۱۱۱۴ھ/ ۱۶۸۰-۱۷۰۲ء) آپ کا حلقہ بگوش تھا۔ چار سو مریدوں کو آپ نے خلافت واجازت سے نوازا۔ خلفاء کی تعداد چار ہزار تک منقول ہے۔ آپ کے ارشاد کا خوب شہرہ ہوا اور تصرفات و کرامات بے شمار تھیں۔

درس مکتوبات:

آپ نے مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) اور مکتوبات معصومیہ کے درس کو بخارا شریف میں اتنا رواج دیا کہ اس کا عشر عشیر بھی ہندوستان میں نہیں تھا۔ اس سلسلہ میں پابندی اوقات کا بہت زیادہ خیال رکھا گیا اور اسے بہت درجہ دیا گیا۔

روابط دیگر:

آپ کے ایک بھائی بھی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے مرید تھے۔ حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء) کے ساتھ آپ کے گہرے روابط تھے۔ دونوں حضرات کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ جاری تھا۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ نے حاجی حبیب اللہ کو حقیقت کعبہ کی بشارت دی تھی۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے درج ذیل مکتوبات گرامی

آپ کے نام ہیں: دفتر ۲: ۱۴۴، ۳: ۵۷، ۱۶۰، ۲۳۰۔

آپ کی اولاد میں سے ایک خاتون مولف مقامات معصومی کے پوتے حضرت شیخ فضل احمد پشاوری بن شیخ نیاز احمد بن میر صفر احمد معصومی رحمۃ اللہ علیہ کے عقد میں تھیں۔

سفر آخرت:

آپ نے تقریباً ۱۱۱۰ھ/ ۱۶۹۸ء) میں وصال فرمایا اور بخارا میں آخری آرام گاہ پائی۔

فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة

اولاد امجاد:

آپ کے دو صاحبزادے تھے، جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

① حضرت شیخ محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ:

آپ اپنے بھائی حضرت خواجہ محمد اسد رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ۱۱۴۴ھ/ ۱۷۳۱ء میں حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۲ھ/ ۱۷۴۰ء) کے دست مبارک پر بیعت ہوئے تھے۔ اپنے والد بزرگوار کے جانشین بنے اور مسند ارشاد پر کامل رسوخ اعتقاد کے ساتھ رونق افروز ہو کر خلق خدا کی رہنمائی کرتے رہے۔

② حضرت خواجہ اسد اللہ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ ۱۱۴۴ھ/ ۱۷۳۱ء میں اپنے بھائی حضرت شیخ محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ نہایت ذوق و شوق سے دہلی میں آ کر حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۲ھ/ ۱۷۴۰ء) کے دست مبارک پر بیعت ہوئے تھے۔ آپ نے اپنے سلوک باطنی کو تکمیل تک پہنچایا تھا اور کمالات حاصل کیے۔ شاہ توران ابوالفیض (۱۱۱۷-۱۱۶۰ھ/ ۱۷۰۵-۱۷۴۷ء) آپ کا معتقد خاص تھا۔[۹۴]

حضرت ملا حسن علی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

مولد ومسکن:

آپ کا مولد ومسکن پشاور تھا۔

ارادت:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے قدیم مریدین اور احباب میں سے ہیں۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے پندرہ مکتوبات گرامی (دفتر اوّل: ۲۸، ۳۹، ۶۱، ۶۵، ۷۳، ۹۸، ۱۲۵، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۹، ۱۷۸، ۲۱۴، دفتر دوّم: ۱، ۲، دفتر سوم: ۱۱۵) آپ کے نام ہیں۔ جن میں آپ نے بڑے عجیب سوالات کیے ہیں اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قسم کے جوابات بھی تحریر فرمائے ہیں۔

تکمیل سلوک:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کا معمول مبارک یہ تھا کہ اپنے مکتوبات گرامی میں آپ کے لیے یوں دعا تحریر فرماتے تھے:

مولانا حسن علی خان اَحْسَنَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ حَالَهٗ وَحصل آمَالَهٗ۔

یعنی: اللہ سبحانہ مولانا حسن علی خان کے حال کو اچھا رکھے اور اس کی اُمیدوں کو پورا فرمائے (دیکھیے ۱: ۶۱، ص ۱۶۲)۔

پھر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا مبارک سے آپ کا سلوک باطنی تکمیل کو پہنچا اور آپ کی اُمیدوں کو کمال نصیب ہوا۔

خلافت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے اوّل آپ کو خلافت بطریق سفارت عطا فرمائی اور بعد ازاں اجازت وخلافت بالاصالت سے سرفراز ہوئے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت شیخ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) آپ کے صاحب استعداد خلیفہ ہونے کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

''ملا حسن علی اس مرتبہ میں (ہیں) کہ (حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی) خدمت عالیہ سے رُخصت ہوئے تو رُخصت کے بعد (حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے) فرمایا کہ اس دفعہ یہ (صاحب) اپنا کام مکمل کر کے گئے۔ (حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے تھے کہ میں نے لفظ علم کو ان کی پیشانی میں لکھا ہوا دیکھا ہے۔ یعنی ان کا مبداء یقین علم۔ ہے۔'' (خزینۃ المعارف ۲۴/۴۵)۔

خلفائے معصومی کے ساتھ روابط:

آپ کے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے خلفائے عظام کے ساتھ انتہائی گہرے روابط تھے۔ لہٰذا حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے بعض مکتوبات گرامی (دفتر ۱: ۲۸، ۱۱۰، ۱۳۹، ۲۱۴، ۲: ۱) آپ کو اور حضرت شیخ محمد علیم جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م قبل از ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء)، حضرت محمد صدیق پشاوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۲ھ/ ۱۶۸۱ء)، حضرت ملا نعمت اللہ پشاوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ محمد امین بدخشی رحمۃ اللہ علیہ کو مشترکہ طور پر تحریر فرمائے ہیں۔

سفر آخرت:

بالآخر قضائے الٰہی سے آپ نے پشاور میں رحلت فرمائی اور وہیں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة۔[۹۵]

حضرت شاہ حسین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

مسکن:

آپ قلعہ پرینڈا، اورنگ آباد، دکن (ہندوستان) میں رہتے تھے۔

آغاز طریقت:

آپ نے سلوک باطنی کی تربیت کا آغاز حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے خلیفہ مجاز حضرت شیخ ابوالمظفر برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۸ھ/ ۹۷-۱۶۹۶ء) کی خدمت میں کیا اور ان کی صحبت پر فیض میں اپنے سلوک کو مرتبہ اعتبار تک پہنچایا۔

سرہند شریف حاضری:

ابھی آپ کی داڑھی نہیں آئی تھی کہ پہلی بار حضرت شیخ ابوالمظفر برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۸ھ/ ۹۷-۱۶۹۶ء) کے ہمراہ سرہند شریف میں حاضری دی اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے ارادتمندوں میں شامل ہو گئے۔ اس موقع پر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ ابوالمظفر برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: ''اس بچے کی استعداد کو کام میں لاؤ۔''

خلافت:

بعدازاں آپ سرہند شریف میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے توجہات عالیہ سے ممتاز فرمایا اور بلاواسطہ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے حین حیات میں سات بار سرہند شریف حاضر ہونے کا شرف نصیب ہوا۔

جذب وکرامات:

آپ صاحب جذب وکرامات اور حامل معارف وتصرفات کثیرہ تھے۔ صاحب روضۃ

القیومیہ نے آپ کو حضرت شیخ ابوالمظفر برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۰۸ھ/ ۹۷-۱۶۹۶ء) کا خلیفہ اعظم لکھا ہے، نیز یہ کہ آپ نہایت عزیز الوجود تھے۔ جذبہ قوی تھا۔ آپ کی کوئی شخص تاب نہ لا سکتا تھا۔ جس پر توجہ فرماتے، وہ بے ہوش ہو جاتا۔ آپ کی ملاقات حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۵۲ھ/ ۱۷۴۰ء) سے بھی رہتی تھی (دیکھئے روضۃ القیومیہ ۲:۲۳۶، ۴:۱۵)۔

کشف:

آپ کا یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی حاجتمند آپ کے پاس آتا تو آپ نظر کشفی سے اس کی حاجت کو معلوم کر لیتے اور اسے بتا دیتے۔ بعد ازاں حاجت اور حاجتمند کی حیثیت کے مطابق اس کا نذرانہ مقرر ہوتا اور رقم کسی تیسری فریق کے پاس بطور امانت رکھوا دی جاتی۔ اگر حاجتمند کی ضرورت اللہ تعالیٰ پوری فرما دیتے تو آپ نذر قبول کر لیتے، وگرنہ قبول نہ فرماتے تھے۔ اکثر یہی ہوتا کہ آپ کا کہا ہوا پورا ہو جاتا۔ اگر آپ حاجت کے پورا نہ ہونے سے پہلے آگاہ ہو جاتے تو فرماتے تھے کہ یہ کام نہیں ہونے والا، میں نیاز لے کر دغا نہیں کرتا۔

سفر آخرت:

آپ فرماتے تھے کہ چونکہ مسنون عمر تریسٹھ برس ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کی عمر بھی اتنی ہی ہوئی تھی، بلکہ غالب گمان ہے کہ آپ کے پیر اوّل حضرت شیخ ابوالمظفر رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۰۸ھ/ ۹۷-۱۶۹۶ء) کی عمر بھی اتنی ہی بتاتے تھے۔ لہٰذا فرماتے تھے کہ ہماری عمر بھی اتنی ہی ہوگی۔ ظاہری طور پر اتنی ہی عمر میں تقریباً ۱۱۰۹ھ/ ۹۸-۱۶۹۷ء میں رحلت فرمائی اور قلعہ پرینڈا، اورنگ آباد، دکن (ہندوستان) میں آخری آرام گاہ پائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔[۹۶]

حضرت شیخ حسین منصور جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

مولد و مسکن:

آپ کا مولد و مسکن جالندھر (ہندوستان) کے قصبات میں سے ایک قصبہ تھا، لہٰذا جالندھر کی شہرت کی وجہ سے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے مکتوبات گرامی کے مرتبین نے آپ کے نام کے ساتھ نسبت ''جالندھری'' اختیار کی ہے۔

ارادت:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے نامور ارادتمندوں اور اجلہ احباب میں شامل تھے، جو سیر وسلوک میں سرعت سے موصوف تھے۔ آپ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی مبارک کے آخری دور میں آپ کی صحبت میں آئے۔ ان دنوں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا فیض عالی شدید بارش کی مانند برستا تھا، جس سے آپ بھی خوب بہرہ مند ہوئے۔

خلافت:

آپ بلند استعداد اور عالی فطرت کے حامل تھے۔ لہٰذا سلوک باطنی کی تکمیل اور مقاماتِ مجددیہ کے طے کی صورت دوسری نوعیت کی تھی۔ فضل الٰہی سے جلد ہی اجازت وخلافت کا شرف پایا اور اپنے وطن مالوف کی قطبیت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے وصال مبارک کے بعد عرس کے موقع پر سرہند شریف حاضر ہوتے تھے۔

مقام ومرتبہ:

آپ کے نام حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے نو مکتوبات گرامی (دفتر دوم: ۹۲، ۱۰۹، ۱۲۰، دفتر سوم: ۳۰، ۳۵، ۱۳۰، ۱۶۴، ۲۰۰) ہیں، جن میں بہت زیادہ بشارتیں درج ہیں۔ ان مکتوبات گرامی میں آپ کے نہایت دقیق سوالات کے جوابات حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمائے ہیں۔ نیز حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی مبارک کے آخری برسوں

کے امراض کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب گرامی میں آپ کو تحریر فرمایا:

''جو مکتوبات شریفہ آپ نے اس سے پہلے بھیجے تھے۔ انہوں نے پہنچ کر خوش وقت کیا اور مسرت افزا ہوئے۔ اس وقت میں (یہ) فقیر بیمار تھا۔ جواب لکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ اب جبکہ مرض کی شدت سے آرام ہے، دونوں خطوں کے جواب میں جو کہ اعلیٰ و روشن احوال و کیفیات پر مشتمل تھے، مشغول ہوتا ہوں۔

آپ یہ جو عنایت خداوندی جل شانہٗ جو کہ چند وچوں سے باہر ہے، اس کے شامل حال ہونے کو مشاہدہ کرتے ہیں اور کدورتوں کے دور ہونے اور لغزشوں کے معاف ہونے کو جو محسوس کرتے ہیں اور بعض اوقات اپنے آپ کو فیض و رحمت اور مغفرت کا واسطہ پاتے ہیں اور جو فیوض و برکات کہ سرور کائنات علیہ وآلہ افضل الصلوات واکمل التحیات کی بارگاہ سے دائمی طور پر اپنے اُوپر پاتے ہیں۔ گویا کہ ایک نہر اس بحر محیط سے اس جانب کھول دی گئی ہے اور دائمی طور پر جاری ہے اور گویا اپنی نظر مبارک سے ہرگز اوجھل نہیں کرتے ہیں اور ایک لمحہ بھی اپنی مہربانی سے دور نہیں کرتے اور ان امور مکتوبہ میں شک وشبہ نہیں پاتے، بلکہ دن میں دوپہر کے وقت سورج کے دیکھنے کی مانند پاتے ہیں۔ یہ ایک بڑی نعمت ہے۔ اس کے مطالعہ نے مسرور کیا اور معنوی لذتیں بخشیں۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ یعنی: اے اللہ اور زیادہ فرما اور آپ اپنے آپ کو جو فیض کا واسطہ پاتے ہیں۔ میرے مخدوم! یہ معاملہ قطب کے ساتھ وابستہ ہے، لیکن جو غیر قطب کہ قطب کے معاونوں اور مددگاروں میں سے ہے۔''

(۳:۱۳۰، ص ۲۰۷)۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت شیخ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۳ھ/

۱۶۷۲ء) آپ کے بارے میں یوں فرماتے ہیں:

''شیخ حسین منصور احوال و مواجید کے بارے میں زیادہ علم رکھتے ہیں اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے معارف کے دقائق جو فنا و بقا کی تحقیق اور تجلی ذات (سے متعلق ہیں)، ان سے ممتاز ہیں۔ نظر بصیرت اور وجدان نیک سے (بیان میں) لاتے ہیں اور (یہ) ان سے محقق ہیں۔ انہوں نے اپنے احوال سے بعض مخصوص امور فقیر سے بیان کیے، جو نوادر عالم سے ہیں۔ حضرت (خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) ان کے احوال کو پسند فرماتے تھے۔ ولایت کبریٰ سے گزر کر ولایت اعلیٰ میں داخل ہوئے، چنانچہ خود انہوں نے یہ دقیق مطلب درک کیا ہے، حضرت (خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) نے اس کی تصدیق فرمائی...... حقائق (ثلاثہ) اور تعین حبی سے حصہ انھیں نصیب ہوا ہے۔'' (خزینۃ المعارف ۲۴:۴۴)۔

سفر آخرت:

آپ نے جالندھر کے اس قصبہ میں سفر آخرت فرمایا، جو آپ کا مولد و مسکن تھا اور یہیں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً. صاحب مقاماتِ معصومی لکھتے ہیں:

''آپ کے مزار سے عجیب کیفیت اور بڑے روشن انوار جلوہ گر ہیں، یہاں تک عام مسلمان جو زیارت کے لیے آئے، ان میں سے کوئی ایک بے ہوش ہوگیا، پس اہل دل کی حالت کیا ہوگی؟ پس حضرت خواجہ (محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) کے احباب جہان سے الگ ہیں، جو محبوب کے کمالات کے آئینے ہیں، لیکن دیکھنے والا ایسا ہونا چاہیے، جو ان انوار کا ادراک فرما سکے، باطن کے اندھے اس بحث سے خارج ہیں۔''[۹۰۷]

حاجی خان افغان رحمۃ اللہ علیہ

وطن:

آپ بجواڑہ، ضلع ہوشیار پور (ہندوستان) کے نواح میں رہتے تھے۔

خلافت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے آپ کو خلافت عطا فرمائی تھی۔

کرامات وتصرفات:

آپ صاحب کرامت و تصرفات تھے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے صاحبزادے حضرت شیخ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں آپ کے بارے میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے:

> "حاجی خان افغان کے خوارق وتصرفات کے مرتبہ کے بارے میں اس فقیر (شیخ محمد عبید اللہؒ) سے فرمایا کرتے تھے کہ ایک بار جب میں اس (حاجی خان افغان) کے حال پر متوجہ ہوا تو اس قدر عنایاتِ الٰہی اور حق سبحانہٗ کے بے انتہا کرم اس کے بارے میں مشاہدہ کیے کہ مجھے اس پر شک آیا اور میں حیران ہوا کہ خداوند جل جلالہٗ کی یہ سب عنایتیں بندہ کے حق میں ہیں۔" (خزینۃ المعارف ۴: ۴۵-۴۶) [۹۸]

حضرت صوفی دوست بیگ رحمۃ اللہ علیہ

وطن:

آپ پشاور کے رہنے والے تھے۔

خلافت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے درج ذیل دو مکتوبات گرامی آپ کے نام ہیں۔

پہلا مکتوب گرامی:

نصیحت اور کمالات نماز کے بیان میں تحریر فرمایا گیا ہے (دیکھئے جلد۳:۱۹۰، ص ۲۷۱-۲۷۲)۔

دوسرا مکتوب گرامی:

نماز کے فضائل اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ جو لذت فرض نماز کے ادا کرنے میں پیش آتی ہے، وہ اصل ہے۔ (دیکھئے۳:۲۲۸، ص۳۱۰)۔

سفر آخرت:

آپ نے ۱۱۳۴ھ/۱۷۲۲ء سے قبل رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔[۹۹]

حضرت میر رحمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ

وطن مالوف:

آپ موضع بھٹی کوٹ، کابل (افغانستان) کے رہنے والے تھے۔

بیعت ارادت:

آپ اپنے چھوٹے بھائی حضرت سیّد اخوند موسیٰ بھٹی کوٹی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۳ھ/ ۱۲-۱۷۱۱ء) کے ہمراہ سرہند شریف (ہندوستان) حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کا شرف حاصل کیا۔

خلافت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) دونوں بھائیوں پر بہت زیادہ شفیق و مہربان تھے۔ آپ اپنے بھائی کے ساتھ ہی حضرات خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت وخلافت کا شرف پا کر اپنے وطن مالوف میں آئے اور عمر بھر بہت اچھے طریقہ سے دعوت وارشاد میں مشغول رہے۔

سفر آخرت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے وصال مبارک کے چند برس بعد رحلت فرمائی اور اپنے گاؤں بھٹی کوٹ (افغانستان) میں اپنے باغیچہ میں آخری آرام گاہ پائی۔

فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔ [۱۰۰]

حضرت شیخ رحیم دادا فغان رحمۃ اللہ علیہ

وطن:

آپ بجواڑہ، ضلع ہوشیار پور (ہندوستان) کے نواح میں رہتے تھے۔

روابط:

آپ کا تعلق حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) اور حضرت مفتی محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۰۹ھ/۲۲-۱۷۲۱ء) سے بھی تھا۔ ان حضراتِ گرامی کی مراسلت میں آپ کا ذکر آیا ہے (دیکھئے: مکتوبات سیفیہ ۱۳۳، ص ۱۶۰، ۱۴۸، ص ۱۷۳)۔

ایک مکتوب گرامی میں حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت مفتی محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ رحیم دادا فغان نے میر محمد ابراہیم (بن میر محمد نعمان بدخشی برہانپوری) کو مکتوب ارسال کیا ہے (دیکھئے: مکتوبات سیفیہ ۱۳۵: ۱۶۲)۔

آپ کو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے داماد اور مقامات معصومی کے مؤلف حضرت میر صفر احمد معصومی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء) کے والد بزرگوار حضرت شیخ محمد فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۱۷ھ/ ۰۵-۱۷۰۶ء) کا قرب بھی نصیب رہا۔

خلافت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ اپنے علاقے کے پیر بھائیوں میں سب پر ترجیح رکھتے تھے۔ [۱۰۱]

حضرت میر رفعت بیگ گرز داد رحمۃ اللہ علیہ

ارادت:

آپ مغل بادشاہ شاہجہان (م ۱۰۷۶ھ/ ۱۶۶۶ء) کے طلائی گرز بردار تھے اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے خاص و مخلص ارادتمند تھے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کے صدقے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعلقات کی پستی سے نکالا اور حقائق کی بلندی سے ہمکنار فرمایا۔ نیز ظاہر کی تنگی سے خلاصی عطا فرمائی اور باطن کی وسعت سے سرفراز فرمایا۔

تربیت باطنی:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے تو بعد ازاں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے درج ذیل نصیحت آمیز مکتوب گرامی آپ کو تحریر فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی.

مصلحت دید من آنست کہ یاران ہمہ کار
بگوارند و سر طرۂ یارے گیرند

یعنی: میں مصلحت اس میں دیکھتا ہوں کہ دوست سب کام چھوڑ دیں اور
ایک دوست کی زلف کے خیال میں گم ہو جائیں۔

اے شفقت کے آثار والے! عمر عزیز گزری جا رہی ہے اور مقررہ ساعت قریب آ رہی ہے۔ اس طرح زندگی بسر کریں کہ وقت عزیز باطن کی اصلاح میں گزرے اور دل کی تعمیر میں صرف ہو جو کہ مولیٰ تعالیٰ کی نظر (عنایت) کا مقام ہے۔ قبر و قیامت کے لیے تیاری کی کوشش کریں۔ اندھیری رات کو اذکار کی پابندی کے ساتھ منور کریں۔ صبح کے رونے اور استغفار کو غنیمت سمجھیں۔ دن رات میں ایک دو وقت تنہائی کے لیے مقرر کرنے چاہئیں، تا کہ کوئی دوسرا شخص اس وقت میں دخل انداز نہ ہو اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ سے اپنے مقاصد کے لیے ارادوں کی نفی کریں، تا کہ دل کی وسعت میں حق سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کوئی مراد و مقصود نہ ہے:

ع این کار دولت است کنوں تا کرا دہند

یعنی: یہ نصیب کی بات ہے، دیکھئے اب کسے عطا کرتے ہیں۔ (جلد۱: ۴۰، ص۱۳۲-۱۳۳)۔

عنایات مرشد:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے اپنے ایک اور مکتوب گرامی میں آپ کو حقیقت فنا کی بشارت سے نوازتے ہوئے اس طرح تحریر فرمایا:

> ''آپ نے احوال باطن کے بارے میں ظل سے کلی طور پر روگردانی اور اس کے زوال و نیستی کی طرف رُخ کرنے اور ظل سے اصل کی طرف مائل ہونے کی بابت لکھا تھا۔ نیز لکھا تھا کہ اکثر اوقات اس عجیب کیفیت کے سرور کے باعث روح چاہتی ہے کہ قالب سے پرواز کر جائے۔ اس وقت میں بے خودی و نیستی کی ایک عجیب حالت حاصل ہوتی ہے کہ شرح بیان سے باہر ہے۔ اس کے مطالعہ نے محظوظ و لطف اندوز کیا۔ (یہ) احوال درست و معقول ہیں اور حقیقت فنا کے حاصل ہونے کی بشارت دینے والے ہیں۔ اس نعمت سے جو درجہ بھی میسر ہو جائے مبارک ہے۔ اس نسبت کی نگاہداشت میں سعی فرمائیں اور اس کی کیفیت کے زیادہ ہونے میں دل و جان سے کوشش کریں۔''
>
> (جلد۳: ۷۶، ص۱۴۲-۱۴۳)۔

حضرت خواجہ کے پانچ مکتوبات گرامی (جلد۱: ۳۸، ۴۰، ۸۰، دفتر سوم: ۵۲، ۷۶) آپ کے نام ہیں۔

خلافت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے آپ کو خلافت مطلقہ سے مشرف فرمایا۔

سفرآخرت:

قضائے الٰہی سے رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة. صاحب مقامات معصومی لکھتے ہیں: ''میر (رفعت بیگؒ) کا مدفن مجھے معلوم نہیں ہے، لیکن زیادہ گمان ہے کہ دہلی میں ہوگا۔'' [۱۰۲]

حضرت شیخ زین الدین یمنی رحمۃ اللہ علیہ

وطن مالوف:

آپ یمن کے جید عالم تھے اور محدث مدنی کے لقب سے معروف تھے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے عرب کے خلفاء میں ان کا نام نامی سرفہرست ہے۔ مکتوبات معصومیہ جلد دوّم کے مرتبین نے آپ کو ''اسوۃ العلماء والمحدثین سیّد زین العابدین مکی'' لکھا ہے۔

بیعت طریقت:

آپ درس و تدریس کو چھوڑ کر سرہند شریف (ہندوستان) آ کر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے دست مبارک پر بیعت سے مشرف ہوئے۔

خلافت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے ۶۹-۱۰۶۸ھ/ ۵۹-۱۶۵۸ء میں اپنے قیام حرمین شریفین کے دوران آپ کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

آپ مدینہ منورہ میں مقیم رہے اور یہاں لوگوں کی کثیر تعداد کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے مستفیض فرمایا۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عربی مکتوب گرامی (جلد۲:۴۱) آپ کے نام ہے، جس میں ''عارف کی فنا کا بیان'' ہے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو یوں خطاب فرمایا ہے:

> ''جناب عالی ستارۂ نورانی، روز وشب کی شادمانی، سیّد وفاضل، کامل و محدث وعالم وعامل جو نہایت عزت واحترام کے ساتھ کامل ومکمل سلام وکثیر تسلیمات کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ان کی ہدایت کے آفتاب ہمیشہ طلوع ہوتے رہیں اور ان کے فیض رسانی کے انوار ہمیشہ چمکتے رہیں۔'' ۱۰۳

حضرت آخوند سجاول سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

نام:

نام آپ کا "عبدالحق" اور "عبدالخالق" منقول ہے اور "ملا سجاول" کے نام سے معروف تھے۔

مولد:

آپ کا مولد سرہند شریف سے تقریباً چودہ میل شمال مشرق میں واقع قصبہ "مورندہ" تھا اور مسکن شریف سرہند شریف تھا۔

علم وفضل:

آپ ایک پرہیزگار عالم اور کثیر الاعتبار فاضل تھے۔ ظاہری علوم میں کمال حاصل کرنے کے بعد جوانی ہی میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی خدمت میں سرہند شریف آ گئے اور یہاں درس وتدریس میں مشغول ہو گئے۔

درس وتدریس:

آپ مدرسہ سرہند شریف میں درس وتدریس کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے خاندان کے اکثر حضرات آپ کے شاگرد تھے۔ حضرت شیخ محمد فضل رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۷ھ/ ۱۷۰۵ء)، حضرت شیخ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) حضرت شیخ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۱ھ/ ۱۷۰۰ء) اور حضرت شیخ عبدالاحد وحدت رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۷ھ/ ۱۷۱۵ء) نے دینی علوم میں آپ سے استفادہ کیا۔ حضرت شیخ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۰ھ/ ۱۷۱۸ء) نے بھی چند کتابیں آپ سے پڑھیں۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی قرآن مجید کی سماعت بھی آپ سے ہی وابستہ ہے۔

بیعت وخلافت:

آپ جوانی میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے دست مبارک پر

بیعت ہو گئے۔ درس وتدریس، تصنیف وتالیف کے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض و برکات اخذ وکسب کرتے رہے۔ باطنی سلوک کی تکمیل کے بعد اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے اور بلند بشارتوں کی خوشخبری پائی۔ (دیکھئے: مکتوبات معصومیہ، دفتر ۲: مکتوب ۱۹۷)۔

سعادتیں:

آپ کو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کو وصال مبارک کے بعد غسل دینے کی سعادت نصیب فرمائی۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا اپنی مجالس خلوت میں صاحبزادیوں اور مخلص خواتین کے سامنے آپ کے اس حق (خدمت) کا ذکر فرمایا کرتی تھیں۔

علاوہ ازیں جب حضرت شیخ محمد عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) جوان کا بہت عقیدت مند تھا، کی خواہش پر دہلی گئے تو آپ بھی ان کے رفیق سفر تھے۔ حضرت شیخ محمد عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی سفر میں وصال فرمایا اور آپ کو انھیں غسل دینے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

قبولیت خاص:

آپ اکثر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کو اپنے گھر دعوت کے لیے تکلیف دیا کرتے تھے اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ہاں قدم رنجہ فرمایا کرتے تھے۔ سرہند شریف سے چار فرسنگ کے فاصلہ پر قریہ ''برکت چرک'' آپ کا گاؤں تھا جس میں آپ کے عروض معاش تھے۔ ایک بار آپ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو وہاں لے گئے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں قبولیت خاص حاصل تھی۔

سفر آخرت:

بالآخر قضائے الٰہی سے آپ نے اپنے گاؤں ''برکت چرک'' میں رحلت فرمائی اور سرہند شریف میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے روضہ انور (کے قریب) آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة.

تصانیف:

آپ درس وتدریس کے ساتھ ساتھ فارغ لمحات میں تصنیف وتالیف میں مصروف رہتے تھے۔آپ سے درج ذیل تصانیف یادگار ہیں:

① شرح ہدایہ (فارسی):

آپ نے فقہ حنفی کی شہرہ آفاق کتاب "ہدایہ" کی شرح بھی لکھی تھی۔ انڈیا آفس لائبریری لندن (برطانیہ) میں اس کی صرف آخری (چوتھی) جلد کا مخطوطہ محفوظ ہے۔بقول ڈی این مارشل آپ نے یہ شرح اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کے نام معنون کی تھی۔ اس میں آپ کا نام "عبدالحق سجاول سرہندی" مذکور ہے۔

② مسائل شرح وقایہ: ترجمہ شرح وقایہ (فارسی):

شرح وقایہ (عربی) مدرسہ سرہند شریف کے نصاب میں داخل تھی۔آپ وہاں مدرس تھے، لہٰذا آپ نے مبتدعین طلبہ کی سہولت کے لیے اس کا فارسی ترجمہ کیا اور اس کا نام "مسائل شرح وقایہ" رکھا۔ یہ ۱۰۷۶ھ/ ۶۶-۱۶۶۵ء میں مکمل ہوا۔آپ نے اس کتاب کو بھی اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کے نام معنون کیا۔اس میں آپ کا نام "عبدالحق سجاول سرہندی" درج ہے۔

اس کتاب کے مخطوطات انڈیا آفس لائبریری لندن (ایتھے :۲۵۹۱،۲۵۹۲) اور کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان، اسلام آباد (نمبر ۹۱۳۰) میں محفوظ ہیں۔ چند بار نولکشور نے ہندوستان سے شائع کی۔ایک بار ۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۳ء میں کانپور سے، نیز ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء میں بمبئی سے، ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۶ء میں کانپور سے آخری مرتبہ "مصباح الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ" کے نام سے دارالعربیۃ للدعوۃ الاسلامیہ سے طبع ہوئی۔

③ مسائل ضروریہ (فارسی):

آپ نے اس میں ضروری فقہی مسائل "فیروز شاہی" اور دوسری کتابوں سے منتخب کر کے جمع کیے ہیں۔اس میں آپؒ کا نام "عبدالحق معروف بہ سجاول سرہندی" منقول ہے۔ بتیس اوراق پر مشتمل اس کا مخطوطہ (نمبر ۵۴۴۸) کتاب خانہ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد میں محفوظ ہے۔[۱۰۴]

حضرت صوفی سعد اللہ کابلی رحمۃ اللہ علیہ

وطن:

آپ کا وطن مالوف افغانستان کا شہر کابل تھا۔

ارادت:

اپنے وطن مالوف سے سرہند شریف (ہندوستان) آ کر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔ آتے ہی بہت زیادہ ترقی نصیب ہوئی اور تھوڑے ہی عرصے کے بعد ''ولایت علیا'' کی بشارت نصیب ہوئی۔ (دیکھئے: مکتوبات سیفیہ۲۷۱: ۱۹۸)۔

خلافت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا اور آپ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے معروف خلفاء میں شامل ہو گئے۔

عنایاتِ مرشد:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے درج ذیل چار مکتوبات گرامی آپ کے نام ہیں:

پہلا مکتوبِ گرامی:

احوال ومکاشفات اوران پر تحسین کے ضمن میں تحریر فرمایا (دفتر۲: ۱۳۵، ص۲۵۰-۲۵۲)۔

دوسرا مکتوبِ گرامی:

آپ کے وقائع کی تعبیر اور احوال کی شرح کے بیان میں تحریر فرمایا (دفتر۳: ۲۶، ص۷۲-۷۳)۔

تیسرا مکتوب گرامی:

آپ کی کیفیات واحوال کی شرح میں جو کہ آپ نے لکھے تھے۔اس بیان میں تحریر فرمایا کہ جو کچھ قوم (صوفیائے کرام) کے نزدیک مسلم ہے۔یہ ہے کہ مطلوب کی یافت انفس میں منحصر ہے اور ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قَدَّسَنَا اللّٰہُ بِسِرِّہٖ کے نزدیک یافت کی حقیقت انفس سے باہر ہے (۳۹:۳،ص ۸۸-۹۰)۔

چوتھا مکتوب گرامی:

آپ کے روشن احوال کے جواب میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ نسبت جس جگہ سے بھی پہنچے (اس کو) اپنے پیر (کی جانب سے) جاننا چاہیے (۴۲:۳،ص ۹۲)۔

پانچواں مکتوب گرامی:

آپ کے احوال کی تعبیر اور ان کی کیفیات کی تعریف کے بارے میں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور آپ کے پیروکاروں کے بعض فضائل کے بیان میں تحریر فرمایا (۵۹:۳،ص ۱۱۸)۔

مکتوباتِ سیفیہ:

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۵ھ/۱۶۸۵ء) کے درج ذیل مکتوبات گرامی بھی آپ کے نام ہیں:

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب گرامی میں آپ کو تحریر فرمایا کہ آپ نے شہزادہ (محمد) اعظم (م ۱۱۱۹ھ/۱۷۰۷ء) سے ملاقات کی ہے۔یہ مبارک کام ہے (مکتوبات سیفیہ ۸۲:۱۲۲)۔

دوسرے مکتوب گرامی میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مطلع فرمایا ہے کہ اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء) نے حضرت محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء) کے حلقہ ارادت اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کرلی ہے۔(ایضاً ۴:۸۳)۔

تیسرے مکتوب گرامی میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا: ”حقیقت قرآن کے انکشاف وغیرہ سے جو کچھ درج تھا، وضاحت سے انجام کو پہنچا۔حقیقت قرآنی بس ایک عالی مقام ہے۔“ (ایضاً ۸۴:۱۲۴)۔

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دو مکتوب گرامی بنام حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ میں اپنے زیر تربیت احباب کا ذکر کرتے ہوئے ''صوفی سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ'' کا تذکرہ بھی فرمایا ہے (دیکھئے: مکتوبات سیفیہ ۱:۹،۲:۱۱)۔

نیز حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرید حضرت عاشور بیگ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۷ھ/ ۹۶-۱۶۹۵ء) کو تحریر فرمایا کہ آپ ''سعد اللہ'' کی صحبت کو غنیمت سمجھیں (دیکھئے: مکتوبات سیفیہ ۸۶: ۱۲۵)۔

تصرفات وکرامات:

آپ صاحب تصرفات وکرامات تھے۔ [105]

حضرت حاجی سلیم بلخی رحمۃ اللہ علیہ

وطن:

آپ بلخ کے مشائخ میں سے تھے۔

خلافت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرما کر اپنے وطن مالوف بلخ میں روانہ فرمایا اور آپ نے مدتوں دعوت وارشاد کا فریضہ انجام دیا اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے معارف و فیوض سے وہاں کے لوگوں کو مستفید فرمایا۔ آپ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے یاران مقبول میں سے تھے۔

مکاشفات وبشارات عالیہ:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے تین مکتوبات گرامی (دفتر ۲: ۵۵، ۶۰، ۱۳۸) آپ کے نام ہیں، جو مکاشفات و بشاراتِ عالیہ سے لبریز ہیں۔ ایک مکتوب گرامی میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اس طرح تحریر فرمایا:

> ''میرے برادر عزیز حاجی حرمین شریفین اس دور افتادہ مسکین سے سلام ودعا مطالعہ کریں اور اذکار و مطالعات میں مشغول رہیں اور موت کی تیاری سے فارغ نہ رہیں اور آخرت کا زادِراہ تیار کریں۔ خط وکتابت کا راستہ کھلا رکھیں، کیونکہ غائبانہ توجہ کا ذریعہ ہے اور طریقہ کے دوستوں کو عزیز رکھیں اور دوسرے میں فانی رہیں۔'' (۲: ۵۵، ص ۱۷۶-۱۷۷)۔

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے مکتوب گرامی میں آپ کو یوں تحریر فرمایا:

> ''آپ نے لکھا تھا کہ ایک جوان کی تقریب سے جس کو میں نے حلقہ ذکر میں خانقاہ کے دروازے پر دیکھا تھا، میں آپ کی جانب متوجہ ہوا۔ اچانک آپ مسجد کی محراب میں ظاہر ہوئے (اور) میری طرف متوجہ

ہوئے۔نسبت عالی نے مجھ پر پرتو ڈالا۔اس اثناء میں (ایک) دائرہ نظر آیا جو چودھویں رات کے چاند کی مانند تھا، بلکہ اس سے بھی زیادہ روشن ودرخشاں تھا، میں نے اپنے آپ کو اس دائرہ میں اس حد تک فنا پایا کہ میں نے اپنے وجود کا کوئی نشان نہیں پایا۔

میرے مخدوم! ہوسکتا ہے کہ یہ نورانی دائرہ اس اسم الٰہی سے عبارت ہو جو کہ آپ کا مبداء تعین ہے اور یہ جو آپ نے اپنے وجود کا کوئی نشان نہیں پایا (یہ) اس اسم میں فنا کی علامت ہے۔" (۲:۶۰،ص ۱۱۵)۔

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تیسرے مکتوب گرامی میں آپ کو تحریر فرمایا:

"آپ نے لکھا تھا کہ "ایک مدت ہوئی ہم یک رنگی کے سمندر میں مستغرق ہوگئے ہیں، جو کہ بے رنگ ہے اور تمام موجودات اس میں مثل حباب ظاہر ہوتی ہیں۔ میرے مخدوم! یہ حال اعلیٰ ہے اور جمع کے مقام سے پیدا ہوا ہے۔ اس عنایت کا شکر بجا لائیں اور ہمت کو بلند رکھیں۔"

اس مکتوب گرامی میں آپ کے ایک مرید حضرت حاجی احمد ترک رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہے، جنہوں نے آپ کا خط حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچایا تھا۔(۳:۱۳۸،ص ۲۵۸)۔

سفر آخرت:

آپ نے ۱۱۳۴ھ/۱۷۲۲ء سے قبل رحلت فرمائی اور اپنے وطن مالوف بلخ ہی آخری آرام گاہ پائی۔فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔[۱۰۶]

حضرت میر شرف الدین حسین رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب:

حضرت میر شرف الدین حسین بن میر عماد الدین محمد حسینی ہروی رحمۃ اللہ علیہ۔

خلافت:

آپ اپنے والد بزرگوار، بھائیوں اور بھتیجے سمیت حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے مقبولوں میں سے تھے۔ سلوک باطن کو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اور خدمت میں رہ کر مکمل کیا اور خلافت پائی۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب (جلد۲: ۸۷) آپ کے نام ہے۔

تالیف:

آپ نے حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) کی فرمائش پر مکتوبات معصومیہ کے دفتر دوم کو ''وسیلۃ السعادت'' (۱۰۷۲ھ) کے تاریخی نام سے مرتب کیا اور یہ خدمت کر کے خود کو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے مداحوں میں شمار کروالیا ہے۔ آپ نے اس پر ایک فصیح و بلیغ خطبے کا اضافہ کیا، جس میں لکھا ہے کہ مخدوم (حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) اور مخدوم زادہ عالی منزلت (حضرت) سیف الحق والملۃ والدین رحمۃ اللہ علیہ مجھ پر ایک عنایت رکھتے ہیں اور میرے احوال کی اصلاح انہوں نے فرمائی۔ یہ خطبہ نظم ونثر پر مشتمل ہے اور اس سے آپ کی بلاغت ظاہر اور ہویدا ہے۔

شاعری:

آپ عمدہ شعر کہتے تھے اور ''فائض'' تخلص تھا۔ (دیکھئے تذکرہ حسینی: ۲۵۴، روز روشن، ۵۹۷) بطور نمونہ یہ اشعار پیش ہیں۔

چناں دریا وار از خود رمیدن شد شعار من
کہ گردد سرمہ چشم رم آہو غبار من
ترا تا دیدم از خود رفتم اے غارت گردلہا
بہ بے ہوشی کشید از مستی چشمت غبار من [۱۰۷]

حضرت میر سیّد شرف الدین حسین لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

آبائی وطن:

آپ کا تعلق اندجان سے تھا، جو فرزانہ کے شمال مشرق میں ایک درہ کے کنارے پر واقع تھا۔ مکتوباتِ معصومیہ میں آپ کے نام چار مکاتیب (دفتر ۲: ۶۴، ۶۵، ۳: ۱۰۵، ۱۷۴) میں سے تین کا موضوع ''وحدت الوجود'' ہے اور اس میں احتیاط کرنے کی تلقین ہے۔ دو مکتوبات (۳: ۱۰۵، ۱۷۴) میں آپ کے نام کے ساتھ نسبت ''اندجانی ثم لاہوری'' لکھی ہے۔ جس سے گمان ہوتا ہے کہ آپ اندجان سے لاہور آئے اور پھر یہیں سکونت اختیار کر لی۔

بیعت وخلافت:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے مخصوص مخلص خادموں اور منظور نظر مریدوں میں سے تھے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت سے مشرف فرما کر لاہور متعین فرمایا۔ بعد ازاں بھی حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے رہے اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کے بعد بھی سرہند شریف ہر ایک دو سال کے بعد آتے اور کئی ماہ تک وہاں مقیم رہ کر روضہ مقدسہ کی زیارت کی سعادت حاصل کرتے اور پھر اپنے وطن مالوف لاہور کی جانب لوٹ جاتے تھے۔

مقام ومنزلت:

آپ معانی واسرار کے نکتہ سنج اور کمالات ابرار کے بانی مبانی تھے۔ توکل آپ کی زندگی کا شیوہ خاص تھا۔ آپ میں استقامت کی کرامت تھی۔ بحر وحدت الوجود میں مستغرق تھے اور کثرت کو کفر تصور کرتے تھے۔

چونکہ آپ کی ابتدائی سیر یہی منزل وحدت الوجود تھی۔ آپ کو اس مقام کی لذت کا ذائقہ اس قدر اچھا لگا کہ آپ آداب شریعت اور اس سے اُوپر کے مقامات کا اعتراف کرنے کے باوجود عمر بھر اس مقام (وحدت الوجود) پر پرجوش طریقہ سے کاربند رہے اور اس میں

حلاوت محسوس کرتے رہے۔

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/۱۶۸۵ء) آپ کو فرمایا کرتے تھے:

''میر شرف الدین تم اس عہد کے شیخ محی الدین (ابن عربیؒ) ہو۔''

نیز حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میر شرف الدین حسین کو حقیقت قرآن مجید کے وصول کی بشارت عنایت فرمائی تھی۔

مکتوبات معصومیہ (جلد۳: ۱۷۴) میں آپ کی گرمی مجلس اور مریدین کا ذکر موجود ہے۔

کلمات لطیف:

آپ سے کلمات لطیف سننے میں آئے ہیں۔ ایک امیر آدمی آپ کا بے رنگ مخلص تھا۔ ایک روز اس نے بڑے شوق سے آپ سے عرض کیا کہ حضرت! مجھے نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا:

> ''نصیحت تو اس کو کی جاتی ہے جس کا کوئی برا عمل نصیحت کرنے والے کی نگاہ میں آئے، لیکن تم جیسے لوگوں سے اگر کوئی ناروا حرکت مجلس یا خلوت میں سرزد ہو جائے تو سب حاضرین خوش فہمی کی وجہ سے اسے کرامت ہی سمجھتے ہیں اور اسے عقلی دلیلوں سے معقول ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جس سے بے اختیار تم جیسوں کا نفس مسرور ہو جاتا ہے، لہٰذا تمہیں کن الفاظ میں نصیحت کی جائے؟''

اہلیہ محترمہؒ:

آپ کی اہلیہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا بھی صحیح النسب سید زادی اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی ایک عظیم مخلصہ تھیں۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے ذاکرات خواتین کا حلقہ کرتی تھیں۔ ان کی ہمت مستثنیٰ تھی۔ آپ اپنے شوہر نامدار کے ہمراہ سرہند شریف آیا کرتی تھیں۔

اپنے شوہر نامدار کے وصال مبارک کے تین یا چار سال بعد ۱۱۰۵ھ/۱۶۹۴ء یا ۱۱۰۶ھ/

۱۶۹۵ء میں رحلت فرمائی اور لاہور میں آخری آرام گاہ پائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهَا رَحْمَةً وَّاسِعَة.

سفر آخرت:

آپ نے اسی برس سے زیادہ عمر میں ۱۱۰۲ھ یا ۱۱۰۳ھ/ ۱۶۹۱ء یا ۱۶۹۲ء مں لاہور میں وصال فرمایا اور یہیں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً[۱۰۸]

حضرت میر عارف رحمۃ اللہ علیہ

خاندان:

آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے خلیفہ حضرت میر محمد نعمان بدخشی اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء) کے نواسے تھے اور دار الخلافہ اکبر آباد (آگرہ)، ہندوستان میں مقیم تھے۔

خلافت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب گرامی بنام حضرت شیخ امان اللہ بن شیخ حمید بنگالی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو ''فضائل پناہ'' لکھا ہے۔

ملازمت:

آپ نے اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کے ہاں ملازمت کر لی تھی، جس کے لیے حضرت شیخ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) اور حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) نے عالمگیر بادشاہؒ سے آپ کی سفارش کی تھی۔ حضرت شیخ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں بادشاہ کو اس طرح لکھا:

> ''بادشاہ وقت عالی جاہ حضرت محمد عالمگیر کے نام......
>
> حضرت سلامت! سیادت پناہ میر محمد عارف پیر دستگیر (حضرت خواجۂ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) کی صحبت سے بہت زیادہ بہرہ ور ہوئے۔ اس حد تک کہ لوگ ان کی صحبت سے بہرہ مند ہیں۔ اگر خلوت عالیہ میں راہ پائے اور خطاب مستطاب (ملازمت) سے ممتاز ہو جائے، تاکہ مجالس سکوت میں بہرہ ور ہو جائے تو عنایت مندی ہوگی۔'' (خزینۃ المعارف ۱۹۹:۱۳۷)

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں اورنگ زیب عالمگیر کو یوں تحریر فرمایا:

''صاحب کمالات میر محمد عارف جو قدیم دعا کرنے والوں میں سے ہے، ملازمت عالی کی غرض سے بھیجے جا رہے ہیں، یقین ہے کہ مطالعہ خاص (خصوصی عنایت) کے مستحق قرار پائیں گے۔'' (مکتوبات سیفیہ ۸۰: ۱۲۰)۔ [۱۰۹]

حضرت شیخ عبدالاحد وحدت رحمۃ اللہ علیہ

نسب مبارک:

حضرت شیخ عبدالاحد وحدت بن حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ۔

ولادت:

آپ کی ولادت باسعادت سرہند شریف (ہندوستان) میں تقریباً ۱۰۵۰ھ/۴۱-۱۶۴۰ء میں ہوئی۔ آپ حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) کے پانچویں صاحبزادے ہیں۔

آثار بزرگی:

آپ شریعت وطریقت دونوں علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ آداب معرفت و حقیقت آپ کے رُخسار پر کامل شگفتگی سے عیاں تھے، لہٰذا بچپن ہی میں والد بزرگوار حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) نے آپ کو ''گل'' کہہ کر پکارا۔ آپ کا یہ نام یوں معروف ہوا کہ اکثر عوام آپ کے اس نام کے علاوہ کسی اور نام سے بے خبر تھے اور بیشتر حضرات مجددیہ بھی آپ کو ''گل صاحب'' ہی کہتے تھے۔

علم وفضل:

آپ ایک جید عالم اور محدث تھے۔ اپنے والد بزرگوارؒ سے حدیث شریف پڑھی اور علوم عقلیہ ونقلیہ میں کمال حاصل کیا۔ حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) آپ کی قابلیت کو بخوبی جانتے تھے، لہٰذا انہوں نے اپنے تمام کمالات علمی وروحانی آپ کو ابتدائی عمر ہی میں ودیعت فرما دیے۔ نیز آپ پر خصوصی نظر عنایت فرماتے تھے۔

والد بزرگوارؒ سے کسب سلوک:

آپ نے سلوک باطنی بھی اپنے والد بزرگوارؒ سے کسب واخذ کرنا شروع کیا اور جلد ہی

تکمیل ومقام کمال حاصل کر لیا۔ آپ نے اپنے والد بزرگوارؒ سے خوب روحانی کمالات اور بشارات عالیہ حاصل کیں۔ جن میں ولایت کبریٰ اور مقام خلت شامل تھیں۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سے کسب طریقہ:

حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) کے وصال مبارک کے بعد آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے پاس استفاضہ کی غرض سے حاضر ہوئے۔ پہلے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حکم فرمایا کہ میں تجھے از سرنو مرید کرنا چاہتا ہوں اور تجھے اسم ذات جلت عظمتہ کی تلقین کی جائے گی۔ اس پر آپ کو تردّد ہوا کہ اس سے میں نے جو چند برس تک حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں محنت کی ہے، کیا وہ سب ضائع جائے گی؟ اس سے آگاہ ہو کر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے فرمایا:

> ''ان (حضرت شیخ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ) کا فرمانا بجا ہے، لیکن اولیائے مقربین میں سے ہر ایک کا راہِ مطلوب تک پہنچنے کا طریقہ الگ ہے اور ہر نبی و ولی کا مسلک بھی علیحدہ ہے، لہٰذا کسی کو دوسری راہ سے اپنی راہ پر لانا سخت محنت کے بغیر ممکن نہیں۔ اس لیے میں تمہیں از سرِ نو ذکر کی تعلیم دے رہا ہوں۔''

نیز حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: ''حضرت میاں جیو (حضرت شیخ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ) سے جو بشارت تمہیں ملی تھی، اس سے میں آگاہ ہوں اور تجھ میں ولایت کبریٰ کے کمالات متحقق محسوس کرتا ہوں۔''

بعد ازاں کچھ ہی عرصہ میں آپ کو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے ولایت کبریٰ، ولایت صغریٰ، ولایت علیا، کمالات نبوت، حقائق اربعہ اور ان سے بھی بالا بشارات عنایت ہوئیں۔ ایک رات آپ نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں دیکھتا ہوں کہ دائرہ ارشاد نے وسعت پالی ہے۔ آپ سے یہ بھی منقول ہے کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ''محمدی المشرب'' کی استعداد کی بشارت اس وقت دی تھی، جب اپنے سب فرزندانِ گرامی کو عنایت فرمائی تھی۔ آپ نے اپنی بیاض میں یہ سب بشارتیں درج کر رکھی تھیں۔ (دیکھئے: گلشن وحدت ۵۴/۷۰،

حسنات المقربین ورق ۱۷۰ب) آپ نے حضرت آخوند سجاول سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے نام اپنے مکتوب میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے: گلشن وحدت: ۵۴/۶۶)۔

آپ نے جمادی الاوّل ۱۰۷۶ سے ۱۰۷۷ھ/ ۱۶۶۵-۱۶۶۶ء تک دو برس میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے پچاسی مجالس میں خصوصی توجہات لینے کی تفصیل مع مختلف بشارتیں گلشن وحدت (۵۴-۶۷-۶۹-۰۰۰) میں درج کی ہیں۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات گرامی (دفتر دوّم ۱۱۹، سوم: ۱۱۷، ۱۲۸ (بنام شیخ محمد باقرؒ، ضمناً)، ۱۴۰، ۱۶۸، ۲۰۵، ۲۲۸ آپ کے نام ہیں، جن میں بکثرت بشارتیں مذکور ہیں۔ آپ نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت خاص حاصل کی۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے روابط:

آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے وصال مبارک کے بعد ۱۰۸۷ھ/ ۷۷-۱۶۷۶ء) میں حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء) کی خدمت میں بڑے خصوص کے ساتھ رجوع فرمالیا اور ان کے مونس ودم ساز بن گئے۔ آپ نے منصب قیومیت کے حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منتقل ہونے کے اثبات میں رسالہ تصنیف فرمایا۔ (دیکھئے: وسیلۃ القبول ۲: ۱۴)۔ ان دونوں حضرات گرامی کے درمیان گہرے روابط قائم رہے، جن کا ثبوت حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے ان مکاتیب شریفہ میں موجود ہے، جو انہوں نے آپ کے نام تحریر فرمائے (دیکھئے: وسیلۃ القبول ۱: ۱۵، ۲۲، ۳۴، ۲: ۱۴، ۴۲)۔

حج بیت اللہ شریف:

آپ نے پہلی بار ۱۱۰۹ھ/ ۱۶۹۸ء میں حج کیا اور کل تین بار حج بیت اللہ شریف کی سعادت پائی۔ آخری دو حج حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء) کے ساتھ کیے۔ (تحفۃ الفقراء ۱۰-الف)۔

شاعری:

آپ بہت بڑے عالم، عارف، صاحب تصنیف اور ایک بلند پایہ شاعر تھے۔ آپ کے

کلام کی خوبیوں کو ماہرین فن نے شعراء کے تذکروں میں بیان کیا ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) بھی آپ کی فصاحت کے معترف تھے۔ اپنے ایک مکتوب گرامی (دفتر ۳: ۲۵) میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کو یوں تحریر فرماتے ہیں:

''گرامی نامہ جو کہ فقرہ ہائے شوق وشعر ہائے شورانگیز پر مشتمل تھا، پہنچ کر مسرت بخش ہوا۔''

آپ کے نام ایک دوسرے مکتوب گرامی (۳: ۲۴۸) میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

''رقعہ شریفہ پہنچا۔ اس کے دلکش مضامین دلنشین ہوئے اور اس کے رنگین اشعار نے مسرور اور خوش وقت کیا۔''

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے دو اور مکتوبات گرامی (دفتر ۲: ۱۱۹، ۳: ۲) بھی آپ کے نام ہیں۔

صاحب مقامات معصومی نے آپؒ کی ایک غزل کے یہ دو شعر نقل کیے ہیں:

شب خیال طرہ شوخی بدل پیچید و رفت
ساعتی ہم چون شب قدر از بزم جوشید و رفت
خانہ زیں است دنیا عیش او پا در رکاب
شہسوار است آنکہ آرزوی زود دامن چید و رفت

خوش گو آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اگرچہ آپ اشغال باطن سے فرصت نہیں رکھتے تھے کہ فکر سخن میں مصروف ہوں، لیکن اس کام میں بھی استاد تھے اور بہت زیادہ تازہ مطالب اور رنگین مضامین (کے پھول) آپ سے کھلتے تھے۔'' (سفینہ خوش گو ۶۹)۔

کشن چند اخلاص کہتے ہیں:

''آپ کبھی کبھار حسب اتفاق معجزہ بیان زباں سے ایک دو مصرع کی

گل فشانی فرماتے تھے۔" (ہمیشہ بہار ۲۶۱)۔

میر نجان اجملی لکھتے ہیں:

"وحدت باوجود فضل وکمال بقول الشعراء تلامیذ الرحمٰن شعر بھی کہتے تھے۔" (خازن الشعراء، ورق ۱۶۸ الف)۔

سفرِ آخرت:

آپ نے دارالخلافہ شاہ جہان آباد (دہلی) میں رحلت فرمائی۔ آپ کے خلیفہ نامدار حضرت شیخ محمد مراد تنگ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۸ء) نے آپ کا سال وفات ۱۱۲۶ھ/ ۱۷۱۴ء تحریر کیا ہے، ان کے فرزند ارجمند حضرت عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ ایام مرض میں آپ کے پاس دہلی میں موجود تھے اور وہی آپ کی نعش مبارک کو دہلی سے سرہند شریف لائے تھے، لہٰذا حسنات المقربین (ورق ۱۲۱- الف، ب) کے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا بیان مستند ہے اور اکثر تذکرہ نگاروں نے یہی ضبط کیا ہے، لیکن مقامات معصومی اور روضۃ القیومیہ میں آپ کی تاریخ وفات ۲۷ ذی الحجہ ۱۱۲۷ھ/ ۱۳ دسمبر ۱۷۱۵ء مذکور ہے، جو متاخرین نے نقل کی ہے۔

آپ کو سرہند شریف کی مسجد کلاں کے ایک حجرہ میں، جس کا نصف حصہ مسجد سے خارج ہے، دفن کیا گیا۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة.

آپ کی نماز جنازہ کئی اصحاب نے پڑھائی، جن میں آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ محمد تقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۴۸ھ/ ۱۷۳۵ء) اور حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۲ھ/ ۱۷۴۰ء) کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

اولاد امجاد:

آپ کے فرزندان گرامی کے اسمائے مبارک درج ذیل ہیں:

① حضرت شیخ ابوحنیف رحمۃ اللہ علیہ

یہ آپ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ انہوں نے ۱۱۳۲ھ/ ۱۷۲۰ء میں رحلت فرمائی۔ انہوں نے ہدایہ حضرت شیخ محمد فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۷ھ/ ۱۷۰۵ء) سے پڑھی تھی۔ ان کی اولاد

میں دو صاحبزادے حضرت شیخ محمد زکی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت محمد میر رحمۃ اللہ علیہ تھے اور ایک صاحبزادی تھی۔ حضرت شیخ محمد زکی رحمۃ اللہ علیہ کے صرف ایک فرزند حضرت شیخ محمدی عرف شاہ بھیک رحمۃ اللہ علیہ تھے (ہدیہ احمدیہ ۲۰)، جو فارسی کے شاعر تھے (روضۃ القیومیہ ۱: ۳۰۲) سفینۂ خوشگو (ص ۱۸۹) کے مطابق مشہور شاعر ارشد علی رسائی غالباً انھیں کے شاگرد تھے۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضرت شاہ بھیک رحمۃ اللہ علیہ حضرت میرزا جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) کے خلیفہ تھے، جو کابل (افغانستان) میں مشغول ارشاد تھے (دیکھئے مقامات مظہری، ص ۵۱، ۳۱۱، ۴۰۸، ۴۵۰، ۴۵۱)۔

② حضرت شیخ محمد نقی رحمۃ اللہ علیہ

یہ آپ کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ انہوں نے ۱۳ محرم ۱۱۴۸ھ/ ۲۵ مئی ۱۷۳۵ء کو رحلت فرمائی۔ انہوں نے حضرت خواجہ محمد نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء) سے باطنی سلوک کسب کیا تھا۔ اچھے شعر کہتے تھے (روضہ القیومیہ ۱: ۳۰۲) اور معروف شاعر میر تقی میر جب سرہند شریف گئے تو وہ آپ سے ملے تھے (نکات الشعراء، ص ۸۱)۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ ایک محمد اظہر مخاطب بہ نواب اظہر الدین خان اور دوسرے ظہور اللہ۔ نواب اظہر الدین کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ بیٹوں کے نام احسان اللہ خان، انعام اللہ خان متخلص بہ یقین، جو حضرت خواجہ مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) کے شاگرد اور مشہور شاعر تھے۔ تیسرے بیٹے عرفان اللہ خان تھے اور یہ بھی منصب دار تھے (مقامات معصومی ص ۴۱۳-۴۱۴، ہدیہ احمدیہ ۲۵، روضۃ القیومیہ ۱: ۳۰۳)۔

اپنے والد گرامی کی آخری عمر کے دوران یہ بھی شعر کہنے لگے تھے اور والد گرامی جیسی استعداد حاصل کر لی تھی۔ حضرت محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء) نے آپ کو ہندوستان کی قطبیت کی بشارت دی تھی (مقامات محصومی ۳: ۴۵)۔

③ حضرت شیخ نور الحق رحمۃ اللہ علیہ

یہ آپ کے تیسرے صاحبزادے تھے (مقامات معصومی ۴: ۵۴۳)۔ ان کی اولاد میں چھ بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں، جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں: ضیاء الحق، عزیز الحق، سعید الحق، ثناء الحق، جمیل الحق، عطاء الحق، بی بی خانمی اور صالحہ (ہدیہ احمدیہ ۱۹)۔

④ حضرت شیخ محمد جواد رحمۃ اللہ علیہ:

یہ آپ کے چوتھے صاحبزادے تھے، جن کے بیٹے حضرت شیخ محمد انوار اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ عبدالاحد وحدت رحمۃ اللہ علیہ سے فیض پایا تھا۔(ہدیہ احمدیہ ۲۱)۔

⑤ تصنیفات:

حضرت شیخ عبدالاحد وحدت رحمۃ اللہ علیہ کثیر التصانیف تھے۔ مختلف تذکروں میں آپ کی درج ذیل کتب کے نام مذکور ہیں:

① اسرار الجمعہ ② اسرار الفقر ③ برہان جلی ④ رسالہ در اثبات قیومیت ⑤ بیاض ⑥ بدائع الشرائع ⑦ توبہ نامہ ⑧ الجنات الثمانیہ ⑨ جنود اللہ ⑩ حاشیہ بر بعضی اقوال تفسیر بیضاوی ⑪ خزائن المودّہ ⑫ خزائن النبوۃ ⑬ خیابان وحدت ⑭ خیر الکلام ⑮ الدرر علم قرأت بسال ۱۱۰۶ھ/ ۹۵-۱۶۹۴ء ⑯ رسالہ در احوال حضرت مجددؒ ⑰ رسالہ در ردّ مخالفین حضرت مجددؒ ⑱ رسالہ در شرح بیت مثنوی ⑲ رسالہ منع رفع سبابہ ⑳ رسالہ در بیان لطائف خمسہ واصول آنہا ㉑ رسالہ تصوف ㉒ سبیل الرشاد ㉓ سلسلۃ الجواہر در شرح چہل حدیث ㉔ شرح کلمات قدسی آیات مکاتیب حضرت مجددؒ ㉕ شرح کلمہ تسبیح ㉖ شرح رباعیات خواجہ باقی باللہؒ ㉗ شواہد التجدید ㉘ صحائف تسعہ ㉙ فیض عام ㉚ قرۃ القارئین ㉛ قصص برحق ㉜ چہار چمن ㉝ کحل الجواہر ㉞ گلشن وحدت (مجموعہ مکتوبات) ㉟ لطائف المدینہ (سوانح حضرت خواجہ محمد سعیدؒ، والد خود) ㊱ لطائف ㊲ مجمع البحرین ㊳ مناجات کبیر ㊴ مناجاتِ صغیر ㊵ منشور الدرر فی فضائل السور ㊶ مثنوی ㊷ نشر العطر ㊸ نواقض الروافض ۰ الـہ

حضرت میاں شیخ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ

وطن:

آپ کا وطن مالوف بنگال تھا (دیکھئے: مکتوبات معصومیہ ۲:۱۰۱، ۳:۱۹۹)۔

ارادت وخلافت:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ بنگال کے مرزا ابوالمعالی مخاطب بہ ''مرزا خان'' (م ۱۰۷۴ھ/ ۱۶۶۴ء) کو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ ہمارے طریقہ میں باطنی عروج کے لیے مرشد کی صحبت شرط ہے تو انہوں نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے ایک خلیفہ کو بھیجنے کی درخواست کی، جس پر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میاں عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کو بنگال روانہ فرمایا۔ اس کا ذکر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے نام اپنے مکتوب گرامی میں فرمایا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا خان کو اپنا رسالہ اذکار بھیجا اور اس پر عمل کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا عبدالخالق کی صحبت اختیار کرو۔ ملاحظہ فرمائیں:

> ''اے میرے ملجاء ومشفق وسعادت آثار! برادرم ملا عبدالخالق کو مستقبل قریب میں وطن روانہ کر دیا جائے گا۔ اِن شآءَ اللہ وتعالیٰ آپ طرفین کے استخارہ کی موافقت کے بعد مشارٌ الیہ کے ساتھ مجلس رکھیں اور وہ چیز جس کی طرف رہنمائی کریں، آپ اس پر عمل کریں۔ زبانی اوراد واذکار ان کے مشورہ سے کریں۔ ہمارے طریقہ میں اوقات کو ذکر اور باطنی شغل میں جو کہ طریقہ کے اُستاد (پیر) سے اخذ کیا ہے مشغول رکھتے ہیں اور فرض وسنت کے علاوہ اجازت نہیں دیتے کہ اس شغل کے ماسوا کسی دوسری چیز میں مشغول ہو۔'' (جلد ۲:۱۰۲، ص ۱۷۹)۔

نیز دوسرے مکتوب گرامی میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا خان کو یوں تحریر فرمایا:

''میرے ملجاء ومشفق! برادرم مولانا عبدالخالق کے پہنچنے تک اور باہم صحبت میسر آنے تک آپ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ (کے ذکر) میں بہت زیادہ مشغول رہیں۔ جب برادرم مشارٌ الیہ (مولانا عبدالخالق) پہنچ جائیں تو ان کے ساتھ مجلس رکھیں اور وہ جو شغل باطن بتائیں، فقیر کی زبان ہی سے تصور فرمائیں اور ان کی تاثیر صحبت وتوجہ کو مؤثر وغنیمت جانیں اور صحبت کی شرائط کو اچھی طرح ملحوظ رکھیں۔'' (۲: ۱۰۴، ص۱۸۲-۱۸۳)۔

مقام ومنزلت:

جب آپ بنگال میں مرزا خان کے پاس پہنچے تو انہوں نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عریضہ لکھا اور اس میں حضرت میاں عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے حال پر اعتراض کیا۔ جس پر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا خان کو ایک مکتوب گرامی میں یوں تحریر فرمایا:

''میرے مکرم! شیخ عبدالخالق نے کچھ عرصہ صحبت میں گزارا ہے اور اس راستہ کے ضروری فیوض اخذ کیے ہیں اور وہ تلوین سے تمکین کے ساتھ جا ملے ہیں اور فنا سے جو کہ اس راستے کا رکن اعظم ہے، آگاہی پائی ہے۔ ان کو حال سے خالی کس طرح کہہ سکتے ہیں؟ بہت اولیاء اللہ (ایسے) ہیں جو کہ اپنی ولایت پر بھی اطلاع نہیں رکھتے اور ان کا ظاہر ان کے باطن سے بے خبر ہے۔ دوسرے لوگوں کے لیے مشکل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مطلع کیے بغیر ان کی ولایت کا پتہ لگائیں:

ع کس چہ داند کہ دریں گرد سوارے باشد

یعنی: کوئی شخص کیا جانے کہ اس گرد میں کوئی سوار ہے؟

مشارٌ الیہ (میاں عبدالخالق) کو محروم و بے بہرہ مان لینے کی صورت میں اس امر عظیم میں اس کو ملحوظ نہیں رکھنا چاہیے اور بھیجے ہوئے شخص کو بھیجنے والے کے آئینے میں دیکھنا چاہئے:

ع ایشاں نیند ایں ہمہ الحان زمطرب است

یعنی: وہ نہیں ہیں یہ تمام خوش آوازی مطرب کی ہے۔ (مکتوبات محصومیہ ۳:۵۶، ص۱۱۲)۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا نصیر خان کے بیٹے مرزا محمد صادق کو تحریر فرمایا:

''شیخ عبدالخالق ہمارے بہت اچھے دوستوں میں سے ہیں اور صاحب کمالات ہیں۔ اگر آپ ان کے ساتھ صحبت رکھیں اور (ان سے) توجہ لیں تو گنجائش رکھتا ہے اور بہتر ہے۔'' (۳:۱۹۸، ص۲۷۸)۔

نیز حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا نصیر خان کو مکرر تحریر فرمایا:

''اے شفقت آثار حقائق آگاہ! عبدالخالق ہمارے بہت اچھے دوستوں میں ہیں اور کمال واحوال عالیہ کے مالک ہیں۔ ان کی صحبت و خدمت کو غنیمت سمجھیں۔ کاموں کے بارے میں ان سے دعائیں اور امداد طلب کریں اور ختم خواجگان کرائیں۔ مشیخت پناہ اخوی واعزی شیخ محمد صادق کو سلام پہنچائیں۔'' (۳:۲۱۱، ص۲۹۰)۔

حضرت خواجہ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ

وطن:

آپ ترکستان کے علاقہ فراآسمان کے رہنے والے تھے۔

بیعت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت کا شرف پایااور بعدازاں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض وبرکات حاصل کیے۔

خلافت:

آپ نے سلوک کی تکمیل کرنے میں بہت مشقت اُٹھائی۔ تکمیل کے بعد اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے مخصوص خلفاء میں شامل تھے۔

ترویج سلسلہ:

پیرومرشد نے خلافت واجازت عطافرمانے کے بعد آپ کو اپنے وطن مالوف ترکستان روانہ فرمایا۔ وہاں پہنچ کر آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج وترقی کے لیے کوشاں ہو گئے۔ ہزاروں ترک آپ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اورانہوں نے آپ سے فیوض و برکات حاصل کیے۔ آپ سے بہت زیادہ کرامات ظاہر ہوئیں۔ [۱۲]

حضرت ملا عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے جذبہ قوی کے حامل خلیفہ تھے۔

حضرت مولانا سیّد زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء) تحریر فرماتے ہیں:

"ممکن ہے کہ آپ شیخ عبدالرزاق لاہوریؒ ہوں، جن کا تذکرہ نزہۃ الخواطر میں اس طرح درج ہے: الشیخ العالم الصالح عبدالرزاق بن عبدالوہاب بن عبدالقادر بن محمد بن زین العابدین بن عبدالقادر بن محمد شریف الحسنی الاچی لاہوریؒ۔ آپ فضل وصلاح میں مشہور حضرات میں سے ہیں۔ اپنے والد بزرگوار سے طریقہ اخذ کیا اور حرمین شریفین گئے اور حج وزیارت سے مشرف ہوئے۔ وہاں کے شیوخ سے بھی استفادہ کیا۔ پھر ہندوستان آ کر لاہور میں قیام کیا۔ ۲۲ ذی قعدہ ۱۰۶۸ھ/ ۱۱- اگست ۶۵۸ءکو آپ نے انتقال فرمایا۔" [۱۱۳]

حضرت صوفی عبدالروف کابلی رحمۃ اللہ علیہ

مولد ومسکن:

آپ کا مولد ومسکن گاؤں ''سخت درہ'' تھا، جو افغانستان کے شہر کابل کے دامن کوہ کے دیہاتی علاقوں میں سے ایک دیہات تھا۔

ارادت:

شروع میں حضرت خواجہ محمد حنیف کابلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۸ھ/ ۶۸-۱۶۶۷ء) کے مریدوں میں شامل تھے۔ اوّل ان کی رفاقت میں سرہند شریف (ہندوستان) حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی خدمت میں حاضری دی۔ بعدازاں خود خانقاہ سرہند شریف میں آ کر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کا شرف پایا۔

خلافت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی بابرکت صحبت میں رہ کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مراتب ومنازل طے کیں اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔[۱۴۱]

حضرت خواجہ عبدالصمد کابلی رحمۃ اللہ علیہ

وطن:

آپ کابل (افغانستان) سے جنوب مشرقی جانب تقریباً چار میل کے فاصلے پر واقع موضع ''دیہ یعقوب'' کے بزرگ زادوں میں سے تھے اور صاحب مقام ارشاد وہدایت تھے۔

بیعت طریقت:

جب حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی شہرت کابل پہنچی تو آپ سب کچھ چھوڑ کر عالم بے اختیاری میں سرہند شریف پہنچے اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر عنایت وشفقت سے ولایت ظلی واصلی حاصل کی۔ کمالات نبوت اور مقام خلت تک رسائی پائی۔ ابراہیم مشرب تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے کمالات خاصہ سے کامل حصہ نصیب ہوا اور ولایت کبریٰ کے کمالات سے ممتاز ہوئے۔

خلافت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی خدمت میں رہ کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض وبرکات سمیٹتے رہے۔ اپنے وطن مالوف سے کئی بار حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خرمن معصومی سے اپنے نصیب کا دانہ حاصل کیا اور معرکہ ابرار میں صاحب اعتبار ہو گئے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت وخلافت سے سرفراز فرما کر آپ کو اپنے وطن مالوف میں خلق خدا کی رہنمائی کے لیے روانہ فرمایا۔

مسند ارشاد:

آپ اپنے وطن دیہ یعقوب، کابل (افغانستان) میں پہنچ کر مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے اور خلق خدا کی رہنمائی میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے اپنے گاؤں میں ایک عمدہ خانقاہ تعمیر کرائی، جہاں واردین وزائرین اور طالبین کے نان ونفقہ اور رہائش کا خوب بندوبست تھا۔

آپ کا زیادہ وقت کابل میں گزرتا تھا اور آپ کے صاحبزادگان مہمانوں اور ارادتمندوں کی تواضع میں یہاں مصروف رہتے تھے۔ آپ کو کابل میں بہت زیادہ مقبولیت نصیب ہوئی اور آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۹۶۸ء) کے اکابر خلفاء میں شامل ہو گئے۔

عنایات مرشد:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) اور آپ کے درمیان بڑی موانست تھی۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب شریف میں آپ کو یوں تحریر فرمایا:

''وہ یار اور ہم نشیں جو گزشتہ دنوں اور گزشتہ سال ایک جا، ہم سفر اور ہم بستر تھے اور مونس وہمدم (تھے) وہ کہاں گئے؟''

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے چھ مکتوبات گرامی آپ کے نام ہیں۔ (دیکھئے: جلد ا: ۴۳، ۸۳، ۱۸۸، دفتر ۳: ۳۱، ۱۵۶، ۲۱۴)۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت شیخ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) کے چند مکتوبات گرامی بھی آپ کے نام ہیں، جن میں آپ کے مقامات عالیہ کا ذکر موجود ہے (دیکھئے: خزینۃ المعارف ۵: ۳، ۷۳، ۶: ۱۶، ۱۰: ۲۰)۔

مہمان نوازی:

آپ مہمان نوازی میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ ایک روز حضرت میر صفر احمد معصومی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء) کی موجودگی میں اپنے صاحبزادوں سے فرمایا:

''گھر میں جو کچھ ہے اور جو بھی مہمان ہے، ہر ایک کو دے دو۔''

حج بیت اللہ:

آپ نے آخری عمر میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ ان دنوں اس فریضہ کی ادائیگی آپ کے لیے بہت ہی دشوار تھی، لیکن حق سبحانہٗ کی مدد سے آپ نے حج ادا کیا اور بخیریت وطن واپس پہنچے۔

سفرآخرت:

سفرحج سے واپس آنے کے بعد آپ نے ۱۱۰۸ھ/ ۹۷-۱۶۹۶ء میں وصال فرمایا اور ''دیہ یعقوب'' کابل (افغانستان) کے باغات میں سے ایک باغیچہ میں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة. اپنے انتقال سے چندروز قبل آپ مقامات معصومی کے مصنف حضرت میر صفر احمد معصومی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء) کو اس باغیچہ میں اپنے ساتھ لے گئے اور اظہار فرمایا کہ میں اپنی قبر کو اس جگہ پاتا ہوں۔ آپ لحظہ بھر وہاں بیٹھے رہے، تاکہ وصول (ملاقات) سے پہلے وہ نور سے آراستہ ہو جائے۔

اولاد امجاد:

آپ کے فرزندانِ گرامی کے نام کہیں مذکور نہیں۔ البتہ ان کے فضائل کا تذکرہ ملتا ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء) نے اپنے ایک مکتوب گرامی بنام اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) میں آپ کے صاحبزادوں کے لیے ملازمت کی سفارش کی تھی، جس کے بعد یہ شاہی ملازم ہو گئے تھے۔

یہ بھی منقول ہے کہ ایک زمانہ میں کابل کی حکمرانی بھی آپ کی اولاد کو حاصل ہو گئی تھی۔ آپ کے ایک پوتے حضرت خواجہ محمد دیہ یعقوبی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۲ھ/ ۱۷۴۰ء) کے خلیفہ مجاز تھے۔[۵۵]

حضرت میر عبدالفتاح رحمۃ اللہ علیہ

خاندان:

آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے خلیفہ حضرت میر محمد نعمان بدخشی اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء) کے صاحبزادے تھے اور دارالخلافہ اکبر آباد (آگرہ) ہندوستان میں مقیم تھے۔

خلافت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے آپ کو خلافت سے ممتاز فرمایا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب گرامی آپ کے نام ہے، جس میں آپ کو حصول کمالات کے لیے کمربستہ رہنے کا یوں حکم فرمایا ہے:

> ''حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ ودعوات کے بعد عرض ہے کہ روزمرہ کے امور و حالات حمد۔کے لائق ہیں۔اُمید ہے کہ آں عزیز (آپ) بھی عافیت سے ہوں گے اور سنت منورہ وشریعت عالیہ کے راستے پر استقامت رکھنے اور طلبگاری کے لوازم سے فارغ نہیں ہوں گے اور ہمیشہ تشنہ و مضطرب رہتے ہوں گے۔ (طلب حق سے) سیری وفراغت دشمنوں کو نصیب ہو۔کسی بزرگ نے کہا کہ تصوف بے قراری ہے، جب قرار آ گیا تو تصوف نہ رہا۔'' (جلد ۳: ۲۵،ص ۷۱)۔

تصنیف:

آپ نے ''مفتاح العارفین'' کے نام سے صوفی علماء کا ایک تذکرہ تصنیف کیا، جس میں صوفیہ کے حالات مرتب کیے ہیں اور حضرات نقشبندیہ کو خاص مقام دیا ہے۔اس میں آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی چشم دید مجلس کا حال بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

''شیخ سیف الدین نے ایک روز اپنے مریدوں میں سے ایک کا خط اپنے والد بزرگوار (حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) کے حضور تحریر فرمایا تھا اور جب یہ (خط) لکھا گیا تو فقیر کاتب الحروف اس مجلس میں حاضر تھا۔'' (ورق ۲۶۰ الف)۔[۱۱۶]

حضرت حافظ عبدالکریم توہانی رحمۃ اللہ علیہ

وطن:

آپ کا مولد، مسکن اور مدفن قصبہ توہانہ تھا۔

استماع قرآن کی سعادت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) آپ سے قرآن مجید کی سماعت فرماتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بارے میں اپنے صاحبزادے حضرت شیخ محمد عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) سے فرمایا: ''چونکہ (حافظ عبدالکریم) خلوات میں اکثر تلاوت قرآن مجید کے استماع میں ہمارے رفیق ہیں، اس بنا پر ہمارے کمالات سے بہت زیادہ بہرہ ور ہیں۔''

قرب و بزرگی:

آپ کو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے ہاں قرب و بزرگی حاصل تھی۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں حضرت خواجہ محمد حنیف کابلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۸ھ/ ۶۸-۱۶۶۷ء) کو تحریر فرمایا:

> ''فرزند صبغۃ اللہ اور حافظ (عبدالکریم) عافیت کے ساتھ پہنچ گئے ہیں اور آپ سے بہت خوش آئے ہیں۔ حق سبحانہ وتعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔''

آپ خوبانِ روزگار اور صاحب بصیرت تھے اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی محبت میں فانی تھے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے تین مکتوبات گرامی (جلد ا: ۳۴، ۱۶۶، ۱۶۷) آپ کے نام ہیں۔

مؤخر الذکر دونوں مکاتیب شریفہ میں آپ کی عالی ہمتی اور اعلیٰ استعداد کی تعریف و

تصدیق ہوتی ہے۔ایک مکتوب گرامی میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کو تحریر فرماتے ہیں:

''برادرِ عزیزم مولانا عبدالکریم کا مکتوب مرغوب پہنچا۔مسرت کا باعث ہوا۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حمد ہے کہ باطنی جمعیت ولذت اندوزی سے خالی اور فقراء کی یاد سے فارغ نہیں ہیں۔چونکہ آپ نے اس بلند ہمت والوں کے ساتھ فی الجملہ محبت وارادت درست کی ہے، اُمید ہے کہ (اللہ تعالیٰ) اس کے مطابق اس معنی کے جمال سے نقاب اُٹھادے اور اس چشمہ سے کچھ شربت عطا فرمادے۔

آپ نے لکھا تھا کہ ''نہ اپنا شعور رہتا ہے اور نہ اپنے وجود کا شعور رہتا ہے۔'' یہ حالت فنائے قلب میں جس کا تذکرہ بالمشافہ ہوتا تھا حاصل ہے۔'' (جلد ا: ۱۶۶/۳۳۴-۳۳۵)۔

ایک دوسرے مکتوب گرامی میں دنیا وعقبیٰ کی زندگی اور عالم برزخ صغریٰ کے بارے میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو یوں تحریر فرمایا:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. جو زندگی عالم دنیوی سے تعلق رکھتی ہے، وہ دو چیزوں حس و حرکت کا مطالبہ کرتی ہے اور جو زندگی عالم برزخ سے متعلق ہے، وہ محض حس ہے، بغیر اس کے کہ اس کے ساتھ کوئی حرکت ہو۔حق سبحانہ وتعالیٰ حکیم مطلق ہے۔اس نے ہر مقام کے مطابق ایک زندگی عطا کی ہے۔برزخ میں حس کے بغیر چارہ نہیں ہے، تا کہ دکھ اور لذت ظاہر ہو اور حرکت کی وہاں کچھ ضرورت نہیں ہے۔عالم دُنیوی اور اُخروی کے خلاف کہ وہاں (حس و حرکت) دونوں درکار ہیں۔ پس سمجھ لیجیے۔ وَالسَّلَامُ'' (جلد ا: ۱۲۶-۱۳۴)۔[۱۷]

حضرت شیخ عبدالکریم کابلی رحمۃ اللہ علیہ

وطن:

آپ کا مولد ومسکن اور مدفن کابل (افغانستان) تھا۔ آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے معروف اور صفا کیش خلفاء میں سے تھے اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی عنایت سے اپنے وطن (کابل) کی قطبیت کے مقام پر سرفراز تھے۔ باوجود اس کے کہ وہاں آس پاس حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے خلفاء تھے، جن میں سے ہر ایک معارف واسرار کے لباس سے آراستہ تھا۔ چنانچہ یہ دولت آپ کو بھی نصیب تھی۔

بشارت قطبیت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کو کشف سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ عبدالکریم کابلی اپنے وطن (کابل) کے قطب اور اس سرزمین کے مدار ہیں تو آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء) سے فرمایا کہ مجھے ان عزیز کے بارے میں تم بھی توجہ کر کے بتاؤ، اگر تمہارے کشف کے ساتھ موافقت ہوئی تو پھر ان کو بتائیں گے۔ حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت جو چیز آپ کو معلوم ہوئی ہے وہی عین صدق اور کمال صفا ہے، اس ضعیف کی توجہ کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''جو کہا گیا ہے تم وہ کرو''۔ پس حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ حسب الحکم شریف متوجہ ہوئے اور جو کچھ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا تھا، وہی ان پر ظاہر ہوا۔ انہوں نے خدمت اقدس میں عرض کیا۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت حضرت شیخ عبدالکریم کابلی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی تحریری طور پر بشارت عطا فرمائی۔

اعتماد مرشد:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے پوتے حضرت شیخ محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۴۳ھ/ ۳۱-۱۷۳۰ء) سے منقول ہے کہ حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

(م ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء) کے سسر حضرت میر عبداللہ بخشی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عریضہ لکھا: (حضرت) ''اس علاقے (کابل) کے خلفاء میں سے کسی کو حکم فرمایا جائے کہ اس فقیر کے حصول مطالب کا ذریعہ بنیں اور توجہات دیتے رہیں۔'' اس کے جواب میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا:

> ''میرے مخدوم! شیخ عبدالکریم (کابلی) یہاں موجود تھے، میں نے ان سے کہہ دیا ہے اور خواجہ محمد حنیف وہاں ہیں، وہ آپ کو سمجھا دیں گے۔ لکھنے کی ضرورت نہیں (ان دونوں میں سے) جس کسی سے آپ رجوع کریں، بہتر ہے۔''

اس طرح آپ زمانے کے عزیز ترین بزرگوں میں سے تھے۔ آپ کی صحبت محبانِ الٰہی کے دلوں کو متاثر کرتی تھی۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات گرامی آپ کے نام ہیں۔ (دیکھئے: جلد ۲: ۱۴، ۴۷)۔ ایک مکتوب گرامی میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو یوں تحریر فرمایا:
''سعادت آثار مولانا عبدالکریم ہمیشہ ترقی کرتے رہیں۔ آپ کے احوال و اطوار کی استقامت کی جو خبریں سننے میں آتی رہتی ہیں، مسرت کا سبب ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہمیں مزید استقامت عطا فرمائے۔ آپ نے جو خط اپنے احوال و ترقیات پر مشتمل لکھا تھا، وہ پہنچا۔ اس کے مضامین واضح ہوئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر ہے۔ اپنے کام میں خوب مشغول رہیں اور جو حالت پیش آئے اس کا شکر بجالائیں اور ھَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ یعنی: کیا اور بھی ہے؟ کہتے ہوئے اس کے ساتھ خوش رہیں اور اس سے ترقی چاہیں اور گوشہ نشینی و تنہائی کی طرف بہت زیادہ راغب رہیں اور جن لوگوں کو آپ نے طریقہ بتایا ہے، ان کے احوال میں مشغول رہیں اور آپ کو جتنی تعداد کے لیے طریقہ سکھانے کی اجازت دی گئی تھی، اگر وہ تعداد پوری ہو چکی تو مزید اتنے ہی اور لوگوں کو طریقہ سکھائیں۔''

مقام و منزلت:

حضرت شیخ محمد عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء) کے دو مکتوبات گرامی (۶/ ۲۸-۳۱، ۲۵/ ۴۶-۴۷) آپ کے نام ہیں۔ اپنے ایک اور مکتوب گرامی (۴۳/۴۴) میں وہ آپ کے

حالات میں لکھتے ہیں:

''ایک روز حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس قدر اس مرد (شیخ عبدالکریم کابلی) پر مہربانی فرماتے ہیں کہ اپنے یاروں میں سے کسی اور پر کم ہی ایسی مہربانی فرماتے ہیں۔ دوسرے سفر میں ان کو ولایت کبریٰ کے حصول، بلکہ کمالات نبوت سے ایک حصے سے ممتاز فرمایا اور مرتبہ ارشاد سے ان کی مناسبت زیادہ ہونا فرماتے تھے۔ اس سفر میں حقیقت کعبہ حسنہ اور حقیقت قرآنی سے انھیں حصہ ملا اور اس سے ممتاز ہوئے۔''

سفر آخرت:

آپ نے تقریباً ۱۱۱۴ھ/۳-۱۷۰۲ء میں کابل میں وصال فرمایا اور اسی بلدہ فاخرہ کابل میں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔[۱۸]

حضرت شیخ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ

نسب مبارک:

حضرت شیخ عبداللطیف بن قاضی شیخ عبدالقادر بن شیخ محمد امین بن شیخ عبدالرزاق بن مخدوم عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے بھتیجے حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء) کے فرزند ارجمند اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی ہمشیرہ حضرت خدیجہ رحمۃ اللہ علیہا کے صاحبزادے ہیں۔

ولادت:

آپ تقریباً ۱۰۵۵ھ/ ۴۶-۱۶۴۵ء میں سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ عقیقہ کے روز حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے آپ کا نام ''عبداللطیف'' اور حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) نے ''محمد ذاکر'' رکھا۔ ان دونوں ناموں کے باطنی معنی آپ کو حاصل ہوئے۔

تعلیم وتربیت:

آپ نے بسم اللہ کے آغاز کے ساتھ ہی قرآن مجید کا حفظ کرنا شروع کیا اور پھر علم عقلی و نقلی کی مروّجہ کتابیں پڑھیں اور کامل محنت وریاضت سے ظاہری علوم کی تکمیل فرمائی۔

درس وتدریس:

بعدازاں درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ خود سبق دیا کرتے تھے۔ آپ کے اکثر شاگرد بھی بیضاوی، شرح مواقف اور اس طرح کی (دوسری) کتابوں کا درس دینے میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ آپ خود تقریر کے وقت بہت شرح وبسط اور نرمی سے کام لیتے تھے۔ وہ مذاکرہ جو عینیت سے مزین ہو، صرف آپ کے ہاں ہی دیکھا جا سکتا تھا۔ آپ سائل کے سوال پر اسے شافی جواب دیتے تھے۔ آپ ہر وقت طالب علموں کی صحبت میں رہتے تھے۔

باطنی سلوک کی تکمیل:

آپ جوانی ہی میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) سے بیعت ہوئے اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے انتہائی اخلاص اور کامل اعتقاد کے ساتھ کمالات حاصل کیے۔ آپ چونکہ علوم ظاہری و باطنی کا مجمع البحرین ہو گئے تھے، لہٰذا بڑے ناز سے سب کچھ حاصل کیا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ آپ پر بہت زیادہ عنایت فرماتے تھے۔ اپنے ایک مکتوب گرامی میں لَا یَذْکُرُ اللّٰہِ اِلَّا اللّٰہ کی بشارت دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''حمد وصلوٰۃ کے بعد فرزند سعادت آثار سے عرض ہے کہ جو خط آپ نے بھیجا تھا اس کے مطالعہ نے بہت فرحت بخشی اور مسرور کیا۔ آپ نے لکھا تھا کہ 'ایک رات نماز تہجد میں قرآن مجید کی تلاوت کے وقت پڑھنے والا (میں) اپنے آپ کو درمیاں میں نہیں پاتا تھا اور تلاوت کو اس (اپنی) طرف منسوب نہیں دیکھتا تھا، بلکہ (ایسا دیکھتا تھا) گویا اس تعالیٰ شانہٗ کی محض قدرت سے اس کا کلام اس جگہ ظہور فرماتا ہے اور اپنی زبان کو شجر موسوی (علیہ السلام) کی مانند پاتا تھا اور لا یذکر اللہ الا اللہ کے قول کو اس حال کے مصداق دیکھتا تھا اور (اب) کبھی تلاوت کے وقت اس (قرآن مجید) کے ساتھ بقاو تحقیق پاتا ہے اور یہ شعر اس ذوق کے موافق ہو جاتا ہے:

اندر سخن دوست نہاں خواہم گشت
تابر لب او بوسہ زنم چونش بخواند

یعنی: میں دوست کے کلام میں چھپ جاؤں گا، تا کہ جب وہ اسے پڑھے تو میں اس کے لبوں کو چوم لوں۔

اے سعادت اطوار! اوّل جو کچھ آپ نے لکھا ہے، وہ فنا میں عالی درجہ ہے، جب تک سالک کے آثار میں سے کوئی اثر باقی (ہوتا) ہے لَا یَذْکُرُ اللّٰہِ اِلَّا اللّٰہ صادق نہیں آتا اور اس کا ذکر اسی کی طرف لوٹتا ہے۔'' (دفتر ۳: ۵۳، ص ۱۰۲-۱۰۳)۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کے بعد آپ حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) سے منسلک ہو گئے تھے اور ان کی صحبت اختیار کر لی تھی۔ حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) کا ایک مکتوب گرامی (مکتوب سعیدیہ ۱۳: ۲۰) آپ کے نام ہے۔

بھائیوں میں محبت:

آپ کے چھوٹے بھائی حضرت شیخ محمد فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۱۷ھ/ ۱۷۰۶ء) نے ظاہری اور باطنی تربیت آپ ہی کی خدمت میں پائی اور انہوں نے بعض معتبر کتب بھی آپ ہی سے پڑھی تھیں۔ دونوں بھائیوں میں بے حد محبت ظاہر ہوئی اور وہ دو بزرگ شخصیتوں حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) جو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کا پرتو تھی۔

سرچشمہ حکمت:

حضرت شیخ محمد فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۱۷ھ/ ۱۷۰۶ء) سے منقول ہے کہ ہم چند ہم عمر نوجوانوں کو جوانی کے زمانے میں یہ اتفاق ہوا کہ چالیس روز تک ہم نماز فجر کے وقت مسجد میں پہنچ جاتے تھے، تاکہ تکبیر تحریمہ فوت نہ ہو جائے اور حدیث پاک: ''من اخلص اللہ اربعین صباحا ظھرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ'' کے تحت اس عالی مقام سے حصہ نصیب ہو۔ ہم نے ایسے ہی کیا۔ اس زمانے سے لے کر آج چالیس سے کچھ اُوپر سال ہونے کو ہیں، بغیر عذر بیماری کے ہم سے تکبیر تحریمہ فوت نہیں ہوئی۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے ہم میں سے ہر ایک کو اس مقام سے حصہ ارزانی فرمایا ہے۔ میرے برادر ارشد شیخ عبداللطیف بھی ان دنوں بالغ ہو چکے تھے، جو اس نیت سے ہمارے شریک ہوئے اور آخری عمر تک انہوں نے اس دولت کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ قیاس کرنا چاہیے کہ حکمت کے کیسے سرچشمے ان کے دل سے زبان پر جوش زن ہوئے ہوں گے؟ جی ہاں! ان کا دل منبع حکمت تھا اور زبان اس کی مخرج اس لیے تھی کہ یہ سب کچھ انھیں اپنی والدہ ماجدہ کی رضا کی خاطر نصیب ہوا، جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی تھیں۔ آپ شریعت وطریقت کے بڑے پابند تھے۔

مصاحبت عالمگیرؒ:

آپ نے حضرت خواجہ محمد سیف الدین ﷫(م۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) کے ایما پر اورنگ زیب عالمگیرؒ (م۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کی مصاحبت اختیار کر لی تھی۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدین ﷫کے مکاتیب شریفہ بنام عالمگیرؒ سے بھی آپ کی بلند استعداد کا علم ہوتا ہے۔

آپ دوسرے اہل علم کو بھی اورنگ زیب عالمگیرؒ کی مصاحبت اختیار کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ آپ نے حضرت مجدد الف ثانی ﷫(م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) سے وابستہ ایک شخص اخوند شاہ مراد کے بارے میں کئی بار حضرت خواجہ محمد سیف الدین ﷫کی خدمت میں لکھا کہ میں نے بارہا ان کا نام بادشاہ کے سامنے لیا ہے، لیکن وہ نہیں آئے۔ اس پر حضرت خواجہ محمد سیف الدین ﷫نے انھیں خبردار کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ بدعت کے خاتمے اور سنت کی ترویج کی نیت سے بادشاہ سے ملاقات کرو۔ آپ دہلی سے سرہند شریف جاتے ہوئے بارہا اورنگ زیب عالمگیرؒ کے خطوط بھی ساتھ لاتے تھے، جن کے جواب حضرت خواجہ محمد سیف الدین ﷫نے تحریر کرتے وقت آپ کا نام اور صفات بھی تحریر فرمائی ہیں۔

گویا اورنگ زیب عالمگیرؒ کی مصاحبت کے دنوں ہی میں آپ نے اکثر اہل علم کی کفالت اپنے ذمہ لے لی اور انھیں مباحثہ اور قیل وقال کے لیے فارغ کر دیا۔

سفرآخرت:

آپ نے ۷ رمضان المبارک ۱۱۱۱ھ/ ۱۶ فروری ۱۷۰۰ء کو سرہند شریف میں رحلت فرمائی اور حضرت مجدد الف ثانی ﷫(م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے روضہ مقدسہ میں گنبد شریف کے باہر آخری آرام گاہ پائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة.

اولاد امجاد:

آپ کے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں، جن میں سے پانچ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

① حضرت شیخ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

ان کا ایک بیٹا سراج الدینؒ اور ایک بیٹی تھی۔ دونوں لاولد فوت ہوئے۔

② حضرت شیخ عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ

انہوں نے سلوک باطنی کی تکمیل حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۲ھ/ ۱۷۴۰ء) سے کی۔ صفات صلاح وورع، تقویٰ واستقامت اور شریعت وطریقت، جو اس گروہ عالیہ کا شیوہ ہے، آراستہ تھے۔

حضرت شیخ عبدالحیؒ کے ایک صاحبزادے حضرت شیخ محمد امام الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جن کی والدہ ماجدہ حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۱ھ/ ۱۷۰۹ء) کی صاحبزادی تھیں۔ علم ظاہری میں کمال رکھتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ شروع ہی سے ان پر نظر عنایت خاص رکھتے تھے اور انہوں نے ان کو ظلال واصول کی بشارات عنایت فرما کر اپنی خلافت سے مشرف فرمایا اور کابل کی جانب روانہ فرمایا۔ وہاں انھیں عظیم قبولیت نصیب ہوئی۔

حضرت شیخ عبدالحیؒ کے دوسرے صاحبزادے حضرت شیخ فدا احمد رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے بھائی کے ساتھ حضرت شیخ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے تھے۔

③ آپ کے تیسرے صاحبزادے حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

④ آپ کی ایک صاحبزادی کا نام حضرت اعزالنساء رحمۃ اللہ علیہا تھا۔

⑤ آپ کی صاحبزادی حضرت رشدہ رحمۃ اللہ علیہا حضرت شیخ محمد عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) کے پوتے حضرت شیخ برکت اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب تھیں۔

تصنیف:

۱۰۹۴ھ/ ۱۶۸۲ء میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے مخالفین نے ''شورش'' برپا کی تو حضرات مجددیہ نے ان کے ردّ میں کئی رسائل تحریر کیے۔ ان دنوں آپ اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کی مصاحبت میں تھے۔ آپ نے حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) کے مشورہ شریف سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے منکرین کے شبہات کے ردّ میں ایک رسالہ تصنیف کیا، جو بہت ہی متین تھا۔ [۹۱]

حضرت شیخ عبداللہ قہوچی رحمۃ اللہ علیہ

بیعت:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے قہوہ پکانے کی خدمت آپ کے سپرد تھی۔ اس وجہ سے ''قہوچی'' لقب ہو گیا۔

خلافت:

آپ نے سلوک کی تکمیل کے بعد پیر و مرشد سے اجازت وخلافت کا شرف پایا۔ آپ کو مکہ مکرمہ روانہ کیا گیا، وہاں لوگوں کی کثیر تعداد آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئی۔ [۱۲۰]

حضرت صوفی عبداللہ مغربی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے خلیفہ تھے۔ حضرت خواجہ نے آپ کو خلافت عطا فرما کر مغرب (مراکش) میں بھیج دیا تھا اور وہاں کے لوگوں نے آپ سے خوب فائدہ اُٹھایا۔[۱۲۱]

حضرت مرزا عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ

ارادت:

آپ دارا شکوہ (م۱۰۶۹ھ/۱۶۵۹ء) کے مقرب تھے۔ صحبت مخالف کے باوجود شریعت پر استقامت اور مشائخ کی محبت میں کمال درجے کا رسوخ رکھتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے مقبول (ارادتمندوں) میں سے تھے۔ دارا شکوہ کے قرب کے باوجود بھی اس کے سامنے کلمہ حق کہنے میں بے غم وخطر تھے۔

تربیت روحانی:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی مساعی جمیلہ سے آپ شہزادے کے عقائد ونظریات سے الگ اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا رہے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ مکتوبات گرامی (دفتر اوّل: ۲۵، ۲۹، ۵۷، ۷۳، ۱۰۴، ۱۱۶، ۱۲۳، ۱۳۷، ۱۴۱، ۱۵۴، ۱۸۲، ۲۲۴) آپ کے نام ہیں۔ ایک مکتوب گرامی میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کو تحریر فرماتے ہیں:

> ''آپ کا مکتوب گرامی پہنچا، چونکہ اعلیٰ درجہ کے احوال واذواق پر مشتمل تھا، (لہٰذا اس نے) معنوی لذتیں بخشیں۔ اللہ تعالیٰ (آپ کو) ہمیشہ ترقیات پر فائز رکھے اور سنت عالیہ کے اتباع پر استقامت عطا فرمائے۔'' (دفتر ۱: ۲۵)

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے دارا شکوہی نظریات ومکتبہ فکر کی تردید میں ایک طویل مکتوب گرامی آپ کو تحریر فرمایا، جس کا مقصد وحید آپ کو ملحدانہ وزندیقانہ نظریات سے دور رہنے اور اسلامی عقائد واعمال پر پوری طرح کاربند رہنے کا شوق دلانا تھا (تفصیل کے لیے دیکھئے: ۱: ۲۹، ص ۸۶-۱۲۱)۔

استقامت ودرستی احوال:

اسی طرح حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے آپ کے شریعتی حلقہ

کو مضبوطی سے تھامنے اور اعمال وعقائد صحیحہ پر قائم رہنے کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا ہے:

''(آپ کے) مکتوب گرامی کو ملا غازی نے پہنچایا۔ اس کے مطالعہ سے اذواق ومواجید اور معنوی لذتیں حاصل کیں۔ اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ نے شریعت منورہ کے مضبوط حلقہ کو ترک نہیں کیا ہے اور ان اعمال وعقائد پر جو کہ اس (شریعت) سے ماخوذ ہیں استقامت رکھتے ہیں، واردات (کیفیات) کو شرع کی ترازو پر تولتے ہیں اور مغائرت بہت کم واقع ہے۔'' (۱:۲۲۴، ص ۴۱۶)۔

ترقی درجات کے لیے حضرت خواجہ کی دعائیں:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) اپنے ایک مکتوب گرامی میں آپ کی سلامتی وعافیت اور روحانی درجات کی ترقی کے لیے یوں دعائیں فرماتے ہیں:

''حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ (جملہ) احوال قابل شکر ہیں اور اس (اللہ) سبحانہٗ سے آپ کی عافیت واستقامت اور قرب کے مدارج میں ترقی درجات اور ولایاتِ ثلاثہ کے مراتب تک، پھر ان سے علوم وراثت تک پہنچنے اور مرتبہ نبوت کے کمالات سے حصہ پانے، پھر ان سے خاتم الانبیاء عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلٰى آلِ كُلٍّ الصَّلٰوٰتُ وَالْبَرَكَاتُ کے مقام تک اطلاع پانے کے لیے دعا کی گئی ہے، تاکہ نفس کامل درجہ اطمینان حاصل کرلے اور سینہ کو کماحقہ انشراح حاصل ہو جائے اور مختلف عناصر میں اعتدال پیدا ہو جائے۔'' (۱:۱۳۷، ص ۲۸۸)۔

مسکن ومدفن:

صاحب مقامات معصومی لکھتے ہیں:

''آپ کے مولد، مسکن اور مدفن کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں

ہے، غالب امکان یہی ہے کہ آپ نے (اپنی زندگی) شہزادہ داراشکوہ کے ساتھ گزاری ہے، آپ متعدد بار اس سے اجازت لے کر سرہند شریف حاضر ہوتے اور پھر حضرت خواجہ (محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) سے رخصت لے کر واپس شہزادہ کے پاس چلے جاتے تھے۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی۔ [۲۲]

حضرت میر عرب ماہ رحمۃ اللہ علیہ

وطن:

آپ افغانستان کے شہر کابل کے شمال میں واقع قریہ ''میوہ خاتون'' سے متصل ایک دیہات ''مارکی'' کے رہنے والے تھے۔

ارادت واجازت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت وعنایت سے اجازت وخلافت کا شرف پایا۔[۱۲۳]

حضرت ملا عطاء اللہ سورتی رحمۃ اللہ علیہ

خلافت:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے قدیم احباب میں سے تھے۔ عرصہ دراز تک حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے۔ بعدازاں سلوک باطنی کی تکمیل پر اجازت وخلافت کا شرف پایا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بمبئی کے مشہور علاقہ بندر سورت (ہندوستان) روانہ فرمایا۔ وہاں آپ کو خوب قبولیت ہوئی۔ آپ بڑے درست احوال والے بزرگ تھے۔

خطاطی:

آپ کا خط بہت بلند پایہ تھا۔ کتابت بھی کیا کرتے تھے۔ آپ نے قرآن مجید کی کتابت کو رزق طیب کے لیے اختیار کیا تھا اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ ۱۶۶۸ء) سے اس پیشہ کے لیے اجازت طلب کی تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں آپ کو یوں تحریر فرمایا:

> ''آپ نے لکھا تھا کہ اہل وعیال (کے نفقہ) کی بے اطمینانی کے باعث قرآن مجید کی کتابت میں مشغول رہتا ہوں اور خواہش یہ ہے کہ تمام تعلقات کو ترک کر دوں اور ان چند سانسوں کو ذکر میں صرف کروں۔ آپ کے حکم کا منتظر ہوں۔
>
> میرے مخدوم! اہل وعیال کا نفقہ واجبات میں سے ہے۔ اس کا فکر بھی ناگزیر ہے۔ حلال روزی بھی کمائیں اور اوقات میں ذکر وفکر میں مشغول رہیں، بلکہ یہ روزی کمانا بھی اس نیت صالحہ کے ساتھ ذکر مین داخل ہو جاتا ہے۔'' (مکتوبات معصومیہ۳: ۸۸، ۱۵۳)۔

نوادرات:

اس طرح آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے لیے بھی کتابت

کرتے تھے۔ چنانچہ آپ مریدین کو دینے کے لیے شجرات طریقت کتابت کر کے سرہند شریف (ہندوستان) ارسال کرتے تھے، جو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ ارادتمندوں کو عطا فرماتے تھے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنے ایک مکتوب گرامی میں اس طرح تحریر فرمایا:

''جو شجرے آپ لکھ کر بھیجتے ہیں، وہ پہنچتے ہیں اور کام میں آتے ہیں۔''
(جلد ۳: ۸۸، ص ۱۵۳)۔

آپ نے قرآن مجید کے تین خوبصورت نسخے اپنے دست مبارک سے کتابت فرمائے، جن میں سے ایک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کے لیے، دوسرا حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی مرقد شریف کے لیے، جس کا طول دو گز اور عرض ایک گز سے زیادہ تھا، تیسرا نسخہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۹۱ھ/۱۳۸۹ء) کے مرقد شریف کے لیے بھیجا تھا۔

ہدایت خواجہؒ:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے دو مکتوبات گرامی (دفتر ۳: ۲۷، ۸۸) آپ کے نام ہیں۔ ایک میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو تحریر فرمایا:

''میرے مخدوم! چند روزہ زندگی کو جو کہ بہت قیمتی ہے، سب سے قیمتی اشیاء میں صرف کرنا چاہیے اور وہ مولائے حقیقی جل سلطانہٗ کی خوشنودیوں کا حاصل کرنا ہے۔ کمر ہمت کو اس بزرگ کام میں کس کر باندھیں اور جو کچھ اس کے منافی ہے، اس سے الگ ہو جائیں۔ بندہ کے حق میں کمال یہ ہے کہ اس کا مولا اس سے راضی ہو اور وہ اس (اپنے مولا) سے راضی ہو، لہٰذا مقام رضا تمام مقامات سے اُوپر ہوا۔ اس رضا کی علامت یہ ہے کہ بندہ اس تعالیٰ شانہٗ سے راضی ہو جائے اور ارادوں اور خواہشات میں اس تعالیٰ شانہ کی رضامندی کے خلاف اس سے ظاہر نہ ہو اور رنج پہنچنے کی حالت میں نعمت حاصل ہونے کی مانند کشادہ رو رہے اور اس کے امر و نواہی میں اس کی ابرو پر بل نہ آئے اور تمام افعال واجبی (اللہ تعالیٰ کے افعال) میں شرح صدر کے ساتھ

رہے اور عَزَّ بُرْهَانَہ کی قضاوقدر کے ساتھ اطاعت وتسلیم اختیار کرے۔ والسلام۔" (جلد۳:۲۷،ص۷۳)۔

احبابِ طریقت سے روابط:

حضرت شیخ نور محمد سواتی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے احباب میں سے تھے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے اپنے مکتوب گرامی (۸۸:۳) میں آپ کو تحریر فرمایا:

"قاضی جعفر اور دو دوسرے دوست جو کہ طریقہ سیکھنا چاہتے ہیں، ان تینوں عزیزوں کو طریقہ بتادیں اور توجہ دیں اور نصیحت کریں۔ شیخ نور محمد (سواتی) وہاں پہنچنے کی صورت میں اگر ان تینوں عزیزوں کو طریقہ بتائیں تو گنجائش ہے اور آپ کو اختیار ہے کہ خود طریقہ بتائیں یا شیخ مذکور کی طرف رجوع کرائیں۔"[۱۲۴]

حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ کے مکتوبات شریفہ:

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) کا ایک مکتوب گرامی آپ کے نام ہے، جس میں لطائف کا اجمالی بیان ہے (مکتوبات سیفیہ ۱۳،ص ۲۵-۲۶)۔ نیز حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دو مکتوبات گرامی (ایضاً ۱۱۵،ص ۱۴۳، ۱۳۱،ص ۱۵۸) بنام حضرت خواجہ محمد شریف بخاری رحمۃ اللہ علیہ میں "میاں عطاء اللہ" نامی ایک ارادتمند کا ذکر فرمایا ہے، ممکن ہے یہ آپ ہی ہوں۔

سفر آخرت:

آپ آخری عمر میں ایک مدت تک اورنگ آباد (ہندوستان) میں مقیم تھے اور یہیں رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة.

اولاد امجاد:

آپ کے دو صاحبزادے تھے، جن کے اسمائے گرامی فضلی اور شیخا تھے۔ دونوں ہندی کے اچھے شاعر تھے۔ (روضۃ القیومیہ ۲:۲۴۱)۔

حضرت میر عماد الحسینی ہروی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب:

آپ حضرت خواجہ سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۲ھ/ ۱۳۷۰ء) کی اولاد میں سے تھے۔ آپ نے جہلم میں اپنے نام پر ایک شہر آباد کیا جو عماد نگر معروف ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔

آپ کے اجداد میں سے ایک صاحب سرہند شریف (ہندوستان) آئے اور یہیں مقیم ہو گئے۔ آپ کے والد شاہجہان (م ۱۰۷۶ھ/ ۱۶۶۶ء) کے عہد میں منصب پانصدی پر فائز ہوئے۔ بعدازاں انہوں نے یہ منصب چھوڑ کر درویشانہ زندگی اختیار کر لی۔

ارادت:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب گرامی آپ کے نام ہے، جو ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا گیا، جو آپ نے واجب تعالیٰ کے موجود ہونے کی حقیقت کے ساتھ اس کی نسبت کے بارے میں کیا تھا (دفتر ۲: ۱۰۸، ص ۱۹۴-۱۹۸)۔

اولاد امجاد:

آپ اپنے صاحبزادوں اور پوتوں سمیت حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے مریدین اور مخصوصین میں شامل تھے۔ یہ سب عزیز حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی محبت میں مستغرق تھے اور ہر ایک کے نام آپ کے مکتوبات گرامی میں بشارتیں موجود ہیں۔ آپ کے صاحبزادوں کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

① حضرت میر مفاخر حسین متخلص بہ ثاقب رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۰ھ/ ۸۹-۱۶۸۸ء)۔
② حضرت میر شرف الدین حسین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۲ یا ۱۱۰۳ھ/ ۱۶۹۱-۱۶۹۲ء)۔
③ حضرت میر مظفر حسین رحمۃ اللہ علیہ جامع مکتوبات معصومیہ جلد دوم۔
④ حضرت میر مراد رحمۃ اللہ علیہ۔ انہوں نے اپنے والد گرامی کی حین حیات رحلت فرمائی۔ یہ مشہور شاعر میر محمد زمان راسخ (م ۱۱۰۶ یا ۱۱۰۷ھ/ ۹۷-۱۶۹۴ء) کے والد بزرگوار ہیں۔
⑤ حضرت میر جلال الدین حسین رحمۃ اللہ علیہ۔ [125]

حضرت شیخ عمر حضرمی رحمۃ اللہ علیہ

نسب:

سیّد عمر بن علی بن عبداللہ بن علی بن عمر بن سالم بن محمد باعلوی شافعی حضرمی رحمۃ اللہ علیہ۔

ولادت:

ظفار (موجودہ حکومت مسقط وعمان) میں ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت:

آپ اپنے والد بزرگوار کے بڑے لاڈلے تھے، لہٰذا انہوں نے آپ کی تربیت کا بہت خیال رکھا۔ بعدازاں اپنے چچازاد بھائی حضرت سیّد عقیل بن عمران باعمر علوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اختیار کی اور ان کی تعلیم وتربیت سے مستفیض ہوئے۔

مختلف شیوخ سے خلافت:

اوّل اپنے چچازاد بھائی حضرت سیّد عقیل بن عمران باعلوی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت پائی۔ بعدازاں ۱۰۶۲ھ/ میں ہندوستان تشریف لائے اور یہاں حضرت سیّد ابی بکر بن حسین فقیہ بیجاپوری رحمۃ اللہ علیہ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ بیجاپور ہی میں قیام پذیر ہو گئے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت:

صاحب روضۃ القیومیہ کے مطابق آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء) کے بڑے خلفاء اور یمن کے جید علماء میں سے تھے۔ درس وتدریس چھوڑ کر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلوک (نقشبندیہ مجددیہ) کی تکمیل کرنے کے بعد اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت میں حنفی مذہب اختیار کیا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں اپنا مسلک ترک کرنے سے منع فرمایا۔ آپ کو یمن میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو آپ سے خوب فروغ ہوا۔

سفر آخرت:

آپ کے خادم محمد بن قتشقاش رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

''جب آپ زیادہ علیل ہو گئے تو وفات کی رات کو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اگر کوئی عجیب چیز دیکھے تو گھبرانا نہیں۔ چنانچہ رات کے آخری حصہ میں، میں نے ایک نور دیکھا، جس سے ہر چیز منور ہو گئی۔ جس کی وجہ سے میرے دل میں ہیبت اور کپکپی پیدا ہو گئی۔ پھر میں آپ کے قریب ہو گیا تو آپ رحلت فرما چکے تھے۔''[۱۲۶]

حضرت میر غضنفر داراشکوہی رحمۃ اللہ علیہ

نام:

آپ کا نام غضنفر خان بن الہ وردی خان ہے۔ آپ کے مکمل داراشکوہ سے منسلک ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔ صرف اتنا مذکور ہے کہ آپ داراشکوہ کی لڑائی (شاہجہان کے بیٹوں کی جنگ تخت نشینی) میں دائیں طرف کی فوج میں تھے (دیکھئے: ماثر الامراء۲: ۸۶۳) شاہجہان آباد (دہلی) میں مقیم تھے۔

خلافت:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی محبت میں مستغرق تھے۔ پیرو مرشد سے گونا گوں عنایت کے مستحق قرار پائے اور خلافت مطلقہ سے سرفراز ہوئے۔

مکتوباتِ مرشد:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے درج ذیل تین مکتوبات گرامی آپ کے نام ہیں:

پہلا مکتوب گرامی:

نصیحت وتنبیہ اور حفظ اوقات کے بارے میں تحریر فرمایا (دفتر۲: ۲۱، ص ۵۳)۔

دوسرا مکتوب گرامی:

حج کی مبارک کے بارے میں تحریر فرمایا (دفتر۲: ۴۹، ص ۹۳-۹۴)۔

تیسرا مکتوب گرامی:

اذواق اور وقائع جو لکھے تھے، ان کی شرح وتعبیر کے بیان میں تحریر فرمایا (۳: ۲۳، ص ۶۵-۶۶)۔ ۱۲۷

حضرت شیخ غلام محمد افغان رحمۃ اللہ علیہ

وطن:

آپ بجواڑہ، ضلع ہوشیار پور (ہندوستان) کے نواح میں رہتے تھے۔

خلافت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) سے خلافت کا شرف پایا تھا۔

مکتوبات مرشد:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے دو مکتوبات گرامی آپ کے نام ہیں:

پہلا مکتوب گرامی:

اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ذکر مقصود اولیٰ نہیں اور جس عمل پر دوام نہ ہو، وہ اعتبار کے لائق نہیں۔ اس مکتوب گرامی میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے احوال پر مسرت کا اظہار فرمایا اور آپ کو "فنائے جذبہ" کی بشارت عطا فرمائی۔ (دفتر ۱: ۳۷، ص ۱۲۹-۱۳۰)۔

دوسرا مکتوب گرامی:

اس حال کی تعبیر میں جو آپ نے دیکھا تھا کہ فنا فی اللہ ہو جا اور بقا باللہ نہ ہو۔ اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس عالم فانی میں مطلوب یہی درد و شوق ہے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے احوال پڑھ کر اس مکتوب گرامی میں آپ کو "فنا فی الشیخ" کی بشارت عطا فرمائی (دفتر ۳: ۳۸، ص ۸۶-۸۸)۔ [۱۲۸]

حضرت آخوند قاسم خراسانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے خلیفہ تھے۔ آپ کا تعلق و قیام خراسان میں تھا۔ [۱۲۹]

حضرت شیخ قاسم کابلی رحمۃ اللہ علیہ

والد بزرگوارؒ:

آپ حضرت صوفی عبداللہ مغربی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے، جو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے خلیفہ تھے۔

آغاز سلوک:

آپ نے باطنی سلوک کا آغاز حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/۱۹۸۵ء) کی خدمت میں کیا۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے سلسلہ میں داخل ہونے کا تذکرہ اپنے ایک مکتوب گرامی (مکتوبات سیفیہ ۲: ۱۱) بنام حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ میں کیا ہے۔

خلافت:

بعدازاں آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے دامن روحانیت سے وابستہ ہوگئے اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ عالی بشارتوں سے نوازے گئے اور کمالات بلند سے ممتاز ہوئے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب گرامی ان کے نام ہے، جس میں ان کو یہ تحریر فرمایا:

> ''آپ نے جو خط ازراہ محبت ارسال کیا تھا، اس نے پہنچ کر خوش وقت بنایا۔ آپ نے عناصر اربعہ خاص طور عنصر خاک کے تصفیہ کے بارے میں لکھا تھا۔ اس مطالعہ نے بہت محظوظ کیا۔ (یہ) ایک بہت ہی عجیب حالت ہے اور اسی طرح جو حالت نماز میں پیش آتی ہے، عمدہ ہے اور حالت معراجیہ کا اثر ہے۔'' (دفتر ۳: ۲۳۵)۔

طرز ارشاد:

ہتھیلی کے برابر ایک پتھر جس کے اوپر منقش تھا: ''اے مسلمانو! توبہ کرو''۔ آپ کے ہاتھ میں رہتا تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ (یہ) آسمان سے اسی صرافت میں مجھ تک پہنچا ہے۔ مقامات معصومی کے مؤلف حضرت میر صفر احمد معصومی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء) نے آپ سے ملاقات کے دوران اس کو دیکھا تھا اور ان کا کہنا ہے کہ اس پر اس دنیا کے نقوش معلوم نہیں ہوتے۔''[۱۳۰]

حضرت قل احمد ترک رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب:

شیخ احمد بن خلیل معروف بہ یک دست حنفی نقشبندی جوریانی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کا ایک ہاتھ نہیں تھا، لہٰذا ''یک دست'' معروف ہوئے۔

ارادت وخلافت:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بیعت کا شرف پایا اور کسب و اخذ طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے بعد خلافت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت شیخ مراد بن علی بخاری شامی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۳۲ھ/ ۱۷۲۰ء) آپ کے پیر بھائی تھے اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ فیض میں رفیق تھے۔

سفر آخرت:

آپ نے مکہ مکرمہ میں اقامت اختیار کر لی تھی اور یہیں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج واشاعت میں مصروف رہے۔ مکہ مکرمہ میں ۱۱۱۹ھ/ ۱۷۰۸ء میں رحلت فرمائی اور یہیں مدفون ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

خلفاء:

آپ کے خلفاء میں ترکی کے حضرت شیخ محمد امین توقادی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جس کے شاگرد و خلیفہ معروف خوش نویس حضرت مستقیم زادہ سعدالدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ تھے، جنہوں نے ۱۱۶۲ھ سے ۱۱۶۵ھ/ ۱۷۴۹ء سے ۱۷۵۲ء میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے مکتوبات شریف کا ترکی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ [۱۳۱]

حضرت خواجہ ماہ (خواجہ محمد صدیق) رحمۃ اللہ علیہ

خاندان:

آپ کے دادا حضرت خواجہ عبدالعزیز نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ جہانگیر (م۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء) کے عہد میں معزز عہدوں پر فائز تھے (دیکھئے مآثر جہانگیری، ص۳۱۸، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۴۶، ۳۹۹)۔ نیز توزک جہانگیری میں کئی جگہ ان کا تذکرہ موجود ہے۔ حضرت خواجہ عبدالعزیز نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی حضرت خواجہ محمد قاسم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ بھی ماوراء النہر سے جہانگیر کی ملازمت کی غرض سے آئے تو بادشاہ نے ان کو بارہ ہزار روپے نذرانہ میں پیش کیے (دیکھئے جہانگیر نامہ ۱۳۷)۔

حضرت خواجہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) جب سلطانِ وقت جہانگیر کے لشکر کے ہمراہ لاہور میں تشریف لائے تو شروع کے ایک دو مہینے یہاں حاجی سوائی کے کوچہ میں ہی حضرت خواجہ محمد قاسم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی پرانی حویلی میں اقامت پذیر رہے (دیکھئے مکتوبات معصومیہ ۱: ۲۵، ص ۸۲)۔

حضرت خواجہ محمد قاسم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت خواجہ عبدالرحمٰن نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ شاہجہان (م۱۰۷۶ھ/ ۱۶۶۶ء) کے زمانے میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ ان کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد صدیق المعروف بہ "خواجہ ماہ" رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

خلافت:

آپ دارالخلافہ شاہجہان آباد (دہلی) میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے معتبر خلفاء میں شامل ہوتے تھے۔

مکتوبات مرشد:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ ۱۶۶۸ء) کے درج ذیل تین مکتوبات گرامی آپ کے نام ہیں:

پہلا مکتوب گرامی:

تعزیت ونصیحت کرنے اور شریعت عالیہ وسنت منورہ اور دوام ذکر پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا (دفتر ۳: ۱۲۹، ص ۲۰۵-۲۰۶)۔

دوسرا مکتوب گرامی:

ان کے احوال کی شرح اور فنائے جذبہ جو کہ مقام حیرت ہے اور فنائے حقیقی کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمایا (۳: ۱۸۱، ص ۲۶۲-۲۶۳)۔

تیسرا مکتوب گرامی:

قوم (صوفیہ نقشبندیہ) کے بعض اصطلاحی کلمات کی شرح میں تحریر فرمایا (۳: ۲۰۷، ص ۲۸۵-۲۸۷)۔

سفر آخرت:

آپ نے شاہجہان آباد (دہلی) ہی میں ۱۱۳۴ھ/۱۷۲۲ء سے قبل رحلت فرمائی اور وہیں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً[۱۳۲]

حضرت ملا محسن کابلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے خلفاء میں سے ہیں۔
آپ اپنا ایک واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

''رمضان المبارک میں حضرت عروۃ الوثقیٰ (خواجہ محمد معصوم) رحمۃ اللہ علیہ معتکف تھے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ آپ آرام فرما رہے ہیں اور چہرہ مبارک پر چادر لی ہوئی ہے۔ میں آہستہ سے بیٹھ گیا اور دل میں کہا کہ خوابِ غفلت معلوم ہوتا ہے، حالانکہ اولیائے کرام کو نیند نہیں آنی چاہیے۔ اس وسوسہ کے آتے ہی آپ نے سر اُٹھایا اور یہ شعر پڑھا:

سحر کرشمہ وصلش بخواب می دیدم
زہے مراتب خوابے کہ بہ زبیداری ست

یعنی: ہم اس کے وصل کے کرشمہ کا جادو خواب میں دیکھتے ہیں، ایسے خواب کے درجات بیداری سے بہتر ہوتے ہیں۔''[۱۳۳]

حضرت سیّد محمد اسرائیل رحمۃ اللہ علیہ

خلافت:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء) کے معتبر خلفاء میں سے تھے اور شاہجہان آباد (دہلی) میں رہتے تھے۔

مکتوباتِ مرشد:

حضرت محمد معصوم خواجہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء) کے درج ذیل چار مکتوبات گرامی آپ کے نام ہیں اور ہر مکتوب گرامی میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے نام کے ساتھ ''سیادت مآب سیّد'' تحریر فرمایا ہے:

پہلا مکتوب گرامی:

اس بیان میں کہ نفس کی شرارت عدم کی شرارت اور ابلیس کی شرارت سے زیادہ ہے اور فنا واطمینان نفس کی تحقیق اور عین واثر کے زائل ہونے کی توضیح کے بارے میں تحریر فرمایا (دفتر۲: ۹۱،ص۱۶۳-۱۶۶)۔

دوسرا مکتوب گرامی:

مطلب کی بلندی اور طالب کے عجز کے بارے میں تحریر فرمایا (دفتر ۳: ۱۰۷، ص۱۷۳-۱۷۴)۔

تیسرا مکتوب گرامی:

فنائے اتم اور شرک خفی کے دقائق سے پوری طرح رہائی پانے کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا (دفتر۳: ۱۱۶،ص۱۸۲-۱۸۳)۔

چوتھا مکتوب گرامی:

اس بیان میں کہ حقیقی دیدار کا آخرت میں وعدہ کیا گیا ہے اور دنیاوی مشاہدات سب

ظلال سے وابستہ ہیں اور نماز کے بعض کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا (دفتر۳: ۲۰۳،ص۲۸۱-۲۸۲)۔

مقام ومنزلت:

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ) نے حضرت خواجہ محمد شریف بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا:

> ''میاں شیخ پیر (محمد دہلویؒ)...... اور حامل کمالات جناب میراں سیّد اسرائیل بھی وہاں (دہلی میں) تشریف رکھتے ہیں۔ اگر کبھی کبھی ان کی ملاقات کے لیے جایا کریں تو بہت اچھا ہے۔ مختصر (یہ کہ) یہ دونوں عزیز یاران مخصوص میں سے ہیں'' (مکتوبات سیفیہ۱۰۳: ۱۳۵)۔[۱۳۴]

حضرت شیخ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے چوتھے فرزند ہیں۔
۱۰۴۴ھ/ ۳۴-۱۶۳۳ء میں سرہند شریف میں پیدا ہوئے اور پچھتر برس کی عمر میں ۲۷ صفر ۱۱۱۸ھ/ کو وصال فرمایا۔[۱۳۵]
تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔ زیر نظر کتاب کے باب سوم: فصل نہم۔

حضرت حاجی محمد افغان رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے خلفاء میں سے ہیں۔

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب میں آپ کو اس طرح تحریر فرمایا ہے:

> ''آپ نے اپنے اور اپنے مریدوں کے لیے توجہات کی درخواست کی تھی، کبھی کبھی توجہ کی جاتی ہے۔ اِنْ شآء اللہ مزید توجہ کی جائے گی۔''[۱۳۶]

حضرت مولانا محمد امین بخاری پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

نسبت مقام:

آپ بھی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے قابل اعتماد احباب و فیض یافتگان میں سے تھے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے چار مکتوبات گرامی (دفتر ۱: ۱۱۹، ۲: ۲۸، ۱۲۷، ۳: ۲۹) آپ کے نام ہیں اور کسی میں آپ کی نسبت "بخاری ثم لاہوری" نہیں لکھی گئی۔ پہلے مکتوب میں صرف "مولانا محمد امین" درج ہے اور "مقامات معصومی" میں اس مکتوب کے اقتباس سے یہ واضح ہوا کہ یہ بھی آپ کے نام ہے۔ دفتر دوّم کے مکتوب گرامی نمبر ۲۸ میں "سیادت پناہ محمد امین بخاری"، مکتوب گرامی نمبر ۱۲۷ اور دفتر سوم کے مکتوب گرامی نمبر ۲۹ میں "میر محمد امین بخاری" مرقوم ہے۔

خلافت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا اور آپ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے "قوی جذب والے" خلیفہ تھے (روضۃ القیومیہ ۲: ۲۴۳)۔

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں آپ کو اس طرح تحریر فرمایا:

"برادر عزیز مولانا محمد امین کا مکتوب مرغوب موصول ہو کر فرحت و مسرت کا باعث ہوا۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ آپ کا ذوق وشوق اور توفیق زیادہ کرے۔

آپ نے جدائی کے دکھوں کا اظہار فرمایا ہے۔ میرے مخدوم! دنیا دارالفراق (جدا ہونے کی جگہ) ہے۔ دعا کریں کہ ہم دارالسلام (جنت) میں اکٹھے ہو جائیں۔

آپ نے لکھا ہے کہ "ان دنوں میں نیستی (فنائیت) اور ہر لحہ اہل دنیا کے تغیر کی دید نئے سرے سے تازہ ہوگئی ہے۔ میرے مخدوم! نیستی

(فنائیت) کا دیکھنا عدم سے تعبیر کیا جاتا ہے، جو کہ فنا کا مقدمہ (ابتداء)
ہے اور ہر لحہ اہل دنیا کا تغیر سالک کے شہود سے تعلق رکھتا ہے، جیسا کہ
اس کی تفصیل آپ کے سامنے زبانی بیان ہو چکی ہے۔
نیز آپ نے لکھا تھا کہ تمام اہل جہان کو حق تعالیٰ جلا وعلا کے ظہورات
پاتا ہوں اور مظاہر کے غلط دکھانے والے آئینے میں ذات واحد کے سوا
کچھ مشہود نہیں ہوتا اور نہیں جانتا کہ معبود کیا ہے اور عابد کون ہے؟
میرے مخدوم! اس دید اور اس شہود کو دوسرے مشائخ کمال جانتے ہیں
اور فتح الباب (دروازے کا کھل جانا) کہتے ہیں، اچھا ومبارک ہے۔"
(۳:۱۱۹، ص ۲۶۴)۔

لطیفہ:

آپ فرمایا کرتے تھے: ""جس نے مشائخ میں سے حضرت خواجہ (محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) کو دیکھا ہے، وہ دوسرے شیخ کو ہرگز نہیں دیکھے گا۔ اگر کوئی بادشاہوں میں سے شاہجہان کو دیکھ لے تو دوسرے بادشاہوں کو دیکھنے کا شوق ختم ہو جائے گا اور جس نے شہروں میں سے شاہجہان آباد (دہلی) دیکھا ہے، اس کے دل میں کسی دوسرے شہر کو دیکھنے کا خیال نہیں آئے گا۔" جب یہ نکتہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی خدمت میں عرض کیا گیا تو آپ نے پسند فرمایا۔[۱۳۷]

حضرت ملا محمد امین حافظ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

خاندان:

آپ حضرت میر شرف الدین عباسی حسینی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اور حضرت مفتی محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۹ھ/ ۹۸-۱۶۹۷ء) کے بھائی تھے۔ صاحب مقامات معصومی نے لکھا ہے کہ آپ کا مولد و مسکن اور مدفن قصبہ حافظ آباد ہے، جو دار السلطنت لاہور کے مضافات میں سے ہے۔ آج کل یہ ضلع کا درجہ رکھتا ہے۔

آغاز سلوک:

آپ نے سلوک باطنی کا آغاز حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) سے کیا اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے حلقہ ارادت میں آنے کے بعد بھی گویا آپ کی باطنی تربیت حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ذمے رہی اور وہ آپ کے مریدوں کے احوال کے بھی نگران رہے۔ ان کے دو مکتوبات گرامی آپ کے نام ہیں، جن میں سے ایک میں آپ کو یوں لکھتے ہیں:

> ''سعادت آثار میاں شیر محمد طریقہ عالیہ میں داخل ہو کر مستفید ہوئے، ظاہراً آپ سے بھی متعارف ہیں...... اپنے ظاہری و باطنی احوالات کی اطلاع دیا کریں کہ (یہ) غائبانہ توجہات کا باعث ہے اور کوئی آدمی داخل طریقہ ہوا ہے یا نہیں؟ اگر ہوا ہے تو کس حال میں ہے؟ مفصل لکھ بھیجیں کہ دل پریشان ہے'' (مکتوبات سیفیہ ۸۱:۱۲۱)

دوسرے مکتوبات گرامی میں حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو تحریر فرمایا:

> ''جو عریضہ (آپ نے) حضرت قبلہ گاہی (خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) کو بھیجا تھا۔ حضرت کی نظر مبارک میں پیش ہوا۔ حضرت نے اپنے دستخط خاص سے آپ کے خط کا جواب، جس میں بشارات درج ہیں، تحریر کرایا...... کمال محبت میں غائبانہ بلند ترقیات آپ کے نصیب میں ہیں۔''
> (مکتوبات سیفیہ ۱۸۸:۲۰۷)۔

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب گرامی بنام حضرت مفتی محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۹ھ/ ۹۸-۱۶۹۷ء) میں آپ کے احوال ومناقب اس طرح تحریر فرمائے ہیں:

''ملا محمد امین نے استہلاک اور اضمحلال (فنا و نیستی) سے نصیب حاصل کرلیا ہے اور اپنے حضور سے بہرہ رکھتے ہیں۔ اُمید ہے کہ اس کے کمال سے متحقق بن جائیں گے۔'' (مکتوبات سیفیہ ۱۱۹: ۱۴۸)۔

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نیز ایک دوسرے مکتوب گرامی میں یوں تحریر فرمایا:

''فضائل مآب ملا محمد امین نے بھی بعض فوائد حاصل کر لیے ہیں اور متوجہ فوق ہیں۔'' (مکتوبات سیفیہ ۱۲۲: ۱۵۱)۔

مکتوب خوان کا خطاب:

آپ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے اتنے ماہر تھے کہ حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۶۸ء) سے ''مکتوب خوان'' کا خطاب پایا تھا۔

خلافت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے آپ کو خلافت سے مشرف فرمایا اور حافظ آباد کی مرادیت سے سرفراز فرمایا۔ آپ یہاں کے لوگوں کی ظاہری و باطنی اصلاح میں مشغول رہے۔

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے چار مکتوب گرامی (جلد ۲: ۱۱۶، ۱۱۵، ۳: ۱۰۲، ۱۹۶) آپ کے نام ہیں۔ ان میں سے ایک مکتوب گرامی میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اس طرح تحریر فرمایا:

''جو مکتوب آپ نے محبت کے راہ سے بھیجا تھا، اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا۔ آپ نے صفت علم اور حقیقت کعبہ کے ساتھ کچھ مناسبت لکھی تھی۔ صفت علم کے ساتھ کیوں مناسبت نہ ہو، جبکہ آپ کے شیخ مربی میں وہی صفت ہے اور اسی ذریعہ سے فیوض و برکات ہمیشہ پہنچتے ہیں اور ترقیاں پاتے ہیں۔ اگر آپ نے ذاتی مناسبت کے بارے میں لکھا ہے تو نیک و مبارک ہے۔ فقیر بھی اِنْ شَآءَ اللہُ تعالیٰ غور کرے گا اور ہم

اُمید رکھتے ہیں کہ آپ حقیقت کعبہ ربانی سے بہرہ مند ہو جائیں اور اس کے انوار کے ساتھ متحقق و منور ہو جائیں۔ آپ نے بھی اس حقیر سے اجازت طلب کی تھی۔ میرے مخدوم! اگرچہ فقیر کی اجازت کو دخل نہیں (پھر بھی) ہم نے آپ کو اجازت دی۔ وَالسلام" (جلد۲: ۱۵۵)۔

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک دوسرے مکتوب گرامی میں آپ کو یوں تحریر فرمایا:

"آپ نے لکھا تھا کہ کبھی کبھی اسم باطن میں سیر کی ابتداء محسوس ہوتی ہے۔ اُمید ہے کہ یہ احساس متحقق ہو جائے گا، البتہ اس قدر معلوم ہے کہ اس مقام سے کچھ حصہ اگرچہ مجمل طور پر ہو، آپ کو حاصل ہے اور اس بے پایاں سمندر سے ایک قطرہ آپ کے حلق میں ٹپکا ہے۔"

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب گرامی میں آپ کو اس طرح تحریر فرمایا ہے:

"آپ نے لکھا تھا کہ "بعض اوقات فرض نماز کے اندر خصوصاً امامت کی حالت میں ایک کیفیت رونما ہوتی ہے کہ گویا اس تعالیٰ شانہٗ کے خوف سے جسم پگھل جاتا ہے اور سجدے کے وقت میں جی نہیں چاہتا کہ سر سجدہ سے اُٹھایا جائے۔" اس کے مطالعہ نے محظوظ و مسرور کیا۔ اللہ تعالیٰ (آپ کو) اس نماز کے کمالات سے اکمل حصہ عطا فرمائے اور اس کی حقیقت سے پردہ کھول دے۔ نماز مومن کی معراج ہے۔ حالت معراجیہ کا نمونہ نماز میں ظاہر ہوتا ہے۔ سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں پر سجدہ کرتا ہے۔ پس سجدہ کرنا چاہیے اور خوب رغبت سے کرنا چاہیے۔" (جلد۳: ۱۹۶، ۲۷۶)۔

سفرِ آخرت:

آپ نے قضائے الٰہی سے حافظ آباد ہی رحلت فرمائی اور یہیں آخری آرام گاہ پائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔[۱۳۸]

حضرت شیخ محمد باقر نقشبندی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

خاندان:

آپ کا خاندان قدیم شاہان اسلام کے زمانے سے ممتاز چلا آ رہا تھا۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت ملا شرف الدین العباسی الحسینی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ عہد شاہجہانی میں لاہور کے مفتی کے منصب پر فائز رہے۔ حضرت شیخ محمد مراد تنگ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۸ء) نے آپ کو ''حسینی سادات'' میں سے بتایا ہے۔ حضرت میر شرف الدین لاہوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۸۵ء) سے بیعت تھے۔ خود اورنگ زیب عالمگیرؒ (م۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کی خواہش تھی کہ میر شرف الدین (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوں اور اس ضمن میں شاہی دربار کے انتہائی ذی اثر و ذی علم فرد شیخ بختاور خان (م۱۰۹۶ھ/۱۶۸۵ء) نے خاص کردار ادا کیا۔

حضرت میر شرف الدین لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نہایت فضیلت والے بزرگ تھے۔ درس و تدریس میں مصروف رہتے تھے۔ انہوں نے عہد عالمگیری میں لاہور میں رحلت فرمائی۔

علم و فضل:

آپ باعمل عالم، بلند فقیہ، باکمال صوفی اور مفسر و مؤلف کے لحاظ سے مشہور و معروف تھے۔ آپ ظاہری علوم میں کمال رکھتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) نے آپ کے نام اپنے ایک مکتوب گرامی میں آپ کو ''اعلم العلماء'' تحریر فرمایا ہے اور یہ چیز آپ کے علمی مرتبہ کی بلندی کی بہت بڑی سند ہے۔ نیز آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے معارف کے ماہر تھے۔

بیعت طریقت:

آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے دست مبارک پر بیعت کا شرف پایا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ آپ پر بہت زیادہ مہربان تھے اور آپ کو اپنے فرزندوں

کی طرح چاہتے تھے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کے ایک مقرب خاص شیخ بختاور خان (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) کے نام اپنے ایک مکتوب گرامی میں یوں تحریر فرمایا:

"اے شفقت پناہ! شیخ محمد باقر جو کہ ہمارے فرزند کی جگہ ہے اور ظاہری و باطنی کمالات سے آراستہ ہے۔ اس نے آپ کی شفقتوں کی شکر گزاری کو دوبارہ لکھا ہے۔ (ہم) فقراء کی مسرت کا سبب ہوا اور مزید دعا گوئی کا باعث بنا۔ بارگاہِ الٰہی کے درویشوں کی خدمت و رعایت دونوں جہان کی ترقی کا وسیلہ اور مشکلات کے حل کا ذریعہ ہے (دعا ہے کہ) دونوں جہان کی نعمت کامل طور پر حاصل ہو۔"

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ فیض:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے باطنی تربیت کے لیے آپ کو اپنے فرزند ارجمند حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) کے حوالے فرمایا۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ آپ کے احوال پر بڑے مطمئن تھے اور کئی مقامات پر انہوں نے اس کا اظہار فرمایا ہے۔ اس طرح آپ نے دونوں بزرگ شخصیات سے بھرپور استفادہ کیا اور بلند مقامات حاصل کیے۔

بشارات معصومیہ:

صاحب مقامات معصومی لکھتے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے آپ کے نام مکتوبات گرامی میں جس قدر بشارتیں آپ کو دی ہیں، شاید کسی اور خلیفہ کے نام ان کا نصف حصہ بھی نہ ہو۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ ایک مکتوب (دفتر ۳: ۲۳۸/ ۳۲۱-۳۲۲) میں آپ کو تحریر فرماتے ہیں:

"آپ کے گرامی ناموں نے پے در پے پہنچ کر محظوظ کیا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "کبھی کبھی مقامِ رضا کی دوسری قسم، یعنی اس طرف کی رضا بلا

خواہش پر تو ڈالتی ہے"۔ فقیر (حضرت خواجہ محمد معصوم ﷫) نے بھی اس کیفیت کے زیادہ ہونے میں کچھ امداد (توجہ) کی ہے۔ حق سبحانہ کامل طور پر نصیب فرمائے۔ جاننا چاہیے کہ یہ رضا دوسری رضا پر مقدم ہے جو کہ بندہ کی رضا ہے۔ اس لیے کہ تقدم اس طرف سے ہے۔ پس اس صورت میں اگر رضا کی اس قسم کو قسم اوّل لکھیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ جو ستارہ کہ (آپ کی) پیشانی میں مشاہدہ ہوتا ہے، چونکہ پیشانی بدبختی اور نیک بختی کے ظہور کا مقام ہے، (اس لیے) ہوسکتا ہے کہ ایمان کا نور پیشانی میں ستارہ (کی شکل) میں مشتمل ہوا ہو اور چونکہ سینہ علوم واسرار کا مقام ہے، پس دو ستارے جو سینہ کے بائیں اور دائیں جانب مشاہدہ ہوئے ہیں، ان سے سینہ کے علوم واسرار کے انوار کے احاطہ کرنے کی طرف اشارہ ہو۔ ماہ مبارک رمضان وعشرہ اعتکاف وختم قرآن مجید کی راتوں کی برکات کا مشاہدہ کرنے اور اپنے آپ اور قرب وجوار کے لوگوں کے لیے اور کبھی امام اور کبھی تمام صف اوّل کے لیے انوار وخلعتیں مشاہدہ کرنے اور بارگاہِ قدس کی اپنے بارے میں خوشنودی معلوم کرنے اور اس شخص (آپ) سے ماہ مبارک کی رضامندی اور سابقہ گناہوں کی مغفرت معلوم کرنے اور متشابہات و مقطعات کے اسرار سے مناسبت حاصل کرنے اور (ماہ رمضان کی) آخری رات کو حسرت کے ساتھ رُخصت کرنے کے بارے میں جو آپ نے لکھا تھا، وہ سب واضح ہوا اور اس نے مسرور کیا اور ماہِ شوال میں جو عظیم مکاشفہ رونما ہوا اس نے اور مسرور کیا اور ماہِ شوال میں جو عظیم مکاشفہ رونما ہوا اور بار بار یہ خطاب بے جہت آپ نے سنا کہ واضح طور پر آپ سے خطاب کیا، شاید کہ یہ کلام ہونٹوں سے ہوا ہو وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (سورۃ النساء، ۱۱۳)۔ یعنی اور تجھ پر اللہ تعالیٰ کا

بہت بڑا فضل تھا۔ اس کیفیت کے پڑھنے سے ایسی لذتیں حاصل ہوئیں کہ کیا لکھے؟ اِعْمَلُوْا آلَ دَاوٗدَ شُکْرًا وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ (۳۴:۱۳)۔ یعنی اے آل داود شکرانہ کے طور پر عمل کرو اور میرے بندوں میں بہت کم شکر گزار ہیں۔ اپنے دوستوں کے احوال اور ان میں سے بعض کی ترقیات اور مجلس کی رونق کے بارے میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے، واضح ہوا۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ۔ یعنی: اے اللہ اور زیادہ عطا فرما:

آسماں سجدہ کند بہر زمینے کہ درو
یک دو کس یک دو نفس بہر خدا بنشینند

یعنی: آسمان اس زمین کے لیے سجدہ کرتا ہے کہ جس میں ایک دو آدمی ایک دو لمحہ خدا کے لیے بیٹھتے ہیں۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسرے مکتوب گرامی (دفتر ۳: ۱۲۸) میں آپ کو تحریر فرمایا ہے:

''آپ کے پانچ چھ خط سردست موجود ہیں۔ ہر ایک کے مختصر جواب میں مشغول ہوتا ہوں۔ آپ نے لکھا تھا کہ ''اس مرتبہ کی حاضری میں جن نسبتوں کے حصول کی بشارت دی گئی تھی، (یہ عاجز) ان کا ادراک کرتا ہے اور آپ نے اس کی تفصیل لکھی تھی۔ سب واضح ہوا، حق سبحانہ اسی طرح ہمیشہ ترقیات پر رکھے۔''

اس مکتوب گرامی میں آپ کو حقیقت قرآنی، حقیقت صلوٰۃ، عروج لطائف اور حقیقت صلوٰۃ و خلت و محبت کی بشارات سے بھی نوازا گیا ہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب گرامی (دفتر ۳: ۱۰۰/ ۱۶۷-۱۶۹) میں آپ کو بڑی بشارتیں عطا فرمائیں اور یوں تحریر فرمایا:

''آپ کے تین خطوط یکے بعد دیگرے پہنچے۔ چونکہ فقیر کو نقاہت تھی، (اس لیے) جواب نہ دے سکا۔ پہلے خط میں لکھا تھا کہ ''ظہر کی نماز میں

چند مرتبہ کوئی چیز جو کہ ہنسی کی مانند ہوگی، اس جانب سے اپنے باطن میں پاتا تھا۔ فرض نماز میں خاص طور پر امامت کی حالت میں ایسی لذت وفنا پیش آتی ہے کہ کیا عرض کرے۔"

اے سعادت آثار! ہنسی کا ظاہر ہونا کمالِ رضامندی کی خبر دینے والا ہے، خاص طور پر وہ جو کہ نماز میں پیش آتی ہے کہ وہ اصل سے تعلق رکھتی ہے اور لذت وفنا میں کیا کلام ہے کہ نماز مومن کی معراج اور کمال قرب کا محل اور رفع حجاب کا مقام ہے اور یہ جو آپ لفظ "علم" اپنی دو ابروؤں کے درمیان اپنی پیشانی پر لکھا ہوا دیکھتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس وجہ سے ہو کہ آپ کا مبتداء تعین صفت علم ہو اور یہ جو آپ دنیا کے بنانے والے (اللہ تعالیٰ) کو، نہ عالم میں داخل اور نہ عالم سے خارج اور نہ اس کے متصل اور نہ اس سے جدا دیکھتے ہیں، نہایت اعلیٰ اور حقیقت کے مطابق ہے۔

آپ نے دوسرے خط میں اپنی کیفیات میں سے جو...... لکھا تھا...... (یہ) احوال اعلیٰ اور معقول ہیں اور بعض اعمال میں افرادِ عالم کی شرکت کی استعداد کی جامعیت اور اس اسم کی جامعیت کی خبر دینے والی ہے، جو کہ (اس کا) مبداء تعین ہے، گویا دوسرے اس کے اجزاء ہیں اور کل کے فعل میں اجزاء کو شریک پاتا ہے...... جو آپ نے اپنے دوستوں کے احوال، یعنی (کسی کا) دائرہ ظلال کو قطع کرنا اور کسی کا ولایت کبریٰ سے حصہ پانا اور اپنے اندر دائرہ ظلال کے پانے کے بعد اس دائرہ کا منہدم ہونا اور اس میں مخلوقات کی صورتوں کو دیکھنا اور اس دائرہ کے منہدم ہو جانے کے بعد بطن بطون میں نور لطیف کا مشاہدہ ہونا وغیرہ کے بارے میں لکھا تھا، وہ سب درست وسنجیدہ ہیں، حق سبحانہ ہمیشہ ترقیات عطا فرمائے۔"

ایک اور مکتوب گرامی (۳:۱۱) میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ آپ کو تحریر فرماتے ہیں:

”جب اس راستہ میں آئے ہیں تو مردانہ وار آئیں اور طلب گاری کے لوازم کو بجالائیں اور شریعت منورہ کے مضبوط حلقہ کو ہاتھ سے نہ دیں۔ سنت نبویہ (ﷺ) کو خوب مضبوط پکڑیں۔ بدعت اور بدعتی کی صحبت سے بچتے رہیں اور کمر ہمت کو مولا حقیقی جل سلطانہٗ کی اطاعت میں کس لیں اور اس (اللہ) تعالیٰ شانہ کی بارگاہ قدس کی جانب دائمی توجہ و پیش قدمی کو بہت بڑی نعمت جانیں۔ وسعت مطلقہ میں فانی و مضمحل ہونے کو سب سے بڑا مقصد شمار کریں اور جو کچھ اس نعمت کا مانع وضافی ہو، اس سے سینکڑوں کوس دور بھاگیں۔“

اسی طرح حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے مزید پانچ مکتوبات گرامی (دیکھئے دفتر ۳: ۱۵۰، ۱۵۷، ۱۹۴، ۲۱۸، ۲۴۹) آپ کے نام ہیں، جن میں آپ کے بلند مراتب وکمالات مذکور ہیں۔

مکتوبات سعیدیہ:

حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) کے تین مکتوبات گرامی (۶۲: ۱۱۸، ۷۰: ۷۶، ۱۳۱: ۱۳۵) آپ کے نام ہیں، جن میں آپ کی استعداد پر اطمینان کا اظہار فرمایا گیا ہے۔

حضرت وحدتؒ اور آپ:

حضرت عبدالاحد وحدت رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۷ھ/ ۱۷۱۵ء) نے منصب قیومیت اور اصالت کی بحث وشرح کے دوران حضرت مفتی محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کی اس بارے میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے ساتھ مراسلت کو سند کے طور پر پیش کیا ہے (دیکھئے: گلشن وحدت: ۵۹)۔

بشاراتِ سیفیہ:

آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ ۱۶۶۸ء) کے عین حیات اور وصال مبارک کے بعد بھی حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) سے فیض و

برکات سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کسب واخذ کیے۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بڑی بشارات سے نوازا تھا۔ آپ نے حضرت شیخ محمد فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۷ھ/ ۱۷۰۵ء) کی بیاض خاصہ میں ان کی فرمائش پر اپنے جو احوال باطنی اپنے دست مبارک سے تحریر فرمائے، ان میں یوں لکھا ہے:

''احقر خدام کو قبلہ دو جہانی سیف رحمانی (حضرت خواجہ محمد سیف الدین) مدظلہ کی توجہات عالیہ سے مقام تفضّل کی بشارت ملی اور حروف مقطعات ومتشابہات، محبوبیت ممتزج و خالص اور نسبت اصالت کی ایک رمز، بلکہ اس کی تصریح، بلکہ لاہور کی مداریت، ولایت محمدی و احمدی اور دوسری بشارات بھی نصیب ہوئیں۔ (اپنی) عنایات سے ولایاتِ ثلاثہ، حقائق ثلاثہ، بلکہ اس سے اُوپر، بلکہ فوق تعین جبی سے قلیل مدت میں نوازا اور فرمانے لگے کہ تیرا معاملہ تو خرق عادت سے وابستہ ہو گیا ہے۔ حضرت (خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) کے وصال کے بعد (حروف) مقطعات و متشابہات اور دوسرے کئی اسرار اور پھر دوسرے کئی اعضا کا تعین اور ملاحت و صباحت امور کی بالیدگی کی جن کا لکھنا نامناسب ہے، کی تفصیل (حضرت) دو جہانی (خواجہ سیف الدین) کی توجہ سے (نصیب ہوئی) اور حضرت قبلہ دو جہانی (خواجہ سیف الدین) فرمایا کرتے تھے کہ تمہاری تنقیح کو ہماری تصدیق وتسلیق کی ضرورت نہیں ہے۔''

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی تسبیح بطور تبرک آپ کو ارسال فرمائی اور تحریر فرمایا:

> ''یہ تین چار بشارات جو (حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے) غائبانہ طور پر آپ کے حق میں فرمائی ہیں، دوسرے دوستوں کو سالوں کے بعد اس کا قلیل حصہ ہاتھ لگتا ہے۔ ان کو ہزار غنیمت سمجھیں۔''

نیز آپ کو لکھا:

> ''چونکہ آپ کو حضرت (مجدد الف ثانیؒ) کے مکتوب ومعارف میں کامل مہارت حاصل ہے، جو کچھ اس کی ضروریات سے ہے، سچے طالبین کی اس (سلسلے) میں رہنمائی کریں۔''

نیز تحریر فرمایا:

''حضرت (خواجہ محمد معصومؒ) تمام احباب میں آپ کی سیر کی سرعت کی بہت زیادہ تعریف فرمایا کرتے تھے۔''

ان بشارات کی تصدیق حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات گرامی (مکتوبات سیفیہ ۵۰،ص ۷۰، ۱۱۹،ص ۱۴۸، ۱۳۱،ص ۱۵۸، ۱۳۳،ص ۱۵۹، ۱۴۱،ص ۱۶۷، ۱۴۳،ص ۱۷۰) میں موجود ہے۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک اور مکتوب (۲۵،ص ۴۵) میں آپ کو لکھا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر خصائص میری وساطت سے ظہور میں آئے ہیں۔

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے تین مکاتیب گرامی (۶۲،ص ۱۱۸، ۷۰،ص ۱۳۱، ۷۶،ص ۱۳۵) آپ کے نام ہیں، جن میں آپ کی استعداد پر اظہار اطمینان کیا گیا ہے۔

خلافت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) اورنگ زیب عالمگیرؒ (۱۱۱۸ھ ۱۷۰۷ء) کی باطنی تربیت کے لیے باقاعدہ اہتمام کے ساتھ اپنے خلفاء کو مقرر فرماتے تھے، تاکہ وہ مرکز میں رہ کر بادشاہ اور اس کے لشکریوں کی تربیت میں مشغول رہیں۔ حضرت شیخ محمد مراد ننگ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۸ء) نے تحفۃ الفقراء (۴۷-الف) میں لکھا ہے کہ خود اورنگ زیب عالمگیرؒ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی تھی کہ اپنا کوئی خلیفہ میری تربیت کے لیے مامور فرمائیں، جس پر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو اس کام کا حکم فرمایا۔

چنانچہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت سے نواز کر بادشاہ و لشکر کی باطنی تربیت کے لیے متعین فرمایا۔ اس طرح آپ کو عالمگیرؒ کے علاوہ اس کے مقرب خاص بختاور خان (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) کے ساتھ بھی اُٹھنے بیٹھنے کا موقع ملا۔

حضرت حافظ محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ اور آپ:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے خلیفہ حضرت حافظ محمد شریف

لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۳ سے ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۳ - ۱۶۶۸ء) نے سلوک باطنی کی تعلیم آپ سے حاصل کی اور بعد ازاں آپ کی کوشش و سفارش سے وہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) سے وابستہ ہوگئے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب گرامی (۲: ۱۴۷) میں حضرت حافظ محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرماتے ہیں:

''میاں محمد باقر چند روز صحبت میں رہے۔ بہت خوش کیا۔ اس راستہ کے بعض فوائد اخذ کیے اور تھوڑے عرصے میں خوب ترقی کی۔ حق سبحانہٗ کمال کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچائے۔ وَالسَّلَامُ اَوَّلًا وَّآخِرًا.
میرے مخدوم ومکرم! سعادت آثار میاں محمد باقر کی درخواست پر کچھ توجہ آپ کی جانب کی گئی۔ اس نواح کو آپ کے انوار کی شعاعوں سے روشن و منور پایا۔''

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) اپنے ایک مکتوب گرامی (۱۲۲، ص ۱۵۱) میں آپ کو حضرت حافظ محمد شریفؒ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

''حقائق آگاہ حافظ محمد شریف جو حضرت (خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) سے معنوی تعلق رکھتے ہیں، نے اس سفر میں مرتبہ نبوت کے کمالات سے تبعیت کے طریق پر بہرہ حاصل کیا ہے اور اس سعادت عظمیٰ جو کمال اولیاء کی منتہا (میں) سے ہے، مشرف ہوئے (ہیں)۔ ان کا وجود شریف غنیمت شمار کرتے ہوئے کسب سعادت کریں۔''

جب حضرت حافظ محمد شریف لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے رحلت فرمائی تو آپ نے اس کی تحریری اطلاع سرہند شریف بھجوائی، جس کے جواب میں حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ایک مکتوب گرامی تحریر فرمایا (دیکھئے مکتوبات سیفیہ ۱۸۷، ص ۲۰۶)۔

عالمگیر ولشکر شاہی کو مستفید ہونا:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کی درخواست پر مختلف اوقات میں اپنے کئی خلفاء کو بادشاہ کی تربیت اور اخذ فیوض و

برکات کے لیے روانہ فرمایا، جس سے اصل مقصد مرکز میں اور بادشاہ کے ساتھ رہ کر ترویج شریعت کے لیے مساعی کرنا تھا۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ نمایاں خدمات حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) نے انجام دی تھیں۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مکتوب گرامی (مکتوبات سیفیہ ۱۴۱، ص ۱۶۸) سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی عدم موجودگی میں یہی فریضہ آپ (مفتی محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ) انجام دیا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب گرامی میں آپ (مفتی محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا:

> ''بادشاہ دین پناہ نے چند بار آپ کا ذکر خیر کیا۔ ایک روز فرمایا کہ شیخ محمد باقر ایک عجیب سکر (سرشاری) رکھتے ہیں اور ان کی صحبت میں ایک نفع محقق ہے۔ انہوں نے آپ کی تحریر کو کامل شوق سے مطالعہ کیا اور کہا کہ صحبت پر خوب ترغیب دی گئی ہے۔ فقیر جواب کے لیے سنجیدہ ہے، انہوں نے وعدہ کیا ہے۔ اُمید ہے کہ جلد ہی مقصد حاصل ہوگا۔''
> (مکتوبات سیفیہ ۱۴۲، ص ۱۶۹)۔

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسرے مکتوب گرامی میں آپ (مفتی محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا:

> ''بادشاہ دین پناہ آپ کے حقوق کے معترف ہیں۔ خوشگوار لمحات میں آپ کا ذکر کرتے ہیں اور اظہار اخلاص کرتے ہیں۔ چنانچہ اظہار محبت کے طور پر انہوں نے تین تولے عطر آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔''
> (مکتوبات سیفیہ ۱۴۸، ص ۱۷۳)۔

اس طرح پیر ومرشد نے آپ کو خلافت عطا فرما کر بادشاہ کے پاس روانہ فرمایا۔ آپ نے وہاں پہنچ کر نہ صرف بادشاہ کو مستفید کیا، بلکہ اپنے علم وفضل، اخلاقی اقدار اور روحانی کمالات کا لوہا منوایا۔ آپ ملکی مہمات کے دوران فوج کے ساتھ رہتے تھے۔ لہٰذا آپ نے فوج کے ایک بڑے حصے کے دلوں کو مسخر کیا۔ بعدازاں ایک عریضہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں تحریر کیا، جس میں بادشاہ کی باطنی تعلیم وتربیت سلوک، دوسرے متعلقین و

وابستگان کے احوال اپنی روحانی مجلس کی کیفیات اور بعض اپنی واردات کی اطلاع دی، جس پر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی مسرت واطمینان کا اظہار فرمایا، نیز آپ، بادشاہ اور دوسرے وابستگان کے لیے یوں دعائیں فرمائیں:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. آپ کا مکتوب شریف پہنچ کر مسرت بخش ہوا۔ خلیفہ وقت (بادشاہ) کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا تھا۔ مفصلاً معلوم ہوا۔ حق سبحانہٗ تمام کاموں کا انجام بخیر کرے اور خلیفہ وقت کو توفیق واستقامت بخشے اوران کے اکابر کی برکات اور نسبت سے کامل حصہ عطا فرمائے اور مجلس کی رونق اور دوستوں کے احوال کے بارے میں جو کچھ آپ نے لکھا تھا، وہ (بھی) تفصیل کے ساتھ واضح ہوا اور خوشنودی ومسرت کا سبب ہوا، حق سبحانہٗ دوستوں کو ہمیشہ ترقیات میں رکھے اور فیوض کے دروازے کھولے رکھے۔

آپ نے لکھا تھا کہ ''جہان آباد'' (دہلی) میں جس جگہ میں نے قیام کیا، وہ اس قدر بے فیض تھی کہ کیا لکھے۔ جب میں نے وہاں چند روز نشست وبرخاست کی تو اس کے بعد وہ جگہ اس قدر انوار سے گھری ہوئی ظاہر ہوتی ہے کہ جانب فوق میں وہ عرش سے اُوپر گزر گئی اور جانب تحت میں تحت الثریٰ سے بھی تجاوز کر گئی ہے، گویا اس جگہ نے اس فقیر کے عروج وزوال کے ساتھ فنا وبقا حاصل کر لی ہے۔ یہ انکشاف ظاہری محسوسات کی مانند ہے کہ اس میں شک کی گنجائش نہیں ہے۔'' بے شک ایسا ہوا ہوگا۔ وَلِلْاَرْضِ مِنْ کَاْسِ الْکِرَامِ نَصِیْبٌ ۔ یعنی بزرگوں کے پیالے سے زمین کے لیے (بھی) حصہ ہے۔ مکان کو صاحب مکان کے ساتھ ایک خاص اتصال ہے اور ہمسائیگی کا حق ہوتا ہے اور وہ (مکان) صاحب خانہ کے انوار وبرکات

کا اُمیدوار ہوتا ہے۔ یہیں سے بیت اللہ شریف کی بزرگی وعظمت کو قیاس کرنا اور اس کے انوار وبرکات کو سمجھنا چاہیے (اگرچہ) مَـا لِـلتّـراب وربّ الاربـاب۔ یعنی: خاک کو رب الارباب سے کیا نسبت ہوسکتی ہے۔'' (مکتوبات معصومیہ، دفتر ۳: ۱۹۴،۴/ ۲۷۴-۲۷۵)۔

دربار شاہی میں احترام:

پھر ایک وقت ایسا آیا کہ بادشاہِ وقت کے ہاں آپ کے ارشاد کا غلبہ اور مشیخت کا خوب شہرہ ہوگیا۔ اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کے دربار میں آپ انتہائی محترم تھے اور آپ کی دعوت وارشاد کی بڑی قدردانی تھی۔ مؤرخین کے بقول حضرت خواجہ محمد سیف الدین ﷫ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) نے عالمگیرؒ کے ساتھ رہ کر ترویج شریعت کے سلسلے میں سب سے نمایاں خدمات انجام دیں۔ ان کی عدم موجودگی میں یہی فریضہ آپ انجام دیتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدین ﷫ نے آپ کو تحریر فرمایا کہ اورنگ زیب نے محفل میں کئی بار آپ کا ذکر کیا اور آپ کی صحبت کو نفع بخش تسلیم کرتے ہوئے آپ سے فیض یاب ہونے کی خواہش کا اظہار کیا۔

ایک روز آپ مراقبہ میں تھے کہ عالمگیرؒ آپ کی طرف آئے۔ مقربان کی تکلیف کے باوجود آپ اصلاً اپنی جگہ سے نہ اُٹھے اور اپنی نسبت میں خلل نہ ڈالا اور استغناء واستغراق کے کمال کی بنا پر بادشاہ کی تعظیم کا لحاظ نہ فرمایا۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدین ﷫ نے اپنے ایک دوسرے مکتوب گرامی میں عالمگیرؒ کی آپ کے ساتھ والہانہ محبت کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کو بتایا ہے کہ بادشاہ آپ کے حقوق کا معترف ہے۔

خاتمہ بدعات کی کوششیں:

بادشاہوں میں جو بدعات جاری ہوگئی تھیں اور جن کے رواج دینے میں سابقہ سلاطین نے خود حصہ لیا تھا، ان کو ختم کرنا خاصا مشکل تھا، لیکن آپ نے ان کے خاتمہ کے لیے بھی ہر ممکن کوشش کی اور اس میں خاطرخواہ کامیابی ہوئی اور آپ کے کہنے پر اورنگ زیب عالمگیرؒ

(م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) نے ان بدعات کو ختم کر دیا۔

ہندوستان کے بادشاہوں میں عرصہ دراز سے یہ رسم چلی آ رہی تھی کہ (کھانے کے دوران) ہر لقمہ کھانے کے بعد وہ اپنی اُنگلیاں صاف کرتے تھے، تاکہ ان پر چکنائی کا نشان باقی نہ رہے۔ اس کے بعد دوسرے لقمہ کی طرف ہاتھ بڑھاتے تھے اور یہ سب کچھ کھانے کے آخر تک جاری رہتا تھا (ایک مرتبہ) عالمگیرؒ نے آپ (مفتی محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ) کی بات سنی اور یہ کہتے ہوئے اس پر آپ کا تصرف بھی جلوہ گر ہوا کہ آپ (انھیں) اس کام سے منع فرما رہے ہیں۔ جب آپ نے ایسا کام کرنے سے منع فرمایا تو عالمگیرؒ نے کہا: ''شیخ جی! میں آپ کا یہ حکم مانتا ہوں اور پھر کبھی ایسا نہیں کروں گا، لیکن جس مسند (شاہی) پر میں متمکن ہوں، اگر آپ (اس پر) جلوہ افروز ہوں تو آپ پر حقیقت حال واضح ہو جائے کہ اس میں کس قدر نخوت اور کتنی قسم کے غرور ہیں کہ لوگ کس طرح دستہ بستہ میرے سامنے کھڑے ہیں۔''

منصب افتاء:

صاحب ''مقامات معصومی'' کے مطابق ''آپ بڑے صاحب اخلاق اور بہت قبولیت کے مالک تھے''۔ لیکن آخرکار ایک مصلحت کی وجہ سے (مفتی لاہور) کی خدمات اختیار فرمائیں۔ اس میں آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی اور آپ کی توجہ سے اس دوران بعض اہل حاجت کی حاجت روائی کی خدمات انجام دی گئیں۔''

اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) حضرت خواجہ محمد معصوم قدس اللہ سرہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے منظور نظر تھے۔ انہوں نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی رضامندی سے آپ کو دارالسلطنت لاہور کا مفتی بنایا۔ آپ اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ شرف الدین لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ یا ان کی رحلت کے بعد اس منصب پر فائز المرام ہوئے۔ یہ واضح نہیں کہ آپ کتنا عرصہ مفتی لاہور رہے؟ تاہم آپ اپنی کتاب ''دامِ حق'' کی تالیف سے لے کر اپنے سفر آخرت ۱۱۰۹ھ/ ۹۸-۱۶۹۷ء تک یہ خدمات انجام دیتے رہے۔ اس سلسلے میں آپ ''دامِ حق'' کے شروع میں خود کہتے ہیں:

دامِ حق صید کرد جان مرا
نام حق یار شد نہان مرا
جامِ عشق رسولؐ می نوشم
حلقہ ذکر اوست در گوشم
کہ فقیری شکستہ تر مسکین
کمترین باقر بن شمس الدین
مفتی دارِ سلطنت لاہور
صانہا اللہ عن الجفاء والجور
کرد نظم خلاصہ کیدانی
لائق دوستان ربانی

(دام حق: ورق، الف-ب)۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کو اس امر سے خصوصی دلچسپی تھی کہ ہمارے مرید مخلص وخلیفہ مجاز حضرت شیخ محمد باقر (رحمۃ اللہ علیہ) کے ذریعہ لاہور میں اسلام کو تقویت ملے۔ دوسری جانب اورنگ زیب عالمگیرؒ کو ترویج شریعت کے لیے قائل کرنے کے لیے آپ کی علم فقہ میں مہارت اور مساعی خیر بھی خوب کام آئیں۔ لاہور میں آپ کا فتویٰ قابل قبول تھا۔ جناب مولانا عبدالرشید قاسمی (شاہدرہ، لاہور) کے پاس آپ کا ایک استفتا موجود ہے، جس پر آپ کی دو مہریں ثبت ہیں، ان میں سے ایک میں واضح درج ہے: ''خادم شرع متین محمد باقر بن شرف الدین''۔

بہادر شاہ کی آپ سے عقیدت:

اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کا بیٹا اور جانشین شاہ عالم بہادر شاہ اوّل (۱۱۱۸-۱۱۲۴ھ/ ۱۷۰۷-۱۷۱۲ء) آپ کا عقیدتمند تھا۔ جب ۱۱۰۶ھ/ ۱۶۹۴ء میں شہزادہ (معزالدین) بہادر شاہ (اوّل) کابل اور ملتان کی صوبہ داری پر متعین ہو کر لاہور سے گزرا تو ان دنوں آپ مفتی لاہور کے منصب پر فائز المرام تھے۔ شاہی ملازم ہونے کی وجہ سے آپ

کے لیے ضروری تھا کہ شہزادے کا استقبال کریں۔ آپ استقبال کے ارادہ سے نکلے، لیکن دل میں بڑی خجالت محسوس ہوئی اور خیال آیا کہ ارشاد کے غلبہ اور مشیخت کے طنطنہ کے دنوں میں بادشاہ اور شہزادوں کے ساتھ صحبت کا معاملہ ایک دوسری قسم کا تھا۔ اب لفظ ''نوکری'' کا معاملہ درمیان میں ہے، دیکھیے شہزادے کی صحبت (ملاقات) سے کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے؟ جب آپ پالکی پر سوار ہوکر شہزادے کی جانب جانے لگے تو دیکھا کہ پالکی کی ایک طرف حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) اور دوسری جانب حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) تشریف فرما ہیں اور دونوں حضرات بہت زیادہ تسلیمات کے ساتھ آپ سے فرما رہے ہیں کہ تیری عزت عین ہماری عزت ہے اور ہم کسی مقام ومعرکہ میں تجھ سے جدا نہیں ہیں۔ جمعیت کے ساتھ شاہی استقبال کے لیے جاؤ۔ پس آپ کامل جمعیت کے ساتھ شہزادے کے استقبال کے لیے روانہ ہوئے اور لشکر میں داخل ہونے تک آپ کی وہی عزت واحترام والی صحبت ظاہر رہی۔ جب آپ شاہی خیموں کے پاس پہنچے تو حکام نے بلا توقف آپ کی آمد کی اطلاع شہزادے کو پہنچائی۔ شہزادے نے کمال مسرت کے ساتھ آپ کو بلا بھیجا (اور) سلام میں سبقت کرتے ہوئے قدیم شاہی دستور کے مطابق آپ سے مصافحہ کیا۔ نیز آپ کو اپنی مسند کے قریب بٹھایا، بلکہ ایسے حسن سلوک سے پیش آیا کہ ظاہراً آپ کے زمانہ فقر (مشیخت) میں بھی اس طرح کے آداب سے پیش نہیں آیا تھا۔

بعد ازاں شہزادے نے آپ سے کہا کہ شاہی ملازمت کی ان خدمات کا اختیار اپنی ظاہری صورت میں رونما ہوتا ہے۔ وگرنہ آپ کا کمال (مرتبہ) روز بروز بلند تر (ہورہا) ہے۔ آپ نے اس مجلس میں شہزادے کو سلطنت کی بشارت بھی دی تھی، جو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے روحانی طور پر آپ کو ملی تھی اور اس کے آثار روز افزوں تھے۔

نعمتوں کے خوان:

آپ نے حضرت شیخ محمد فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۱۷ھ/ ۱۷۰۵ء) کی فرمائش پر ان کی بیاض خاصہ میں اپنے باطنی احوال اس طرح تحریر فرمائے:

''الحمد للہ۔ گیارہ ذی الحجہ ۱۰۸۸ھ (۲۵ جنوری ۱۶۷۸ء) کی رات

حضرت مجدد الف ثانی ؒ اور قیوم رحمانی (خواجہ محمد معصومؒ) کے روضہ منورہ کی زیارت کے لیے دارالارشاد (سرہند شریف) کی جانب متوجہ ہوا تو دیکھا کہ حضرت (خواجہ محمد معصومؒ) اور حضرت مجدد الف ثانی (ؒ) عنایت فرماتے ہوئے لاہور تک استقبال کے لیے تشریف لائے (اور) حزن وملال کے گھر میں تشریف فرما ہوئے۔ اس فیض آثار دیار (سرہند شریف) میں پہنچنے پر دونوں مزارات مبارک سے ایسی عنایات سمجھ میں آئیں، جن کی تفصیل اجازت کے بغیر بیان کرنا مناسب نہیں۔ مختصر یہ کہ حضرت قیوم رحمانی (خواجہ محمد معصومؒ) کی نعتوں کے متعدد خوان مرحمت ہوئے اور دونوں حضرات (حضرت مجدد الف ثانی ؒ اور حضرت خواجہ محمد معصوم ؒ) کی عنایت سے ایسے عجیب خزانے (نصیب ہوئے) جن کی انتہا معلوم نہیں۔ ان دنوں طبیعت غفلت (توبہ وانابت) کی جانب مائل ہے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر حضور ومراقبہ زیادہ کیا جائے (تو بھی) ظاہراً اس پر ملال گھر (دنیا) سے انتقال (کا وقت) قریب آ پہنچا (ہے)، اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟

رشتہ در پائے من افگند دوست
می کشد ہر سو کہ خاطر خواہ اوست

یعنی: دوست نے میرے پاؤں میں ایک رسی ڈال رکھی ہے (اور) جدھر اس کا دل چاہتا ہے (مجھے) کھینچ لیتا ہے۔

حج بیت اللہ شریف:

آپ کو حضرت خواجہ محمد معصوم ؒ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) اور دوسرے حضرات مجددیہ کے سفر حج (۱۰۶۷-۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۷-۱۶۵۹ء) میں ہم رکابی کا شرف حاصل تھا اور آپ نے ان حضرات گرامی کے ہمراہ زیارت حرمین شریفین اور ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء میں حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کی۔

اعترافِ عظمت:

مقامات معصومی کے مصنف حضرت میر صفر احمد معصومی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء) تحریر فرماتے ہیں:

''اس فقیر کو اس شیخ (محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ) کی صحبت کا بہت اتفاق ہوا۔ آپ کی صحبت سے میں کامل حظ حاصل کرتا تھا اور آپ کی ہر بات سے میں نے ایک معرفت کی سیر حاصل کی۔''

شاعری:

آپ ایک پختہ کار شاعر تھے۔ آپ نے اپنی تصنیفات وتالیفات میں اپنے اشعار موقع محل کی مناسبت سے نقل کیے ہیں۔ آپ کے درج تین اشعار آپ کی تصنیف لطیف کنز الہدایات (ص ۴-۵) میں موجود ہیں، جو آپ نے حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) کی مدح میں کہے ہیں:

سراپا ظاہرش روح ست و جان ست
مپرس از باطنش کان بے نشان ست
زبان در شرح وصف او بود لال
قلم در ذکر مدحش بے زبان ست
عنایاتی کہ دارد در حق من
سر ہر موئے من در شکر آن ست

یعنی: ان کا ظاہری سراپا (بس) روح ہے، جان ہے۔ ان کے باطن کے بارے میں مت پوچھ کہ وہ بے نشان ہے۔
زبان ان کے وصف کی شرح سے قاصر ہے، قلم ان کی تعریف کے بیان سے عاجز ہے۔
میرے اُوپر جو ان کی عنایات ہیں، میرے ہر بال کی زبان اس کے ذکر

میں (مشغول) ہے۔

حضرت شیخ محمد فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۷ھ/۱۷۰۵ء) نے آپ کا یہ شعر اپنی بیاض خاصہ میں اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا ہے:

کاہش نفس خود است کینہ بکس داشتن
خواہش حبس خود است سینہ قفس ساختن

یعنی: کسی کے ساتھ کینہ رکھنا اپنی ذات کا نقصان ہے (اور) اپنے سینہ کو قید خانہ بنانا اپنی خواہش کو قید کرنا ہے۔

علاوہ ازیں آپ نے فقہ کی معروف کتاب ''خلاصہ کیدانی'' کو ایک دوسری درسی کتاب ''نام حق'' کی پیروی میں فارسی نظم میں ڈھالا ہے اور اس کا نام ''دام حق'' رکھا ہے۔ جس سے آپ کے قادر الکلام شاعر ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

سفر آخرت:

صاحب ''ہدیۃ العارفین'' نے آپ کا سال وفات ۱۰۷۹ھ/ ۶۹-۱۶۶۸ء اور معجم المولفین کے مصنف نے ۱۰۸۰ھ/ ۷۰-۱۶۶۹ء ضبط کیا ہے، جو درست نہیں۔ صاحب ''مقاماتِ معصومی'' نے لکھا ہے: ''آپ نے تقریباً ۱۱۰۹ھ/ ۹۸-۱۶۹۷ء میں لاہور میں رحلت فرمائی اور وہیں اپنے دیوان خانہ میں جو آپ کا مسکن تھا، آسودہ خاک ہوئے۔ آپ کی قبر (مبارک) اسی جگہ مشخص ہوئی۔ بادی النظر میں اہل بصیرت پر آثار جمعیت جلوہ گر ہیں۔ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔''

قدیم شہر لاہور کے اندرونی محلوں میں سے ایک محلہ بنام ''چوہٹہ مفتی باقر'' اب تک موجود ہے۔ جبکہ ۳۹-۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء میں آپ کے تمام مکانات لاپتہ ہو چکے تھے۔

برادر گرامی:

حضرت ملا محمد امین حافظ آبادی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بھائی تھے، جو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے خلفاء میں ہیں۔ یہ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

(م۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے اتنے ماہر تھے کہ انہوں نے حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/۱۶۸۵ء) سے ''مکتوب خوان'' کا خطاب پایا تھا۔

اولاد امجاد:

صاحب ''مقاماتِ معصومی'' لکھتے ہیں:

''آپ کے صاحبزادوں میں حضرت شیخ محمد قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ جو منجھلے تھے، زمانے کے نیک لوگوں میں سے تھے۔ کہا جا سکتا ہے کہ (اپنے) والد (بزرگوار) سے بھی بہتر تھے۔ نیز دارالبقا کی جانب سفر کر گئے ہیں۔ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً''۔

گویا وہ ۱۱۳۴ھ/۲۲-۱۷۲۱ء سے پہلے رحلت فرما گئے تھے۔ ذی علم، مؤلف اور شاعر تھے۔ انہوں نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے صوفیہ کے تذکرے ''گلزار اسرار الصوفہ'' تالیف دیدہ مغل مخاطب بہ آغا خان (م۱۱۶۰ھ/ ۴۷-۱۷۴۶ء) کے لیے کئی شعری مادے تجویز کیے تھے، جو ۱۱۲۴ھ/۱۲-۱۷۱۲ء میں تالیف ہوئی۔ اس کا مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں (زیر نمبر۱۹۰۱) محفوظ ہے۔

تصانیف:

آپ تصنیف وتالیف کا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ درج ذیل خوبصورت کتب (اور تحریریں) آپ سے یادگار ہیں:

① استفتاء (فارسی):

آپ کئی سال دارالسلطنت لاہور میں مفتی کے منصب پر فائز المرام رہے۔ اس دوران آپ نے سینکڑوں فتاوی لکھے ہوں گے۔ آپ کا ایک استفتاء جناب مولانا عبدالرشید قاسمی، شاہدرہ، لاہور کے پاس محفوظ ہے، جس کا عکس مقامات معصومی (جلد۴: ۵۴۹) میں موجود ہے۔

② حاشیہ قرآن مجید (عربی):

آپ نے مختلف تفاسیر سے استفادہ کر کے قرآن مجید کا حاشیہ شوال ۱۰۷۸ھ/ مارچ

۱۶۶۸ء میں لکھنا شروع کیا اور ربیع الاوّل ۱۰۷۹ھ/ اگست ۱۶۶۸ء میں اس کی تکمیل کی۔اس کا مخطوطہ مکتبہ خاور، لاہور میں محفوظ ہے۔جس پر اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کے جانشین شاہ عالم بہادر شاہ (۱۱۱۸-۱۱۲۴ھ/ ۱۷۰۷-۱۷۱۲ء) کے کتب خانہ کی مہر ''محمد کامل خانہ زاد شاہ عالم غازی ۱۱۲۳ھ'' ثبت ہے۔مہر کے نیچے ''کتابدار محمد کامل'' نے فارسی میں لکھا ہے کہ یہ نسخہ حضرت قیوم کے عطیات میں سے ہے۔''حضرت قیوم'' سے مراد ''حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۲۶۸۵ء) ہیں۔

دام حق (منظوم، فارسی):

آپ نے معروف کتاب ''خلاصہ کیدانی'' کو ایک دوسری مشہور درسی کتاب ''نام حق'' کی پیروی میں فارسی نظم میں ڈھالا ہے۔جس کے آغاز میں لکھتے ہیں:

مفتی دار سلطنت لاہور
صانہا اللہ عن الجفاء الجور
کرد نظم خلاصہ کیدانی
لائق دوستان ربانی

اس کے مخطوطات درج ذیل کتب خانوں میں محفوظ ہیں:

(الف) کتاب خانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان (ایف-۸/۱) اسلام آباد مخطوطہ نمبر ۴۸۹۸۔

(ب) کتب خانہ صمدانی، جناب مولانا فضل صمدانی، بہانہ ماڑی، پشاور۔

(ج) کتب خانہ جناب صاحبزادہ محمد شریف ولد سیّد محمد عالم نوشاہی، بمقام ڈھل، متصل سرائے عالمگیر، تحصیل کھاریاں ضلع گجرات۔

شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (فارسی):

آپ نے اپنی اس مفید و جدید النفع تصنیف کا ایک نسخہ تحفۃ الفقراء کے مصنف حضرت شیخ محمد مراد ننگ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۱ھ ۱۷۱۸ء) کو دیا تھا۔

کنز الہدایات (فارسی):

آپ نے رسالہ مبداء ومعاد، مکتوبات امام ربانی اور مکتوبات معصومیہ (کے چھ دفاتر) کو سامنے رکھ کر مراتب سلوک نقشبندیہ مجددیہ کے بکھرے ہوئے موتیوں (عبارات) کو ایک خاص ترتیب (بلا تفاوت وتصرف موضوعی اعتبار) سے یکجا جمع کیا اور اس کا نام ''کنز الہدایات فی کشف البدایات والنہایات'' رکھا۔ اس کا آغاز ۲۱ شوال ۱۰۸۰ھ/۴ مارچ ۱۶۷۰ء کو کیا اور ۹ ذی القعدہ ۱۰۸۰ھ/ ۲۱ مارچ ۱۶۷۰ء کو اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ کتاب میں ہر بند کے آغاز پر ''باب'' کی بجائے ''ہدایت'' اور ''فصل'' کی بجائے ''فائدہ'' کا عنوان دیا گیا ہے۔ یہ بیس ''ہدایات''، ایک خاتمہ اور ایک ''مہر خاتمہ'' پر مشتمل ہے۔

جب آپ نے اس کتاب کو مکمل کر لیا تو خواب میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ جس سے آپ کو اس کتاب کی قبولیت اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی عنایت کی امید ہوئی۔ یہ ایک اہم تصنیف ہے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے بزرگوں کے ہاں اسے انتہائی قدر ومنزلت حاصل ہے۔

اس کتاب کا فارسی متن حضرت مولانا نور احمد پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۳۰ء) کے اہتمام سے ۱۳۳۵ھ/ ۱۷-۱۹۱۶ء) میں روز بازار الیکٹرک پریس ہال امرتسر (ہندوستان) سے شائع ہوا تھا اور یہ طباعت حضرت مولانا پسروری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ اور بانی خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی قیوم زماں حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۱ء) کے مفید واہم حواشی سے آراستہ وپیراستہ تھی۔

حضرت شیخ محمد حفظی بن ولی الدین آفندی رحمۃ اللہ علیہ نے ترکی میں اس کا عربی ترجمہ کیا اور اس کا نام ''حرز العنایات ترجمہ کنز الہدایات'' رکھا، جو (سہ ماہی) مجلہ اسلامیہ، یونیورسٹی بہاولپور کے شمارہ جنوری، اپریل ۱۹۷۵ء (۱۳۹۵ھ) میں طبع ہوا تھا۔ اس عربی ترجمے کا تعارف اورینٹل کالج میگزین، لاہور (صد سالہ جشن نمبر ۲ ۱۹۷۲ء) میں شائع ہوا۔

کنز الہدایات کا ایک اور عربی ترجمہ حضرت شیخ محمد باقر بن محمد جعفر حنفی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا، جس کا مخطوطہ کتاب خانہ رباط مظہر مدینہ منورہ سعودی عرب میں محفوظ ہے۔

اس کے فارسی متن کا پہلا اُردو ترجمہ حضرت خواجہ مولانا احمد حسین خان رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا عرفان احمد انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا، جسے ملک فضل الدین ملک چنن الدین ملک تاج الدین ککے زئی تاجران کتب قومی نے منزل نقشبندیہ، کوچہ ککے زیاں، کشمیری بازار، لاہور سے شائع کیا تھا۔ اس کا دوسرا اُردو ترجمہ اس ناکارہ روزگار (محمد نذیر رانجھا) نے حال ہی میں کیا ہے، جو اِنْ شَآءَ اللّٰہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی کی جانب سے طبع ہونے والا ہے۔

منتہی الایجاز لکشف الاعجاز (عربی):

آپ نے قرآن مجید کی یہ تفسیر بزبان اختصار تحریر کی، جو ۱۱۰۱ھ/۱۶۹۰ء میں مکمل ہوئی۔

اس کا مخطوطہ (زیر نمبر ۴۱۲۳) کتاب خانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران پاکستان (ایف-۸/۱) اسلام آباد میں محفوظ ہے۔[۱۳۹]

حضرت محمد جان اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

وطن:

آپ دار الخلافہ اکبر آباد (آگرہ) ہندوستان میں رہتے تھے۔

خلافت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں خلافت سے سرفراز فرمایا۔

مکتوبِ مرشد:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کا ایک مکتوب گرامی آپ کے نام ہے، جس میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے محبت کی خصوصیات کو یوں بیان فرمایا:

''اللہ تعالیٰ آپ کو خود ہونے اور دوسروں کو کامل کرنے کے درجات پر ترقیات عطا فرمائے اور سنت عالیہ کے راستہ پر استقامت و دوام بخشے۔ محبت کا تعلق ہی ہے جو کہ محبت کرنے والے کو ہمیشہ محبوب کے ساتھ رکھتا ہے، اس کی صفات کاملہ کے ساتھ متصف کرتا اور طالب کو مطلوب کے رنگ میں رنگ دیتا ہے اور عشق کا جوش ہی ہے جو کہ سالک کو بشریت کے وجود سے ہلکا کر دیتا ہے۔ انانیت (میں پن) اور سرکشی کے تنگ کوچہ سے رہائی دیتا اور اس کو اپنے آپ سے بے خود کر دیتا ہے۔

اوّل چیز جس نے تعین کو قبول کیا وہ محبت ہی ہے جو کہ سرور کائنات عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی حقیقت ہے۔ اس محبت ہی کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم رب العالمین کے حبیب بنے ہیں اور تمام کائنات حب کے تقاضے اور محبت کے جوش سے ظہور میں آئی ہے:

اگر عش نبودے وغم عشق نبودے
چندیں سخن نغز کہ گفتے کہ شنیدے

یعنی: اگر عشق نہ ہوتا اور غم عشق نہ ہوتا تو اتنی نادر باتیں کون کہتا (اور) کون سنتا؟ (جلد ۱:۲۱،ص ۶۶)۔ ۱۴۰

حضرت خواجہ محمد حنیف کابلی رحمۃ اللہ علیہ

مولد و مسکن:

آپ ولایت کابل (افغانستان) کے بزرگ زادوں اور اکابرین میں سے تھے۔ آباؤ اجداد میں پیری و مریدی بھی موجود تھی۔ آپ کا مولد و مسکن اور مدفن موضع ''میوہ خاتون'' ہے، جو کابل کے شمال میں تین فرسخ کے فاصلے پر قلعہ حسین کوت سے آگے دامن کوہ میں واقع ہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی اولاد امجاد اس پر متفق ہے کہ آپ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سب سے افضل تھے۔ آپ کا پورا خاندان حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین میں شامل تھا۔

خواب:

آپ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ آپ سرہند شریف (ہندوستان) پہنچے ہیں۔ وہاں دو نورانی عزیز اس خانقاہ شریف میں کامل رعب و شان کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔ آپ کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ ان میں سے ایک کا مرید بن جاؤں۔ حاضرین مجلس میں سے ایک آپ کے قریب آئے تو آپ نے ان دو عزیزوں کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے بتایا کہ یہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندانِ گرامی حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ نے ان صاحب سے کہا کہ میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی ارادت میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا میں بھی انہی کی طرف سے آیا ہوں۔ پس یوں وہ صاحب آپ کو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے اور آپ کو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا مرید بنا دیا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو آپ کا قلب جاری تھا۔ آپ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی محبت میں بہت ہی بے قرار ہوگئے۔

بیعتِ طریقت:

آپ کے حضرت خواجہ میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء) سے گہرے مراسم تھے۔

آپ نے مذکورہ بالا خواب ان سے بیان کیا تو وہ ۱۰۳۷ھ/ ۲۸-۱۶۲۷ء میں آپ کو اپنے ہمراہ سرہند شریف (ہندوستان) لے آئے اور آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

خلافت:

آپ اعلیٰ صفات کے حامل تھے، جس کی وجہ سے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) آپ پر بڑے مہربان تھے، لہٰذا انہوں نے آپ پر بہت زیادہ عنایات فرمائیں اور بہت ہی کم مدت میں آپ کو خلافت سے مشرف فرما کر کابل جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ جس کے بعد آپ اس جلیل القدر کام دعوت وارشاد کے لیے اپنے وطن مالوف ''میوہ خاتون'' (کابل) لوٹ آئے۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ترویج واشاعت:

جب آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج واشاعت کا آغاز فرمایا تو بعض لوگ آپ کا مذاق اُڑانے لگے کہ فلاں صاحب اپنے خواب کے پیر کے مرید ہو کر آئے ہیں اور اب مصروف ارشاد ہیں۔ آپ نے ان کے سامنے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے بہت سے فضائل بیان کیے، لیکن انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ہم جب تک آپ کے پیر ومرشد کو ظاہری آنکھوں سے نہ دیکھیں اور ان کی کوئی کرامت نہ مشاہدہ کریں، ان پر اعتقاد نہیں رکھیں گے اور آپ کے دعوت وارشاد کے کام میں بھی رکاوٹ بنیں گے۔ لہٰذا آپ اپنے شیخ کو دعوت دیں۔ اگر وہ کھانے کے وقت حاضر ہو گئے تو ہم ان کے حلقہ بگوش ہو جائیں گے۔

آپ اپنے شیخ ومرشد حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جذبہ محبت رکھتے تھے، لہٰذا ان لوگوں کی اس فرمائش کو بلا تکلف قبول کر لیا۔ پس روز متعین کابل شہر میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کا اہتمام کیا۔ دعوت والے گھر کو خوب مزین وآراستہ کیا۔ شہر اور دیہات کے لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ آپ نے نماز مغرب کے بعد مراقبہ کیا۔ مخالفین تمسخر اُڑانے لگے۔ نماز عشاء سے

فراغت کے بعد لوگوں نے آپ سے کھانا دینے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لا رہے ہیں۔

ابھی یہ بات ہو رہی تھی کہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخدوم زادوں کے ہمراہ اس گھر میں تشریف لائے اور جو مسند حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے سجائی گئی تھی، اس پر رونق افروز ہو گئے۔ مخدوم زادگان حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے آس پاس دستہ بستہ بیٹھ رہے۔ تمام منکرین نے کامل رسوخ کے ساتھ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بوسی اور ارادتمندی کا شرف پایا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم محض خواجہ محمد حنیف (رحمۃ اللہ علیہ) کی خاطر داری کے لیے آئے ہیں۔

بعد ازاں آپ بڑے انہاک کے ساتھ تادم آخر دعوت وارشاد اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج واشاعت میں مصروف رہے۔ آپ کامل ارشاد کے ساتھ متصف تھے۔ اپنے علاقے میں دور و نزدیک کے لوگوں کی راہنمائی فرماتے رہے۔

بشارات:

صاحب ''مقامات معصومی'' حضرت میر صفر احمد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء) لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ (محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے مکتوبات شریفہ کی جلد دوّم کے ایک مکتوب میں آپ کو اپنا خلیفہ اوّل لکھا ہے، نیز تحریر فرمایا ہے:

> ''میرے دل کو تمہارے ساتھ ایک خاص تعلق پیدا ہو گیا ہے، جو تمہارے کمال کے حصول کا خواہش مند ہے۔''

مکتوبات معصومیہ کی تینوں جلدوں میں آپ کے نام مکتوبات شریفہ میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی بشارات فاخرہ اور ارشادات نادرہ موجود ہیں۔ جلد اوّل میں آپ کے آغازِ کار سے متعلق احوال ہیں۔ جلد دوّم اور سوم میں آپ کے نام موجود مکاتیب شریفہ میں آپ کے وسطی اور انتہائے کار کے احوال درج ہیں۔ جلد سوم کے مکتوبات شریفہ میں آپ کا معاملہ بہت بلند ہو گیا ہے، اس میں آپ کو اوّلیت خلافت کے قابل قرار دیا گیا ہے۔ آپ کے خلفاء کے نام بھی بڑی بشارات منقول ہیں۔ اگرچہ آپ ان دنوں عمر کے آخری حصہ میں تھے، پھر بھی ان میں سے اکثر بشارات منصۂ شہود پر آ گئی تھیں۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے درج ذیل اٹھائیس مکتوبات گرامی آپ کے نام ہیں:
(جلد ۱: مکتوب نمبر ۱۴، ۲۲، ۴۷، ۷۹، ۸۶، ۸۸، ۸۹، ۱۲۰، ۱۵۸، ۱۷۰، ۲۰۱، جلد ۲: مکتوب نمبر ۶، ۸، ۱۰، ۱۳، ۱۵، ۱۷، ۱۹، ۲۰، ۲۲، ۲۴، ۲۵، ۲۷، ۳۰، ۸۱، ۱۴۸، جلد ۳: مکتوب نمبر ۴۳، ۷۷)۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے صاحبزادگان آپ کی اعلیٰ استعداد کے قائل تھے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے مریدین حضرت محمد ہاشم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت فاضل رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ملا علی محمد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ملا عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ کے باطنی عروج پر اطمینان کا اظہار فرمایا ہے (دیکھیے: مکتوبات معصومیہ ۲: ۱۳، ۲۰)۔ نیز حضرت ملا محمد پاینده کابلی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، کی تربیت کی ذمہ داری بھی آپ نے لے لی تھی (ایضاً ۲: ۲۰)۔
حضرت خواجہ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء) نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں آپ کے بارے میں یوں تحریر فرمایا ہے:

> ''(حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی) زبان الہام ترجمان سے فرمایا کہ تیری (خواجہ محمد حنیفؒ) کی نورانیت جہاں میں پھیل گئی ہے۔''
> (خزینۃ المعارف ۲۴: ۴۱)۔

کرامت:

آپ تصرفات عظیمہ اور خوارق کریمہ کے حامل تھے۔ چنانچہ حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء) کابل میں تشریف لے گئے تو وہاں ان کا دوسرا نکاح ہوا۔ اتفاق سے نکاح کی رات انھیں درد شقیقہ کا عارضہ لاحق ہو گیا اور وہ صاحب فراش ہو گئے۔ حضرت خواجہ محمد حنیف کابلی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت! لوگ انتظار کر رہے ہیں آپ نکاح کے لیے تشریف لے چلیں۔ اس پر حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ مجھے درد شقیقہ لاحق ہے۔ حضرت خواجہ محمد حنیف کابلی رحمۃ اللہ علیہ نے تصرف کر کے اس درد کو اپنے اُوپر لے لیا اور حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے شفا پائی اور نکاح کے لیے تشریف لے گئے۔

سفرِ آخرت:

آپ نے اپنے پیرومرشد کی زندگی مبارک ہی میں ۱۰۷۸ھ/ ۶۸-۱۶۶۷ء میں اپنے آبائی گاؤں ''میوہ خاتون'' میں رحلت فرمائی۔ آرمینیا کا فرنگی ڈاکٹر سکندر بگ (S.Beg) جس کو اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے علاج کے لیے سرہند شریف بھیجا تھا، کابل میں آپ کا معالج رہا۔ جس کا علاج بے سود ثابت ہو کر آپ کی رحلت کا باعث بنا۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی رحلت کا بہت صدمہ ہوا۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۱ھ/ ۱۷۰۹ء) ان دنوں کابل گئے ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ کی نماز جنازہ انہوں نے پڑھائی۔ وہاں کے تمام امراء وشرفاء نے حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔

آپ کا مزار مبارک موضع ''میوہ خاتون'' کابل ہی میں مرجع الخلائق ہے۔ اس پر گنبد نہیں، لیکن سنگ مرمر اور کتبہ موجود ہے۔

اولادِ امجاد:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو صاحبزادوں اور صاحبزادیوں سے نوازا تھا۔ آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب کمال ہوئے۔ آپ نے رحلت فرمائی تو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے آپ کے صاحبزادگان کے نام یہ مکتوب گرامی (خزینۃ المعارف ۳: ۱۵۴) تحریر فرمایا:

> ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. برخوردار سعادت اطوار خواجہ عبیداللہ، مع برادر اور ہمشیرگان! (درجہ) کمال کو پہنچیں اور نور چشموں کی والدہ عصمت پناہ اور تمام اہل سلسلہ جو وہاں اقامت پذیر ہیں اور ان کی خدمت میں قیام رکھتے ہیں، اس جانب سے سلام عافیت انجام پڑھیں اور شریعت منورہ

وسنت مصطفیٰ ﷺ کے طریقہ پر قائم ودائم رہیں اور مشائخ کی محبت و متابعت پر کامل استقامت کے ساتھ رہیں۔ کیا لکھوں کہ اس حادثہ جانکاہ کو سن کر ان دوستوں پر کس قسم کا رنج وغم اور کس طرح کی مفارقت ومصیبت پیش آئی؟ لیکن چونکہ مولائے حقیقی جل شانہٗ کے ارادہ وتقدیر سے ہے، (لہٰذا) تسلیم ورضا کے سوا چارہ ومفر نہیں ہے۔ ہم نے بھی صبر کیا، آپ بھی صبر کریں اور حق جل وعلا کے فعل سے راضی وشاکر رہیں اور جانے والوں کو دعا وصدقہ سے یاد کریں اور خواجہ مرحوم کے فیض وبرکات سے اُمیدوار رہیں اور ان کے مزار پر انوار سے ہمیشہ طالب فیض رہیں اور دوستوں کو چاہیے کہ اس جگہ کو آباد رکھیں اور خواجہ (مرحوم) کے طریقہ کو اچھی طرح ملحوظ رکھیں۔ حلقہ ذکر وشغل کو قائم رکھیں اور آنے جانے والوں کی خدمت کریں اور خواجہ (مرحوم) کے صاحبزادوں کی خوشنودی وخدمت گزاری میں دل وجان کے ساتھ کوشش کریں اور (ان کے) بچوں کی اچھی تربیت کریں اور آداب سکھائیں۔ (ان کے بچے) پانچ وقت کی نماز کے لیے جماعت میں حاضر ہوں اور سبق بلاناغہ پڑھیں۔ کیا کیا جائے ہم ان سے دور پڑے ہوئے ہیں، دل کڑھتا ہے۔ ہم اُمیدوار ہیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ان (بچوں) کو بے فیض نہیں رکھے گا اور درجہ کمال تک پہنچائے گا۔ اِنَّــہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ۔ یعنی: بے شک وہ قریب ہے (اور) دعا قبول کرنے والا ہے۔

ز ہجر دوستاں خون شد درونِ سینہ جانِ من
فراقِ ہم نشیناں سوخت مغز استخوانِ من

یعنی: دوستوں کی جدائی میں میری جان سینے میں خون ہوگئی (اور) ہم نشینوں کے فراق نے میری ہڈیوں کا گودا جلا ڈالا۔

وَالسَّلَام اَوَّلًا وَّآخِرًا۔" [۱۴۱]

حضرت شیخ محمد خلیل اللہ رحمۃ اللہ علیہ

ولادت:

آپ حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۰ھ/۱۶۶۰ء) کے چھٹے فرزند ارجمند ہیں۔تقریباً ۱۰۵۵ھ/ ۴۶-۱۶۴۵ء میں سرہند شریف (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت:

آپ اپنے والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کے وقت سولہ برس کے تھے اور دینی کتابیں پڑھتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) آپ کے حق میں بہت زیادہ عنایات فرمایا کرتے تھے اور آپ کی تربیت اپنے فرزندان گرامی سے زیادہ چاہتے تھے۔آپ نے ظاہری علوم میں کمال حاصل کیا۔

سلوک باطنی:

آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے دست مبارک پر بیعت کی اور طریقت وسلوک باطنی کی تعلیم وتربیت بھی حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ''تعین حبی'' جو تعینات میں سب سے فائق ہے، کی بشارت عطا فرمائی، البتہ دوسری بشارات اسی کا احاطہ ہیں، جسے طریق اولیٰ کے طور پر فرمایا گیا۔حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے تین مکتوبات گرامی (جلد۳: نمبر۳، ۱۹۵، ۲۱۶) آپ کے نام ہیں، جن میں سے ایک (۱۹۵) میں آپ کو یوں تحریر فرمایا ہے:

> ''حمد وصلوٰۃ کے بعد فرزند نور چشم سے عرض ہے کہ (یہاں کے) حالات ہر طرح سے ذوالجلال (اللہ تعالیٰ) کی حمد کے لائق ہیں۔ اللہ سبحانہٗ سے آپ کی عافیت اور ظاہری وباطنی استقامت اور حقیقی ومعنوی ترقی درجات کے لیے دعا کی گئی ہے۔
>
> آپ نے جو خطِ ازراہِ محبت بھیجا تھا (وہ) پہنچا اور بشارت والے جو

احوال آپ نے لکھے تھے، ان کے مطالعہ نے لطف اندوز کیا۔ حق سبحانہٗ پوشیدہ معانی کو تخت ظہور پر لائے اور قوت سے فعل تک پہنچائے۔
خط لکھتے وقت میں نے آپ کو خلعت سے آراستہ تعین جبی کے دروازے پر پایا اور دصول معلوم ہوا۔ داخلہ ابھی تک تشخیص میں نہیں آیا ہے اور حقیقت احمدی اگر نفس حقیقت کعبہ ہے، جیسا کہ ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کی بعض عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے تو وہ (آپ کو) حاصل ہے۔ توجہ کی ضرورت نہیں اور اگر تعین جبی ہے تو وہ بھی حاصل ہو رہی ہے اور کوئی دوسرا امر ہے تو توجہ کا محتاج ہے، اُمیدوار ہیں اور یہ آپ نے دیکھا ہے کہ ''فقیر (خواجہ محمد معصومؒ) آپ کے حق میں کہتا ہے کہ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ کا قائم مقام ہے'' مناسبت کاملہ کی خبر دیتا ہے اور اتحاد باطنی کا پتہ دینے والا ہے۔
خط لکھنے کے بعد دوسری دفعہ جو توجہ واقع ہوئی تو معلوم ہوا کہ (آپ کو) اس حقیقت میں دخول میسر ہو گیا ہے۔ وَالْعِلْمُ عِنْدَ سُبْحَانَهٗ یعنی: اور اللہ سبحانہٗ ہی بہتر جانتا ہے۔ اگر آپ کی ولایت، ولایت محمدی ﷺ ہے، تو یہ دخول وطوق بطور اصالت ہے، ورنہ بطور متابعت وفرع ہے۔
وَالسَّلَامُ اَوَّلًا وَّآخِرًا۔''

آپ کو حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء) کے ساتھ خصوصی اُنس تھا۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کے بعد آپ کے کامل رجوع کے ساتھ حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رجوع کیا اور ان سے بہت زیادہ فیض پایا۔ حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب (وسیلۃ القبول ۳:۲۶) میں یوں تحریر فرمایا ہے:

''میرے بھائی میرے عزیز شیخ محمد خلیل اللہ، اس فقیر کے عم زاد فضائل و کمالات صوری ومعنوی سے آراستہ ہیں اور مقبول ومنظور خاص حضرت قبلہ گاہی قطب الاقطابی (حضرت خواجہ محمد معصومؒ) تھے۔''

اسی طرح حضرت عبدالاحد وحدت رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۷ھ/ ۱۷۱۵ء) کے نام ایک مکتوب گرامی میں حضرت محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا ذکر کیا ہے۔

حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ ۱۶۶۰ء) کے تین مکتوبات گرامی (مکتوبات سعیدیہ ۹۰، ۲۰، ۲۵) آپ کے نام ہیں۔ حضرت خواجہ محمد عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) نے بھی اپنے مکتوب گرامی (خزینۃ المعارف ۸۳: ۱۰۹) میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے سفر حج میں آپ ان کے ہم رکاب تھے۔

مقام ومرتبہ:

حضرت شیخ محمد فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۷ھ/ ۱۷۰۵ء) آپ کی فقاہت کی بڑی تعریف کرتے تھے اور بعض اوقات آپ کے مکاشفات بھی بیان کرتے تھے۔

آپ علم وحلم اور ورع وتقویٰ میں کمال درجہ کے حامل تھے۔ شریعت وطریقت کی بہت زیادہ پابندی فرماتے تھے۔ ایک بار آپ نے فرمایا کہ مجھے رمضان المبارک کے مہینے میں طویل عمری کی بشارت عنایت ہوئی تھی۔

سفر آخرت:

آپ نے ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۹ء میں وصال فرمایا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کی قبر مبارک کے محاذی مغرب کی جانب آخری آرام گاہ پائی۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی قبر مبارک کے درمیان ایک دیوار ہے۔

اولاد امجاد:

آپ کی اولاد امجاد میں تین صاحبزادے حضرت نور القدس رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ مکین رحمۃ اللہ علیہ حضرت مراد اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور ایک صاحبزادی حضرت فیض النساء رحمۃ اللہ علیہا تھیں۔ [۱۴۲]

حضرت میر محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ

نام:

حضرت میر محمد زاہد بن قاضی اسلم ہراتی رحمۃ اللہ علیہ۔

علمی مقام:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے خاص احباب میں سے تھے۔ علم ظاہر و باطن میں کمال رکھتے تھے اور اپنے وقت کے جید عالم تھے۔

بیعت وخلافت:

آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے دست مبارک پر بیعت کی۔ سلوک باطنی کی تکمیل کے بعد اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔

سرکاری خدمات:

مغل بادشاہ شاہجہان (م۱۰۷۶ھ/ ۱۶۶۶ء) نے آپ کو رمضان المبارک ۱۰۶۴ھ/ جولائی ۱۶۵۴ء میں کابل میں واقعہ نویسی کے عہدہ پر مقرر کیا اور اورنگ زیب عالمگیرؒ (م۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) نے آپ کو اپنے جلوس ہشتم میں لشکر کا محتسب مقرر کیا اور پھر کابل کی صدارت سونپی۔

سفر آخرت:

آپ نے ۱۱۰۱ھ/ ۱۶۸۹ء میں کابل میں رحلت فرمائی۔

تصانیف:

آپ صاحب تصانیف تھے، چند ایک درج ذیل ہیں:

① رسالہ میر زاہد:
یہ علم منطق میں آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ بارہا طبع ہو چکی ہے۔

② حاشیہ شرح مواقف:
مطبوعہ ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے درس نظامی کی متعدد کتب پر عمدہ حواشی تحریر فرمائے۔[۱۴۳]

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے پانچویں فرزند ارجمند ہیں۔ ۱۰۴۹ھ/ ۱۶۳۹ء میں سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد بزرگوار سے ظاہری و باطنی علوم میں کمال حاصل کیا اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ میں ہی کمال کی شہرت نصیب ہوئی۔ اورنگ زیب عالمگیرؒ (م۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) آپ کا مرید وانتہائی عقید تمند تھا۔

آپ نے ۲۶ جمادی الاوّل ۱۰۹۶ھ ۲۰ فروری ۱۶۸۵ء کو وصال فرمایا اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ ۱۶۲۴ء) کے مزار انور سے جنوب کی طرف قدرے فاصلہ پر آپ کا مزار مبارک مرجع الخلائق ہے۔

مزید حالات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: زیر نظر کتاب، باب سوم، فصل نہم، نیز اس ناکارہ روزگار راقم الحروف (محمد نذیر رانجھا) کی کتاب: تاریخ وتذکرہ خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ مجددیہ، دہلی، ص ۵۵-۱۲۶[۱۴۴]

حضرت محمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ

والد بزرگوارؒ:

حضرت ملا محمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ حضرات القدس کے مصنف حضرت بدر الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔

اخلاص ومحبت:

آپ کمسنی ہی میں خاندان مجددیہ کے ساتھ اخلاص ومحبت کے روابط رکھتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے سفر حج میں ہم رکاب تھے اور ۱۰۶۸-۱۰۶۹ھ/۱۶۵۸-۱۶۵۹ء میں حج وزیارت حرمین الشریفین سے بہرہ ور ہوئے۔

خلافت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے خلیفہ وصاحب فنا وبقا تھے۔

تالیف:

آپ نے شیخ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء) کے حکم پر رسالہ ''یواقیت الحرمین'' کا ''حسنات الحرمین'' کے نام سے مشروح فارسی میں ترجمہ کیا جو ۱۰۷۱ھ/ ۱۶۶۱ء میں مکمل ہوا۔[۱۴۵]

حضرت خواجہ محمد شریف بخاری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت خواجہ عبداللطیف بخاری رحمۃ اللہ علیہ

وطن:

دونوں بھائی بخارا کے رہنے والے تھے اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) پر محکم اعتقاد رکھتے تھے۔ اپنے اخلاص کے غلبہ کی وجہ سے سرہند شریف میں مقیم ہو گئے تھے۔ اگرچہ بادشاہ کی نوکری بھی کرتے تھے اور گرز دار بن گئے تھے، لیکن ان کے خاندان یہیں (سرہند شریف) میں آباد رہے۔ غالب گمان ہے کہ وہ اسی شہر مبارک میں مدفون ہیں۔

خلافت:

حضرت خواجہ محمد شریف معروف علماء میں سے تھے۔ علوم عقلی ونقلی میں یکتائے روزگار تھے۔ انہوں نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے خلفاء سے باطنی سلوک حاصل کیا اور بعدازاں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ولایت ثلاثہ، کمالاتِ نبوت اور حقائق ثلاثہ کی بشارت عطا فرمائی اور پھر اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب گرامی بنام خلد مکان (اورنگ زیب عالمگیرؒ) میں ان کا نام یوں آیا ہے: ''آپ کا فرمان (مکتوب) عالی شان جو کمال عنایت و مہربانی کے ساتھ قلم عنبرین رقم سے لکھا گیا تھا، خواجہ محمد شریف بخاری نے عزیز ترین زمانہ میں پہنچایا۔''

مکتوبات مرشد:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ ۱۶۶۸ء) کے تین مکتوبات گرامی (۲: ۱۳۶، ۳: ۱۵۱، ۶۹) آپ کے نام ہیں۔ پہلا مکتوب گرامی ان کے اذواق کے بارے میں ہے، دوسرا نصائح میں ہے کہ خواجہ عبداللہ نے جو کچھ لکھا ہے اس کے مطابق استخارہ کرو۔ جس سے معلوم

ہوتا ہے کہ آپ پہلے انھیں حضرت خواجہ عبداللہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے زیر تربیت تھے۔ تیسرے مکتوب گرامی میں لکھا ہے: (یہ جو آپ نے دیکھا ہے اور اس کے بعد آپ کو) کہتے ہیں کہ "یہ نسبت محبوبیت ہے" آپ کو مبارک ہو، عجیب بشارت ہے، بشرطِ کہ قوت سے فعل میں آ جائے۔

مکتوبات سیفیہ:

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) کے بیس مکتوبات گرامی (۹۶-۱۰۷، ۱۱۱-۱۱۶، ۱۶۸، ۱۹۰) آپ کے نام ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے آپ کو روحانی تربیت کے لیے حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد فرمایا تھا۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب آپ کی زوجہ محترمہ کی وفات پر لکھا ہے، جس میں تحریر فرمایا کہ مرحومہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے خاص عقیدتمندوں میں سے تھیں۔ ایک مکتوب گرامی سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے حج کی سعادت بھی پائی تھی۔ نیز ان مکتوبات گرامی میں آپ کو بہت سی بشارات سے نوازا گیا، جن میں حقائق ثلاثہ کی بشارت بھی شامل ہے۔ آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک پر گہرے رنج والم کا اظہار کیا تھا۔[۱۴۶]

حضرت خواجہ محمد شریف کابلی رحمۃ اللہ علیہ

خلافت:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے خلیفہ مجاز حضرت محمد صدیق پشاوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۲ھ/ ۱۶۸۱ء) کے مرید تھے۔ ان سے تکمیل سلوک کے بعد خلافت پائی اور انہوں نے آپ کو کابل روانہ فرمایا۔ وہاں آپ کو بڑی قبولیت نصیب ہوئی اور کثیر لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔

دورِ ابتلا:

سوئے اتفاق سے آپ خود پسندی و تکبر میں مبتلا ہو گئے اور خود کو اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا محمد صدیق پشاوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۲ھ/ ۱۶۸۱ء) سے بڑا بزرگ خیال کرنے لگے، یہاں تک کہ اپنے پیر و مرشد سے تعلقات منقطع کر لیے۔ اس سے حضرت مولانا محمد صدیق پشاوری رحمۃ اللہ علیہ بہت رنجیدہ خاطر ہوئے اور انہوں نے آپ کی نسبت سلب فرمالی۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی آگاہی:

بعد ازاں حضرت مولانا محمد صدیق پشاوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۲ھ/ ۱۶۸۱ء) نے اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ ۱۶۶۸ء) کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا، جس میں حضرت شیخ محمد شریف کابلی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تفصیل سے تحریر کیا۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے عریضہ کے جواب میں یوں تحریر فرمایا:

> ''آپ نے صوفی محمد شریف کی بے ادبیوں کے بارے میں دوبارہ لکھا ہے۔ میرے مخدوم! اس نے جو بے ادبی کی ہے، آپ ہی کے ساتھ نہیں کی، بلکہ اس کے بزرگوں کے ساتھ بھی کی ہے۔ جب آپ جو کہ اس کے پیر ہیں، اس سے آزردہ ہیں تو ہمارے لیے اس کے ساتھ کیا آشناہی رہے گی۔ انتقامی قوت فقیر میں بہت کم ہے۔ دو کلمے غیرت

کے تقاضے سے اس کو لکھے گئے ہیں۔ اگر اس نے اثر قبول کیا تو اچھا ہے، ورنہ وہ جانے اور اس کا کام۔"

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کا تنبیہ فرمانا:

اس کے ساتھ ہی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے ایک مکتوب گرامی حضرت شیخ محمد شریف کابلی رحمۃ اللہ علیہ کو ارسال فرمایا اور اس میں یوں تنبیہ فرمائی:

"حمد وصلوٰۃ کے بعد بیان کیا جاتا ہے۔ اس اثناء میں سنا گیا کہ تم نے مولانا محمد صدیق کو جو کہ تمہارے پیر ہیں، رنج پہنچایا ہے اور گستاخیاں و بے ادبیاں کی ہیں اور سابقہ سلوک میں بہت تبدیلیاں آ گئی ہیں اور مولانا تم سے بہت رنجیدہ ہیں۔ اس حد تک کہ معاملہ تبریٰ (بیزاری) اور اجازت کے سلب تک پہنچ گیا ہے۔ ان تواضعات اور فنائیوں اور خدا طلبیوں سے۔ جو کہ تم سے ظاہر ہوتی تھیں، یہ امور بہت ہی خلاف توقع اور نہایت ہی تعجب خیز ہیں۔ جب تم اپنے پیر سے قطع تعلق کرتے ہو تو پھر کس کے ساتھ تعلق جوڑتے ہو؟ شاید اللہ تعالیٰ جل شانہٗ سے بھی قطع تعلق چاہتے ہو؟ مریدوں کی وجہ سے پیر سے قطع تعلق نہیں کرنا چاہیے اور مخلوق کی رضامندی کے لیے خالق تعالیٰ شانہٗ سے قطع تعلق نہیں کیا جا سکتا۔ کتنی تکلیف دہ بات ہے کہ دنیا سے حقوق اُٹھ گئے۔ تمہارے جیسے لوگوں سے بھی اس قسم کی نازیبا حرکات ظاہر ہوتی ہیں۔ پس دوستوں اور اہل ارادت سے اعتماد اُٹھ گیا۔ جو شخص تربیت حاصل کرے گا اور کچھ قبولیت بہم پہنچائے گا، یا وہ کسی وقت بھی کچھ صفائی (اپنے اندر) دیکھے گا، وہ پیر سے روگردانی اور ترک آشنائی اختیار کرے گا؟ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔"

ندامت وپشیمانی اور معافی:

جب حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کا یہ مکتوب شریف حضرت محمد شریف کابلی رحمۃ اللہ علیہ کو موصول ہوا تو آپ نے گھبرا کر اور پشیمان ہو کر اپنے پیر ومرشد حضرت مولانا محمد صدیق پشاوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۲ھ/ ۱۶۸۱ء) کی خدمت میں معذرت خواہانہ عریضے لکھے۔ علاوہ ازیں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی ندامت وپشیمانی کا ایک عریضہ ارسال کیا۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کے حال پر رحم آ گیا اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا محمد صدیق پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک سفارشی مکتوب شریف تحریر فرمایا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت محمد شریف کابلی رحمۃ اللہ علیہ پشاور آئے اور اپنے چہرہ پر سیاہی لگائی اور اپنی پگڑی گلے میں ڈالی اور اپنے پیر ومرشد حضرت مولانا محمد صدیق پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی طلب کی۔ حضرت مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے حال پر ترس کھا کر معاف فرما دیا۔[۱۴۲۷]

حضرت حافظ محمد شریف لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

مولد ومسکن:

آپ کا مولد ومسکن اور مدفن بلدہ لاہور ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے اجل واکابر فیض یافتگان میں سے تھے۔

تعلیم سلوک باطنی:

آپ نے سلوک باطنی کی ابتداء حضرت مفتی محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۰۹ھ/ ۹۸-۱۶۹۷ء) سے حاصل کی تھی اور انھیں کی کوشش وسفارش سے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) سے وابستہ ہوگئے اور مراحل سلوک باطنی طے کرنے لگے۔

خلافت:

آپ مرتبہ کمالات نبوت تک رسائی حاصل کر کے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے خلفاء میں شامل ہوئے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب گرامی میں آپ کو تحریر فرماتے ہیں:

> ''میرے مخدوم مکرم! سعادت آثار میاں محمد باقر کی درخواست پر کچھ توجہ آپ کی طرف کی گئی۔ اس نواح کو آپ کے انوار کی شعاعوں سے روشن ومنور پایا اور دیکھا کہ وہاں کی خلقت آپ کی طرف ایک توجہ رکھتی ہے۔ اس ضمن میں ایک خلعت نے بھی آپ کا احاطہ کرلیا ہے، جو اس مقام کی مداریت کی خلعت ہے۔'' (مکتوبات معصومیہ۲: ۱۴۷)

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی زمانہ سلوک میں آپ کے نام جو مکتوبات شریفہ تحریر فرمائے ان میں سے ایک درج ذیل ہے:

> ''جناب برادرم حافظ محمد شریف اوقات کی حفاظت اور نسبت باطن کے شرف سے مشرف ہو کر اس کی کیفیت کے زیادہ کرنے میں کوشاں

رہیں۔ آپ نے ذکر قلبی کے دوام کے بارے میں لکھا تھا، مبارک ہو کوشش کریں کہ ذکر سے مذکور تک پہنچ جائیں اور دال (رہنمائی کرنے والے) سے مدلول (جس کی طرف رہنمائی کی جائے) تک آ جائیں اور صورت سے حقیقت کے ساتھ ہو جائیں اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہو جائیں۔ کسی نے خوب کہا ہے:

قومے ز وجودِ خویش مانی
رفتہ ز حروف در معانی

یعنی: ایک قوم اپنے وجود سے فانی ہو کر حروف سے معانی کے اندر چلی گئی۔

اس پر مزید (لکھنے) کی گنجائش وقت میں نہیں ہے:

آسودہ شبے باید و خوش مہتابے
تابا تو حکایت کنم از ہر بابے

یعنی: ایک آسودہ رات اور خوبصورت چاندنی ہونی چاہیے، تا کہ تجھے ہر چیز کے بارے میں کہہ سناؤں۔ وَالسَّلَامُ وَالْاِکْرَامُ (دفتر اوّل ۱۳۲)۔

آپ کے نام حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے آٹھ مکتوبات گرامی ہیں (دفتر اوّل: ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۲۰۲، دوم: ۹۸، ۱۴۷، سوم: ۱۲، ۱۳)

مقام ومنزلت:

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) حضرت مفتی محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۹ھ/ ۹۸-۱۶۹۷ء) کو اپنے ایک مکتوب گرامی (۱۲۲/ ۱۵۱) میں آپ کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

''حقائق آگاہ حافظ محمد شریف جو حضرت (خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) سے معنوی تعلق رکھتے ہیں، نے اس سفر میں مرتبہ نبوت کے کمالات سے تبعیت کے طریق پر بہرہ حاصل کیا اور اس سعادت عظمیٰ جو کمال اولیاء

کی منتہا (میں) سے ہے، مشرف ہوئے۔ان کا وجود شریف غنیمت شمار
کرتے ہوئے کسب سعادت کریں۔"

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بارے میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کا یہ قول نقل فرمایا ہے:

"حافظ محمد شریف لاہوریؒ کو فرمایا کہ راہِ معیت سے معمولی کوتاہی رکھتے
ہیں اور اسی راہ سے کمالات نبوت سے واصل ہے۔"

حضرت شیخ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء) نے آپ کے بارے میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے درج ذیل اقوال اپنے ایک مکتوب گرامی (خزینۃ المعارف۲۴: ۴۵) میں تحریر فرمائے ہیں:

"رخصت ہوتے وقت (حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) حافظ محمد شریف
کے حال پر متوجہ ہوئے۔ بعد ازاں فقیر (حضرت شیخ محمد عبید اللہ) سے
فرمایا کہ وہ عروج میں تھا۔ جب نزول کیا تو عروج کے انوار اپنے ساتھ
لے کر آیا۔ دوسری مرتبہ جب وہ (حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) کی
خدمت عالیہ میں آئے تھے تو (حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے تھے کہ
بہت عروج میں جاتا ہے اور فنائے نفس اور مبداء تعین کے طوق سے
مشترک ہے۔ ایک دوسرے سفر میں وہ ولایت کبریٰ سے سربلند
ہوئے، بلکہ کمالات وراثت سے بھی مبشر ہوئے۔" (خزینۃ المعارف
۲۴: ۴۵)۔

سفر آخرت:

آپ نے ۱۰۷۳ سے ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۳ سے ۱۶۶۸ء کے درمیان لاہور میں رحلت فرمائی اور یہیں آخری آرام گاہ پائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة.

آپ کے وصال مبارک پر سرہند شریف (ہندوستان) میں ختم قرآن کیا گیا، جس میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) بنفس نفیس شریک ہوئے۔ حضرت مفتی محمد

باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۹ھ/ ۹۸-۱۶۹۷ء) نے آپ کی رحلت کے سلسلے میں سرہند شریف میں تحریری اطلاع بھیجی، جس کے جواب میں حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) نے حضرت مفتی محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مکتوب گرامی ارسال کیا، جس میں تحریر فرمایا:

> ''حافظ جیو (محمد شریف لاہوریؒ) کی رحلت کی جو خبر آپ نے لکھ بھیجی تھی، وہ وضاحت کے ساتھ انجام تک پہنچی۔ ان کا وجود اس نواح میں ایک رحمت تھا۔ حضرت (خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں عرض کیا۔ صوفیہ عظام کے ساتھ قرآن مجید کا ختم کیا گیا اور حضرت (خواجہ رحمۃ اللہ علیہ) بھی شریک تھے۔ اُمید ہے کہ اس کی برکات اُن کو پہنچ چکی ہوں گی۔'' (مکتوبات سیفیہ ۱۸۷: ۲۰۶-۲۰۷) [۱۴۸]

حضرت مولانا حافظ محمد صادق کابلی رحمۃ اللہ علیہ

خلافت:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے بڑے خلفاء میں سے تھے۔ حضرت محمد صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۱ھ/ ۱۷۰۹ء) کے صاحبزادے حضرت شیخ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۱ھ/ ۷۱-۱۶۷۰ء) کو تکلیف پہنچانے کی وجہ سے مسلوب الحال ہو گئے، لیکن توبہ کرنے کے بعد آپ کی سلب شدہ نسبت بحال ہو گئی اور بعد ازاں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی عنایات سے نوازے گئے۔

حلقہ ارادت:

اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) سے درخواست کی کہ آپ اپنا کوئی خلیفہ میرے پاس روانہ فرمائیں، تاکہ میں ان کی صحبت سے مستفیض ہو سکوں تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت دے کر بادشاہ کے ساتھ کر دیا۔ بادشاہ نے آپ کی صحبت سے خوب استفاضہ کیا اور شاہی لشکر کے اکثر افراد آپ کے مرید بن گئے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو حکم فرمایا تھا کہ بادشاہ اور اہل لشکر کی اصلاح احوال پر توجہ رکھیں، لہٰذا آپ اہل لشکر کے ہمراہ رہتے تھے۔ آپ نے اہل سپاہ کو اجازت تلقین و ارشاد کے بارے میں استفسار کیا تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً تحریر فرمایا:

> ''آپ نے اہل سپاہ کی اجازت کے بارے میں لکھا ہے کہ لوگ چہ میگوئیاں کرتے ہیں۔ میرے مخدوم! جو کچھ آپ نے ان لوگوں کے جواب میں کہا ہے، بات وہی ہے۔ ہمارے بزرگ مبتدیوں کی صحبت میں (لوگوں کی) ہدایت دیکھتے ہیں۔ انہوں نے ان کو اس قسم کی اجازت جو معدود اشخاص کے ساتھ مقید ہو، دی ہے۔ اس لیے کہ اس

(خلافت) کے لیے شرائط ہیں اور اس قسم کی اجازت بھی شریعت پر استقامت اور مشائخ (پیروں) کی محبت پر پختگی کے ساتھ مشروط ہے۔
وَالسَّلَام۔" (جلد۳: ۲۴۱)

مقام ومرتبہ:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے حضرت محمد میرک بیگ بدخشی گرز بردار رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کے احوال ومناقب کے بارے میں یوں آگاہ فرمایا:

"آپ کو معلوم ہو کہ حقائق ومعارف آگاہ میرے برادر عزیز شیخ محمد صادق اس جانب کے (ہمارے) خاص الخاص اصحاب اور مخلص ترین احباب میں سے ہیں اور ولادت معنوی کے ذریعہ سے ہمارے فرزندوں میں داخل ہیں۔ آپ کی درخواست پر (ان کو) اس علاقہ کی طرف روانہ کیا گیا ہے۔ اُمید ہے کہ رفقاء واحباب ان موصوف کی صحبت سے مستفید ومستفیض ہوں گے۔" (جلد۳: ۲۴۰)۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب گرامی (جلد۲: ۱۱۷) میں آپ کو یوں تحریر فرمایا:

"جس وقت آئیں برادرم محمد میرک کے مشورہ سے آئیں اور ان کو رنجیدہ نہ کریں۔ جانا اپنے ارادہ سے اور آنا اجازت سے (ہوتا) ہے۔"

حضرت محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) نے حضرت محمد میرک بدخشی رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرمایا: "حقائق آگاہ خواجہ محمد صادق کی صحبت کو سخت غنیمت شمار کریں:

؎ دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں"

یعنی: ہم نے تمہیں گنج مقصود کی خبر کر دی ہے۔ (خزینۃ المعارف ۱۱۸: ۱۳۵-۱۳۶)

حضرت محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب گرامی میں آپ کے احوال ومناقب اس طرح

تحریر فرماتے ہیں:

''حقائق آگاہ حافظ محمد صادق ہمارے حضرت قبلہ (خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) کے مخلص اصحاب اور اجلہ احباب میں سے ہیں۔ انہوں نے کئی سال توکل وقناعت، تبتل وانقطاع پر قائم رہ کر طلب صادق سے حضرت عالی (رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ بسر کیے اور حضرت عالی (رحمۃ اللہ علیہ) کی ان پر خاص نظر عنایت تھی۔ ان کی تربیت وتکمیل میں ہمت فرماتے تھے، یہاں تک کہ قلیل مدت میں حضرت عالی (رحمۃ اللہ علیہ) کی کثیر توجہات کی بدولت ان کے صفحہ باطن پر رشد وہدایت کے آثار ظاہر ہو گئے۔ وہ کمال جس کے بیان میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ممتاز ہیں، ان کی تحقیق حاصل ہو گئی۔ یہاں تک کہ نہایت النہایات کے مدارج سے آشنا کر دیے گئے۔ چنانچہ کمالات وراثت سے مبشر ہوئے اور حقائق ثلاثہ کے وصول کی نوید سے ممتاز فرمائے گئے۔'' (خزینۃ المعارف ۲۴: ۴۲-۴۳)

حضرت محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک اور مکتوب گرامی میں رقم طراز ہیں:

''حضرت قبلہ ارباب (خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) سے جو عظیم بشارتیں اس حقائق آگاہ (حافظ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ) کے بارے میں مکرر سنی ہیں اور کم آدمیوں کو ان خصوصیات سے ممتاز کیا گیا ہے۔ آپ حضرت (خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) کے مقبولان خاص سے ہیں اور حضرت (خواجہ رحمۃ اللہ علیہ) آپ کے حال پر نظر مخصوص رکھتے ہیں۔'' (خزینۃ المعارف ۸۴: ۱۰۹-۱۱۰)

مدفن:

آپ اپنے وصال مبارک کے بعد سرہند شریف (ہندوستان) میں محو استراحت ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔[۱۲۹]

حضرت خواجہ محمد صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے بڑے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ ۱۱ ربیع الثانی ۱۰۳۲ھ/ ۲ فروری ۱۶۲۳ء کو سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) نے آپ کا نام نامی ''صبغۃ اللہ'' رکھا۔ بڑے ہوئے تو چالیس روز میں قرآن مجید کو حفظ کیا اور پھر علوم عقلی و نقلی میں کمال حاصل کیا۔ والد بزرگوارؒ سے باطنی سلوک کی تکمیل کی۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

> ''اگر باپ کو بیٹے کی تعظیم کرنی روا ہوتی تو میں اپنے بیٹے صبغۃ اللہ کی تعظیم کیا کرتا۔''

نوے برس کی عمر میں بروز جمعۃ المبارک عصر کے وقت ۹ ربیع الثانی ۱۱۲۱ھ/ ۷ جون ۱۷۰۹ء کو وصال فرمایا اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے گنبد میں مغربی دروازے کے قریب حضرت خواجہ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۴ء) کے پہلو میں آخری آرام گاہ پائی۔[۱۵۰]

مزید حالات کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔ زیر نظر کتاب کا باب سوم، فصل نہم۔

حضرت شیخ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے سب سے چھوٹے اور چھٹے صاحبزادے ہیں۔ آپ ۱۰۵۷ھ/ ۱۶۴۷ء یا ۱۰۵۹ھ/ ۱۶۴۹ء میں سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد بزرگوارؒ سے کامل مشابہت رکھتے تھے۔ سن تعلیم میں پہنچ کر قرآن مجید ختم کر کے مروّجہ علوم عقلی و نقلی میں کامل مہارت حاصل کی۔ بعد ازاں سلوک باطنی میں مشغول ہو گئے اور اٹھارہ برس کی عمر میں ولایت احمدی کی بشارت سے مشرف ہوئے۔ ۵ جمادی الاوّل ۱۱۳۰ھ/ ۲۶ مارچ ۱۷۱۸ء کو وصال فرمایا اور سرہند شریف میں آخری آرام گاہ پائی۔ [۱۵۱]

مزید حالات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: زیر نظر کتاب، باب سوم، فصل نہم۔

حضرت خواجہ محمد صدیق پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

والد بزرگوارؒ:

آپ کے والد بزرگوار حضرت خواجہ عبدالغفور سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے خلفاء میں سے تھے۔ انہوں نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر باقاعدہ سلوک باطنی کی تعلیم وتربیت حاصل کی تھی۔ نیز حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے قلعہ گوالیار میں قید کے دنوں میں وہ آپ کی خدمت کے لیے ساتھ تھے۔ اس خدمت نے آپ کے خلفاء میں ان کے مقام کو امتیاز بخشا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے تین مکتوبات گرامی (جلد ا: ۲۳۲، ۲۰۶، ۲۳۵) حضرت ملا عبدالغفور سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کے نام ہیں مؤخر الذکر مکتوب (۲۳۵) ان، حضرت حاجی بیگ فرکتی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے نام مشترکہ طور پر لکھا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے یہ تینوں حضرات گرامی ایک ساتھ مصروف ارشاد تھے۔ علاوہ ازیں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کا ایک مکتوب گرامی (جلد ا: ۱۵۷) بھی ان کے نام ہے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت خواجہ عبدالغفور سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ پشاور ہی میں اپنے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد صدیق پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی دائیں جانب مدفون ہیں۔

حضرت خواجہ عبدالغفور سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔

ولادت:

آپ کی ولادت باسعادت پشاور میں ہوئی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جمال باکمال عطا فرمایا تھا۔

علوم ظاہری:

آپ کو مروّجہ علوم عقلیہ ونقلیہ میں کمال حاصل تھا۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ

(م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے ستائیس مکتوبات گرامی (جلد۱: ۱۸، ۵۶، ۶۶، ۸۴، ۱۱۱، ۱۱۴، ۱۱۸، ۱۲۲، ۱۲۴، ۱۲۹، ۱۳۳، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۴، ۱۴۶، ۱۴۹، ۱۷۹، ۲۱۴، ۲۲۰، ۲۲۶، ۲۲۸، ۲:۱:۳، ۷، ۳۵، ۳:۳: ۵، ۷۵، ۱۲۰) آپ کے نام ہیں، جن کے مرتبین نے آپ کے نام کے ساتھ ''مولانا'' لکھا ہے، جو آپ کے علمی کمال کا مظہر ہے۔

ارادت وخلافت:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔ سرہند شریف میں مقیم رہ کر آپ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے فیوض وبرکات اخذ وکسب کیے اور اجازت وخلافت کا شرف پایا اور اپنے وطن مالوف پشاور آ کر خلق خدا کی دعوت وارشاد میں مصروف ہو گئے۔

احترام مرشد:

آپ اپنے پیر ومرشد حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ کا بہت ہی زیادہ احترام کرتے تھے۔ ایک بار حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے حضور حاضری کے لیے نہایت ذوق وشوق کے ساتھ سرہند شریف روانہ ہوئے۔ خانقاہ سرہند شریف سے ایک فرسخ کے فاصلے پر سرائے دہ ہیٹری کے مقام پر پہنچ کر تحائف ونیاز حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج دیے اور خود جلدی سے پشاور لوٹ پڑے۔ احباب نے حیران ہو کر اس کا سبب دریافت کیا تو فرمانے لگے:

''آفتاب کو اس سے زیادہ قریب سے دیکھنے کی مجھ میں تاب نہیں۔''

جب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ تک یہ بات پہنچی تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''خواجہ (محمد صدیق پشاوریؒ) اپنا کام کر کے واپس چلے گئے ہیں۔''

مروی ہے کہ اس طرح کا واقعہ آپ کے ساتھ کئی بار پیش آیا۔ ایک بار ایسے ہی لاہور سے واپس لوٹ گئے۔ ہر بار آپ کو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قبولیت نصیب ہوئی۔ بارہا یوں بھی ہوا کہ سرہند شریف حاضر ہوئے اور عرصہ دراز تک وہاں مقیم رہ کر پیر ومرشد سے فیضیاب ہوئے۔

مرشد خانہ سے عقیدت ومحبت:

ایک بار آپ کو معلوم ہوا کہ فلاں آدمی کے ساتھ ایک کتا سرہند شریف سے آیا ہے۔ یہ سنتے ہی آپ بے اختیار ہو گئے اور جا کر اس کتے کے پاس بیٹھ رہے۔ اس کے قدموں سے اپنے پاؤں مس کر کے آہ وزاری کرنے لگے۔ کچھ دیر اس کے پاس رہے۔ بعدازاں اس کی غذا ایک وقت کے لیے دودھ کا مالیدہ مع گھی اور دوسرے وقت کے لیے گوشت اپنی طرف سے بھجواتے رہے۔

ایک مرتبہ سرہند شریف کے ایک غیر مسلم کسی کام کی غرض سے پشاور آئے۔ آپ کو اس کا علم ہوا تو اپنے احباب وعقیدتمندوں کے ہمراہ ان کی ملاقات کے لیے تشریف لے گئے اور جب تک وہ پشاور میں رہے، آپ ان کی مہمانداری فرماتے رہے۔

مقام ومنزلت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) اپنے ایک مکتوب گرامی میں آپ کے بارے میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

> ''خواجہ محمد صدیق پشاوری کے کمالات ومقامات مکاتیب شریفہ (خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) میں درج ہیں کہ وہ اپنے وطن کی سرزمین کے قطب ہیں (اپنے) احباب میں ان کو دوسروں سے ممتاز کرتے تھے۔ انتہائی عمدہ احوال ان کو عنایت ہوئے اور انھیں مقاماتِ ظلال سے گزر کر اصل سے نصیب حاصل ہونے کا فرماتے تھے اور اپنے بارے میں ان کی محبت کو شدید اور بہت زیادہ فرماتے تھے۔ ارشاد میں بلند درجہ رکھتے ہیں۔ اس سفر میں جب خدمت عالی میں پہنچے تو کمالات نبوت کے حصول کی بشارت پائی۔'' (خزینۃ المعارف ۲۴:۴۴)۔

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) آپ کے بارے میں تحریر

فرماتے ہیں:

''خواجہ محمد صدیق پشاوری جو اس سفر میں آئے تو ایک رات اس کی رُخصت فرمائی کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے بڑی عنایات فرمائیں اور خلعت خاص مرحمت فرمائی اور کمالاتِ نبوت سے حصہ کے حصول کے لیے بھی اس بار سرفراز ہوئے۔''

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات گرامی میں آپ کے مریدوں کی باطنی استعداد کی ستائش فرمائی ہے۔ درج ذیل حضرات آپ سے باطنی تربیت کے لیے وابستہ تھے:

''حضرت ملا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ملا ادریس رحمۃ اللہ علیہ، حضرت صوفی محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا حسن علی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ملا نعمت اللہ پشاوری رحمۃ اللہ علیہ، (دیکھیے: جلد ا: ۱۲۲، ۱۳۹)۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے مرید منصب دار مرزا مقیم پایانی کابلی (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۴ء) بھی آپ سے ملے تھے، انہوں نے اپنی اس ملاقات کا تذکرہ حضرت شیخ محمد مراد تنگ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۸ء) سے کیا تھا۔ (دیکھیے: تحفۃ الفقراء، ورق ۱۷۶)۔

سفر آخرت:

آپ آخری عمر میں ہمیشہ یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ! میرے آخری وقت کے قریب حضرات سرہند شریف میں سے کوئی موجود، میری نماز جنازہ پڑھائے۔ بالآخر آپ کی یہ دعا بھی پوری ہوئی۔ آپ نے قضائے الٰہی سے ۱۰۹۲ھ/ ۱۶۸۱ء میں پشاور میں رحلت فرمائی۔ سرہند شریف سے حضرت شیخ محمد فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۷ھ/ ۱۷۰۵ء) اتفاق سے پشاور گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے آپ کی نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور آپ پشاور شہر سے باہر باغ گنج علی خان کے متصل محو استراحت ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة. ان دنوں یہ جگہ پشاور شہر کے وسط میں ریلوے لائن کے ساتھ واقع ہے اور آپ کا مزار مبارک خام حالت میں مرجع الخلائق ہے۔

اولاد امجاد:

صاحب مقامات معصومی لکھتے ہیں کہ آپ کے پانچ فرزندان گرامی تھے۔ان میں سے ہر ایک حضرت خواجہ (محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) کی محبت سے سرشار تھا۔ان میں سے درج ذیل کے اسمائے گرامی کا علم ہوسکا،

① حضرت خواجہ محمد عزیز رحمۃ اللہ علیہ۔

② حضرت خواجہ محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ جو سب سے جداگانہ شان کے حامل تھے۔آپ اپنے والد گرامی کے مزار مبارک (پشاور) کے متصل دوسرے احاطے میں مدفون ہیں۔ایک روایت کے مطابق ان کے تین صاحبزادے تھے،جن کے اسمائے گرامی حضرت خواجہ غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ غلام حبیب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ افضل قادر رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

③ حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ۔[۱۵۲]

حضرت شیخ محمد عارف لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

وطن:

آپ لاہور میں رہتے تھے اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے معتبر اصحاب میں سے تھے۔

ارادت وخلافت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے اپنے مکتوب گرامی (دفتر ۳: ۱۲۸، ۱۵۰) بنام حضرت مفتی محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۹ھ/ ۲۲-۱۷۲۱ء) میں آپ کے جو باطنی احوال تحریر فرمائے ہیں، اس سے یہ چیز معلوم ہوتی ہے کہ آپ شروع میں حضرت مفتی محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں تھے اور ان کی تحریک وسفارش پر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے اور بعد ازاں خلافت سے سرفراز ہوئے۔

مقام ومنزلت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) حضرت مفتی محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۹ھ/ ۲۲-۱۷۲۱ء) کو تحریر فرماتے ہیں:

> ''محمد عارف نے ولایت علیا سے کچھ مناسبت پیدا کر لی تھی اور عناصر کا جو تصفیہ انہوں نے حاصل کیا تھا، وہ اسی کے باعث تھا، لیکن ولایت کبریٰ میں مقام رکھتے تھے۔ اب دو تین دنوں میں توجہ کرنے سے معلوم ہوا کہ اس ولایت میں پہنچ گئے ہیں۔ عناصر کے تصفیہ کی حقیقت اس مقام میں عناصر کے تصفیہ کی صورت تھی۔'' (جلد ۳: ۱۲۸، ص ۲۰۵)

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کا صرف ایک مکتوب گرامی (جلد ۲: ۵۰، ص ۹۴) آپ کے نام ہے، جس میں آپ کو اس طرح تحریر فرمایا ہے:

''آپ نے اپنے پسندیدہ احوال میں سے جو یہ لکھا تھا کہ (بندہ) اپنے آپ کو ذات وصفات اور افعال سے اس حد تک خالی پاتا ہے کہ اس مقام اَنَا کا اطلاق مفقود ہے اور آپ نے اپنے علم حضوری کے جو کہ نفس حاضر سے عبارت ہے، زائل ہونے کا بھی اظہار کیا تھا۔ اس کے مطالعہ نے مسرور ولطف واندوز کیا اور نیز شہودِ معیت واحاطہ ذاتی اور اس کا آیات متشابہات کی مانند پانا بھی واضح ہوا۔''

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) نے بھی اپنے ایک مکتوب گرامی بنام حضرت مفتی محمد باقر لاہوری (مکتوبات سیفیہ ۱۳: ۱۵۷) میں آپ کا تذکرہ کیا ہے، جس سے مذکورہ بالا بیان کی مزید تصدیق ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرت شیخ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء) نے اپنے مکتوب گرامی میں لکھا ہے: ''شیخ محمد عارف لاہوری حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے مخصوص احباب میں سے تھے'' (خزینۃ المعارف ۲۴:۴)۔[۱۵۳]

حضرت حاجی محمد عاشور بخاری رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب:

آپ حسینی سیّد تھے۔ آپ نے خود اپنا پورا نام "حاجی محمد عاشور بن حاجی مرزا محمد بخاری" تحریر کیا ہے۔

وطن:

اصلاً بخارا کے تھے۔ ماوراء النہر، بخارا، بلخ اور کولاب میں مقیم رہے۔

خلافت:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے بڑے خلفاء اور مخصوص احباب میں سے تھے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ آپ پر انتہائی مہربان تھے۔ سلوک باطنی کی تکمیل کے بعد اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ بڑے مستقیم الاحوال تھے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے عین حیات آپ ماوراء النہر خصوصاً بخارا ہی میں متعین اور طالبین کی تربیت میں مشغول رہے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوباتِ گرامی میں حضرت تیمور بیگ کولابی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی خدمت میں رہ کر باطنی سلوک کی تعلیم کی تکمیل کا یوں حکم فرمایا:

> "دیگر یہ کہ جو تعداد برادرم حاجی محمد عاشور نے آپ کو لکھی ہے، اس کے مطابق عمل کریں اور شریعت عالیہ وسنت منورہ کے طریقہ پر استقامت اور مشائخ کی پختگی کی شرط کے ساتھ ہماری جانب سے سفارت کے طور پر ان (اپنے دوستوں) کو طریقہ بتائیں۔" (جلد ۳: ۸۲)

"دیگر جو شخص اسم ذات کی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہ ہو سکے، اس کو ذکر لسانی بھی بتا دیں۔ اُمید ہے کہ دونوں ذکر فائدہ دیں گے۔ نیز آپ نے برادر عزیز حاجی محمد عاشور کے خط میں لکھا تھا کہ چالیس کا عدد پورا ہو گیا ہے۔ میرے مخدوم! مزید ساٹھ آدمیوں کی بھی اجازت ہے کہ جن کا مجموعہ سو ہو جاتا ہے۔" (ایضاً: ۱۸۶)

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے چار مکتوبات گرامی (جلد ا: ۱۴۵، ۲: ۳۴، ۳: ۴، ۲۵۱) آپ کے نام ہیں۔

خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ سلوک:

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ ۱۶۸۵ء) نے اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ ۱۷۰۷ء) کے ہاں رہتے ہوئے جو مکتوبات گرامی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی خدمت اقدس میں بھیجے، ان میں تحریر فرمایا کہ حاجی عاشور بھی آپ کی ''عنایات خاص'' کے اُمیدوار ہیں۔ (مکتوبات سیفیہ ۴: ۱۳) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ سے بھی باطنی سلوک کسب واخذ کیا۔

حج بیت اللہ شریف:

آپ نے ۱۰۶۳ سے ۱۰۷۲ھ/ ۱۶۵۳ سے ۱۶۶۲ء کے درمیان حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کی۔ عین ممکن ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی ہمرکابی میں ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء ہی میں یہ شرف حاصل کیا ہو۔

حضرت محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے موانست:

آپ اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے صاحبزادے حضرت محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء) میں بڑی موانست تھی۔ حضرت محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حاجی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام اپنے مکاتیب گرامی میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ایک مکتوب گرامی میں اپنے افغانستان کے مریدوں کو سلام لکھتے ہوئے آپ کا نام بھی لکھا ہے (وسیلۃ القبول، ۱۲: ۱۳، ۲) ۔ ایک اور مکتوب گرامی حضرت محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے آخری سفر حج کے بارے میں ہے، جس میں انہوں نے سفر کی حدود وتاریخ سے حضرت حاجی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ملا سکندر رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کو آگاہ کیا ہے (ایضاً ۲: ۶۳، ص ۱۰۴-۱۰۵)

خطاطی:

آپ ایک عمدہ خطاط تھے۔ آپ کا خط نہایت پختہ اور پاکیزہ تھا۔ درج ذیل مخطوطات آپ کے قلم سے مکتوبہ ہیں:

(الف) انیس الطالبین (فارسی):

حضرت شیخ صلاح بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی اس تصنیف کا مخطوطہ آپ کے قلم سے مرقومہ کتب خانہ سعدیہ، خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی میں محفوظ ہے۔ اس کے آخر میں آپ کے دستخط ہیں۔

(ب) فصل الخطاب (فارسی):

حضرت خواجہ محمد پارسا بخاری رحمۃ اللہ علیہ (م۸۲۲ھ/ ۱۴۱۹ء) کی اس کتاب کا ایک قدیم نسخہ مولانا محمد سالم بن شاہ ابوالخیر مجددی دہلوی کے کتب خانہ، کوئٹہ (پاکستان) میں محفوظ ہے، جو ناقص الآخر دستیاب ہوا تھا۔ آپ نے حضرت کی فرمائش پر اپنے قلم سے اس کی تکمیل کی اور اس کے آخر میں یہ وضاحت درج کر دی۔

(ج) مکتوبات امام ربانی (فارسی):

خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ قلعہ جواد، کابل (افغانستان) میں مکتوبات امام ربانی (کامل ۳ جلدیں) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کا ایک مخطوطہ محفوظ تھا۔ جو حضرت شیخ روح اللہ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۲۷ھ/ ۱۷۱۵ء) کے دست مبارک سے ۱۰۷۷ھ/ ۶۷-۱۶۶۶ء کا مکتوبہ تھا۔ حضرت شیخ روح رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے پوتے اور حضرت شیخ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۱۸ھ/۱۷۰۶ء) کے صاحبزادے تھے۔ اس مخطوطہ کی جلد دوّم کے خاتمہ پر حضرت حاجی محمد عاشور بخاری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۰۷ھ/ ۹۶-۱۶۹۵ء) کے دست مبارک سے تملیکی تحریر موجود تھی۔ اس متبرک نسخہ میں ایک ورق حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک سے لکھا ہوا تھا، جس کے حاشیہ میں حضرت حاجی محمد عاشور بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تحریر فرمایا:

> ''اور نوادرات عالم سے (ہے)، حضرت پیر دستگیر سلمہ اللہ تعالیٰ کے حضور سے مقابلہ (تصحیح) کیا گیا ہے اور یہ کتاب مقابلہ (تصحیح) کے وقت آنحضرت کے ہاتھ میں رہتی تھی اور اس کی رہ جانے والی (عبارت والفاظ) اپنے دست مبارک سے تحریر فرماتے تھے، جس طرح

کہ اس کے حواشی میں ظاہر وعیاں ہے۔مخفی نہ رہے کہ حضرت پیر دستگیر
سے مراد قطب الاقطاب، ہمارے شیخ و ہمارے امام شیخ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ
ہیں۔"

شاعری:

آپ ایک عمدہ شاعر بھی تھے۔ آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۹ء) کے مکتوبات جلد سوم کی تدوین پر اس کا دیباچہ مرتب کیا، جو آپ کی نظم و نثر کا خوبصورت نمونہ ہے۔ اس نثر کے علاوہ دس اشعار کی ایک نظم، تین قطعات اور ایک رباعی موجود ہے۔ اس میں آپ نے صراحت کے ساتھ نہیں لکھا کہ یہ اشعار ان کے ہیں، لیکن غالب گمان ہے کہ یہ آپ کے طبع زاد ہیں۔

سفر آخرت:

آخری عمر میں آپ شاہجہان آباد (دہلی) میں مقیم ہو گئے تھے۔ اس کی وجہ معلوم نہیں، ممکن ہے اورنگ زیب عالمگیرؒ (م۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کی مصاحبت اختیار کر لی ہو۔ ۱۱۰۷ھ/ ۹۶-۱۶۹۵ء میں اسی شہر خوباں میں رحلت فرمائی اور یہیں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة.

تالیفات:

آپ کی درج ذیل تالیفات ہیں:

① آپ نے حضرت محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۱۴ھ ۱۷۰۲ء) کے حکم پر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے مکتوبات شریف کا دفتر سوم مرتب کیا۔ اسے ۱۰۷۳ھ/ ۱۶۶۳ء میں جمع کرنا شروع کیا اور ۱۰۸۰ھ/ ۷۰-۱۶۶۹ء میں مکمل کیا۔ مکاتبات "قطب زماں" سے تاریخ آغاز اور "مکاتبات زقطب زماں" سے تاریخ تکمیل نکلتی ہے۔

② آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے رسالہ "احادیث دراز کاریومی ولیلی" کی تدوین کی اور اس پر ایک دیباچے کا اضافہ بھی کیا۔[۱۵۴]

حضرت خواجہ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ

ولادت:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء) کے تیسرے فرزندار جمند ہیں۔ ۲۴ شعبان ۱۰۳۷ھ/ ۱۶- اپریل ۱۶۲۸ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے والدین کی اولاد میں سب سے زیادہ لاڈلے اور پیارے تھے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کو آپ سے اتنی زیادہ محبت کہ ایک ساعت بھی خود سے جدا نہ فرماتے تھے، یہاں تک کہ رات کو اپنے قریب آپ کی چارپائی بچھاتے تھے۔ بچپن ہی میں ولایت وہدایت کے آثار آپ کی پیشانی مبارک سے ظاہر تھے۔

تکمیل سلوک:

آپ نے دینی تعلیم کی تحصیل کے بعد سلوک باطنی کی تکمیل والد بزرگوار سے کی۔ آپ کے حلقہ میں خلقت کا ہجوم اتنا زیادہ ہوتا تھا کہ بیٹھنے کی جگہ مشکل سے ملتی تھی۔

رحلت:

آپ نے ۱۹ ربیع الاوّل ۱۰۸۳ھ/ ۵ جولائی ۱۶۷۲ء کو صبح کی نماز کے بعد اشراق کے وقت رحلت فرمائی اور سرہند شریف میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے گنبد میں آخری آرام گاہ پائی۔

تالیفات:

آپ سے درج ذیل تالیفات یادگار ہیں:

① مکتوبات معصومیہ (دفتر اوّل) آپ نے اس دفتر کو ۱۰۶۳ھ/ میں ''درۃ التاج جاوید'' کے تاریخی نام سے مرتب کیا۔

② یواقیت الحرمین (عربی) حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے مکاشفات حرمین کو جمع ومرتب کیا۔ آپ کے حکم سے حضرت ملا محمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰۷۱ھ میں اس کا مشروح فارسی ترجمہ ''حسنات الحرمین'' کے نام سے کیا۔

③ رسالہ فی قراءت خلف الامام (عربی) آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ محمد بادی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۲۱ھ/ ۱۷۰۹ء) نے اسے آپ کے مسودات سے جمع و مرتب کیا۔ ۲۱ اوراق کا یہ قلمی رسالہ آپ کے مکتوبات خزینۃ المعارف کے ہمراہ خانقاہ مجددیہ قلعہ جواد کابل افغانستان میں محفوظ تھا۔

④ رسالہ در عدم تعمیل کفار (فارسی)۔ یہ آپ نے اورنگ زیب عالمگیرؒ (م۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کو بھیجا تھا۔

⑤ رسالہ در ردّ فخر الدین رازیؒ۔ حضرت امام ہمامؒ نے فقہ حنفی کی تائید میں رسالہ لکھا تھا۔ حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ (م۶۰۶ھ/ ۱۲۱۰ء) نے اس کا ردّ لکھا۔ آپ نے امام رازیؒ کے ردّ کا جواب لکھا۔

⑥ خزینۃ المعارف (فارسی) آپ کے مکتوبات گرامی جو حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان رحمۃ اللہ علیہ (م۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء) کی کوشش و تصحیح سے ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۷۳ء میں طبع ہوئے۔[۱۵۵]

مزید حالات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: زیر نظر کتاب، باب سوم، فصل نہم۔

حضرت شیخ محمد علیم جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ

وطن مولد:

آپ وطن مولد جلال آباد (افغانستان) کے نزدیک مغربی جانب واقع قصبہ ''کندی باغ'' ہے۔

ارادت وخلافت:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے باکمال ومخلص ارادتمندوں میں سے تھے۔ اجازت وخلافت سے سرفراز ہوکر اپنے وطن مالوف میں چلے گئے تھے اور وہاں لوگوں کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض وبرکات سے لذت آشنا کرتے رہے۔ آپ نے حضرت خواجہ معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا، جس میں اپنے اور اپنے احباب کے باطنی احوال وکیفیات لکھے۔ اس کے جواب میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب گرامی میں آپ کو تحریر فرمایا:

> ''اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں کہ قلت صحبت کے باوجود آپ پر اس قسم کے وارات ہونے لگے ہیں اور آپ نے اپنے دوستوں کے احوال کے بارے میں لکھا تھا کہ اس قدر قلبی ذکر اور یادداشت رکھتے ہیں......
> آپ نے ملا یار محمد کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کے قلب سے خطرہ اس حد تک دور ہو گیا ہے تکلف سے بھی نہیں آتا۔ اگر یہ دوست کچھ عرصہ یہاں گزارے اور سرہند کی سیر کرے تو بظاہر لاحاصل نہ ہوگا۔
> دیگر یہ کہ اس سے پہلے فقیر نے ملا حسن علی کے خط میں لکھا تھا کہ جس تعداد کی آپ کو اجازت دی گئی تھی، اس سے دو چند کی اجازت ہے، اب لکھا جاتا ہے کہ چار گنی تعداد کو طریقہ سکھائیں۔ وَالسَّلَام''

(دفتر اوّل: ۲۸، ص ۸۵-۸۶)

اسی طرح حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بعض دوسرے مریدوں کے باطنی احوال کی بھی تحسین فرمائی ہے۔ ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا: ''دینی بھائی ملا شاہ حسین چند روز یہاں رہے۔ ہم ان کی صحبت سے نہایت بہرہ مند اور لطف اندوز ہوئے اور آپ کی اجازت کی موافقت پر ہم نے بھی ان کو اجازت دے دی ہے۔ چونکہ آپ کے محب وخادم ہیں، (لہٰذا) ان کے ساتھ شفقت وعنایت کے طریقہ کی زیادہ سے زیادہ رعایت رکھیں (۲:۵۴، ص ۱۰۶)

خواجہ عبدالرحیم کے احوال سے جو کچھ آپ نے لکھا تھا، عمدہ و پسندیدہ ہے۔ اس کے مطالعہ نے خوش وقت کیا۔ آپ نے ان دوستوں کے نام لکھے تھے جو طریقہ میں نئے داخل ہوئے، واضح ہوئے۔ (۳:۱۱۲، ص ۱۸۰)

آپ نے سلسلہ عالیہ مجددیہ میں متداول بشارتیں حاصل کیں اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر خلفاء میں شامل ہوگئے۔

بادشاہ ولشکر شاہی کی تربیت پر ماموریت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کی درخواست پر وقتاً فوقتاً اپنے فرزندانِ گرامی یا خلفائے عظام میں سے کسی کو بادشاہ کی روحانی تربیت و مشق سلوک کے لیے روانہ فرمایا کرتے تھے، جو بادشاہ کے علاوہ لشکر شاہی و دوسرے حکام کی روحانی تربیت میں مشغول رہتے تھے۔ ایک خیال کے مطابق شاید حضرت مفتی محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۹ھ/ ۹۸-۱۶۹۷ء) کے مفتی لاہور بننے کے بعد تقریباً ۱۱۰۶ھ/۱۶۹۴ء سے پہلے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بھی اجازت وخلافت سے سرفراز فرما کر اورنگ زیب عالمگیرؒ کی مصاحبت اور باطنی تربیت کے لیے مقرر فرمایا اور گویا آپ صاحبزادگان گرامی مرتبت کی مرکز سے دوری کے دوران اس خدمت کی انجام دہی میں مصروف عمل رہے۔ آپ کی محنت وریاضت سے جہاں بادشاہ کو روحانی ترقی نصیب ہوئی، وہاں لشکریوں کی کثیر تعداد کو بھی اصلاحِ باطن و درستگی احوال کا موقع میسر آیا۔

بادشاہ کی مصاحبت میں رہتے ہوئے آپ اپنی کارکردگی اور اورنگ زیب عالمگیرؒ کی روز

افزوں ترقی کے سلسلے میں عریضہ ارسال کرتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کے نام اپنے مکتوب گرامی میں اس پر اطمینان کا اظہار فرماتے ہوئے یوں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت سلامت! برادر دینی شیخ عبدالعلیم (محمد علیم) نے ایک خط اس فقیر کو لکھا ہے اور (اس میں) آنجنابؒ کی جمعیت باطنی اور اس امر جلیل میں مشغولیت کے بارے میں لکھا ہے (اس کو پڑھ کر) اللہ تعالیٰ جل سلطانہ' کا شکر بجا لایا کہ ان ظاہری مشغولیات کے باوجود آپ کے حقیقت بیں دل کو مطلوب حقیقی کے ساتھ ایک خاص تعلق اور مقصود حقیقی کے ساتھ ایک مخصوص شوق ہے۔ اُمید ہے یہ تعلق روز بروز زیادہ ہوگا اور آتش شوق قوت پذیر ہوگی۔'' (جلد۳:۱۲۲،ص۱۹۳-۱۹۴)

مکتوبات خواجگان:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے سات مکتوبات گرامی (جلد۱: ۲۸، ۱۴۰، ۲: ۵۴، ۳: ۹۵، ۱۱۲، ۱۲۱، ۱۴۷) آپ کے نام ہیں۔ مؤخر الذکر دو مکتوبات گرامی، نیز اورنگ زیب عالمگیرؒ (م۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء) کے نام مذکورہ بالا مکتوب گرامی (۳:۱۲۲) میں آپ کا نام ''عبدالعلیم'' درج ہے، جو سہو کتابت ہے۔ حضرت شیخ محمد عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) درج ذیل مکتوب گرامی میں آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''(حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) ان (حضرت شیخ محمد علیمؒ) کے حال اور ان کے دوستوں (مریدوں) کے حال کو پسند فرماتے تھے اور ان کے مکاشفات کو رد نہیں کرتے تھے۔ اب جب کہ ان کے دوست رشید ہیں اور ان کی مشیخت کی باتیں ہو رہی ہیں۔ (حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے) فرمایا کہ بعض طالبین پر کشف کے دروازے کھول دیتے تھے اور عجیب امور دکھلاتے ہیں۔'' (خزینۃ المعارف ۲۴:۴۵)

نیز حضرت شیخ محمد عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں:

"حقائق آگاہ شیخ محمد علیم جو حضرت (خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) کے مخصوص احباب میں سے ہیں۔" (ایضاً ۳۵:۵۸)

سفر آخرت:

آپ نے تقریباً ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء سے قبل دارالخلافہ شاہجہان آباد (دہلی) میں رحلت فرمائی اور اسی بلدہ فاخرہ میں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة.

اولاد امجاد:

آپ صاحب اولاد تھے۔ آپ کے ایک صاجزادے کا نام حضرت شیخ عبدالعلیم پشاوری رحمۃ اللہ علیہ تھا، جو قراول پورہ میں قیام پذیر تھے اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ ۱۶۶۸ء) کے صاجزادے حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء) کے مرید تھے۔ حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

"شیخ عبدالعلیم پشاوری کہ اب وہ قراول پورہ میں سکونت رکھتے ہیں، اس احقر کے یاران رشید اور صاحب کشف وحال میں سے ہیں۔ ان کے والد (بزرگوار) حضرت قبلہ گاہی (خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) کے قطب الاقطاب خلفاء میں سے تھے۔ بلند خدمت پر مقرر ہوئے تھے۔ آپ کے والد (بزرگوار) کا نام شیخ علیم ہے اور وہ فوت ہو چکے ہیں۔"

نیز حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا گرامی نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ عبدالعلیم پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے والد گرامی کی رحلت کے بعد اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء) کی صحبت میں رہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ (دیکھئے: وسیلۃ القبول ا:۱۱۵، ص ۱۲۳)[۱۵۶]

حضرت شیخ محمد فاروق لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

مقام ومرتبہ:

آپ صاحب اسرار ومعانی تھے۔ چہرہ سے نور برستا تھا۔ اگرچہ آپ کی ظاہری آنکھیں ایک مدت سے بے نور ہو چکی تھیں لیکن آپ کا نور باطنی آنکھوں میں سرایت کر گیا۔ ہر وہ کام جو بینا لوگوں سے تعلق رکھتا تھا، اس سے عاجز نہیں رہتے تھے، بلکہ آپ باطن کے اندھوں سے، جو بظاہر بینا ہوتے ہیں زیادہ بہتر طور پر دنیا کے مسائل بیان فرماتے تھے اور کشف الٰہی جس پر کام کا انحصار ہے، کے رنگ میں کمال درجے کا کشف کونی رکھتے تھے۔

خلافت:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی محبت وعقیدت میں مستغرق تھے اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا تھا۔

صاحب کشف وکرامات تھے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایات بیان کرتے تھے۔

سفر آخرت:

آپ نے ۱۱۳۴ھ/ ۱۷۲۲ء سے قبل رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً. ۱۵۷

حضرت مولوی شیخ محمد فرخ رحمۃ اللہ علیہ

نسب مبارک:

حضرت مولوی شیخ محمد فرخ بن حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

ولادت:

آپ ۱۰۳۸ یا ۱۰۳۹ھ/ ۱۶۲۸ یا ۱۶۲۹ء میں سرہند شریف (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت سے قبل آپ کی والدہ ماجدہؒ نے خواب دیکھا کہ اجزائے نبوت میں سے ایک جزو نے خود ہی کامل شان کے ساتھ امام جمعہ کی طرف دنیا میں ظہور کیا ہے۔ انہوں نے یہ خواب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کی خدمت میں عرض کیا تو حضرت اقدس نے فرمایا: ''اس خواب کی تعبیر بہت ہی روشن ہے، جو اپنے وقت پر خود بخود ظہور پذیر ہوگی۔''

آپ کی ولادت کے بعد حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) سے روحانی طور پر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس خواب کی تعبیر محمد فرخ کی والدہ نے مجھ سے پوچھی تھی، وہ یہی ہے۔ آپ ابھی کم عمر تھے کہ والدہ ماجدہؒ نے رحلت فرمائی۔ حضرت شاہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ لطف اللہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بڑے بھائی تھے۔

تحصیل علوم ظاہری:

آپ نے قرآن مجید حفظ کیا اور سرہند شریف کی مسجد کلاں میں اس کا ختم ہوا، جسے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے صاحبزادگان گرامی نے سنا۔ علوم نقلی و عقلی میں کمال حاصل کیا اور ''مولوی معنوی'' کا لقب پایا۔ آپ اپنے وقت کے جید عالم و مثالی استاد بنے۔

آپ نے ستر ہزار احادیث، متن، اسناد اور جرح و تعدیل کے لحاظ سے حفظ کیں اور درجہ اجتہاد پر فائز المرام ہوئے۔ آپ نے حدیث میں اوّل اپنے والد گرامی حضرت خواجہ محمد

سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) کی آبائی سند حدیث حاصل کی اور بعد از ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء کے سفر حج میں حضرت شیخ علی طبری بن عبدالقادر طبری حسینی مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء سے سند حدیث حاصل کی۔

درس وتدریس:

فراغت کے بعد آپ درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ آپ ایک مثالی مدرس تھے اور اپنی عمر کا بیشتر حصہ درس وتدقیق میں گزارا۔ علماء ومشائخ کی کثیر تعداد کو آپ کی شاگردی کا شرف حاصل تھا۔ آپ کے درس وتدریس کا شہرہ سارے ہندوستان میں تھا اور سرہند شریف کا مدرسہ مرکزی حیثیت کا حامل تھا۔ صاحب ''اقتباس الانوار'' حضرت شیخ محمد اکرم براسوی رحمۃ اللہ علیہ کسب علم کی غرض سے سرہند شریف میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) نے صحیح بخاری شریف آپ کی خدمت میں پڑھی تھی۔

تحصیل سلوک:

آپ نے سلوک باطنی اپنے والد گرامی حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) سے کسب واخذ کیا اور بلند درجے کی بشارات سے نوازے گئے، بلکہ وراثت کے طور پر کمالات نبوت کی بشارت حاصل کی۔

آپ نے اپنے والد گرامی کے وصال مبارک کے بعد حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی خدمت میں رجوع فرمایا اور کامل ایک برس تک حضرت اقدس کی معرفت بخش صحبت سے مستفیض ہوئے۔

سفر آخرت:

آپ نے اپنے مولد ومسکن سرہند شریف میں رحلت فرمائی۔ صاحب روضۃ القیومیہ (۱: ۲۹۵) نے ۴ شوال ۱۱۱۸ھ/ ۲۹ دسمبر ۱۷۰۶ء تاریخ وصال لکھی ہے۔ صاحب تحفۃ الفقراء نے ۱۱۲۰ھ/ ۹-۱۷۰۸ء، صاحب مقامات معصومی نے ۱۱۲۱ھ/ ۱۰-۱۷۰۹ء، صاحب جواہر علویہ اور صاحب رسالہ در انساب اولاد حضرت مجددؒ نے ۱۱۲۲ھ ۱۱-۱۷۱۰ء ضبط کی ہے۔ آپ حضرت

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے روضہ انور میں گنبد معلّٰی کے باہر محو استراحت ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

اولاد امجاد:

آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت شیخ محمد ارشد رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۹۵ھ/ ۱۶۸۳ء میں پیدا ہوئے اور ۱۱۶۲ھ/ ۱۷۴۸ء میں رحلت فرمائی۔ مشہور حافظ، بے نظیر فاضل اور والد گرامی کے کمالات کا پرتو تھے۔ علوم متداولہ پر کامل عبور رکھتے تھے اور خاندان مجددیہ کے اکثر حضرات گرامی کو ان کی شاگردی کا شرف حاصل تھا۔

ان کے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں۔ جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

حضرت محمد راشد رحمۃ اللہ علیہ حضرت محمد مرشد رحمۃ اللہ علیہ حضرت محمد ارشاد رحمۃ اللہ علیہ حضرت محمد رشید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بی بی رشیدہ رحمۃ اللہ علیہا تھے۔

تصنیفات:

آپ نے کئی کتب تصنیف کیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

① اصلاحات الصوفیہ:

آپ نے مختلف کتب صوفیہ، مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) اور مکاتیب حضرت محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) سے یہ اصلاحات جمع کیں۔

② تنقیح المنہاج المتین من معائد لصوص الدین:

آپ نے اپنی اس تصنیف کا ذکر ''الحد الفاصل'' میں کیا ہے۔ جواہر علویہ (ص۲۷۰) میں اس کا نام سہو کتابت سے غلط تحریر ہے۔ نیز ''المناقب الاحمدیہ والمقامات السعیدیہ'' (ص۲۶ حاشیہ) میں اس رسالہ کا نام درج ہے۔

③ جلاء الصدر عن مرآت الكعبة الحسناء:

اس رسالہ میں حقیقت کعبہ اور اس طرح کے دوسرے مسائل درج ہیں۔ یہ آپ نے اپنی تصنیف ''کشف الغطا'' مصنفہ ۱۰۹۴ھ/۱۶۸۳ء سے پہلے تالیف کیا تھا۔

④ حاشیہ علیٰ حاشیہ علامہ عبدالحکیم علی الخیالی:

آپ کی اس تصنیف کا ذکر مقامات معصومی (۳: ۴۰۶)، جواہر علویہ (ص ۲۷۰)، نزھۃ الخواطر (۶: ۲۲۳) میں موجود ہے۔

⑤ الحد الفاصل بین سدید الاعتقاد بین الزندقۃ والالحاد:

اس کا ناقص مخطوطہ جناب معین الدین، لاہور کے کتب خانے میں موجود ہے۔

⑥ رسالہ در منع رفع سبابہ:

اس کا نام مقامات معصومی (۳: ۴۰۶)، جواہر علویہ (ص ۲۷۰) اور الیانع الجنی (ص ۶۷) میں مذکور ہے۔

⑦ رسالہ در منع غنا:

اس کا ذکر حضرت شیخ عبدالاحد وحدت رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۷ھ/ ۱۷۱۵ء) کے ایک مکتوب (گلشن وحدت ۳۷/۴۴) بنام حضرت شیخ محمد مراد ننگ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ میں موجود ہے اور جواہر علویہ (ص ۲۷۰) یہ میں ''رسالہ حرمۃ الغنا'' کے نام سے مذکور ہے۔

⑧ رسالہ فی الحقیقۃ المحمدیہ:

اس کا نام جواہر علویہ (ص ۲۷۰)، مناقب الاحمدیہ والمقامات السعیدیہ (ص ۲۶) اور نزھۃ الخواطر (۶: ۲۲۳) میں مذکور ہے۔

⑨ رسالہ فی العقائد:

نزھۃ الخواطر (۶: ۲۲۳) میں ''مولوی محمد فرخ شاہ'' کی تالیف کے نام سے موجود ہے۔

⑩ رسالہ وحدت الوجود:

اس کا مخطوطہ کتابخانہ خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف، پٹنہ (ہندوستان) میں محفوظ ہے۔

⑪ القول الفاصل بین الحق والباطل:

نزہۃ الخواطر (۶:۲۲۳) میں "شاہ محمد فرخ" کی تصنیف کے طور پر مذکور ہے۔ شاید حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے مخالفین کے ردّ میں ہے۔

⑫ کشف الغطاعن اذہان الاغبیاء:

آپ نے یہ رسالہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے دفاع اور مخالفین کے ردّ میں اس وقت تحریر کیا جب مخالفین نے شورش برپا کی (روضۃ القیومیہ ۳:۷۵)۔ یہ ایک عمدہ اور متین رسالہ ہے، جس کے مطالعہ سے بڑی حلاوت حاصل ہوتی ہے (مقامات معصومی ۳:۴۰۶)۔

⑬ مکاشفات الحرمین:

حضرت شیخ محمد امین بدخشی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "نتائج الحرمین" (ورق ۲۸ ب) میں اس کا ذکر کیا ہے۔

⑭ مکتوبات سعیدیہ:

آپ نے اپنے والد گرامی حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/۱۶۶۰ء) کے ایک سو مکاتیب شریفہ کو مدون و مرتب کیا۔ پہلی بار نائب قیوم زماں صدیق دوراں حضرت خواجہ محمد عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۶ء) خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی کے خلیفہ مجاز حضرت حکیم مولانا عبدالمجید سیفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۰ء) نے بڑی محنت و جستجو سے لاہور سے ۱۳۷۵ھ/۵۶-۱۹۵۵ء میں ان کو طبع فرمایا۔ **فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ**۔

⑮ النجاۃ عن طریق الغواۃ:

آپ نے یہ رسالہ اصطلاحات صوفیہ اور ردّ ملاحدہ کے موضوع پر تالیف فرمایا۔ اس کا تعارف آپ کی تالیف "کشف الغطا" (ورق ۹۴- الف، ب) میں موجود ہے۔ جواہر علویہ (ص ۲۷۰) میں اس کا نام غلطی سے نجاۃ العورت مذکور ہے۔[۱۵۸]

حضرت حاجی محمد فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ

نسب مبارک:

شیخ محمد فضل اللہ بن قاضی شیخ عبدالقادر بن شیخ محمد امین بن شیخ عبدالرزاق بن شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہم۔

آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی دختر نیک اختر حضرت خدیجہ رحمۃ اللہ علیہا کے نور چشم تھے۔ آپ کے والد گرامی حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۶۸ھ ۱۶۵۸ء) تھے، جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی حضرت شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔

آپ کے والد گرامی حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سرہند شریف (ہندوستان) کے قاضی تھے۔ خواص و عام میں معروف تھے کہ ان کے زمانہ قضاء میں شیر اور بکری ایک برتن میں پانی پیتے تھے۔

ولادت باسعادت:

آپ بروز جمعۃ المبارک ۱۰ محرم ۱۰۵۵ھ/ ۲۶ فروری ۱۶۴۵ء کو سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) نے آپ کو دیکھا تو فرمایا ''ما فضلیا نیم'' عقیقہ کے روز آپ کا نام ''محمد فضل اللہ'' رکھا گیا۔ حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا نام ''محمد شاکر'' رکھا، لیکن اوّل الذکر ہی معروف ہوا۔

تحصیل علوم ظاہری:

آپ تعلیم حاصل کرنے کی عمر کو پہنچے تو اوّل کم عمری میں ہی قرآن مجید ناظرہ ختم کر لیا۔ بعد ازاں علوم عقلی و نقلی پڑھنے لگے اور بہت ہی جلد مروّجہ کتب پوری تندہی سے پڑھ لیں۔ سترہ برس کی عمر میں بیضاوی ختم کر لی اور سفر حج کے دوران چند دن کم تین ماہ میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور آئندہ سال نماز تراویح میں سنایا۔

آپ نے حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) سے شرح وقایہ اور اکثر دوسری کتب درسی پڑھیں۔ اپنے تین ماموؤں، جامع العلوم حضرت ملا بدر الدین سلطان پوری رحمۃ اللہ علیہ (م تقریباً ۱۰۸۱ھ/ ۱۶۷۰ء) اپنے والد بزرگوار شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء) اور حضرت مولوی فرخ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۱ھ/ ۱۰-۱۷۰۹ء) سے بھی پڑھا۔

درس وتدریس:

آپ نے اپنی جوانی ہی میں علوم عقلی ونقلی کی معتبر کتب کا درس دینا شروع کر دیا تھا۔ باطنی سلوک کی تکمیل کے بعد اس شغل کو ترک کر دیا، البتہ حدیث، فقہ اور تفسیر کا درس آخری عمر تک جاری رکھا۔ آپ اس کو معاملہ باطن کے منافی نہ سمجھتے تھے، بلکہ اسے کارخانہ باطن کے لیے معاون خیال فرماتے تھے۔ چنانچہ آخری عمر میں حضرت شیخ ابوحنیف بن عبدالاحد وحدت رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۲ھ/ ۲۰-۱۷۱۹ء) آپ سے ہدایہ پڑھتے تھے۔

فضائل وخصائل:

آپ بڑے حیادار، اہل حقوق کا خیال رکھنے والے اور ہمیشہ خندہ پیشانی سے پیش آنے والے تھے۔ عبادت وریاضت کے دلدادہ، تہجد گزار، صاحب وارادت کثیرہ وکشف وکرامات اور جود وسخا کے دھنی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے انتہائی پابند تھے اور بدعت سے سخت نفرت رکھتے تھے۔

حج بیت اللہ شریف:

آپ نے سترہ برس کی عمر میں ۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۷ء میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) اور دوسرے حضرات مجددیہ کے ہمراہ سفر حج کا آغاز کیا۔ ان نفوس قدسیہ کے ہمراہ ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء میں حج بیت اللہ شریف کی سعادت عظمیٰ سے مشرف ہوئے اور ۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۹ء میں واپس سرہند شریف (ہندوستان) پہنچے۔

شادی مبارک:

مذکورہ بالا سفر حج سے ۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۹ء واپس سرہند شریف واپس آنے کے بعد آپ کا

نکاح مبارک حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی دختر نیک اختر حضرت صفیہ رحمۃ اللہ علیہا سے ہوا۔

منصب قضاء:

مذکورہ بالا سفر حج سے ۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۹ء سے مراجعت کے بعد ہندوستان کی بادشاہت اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ ۱۷۰۷ء) کے ہاتھ میں آ چکی تھی۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) اور دوسرے حضرات مجددیہ کی دارالخلافہ اکبر آباد (ہندوستان) میں بادشاہ سے ملاقات ہوئی تو اس نے حضرت قاضی شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء) کے رحلت فرما جانے کی بنا پر سرہند شریف کی قضاء کی خدمت آپ کو سونپ دی اور آپ نے حاکم وقت کی اطاعت کو امر جانتے ہوئے اور اپنے ماموں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کی بنا پر اس ذمہ داری کو قبول کر لیا اور اپنے وطن مالوف واپس آ کر اس منصب کے تقاضوں کے مطابق عدل وانصاف کرنے لگے۔

سلوک باطنی کی تحصیل:

آپ کو کم عمری میں ہی طلب حق کا شوق دامن گیر ہو چکا تھا، لہٰذا حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) سے کسب سلوک میں مشغول ہو گئے اور انہوں نے بچپن میں ہی آپ کو ''ولایت صغریٰ'' کی بشارت عطا فرمائی۔ ایک روز حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''محمد فضل اللہ صاحب معنی بزرگ اور بزرگی کے مقام پر فائز ہو گیا ہے۔'' نیز حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آخری عمر میں آپ کو ''ولایت کبریٰ'' کی بشارت سے نوازا۔ جب انہوں نے وصال فرمایا تو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے اور ان کے وصال مبارک تک مسلسل آٹھ برس ان سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض وبرکات کسب واخذ کرتے رہے۔ بعدازاں ۱۱۰۶ھ/ ۹۵-۱۶۹۴ء میں آپ نے حضرت محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء) کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔

خلافت:

آپ کو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) سے اجازت وخلافت کا

شرف حاصل تھا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ”تعین حبی“ اور ”سیر نظری“ کی بشارات سے نوازا۔

سفر آخرت:

آپ نے بروز جمعۃ المبارک ۳ رجب ۱۱۱۷ھ/ ۱۰-اکتوبر ۱۷۰۵ء کو پشاور میں رحلت فرمائی۔ حضرت نیاز احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مادہ ہائے تاریخ تجویز کیے، جن میں سے ایک ”محب محمد فضل اللہ“ ہے۔

آپ کا تابوت شریف پشاور سے سرہند شریف لایا گیا اور حضرت محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے روضہ انور کے تہہ خانہ مبارک میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں مبارک کی طرف لحد مبارک میں محواستراحت ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

اولاد امجاد:

آپ کے تین صاحبزادے تھے، جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت شیخ عزالدین احمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے ۱۸ ربیع الاوّل ۱۱۰۰ھ/ ۳۱ دسمبر ۱۶۸۸ء کو ۲۷ برس کی عمر میں سرائے خانخاناں (لاہور سے چھ میل دور) وصال فرمایا اور سرہند شریف میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے روضہ مقدسہ میں گنبد معلّٰی سے باہر مدفون ہوئے۔

(۲) حضرت شیخ حسام الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۹ء میں پیدا ہوئے۔ محمد معظم بادشاہ (م۱۱۲۳ھ/ ۱۷۱۱ء) کے لشکر کے ہمراہ تھے کہ بالائے دریائے نربدا ۲۸ صفر ۱۱۱۹ھ/ ۲۰ مئی ۱۷۰۷ء کو رحلت فرمائی اور وہیں قصبہ اکبر پورہ (ہندوستان) کے نزدیک آخری آرام گاہ پائی۔

آپ کا نکاح حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) کی صاحبزادی حضرت بی بی زہرا رحمۃ اللہ علیہا سے ہوا۔ ان کے وصال کے بعد حضرت شیخ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۸۴ھ/ ۱۶۷۲ء) کی صاحبزادی حضرت حسن النساء رحمۃ اللہ علیہا سے ہوا۔

اولاد میں تین صاحبزادے حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت جلال رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت وجیہ الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے، جو تینوں لاولد تھے۔

ان کی صاحبزادیوں میں ایک بیٹی نور الحق بن شیخ عبدالاحد وحدت رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب تھیں، دوسری حضرت حفصہ "حضرت شیخ روح اللہ بن شیخ محمد اشرف" سے منسوب تھیں، جن کا ایک بیٹا نور احمدؒ اور ایک بیٹی سارہؒ (منسوب بہ محمد کرامت اللہ بن محمد سالم) تھیں۔ نور احمدؒ کی ایک بیٹی معصوم النساءؒ تھیں۔

③ حضرت میر صفر احمد معصومی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۵ ذی قعدہ ۱۰۸۶ھ/ ۳۱ جنوری ۱۶۷۶ء کو پیدا ہوئے۔ آپ علوم عقلی ونقلی میں فارغ التحصیل تھے۔ اپنے والد بزرگوار اور حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۱ھ/ ۱۷۰۹ء) کے ارادتمند تھے۔ حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عمر کے آخری ایام میں آپ کو اپنی ضمنیت کی بشارت دی تھی۔ اپنے زمانے کے بادشاہوں اور حکام وامرا سے روابط تھے۔ حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی حضرت ماریہ رحمۃ اللہ علیہا آپ کے نکاح میں تھیں۔ آپ نے ۱۷ جمادی الاوّل ۱۱۵۰ھ/ یکم ستمبر ۱۷۳۷ء کو رحلت فرمائی۔ آپ کے دو صاحبزادے حضرت محمد معشوق رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت نیاز احمد رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ علاوہ ازیں تین صاحبزادیاں حضرت معز النساء رحمۃ اللہ علیہا، حضرت عزیز النساء رحمۃ اللہ علیہا اور حضرت ہدایت النساء رحمۃ اللہ علیہا تھیں۔ آپ کی تالیفات درج ذیل ہیں:

① معدن الجواہر (فارسی) حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۱ھ/ ۱۷۰۹ء) کے احوال ومناقب میں ۷ محرم ۱۱۲۱ھ/ ۷ مارچ ۱۷۰۹ء کو اسے لکھنا شروع کیا۔

② منظر اولی الالباب (فارسی) اپنے والد بزرگوارؒ کے حالات میں ۱۱۳۰ھ/ ۱۷۱۷ء میں لکھی۔

③ مظہر ابواب فضل (فارسی)۔ اپنے والد بزرگوارؒ کے حالات میں۔

④ رسالہ در حالات خواجہ محمد زبیر سرہندیؒ (فارسی)۔

⑤ فارسی اشعار۔ آپ کی مختلف تالیفات میں موجود ہیں۔

⑥ مقامات معصومی (فارسی)۔ جناب پروفیسر محمد اقبال مجددی کے مقدمہ، تصحیح وتعلیقات سے ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور کی جانب سے ۲۰۰۴ء میں طبع ہوئی ہے۔ [۱۵۹]

حضرت شیخ حافظ محمد محسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

خاندان:

آپ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ/) کے نواسے تھے۔

مقام علمی:

آپ علوم عقلی ونقلی کے جامع اور یگانہ روزگار تھے۔ دہلی کے علماء وفضلاء میں کوئی آپ کے سامنے نہیں بول سکتا تھا۔

بیعت وخلافت:

آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت کا شرف حاصل کیا اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے سلوک باطنی کی تکمیل کے بعد اجازت و خلافت کا شرف پایا۔ آپ کے نام حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب گرامی (جلد۲: ۶۷) موجود ہے، جس کے آغاز میں مرتب نے لکھا ہے: ''صلاح آثار حافظ محمد محسن کے نام، ان کے حال کی شرح میں، مع ان احادیث کے بیان کے جن میں نماز و وضو میں دعوت وتبلیغ کے فضائل وارد ہوئے ہیں، تحریر فرمایا۔''

نیز حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں اپنے احباب کے ضمن میں آپ کا تذکرہ فرمایا ہے (دیکھئے: مکتوبات سیفیہ ۱۷۲: ۱۹۷-۱۹۸)۔

ترویج سلسلہ:

آپ ورع وتقویٰ اور زہد و ریاضت میں بڑے ممتاز تھے۔ حضرت خواجہ نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۵ھ/ ۱۷۲۳ء) اور دوسرے حضرات نے آپ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اور دوسرے حضرات نے آپ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ اخذ وکسب کیا۔

سفرآخرت:

آپ نے ۱۱۴۷ھ/ ۳۵-۱۷۳۴ء میں رحلت فرمائی اور دہلی ہی میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) کے مقبرہ کی غربی جانب ایک چبوترہ پر آخری آرام گاہ پائی۔[۱۶۰] رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة

حضرت مولانا محمد محسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

خلافت:

آپ صاحب معانی بلند اور مالک کمالات ارجمند تھے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱٦٦۸ء) کے دست مبارک پر بیعت کی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض و برکات کسب واخذ کیے۔

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے احوال کی ستائش فرماتے اور ان کے احوال کو سند فرماتے تھے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت وعنایت سے اجازت وخلافت کا شرف پایا۔

فضائل:

حضرت شیخ محمد باقر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۰۹ھ/ ۹۸-۱٦۹۷ء) سے منقول ہے کہ آپ اعلیٰ اخلاق سے متصف تھے۔ مہمان کا اپنی بساط سے بڑھ کر اکرام واحترام فرماتے تھے اور خویش ودرویش سب آپ کی حضرت خواجہ (محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) سے محبت کے دلائل دیتے تھے۔

درس مکتوبات امام ربانی:

آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱٦۲۴ء) کے مکتوبات کے درس کا اہتمام کرتے اور دوران درس ان کے معانی بیان کرتے۔ نیز ان کی تشریحات بھی فرماتے تھے۔

مقام ومنزلت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱٦٦۸ء) کا ایک مکتوب گرامی (دفتر دوم: ۴۸) آپ کے نام ہے، جس کے آغاز میں مرتب نے لکھا ہے: ''مولانا محسن سیالکوٹی کے نام۔ اس کمال کے ذکر میں جو کہ مقام جمع کے مناسب ہے اور جو جمع بعد الفرق کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور عین الیقین اور حق الیقین کے بیان میں تحریر فرمایا ہے۔''

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹٦ھ/ ۱٦۸۵ء) آپ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

''کمالات دستگاہ شیخ محمد محسن سیالکوٹی، جنہوں نے خود کو کلمہ حق کے اعلاء میں فدا کر ڈالا ہے اور امر معروف اور نہی منکران کا پسندیدہ شیوہ ہے، بعض دینی امور کی تبلیغ کے لیے متوجہ ملازمت ہے۔ (مکتوبات سیفیہ ۸۵/۱۲۴)۔ اخوند ملا محسن سیالکوٹی اس مدت میں، جب عرس کے دنوں میں آئے تھے، انہوں نے کمالات نبوت کے حصول کا اشارہ کیا تھا۔'' (ایضاً ۱۷۲:۱۹۸)۔

حضرت شیخ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء) آپ کے بارے میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

> ''ملا محسن سیالکوٹی اس سفر میں کمالات نبوت سے مبشر ہوئے۔ ایک مرتبہ اسی روز کہ وطن سے آئے تھے، ان کو حضرت (خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) نے طلب فرمایا۔ اُٹھنے کے بعد فقیر (حضرت شیخ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ) سے فرمایا کہ میں ان (ملا محسن سیالکوٹی) کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ ایک عالی اور انوار سے مزین خلعت ان کو عنایت ہوئی۔ معلوم ہوا کہ (یہ) قطبیت ارشاد کی خلعت تھی، لیکن ان کے بقعہ وطن سے مشروط۔ (اس پر) اللہ جل شانہٗ کا شکر بجا لائے'' (خزینۃ المعارف ۲۴:۴۴-۴۵)۔

سفر آخرت:

آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے چند برس بعد رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة.

خلفاء:

آپ کے خلفاء نے حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۲ھ/۱۷۴۰ء) سے بیعت کر لی تھی۔ خصوصاً حضرت حافظ نور محمد سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۱ھ/ ۳۹-۱۷۳۸ء) نے اور ان کے خلفاء حضرت شیخ محمد سعید سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ محمد اعظم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ اُستاد حدیث حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء)، حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) اور حضرت صوفی عبد الرحیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ [۱۶۱]

حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

ولادت:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے دوسرے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ بروز جمعۃ المبارک ۷ رمضان المبارک ۱۰۳۴ھ/ ۱۳ جون ۱۶۲۵ء، کو سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت پر آپ کے والد بزرگوارؒ نے بطور شکرانہ بہت سا کھانا پکا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روح فتوح کے نام پر تقسیم فرمایا۔

تحصیل علوم ظاہری و باطنی:

آپ نے قلیل مدت میں قرآن مجید حفظ کیا اور بعد ازاں علوم ظاہری کی تحصیل شروع فرمائی۔ اپنے مکرم چچا حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) سے اکثر کتابیں پڑھیں۔ وہ آپ کے بارے میں فرماتے تھے: ''یہ مجھ سے پڑھنے نہیں آتے، بلکہ پڑھانے آتے ہیں''۔ سلوک باطنی کی تکمیل اپنے بزرگوارؒ سے فرمائی۔

مقام ومنزلت:

آپ بڑے صاحب مقام بزرگ تھے۔ عرب کے علماء و مشائخ مثلاً حضرت شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ، رئیس المشائخ حضرت فخر الدین خطیبؒ اور حضرت مولانا شمس الدین ملک العلماءؒ وغیرہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔

سفر آخرت:

آخری عمر میں آپ کے پاؤں کے درد اور خفقان کا عارضہ لاحق ہوا اور بالآخر اسی برس کی عمر میں جمعۃ المبارک کی رات ۲۹ محرم ۱۱۱۴ھ/ ۱۶ جون ۱۷۰۲ء کو اوراد و اشغال اور نماز تہجد کی ادائیگی کے بعد لیٹے اور تین بار کلمہ شہادت پڑھ کر جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے گنبد سے شمال کی جانب فتح باغ کے نزدیک آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً[۱۶۲]

آپ کے مفصل حالات کے ملاحظہ فرمائیں: زیر نظر کتاب (باب سوم، فصل نہم)

حضرت شیخ محمد یار رحمۃ اللہ علیہ

لقب:

آپ کا لقب ''خدا پرست خان'' تھا۔

خلافت:

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی خدمت میں چار برس رہ کر ضروری پوشیدہ اسرار کے محرم بنے اور خلافت کا شرف پایا۔ صاحب مقامات معصومی کی دوسری روایت کے مطابق آپ چودہ سال حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے۔

شاہی ملازمت:

آخر میں اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) نے بغیر درخواست کے آپ کو منصب دار بنایا۔ بعدازاں بہادر شاہ اوّل (۱۱۱۸ سے ۱۱۲۴ھ/ ۱۷۰۷ سے ۱۷۱۲ء) کے زمانے میں آپ کا منصب ہزاری ہو گیا تھا۔

سفرآخرت:

آپ نے ۱۱۲۳ھ/ ۱۲-۱۷۱۱ء میں لاہور میں رحلت فرمائی اور شاہجہان آباد (دہلی) میں زیر قدم مبارک آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة۔[۱۶۳]

حضرت شیخ سیّد محمد یوسف گردیزی رحمۃ اللہ علیہ

خاندان:

آپ ملتان کے مشہور گردیزی خاندان کے سادات کے چشم و چراغ تھے۔آپ کے اجداد اکابر مشائخ کی اولاد میں سے تھے۔حضرت شیخ ابوالحسن علی بن عثمان ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۵ھ/ ۱۰۷۲ء) نے آپ کے جداعلیٰ شیخ قسورہ بن محمد الجردیزیؒ (گردیزی) کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اہل غزنین میں سے تھے اور اہل طریقت سے کامل شفقت رکھتے تھے اور ان کے نزدیک ہر ایک کی عزت ہے۔فخر مدبر نے آداب الحرب والشجاعت میں شیخ قسورہؒ کی ایک کرامت نقل کی ہے اور انھیں ''شیخ الاسلام'' لکھا ہے۔

آپ مخدوم محمد یوسف رابع (رحمۃ اللہ علیہ) کہلاتے ہیں۔اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) تخت نشینی کی جنگ کے دوران ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۸۵ء میں داراشکوہ (م ۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۹ء) کے تعاقب میں جب ملتان پہنچا تو شاہ گردیزؒ کے مزار کی زیارت کی۔اس وقت حضرت مخدوم محمد یوسف رابع رحمۃ اللہ علیہ ہی سجادہ نشین تھے۔بادشاہ نے ایک خلعت اور مادہ ہاتھی انھیں بطور نذرانہ پیش کیں۔

اس خاندان کے مخدوم محمد یوسف اوّل رحمۃ اللہ علیہ ایک واسطے سے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔مقامات معصومی کے مؤلف حضرت میر صفر احمد معصومی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء) تیرہ برس کی عمر میں ۱۰۹۹ھ/ ۸۸-۱۶۸۷ء میں اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ محمد فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۷ھ/ ۱۷۰۵ء) کے ہمراہ ملتان کی سیر کو گئے تو وہاں حضرات گردیزی کی خانقاہ شریف میں حضرت سیّد ابراہیم بن مخدوم محمد یوسف رابع گردیزی رحمۃ اللہ علیہ سے علم منطق کی کتاب شرح شمسیہ کے ایک دو سبق پڑھے۔

بیعت وخلافت:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے حلقہ ارادت میں شامل ہونے سے پہلے ہی حقیقت شناس، اپنی موروثی بزرگی کے حامل اور اپنے آبائے کرام کی مسند پر

کمال اہتمام کے ساتھ سجادہ نشین تھے۔ تصفیہ قلب بھی حاصل روزگار تھا، یہاں تک کہ عنایت آپ کے شامل حال تھی۔ لہٰذا (خاندانی) حب جاہ کو ترک کر کے سرہند شریف میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضری دی اور آپ کے جلیل القدر اصحاب میں شمار ہو گیا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی برکات سے تراوش حاصل کر کے کمالات معصومی کے ذریعے اپنا ایمان درست کیا۔ اپنے وطن کی خلافت سے ممتاز ہوئے۔ نیز ملتان کی قطبیت کا شرف پایا۔

آپ کا خاندانی حب جاہ کو ترک کر دینے کا جذبہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کو بہت ہی زیادہ پسند آیا۔ آپ نے بار ہا سرہند شریف حاضری دی اور ہر مرتبہ واضح عنایتوں اور ظاہری کرامتوں سے سرفراز ہوئے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ آپ پر بڑے مہربان تھے۔ مکتوبات معصومیہ میں تین مکاتیب گرامی (جلد ۳: ۱۶۲، ۱۸۸، ۲۳۳) ''شیخ محمد یوسف گردیزی پیرزادہ ملتان'' کے عنوان سے آپ کے نام موجود ہیں۔

ترویج سلسلہ:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے آپ کو اجازت وخلافت سے مشرف فرما کر اپنے وطن مالوف ملتان روانہ فرمایا۔ جہاں آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج واشاعت کا آغاز فرمایا اور ملتان اور اس کے گرد ونواح میں اس سلسلہ عالیہ کے فیوض و برکات کو عام کیا اور خوب قبولیت نصیب ہوئی۔

فرزند گرامی کی ولادت:

ایک بار آپ سرہند شریف میں حاضر تھے کہ گھر سے بیٹے کی ولادت کی خبر پہنچی۔ آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) سے اس فرزند کا نام رکھنے کی درخواست کی۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نام ''سیّد ابراہیم'' رکھا۔ بعد ازاں آپ نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت لی اور اپنے وطن مالوف ملتان چلے گئے۔ پھر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ یہاں تک کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے وصال فرمایا۔

فاتحہ اور روضہ معصومی کی زیارت کے لیے حاضری:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے وصال مبارک کے بعد آپ نے فاتحہ اور روضہ مقدسہ کی زیارت کے لیے سرہند شریف حاضری دی۔ اس سفر میں آپ نے مخدوم زادہ حضرت محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء) سے ذکر خفی کی ذکر جہر پر فضیلت کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے رسالہ در فضیلت ذکر خفی (عربی) تحریر فرمایا۔

سفر آخرت:

صاحب مقامات معصومی کے مطابق آپ نے اپنے مولد، مسکن ملتان میں تقریباً ۱۰۹۰ھ/ ۸۰-۱۶۷۹ء میں رحلت فرمائی۔ ایک دوسری روایت کے مطابق سال وصال ۱۰۹۳ھ/ ۱۶۸۲ء ہے۔

آپ ملتان ہی میں مزارات شاہ گرویزیاں میں حضرت مخدوم محمد یوسف اوّلؒ کے منقش مزار کے دروازے کی بالکل عقبی دیوار کے ساتھ ایک چبوترے پر آسودہ خاک ہوئے۔ آپ کی قبر مبارک اینٹوں کی بنی ہوئی ہے اور اس پر کتبہ نہیں ہے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة.

حضرت شیخ محمد فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۷ھ/ ۱۷۰۵ء) آپ کے مزار کے انوار کا بہت ذکر کرتے تھے۔ اس شہر میں موجود دوسرے مزارات اکابر کے مقابلہ میں اسے مستثنٰی گردانتے تھے کہ وہاں سے کمالات وراثت کی خوشبو آتی ہے۔

اولاد امجاد:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ فرزند عطا فرمائے، جو سب فضائل سے آراستہ تھے۔ ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

① حضرت سیّد محمد راجو رحمۃ اللہ علیہ ② حضرت سیّد حامد رحمۃ اللہ علیہ

③ حضرت سیّد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ④ حضرت سیّد عالم رحمۃ اللہ علیہ

⑤ حضرت سیّد حافظ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ اپنے سب بھائیوں میں علمی قابلیت اور روحانی

فضائل میں ممتاز ہوئے۔ اپنی خانقاہ پر طلبہ دینی کو درسی کتب پڑھاتے تھے۔ آپ نے دہلی میں رحلت فرمائی۔ آپ کی نعش مبارک ملتان لائی گئی اور مزارات گردیزیان، ملتان میں حضرت مخدوم محمد یوسف اوّلؒ کے مزار کے کمرے کے باہر آخری آرام گاہ پائی۔ آپ کی قبر مبارک پر کتبہ نہیں ہے۔[۱۶۴]

حضرت شیخ مراد شامی رحمۃ اللہ علیہ

نسب نامہ:

مراد بن علی بن داؤد بن کمال الدین بن محمد بن عمر بن شعیب بن ہود۔ سلسلہ نسب نبی کریم ﷺ تک پہنچتا ہے۔ حسینی بخاری تھے (دیکھئے سلک الدرر ۲: ۷۰)۔

مولد و مسکن:

آپ ۱۰۵۰ھ/ ۴۱-۱۶۴۰ء میں سمرقند میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی نے سلوک کی تعلیم حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) سے حاصل کی تھی۔

آپ نے بھی ہندوستان وارد ہو کر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) سے اخذ و کسب فیض کیا اور ان کے بڑے خلفاء میں شامل ہوئے۔

بیعت و خلافت:

آپ حافظ حدیث تھے اور دس ہزار احادیث اسانید و روایت کے ساتھ یاد تھیں۔ اوّل علوم ظاہری میں کمال حاصل کیا۔ پھر جذبہ الٰہی کے ہاتھوں مغلوب ہو کر ہندوستان آئے اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کا شرف پایا اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض و برکات کسب و اخذ کیے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ آپ پر بڑے مہربان تھے، لہٰذا خصوصی توجہ کے ساتھ ایک ماہ سے بھی کم مدت میں آپ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا اور ساتھ ہی ملک شام جانے کا حکم دیا اور ان کا مسکن شام مقرر فرمایا۔

آپ نے ازراہِ انکساری عرض کیا: ''حضرت! میں ایک کمزور آدمی ہوں، نیز علمی سرمایہ بھی نہیں، لہٰذا وہاں مجھ سے اس طریقہ عالیہ کی تبلیغ کیا ہوگی؟''

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''میں نے خواجگان عالیہ کی رائے سے تمہارا انتخاب کیا ہے، لہٰذا کسی قسم

کا فکر نہ کرو، اِنْ شآءاللہ کامیابی ہوگی۔"

ساتھ ہی حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"پہلے ماوراء النہر جاکر شیخ حبیب اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) سے ملاقات کرو۔ پھر ایران کے راستہ ملک شام پہنچ کر بیت المقدس میں مقیم ہو جاؤ۔"

شام میں اقامت:

آپ نے پیرومرشد کے حکم پر عمل کیا۔ چندروز حضرت شیخ حبیب اللہ حصاری بخاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۰ھ/ ۱۶۹۸ء) کے ہاں مقیم رہے اور پھر براستہ ایران شام چلے گئے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے جو مرید وہاں تھے، جب ان کو آپ کی آمد کا علم ہوا تو انہوں نے خوب استقبال کیا اور بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ بیت المقدس میں آپ کے قیام کا انتظام کیا۔

قبولیت عامہ:

بیت المقدس میں آپ کو خوب قبولیت نصیب ہوئی۔ آپ نے یہاں مکتوبات امام ربانی اور مکتوبات معصومیہ کے درس کا آغاز کیا اور کئی مکاتیب شریفہ کا عربی میں ترجمہ کیا، تاکہ جو لوگ عربی نہیں جانتے وہ معارف مجددیہ اور معصومیہ سے فیض یاب ہوں۔ بڑے بڑے علماء ومشائخ آپ کے ارادتمندوں میں شامل ہو گئے اور لوگوں کی کثیر تعداد نے آپ سے بیعت کی۔ جب سلطان روم کو معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے اپنا ایک خلیفہ بیت المقدس روانہ فرمایا ہے تو اس نے آپ کے ذاتی خرچ کے لیے ایک لاکھ دینار اور آپ کی خانقاہ شریف کے اخراجات کے لیے تین لاکھ دینار سالانہ مقرر کر دیے۔ اس کے علاوہ اور فتوحات بھی آپ کی خدمت میں پہنچنے لگیں۔ آپ ملک شام، روم، عرب اور یمن کے تمام مشائخ سے زیادہ بزرگ تھے۔ بہت لوگ آپ کی صحبت بابرکت سے فیض حاصل کر کے کمال کو پہنچے اور خلافت پائی۔ آپ کی مساعی سے شام اور ترکی میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ پھیلا۔

حج بیت اللہ کی سعادتیں:

آپ نے ۱۰۶۷ تا ۱۱۱۹ھ/ ۱۶۵۷ تا ۱۷۰۸ء چار مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت پائی۔ روضۃ القیومیہ کی روایت کے مطابق پہلی بار تشریف لے گئے تو معذوری کی وجہ سے تخت پر بیٹھ کر حرم شریف میں حاضر ہوئے اور اسی پر طواف وارکان حج ادا فرمائے۔اس سے پہلے یہ شرف کسی عام و خاص کو حاصل نہیں ہوا تھا۔ جدید تحقیق سے ثابت ہے کہ آپ دائمی معذور ہرگز نہ تھے۔ یہ معذوری وعذر یقیناً عارضی نوعیت کا تھا۔

جب حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) حج بیت اللہ کے لیے ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۱ء میں تشریف لے گئے تو آپ کئی ہزار شامیوں کے ہمراہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے استقبال کے لئے مکہ مکرمہ پہنچے تھے اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے اخراجات کا بڑا حصہ آپ ہی کا تھا۔ نیز حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء) دوسری بار ۱۰۹۰ھ/ ۱۶۸۰ء میں اور تیسری دفعہ ۱۱۰۸ھ/ ۱۶۹۷ء میں حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے۔ ہر دو مرتبہ آپ نے ملک شام سے حاضر ہوکر تمام اخراجات برداشت کیے اور ہر طرح کی خدمت بجالائی۔

حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے آخری سفر حج میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے خاندان اور وابستگان سلسلہ کی کثیر تعداد ان کے ساتھ تھی، جو زیارت حرمین الشریفین کے ارادہ سے نکلے تھے۔اس موقع پر آپ نے شائستہ خدمات انجام دیں اور تمام اہل قافلہ آپ کے بہت ہی زیادہ شکر گزار تھے۔ ایک لاکھ روپے لے کر حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یہ رقم محض حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ محبت کے غلبہ کی وجہ سے ہے، جس کا اظہار آپ کے فرزندانِ گرامی کے ساتھ کر رہا ہوں۔ آپ نے حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس سے پہلے میں نے سات بار یہ رقم جمع کی، جب حج کے ارادہ سے گھر سے نکلتا اور ہر بار آپ کی آمد کی خبر سنتا تھا، یہاں تک کہ حج کے دنوں میں مکہ مکرمہ پہنچ نہ سکا۔

اسفار:

آپ نے ہندوستان، بخارا، اصفہان اور حجاز مقدس کے سفر کیے۔ تین برس تک نبی کریم ﷺ کے روضہ انور پر قیام کیا۔ پھر بغداد سے ہوتے ہوئے بلاد عجم پہنچے اور مشہور شاعر میرزا صائب (م۱۰۸۱ھ/۱۶۷۰ء) سے ملاقات کی۔ اس سفر میں ... و بلخ کے علماء و مشائخ سے بھی ملاقات ہوئی۔ دوبارہ بغداد پہنچے۔ وہاں سے حج کی ادائیگی کے لیے مکہ مکرمہ جانا ہوا۔ حج اور زیارت حرمین الشریفین کے بعد قاہرہ، دمشق اور روم کا سفر کیا۔ قسطنطنیہ پہنچے اور محلہ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ میں مقیم رہے۔ (دیکھیے: سلک الدرر۴:۱۲۹-۱۳۰)۔

سفر آخرت:

صاحب مقامات معصومی کے مطابق آپ نے ۱۱۲۴ھ/۱۷۱۲ء یا ۱۱۲۵ھ/۱۷۱۳ء کے لگ بھگ رحلت فرمائی اور بیت المقدس میں مدفون ہوئے۔ آپ کے پڑپوتے شیخ محمد خلیل مرادیؒ (م۱۲۰۶ھ/۱۷۹۲ء) کے مطابق آپ نے ۱۱۳۲ھ/ ۱۷۲۰ء میں قسطنطنیہ میں جامع ابی ایوب انصاری رضی اللہ عنہ میں رحلت فرمائی اور محلہ نیشانجی پاشا کے معروف مدرسہ میں مدفون ہوئے۔

اولاد امجاد:

آپ کے دو صاحبزادے تھے اور صاحب مقامات معصومی کے مطابق دونوں حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۵۲ھ/۱۷۴۰ء) کے خلیفہ تھے۔ ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

① حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ

اپنے والد گرامی کے وصال مبارک کے بعد ان کے سجادہ نشین اور خانقاہ کے متولی بنے۔ یہ ۱۰۹۴ھ/۱۶۸۳ء میں پیدا ہوئے اور ۱۱۶۹ھ/۱۷۵۵ء میں رحلت فرمائی۔ کئی اہم کتب تالیف فرمائی۔

انہوں نے حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۵۲ھ/۱۷۴۰ء) کی خدمت میں حاضری دی تھی۔ صاحب مقامات معصومی نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ دونوں صاحبزادگان استقامت سے موصوف ہیں۔ ان میں سے ایک (حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد معصومی میں

اتنے خوش اسلوب ہیں کہ جس پوشاک میں بھی جلوہ گر ہوتے ہیں، مخلص عشاق کی نظر میں ایک ایسا سرمہ ہیں، جس سے آفاق روشن ہے۔

ان کے تین صاحبزادے تھے:

(الف) ابراہیم (۱۱۱۸-۱۱۴۲ھ) (دیکھئے: سلک الدرر ۱: ۲۵)۔

(ب) علی (۱۱۳۲-۱۱۸۴ھ)۔ ان کے دو بیٹے تھے ① احمد السعید (۱۱۵۰-۱۱۸۰ھ)

② محمد خلیل آفندی، (۱۱۷۳-۱۲۰۶ھ) یہ سلک الدرر کے مؤلف ہیں۔

(ج) حسین (۱۱۳۸-۱۱۸۸ھ)

② حضرت شیخ مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ:

یہ بھی حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۲ھ/ ۱۷۴۰ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ صاحب استقامت تھے۔ ان کے صاحبزادے عبداللہ تھے اور ان کے بیٹے کا نام طاہر تھا۔

تصنیفات:

آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے معارف میں بہت زیادہ رسائل تحریر فرمائے (دیکھئے: سٹوری ۱: ۲۹۴، بروکلمان ۲: ۳۴۴، ۴۴۶، ضمیمہ ۲: ۶۵۳۔ بسلسلہ محمد مراد الازبکی بخاری)۔ ان کی ایک مشہور کتاب ''جامع مفردات القرآنیہ'' (دو مجلد) ہے، جس میں مفردات تین زبانوں میں تحریر ہیں۔ اوّل عربیؔ، پھر فارسی اور اس کے بعد ترکی میں۔ یہ علمائے روم میں بہت مشہور ہے (دیکھئے: سٹوری: ادبیات فارسی ۱: ۲۹۴)۔ یہاں آپ کی نسبت ''کشمیری'' لکھی ہوئی ہے۔ [۱۶۵]

حضرت میر مظفر حسین رحمۃ اللہ علیہ

والد بزرگوار:

آپ حضرت میر عماد الدین محمد الحسینی الہروی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔

خلافت:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ ۱۶۶۸ء) سے خلافت پائی۔ آپ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاص احباب میں سے تھے۔

عنایاتِ مرشد:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے مخصوصین میں سے تھے۔ آپ کے نام حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک نہایت ہی شوق انگیز مکتوب گرامی موجود ہے۔ ''جو عشق وشوق اور عدم حصول کے درد کے بیان میں اور محبت جو کہ معیت کا ثمرہ دینے والی ہے۔ اس کی تکمیل پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا گیا'' (جلد۲: ۸۶، ص ۱۵۶-۱۵۹)۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت شیخ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) اپنے ایک مکتوب گرامی میں آپ کا ذکر یوں فرماتے ہیں:

> ''میر مظفر حسین...... قلیل مدت میں اس ولایت کبریٰ تک پہنچ گئے ہیں۔'' (خزینۃ المعارف ۲۴: ۴۰)۔

حضرت میرک معین الدین رحمۃ اللہ علیہ

نسب:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے بڑے خلفاء میں سے تھے۔شجرہ نسب یہ ہے:

''میرک معین الدین بن میرک حسین بن میر کمال بن میر حسن خوافی ہراتی رحمۃ اللہ علیہ''۔

آپ کے اجداد میں سے میر حسنؒ ہرات (افغانستان) کے مضافاتی قصبہ ''واف'' کے باشندے تھے۔میر کمالؒ اپنے بیٹے میرک حسینؒ کے ساتھ دور اکبری میں ہندوستان آ گئے اور میرک حسینؒ نے جہانگیر (م ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء) کے دربار میں خوب مقام پایا۔صاحب ذخیرۃ الخوانین (۱۰۶۰ھ) لکھتے ہیں:

''میرک معین الدین بن میرک حسین خوافی کے باپ دادا کی بزرگی سورج سے زیادہ روشن ہے۔''

ملازمت:

آپ کے والد بزرگوار نے آپ کی تعلیم وتربیت میں خوب محنت کی۔آپ نے پڑھ لکھ کر شاہی ملازمت اختیار کر لی اور عہد شاہجہان میں ۱۰۵۰ھ/۴۱-۱۶۴۰ء میں بخشی گری اور واقعہ نویسی صوبہ اجمیر کے کام پر مامور ہو گئے۔

خصائل:

آپ علم وفضل، فہم وفراست اور حسن خط میں بہرہ کامل رکھتے تھے۔صاحب ماثر الامراء نے آپ کے بارے میں یوں لکھا ہے:

''خان آمرزش نشان، میرک معین الدین احمد، امانت خان خوافی، راستی منش، دیدہ ور، حقیقت بین، فقیر مشرب، غنی مزاج، فرشتہ خو،

پسندیدہ عادت، صاحب مروت، عالی فطرت، صاحب دیانت و امانت وغیرہ تھے۔"

شہرت خاص:

آپ ۱۰۶۴ھ/ ۵۴-۱۶۵۳ء میں شاہ جہان بادشاہ (م ۱۰۷۶ھ/ ۱۶۶۶ء) کی جانب سے صوبہ ملتان کی خدمت دیوانی وبخشی گری اور واقعہ نویسی پر مقرر ہوئے اور خوب شہرت و نیک نامی حاصل کی۔ آپ کے اصلاح وتقویٰ کو دیکھ کر یہاں کے لوگ آپ سے مریدوں کی طرح پیش آتے تھے۔ آپ اس علاقے میں "میرک جیو" کے نام سے معروف تھے۔ ملتان سے دو کوس کے فاصلے پر آپ نے ایک باغ اور ایک حویلی بنوائی، جو کوٹلہ میرک جیو کے نام سے مشہور ہے۔ عہد عالمگیری میں آپ کو "دیوان کابل" اور "امانت خان" کے خطاب عطا ہوئے۔ اس کے بعد آپ صوبہ لاہور کی دیوانی اور پھر دکن کی دیوانی وغیرہ پر مامور رہے۔

خلافت:

آپ کا شمار حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے خلفاء میں ہے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے دو مکتوبات گرامی (دفتر دوم: ۸۹، ۱۵۸) آپ کے نام ہیں۔

سفر آخرت:

آپ نے ۱۰۹۵ھ/ ۱۶۸۴ء میں رحلت فرمائی اور اورنگ آباد (دکن) کے جنوب میں درگاہ نور حمامی کے قریب آخری آرام گاہ پائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً

اولاد امجاد:

آپ کی اولاد میں سات صاحبزادے اور آٹھ صاحبزادیاں شامل تھیں۔ ایک صاحبزادے کا نام کاظم خان تھا، جو ماثر الامراء کے مصنف صمصام الدولہ شاہنواز (م ۱۱۷۱ھ/ ۵۸-۱۷۵۷ء) کے دادا تھے۔

تالیف:

کتاب "شرعۃ الاسلام" کا ترجمہ آپ سے یادگار ہے۔[۱۶۷]

حضرت میر مفاخر حسین رحمۃ اللہ علیہ

والد بزرگوار:

آپ میر عماد الدین محمد الحسینی الہروی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔ آپ سرہند شریف (ہندوستان) میں مقیم تھے۔

ملازمت:

شروع میں شاہی ملازمت اختیار کی اور بعدازاں ترک کر دی۔

شاعری:

آپ عمدہ شاعر تھے اور ''ثاقب'' تخلص تھا۔ مشہور شاعر میر محمد زمان راسخ آپ کے بھتیجے و شاگرد تھے۔ نیز فارسی کے شاعر علی رضا حقیقت سرہندی آپ کے اقرباء میں سے تھے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کا قطعہ تاریخ وصال جو روضۃ القیومیہ (۲: ۱۶۵) میں درج ہے انہی کا سرودہ ہے۔ صاحب روضۃ القیومیہ نے لکھا ہے کہ آپ حضرت خواجہ (محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) کے مخصوص احباب میں سے تھے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت عطا فرمائی تھی۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب گرامی آپ کے نام ہے ''جو اس بیان میں تحریر فرمایا گیا کہ انفس آفاق کی طرح مطلوب کو پانے سے محروم ہے، انفس سے بھی گزر جانا چاہیے، تاکہ وصل کے گلستانوں سے کوئی پھول چن سکے۔'' (جلد ۲: ۱۰۳)۔

سفر آخرت:

آپ نے ۱۱۰۰ھ/ ۸۹-۱۶۸۸ء میں سرہند شریف میں رحلت فرمائی اور وہیں آسودہ خاک ہوئے۔ [۱۶۸]

حضرت نواب مکرم خان رحمۃ اللہ علیہ

خاندان:

آپ صحیح النسب سیّد تھے۔ آپ کے والد شیخ میر خوانی (م ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۷ء) اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کے قابل اعتماد ملازم تھے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے چار مکتوبات گرامی (دفتر اول: ۴۸، ۴۹، ۱۴۷، ۱۲۱) ان کے نام ہیں، جن میں ان کا نام ''میر محمد خافی'' تحریر ہے۔

آپ کے چچا سیّد میر خوانی المخاطب بہ امیر خان (م ۱۰۸۰ھ/ ۱۶۷۰ء) شیخ میر خوانی کے چھوٹے بھائی تھے، جو ان کی وفات کے بعد چار ہزار ذات اور تین ہزار سوار کے منصب کے حامل رہے۔ بعد ازاں ۱۰۶۷ھ سے ۱۰۷۵ھ/ ۱۶۵۶ سے ۱۶۶۴ء تک کابل (افغانستان) کے صوبہ دار رہے۔ پھر مستعفی ہو کر دہلی میں مقیم ہو گئے اور یہیں وفات پائی۔ لاولد تھے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب گرامی (جلد ۲: ۱۰۰) محررہ ۱۰۳۵ھ/ ۱۶۲۳ء ان کے نام ہے، جس کا موضوع ''تحصیل معرفت پر شوق دلانا'' ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت صوفی پاینده محمد کابلی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کے روابط تھے اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب گرامی حضرت صوفی پاینده محمد کابلی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو پہنچایا تھا (دیکھئے: مکتوبات معصومیہ ۳: ۲۱۲)۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) نے سیّد امیر خان کے انتقال (۱۰۸۰ھ/ ۱۶۷۰ء) پر بی بی عرب خانم کے نام تعزیت نامہ تحریر فرماتے ہوئے لکھا: ''سمجھ نہیں آتا کہ کیا لکھوں اور کس طرح واضح کروں کہ مغفرت نشاں محبوب القلوب (سیّد امیر) خان کی وفات کی وحشت ناک خبر کو سن کر...... کیسا دکھ و غم اس دل فگار کو پہنچا ہے۔ جس روز یہ خبر پہنچی اہل خانہ پر ایسی حالت طاری ہوئی، جس کے بیان کا حوصلہ نہیں رکھتا۔'' (دیکھئے: مکتوبات سیفیہ ۴۷: ۶۶)۔

بی بی عرب خانم حضرات مجددیہ کی عقیدت مند تھیں۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے تین اور مکتوبات گرامی (ایضاً: ۳: ۷۳، ۷۹، ۱۰۷، ۱۱۸، ۱۵۵: ۱۷۶) ان کے نام ہیں۔

آپ کے بڑے بھائی سیّد میر ابراہیم المخاطب محتشم خان بن شیخ میر خوافی (م۱۱۱۹ھ/ ۱۷۰۸ء) اورنگ زیب عالمگیرؒ کے ایک ہزاری ذات اور چار سو سوار کے منصب کے حامل تھے، جن کے منصب میں برابر ترقی ہوتی رہی اور بادشاہ کی نوازشات کے مستحق قرار پائے۔ان کے نام حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے چھ مکتوبات گرامی (جلد۲: ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۳: ۱۷۳، ۱۹۲، ۲۲۵) موجود ہیں۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے چھ مکتوبات گرامی (دیکھئے مکتوبات سیفیہ: ۱۹، ۱۰۸، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۶۷، ۱۸۴) بھی ان کے نام ہیں، جن میں انھیں ''خان سعادت نشان محتشم خان'' تحریر فرمایا ہے۔ دونوں حضرات گرامی نے انھیں گراں قدر نصائح سے نوازتے ہوئے ذکر وفکر میں مشغول رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔ میر ابراہیم کے بیٹوں میں ''میر محمد جان'' قابل وذی علم تھے اور ان کا شمار علماء میں ہوتا ہے۔انھیں باپ کا خطاب ''محتشم خان'' عنایت ہوا تھا اور وہ دکن میں بخشی کے عہدہ پر فائز رہے۔ان کے بیٹے حشمت اللہ خان تھے (دیکھئے مآثر الامراء۳: ۶۵۲، نزہۃ الخواطر۶: ۲۹۳)۔

آپ کے چھوٹے بھائی میر یعقوبؒ المخاطب بہ ''شمشیر خان'' بن شیخ میر خوافی (م۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۴ء) سب بھائیوں سے شجاع تھے (دیکھئے: مآثر الامراء۲: ۶۶۸، ۴۸۲)۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے تین مکتوبات گرامی (دفتر۲: ۱۱، ۳: ۱۵۹، ۱۹۲) ان کے نام ہیں۔ مکتوبات جلد دوّم کے جامع نے انھیں ''شمشیر خان'' لکھا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے ۱۰۷۲ھ/ ۱۶۶۲ء سے قبل انھیں یہ خطاب مل چکا تھا، کیونکہ یہ جلد دوّم کی تاریخ تکمیل ہے۔

نام:

آپ کا نام میر اسحاق تھا اور شیخ میر خوافی (م۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۷ء) کے دوسرے بیٹے تھے۔

سرکاری منصب:

عمدہ سرکاری منصب ملا اور ''مکرم خان'' کا خطاب پایا۔ لاہور اور ملتان کے گورنر بھی رہے۔ بعدازاں مستعفی ہو کر دہلی میں گوشہ نشین ہو گئے۔ (دیکھئے: مآثر الامراء۳: ۵۷۵- ۵۷۹)۔

علم پروری وفقراءنوازی:

آپ کی علم پروری اور علماوفقراءنوازی کے واقعات کتب تذکرہ میں بکثرت منقول ہیں۔ آپ کے دربار میں غنیمت کنجاہی، میر راسخ سرہندی اور محمد سعید اعجاز جیسے معروف شعراء موجود تھے۔

بیعت وخلافت:

آپ شروع میں اورنگ زیب عالمگیرؒ (م۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کے امراء میں شامل اور صاحب جاہ وحشت عالی تھے۔ پس اچانک جذبہ عنایت الٰہی کے ہاتھوں مغلوب ہوکر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت اور توجہ کی برکت سے بلند روحانی درجات پر فائز المرام ہوگئے۔

مقام روحانی:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی روحانی تربیت کی برکات سے آپ کا ظاہر شریعت سے آراستہ اور باطن طریقت سے پیراستہ ہوگیا اور آپ مقبولانِ بارگاہ ربانی اور عاشقان یزدانی میں شامل ہوگئے۔ آپ پر یوں جذبہ سلوک طاری ہوا کہ ایک روز اورنگ زیب عالمگیرؒ (م۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) نے آپ سے دریافت کیا: ''نواب صاحب آپ کی عمر کتنی ہے؟'' آپ نے جوب دیا: ''چار سال!'' بادشاہ آپ کا یہ جواب سن کر مسکرا پڑا۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: ''اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ میں نے جتنی عمر اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں بسر کی ہے؟ بس وہی (چار سال) میری اصلی عمر ہے، باقی تو وبال آخرت ہے۔'' سبحان اللہ!

عنایاتِ مرشد:

آپ کے نام حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے پانچ مکتوبات گرامی (جلد۲: ۱۵۳، ۱۵۴، ۳: ۱۵۹، ۱۶۵، ۲۲۶) ہیں۔ ایک مکتوب گرامی (۲: ۱۵۴) میں

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو یوں تحریر فرمایا:

''آپ کے والد شریف کی روحانیت کے لیے فاتحہ پڑھی اور ختم قرآن مجید کا ثواب بھی بخشا۔''

نیز اسی مکتوب گرامی میں آپ کو تحریر فرمایا:

''آپ نے اپنے مبداء تعین کی تشخیص اور اپنی ولایت کے تعین کے بارے میں پوچھا تھا۔ اِنْ شَآءَ اللہ (یہ فقیر) اس بارے میں غور کرے گا۔ اگر معلوم ہوا تو اِنْ شَآءَ اللہ اطلاع دے گا۔''

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک دوسرے مکتوب گرامی (۳:۲۲۶) میں آپ کو اس طرح تحریر فرمایا:

''جو بشارت کہ رُخصت کے وقت میں نے آپ سے بیان کی تھی، وہ اب بھی ملاحظہ ہوتی ہے۔ یہ فقیر، وہ معنی آپ میں مطالعہ کرتا ہے اور آپ کو ان انوار و اسرار کا مورد پاتا ہے، بلکہ پہلے سے زیادہ محسوس کرتا ہے اور اس مقام میں ترقی معلوم ہوتی ہے۔''

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب گرامی (۲:۱۵۳) میں آپ کو اس طرح تحریر فرمایا:

''آپ نے اپنے باطنی احوال کے بارے میں کچھ نہیں لکھا۔ ہم اُمیدوار ہیں کہ ''ولایت کبریٰ'' کا معاملہ انجام کو پہنچ گیا ہوگا اور اُوپر کی ولایت کے انوار و اسرار روشن اور فائض ہو گئے ہوں گے۔ اس بارے میں غائبانہ توجہ کی گئی اور آپ نے محسوس کی ہوگی۔ والسلام۔''

حضرات مجددیہ کے مکتوبات گرامی:

ایک بار آپ پر شاہی عتاب ہوا، جس کی خبر حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) کو ہوئی تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب گرامی بنام بی بی خانم بنت تربیت خان مرحوم میں اس پر افسوس ودکھ کا اظہار فرمایا (دیکھئے: مکتوبات سعیدیہ ۷۷/ ۱۳۶)۔

حضرت شیخ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) کے دو مکتوبات گرامی آپ کے نام

ہیں (دیکھئے: خزینۃ المعارف ۴۷،۷۳،۷۷)۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) نے اپنے دو مکتوبات گرامی (مکتوبات سیفیہ ۱۷،۲۱) میں آپ کی بلند ہمتی اور آپ کے باطنی احوال کے عروج کا تذکرہ فرمایا ہے۔ نیز حضرت محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء) کے ساتھ بھی آپ کے روابط تھے۔ (دیکھئے: وسیلۃ القبول ۱،۳۶)۔

فضیلتِ دستر خوان:

آپ کا دستر خوان بڑا پر تکلف ہوتا تھا۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) آپ کے ہاں کھانا تناول فرما لیتے تھے اور آپ کے کھانے کو نور خیال فرماتے تھے۔ حضرت مرزا جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) فرمایا کرتے تھے:

> ''جو شخص نواب صاحب (مکرم خانؒ) کے دستر خوان سے کھانا کھاتا ہے، اس کا نور اس قدر بڑھ جاتا ہے، گویا کہ اس نے دو رکعت (نماز) نفل ادا کیے ہیں۔''

سفر آخرت:

منقول ہے کہ آپ نے ایک سو بیس برس سے زائد عمر میں ۱۱۴۸ھ/ ۳۶-۱۷۳۵ء میں رحلت فرمائی۔ صاحب تاریخ محمدی نے لکھا ہے کہ آپ نے ۱۹ محرم ۱۱۲۹ھ/ ۲۳ دسمبر ۱۷۱۶ء کو وصال فرمایا۔

آپ لاولد تھے اور عبیداللہ خان کو متبنٰی بنایا تھا۔[169]

حضرت سیّد آخوند موسیٰ بھٹی کوٹی رحمۃ اللہ علیہ

وطن:

آپ موضع بھٹی کوٹ کے باشندے تھے، جو جلال آباد (افغانستان) اور پشاور کے درمیان عام راستے کے جنوب کی جانب واقع ہے، اور آپ ہی کے نام سے معروف ہے۔

سرہند شریف حاضری:

پہلی بار آپ اپنے بڑے بھائی حضرت میر رحمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ارادت کی غرض سے سرہند شریف (ہندوستان) حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے دست مبارک پر بیعت کی اور فیوض و برکات حاصل کیں، لیکن جب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی طالب علمی کا علم ہوا تو حضرت نے آپ کو سبق پڑھنے پر مامور فرمایا۔

تحصیل علم ظاہری و باطنی:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے حکم پر آپ نے اس وقت کے علماء وفضلا سے علم ظاہری کی تحصیل کی اور باقی وقت حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں رہے۔ آپ مدتوں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت مبارک میں رہ کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض و برکات اخذ وکسب کرتے رہے۔

خلعت اجازت وخلافت:

بالآخر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے کمال مہربانی فرماتے ہوئے آپ کو خلعت خلافت عطا فرمائی اور اپنے وطن مالوف میں جا کر خلق خدا کو دعوت وارشاد کا حکم فرمایا تو آپ نے انتہائی ادب سے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا:

> ''(میری) قوم افغان نہایت سخت اور تصرف طلب ہے، جب تک وہ مستقل قوی تصرفات کا مشاہدہ نہ کرلیں، اصلاً اپنی قوم کے کبراء میں سے کسی عزیز کی جانب بھی متوجہ نہیں ہوتے، بلکہ (دعوت و) ارشاد کے

سلسلہ کا ہی مذاق اُڑاتے ہیں۔ (میرے علاقہ بھٹی کوٹ کے) نواح
میں پہاڑوں کے باعث سانپ اور بچھو بہت زیادہ ہیں۔"

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "ان دونوں بلاؤں کے کاٹے ہوئے کے لیے تیرا نام ہی شفا ہے اور اسی طرح تمہارا دم بھی دوا کی طرح (کام کرے گا)۔ مطلب (یہ کہ) مختلف قسم کے مستقل قوی تصرفات تمہیں حاصل ہوں گے اور پھر جلوہ گر ہوں گے۔"

ترویج سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ:

اجازت وخلافت کی خلعت سے سرفراز ہو کر آپ اپنے وطن مالوف میں پہنچے اور دعوت و ارشاد میں مشغول ہوئے۔ وہاں آپ کو خوب قبولیت نصیب ہوئی اور بیشمار لوگوں نے آپ سے استفاضہ کیا اور خلافت پائی۔ آپ کی علیت اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) سے ملنے والی خلافت کے اجتماع سے آپ کا کارخانہ ارشاد شہرہ آفاق ہو گیا اور آپ کی مشیخت کا غلغلہ افلاک تک پہنچ گیا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے عظام میں سے چند ایک ہی اس مرتبہ ارشاد کے حامل ہوں گے۔ آپ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاص مقبولین اور معتبر خلفاء میں سے تھے۔ آپ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ شریف سے محبت کامل اور رسوخ صحیح سے وابستہ رہے اور مخلصین آپ کی صحبت کو بہت ہی غنیمت سمجھتے تھے۔

آپ کی مہمان نوازی شہرہ آفاق تھی۔ تائید الٰہی سے آپ کی ہمت اور عبادت قوتِ بشری سے بلند درجے کی تھی۔ افغانوں کے تمام قبائل آپ کے نام پر فدا تھے۔ سالکان طریقت آپ کے حضور گداگروں کی طرح دست بستہ ہو کر اس دولت کی گدائی کرتے، جس پر ناز کیا جاتا تھا۔

وسعت ارشادِ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) جب دارالخلافہ شاہجہان آباد (دہلی) تشریف لے گئے تو آپ بھی شریک سفر تھے۔ آپ سے مروی ہے کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد اتنا وسیع تھا کہ کسی دوسرے کی اس میں شرکت ممکن نہیں۔ جب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ

دارالخلافہ تشریف فرما ہوئے تو بادشاہِ وقت شاہجہان (م۱۰۷۶ھ/ ۱۶۶۶ء) کے مزاج میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں غلط فہمی نے راہ پالی تھی، لیکن پھر بھی حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک روز کے حلقہ میں چالیس ہزار افراد حاضر ہوتے تھے۔ اس کے بعد اورنگ زیب عالمگیرؒ (م۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کے عہد میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے غلبہ ارشاد کی صورت حال ہی مختلف ہو گئی تھی، کہ آپ کے فرزندان گرامی، عزیزان عظام اور خلفائے عالی مقام میں سے ہر ایک کو اس (بلند فیض) سے ایک قطرہ نصیب ہوا، جس نے ایک جہان کو آج تک سرسبز و شاداب کر رکھا ہے۔

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی عنایاتِ خاصہ:

آپ سے مروی ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی چھوٹی صاحبزادی (حضرت صفیہ رحمۃ اللہ علیہا) کی شادی مبارک کی رات حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ اور آپ کے بھائی حضرت میر رحمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو کھانے کا نگران بناتے ہوئے سب کچھ دونوں کے حوالے کیا اور ارشاد فرمایا: ''یہاں کے لوگ کھانے کو اہل مجلس تک پہنچنے سے پہلے ہی غارت کر دیتے ہیں، جس سے اہل مجلس (مہمانوں) سے شرم آنے لگتی ہے۔ آپ (دونوں) اعتقاد کے محکم ہو اور امانتداری میں بھی ممتاز ہو، لہٰذا احتیاط کی غرض سے طعام کے پاس حاضر رہو کہ کوئی بھی میری اجازت کے بغیر کھانے پر ہاتھ نہ بڑھائے۔''

پس آپ (دونوں بھائی) کامل سعادتمندی اور رغبت کے ساتھ اس خدمت پر مامور ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی حضرت شیخ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) دو آدمیوں کا ہاتھ تھامے ہوئے ان دونوں بھائیوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''ان کو کچھ کھانے کو دے دیں کہ یہ محتاج ہیں۔'' آپ نے انتہائی ادب سے عرض کیا: ''حضرت خواجہ (محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) کی اجازت کے بغیر کسی کو کچھ نہیں دیا جا سکتا۔ میں اس امر پر مامور ہوں اور مامور معذور ہوتا ہے۔''

حضرت شیخ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے کمال شفقت و مہربانی سے آپ کی اس عرض کو پسند فرماتے ہوئے فرمایا: ''آفرین ہے! ایسا ہی اعتقاد ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ مریدوں کو اپنے مرشد کا حکم

ماننے کے لیے ایسی ہی استقامت عطا فرمائے۔"

یہ فرمانے کے بعد حضرت شیخ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے کہ پہلے ان غریبوں کو کھانا دے دیں۔ یہ سنتے ہی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ خود وہاں تشریف لے گئے اور آپ سے ارشاد فرمایا: "میں نے تو غیروں کو بیبا کانہ دست درازی سے منع کیا تھا، نہ کہ کسی محتاج کو کھانا دینے سے، کیونکہ ان اخراجات کا مقصد ہی یہی ہے۔ پھر حضرت شاہ جیو (شیخ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ) نے جس کی سفارش کی ہو! حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ انہی کا ہے۔"

اس پر آپ نے اپنے قصور کا اعتراف کرتے ہوئے دونوں حضرات گرامی (حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ) سے معافی کی درخواست کی، جوان عالی مرتبت حضرات نے قبول فرمائی اور آپ کو اور آپ کے بھائی کو بہت سی عنایات سے نوازا۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے دو مکتوبات گرامی (جلد۲: ۱۲۲، ۳: ۱۷۹) آپ کے نام ہیں۔ دوسرے مکتوب گرامی میں ان کے مریدوں کے احوال (سلوک باطنی) پر اطمینان کا اظہار فرمایا گیا ہے۔

تصرفات:

مقامات معصومی کے مؤلف حضرت میر صفر احمد معصومی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء) نے لکھا ہے کہ آپ کے تصرفات اتنے زیادہ ہیں کہ وہ شمار سے باہر ہیں۔ بانجھ عورت کے لیے آپ کا تعویذ بہت مجرب ہے کہ اس میں کبھی خطا نہیں ہوتی۔

ایک روز حضرت میر صفر احمد معصومی رحمۃ اللہ علیہ دانتوں کے درد میں مبتلا ہوئے اور انھیں بچپن سے یہ عارضہ لاحق رہتا تھا۔ اس کے لیے انہوں نے آپ سے تعویذ مانگا۔ آپ نے ایک تعویذ عنایت فرمایا، جس سے ان کا درد رفع ہو گیا۔ ان کا کہنا ہے کہ آپ کے علاقے میں آپ کی یہ کرامت آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔

آپ کے بڑے بھائی میر رحمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد بھی عمر بھر بہت اچھے طریقے سے جاری رہا۔

سفرِ آخرت:

آپ نے طویل عمر پائی۔ بالآخر قضائے الٰہی سے ۱۱۲۳ھ/۱۲-۱۷۱۱ء میں رحلت فرمائی اور اپنے بھائی حضرت میر رحمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے قریب اسی باغیچہ میں آخری آرام گاہ پائی۔ آپ کے مزار پر کوئی گنبد اور کتبہ نہیں ہے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة

اولادِ امجاد:

آپ کے صاحبزادے حضرت میر سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ بڑے متقی و متشرع تھے۔ آپ کے وصال مبارک کے بعد وہ آپ کے جانشین بنے اور انھیں مسندِ ارشاد پر خوب مقبولیت نصیب ہوئی۔ وہ ظاہری علوم میں بھی کمال کے حامل تھے اور مکتوبات امام ربانی کا بڑی دقت اور کامل متانت کے ساتھ درس دیتے تھے۔

حضرت میر سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۲ھ/ ۱۷۴۰) سے سلوک کی تعلیم کاملاً حاصل کی۔ حضرت خواجہ محمدؒ زبیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قیام کابل (افغانستان) کے دوران ۱۱۱۴ھ/ ۳-۱۷۰۲ء میں انھیں خلافت عنایت فرمائی اور ان کے علاقے میں انھیں متعین فرمایا۔ وہ افغانستان میں حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اعظم معروف تھے۔ روضۃ القیومیہ کی تکمیل تقریباً ۱۱۶۴ھ/ ۱۷۵۱ء تک میر سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ بقید حیات تھے اور بہت سے حضرات نے ان سے باطنی استفادہ کیا۔ (دیکھئے: روضۃ القیومیہ ۳: ۱۲۸، ۴: ۲۴، ۲۹۴-۲۹۵)۔

حضرت اخوند میر موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۳ھ-۱۲-۱۷۱۱ء) آپ کے بڑے بھائی حضرت میر رحمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے صاحبزادے حضرت میر سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی بدولت بھٹی کوٹ اور ننگرہار (افغانستان) میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج ہوئی۔ حضرت شاہ فقیر اللہ علوی نقشبندی شکار پوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) کے مریدوں اور مکتوب الیہم میں کئی نسبتیں اس علاقے کی بھی ہیں (مثلاً دیکھئے: مکتوبات شکار پوریؒ، مکتوب نمبر ۱۲: ۹۶ بنام ملا صلاح بتی کوتی۔) ۱۷۰

حضرت نذر بیگ سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ

مقام:

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے خاص منظورِ نظر حضرات میں سے تھے۔ مختلف مراتب کے حامل تھے۔

سفرآخرت:

آپ ۱۱۳۴ھ/۱۷۲۲ء سے قبل سفرآخرت فرما گئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً. ا۔ص

حضرت شیخ نور محمد سورتی رحمۃ اللہ علیہ

وطن مالوف:

آپ سورت (ہندوستان) میں پیدا ہوئے اور یہیں مسکن تھا۔

بیعت ارادت:

آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی صحبت میں ہی فنا و محویت کا ایسا غلبہ ہوا کہ آپ کے چہرہ مبارک سے یوں پسینہ ٹپکنے لگا، جیسے گرمی کے موسم میں گرمی کی شدت سے کسی بار بردار کے چہرہ سے ٹپکتا ہے۔

خلافت:

آپ نے دوبارہ سرہند شریف حاضری دی۔ پیر و مرشد کی دوسری ہی صحبت میں آپ کا سلوک باطنی حد درجہ بلندی پر پہنچ گیا، جس پر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے آپ کو اجازت و خلافت سے اپنے وطن مالوف سورت کی مسند ارشاد پر متمکن فرما دیا۔ (دیکھئے: مکتوبات معصومیہ جلد۳: ۸۸)۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب گرامی آپ کے نام تحریر فرمایا، جس میں آپ کو تحریر فرمایا:

> ''اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ معمور رکھیں اور مولائے حقیقی جلت عظمتہ کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں جان کے ساتھ کوشش کریں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں۔ احوال لکھتے رہا کریں۔ اپنے راہ سلوک اور صاحبزادگان کی کیفیت لکھتے رہیں اور کوشش کریں کہ آپ ہر روز بہتر ہوں۔ ترقیات کے دروازے کھلے ہیں...... دُعائے خیر کے ساتھ یاد رکھیں۔ والسلام'' (جلد۳: ۲۸)۔

سفر آخرت:

آپ نے سورت (ہندوستان) میں رحلت فرمائی اور یہیں آسودہ خاک ہوئے۔
فَرَحْمَةُ اللّٰهِ رَحْمَةً وَّاسِعَة.

اولاد امجاد:

آپ کے صاحبزادگان بھی راہِ سلوک پر گامزن تھے۔ان کے اسمائے گرامی کا علم نہیں ہو سکا(دیکھئے: مکتوبات معصومی ۳:۲۸،ص ۴۷)۔[۲۷۱]

مزید خلفائے عظام کے اسمائے گرامی

مذکورہ بالا حضرات گرامی کے علاوہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے درج ذیل خلفائے عظام کے نام نامی بھی روضۃ القیومیہ میں ملتے ہیں: حضرت حاجی ابو تراب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میر ابوالفتح اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ ابوالقاسم بلخی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حاجی اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حاجی باقی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ بدیع الدین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ بقا رحمۃ اللہ علیہ، حضرت صوفی تمر بیگ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ حسین منصور رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ جلیل رحمۃ اللہ علیہ، حضرت دوست بیگ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ محمد پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شہر یار بیگ بلخی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت اخون صالح کابلی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حافظ صبور رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حاجی عارف رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبدالرحمٰن بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبدالرحمٰن گجراتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت صوفی عبدالرحمٰن ترمذی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ عبدالآخر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حافظ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت قاضی عبداللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبدالنبی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ عبدالمومن رحمۃ اللہ علیہ حضرت اخون فصیح الدین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ فقیر بنگالی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت اخون قاسم خراسانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ کلاں رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمد امین بدخشی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمد باقر کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمد برک رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میر محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ حضرت محمد سالم کابلی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمد حکیم ولد حاجی محمد اسلم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ حضرت محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمد علی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت صوفی محمود کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت صوفی محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ مصطفیٰ اندرابی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حاجی مصطفیٰ جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت صوفی مرزائی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔

حرمین الشریفین میں مقیم آپ کے بعض خلفائے عظام درج ذیل ہیں:

حضرت خواجہ محمد صادق بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبداللہ حجازی رحمۃ اللہ علیہ۔

دوسرے عرب ممالک میں آپ کے بعض خلفائے عظام درج ذیل ہیں:

حضرت مولانا شیخ عبدالرحمٰن القراسانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا علی یمنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شیخ ابوتراب رحمۃ اللہ علیہ (سابق الذکر)۔

نیز حضرت میر عارف رحمۃ اللہ علیہ (نواسہ میر محمد نعمان اکبر آبادیؒ)، حضرت میر عبدالفتاح بن میر محمد نعمان اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ عبداللطیف پشاوری رحمۃ اللہ علیہ۔[۱۷۲]

حواشی باب سوّم

۱- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۳۱۹/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد ۲: ۲۶۲/ محمد فضلؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۲۵۲/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی ۲: ۵۷، ۶۴:۴-۶۵/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: انوار معصومیہ، ص ۱۹۔

۲- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد ۲: ۲۶۲/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۳۱۹/ محمد فضلؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۲۵۲/ صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد ۲: ۵۹/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: انوار معصومیہ، ص ۲۰۔

۳- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد ۲: ۲/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: انوار معصومیہ، ص ۲۰۔

۴- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۳۱۹/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد ۲: ۲ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: انوار معصومیہ ص ۱۹-۲۰۔

۵- زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: انوار معصومیہ، ص ۲۰۔

۶- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد ۲: ۲۶۲/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۳۱۹/ محمد فضلؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۲۵۲-۲۵۳/ صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد ۲: ۵۹۔

۷- صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد ۲: ۶۳/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۳۲۰/ محمد فضلؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۲۵۴۔

۸- صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد ۲: ۵۹-۶۰

۹- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد ۲: ۲۶۲/ محمد فضلؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۲۵۶/ صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد ۲: ۶۹-۷۰۔

۱۰- صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد ۲: ۶۱۔

۱۱- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۳۲۰/ عبدالحی لکھنویؒ، مولانا: نزہۃ الخواطر، جلد ۵: ۴۰۷ صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد ۲: ۷۰/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: انوار معصومیہ، ص ۲۴/ محمد حسن کرتپوریؒ، مولانا: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۳۳۲۔

۱۲- محمد معصومؒ، خواجہ: حسنات الحرمین، ص ۱۶/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: انوار معصومیہ، ص ۲۴۔

۱۳- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد ۲: ۲۶۳، ۲۶۴/ محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۳۲۰۔

۱۴- محمد ہاشم کشمیؒ برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ص ۳۲۰-۳۲۱/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ. حضرات القدس، جلد ۲: ۲۶۳/ محمد فضلؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۲۵۵/ صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد ۲: ۵۹۔

۱۵- محمد نور بخش توکلیؒ، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۲۶۴-۲۶۵۔

۱۶- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات) ص ۳۲۰/ محمد فضلؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۲۵۶/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۴۷/ صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد۲: ۸۲/ احمد حسین خان امروہویؒ: جواہر معصومیہ، ص ۱۳، ۱۴۔

۱۷- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۲۶۴/ صفر احمد معصومیؒ، میر: مقاماتِ معصومی، جلد۲: ۶۸، ۹۹/ مجدد الف ثانیؒ، حضرت: مکتوبات امام ربانی، جلد۱: ۸۶، ص ۲۱۴-۲۱۶۔

۱۸- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۲۶۵۔

۱۹- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۲۶۴-۲۶۵۔

۲۰- صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۱۔

۲۱- محمد باقی باللہؒ، خواجہ: کلیاتِ باقی، ص ۱۲۰۔

۲۲- مجدد الف ثانیؒ، حضرت: مکتوبات امام ربانی، جلد۱: مکتوب ۲۳۶، ص ۴۱۵/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۲۹۔

۲۳- زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۳۰ مجدد الف ثانیؒ، حضرت: مکتوبات امام ربانی، جلد۱: مکتوب ۲۶۷، ص ۵۳۸-۵۳۹/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۲۶۶-۲۶۷۔

۲۴- صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد۲: ۹۸-۹۹/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۲۶۷-۲۶۸ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۱: مکتوب ۸۶، ص ۲۱۵۔

۲۵- عبدالحی لکھنویؒ، مولانا: نزہۃ الخواطر، جلد۵: ۴۰۷/ صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد۲: ۱۰۱۔

۲۶- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۲۶۸-۲۶۹ مجدد الف ثانیؒ، حضرت: مکتوبات امام ربانی، جلد۳: مکتوب ۱۰۴، ص ۶۱۰۔

۲۷- محمد نور بخش توکلیؒ، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۲۶۵-۲۶۶/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد: مکتوب ۸۶، ص ۲۱۴۔

۲۸- محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۱، مکتوب ۸۶، ص ۲۱۵/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۲۷۰/ محمد نور بخش توکلیؒ، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۲۶۶۔

۲۹- محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۱: مکتوب ۸۶، ص ۲۱۶ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۲۷۰/ محمد نور بخش توکلیؒ، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۲۶۶۔

۳۰- محمد نور بخش توکلیؒ، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۲۶۶-۲۶۷/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۱: مکتوب ۱۹۲، ص ۳۷۷-۳۷۸۔

۳۱- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۱۰/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۱: مکتوب ۲۳۷، ص ۴۴۵/ محمد نور بخش توکلیؒ، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۲۶۷۔

۳۲- صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد۲: ۱۳۱/ محمد نور بخش توکلیؒ، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۲۶۷۔

۳۳- محمد احسانؒ روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۱۱/ صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد۲: ۱۱۰/ احمد حسین خان امروہویؒ: جواہر معصومیہ، ص ۱۴/ عبدالحی لکھنویؒ، مولانا: نزہۃ الخواطر، جلد۵: ۴۰۷۔

۳۴- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۲۶۵۔
۳۵- صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد۲: ۱۱۶، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۵۔
۳۶- زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ٦٦۔
۳۷- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۸۸، ۹۲، ۹۳/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۲: مکتوب ۳۹، ص ۸۱-۸۲/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ٦٦۔
۳۸- زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ٦٦/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۸۸، ۹۲، ۹۳/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۲: مکتوب ۳۹، ص ۸۱-۸۲۔
۳۹- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۸۸، ۹۱، ۹۲/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ٦٧/ محمد معصومؒ، خواجہ، مکتوبات معصومیہ، جلد۱: مکتوب ۳۹، ص ۸۲۔
۴۰- زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ٦٦-٦٧/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۸۹، ۹۳۔
۴۱- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۸۹، ۹۲/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۷۴/ محمد عبیداللہؒ، خواجہ: یواقیت الحرمین، یاقوتیہ ۷۔
۴۲- صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی ۲: ۱۴۴۔
۴۳- زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۷۵/ محمد عبیداللہؒ، خواجہ: یواقیت الحرمین، یاقوتیہ ۱۰، ۱۱۔
۴۴- محمد عبیداللہؒ، خواجہ: یواقیت الحرمین، یاقوتیہ ۳۰/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص ۷۰۹۔
۴۵- زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص ۷۰۹/ محمد عبیداللہؒ، خواجہ: یواقیت الحرمین، یاقوتیہ ۳۴/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۸۸۔
۴۶- محمد عبیداللہؒ، خواجہ: یواقیت الحرمین، یاقوتیہ ۳۶/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۹۴-۹۵
۴۷- زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۹٦/ محمد عبیداللہؒ، خواجہ: یواقیت الحرمین، یاقوتیہ ۴۹-۵۰۔
۴۸- زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص ۷۱۰/ محمد عبیداللہؒ، خواجہ: یواقیت الحرمین، یاقوتیہ ۴۹/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۹٦۔
۴۹- زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ٦۸، ۸۲، ۸۳۔
۵۰- صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد۲: ۱۳٦۔
۵۱- صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد۲: ۱۳٦۔
۵۲- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۱۳۵-۱۳۷/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۱۴۵-۱۵۵۔
۵۳- محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد اوّل (مقدمہ)، ص ۱۴۷-۱۷۴/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۱۳۵-۱۵۵۔
۵۴- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۱۲۵، ۱۲۹۔
۵۵- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۱۲۵۔
۵٦- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۱۲۰، ۱۲۹۔

۵۷- صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد۲: ۳۰۶، جلد۳: ۲۳۴-۲۳۵، جلد۴: ۱۵۲-۱۵۳۔
۵۸- زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص۱۲۰ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۱۲۲، ۱۲۳/ محمد اقبال مجددی. مقامات معصومی، جلد اوّل (مقدمہ)، ص۱۵۱-۱۵۲/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۱۲۲، ۱۲۳/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص۱۲۰۔ Crawford, D.G: History of Indian medical service, Culcutta, 1914, Vol.1, p.9
۵۹- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۱۶۰، ۱۶۱/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص۱۲۰۔
۶۰- زوار حسین شاہ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص۱۲۰/ محمد احسان: روضۃ القیومیہ، ص۱۶۰۔
۶۱- محمد احسان: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۱۶۳/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص۱۲۱۔
۶۲- زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص۱۲۱/ محمد احسانؒ: روضہ القیومیہ، ص۱۶۳۔
۶۳- صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد۲: ۳۱۹-۳۲۰، جلد۳: ۲۴۵-۲۴۶۔
۶۳- صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد۲: ۳۱۹-۳۲۰، جلد۳: ۲۴۵-۲۴۶۔
۶۴- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۱۶۳/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص۱۲۱۔
۶۵- صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد۲: ۳۲۱، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۷، ۳۳۲، جلد۳: ۲۴۷، ۲۴۹، ۲۵۱-۲۵۲، ۲۵۷/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۱۶۵/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص۱۲۱-۱۲۳۔
۶۶- صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد۲: ۳۲۷، جلد۳: ۱۵۱-۲۵۲۔
۶۷- زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص۱۲۷/ صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد۲ ۳۶۴، جلد ۳۵۵۔
۶۸- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، ۱۹۱-۱۹۲، ۲۷۲، ۳۱۸/ بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۱۰۸/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۱۲۵-۱۲۶/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد اوّل (مقدمہ)، ص۲۳۶-۲۶۶۔
۶۹- زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۱۲۸-۱۲۹ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۹/ وکیل احمد سکندر پوری: ہدیہ احمدیہ، ص ۳۶/ صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد۲: ۳۴۲-۳۷۵، جلد۳: ۲۶۳-۲۹۰۔
۷۰- صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی جلد۲: ۳۷۶-۴۰۳، ۶۱۴، جلد۳: ۲۹۱-۳۱۰/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص۱۳۰-۱۴۰، ۱۶۰-۱۶۱، محمد احسانؒ: روضہ القیومیہ، جلد۲: ۱۳، جلد۳: ۹۔
۷۱- محمد حسن کرتپوریؒ، مولانا: تذکرہ مشائخ: نقشبندیہ، ص ۳۷۰-۳۷۱/ محمد احسانؒ روضۃ القیومیہ جلد۲: ۱۸۱، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۲۰۔ صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد۲: ۴۰۳-۴۲۲، جلد۳: ۳۱۱-۳۲۱/ وکیل احمد سکندر پوری: ہدیہ احمدیہ، ص۵۷، ۶۲، ۶۵/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص۱۴۱-۱۴۳۔
۷۲- صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد۲: ۴۲۲-۴۳۴، جلد۳: ۳۲۴-۳۳۳/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۲۱، ۲۲۳/ وکیل احمد سکندر پوری: ہدیہ احمدیہ، ص ۳۶۸/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص۱۴۴۔

۷۳- زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: انوار معصومیہ، ص ۱۴۵-۱۵۸۔ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۱۴۰، ۲۲۶، ۲۲۷-۲۲۹/ محمد حسن کرتپوریؒ، مولانا: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۳۷۴-۳۸۲/ صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد۲: ۴۳۴-۴۵۷، جلد۳: ۳۳۳-۳۴۹۔

۷۴- صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد۲: ۴۵۷-۴۶۶، جلد۳: ۳۵-۳۸/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۳۰-۲۳۱/ محمد فضلؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۳۹۵/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: انوار معصومیہ، ص ۱۵۹۔

۷۵- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۴: ۵-۱۲۲، ۲۶۴، ۲۷۱، ۲۷۵، ۲۷۶/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: انوار معصومیہ، ص ۱۶۲-۱۸۴۔

۷۶- بدر الدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۲۹۱-۲۹۵ (اُردو ترجمہ، ص ۳۱۲-۳۱۵)۔

۷۷- محمد نور بخش توکلیؒ، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۲۷۹-۲۸۵۔

۷۸- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۳۳/ اعجاز الحق قدوسی: تذکرہ صوفیائے سندھ، ص ۴۵-۶۲/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: انوار معصومیہ، ص ۳۵۷-۳۵۸/ حق نواز اعوان، ڈاکٹر: تذکرہ مشائخ سندھ، ص ۲۰۸-۲۱۲، ۲۲۲-۲۲۷، صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۱۱-۶۱۲، جلد۳: ۱۷۱-۱۷۲، جلد۴: ۳۷۱-۳۷۵/ محمد ابراہیم خلیل سندھی/ حسام الدین راشدی (مرتب): تکملہ مقالات الشعراء، ص ۲۸۵۔

۷۹- زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: انوار معصومیہ، ص ۳۵۸-۳۵۹/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۴۲۔

۸۰- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۱۷۷/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: انوار معصومیہ، ص ۳۵۹۔

۸۱- عبدالحی لکھنویؒ، مولانا: نزہۃ الخواطر، جلد۶: ۱۷-۱۸/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۲/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: انوار معصومیہ، ص ۳۵۹-۳۶۰/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۱: ۲۴/ محمد عبید اللہؒ خواجہ/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): خزینۃ المعارف ۱۲۶: ۱۴۳، ۲۴: ۲۷، ۴۲/ خلیل الرحمٰن: تاریخ برہانپور، ص ۱۹۲-۱۹۳/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۵۸۴-۵۸۶، جلد۳: ۴۴۸-۴۴۹، جلد۴: ۳۳۱۔

۸۲- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۴۳/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: انوار معصومیہ، ص ۳۶۰۔

۸۳- زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: انوار معصومیہ، ص ۳۶۰/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۴۱۔

۸۴- زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: انوار معصومیہ، ص ۳۶۰-۳۶۱/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۱: ۲۴/ صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد۲: ۵۶۸-۵۸۴، جلد۳: ۴۳۷-۴۴۷، جلد۴: ۳۲۵-۳۲۸۔

۸۵- صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۳۵، جلد۳: ۴۹۵-۴۹۶۔

۸۶- علی الدین لاہوری: عبرت نامہ ۱: ۹۴/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: انوار معصومیہ، ص ۳۶۱ محمد احسان: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۵، ۲۳۹/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۱۷-۶۱۸، جلد۳: ۴۷۷، جلد۴: ۳۸۵-۳۸۶۔

۸۷- عبدالحی لکھنویؒ، مولانا: نزہۃ الخواطر، جلد۵: ۸۵، ۹۱/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: انوار معصومیہ، ص ۳۶۱ سیف الدین سرہندیؒ، خواجہ/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): مکتوبات سیفیہ، ۹۰-۹۵: ص ۱۲۹-۱۳۲/ محمد عبید اللہؒ، خواجہ/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): خزینۃ المعارف، مکتوب نمبر ۴۴، ۹۷، ۹۸-۱۰۱، ص

۲۷ ـ ۵۔ ۱۲۳ـ۱۲۵ صفر احمد معصومی، میر محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۱۰۵ـ۱۰۷، جلد۳: ۳۲۵ـ۳۲۶، جلد۳: ۳۵۹ـ۳۶۰۔

۸۸- محمد حسن: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۵۱ زوار حسین شاہ، مولانا سید: انوار معصومیہ، ص۳۶۱ محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۱: ۳۵، جلد۲: ۸، ۱۱۷، جلد۳: ۶۵ محمد عبیداللہ، خواجہ غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر (مرتب): خزینۃ المعارف، ۱۲۹: ۱۳۵ صفر احمد معصومی، میر محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۱۰۱ـ۱۰۳، جلد۳: ۲۲۲ـ۲۲۳، جلد۳: ۳۵۳ـ۳۵۷ محمد امین فضل اللہ محبی: خلاصۃ الاثر، جلد۳: ۳۹ـ۴۲۔

۸۹- زوار حسین شاہ، مولانا سید: انوار معصومیہ، ص۳۶۲ محمد احسان: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۳۹ محمد عبیداللہ، خواجہ غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر (مرتب) خزینۃ المعارف، ۲۶، ۳۶، ۳۸ محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۲: ۲۰، جلد۳: ۱۰ـ۱۱ صفر احمد معصومی، میر: مقامات معصومی، جلد۲: ۵۰۱، جلد۳: ۶۲۲ـ۶۲۳۔

۹۰- محمد حسن: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۳۹ زوار حسین شاہ، مولانا سید: انوار معصومیہ، ص۳۶۲ صفر احمد معصومی، میر: مقامات معصومی، جلد۲: ۵۰۱، جلد۳: ۶۲۳۔

۹۱- عبدالحی حسنی، مولانا: نزہۃ الخواطر، جلد۵: ۹۸ زوار حسین شاہ، مولانا سید: انوار معصومیہ، ص۳۶۲ صفر احمد معصومی، میر محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۲۲ـ۶۲۳، جلد۳: ۳۹۳، جلد۳: ۳۹۳ـ۳۹۴ سیف الدین سرہندی، خواجہ غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر (مرتب): مکتوبات سیفیہ، ۱۰۳: ۱۳۵۔

۹۲- صفر احمد معصومی، میر محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۳۵، ۳: ۴۹۹، ۳: ۳۲۱ـ۳۲۳ محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۲: ۹۷، ص ۱۷۲ـ۱۷۳، جلد۳: ۱۵۸، ص۲۲۱ سیف الدین سرہندی، خواجہ غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر (مرتب): مکتوبات سیفیہ، ۲۰۱، ۵۳، ۱۲۱ محمد عبیداللہ، خواجہ غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر (مرتب): خزینۃ المعارف، ۲۳: ۲۰۔

۹۳- محمد احسان: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۳۹ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۳: ۳۳۲۔

۹۴- عبدالحی حسنی، مولانا: نزہۃ الخواطر، جلد۵: ۹۸ زوار حسین شاہ، مولانا سید: انوار معصومیہ، ص۳۶۲ محمد حسن: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۳۰، ۲۳۶، جلد۳: ۱۲۲ـ۱۲۳، ۳۰۲ سیف الدین سرہندی، خواجہ غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر (مرتب): مکتوبات سیفیہ، ۱۷۴: ۱۹۹ محمد نقشبندی ثانی، خواجہ غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر (مرتب) وسیلۃ القبول، ۲: ۵۲، ۳۸ـ۳۹ شیخ الدین یحییٰ مزاری: تحفۃ المرشد (احوال شیخ فضل احمد معصومی پشاوری)، ص۱۳۱ صفر احمد معصومی، میر محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۲۰۷ـ۲۰۹، ۳: ۲۹۵ـ۲۹۹، ۳: ۳۶۰ـ۳۶۶۔

۹۵- صفر احمد معصومی، میر محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۵۹۶ـ۵۹۷، ۳: ۳۵۸، ۳: ۳۵۰ـ۳۵۱۔

۹۶- صفر احمد معصومی، میر محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۲۲۳ـ۲۲۶، ۳: ۳۸۵ـ۳۸۶، ۳: ۳۹۳ـ۳۹۵ محمد احسان: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۳۶، ۳: ۱۵۔

۹۷- صفر احمد معصومی، میر محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۲۱۸ـ۲۱۹، ۳: ۳۷۸ـ۳۷۹، ۳: ۳۸۱ـ۳۸۲ محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۲: ۹۳، ۱۰۹، ۱۲۰، ۳: ۳۰، ۳۵، ۱۳۰، ۱۶۳، ۲۰۰ محمد عبیداللہ، خواجہ غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر (مرتب) خزینۃ المعارف، ۲۳: ۳۳۔

۹۸- محمد عبیداللہ، خواجہ غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر (مرتب) خزینۃ المعارف، ۳: ۳۵ـ۳۶ صفر احمد معصومی، میر محمد

اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۴۴، ۳: ۵۰۳، ۵، ۴: ۴۴۴۔

۹۹- محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۳: ۱۹۰، ص ۲۷۱-۲۷۲/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۴۵، ۳: ۵۰۳، ۴: ۴۴۳۔

۱۰۰- صفر احمد معصومیؒ میر: مقامات معصومی، جلد۲: ۵۹۷-۶۰۰، ۳: ۴۵۹-۴۶۰۔

۱۰۱- سیف الدین سرہندیؒ، خواجہ/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): مکتوبات سیفیہ، ۱۳۳، ص ۱۶۰، ۱۴۸، ص ۱۷۳/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی، جلد۲: ۶۴۴، ۳: ۵۰۳، ۴: ۴۴۱-۴۴۲۔

۱۰۲- محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۱: ۳۸، ۴۰، ۸۰، ۳: ۵۲، ۷۶/ صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۲۱-۶۲۳، ۳: ۴۸۲-۴۸۳، ۴: ۳۹۱-۳۹۲۔

۱۰۳- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۴۴/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۳۶۳/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۲: ۴۱/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد اوّل (مقدمہ)، ص ۲۰۷۔

۱۰۴- صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۱۹-۶۲۱، ۳: ۴۸۰-۴۸۱، ۴: ۳۸۷-۳۹۱/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۳۶۳/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۴۶/ وحدتؒ، عبدالاحد/ محمد مراد ننگ کشمیریؒ (جامع)/ عبداللہ جان فاروقی (مرتب): گلشن وحدت (مکتوبات حضرت وحدت)، ۵۴: Ethe, H: Catalogue of persian MSS, p.1398/۸۶

۱۰۵- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۴۴/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۲: ۱۳۵، ۳: ۲۶، ۳۹، ۴۲، ۵۹/ سیف الدین سرہندیؒ، خواجہ/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): مکتوبات سیفیہ، ۸۲، ۸۳، ۸۴، نیز ۱، ۸۶/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقاماتِ معصومی، جلد۲: ۵۴۳، ۳: ۵۰۲، ۴: ۴۳۸-۴۳۹۔

۱۰۶- صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۳۷، ۳: ۴۹۷، جلد: ۴۱۰/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۲: ۵۵، ۶۰، ۳۸۔

۱۰۷- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۴۲/ زوار حسن شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۳۶۳/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۴۰-۶۴۱، ۳: ۵۰۰، ۴: ۴۲۶-۴۲۷/ محمد مظفر حسین صبا: روز روشن، ص ۷۹۶/ حسین دوست سنبھلی: تذکرہ حسینی، ص ۴۵۴/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۲: ۸۷۔

۱۰۸- سیف الدین سرہندیؒ، خواجہ/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): مکتوبات سیفیہ، ۱۷۲: ۱۹۸/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۱۵-۶۱۷، ۳: ۴۷۵-۴۷۶، ۴: ۳۸۱-۳۸۵۔

۱۰۹- صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۳۹، ۳: ۴۹۹، ۴: ۴۲۰/ سیف الدین سرہندیؒ، خواجہ/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر: مکتوبات سیفیہ، ۸۰: ۱۲۰/ محمد عبید اللہؒ، خواجہ/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر: خزینۃ المعارف، ۱۹۹: ۱۳۷۔

۱۱۰- خوشگو، بندرا بن داس/ عطاء الرحمٰن کاکوی: سفینہ خوشگو، ص ۶۹، ۱۸۹/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱: ۳۰۲، ۳۰۳، ۴: ۸۴، ۸۸/ اجملی، محمد میرن خان نقشبندی: خازن الشعرا، ورق ۱۲۸- الف/ اخلاص، کشن چند/ وحید قریشی، ڈاکٹر (مرتب): ہمیشہ بہار، ص ۲۶۱/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۳: ۲۵، ۲۴۸/ محمد مراد ننگ کشمیریؒ: حسنات المقربین، ورق ۱۷۰- ب، ۱۲۱- الف، ب/ محمد نقشبندؒ، خواجہ/ غلام

مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): وسیلۃ القبول،۲:۱۴/ وحدتؒ،عبدالاحد/ محمد مراد ننگ (جامع)/ عبداللہ جان فاروقی (مرتب): گلشن وحدت،۵۴، ۶۶: ۵۴، ۶۷ – ۷۰/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۵۳۳ – ۵۴۳: ۳، ۴۰۸ – ۴۱۶: ۴، ۲۹۷ – ۳۰۳۔

۱۱۱- محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۲، ۱۰۲، ۱۰۴: ۳، ۵۶، ۱۹۸، ۲۱۱/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۴۳ – ۶۴۴: ۳، ۵۰۲: ۴، ۴۳۹ – ۴۴۱۔

۱۱۲- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۴۱/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص۳۶۳۔

۱۱۳- زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص۳۶۳/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۴۵۔

۱۱۴- صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۴۳: ۳، ۵۰۲: ۴، ۴۳۷۔

۱۱۵- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۴، ۳: ۳۳۸، ۴: ۲۹۸/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۳۶۳ – ۳۶۴/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۲۶ – ۶۲۷: ۳، ۴۸۷ – ۴۸۸: ۴، ۳۹۵ – ۳۹۷/ محمد عبیداللہؒ، خواجہ/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): خزینۃ المعارف، ۶، ۱۰، ۲۴، ۵۰/ محمد نقشبندؒ، خواجہ/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): وسیلۃ القبول، ۱، ۱۵۔

۱۱۶- صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۳۹، ۳: ۴۹۹، ۴: ۴۲۰ – ۴۲۱/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۳: ۲۵/ عبدالفتاح بدخشیؒ: مفتاح العارفین، ورق ۲۶ – الف۔

۱۱۷- محمد عبیداللہؒ، خواجہ/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): خزینۃ المعارف، ۱، ۲۴/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۱: ۳۴، ۱۶۶، ۱۶۷/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۰۳ – ۶۰۴: ۳، ۴۶۴: ۴، ۳۵۸۔

۱۱۸- زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص۳۶۴/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۲: ۱۴، ۳۷/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۲۸ – ۶۲۹: ۳، ۴۸۸، نیز ۲۹۳: ۴، ۳۹۸، نیز ۱۸۴۔

۱۱۹- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱: ۳۱۷، ۴: ۳۴۱ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص۳۶۴/ سیف الدین سرہندیؒ، خواجہ/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): مکتوبات سیفیہ، ۲۲، ۲۶، ۱۲۶، ۱۸۹/ محمد سعید سرہندیؒ، خواجہ/ محمد فرخ مجددیؒ، علامہ (جامع): مکتوبات سعیدیہ، ۱۳/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۵۶۳ – ۵۲۸، ۳: ۴۰۱ – ۴۰۴، ۴: ۲۸۲ – ۲۸۳۔

۱۲۰- زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص۳۶۴/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۴۰۔

۱۲۱- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۴۴/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۴: ۳۹۹۔

۱۲۲- محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۱: ۲۹، ۱۳۷، ۲۲۴/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۵۹۴ – ۵۹۶، ۳: ۴۵۶ – ۴۵۷، ۴: ۳۴۹ – ۳۵۰۔

۱۲۳- صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۴۳، ۳: ۵۰۲، ۴: ۴۳۷ – ۴۳۸۔

۱۲۴- محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، ۳: ۲۷، ۸۸/ محمد احسانؒ: روضہ القیومیہ، جلد۲: ۲۴۱/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص۳۴۶/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۳۱، ۳: ۴۹۱، ۴: ۴۰۲/ سیف الدین سرہندیؒ، خواجہ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): مکتوبات سیفیہ، ۱۱۵، ۱۳۱۔

۱۲۵- صفر احمد معصومیؒ، میر/محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۴۰-۶۴۱، ۳: ۵۰۰، ۴: ۴۲۳-۴۲۴/ ہندی، بھگوان داس: حدیقہ ہندی، ورق ۶۵/آزاد، غلام علی بلگرامی: خزانہ عامرہ، ۴۴۳۔

۱۲۶- عبدالحی لکھنویؒ، مولانا: نزہۃ الخواطر، جلد۵: ۲۸۹/محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۴۴/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومی، ص۳۶۴-۳۶۵۔

۱۲۷- صفر احمد معصومیؒ، میر/محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۳۸-۶۳۹، ۳: ۴۹۹، ۴: ۴۱۹-۴۲۰/محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۲: ۲۱، ۴۹، ۳: ۲۳۔

۱۲۸- محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۱: ۲۷، ۳: ۳۸/صفر احمد معصومیؒ، میر/محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۲۴، ۳: ۵۰۳، ۴: ۴۲۲۔

۱۲۹- صفر احمد معصومیؒ، میر/محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۴: ۳۹۹/محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۴۴۔

۱۳۰- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۴۴/محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۳: ۲۳۵/ سیف الدین سرہندیؒ، خواجہ/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): مکتوبات سیفیہ۲: ۱۱/صفر احمد معصومیؒ، میر/محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۲۹، ۳: ۴۸۹، ۴: ۳۹۹۔

۱۳۱- مرادی، محمد خلیل: سلک الدرر، جلد۱: ۱۰۷-۱۰۸/صفر احمد معصومیؒ، میر/محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۶۷، ۳: ۵۰۵، ۴: ۴۲۹-۵۵۰۔

۱۳۲- محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۳: ۲۹، ۱۸۱، ۲۰۷/صفر احمد معصومیؒ، میر/محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۳۸، ۳: ۴۹۸، ۴: ۴۱۷-۴۱۹۔

۱۳۳- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، جلد۲: ۲۶۱/غلام سرور لاہوریؒ، مفتی: خزینۃ الاصفیا، جلد۲: ۲۰۴/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص۳۶۹۔

۱۳۴- محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۲: ۹۱، ۳: ۱۰۷، ۱۱۶، ۲۰۳/سیف الدین سرہندیؒ، خواجہ/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): مکتوبات سیفیہ، ۱۰۳/صفر احمد معصومیؒ، میر/محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۳۸، ۳: ۴۹۸، ۴: ۴۱۶-۴۱۷۔

۱۳۵- زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص۱۴۴/صفر احمد معصومیؒ، میر/محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۴۲۲-۴۳۴، جلد۳: ۳۲۵-۳۳۳، جلد۴: ۲۱۷-۲۲۰۔

۱۳۶- محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۱: ۳۳/زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۳۶۵۔

۱۳۷- صفر احمد معصومیؒ، میر/محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۳۶-۶۳۷، جلد۳: ۴۹۷، ۴: ۴۰۹-۴۱۰/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۱: ۱۱۹، ۲: ۲۸، ۱۲۷، ۳: ۲۹/محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲، ۲۴۳۔

۱۳۸- محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۲: ۱۱۶، ۱۵۵، ۳: ۱۰۲، ۱۹۶/صفر احمد معصومیؒ، میر/محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۳۰، ۳: ۴۹۰، ۴: ۳۹۹-۴۰۲۔

۱۳۹- محمد مراد ننگ کشمیریؒ: تحفۃ الفقراء، ص۴۳، ۴۷، ۲۵۲/کنہیا لال: تاریخ لاہور، ص۵۴، ۵۵/محمد باقر لاہوریؒ (مفتی): کنز الہدایات، ص۲، ۴-۵/محمد اسلم پسروری: فرحت الناظرین، ص ۲۰۵/فوق، محمد دین: تذکرہ علمائے لاہور، ص۱۳/ سیف الدین سرہندیؒ، خواجہ/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): مکتوبات سیفیہ،

۵۰، ۱۱۹، ۱۲۳، ۱۳۱، ۱۳۳، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۸/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۳: ۲۴۴، نیز (مکتوب) ۱۰۰، ۱۲۸، ۱۵۰، ۱۵۷، ۱۹۴، ۲۱۸، ۲۳۸، ۲۴۹/ محمد باقر لاہوریؒ (مفتی): دام حق، ورق ا، الف-ب/ محمد باقر لاہوری (مفتی) منتہی الایجاز لکشف الاعجاز ورق ۱-الف/ اسماعیل پاشا بغدادی: ہدیۃ العارفین، جلد۲: ۲۹۲/ کحالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین، جلد/ وحدتؒ، عبدالاحد/ محمد مراد ننگ کشمیریؒ، شیخ (جامع): گلشن وحدت، ۵۹: ۱۰۱-۱۰۲/ محمد باقر لاہوریؒ (مفتی): حاشیہ قرآن مجید، ورق ۱: الف-ب/ محمد دین کلیمؒ (مقالہ): لاہور کے اولیائے نقشبند۔ ماہنامہ نور اسلام شرق پور شریف ضلع شیخوپورہ، ربیع الثانی جمادی الاوّل ۱۳۹۹ھ/ مارچ اپریل ۱۹۷۹ء، جلد دوم، ص ۹۶، نیز ۳۰۳/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد اوّل (مقدمہ): ۱۶۷-۱۷۰، ۲: ۵۸۹-۵۹۴، ۳: ۲۵۲-۲۵۵، ۴۹۰، ۴: ۳۳۵-۳۴۹، ۳۹۹-۴۰۱، ۵۴۷-۵۴۹/ وحدتؒ، عبدالاحد: لطائف المدینہ، ورق ۱۴ ب الف/ علم الدین سالک: نقوش لاہور نمبر، ص ۵۰۹/ محمد سعید سرہندیؒ، خواجہ/ محمد فرخ مجددیؒ، علامہ (جامع): مکتوبات سعیدیہ، ۶۲: ۱۱۸، ۱۷۰: ۱۳۱، ۷۶: ۱۳۵/ شرافت نوشاہیؒ، شریف احمد: شریف التواریخ، جلد۳ (۳)، ص ۱۹۷-۱۹۸/ احمد منزوی (استاد) فہرست مشترک نسخہ ہائے خطی پاکستان/ Ethe,H:Catalogue of persian Mss in the library of India offic, pp.1055-56.

۱۴۰- صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۳۹، ۳: ۴۹۹، ۴: ۴۲۱/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۱: ۲۱)۔

۱۴۱- محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۲: ۱۳، ۲۰/ محمد عبید اللہؒ، خواجہ/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر: خزینۃ المعارف ۳: ۵۴، ۴۴: ۴۱/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۵۴۹-۵۶۰، ۳: ۴۲۴-۴۳۱، ۴: ۳۱۶-۳۲۰/ محمد احسانؒ: جلد۲: ۲۱، ۱۴۰، ۳: ۲۳۴/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۳۶۵۔

۱۴۲- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱: ۳۰۴/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۳۶۶/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۵۴۴-۵۴۶، ۳: ۲۱۷-۲۱۸، ۴: ۳۰۸-۳۰۹/ محمد نقشبندؒ، خواجہ/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر: وسیلۃ القبول، ۱: ۳۴، ۲: ۳۶/ محمد عبید اللہؒ، خواجہ: خزینۃ المعارف، ۸۳: ۱۰۹/ محمد عبید اللہؒ، خواجہ: خزینۃ المعارف، ۸۳: ۱۰۹/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۳: ۳، ۱۹۵، ۲۱۶۔

۱۴۳- زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۳۶۶/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۴۰/ صمصام الدولہ شاہ نواز خان/ محمد ایوب قادری، ڈاکٹر: مآثر الامراء، ص ۲۰۸-۲۰۹۔

۱۴۴- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۹/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۱۴۵-۱۵۸/ صفر احمد معصومیؒ، میر: مقامات معصومی، جلد۳: ۳۳۴-۳۴۹۔

۱۴۵ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۳۶۶/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۴۵/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومیہ، جلد اوّل (مقدمہ)، ص ۲۶۴۔

۱۴۶- محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۲: ۳۶، ۳: ۶۹، ۱۲۱، ۱۵۱/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۴۳، ۲۵۱/ زوار حسین شاہ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۳۶۶/ صفر احمد معصومی، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات

معصومی، جلد۲: ۶۴۲، ۳: ۵۰۱، ۴: ۴۳۳-۴۳۴/ سیف الدین سرہندیؒ، خواجہ/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): مکتوبات سیفیہ، ۱۰۵: ۱۳۶، ۱۱۱: ۱۴۱، ۱۱۵، ۱۴۳، ۱۹۰: ۲۰۸۔

۱۴۷- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۳۰، ۳۱/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۱: ۱۱۱، ۱۱۲/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۳۶۶-۳۶۷/ وحدتؒ، عبدالاحد/ محمد مراد تنگ کشمیریؒ، شیخ (جامع): گلشن وحدت، ۵۹: ۱۰۸-۱۰۹۔

۱۴۸- صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۳۴، ۳: ۴۹۵، ۴: ۴۰۵-۴۰۷/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۱: ۱۳۲، ۲: ۱۴۷/ محمد عبیداللہؒ، شیخ/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): خزینۃ المعارف، ۴: ۲۵/ سیف الدین سرہندیؒ، خواجہ/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): مکتوبات سیفیہ، ۱۸۷: ۲۰۶-۲۰۷۔

۱۴۹- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۴۰/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۳۶۷/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۲: ۱۱۷، ۳: ۲۴۰، ۲۴۱/ محمد عبیداللہؒ، شیخ/ غلام مصطفیٰ، ڈاکٹر (مرتب): خزینۃ المعارف ۲۴: ۴۲-۴۳، ۸۴: ۱۰۹-۱۱۰/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۳۸، ۳: ۴۹۸، ۴: ۴۱۴-۴۱۶۔

۱۵۰- محمد فضلؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۳۵۴/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، ۲: ۱۷۵-۱۷۷، ۱۷۹/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۱۲۸-۱۲۹/ احمد ابوالخیر مکیؒ، شیخ: ہدیہ احمدیہ، ص ۳۶/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومیہ، جلد۲: ۳۴۲-۳۷۵، ۳: ۲۶۴-۲۹۰۔

۱۵۱- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۳۰-۲۳۱/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۱۵۹/ محمد فضلؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، ص ۳۹۵/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، ۲: ۴۵۷-۴۶۶، ۳: ۳۵۰-۳۵۸۔

۱۵۲- مجدد الف ثانیؒ، حضرت: مکتوبات امام ربانی، جلد۱: ۴۲، ۲۰۶، ۲۳۵/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۱: ۱۲۲، ۱۳۹/ محمد مراد تنگ کشمیریؒ، شیخ: تحفۃ الفقراء، ورق ۱۷۶/ محمد عبیداللہؒ، شیخ/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): خزینۃ المعارف، ۲۴: ۴۴/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: جلد۲: ۵۶۱-۵۶۸، ۳: ۴۳۲-۴۳۷، ۴: ۳۲۲-۳۲۵/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱: ۳۴۰، ۲: ۱۳۴/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ۳۶۸۔

۱۵۳- صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۳۶، ۳: ۴۹۶، ۴: ۴۰۸-۴۰۹/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۳: ۱۲۸، ۱۵۰/ سیف الدین سرہندیؒ، خواجہ/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): مکتوبات سیفیہ، ۲۴: ۴۰، ۱۳۰: ۱۵۷۔

۱۵۴- محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۲: ۳۴، ۴۳، ۸۲، ۱۸۶/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۲۸/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۳۶۸/ محمد نقشبندؒ، خواجہ/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): وسیلۃ القبول، ۱۲: ۱۳، ۲۰/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی: جلد اول (مقدمہ)، ص ۲۴۷، ۲: ۶۳۷، ۳: ۴۸۸، ۴: ۴۱۰-۴۱۴۔

۱۵۵- زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۱۴۱-۱۴۳/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۱۸۱، ۱۸۲،

۱۸۶، ۱۸۸، ۱۹۲، ۱۹۷-۲۰۲، ۲۱۴، ۲۲۰/ احمد ابوالخیر مکیؒ، شیخ: ہدیہ احمدیہ، ص ۵۷، ۶۲، ۶۵/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۴۰۳-۴۲۲، ۳: ۳۱۱-۳۲۴/ محمد عبید اللہؒ، شیخ/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): خزینۃ المعارف۔

۱۵۶- صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد اوّل (مقدمہ)، ص ۷۰، ۲: ۵۹۸، ۳: ۴۵۱، ۴: ۳۳۳-۳۳۶/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۳: ۱۲۲/ محمد عبید اللہؒ، شیخ/ غلام مصطفیٰ خانؒ (مرتب): خزینۃ المعارف، ۲۴، ۲۵، ۳۵: ۵۸۔

۱۵۷- صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۳۵-۶۳۶، ۳: ۴۹۶۔

۱۵۸- عبدالحی لکھنویؒ، مولانا: نزھۃ الخواطر، جلد۶: ۲۲۳/ رافت، رؤف احمد مجددی/ عبدالرؤف، مولانا: جواہر علویہ، ۲۶۸، ۲۷۰/ وحدتؒ، عبدالاحد/ محمد مراد تنگ کشمیریؒ، شیخ گلشن وحدت، ۲۳: ۳۶/ محمد مراد تنگ کشمیریؒ، شیخ: تحفۃ الفقراء، ورق ۱۱ب ۱۲-الف/ ثناء اللہ پانی پتیؒ، قاضی: رسالہ در انساب اولاد حضرت مجددؒ، ورق ۲/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۱: ۲۹۵، ۲۹۷/ محمد اکرم براسویؒ: اقتباس الانوار، ص ۳۳۸، محمد مظہر مجددی مہاجر مدنیؒ: المناقب الاحمدیہ والمقامات السعیدیہ، ص ۲۶/ محمد بن فضل اللہ محبیؒ: خلاصۃ الاثر، جلد۲: ۱۹۵/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۵۲۸-۵۳۲، ۳: ۴۰۵-۴۰۷، ۴: ۲۸۴-۲۹۳۔

۱۵۹- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۳۳، ۳۱۸/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۳۶۸/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومیہ، جلد۲: ۴۶۸-۵۲۲، ۳: ۳۶۲-۴۰۰/ احمد ابوالخیر مکیؒ، شیخ: ہدیہ احمدیہ، ص ۳۶۔

۱۶۰- غلام سرور لاہوریؒ، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، ص ۲: ۶۲۶/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۳۶۸-۳۶۹/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۴: ۴۰۳-۴۰۴۔

۱۶۱- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۳۸، ۴: ۲۹۸/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۳۲-۶۳۴، ۳: ۴۹۳-۴۹۴، ۴: ۴۰۳-۴۰۵۔

۱۶۲- زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۱۳۰-۱۴۰/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، ۲: ۱۳، ۳: ۹-۱۵۰/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی، جلد۲: ۲۷۶-۴۰۳، ۳: ۲۹۱-۳۱۰۔

۱۶۳- صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۴۶-۶۴۷، ۳: ۵۰۵، ۴: ۴۴۹۔

۱۶۴- رکن الدین محمدؒ (جامع): ارشادات فریدی، ص ۳۶/ قابل خان، ابوالفتح/ عبدالغفور، چودھری (مرتب): آداب عالمگیری، ص ۱۰۴۹/ محمد کاظم شیرازی: عالمگیر نامہ، ص ۲۱۷-۲۱۸/ علی ہجویری گنج بخش لاہوریؒ/ یوکوفسکی (مرتب): کشف المحجوب، ص ۲۱۷-۲۱۸/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۴۰/ زوار حسین شاہ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۳۶۹/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۱۳-۶۱۵، ۳: ۴۷۳-۴۷۴، ۴: ۳۷۶-۳۸۱/ عبدالحق محدث دہلویؒ، شیخ: اخبار الاخیار، ص ۶۱/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۳: ۱۸۸۔

۱۶۵- زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، ص ۳۶۹-۳۷۰/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۷۴، ۷۶، ۲۳۶، ۲۳۷/ محمد خلیل مرادیؒ: سلک الدرر، جلد۱: ۲۵، ۱۳۵، ۲: ۷۰، ۲۱۸، ۳: ۲۱۹، ۴: ۱۱۴، ۱۱۶، ۱۲۹-۱۳۰/

عمر رضا کحالہ: معجم المولفین، جلد۹: ۲۹۰، ۱۲: ۱۱/ اسماعیل پاشا بغدادی: ھدیۃ العارفین، جلد۲: ۳۱۶/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی، جلد۲: ۶۰۹-۶۱۱، ۳: ۴۶۹-۴۷۰، ۴: ۳۶۶-۳۷۱/ سٹوری، سی اے: ادبیات فارسی، جلد۱: ۲۹۴

۱۶۶- محمد عبید اللہؒ، شیخ/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): خزینۃ المعارف، ۲۴: ۴۰/ محمد معصومیؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۲: ۸۶/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۴۱، ۳: ۵۰۱، ۴: ۴۳۱-۴۳۲۔

۱۶۷- محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، ۲: ۲۴۲/ صمصام الدولہ شاہ نواز خان/ محمد ایوب قادریؒ (مرتب): مآثر الامراء، جلد۱: ۲۵۴-۲۶۳، ۲: ۱۴۰/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: انوار معصومیہ، ص ۳۷۰۔

۱۶۸- صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۴۰، ۳: ۵۰۱، ۴: ۴۲۵، ۴۳۲/ محمد معصومی، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۲: ۱۰۳۔

۱۶۹- صمصام الدولہ شاہ نواز خان/ محمد ایوب قادریؒ (مرتب): مآثر الامراء، جلد۲: ۴۸۲، ۶۶۷-۶۶۸، ۳: ۵۷۵-۵۷۹/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۲: ۱۱، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۹، ۱۹۲، ۳: ۲۲۶، ۱۵۹، ۱۶۵ سیف الدین سرہندیؒ، خواجہ/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): مکتوبات سیفیہ، ۴۷، ۷۳، ۷۹، ۱۵۵، ۱۷۶/ عبدالحی لکھنوی، مولانا: نزھۃ الخواطر ۶: ۲۹۳/ محمد نقشبندؒ، خواجہ/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): وسیلۃ القبول، ۱، ۳۶/ غلام سرور لاہوریؒ، مفتی: خزینۃ الاصفیا، جلد۲: ۶۲۷/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۵۱-۶۵۳، ۳: ۵۰۹-۵۱۰، ۴: ۴۵۷-۴۶۲/ غلام علی دہلویؒ، شاہ: مقامات مظہری، ص ۳۵۲-۳۵۳/ محمد بن رستم حارثیؒ/ امتیاز علی خان عرشی: تاریخ محمدی، ص ۳۶۔

۱۷۰- زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: انوار معصومیہ، ص ۳۷۱/ محمد احسانؒ: روضۃ القیومیہ، جلد۲: ۲۳۸، ۳: ۱۲۸، ۴: ۲۴، ۲۹۴-۲۹۵/ فقیر اللہ علوی شکارپوریؒ/ محمد فاضل انصاری (جامع): مکتوبات، ۱۲: ۹۶ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۵۹۷-۶۰۱، ۳: ۴۵۹-۴۶۱، ۴: ۳۵۱-۳۵۳۔

۱۷۱- صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد۲: ۶۳۱-۶۳۲، ۳: ۴۹۲، ۴: ۴۰۳/ محمد معصومؒ، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، جلد۳: ۲۸، ۸۸۔

۱۷۲- زوار حسین شاہؒ، مولانا سید: انوار معصومیہ، ص ۳۷۱/ صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد اول (مقدمہ)، ص ۲۰۷، ۲۰۸، ۳: ۲۹۶/ احمد حسین خان امروہویؒ، ص ۴۳۔

مآخذ ومنابع

۱- ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سید: تاریخ دعوت وعزیمت، کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء، جلد ۴۔

۲- احمد ابوالخیر مکیؒ، شیخ: ہدیہ احمدیہ (انساب اولاد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ)، کانپور: مطبع انتظامی، ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء۔

۳- احمد حسین خان امروہویؒ، خواجہ: جواہر مجددیہ، لاہور: ادارہ اسلامیات، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۸ء، (مشمولہ مکتوبات امام ربانی، جلد اوّل)۔

۴- احمد حسین خان امروہویؒ، خواجہ: جواہر معصومیہ، لاہور: ملک فضل الدین چنن الدین (اللہ والے کی قومی دکان)، س۔ن۔

۵- احمد منزوی (اُستاد)/ عارف نوشاہی، ڈاکٹر (اضافات وتجدید نظر واہتمام): فہرست مشترک نسخہ ہای خطی پاکستان، اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء، جلد ۱۴۔

۶- اختر راہی (ڈاکٹر سفیر اختر): ترجمہ ہائے متون فارسی بہ زبانہائے پاکستانی، اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء۔

۷- اسماعیل پاشا بغدادیؒ: ہدیۃ العارفین، بیروت: دار العلوم الحدیثیہ، ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء، جلد ۱-۲۔

۸- اعجاز الحق قدوسیؒ: شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ اور ان کی تعلیمات، کراچی: آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء۔

۹- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، لاہور: مجلس اوقاف پنجاب، ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء، جلد ۲۔

۱۰- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: حضرات القدس، سیالکوٹ: مکتبہ نعمانیہ، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء، جلد ۲۔

۱۱- بدرالدین سرہندیؒ، شیخ: سنوات الاتقیاء (مخطوطہ)، قصور: کتب خانہ مولانا غلام محی الدین قصوریؒ۔

۱۲- ثناء اللہ پانی پتیؒ، قاضی: رسالہ در انساب اولاد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (مخطوطہ)، دہلی: کتب خانہ خانقاہ شاہ ابوالخیر۔

۱۳- جہانگیر، نورالدین: توزک جہانگیری، علی گڑھ: پرائیویٹ پریس، ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء۔

۱۴- حسین دوست سنبھلی: تذکرہ حسینی، لکھنو: مطبع نولکشور، ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء۔

۱۵- حق نواز اعوان، مولانا ڈاکٹر: تذکرہ مشائخ سندھ، سکھر، جامعہ اشرفیہ، ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء۔

۱۶- خوشگو، بندرابن داس/ عطاء الرحمٰن کاکوی (مرتب): سفینۂ خوش گو، پٹنہ: ۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۹ء۔

۱۷- دانش گاہ پنجاب: اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور: دانش گاہ پنجاب، ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۷۳ء، جلد ۱۰۔

۱۸- رشید احمد ارشد، مولانا: حیات باقی، کراچی: دستگیر کالونی، ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء۔

۱۹- رکن الدین محمد (جامع): ارشادات فریدی (مقابیس المجالس)، آگرہ: مفید عام پریس، ۱۳۲۱ھ/ ۱۹۰۳ء۔

۲۰- رؤف احمد رافتؒ/ ملک فضل الدین نقشبندی (مترجم): جواہر علویہ، لاہور: اللہ والے کی قومی دکان، ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء۔

۲۱- زرکلی، خیر الدین: الاعلام، بیروت: (دارالکتب العلمیہ)، ۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۹ء، جلد ۷۔

۲۲- زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: انوار معصومیہ، کراچی: ادارہ مجددیہ، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۲۳- زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد: حضرت مجدد الف ثانی، کراچی: ادارہ مجددیہ، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء۔

۲۴- ستوری، سی اے: ادبیات فارسی، روسی ترجمہ برگل، فارسی ترجمہ جماعت مترجمین، تہران: مؤسسہ مطالعات وتحقیقات فرہنگی، ۱۳۶۲ س ن، جلد ۱۔

۲۵- سیف الدین سرہندیؒ، خواجہ/ محمد اعظمؒ، شیخ (جامع)/ غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): مکتوبات سیفیہ، کراچی: س۔ن۔

۲۶- شرافت نوشاہیؒ، شریف احمد: شریف التواریخ، لاہور: ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء، جلد ۳ (۳)۔

۲۷- شوکت حسین الہ آبادی، سیّد: ذکر المعارف، الہ آباد: ۱۳۴۲ھ/ ۱۹۲۴ء۔

۲۸- صفر احمد معصومیؒ، میر/ محمد اقبال مجددی (مقدمہ، تحقیق تعلیق وترجمہ): مقامات معصومی، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء، جلد ۱-۴۔

۲۹- صمصام الدولہ شاہنواز خان/ محمد ایوب قادریؒ (مترجم): مآثر الامراء، لاہور: مرکزی اُردو بورڈ، ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء۔

۳۰- عبدالحق محدث دہلویؒ، شیخ: اخبار الاخیار، دہلی: مطبع مجتبائی، ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء۔

۳۱- عبدالحی حسنیؒ، مولانا سیّد: الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، دمشق: مجمع العلمی، ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء۔

۳۲- عبدالحی لکھنویؒ، علامہ: نزھۃ الخواطر، حیدر آباد دکن: دائرۃ المعارف عثمانیہ، ۷۶-۱۳۷۵ھ/ ۵۷-۱۹۵۶ء، جلد ۵، ۶۔

۳۳- عبدالعزیز محدث دہلویؒ، مولانا شاہ: تفسیر عزیزی (پارہ عم)، کراچی: ایم سعید کمپنی، س۔ن۔

۳۴- عبدالفتاح بدخشیؒ: مفتاح العارفین (مخطوطہ)، لاہور: ذخیرہ شیرانی، کتاب خانہ مرکزی، پنجاب یونیورسٹی، نمبر ۱۶۱۳/ ۴۲۶۳۔

۳۵- علم الدین سالک: نقوش لاہور نمبر۔

۳۶- علی الدین لاہوری: عبرت نامہ، لاہور: پنجابی ادبی اکادمی، ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء، جلد ۱۔

۳۷- علی ہجویری داتا گنج بخش" / ژوکوفسکی (محقق): کشف المحجوب، تہران: ۱۳۵۸ھ ش۔

۳۸- عمر رضا کحالہ: معجم المولفین، بیروت: مکتبۃ المثنی، ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۷ء، جلد ۴، ۹، ۱۲۔

۳۹- غلام سرور لاہوریؒ، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، کانپور: مطبع نامی نولکشور، ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء، جلد۱-۲۔
۴۰- غلام علی دہلویؒ، شاہ/ محمد اقبال مجددی (تحقیق وتعلیق وترجمہ): مقامات مظہری، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔
۴۱- فقیر اللہ علوی شکار پوریؒ/ محمد فاضل انصاری (جامع): مکتوبات فقیر اللہ علوی شکار پوری، لاہور: مطبع اسلامیہ، ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء۔
۴۲- فقیر محمد جہلمیؒ، مولوی: حدائق الحنفیہ، لاہور: مکتبہ حسن سہیل، س۔ن (عکسی طباعت از طبع ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء)۔
۴۳- کشن چند اخلاص/ وحید قریشیؒ (مرتب): ہمیشہ بہار، کراچی: انجمن ترقی اُردو، ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء۔
۴۴- مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہ/ عالم الدین نقشبندی مجددیؒ، مولانا قاضی (مترجم): مکتوبات امام ربانی، لاہور: ادارہ اسلامیات، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۸ء، جلد۱-۳۔
۴۵- مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہ/ زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد (محقق ومترجم)، مبدا ومعاد، کراچی: ادارہ مجددیہ، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء۔
۴۶- محبوب الٰہیؒ، مولانا: مقدمہ حضرات القدس حضرت شیخ بدرالدین سرہندیؒ، مطبوعہ مجلس اوقاف پنجاب، لاہور (۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء)، جلد۲۔
۴۷- محمد ابراہیم خلیل سندھی/ حسام الدین راشدی (مرتب): تکملہ مقالات الشعراء، حیدر آباد: سندھ، ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء۔
۴۸- محمد احسان معصومیؒ (کمال الدین): روضۃ القیومیہ، لاہور: اللہ والے کی قومی دکان، ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء، جلد۱-۴۔
۴۹- محمد احسان عباسی گورکھپوری: سوانح عمری حضرت مجدد الف ثانیؒ، رام پور: ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۶ء۔
۵۰- محمد اسلم پسروری/ محمد ایوب قادریؒ (ترجمہ وحواشی): کراچی: ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء۔
۵۱- محمد اکرام، شیخ: رود کوثر، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔
۵۲- محمد اکرام بسراسویؒ: اقتباس الانوار، لاہور: مطبع کریمی، ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۵ء۔
۵۳- محمد باقر لاہوریؒ، مفتی: حاشیہ قرآن مجید (مخطوطہ)، لاہور: مملوکہ) محمد حلیم، مکتبہ خاور۔
۵۴- محمد باقر لاہوریؒ، مفتی: دام حق (مخطوطہ)، اسلام آباد: کتاب خانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، نمبر ۴۸۹۸۔
۵۵- محمد باقر لاہوریؒ، مفتی: کنز الہدایات، امرتسر: روز بازار الیکٹرک پریس ہال بازار، ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۷ء۔
۵۶- محمد باقر لاہوریؒ، مفتی: منتہی الایجاز لکشف الاعجاز (مخطوطہ)، اسلام آباد: کتاب خانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان، نمبر ۴۱۲۳۔
۵۷- محمد بن فضل اللہ محبیؒ: خلاصۃ الاثر، بیروت: س۔ن، جلد۴۔
۵۸- محمد حسن کرتپوریؒ، مولانا: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، لاہور: قادری رضوی کتب خانہ، ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء۔
۵۹- محمد خلیل مرادیؒ: سلک الدرر، بغداد: مکتبۃ المثنیٰ س۔ن، جلد۱-۴۔

۶۰- محمد داؤد: سیرت امام ربانی، امرتسر: دارالاشاعت: ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۵ء۔

۶۱- محمد دین فوق: تذکرہ علمائے لاہور، لاہور: ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء۔

۶۲- محمد دین کلیمؒ: لاہور کے اولیائے نقشبند (مشمولہ) ماہنامہ نور اسلام شرق پور شریف (ضلع شیخوپورہ)، اولیائے نقشبند نمبر، ربیع الثانی جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ/مارچ اپریل ۱۹۷۹ء، جلد ۲۔

۶۳- محمد سعید سرہندیؒ، خواجہ/محمد فرخ مجددیؒ، علامہ (جامع): مکتوبات سعیدہ، لاہور: مکتبہ حکیم (عبدالمجید سیفیؒ)، ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء۔

۶۴- محمد عبیداللہؒ، شیخ/غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): خزینۃ المعارف، حیدرآباد سندھ، ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء۔

۶۵- محمد عبداللہؒ، شیخ: یواقیت الحرمین (حسنات الحرمین)، کراچی: ادارہ مجددیہ، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۵ء (مشمولہ انوار معصومیہ، ص ۶۹-۹۹)۔

۶۶- محمد فضل اللہؒ، حاجی: عمدۃ المقامات، استنبول: مکتبۃ الحقیقۃ، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء۔

۶۷- محمد کاظم شیرازی: عالمگیر نامہ، کلکتہ: ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء۔

۶۸- محمد مراد تنگ کشمیریؒ، شیخ: تحفۃ الفقراء (مخطوطہ)۔ لاہور: کتب خانہ محمد اقبال مجددی۔

۶۹- محمد مراد تنگ کشمیریؒ، شیخ: حسنات المقربین (مخطوطہ)، لینن گراد (روس): کتاب خانہ دولتی، نمبر ۲۰۰

۷۰- محمد مراد منزلویؒ، شیخ: رشحات معرب، مکہ مکرمہ، مطبع میریۃ الکائنۃ، ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء۔

۷۱- محمد مظفر حسین صبا: روز روشن، تہران: ۱۳۲۰ھ ش۔

۷۲- محمد مظہر مجددیؒ: المناقب الاحمدیہ والمقامات السعیدیہ، قزان: ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء۔

۷۳- محمد معصومؒ، خواجہ/محمد شاکرؒ، شیخ (مترجم فارسی)/محمد اقبال مجددی (تحقیق وتعلیق وترجمہ): حسنات الحرمین، موسیٰ زئی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان: مکتبہ سراجیہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء۔

۷۴- محمد معصومؒ، خواجہ/زوار حسین شاہؒ، مولانا سیّد (مترجم): مکتوبات معصومیہ، کراچی: ادارہ مجددیہ، ۱۳۹۸-۱۴۰۶ھ/۱۹۷۸-۱۹۸۶ء، جلد ۱-۳۔

۷۵- محمد منیر احمد سلیچ، ڈاکٹر: وفیات ناموران پاکستان، لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء۔

۷۶- محمد میاںؒ، مولانا سیّد: علماء ہند کا شاندار ماضی، لاہور: مکتبہ رشیدیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء، جلد ۱۔

۷۷- محمد نذیر رانجھا: برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات (عربی وفارسی کتب اور ان کے اُردو تراجم)، لاہور: میاں اخلاق احمد اکیڈمی، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء۔

۷۸- محمد نذیر رانجھا: تاریخ وتذکرہ خانقاہ مظہریہ دہلی، لاہور: جمیعۃ پبلی کیشنز لاہور، ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء۔

۷۹- محمد نعمان بدخشیؒ/غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر (مرتب): رسالہ سلوک، حیدرآباد سندھ، ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء۔

۸۰- محمد نقشبند ثانیؒ، حجۃ اللہ/غلام مصطفیٰ خانؒ، ڈاکٹر: وسیلۃ القبول، حیدرآباد سندھ: ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء۔

۸۱- محمد نور بخش توکلی، علامہ: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، گجرات: چک سادہ شریف، فضل نور اکیڈمی، ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء۔

۸۲- محمد ہاشم کشمیؒ: برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات)، استنبول: مکتبۃ الحقیقۃ، ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء۔

۸۳- مقبول بیگ بدخشانی، میرزا (مدیر): تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، لاہور: پنجاب یونیورسٹی،

۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء، جلد۴، فارسی ادب (۲)۔
۸۴- منظور احمد نعمانیؒ، مولانا: تذکرہ مجدد الف ثانی لکھنو: مکتبہ الفرقان، ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰ء۔
۸۵- نسیم احمد امروہویؒ، مولانا: الفرقان (ماہنامہ)، لکھنو: ادارہ الفرقان رجب المرجب ۱۳۷۲ / اپریل ۱۹۵۳ء۔
۸۶- نسیم احمد فریدی: خواجہ باقی باللہؒ اور صاحبزادگان وخلفاء، لکھنو: مکتبہ الفرقان، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔
۸۷- نظام الدین بلخی مزاری: تحفۃ المرشد، لاہور: مطبع فیض عام، ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء۔
۸۸- وحدتؒ، عبدالاحد/ شیخ محمد مراد تنگ کشمیریؒ (جامع)/ عبداللہ جان فاروقی (مرتب): گلشن وحدت، کراچی: ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء۔
۸۹- وحدتؒ، عبدالاحد/ محمد اقبال مجددی، لطائف المدینہ، لاہور۔
۹۰- وکیل احمد سکندر پوریؒ: ہدیہ مجددیہ، دہلی: مطبع مجتبائی، ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۴ء۔
۹۱- ولی اللہ دہلویؒ، شاہ: انفاس العارفین، دہلی: مطبع مجتبائی، ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء۔
92- Crawford, D.G: History of India Medical Service, Culcutta, 1914.
93- E.J. Brill: The Encyclopaedia of Islam, London: Luzac and Co, 1960, Vol.1
94- Ethe, H: Catalouge of persian Manuscripts in the library of India office, oxford, 1903-37.
95- James Hestings: Encyclopaedia of Religion and Ethics, New york: Chalres scribner, 1961.
96- Thomos Arnold: The preaching of Islam, Lahore: Shirkat-i-Qualam.

محمد نذیر رانجھا نامہ

نذیر، من تویی رانجھاے جانان — محمد ہستی و گوہر فشانان
دل تو مرکز مہر و محبت — زبان تو نشان پاک ایمان
نوشتی تذکرہ تاریخ نقشبند — بہ نقشبندی تویی پیوند خوبان
نسیم گلشن از تو گشتہ خوشبو — بہ شرح مثنوی داری دل و جان
اگر یعقوب چرخی زندہ گشتی — تشکر می نمود احسنت گویان
اگر ابدالیہ خواہی بخوانی — بہ کوشش آمدہ تحقیق عرفان
نشان چرخی شیرازی ما — بہ فارسی آمدہ ''تفسیر قرآن''
بہ انس و انس و دانش بستہ گشتی — ''رسالہ ٔ انسیہ'' شور نیستان
تصوف بر دل رانجھا رسیدہ — بہ چاپ و نشر آثارش سخندان
نوائے دلبری از گل شنیدم — ہمان گل آمد از سوئے گلستان
رسیدہ نور حق بر قلب رانجھا — محمد پاک دل چون ماہ تابان
بہ آبادی جلالش روح و رحمت — کہ زادگاہش بود در قلب انسان
اگر بحر الحقیقہ ترجمہ شد — صفائے زندگی را بستہ پیمان
سریر کشور حسن خدایی — بہ مسجد دادہ او محراب رحمان
نماز و روزہ اش پیوند اللہ — صفات حضرت حق را ثنا خوان
بہ درگاہ خدا دست دعائش — بہ محراب و بہ مسجد در شبستان
طلوع زندگی در کار و کوشش — شود روشن ہمارہ قلب پژمان

اُمید ہر کسی آیندہ او	ہمین آیندہ گوید مہد نیکان
بہ اخلاق خوش و شیرین زبانی	چراغ روشن رانجھا درخشان
محب مردمان گرویدہ رانجھا	دما دم نغمہ ہائے خوش نوازان
شدم من ہم نشین رانجھائے گل	بہ گنج بخش کتاب و گنج احسان
سفر کردم بہ ہمراہش بہ گلزار	بہ گلزار خلیل و خانقاہان
الٰہی زندہ و پایندہ باشد	نذیر رانجھا امیر باغ و بستان

منم بندہ رہا خدمتگر علم

زبان فارسی را نغمہ خوانان

سرودۂ جناب آقائے دکتر محمد حسین تسبیحی

۱۳ شوال المعظم ۱۳۸۲ش/ ۳ جنوری ۲۰۰۴ء